

ہمارے آئمہ علیہم السلام

(آئمہ اطہار علیہم السلام کے حالات زندگی)

مؤلف

علی محمد خلیل رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ 0321-4481214, 042-37314311

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب-----ہمارے آئمہؑ

مؤلف-----علی محمد ذخیل رحمۃ اللہ علیہ

مترجم-----مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

کمپوزنگ-----فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

سال اشاعت-----مارچ 2012ء

ناشر-----مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ-----

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فون نمبرز۔ 0321-4481214, 042-37314311

عرضِ ناشر

اس کتاب کا ترجمہ حجۃ الاسلام علامہ سید صفدر حسین نجفی نے کیا ہے، جو پہلے بھی بہت سی علمی کتب کے ترجمے کر چکے ہیں۔ یہ کتاب قارئین کرام کے لئے عموماً جبکہ خطیب حضرات کیلئے خصوصاً بے بہا علمی خزانہ ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم و تحقیق حسبِ سابق ”مصحح القرآن ٹرسٹ“ کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی و عملی استفادہ فرمائیں گے۔ اور ادارہ کو اپنی قیمتی تحاویز و آراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔ والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان
30	بیٹیاں:
30	آپؐ کی کنیتیں:
30	آپؐ کے القاب
30	آپؐ کی خصوصیات
31	آپؐ کی بیعت
31	چند اہم باتیں
31	شہادت
31	امام علیؑ کے فضائل و کمالات
33	آپؐ کا زہد
34	آپؐ کی سخاوت
35	آپؐ کا جہاد
36	آپؐ کا علم
37	آپؐ کی فصاحت و بلاغت:
38	آپؐ کا عفو و درگزر
38	امام علیؑ علیہ السلام قرآن کریم کی نظر میں
39	۱۔ ارشاد بانی ہے
39	۲۔ ارشاد قدرت ہے
41	۳۔ ارشاد الہی ہے
41	امام علیؑ علیہ السلام احادیث رسولؐ کی روشنی میں
42	امیر المؤمنینؑ کی سیرت کے چند نمونے
45	آپؐ کے ارشادات گرامی
45	(۱) دعوت جہاد اور ترک جہاد کرنے والوں کی مذمت:
47	(۲) ضرب شہادت کے بعد وصیت
11	باب ۱
11	امامت
14	امام کے لیے کون سی شرائط کا ہونا ضروری ہے۔
15	امام کون ہے؟
15	دعوت ذی العشرہ:
15	بھٹنا ہوا پرندہ اور حضرت علیؑ کی آمد:
16	موسیٰ و ہارونؑ کی نسبت:
16	علیؑ کل ایمان:
16	نفس رسولؐ:
16	چادر کے نیچے:
16	مسجد میں ایک دروازہ:
17	باب مدینۃ العلم:
17	وعدوں کو پورا کرنے والا:
17	علیؑ مولائے کائنات:
18	آئمہ علیہم السلام کے بارے میں رسول اکرمؐ کی نصوص:
19	یہ احادیث دو قسم کی ہیں:
19	قسم اول کی چند احادیث:
22	احادیث کی دوسری قسم:
28	امیر المؤمنین امام علیؑ علیہ السلام
29	آپؐ کی ولادت باسعادت:
29	حلیہ مبارک
30	ازواج:
30	بیٹے

صفحہ	فہرست	صفحہ	فہرست
109	آپؐ کی قبولیت دعا	48	۳۳ حارث ہمدانی کے نام مکتوب
109	آپؐ کے بعض اشعار	49	آپؐ کے چند مختصر ارشادات
114	آپؐ کی صلح	51	امیر المؤمنینؑ کی طرف سے جوابات کے چند نمونے
114	۱- تمہید	53	امیر المؤمنینؑ کے فیصلے
115	۲- امام حسنؑ کا لشکر	60	آپؐ کی مختصر دعاؤں کے چند نمونے
116	۳- عبید اللہ بن العباس	66	آپؐ کی مقبولیت دعا
116	۴- اہل کوفہ اور معاویہ کے درمیان خط و کتابت	67	آپؐ کے اشعار کا نمونہ
117	۵- امام حسنؑ کی لشکر گاہ	70	آپؐ کے صدقات و اوقاف
117	۶- اگر آپؐ جنگ کرتے تو شہید ہو جاتے	72	امام علیہ السلام صحابہ اور تابعین کی نظر میں
117	۷- اگر آپؐ شہید ہو جاتے تو نور حق خاموش ہو جاتا	72	آپؐ کے بارے میں صحابہ کے اقوال
118	۸- معاویہ بن ابوسفیان	80	اختتامیہ
120	معاویہ اور اس کے ساتھیوں سے آپؐ کے مناظرے	80	اختتام ترجمہ
130	آپؐ کی شہادت	80	حرف آخر
132	آپؐ کے متعلق علماء اور اکابرین کے اقوال	82	باب نمبر ۲- امام حسن علیہ السلام
137	باب ۳- امام حسین علیہ السلام	82	مختصر تعارف
137	مختصر تعارف	82	مختصر تعارف
139	آپؐ قرآن کی نظر میں	87	آپؐ احادیث رسولؐ کی روشنی میں
141	آپؐ احادیث رسولؐ میں	88	آپؐ کی خلافت کے نصوص
143	آپؐ پر نص	89	آپؐ کی عبادت کا ایک شہ
144	آپؐ کی عبادت	90	آپؐ کی سیرت کا گوشہ
146	آپؐ کی سیرت	91	آپؐ کا احسان و کرم
148	آپؐ کا احسان و کرم	93	آپؐ کے خطبات کا ایک گوشہ
151	آپؐ کے بعض خطبات	95	آپؐ کی چند وصیتیں
158	آپؐ کی وصیتیں	97	آپؐ کے بعض خطوط
160	آپؐ کے خطوط	99	آپؐ کے مختصر کلمات کا انتخاب
162	آپؐ کے کلمات قصار	101	آپؐ کے بعض جوابات
164	آپؐ کے بعض جوابات	105	آپؐ کی بعض مختصر دعائیں

صفحہ	فہرست	صفحہ	فہرست
216	آپؐ کے بعض خطبات	165	آپؐ کی بعض دعائیں
220	آپؐ کی بعض وصیتیں	171	آپؐ کی قبولیت دعا
222	آپؐ کے بعض خطوط	174	آپؐ کے اشعار کا ایک گوشہ
226	آپؐ کے بعض کلمات قصار	184	آپؐ کا قیام
228	آپؐ کے بعض جوابات	187	آپؐ کی شہادت
233	آپؐ کی بعض دعائیں یا صحیفہ سجادیہ	187	۱۔ شب عاشور:
239	آپؐ کی قبولیت دعا	188	۲۔ نماز:
241	آپؐ کے کچھ اشعار	188	۳۔ جنگ کی ابتداء کو آپؐ کا ناپسند فرمانا
244	فضیلت اہل بیتؑ میں آپؐ کے اشعار:	189	۴۔ جنگ اور شہادت:
248	آپؐ علماء و اکابرین کی نظر میں	189	۵۔ باقی انصار حسین اور ہاشمیوں کی شہادت
251	فرزدق کا قصیدہ	190	۶۔ جناب عباس کی شہادت:
259	باب ۵۔ امام محمد باقر علیہ السلام	192	۷۔ امام حسین علیہ السلام پر حملہ
259	مختصر تعارف	192	۸۔ آپؐ کا استعاضہ:
260	آپؐ کی نص خلافت	193	۹۔ امام زین العابدینؑ کا جنگ کے لیے نکلنا:
261	آپؐ رسول اعظمؐ کی احادیث میں	194	۱۰۔ اہل و عیال سے الوداع:
262	آپؐ کی عبادت	194	۱۱۔ عبد اللہ (رضیع) (اصغر شیر خوار)
263	آپؐ کی سیرت کا ایک گوشہ	195	۱۳۔ آپؐ کی خیموں کی طرف واپسی:
265	آپؐ کا احسان و کرم	197	۱۵۔ محمد و عبد اللہ کی شہادت:
266	آپؐ کا مدرسہ	198	۱۶۔ امام حسینؑ پر ہجوم
269	بعض تفاسیر جو آپؐ سے وارد ہیں	198	۱۷۔ دعا:
272	آپؐ کے بعض خطبات	199	۱۸۔ و امحاء۔
274	آپؐ کے بعض وصایا	205	باب ۴۔ امام زین العابدین علیہ السلام
275	۲۔ آپؐ کی جابر جعفری کو ایک وصیت	205	مختصر تعارف
276	۴۔ آپؐ کی وصیت جابر کے لیے:	206	آپؐ کی نص خلافت
276	۵۔ آپؐ کی ایک وصیت:	207	آپؐ کی عبادت
276	۲۔ آپؐ ہی کی وصیت ہے:	212	آپؐ کا کرم و احسان
277	۹۔ آپؐ کی وصیت اپنے بیٹے کو:	215	آپؐ کے آزاد کردہ غلام

صفحہ	فہرست	صفحہ	فہرست
334	۳۔ عقوق والدین	278	۱۰۔ آپؐ کی وصیت طالب علم کے لیے:
334	۴۔ قتل نفس	278	آپؐ کے بعض کلمات قصار
335	۵۔ قذف محسنات	281	کئی سورج اور کئی چاند
335	۸۔ میدان جنگ سے بھاگ جانا۔	283	آپؐ کے بعض جوابات
335	۸۔ سود کھانا۔	289	آپؐ کی دعائیں
335	۹۔ جادو۔	۱۔	گھر سے باہر نکلتے وقت پڑھنے کے لیے
335	۱۰۔ زنا و بدکاری۔	290	آپؐ کی ایک دعا:
336	۱۱۔ جھوٹی قسم کھانا	291	۴۔ آپؐ کی ایک دعا سوتے وقت:
336	۱۲۔ ملاوٹ کرنا	292	۵۔ آپؐ کی دعا جسے آپؐ بعد نماز تہجد پڑھتے تھے:
336	۱۳۔ زکوٰۃ دینا	293	آپؐ کے اشعار کا اقتباس
336	۱۴۔ جھوٹی گواہی	394	۲۔ آپؐ ہی کے اشعار عجب کے بارے میں
336	۱۶۔ شراب پینا		آپؐ کا عبدالملک بن مروان کو دراہم اور
337	۱۷۔ نماز چھوڑ دینا	295	یناروں کے سکے بنانے کی تعلیم دینا
337	۱۸۔ معاہدہ توڑنا اور قطع رحمی کرنا	298	آپؐ اور ہشام بن عبدالملک
337	۱۹۔ جھوٹ بولنا	302	آپؐ علماء و عظماء کی نظر میں
337	۲۰۔ اللہ کے خلاف جرات کرنا	307	باب ۶۔ امام جعفر صادق علیہ السلام
337	کفر ان نعمت:	308	آپؐ کی نص خلافت
337	۲۲۔ کیل اور وزن میں کمی کرنا	309	آپؐ کی عبادت
337	۲۳۔ لواطت	311	آپؐ کی سیرت کے کچھ گوشے
338	۲۴۔ بدعت	313	آپؐ کا کرم و احسان
338	آپؐ کے بعض مناظرے	314	آپؐ کا علم
343	آپؐ کی مختصر دعائیں	318	امام صادق علیہ السلام کا مدرسہ
344	۲۔ آپؐ کی دعا	319	امام جعفر صادق علیہ السلام کی میا کے ملہم
345	۳۔ آپؐ کی دعا۔ واجب نماز کے بعد:	324	آپؐ کی بعض وصیتیں
347	آپؐ کی قبولیت دعاء	329	آپؐ کے بعض کلمات قصار
351	آپؐ کے اشعار	331	آپؐ کے بعض جوابات
354	منصور عباسی کے ساتھ	334	آپؐ گناہان کبیرہ کو شمار کرتے ہیں

صفحہ	فہرست	صفحہ	فہرست
428	آپؑ کے چند ہندو نصائح	356	آپؑ علماء عظماء و اکابرین کی نظر میں
431	آپؑ کے کلمات اور حکمت کی باتیں	362	باب ۷۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
435	آپؑ کے بعض مناظرے	362	مختصر تعارف:
449	بعض جوابات	363	آپؑ کی خلافت کی نص
454	آپؑ کی بعض دعائیں	365	آپؑ کی عبادت
460	آپؑ کی دعاؤں کی قبولیت	368	آپؑ کی سیرت کا ایک گوشہ
461	آپؑ کے چند اشعار	372	عطیات و صدقات
466	ولی عہدی	374	آپؑ کی وصیتیں
473	آپؑ کی شہادت	377	آپؑ کے چند خطوط
477	آپؑ علماء و عظماء کی نظر میں	379	حکیمانہ کلمات
481	باب ۹۔ امام محمد تقی علیہ السلام	382	آپؑ کے بعض جوابات
482	آپؑ کی خلافت پر نص	394	آپؑ کی دعائیں
483	آپؑ کا احسان و کرم	402	آپؑ کی دعاؤں کی قبولیت
485	آپؑ کی وصیتیں	406	آپؑ کے چند اشعار
490	آپؑ کے حکیمانہ اقوال	۲۔ بندوں کے افعال و کردار کے بارے میں	
493	آپؑ کے کچھ مناظرے	407	آپؑ کے اشعار:
500	آپؑ کے بعض جوابات	408	۳۔ صبر و اور تہلی کے بارے میں آپؑ کے اشعار
506	آپؑ کی دعائیں	408	۴۔ اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لینے سے متعلق آپؑ کا شعر
506	۱۔ آپؑ کی ایک دعا:	409	۵۔ آپؑ کی سیرت میں ایک شعر
506	۲۔ دعائے قنوت:	409	آپؑ علماء اور عظماء کی نظر میں
507	۳۔ آنجنابؑ کی دعائے قنوت:	415	باب ۸۔ مختصر تعارف، امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام
511	آپؑ کی دعاؤں کی مقبولیت	416	آپؑ کی خلافت پر نص
512	مامون عباسی کے ساتھ	419	آنجنابؑ کی عبادت
515	آپؑ علماء اور دانشوروں کی نظر میں	422	آپؑ کی سیرت کا ایک گوشہ
519	باب نمبر ۱۰۔ امام علی ہادی النقی علیہ السلام	424	آپؑ کا اپنے غلاموں اور خادموں کے ساتھ رویہ
519	مختصر تعارف	425	آپؑ کے عطیات و صدقات
520	آپؑ کی امامت کی نص	427	آپؑ کے چند خطبات

صفحہ	فہرست	صفحہ	فہرست
620	مختصر تعارف	521	آپؑ کی عبادت
621	آپؑ قرآن حکیم کی نظر میں	525	آپؑ کی سیرت کا ایک پہلو
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہور مہدی علیہ	527	آپؑ کا احسان و کرم
627	السلام کی بشارت دیتے ہیں	528	آپؑ کی بعض وصیتیں
630	امیر المؤمنین علیہ السلام ظہور مہدیؑ کی بشارت دیتے ہیں	531	آپؑ کے بعض خطوط
635	آئمہ طاہرینؑ ظہور مہدیؑ کی بشارت دیتے ہیں	533	آپؑ کے حکیمانہ اقوال
638	صحابہؓ اور تابعینؓ ظہور مہدیؑ کی بشارت دیتے ہیں	536	آپؑ کے بعض جوابات
643	اسمائے صحابہ مع کتب حوالہ	547	آپؑ کی بعض دعائیں
645	اسمائے تابعین مع کتب حوالہ	552	آپؑ کی دعا کی قبولیت
646	تابعین کے نام، کتابوں کے نام	555	متوکل عباسی کے ساتھ
648	آپؑ کی ولادت	558	آپؑ علماء اور دانشوروں کی نظر میں
650	آپؑ کی ولادت کا اعلان	568	باب نمبر ۱۱۔ امام حسن عسکری علیہ السلام
652	آپؑ کی وجہ غیبت	568	مختصر تعارف
655	دیگر خدائی نمائندے جو غیبت پر مجبور ہوئے	569	آپؑ کی امامت کی نص
655	کیا ظلم و جور ختم ہونے کا وقت نہیں آیا؟	574	آپؑ کی سیرت سے کچھ اقتباسات
657	امام غائب سے کیا فائدہ ہے	575	آپؑ کا احسان و کرم
660	طول عمر اور معمر اشخاص	576	آپؑ کی تفسیر کا کچھ حصہ
665	آپؑ کے ظہور کی علامات	589	اپنے آباؤ اجداد سے آپؑ کی روایت
680	آپؑ کی کچھ دعائیں	594	آپؑ کی کچھ وصیتیں
688	آپؑ کے بعض خطوط	597	آپؑ کے خطوط کے نمونے
695	آپؑ کی سلطنت و حکومت	602	حکمت کی باتیں
699	آپؑ کی سیرت	605	آپؑ کے چند جوابات
702	آپؑ کی مدح میں اشعار اور قصدے	606	الکندی فلسفی کے ساتھ
721	آپؑ صحاح ستہ میں	608	آپؑ کی چند دعائیں
726	آپؑ کے وجود کے معترف علمائے اہل سنت	612	آپؑ کی دعاؤں کی قبولیت
728	آپؑ علمائے اہل سنت کی نظر میں	613	آپؑ علماء و عظماء اور بڑے لوگوں کی نظر میں
736	حوالہ جات	620	باب ۱۲۔ امام مہدی علیہ السلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب ا

امامت

قائدہ لطف کی بناء پر خداوند کریم کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ لوگوں کی طرف ایسی ہستی کو بھیجے جو انہیں اس کے راستے کی ہدایت کرے، اس کے عذاب سے ڈرائے، صراطِ مستقیم کی دعوت دے، ان کے لیے دین کے احکام بیان کرے اور ان کے لیے وہ طریقہ کار قائم کرے جو خدا ان سے چاہتا ہے تاکہ اللہ کی طرف سے ان پر حجت قائم ہو جائے۔

ایسی ہی ہستی، بشیر و نذیر اور ہدایت کرنے والے رسول حضرت محمدؐ تھے جن کی صداقت کی تائید ان کے معجزات نے اور براہین کی تصدیق ان کے قول نے کی۔ قرآن کریم ان کا ہمیشہ رہنے والا معجزہ و برہان ہے جو خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے، جسے باطل کبھی ختم نہیں کر سکتا اور چودہ سو سال سے یہ قرآن نوحِ بشر کو چیلنج کر رہا ہے کہ اس کی مثل لے آؤ۔ پھر اس قرآن نے اپنے کئے ہوئے چیلنج میں تخفیف کی تاکہ انہیں ان کی عاجزی و بے بسی دکھلائے۔ پس فرمایا ”اس جیسی دس سورۃ لے آؤ۔ اس کے بعد جب ان کی عاجزی و ذلت و خواری ظاہر ہو گئی تو فرمایا۔

”کہہ دو اگر انسان اور جن سب کے سب اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔

پس حضرت محمدؐ اللہ کی طرف سے لوگوں پر رسول ہیں تاکہ انہیں گمراہی و جہالت سے نکالیں۔ آنحضرتؐ کو جو حکم دیا گیا تھا اسے انہوں نے پہنچایا اور جو ذمہ داری سونپی گئی تھی اسے نبھایا۔ آپ کے لیے ضروری تھا کہ مقامِ اعلیٰ کی طرف پلٹ جائیں اور وہ موت کہ جس سے فرار نہیں آپ تک آپہنچے۔

”بے شک تمہیں اور انہیں مرنا ہے۔“

”یہ اللہ کی سنت ہے ان لوگوں کے بارے میں جو پہلے گزر چکے ہیں اور تم اللہ کی سنت میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔“

ضروری تھا کہ حضور کریمؐ کے بعد مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کوئی ایک انجام پذیر ہوتی۔“

(۱) اس دین کو لغو کر دیا جائے اور اسلام کے احکام باطل کر دیئے جائیں اس اعتبار سے کہ آپ کی نبوت کا تعلق صرف آپ کی ندگی سے ہو اور وہ ختم ہو جائے تو لوگ اپنی جہالت کے گزشتہ زمانے کی طرف پلٹ جائیں۔

(۲) لوگوں کو ان کی ثقافت و تدین پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دیا جائے اس لیے کہ وہ اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ اپنے معاملات کو خود ہی سدھار لیں اور جو راستہ آنحضرتؐ نے ان کے لیے معین کیا ہے خود ہی اس پر چلتے رہیں قطع نظر اس سے کہ آپ کی شریعت کو کسی نگران، مفسر اور اس کے حدود قائم کرنے والے کی ضرورت ہو۔

(۳) تیسرے یہ کہ آپ کے بعد امت کو یہ اختیار ہو کہ وہ جمع ہو کر اپنے میں سے کسی کو امام منتخب کر لیں اور اسے اپنے امور کا نگران قرار دیں۔

(۴) یا یہ کہ آنحضرتؐ اپنی امت کے لیے خود امام و ہادی کا تقرر کر جائیں اور لوگوں کو اس کی اتباع و اطاعت کا حکم دیں۔

اب اگر ہم حقیقت کی طرف پلٹیں اور اپنے دلوں سے بغض و عناد اور تعصب کی گرہیں کھول کر ان امور میں منطقی بحث کریں تو ہم محسوس کریں گے کہ پہلا مفروضہ (شریعت کو لغو قرار دینا) باطل ہے کیونکہ یہ آخری شریعت ہے اور وہ راستہ ہے جسے تمام نوع بشر کے لیے اللہ تعالیٰ نے معین کر دیا ہے۔

”اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے“ (آل عمران - ۱۹)

اگر شریعت محمدیؐ آپ کی زندگی ہی سے وابستہ ہوتی تو عبث و فضول تھی کیونکہ اکثر انسانوں تک تو آپ کی دعوت پہنچی ہی نہ تھی نہ ہی ہدایت و سلامتی کی راہ ان کے لیے واضح ہوئی تھی یہ بات اور جہت سے بھی عبث تھی کیونکہ وہ عظیم قربانیاں اور فدیے جو آنحضرتؐ نے اس دین و شریعت کے لیے دیئے وہ اس لائق تھے کہ آزادانہ طور پر باقی رہتے اور ان پر کوئی آنچ نہ آتی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سیاسی مفکرین اور مختلف عقائد کے حامل گروہ اپنے افکار کی بنیادوں اور اپنے عقائد کی رسوم کو صدیوں تک برقرار رکھنے کا بھرپور انتظام کرتے ہیں۔ لہذا اس مفروضے کے بطلان کے لیے طویل بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا فاسد ہونا واضح ہے اور اس امت یا دیگر امتوں میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

دوسرا مفروضہ کہ، لوگوں کو ان کی عقل و تدبر پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے پہلے سے بھی زیادہ لغو ہے ایک لشکر کے لیے ممکن نہیں کہ وہ بغیر سپہ سالار کے ہو اور کوئی بھی اس لشکر کے افراد کو جمع کرنے اور ان کے امور کی نگرانی کے لیے نہ ہو۔ اسی طرح ایک قبیلے کے لیے سردار کی ضرورت ہے جو ان کے حالات کی نگہبانی اور ان کے حقوق کا تحفظ کرے۔

بلکہ خداوند کریم نے تو اس چھوٹے سے جسم انسانی کے لیے بھی ایک مرجع و رئیس قرار دیا ہے جس کی طرف حواس انسانی رجوع کرتے ہیں اور انسانی فکر و عمل کا سارا نظام اسی سے مربوط ہے۔

لہذا کس طرح سرکار رسالت مخلوق کو ان کی عقل و قابلیت کے بھروسے پر آزاد چھوڑ دیتے۔ فرض کریں کہ

صحابہ کرام اور وہ لوگ جو ان کے گرد و پیش تھے بلندی و رفعت کے اس درجہ پر فائز تھے کہ ان کے لیے ممکن تھا کہ وہ قربِ رسولؐ اور ان سے براہِ راست احکام حاصل کرنے کی وجہ سے ہادی و حاکم اور رہبر سے بے پروا تھے مگر دور کے شہروں اور قبیلوں کا کیا بنے گا اور آئندہ نسل کا کیا حال ہوگا، کون ان کے لیے احکام بیان کرے گا۔ کون حدود جاری کرے گا، کون انہیں دین کی تعلیم دے گا، تجاوز کرنے والوں کو کون سزا دے گا اور کفار کے حملوں سے ان کا دفاع کون کرے گا؟ ہاں! یہ اسی صورت میں ممکن ہوتا اگر خداوند کریم نوعِ انسانی کو ملائکہ کے نوع میں بدل دیتا اور اس قافلہ کو آسمانوں کے رہنے والوں جیسا بنا دیتا ہے۔ وہ بے شک اس سے بلند و بالا ہیں۔ ان کے بارے میں بدگمانی نہیں کی جاسکتی اور وہ نافرمانی کرنے سے بری ہیں۔

تیسرے مفروضے (کہ امت خود اپنے میں سے کسی کو حاکم و سلطان بنائے) کی تردید کے سلسلہ میں یوں ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ لوگ کسی معین شخص پر جمع ہو جائیں چاہیے وہ شخص کہاں و عرفان کی کتنی ہی خوبیوں کا مالک کیوں نہ ہو۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگ کسی ایک شخص پر مجتمع ہو جائیں جبکہ وہ آراء و افکار اور خواہشات و میلانات اور توجہات میں مختلف ہوں۔

آج کے دستوری و جمہوری دور میں لوگ اور مختلف قبائل اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں اور وہ نمائندے حکومت کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس حکومت کو ہر قسم کی تائید حاصل ہوتی ہے اس کے باوجود ہر ملک میں تھوڑے عرصے بعد حکومت پر اعتراضات شروع ہو جاتے ہیں اور ہر نشست و محفل میں حکومت کی سیاست پر تنقید ہوتی ہے اور مخالف فریق اس حکومت پر تہمتوں اور الزامات کی بھرمار کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ حکومت ختم ہو جاتی ہے اور نئی حکومت کے انتخاب کے لیے جماعتیں پھر سے میدان میں آ جاتی ہیں۔ نئے نمائندوں میں سے کچھ منتخب ہو کر سامنے آتے ہیں جو اس پارٹی کے بہترین لوگ اور عوام کے منتخب ہوتے ہیں یہ نمائندے اگرچہ گذشتہ پارٹی سے لوگوں کا رخ موڑ لیتے ہیں لیکن ان کے مقابلے میں دوسری جماعتیں اور پارٹیاں میدان میں آ جاتی ہیں۔ بعض اوقات یہ پہلی پارٹیوں سے کم نہیں ہوتیں لہذا ناممکن ہے کہ لوگ کسی خاص شخص پر مجتمع ہو جائیں چاہے اس میں کتنے ہی فضائل و خصائل کیوں نہ ہوں۔

پھر اگر فرض کر لیں کہ مشرق سے لے کر مغرب تک کے سب لوگ کسی ایک شخصیت پر جمع بھی ہو جائیں تو کیا ان کا یہ انتخاب خدا کے انتخاب و اختیار سے بہتر و افضل ہوگا اور کیا لوگوں کی فکر و نظر خدائی فکر و نظر سے بہتر ہوگی؟ ہرگز نہیں کسی مسلمان کے لیے یہ احتمال بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس کا قائل ہو کیونکہ انسان کو کتنا ہی علم و معرفت حاصل ہو، وہ اپنے انتخاب میں غلطی کر جاتا ہے اور درستی اور حکمت کی وجوہ بھی بے اثر ہو جاتی ہیں۔

امام کا انتخاب خداوند تبارک و تعالیٰ کی خصوصیات و اختیارات میں سے ایک ہے۔

(ترجمہ) خلق کرنا اور اختیار و انتخاب کرنا تیرے رب کا کام ہے انہیں اس میں کوئی اختیار نہیں

دیا گیا۔ (قصص-۶۸)

جیسا کہ دیگر امور دین کی کیفیت ہے مثلاً نوع بشر کو رکعات نماز کی تعداد میں رائے دینے کا حق نہیں اور نہ ہی خدا نے زکوہ کے نصاب میں اس سے مشورہ لیا ہے نہ ہی اسلامی تعلیمات ان کی رائے سے صادر ہوتی ہیں۔ حلال و حرام کے فرض ہونے کا بھی یہی معاملہ ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے انہیں ان چیزوں کا حکم دیا ہے اور ان پر واجب قرار دیا ہے کہ وہ انہیں معلوم کریں اور ان پر عمل کریں۔

آپ امیر المومنینؑ کی امامت پر انشاء اللہ قرآن اور رسول اکرمؐ کے بہت سے نصوص پڑھیں گے، جیسا کہ تاریخ نے آپ کے بہت سے معجزات اور مختلف کرامات پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ہمیں آپ کے معجزات نہج البلاغ کے ہر خطبے میں نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے وہ محیر العقول جوابات اور فیصلے ہیں کہ اگر لوگ جمع ہو جائیں تو ان میں سے ایک جواب بھی نہیں دے سکتے جو آپ فی البدیہہ دیتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ فیصلے کر سکتے ہیں جو آپ کرتے ہیں۔

اب جبکہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی امامت نص رسولؐ اور آپ کے ہاتھ پر معجزات کے ظہور سے ثابت ہے تو آپ کی اولاد کی امامت رسولؐ کی نص اور ان میں سے ہر ایک کی دوسرے پر نص سے ثابت ہے اور ان کے ہاتھوں پر معجزات بھی صادر ہوتے ہیں۔ صلوٰات اللہ علیہم اجمعین۔

امام کے لیے کون سی شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

نبی کریمؐ ساری مخلوق سے افضل، ورع و زہد میں سب سے بڑھ کر، علم و شجاعت میں سب سے بلند تر اور اکرم تھے آپ تمام درجات کمال کے حامل، صفات حمیدہ سے متصف اور اخلاق کریمہ سے متخلق تھے کیونکہ اگر وہ تمام مخلوقات سے افضل نہ ہوتے تو پھر وہ کسی دوسرے کی ہدایت کے محتاج ہوتے اور اگر وہ تمام مخلوق سے زیادہ احکام الہی کی نافرمانی سے بچنے والے اور متقی نہ ہوتے تو دین و دنیا کے امور کے امین قرار نہ پاتے، اگر ساری دنیا سے زیادہ زاہد و پرہیزگار نہ ہوتے تو ان کا دنیا کی طرف متوجہ ہونا لوگوں کو ان کے دین سے دور کر دیتا ہے۔ اگر وہ تمام مخلوق سے زیادہ عالم نہ ہوتے تو وہ بندوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے نہ کر پاتے اور نہ ان کے سامنے حلال و حرام کو بیان کر سکتے اور اگر وہ جنگوں میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر نہ ہوتے اور دشمن کے مقابلہ میں پامردی نہ دکھا سکتے تو ان کے لشکر کے شکست کھا جانے اور جنگ میں نقصان پہنچنے پر ان کی کمزوری کا بہت برا اثر پڑتا۔ اگر آپ تمام لوگوں سے زیادہ کریم و شریف نہ ہوتے تو آپ کا امر نبوت و تبلیغ صحیح نہ ہو سکتا اور آپ کے ساتھی تتر بتر ہو جاتے کیونکہ لوگ دنیا کے لالچی اور مصالح اور غرائض کے ساتھی ہوتے ہیں۔

لہذا نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ صفات کریمہ کے بلند درجات پر فائز ہو اور اخلاق حمیدہ کی انتہا کو

پہنچا ہوا ہو کیونکہ لوگ اسی سے اخلاق کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اسی سے اخذِ کمال کرتے ہیں۔ چنانچہ جو اعلیٰ صفات اور قابلِ تعریف خوبیاں ہم نبیؐ کے لیے ضروری سمجھتے ہیں نبیؐ کے بعد وہی امام کے لیے معین ہیں کیونکہ امام نبیؐ کا قائم مقام ہے، اس کے احکام کی نشر و اشاعت کرنے والا اور اس کے حلال و حرام کو بیان کرنے والا ہے۔

امام کون ہے؟

رسول اکرمؐ کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے لیے اللہ کے حکم سے امام کو نصب و معین کریں تاکہ وہ ان کے لیے دین کو قائم رکھے اور خیر و نیکی کے منارے روشن کرے، نیک کام کرنے والوں کو جزا اور برے کام کرنے والوں کو سزا دے انہیں احکامِ الہی کی تلقین کرے اور ان کے لیے حلال و حرام واضح کرے، اس کے سامنے شہادتیں اور گواہیاں قائم ہوں اور وہ لوگوں کے لیے حدود قائم کرے، تو وہ کون امام ہے جسے رسول خداؐ نے مقرر کیا ہے۔

بے شک وہ حضرت علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہ ہی ہیں جنہیں رسول خداؐ بعثت سے لے کر وصال تک ہمیشہ ہر مجلس و محفل اور ہر مجمع و نشست اور قریب و دور کے سامنے متعارف کراتے رہے۔

دعوت ذی العشرہ:

ابتدائے بعثت میں رسول اکرمؐ نے بنی ہاشم کو دعوت دی۔ جب وہ لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے کہا۔ کون ہے جو اس معاملے میں میری آواز پر لبیک کہتا ہے اس میں میری مدد کرتا اور میرا ہاتھ بٹاتا ہے تاکہ وہ میرا بھی وصی، وزیر، وارث اور خلیفہ بنے۔ پس وہ لوگ اٹھ کر جانے لگے اور جناب ابوطالب سے کہنے لگے:

یہ دین آپ کو مبارک ہو۔ آپ اپنے بھتیجے کے دین میں داخل ہوئے ہیں تو اس نے آپ کے بیٹے کو آپ پر امیر مقرر کر دیا ہے۔“

بھنا ہوا پرندہ اور حضرت علیؑ کی آمد:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھنا ہوا پرندہ بطور ہدیہ پیش کیا جاتا ہے تو آپ یہ دعا فرماتے ہیں: ”خدا یا میرے پاس اسے بھیج جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہوتا کہ تیرے محبوب کے ساتھ مل کر یہ پرندہ کھاؤں“ تو حضرت علی سلام اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔

موسیٰ و ہارونؑ کی نسبت:

ایک اور موقع پر حضرت علی سلام اللہ علیہ سے رسول اکرمؐ نے فرمایا: تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

علیؑ کل ایمان:

جب حضرت علیؑ کو عمرو بن عبدود عامری کے مقابلے میں بھیجتے ہیں تو فرماتے ہیں: ایمان کل کفر کل کے مقابلے میں جارہا ہے۔

علیؑ کی ضرب۔۔۔ جب حضرت علیؑ عمرو بن عبدود کا سر قلم کر کے لاتے ہیں تو فرمایا: ”خندق کے دن علیؑ کی ایک ضرب ثقلین کی عبادت سے بہتر ہے۔

جنگ خیبر کے موقع پر آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔

”کل میں علم ایسے مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں وہ اس وقت تک پلٹ کر نہیں آئے گا جب تک خدا اس کے ہاتھ پر فتح نہیں دے گا۔“

چنانچہ آپ حضرت علیؑ کو بلاتے ہیں اور انہیں اپنا علم دے کر میدان جنگ کی طرف روانہ کرتے ہیں۔ حضرت علیؑ مرحب کو قتل کرتے ہیں اور فتح کی تکمیل آپ کے ہاتھوں پر ہوتی ہے۔

نفسِ رسولؐ:

پھر انہیں میدانِ مہابہ میں لے جاتے ہیں کیونکہ وہی آپ کے نفس ہیں: کہہ دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو۔“

چادر کے نیچے:

کسی وقت حضرت علیؑ کو اپنی چادر میں لے کر خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کو پڑھتے ہیں۔ ”پس اللہ کا یہ ارادہ ہے، اے اہل بیت کہ تم سے ہر قسم کی رجس و پلیدی کو دور رکھے اور تمہیں پاک رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے۔“

مسجد میں ایک دروازہ:

حضور مسجد نبویؐ کی طرف سے لوگوں کے دروازے بند کر دیتے ہیں سوائے حضرت علیؑ سلام اللہ علیہ کے دروازے کے۔

پھر ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

باب مدینۃ العلم:

”میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں“
اسی طرح ایک اور حدیث میں فرماتے ہیں۔

وعدوں کو پورا کرنے والا:

”اے علیؑ تو میرا وصی، میرا قرض ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کو پورا کرنے والا ہے۔“
اس قسم کی سینکڑوں احادیث آنحضرتؐ نے بیان فرمائی ہیں اور یہ سب تیاری تھی حضرت علیؑ کو لوگوں کے لیے امام مقرر کرنے اور انہیں عوام کے لیے علم و نشان معین کرنے کی۔

علیؑ مولائے کائنات:

ان تمام احادیث کی آخری حدیث روز غدیر والی ہے۔ آنحضرتؐ نے اعلان فرمایا کہ میں اس سال حج پر جاؤں گا اور یہ میرا آخری حج ہوگا۔ قریب ہے کہ مجھے بارگاہ الہی سے دعوت ملے اور میں اسے قبول کروں۔ لہذا مسلمان تمام اطراف سے حاضر ہو جاتے ہیں۔ آنحضرتؐ انہیں حج سے فارغ ہونے کے بعد آپ مدینہ منورہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ تو آپ حکم دیتے ہیں کہ پالانوں کا منبر بنایا جائے۔ اپنے اس حکم کی تعمیل کے بعد آپ مسلمانوں کے درمیان خطبہ ارشاد فرماتے ہیں جس میں اپنے بعد کے لیے علیؑ کو امام مقرر کرنے کا اعلان فرماتے ہیں۔ پھر حضرت علیؑ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے بلند کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ دونوں بغلوں کی سفیدی نظر آتی ہے اور فرماتے ہیں۔

جس جس کا میں مولا ہوں پس اس اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے، اس سے دشمنی رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے، اس کی مدد و نصرت فرما جو علیؑ کی مدد کرے اور اس کو کو چھوڑ دے جو علیؑ کو چھوڑ دے۔“

پھر ان کے لیے ایک علیحدہ خیمہ نصب فرماتے ہیں اور تمام مسلمانوں کو حکم دیتے ہیں کہ امیر المومنین کہہ کر انہیں سلام کرو۔ پس اس وقت جبرائیل یہ آیت لے کر نازل ہوتے ہیں۔ ”آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔“

آئمہ علیہم السلام کے بارے میں رسول اکرمؐ کی نصوص:

اس بارے میں احادیث رسولؐ کہ امام بارہ ہیں، عجیب و غریب صورت کے درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ شاید یہ مبالغہ نہ ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ یہ احادیث ان احادیث سے کم نہیں ہیں۔ جو مثلاً نماز اور روزے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ یہ احادیث سوائے آئمہ اہل بیتؑ کے کسی اور پر منطبق نہیں ہوتیں۔ جب کوئی شخص ان احادیث کے تواتر، راویوں اور اپنی کتب درج کرنے والے علماء کی کثرت کی وجہ سے ان کا انکار اور ان کی سند میں کوئی خدشہ نہ کر سکا تو بعض حاسدین نے چاہا کہ ان کے مفاہیم و دلائل بدل دیئے جائیں اور کچھ لوگوں نے ان کی غلط تاویلیں شروع کر دیں۔ مگر حاسدین جو حربے بھی استعمال کریں اس سے یا تو بیان کردہ تعداد آئمہ کم ہو جاتی ہے یا زیادہ پس خلفائے راشدین کی تعداد تو کم ہے اور امویوں کی زیادہ ہے، اور عباسیوں کی ان سے بھی زیادہ۔

کچھ لوگوں نے چاہا کہ دونوں گروہوں میں سے کچھ حضرات کو ایک دوسرے سے نتھی کر کے تعداد کو پورا کیا جائے تاکہ یوں بارہ کی تعداد مکمل ہو جائے۔ ہاں وہ مجبور ہوئے ہیں کہ حکام ظلم و جور اور ضال و گمراہ مثلاً معاویہ، یزید، عبدالملک بن مروان اور اس کے بیٹے کو آئمہ میں داخل کریں۔ مگر اس کے باوجود ان کے لیے تعداد پوری نہیں ہوئی اور ان کا نصاب درست نہیں ہو سکا۔ چنانچہ ایسے نام شامل کرنے سے وہ ذلیل و رسوا ہوئے ہیں کیونکہ وہ اس تعداد سے کم ہیں جو آئمہ امت اور عدیل قرآن کریم کے طور پر رسول اکرمؐ چاہتے تھے۔ جبکہ یہاں ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن میں آئمہ معصومینؑ کے ناموں کی تصریح ہے اور جن میں ان کی کثرت اور ثبوت کی وجہ سے کسی قسم کی تنقید نہیں کی جاسکتی (۱)

اور میرا نظریہ یہ ہے کہ ممکن ہے منکر رسول اکرمؐ کی بعض احادیث کا انکار کریں مگر وہ احادیث جو آئمہ اثنا عشر کے بارے میں نص ہیں ان کے راویوں اور اپنی کتب میں درج کرنے والے علماء اعلام کی کثرت کی وجہ سے ان سے انکار ممکن نہیں۔ تاویل کرنے والے کے لیے امکان ہے کہ وہ بعض احادیث کی تاویل یا تفسیر غلط کرے مگر ایسا بھی ممکن نہیں کیونکہ یہ احادیث سوائے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے کسی پر منطبق اور صادق ہی نہیں آتیں۔ جناب شیخ سلیمان قدوسی کہتے ہیں بعض محققین کا کہنا ہے کہ وہ احادیث جو دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد خلفاء بارہ ہیں، کثرت سے وارد ہوئی ہیں اور مشہور و معروف ہیں۔

شرح زمانی اور تعریف مکانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہی آپ کے اہل بیتؑ اور عترت کے بارہ امامؑ ہی ہیں کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ آپ کے بعد آپ کے اصحاب میں سے خلفاء پر ان احادیث کو محمول کیا جائے کیونکہ وہ بارہ سے کم ہیں اور نہ ہی اموی بادشاہوں پر محمول کر سکتے ہیں کیونکہ وہ بارہ

سے زیادہ ہیں۔ پھر، سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے، دیگر خلفاء کے واضح اور فاش ظلم و جور اور دونوں گروہوں کا بنی ہاشم میں سے نہ ہونا بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ احادیث ان پر صادق نہیں آتیں۔

عبدالملک کی جابر سے روایت اور آنحضرتؐ کے اس فقرے میں اپنی زبان کو مدھم کرنا، اس بات کا رجحان ظاہر کرتی ہے کہ وہ لوگ بنی ہاشم کی خلافت کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

اسے بنی عباس کے بادشاہوں پر منطبق کرنا بھی ناممکن ہے کیونکہ وہ عدد مذکور سے زیادہ ہیں اور انہوں نے اس فرمانِ الہی کا بھی پاس نہیں کیا:

میں اپنے اقربا کی مودت کے علاوہ کوئی اجر نہیں مانگتا۔ اور حدیث کساء کی بھی رعایت نہیں کی۔

لہذا اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ ان احادیث کو آپؐ کے اہل بیت اور عترت میں سے بارہ اماموں پر محمول کیا جائے کیونکہ وہ اپنے اہل زمانہ سے زیادہ عالم، ارفع، سب سے زیادہ صاحبانِ ورع و تقویٰ، عالی نسب، صاحب فضیلت اور اللہ کے ہاں سب سے زیادہ مکرم و محترم تھے۔ ان کا علم اپنے جد کی وراثت اور علم لدنی ہونے کے ناطے ان سے متصل تھا۔

اس طرح اہل علم و تحقیق اور اہل کشف و توفیق نے ان ہستیوں کا تعارف کرایا ہے اور وہ ان ہی معانی کی تائید کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کی مراد ان کے اہل بیتؑ میں سے بارہ امام تھے۔

حدیثِ ثقلین اور وہ احادیث جو اس کتاب میں دیگر کتب میں مذکور ہیں اسی مندرجہ بالا معنی کی شہادت دیتی ہیں اور اسی قول کو ترجیح دیتی ہیں۔

جابر بن سمرہ کی روایت کے مطابق آپؐ کا یہ ارشاد کہ ان سب آئمہ پر امت مجتمع ہوگی، سے آنحضرتؐ کی مراد یہ ہے کہ امت ان سب کی امامت کے اقرار پر ان کے قائم مہدیؑ کے ظہور کے وقت مجتمع ہو جائے گی (۲)۔

یہ احادیث دو قسم کی ہیں:

اول۔ وہ کہ جن میں بغیر ناموں کے آئمہ اثنا عشر کا ذکر ہے۔

دوم۔ وہ کہ جن میں آئمہ کا ذکر ان کے ناموں کے ساتھ آیا ہے یا ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور بعض کے نام لیے گئے ہیں۔

قسم اول کی چند احادیث:

۱۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ بارہ امیر ہوں گے۔ پھر آپؐ نے ایک بات کی جسے میں سن نہ سکا تو میرے باپ نے کہا ”آپؐ نے فرمایا ہے کہ وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔“ (۳)

۲۔ جابر بن سمرہ ہی سے روایت ہے، وہ کہتا ہے میں نے رسول اکرمؐ کو کہتے ہوئے سنا، ”لوگوں کے معاملات اس وقت تک چلتے رہیں گے جب تک ان پر بارہ مرد ولی و حاکم رہیں گے۔“ پھر پیغمبر خداؐ نے کوئی بات کہی جو مجھ سے مخفی رہ گئی تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ رسول اکرمؐ نے کیا فرمایا تھا۔ اس نے کہا ”وہ سارے قریش میں سے ہوں گے۔“ (۴)

۳۔ جابر بن سمرہ ہی راوی ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا، آپؐ فرما رہے تھے ”یہ دین بارہ خلفاء تک عزیز و غالب رہے گا۔“ پس لوگوں نے تکبیر بلند کی اور بہت شور مچا دیا تو پھر آپؐ نے ایک بات کہی جو چھپ گئی۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا آنحضرتؐ کیا فرما رہے ہیں۔ اس نے کہا ”وہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔“ (۵)

۴۔ جابر بن سمرہ ہی روایت کرتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ”میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔“ پھر آپؐ نے کوئی بات کہی جسے میں نہ سمجھ سکا تو میں نے اپنے قریب والے شخص سے پوچھا۔ اس نے کہا ”آپؐ نے فرمایا ہے کہ وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔“ (۶)

۵۔ عون بن جحیفہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے چچا کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس تھا۔ آپؐ نے فرمایا ”میری امت کا معاملہ اس وقت تک درست رہے گا جب تک اس میں بارہ خلفاء رہیں گے۔“ پھر آپؐ نے کوئی بات کہی اور اپنی آواز کو مدہم کیا تو میں نے اپنے چچا سے پوچھا کہ آپؐ نے کیا فرمایا۔ اس نے کہا ”حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔“ (۷)

۶۔ داؤد بن ہند شعبی سے اور وہ جابر بن سمرہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے نبیؐ کو کہتے سنا کہ اس امت کے بارہ امیر ہوں گے۔ (۸)

۷۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”اس امت کے بارہ قیّم اور نگران ہوں گے وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔“ (۹)

۸۔ آپؐ نے فرمایا: ”یہ دین بارہ خلفاء تک غالب و محفوظ رہے گا جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔“

عرض کیا گیا ”تو پھر کیا ہوگا؟“ آپؐ نے فرمایا ”پھر فتنہ و فساد ہوگا۔“ (۱۰)

۹۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے، میں اپنے باپ کے ساتھ نبی اکرمؐ کی خدمت میں تھا تو میں نے آپؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہیں۔ پھر آپؐ نے اپنی آواز آہستہ کر لی تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا آپؐ نے آہستگی میں کیا فرمایا ہے۔ اس نے کہا ”کہ وہ سب کے سب بنی ہاشم میں سے ہوں گے۔“ (۱۱)

۱۰۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: ”یہ امر خلافت غالب رہے گا اور جو ان سے دوری کرے گا اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی اور یہ بارہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔“ (۱۲)

۱۱۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا: ”میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔“ پھر ایسی بات کہی جو مجھ سے مخفی رہی۔ پس جابر۔ وہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔“ (۱۳)

۱۲۔ شعبی نے مسروق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم ابن مسعود کے پاس تھے اور اس کے سامنے مصاحفِ قرآن پیش کر رہے تھے کہ اچانک ایک نوجوان نے اس سے کہا: کیا تمہارے نبیؐ نے تمہیں کچھ بتایا تھا کہ ان کے بعد کتنے خلفاء ہوں گے؟“ ابن مسعودؓ نے کہا ”تم نو عمر ہو اور اس معاملے سے متعلق تم سے پہلے مجھ سے کسی نے سوال نہیں کیا“ اور کہا ”ہاں رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے جو نقیان بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر ہوں گے“ (۱۴)

۱۳۔ سماک بن حرب سے روایت ہے کہ میں نے جابر بن سمرہ سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے رسول اللہؐ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے: ”یاد رکھو! اسلام بارہ خلفاء تک عزیز و غالب رہے گا۔“ پھر آپ نے ایک ایسی بات کہی جو میں سمجھ نہ سکا تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے اس نے کہا کہ وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔ (۱۵)

۱۴۔ شعبی نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ”یہ دین بارہ خلفاء تک ہمیشہ عزیز و غالب رہے گا۔ جو مسلمان ان سے دوری اختیار کرے گا اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی“ پھر آپ نے آہستہ سے بات کی جسے لوگوں نے سننے نہ دیا۔ اس کے متعلق میں نے اپنے باپ سے سوال کیا تو اس نے کہا کہ وہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔ (۱۶)

۱۵۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا ”یہ دین اسلام عزیز و غالب رہے گا بارہ خلفاء تک جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔“ ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کا معاملہ چلتا رہے گا جب تک ان پر بارہ مرد، جو قریش میں سے ہوں گے، والی و حاکم رہیں ایک روایت میں ہے کہ اس وقت تک دین قائم رہے گا جب تک قیامت نہ آجائے اور لوگوں پر بارہ خلفاء ہوں گے جو سب قریش میں سے ہوں گے۔ (۱۷)

۱۶۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ”یہ امر ختم ہونے والا نہیں جب تک ان میں بارہ خلفاء نہ گزر جائیں۔“ پھر آپ نے کچھ کہا جو مجھ سے مخفی رہا تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضورؐ نے کیا فرمایا۔ اس نے کہا وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔ (۱۸)

احادیث کی دوسری قسم:

۱۔ عبایہ بن ربیع کے واسطے سے جابر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ”میں انبیاء کا سردار ہوں اور علیؑ اوصیاء کے سردار ہیں اور میرے بعد میرے اوصیاء بارہ ہیں جن کے پہلے علیؑ اور آخری قائم مہدیؑ ہیں۔ (۱۹)

۲۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا ”میں، علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور اولادِ حسینؑ سے نو افرادِ پاک پاکیزہ و معصوم ہیں“ (۲۰)

۳۔ آنحضرتؐ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا: ”اے چچا میری اولاد میں سے بارہ خلفاء مالکِ امر خلافت ہوں گے پھر کچھ ناپسندیدہ امور اور عظیم سختی کے دن آئیں گے حتیٰ کہ میری اولاد میں سے مہدیؑ ظہور کریں گے۔ خدا ان کا معاملہ ایک ہی رات میں درست کر دے گا۔ پس وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہوگی۔ جب تک خدا چاہے گا وہ زمین پر رہیں گے پھر دجال خروج کرے گا۔“ (۲۱)

۴۔ جابر بن یزید جعفی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جابر عبد اللہ انصاریؓ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ جب خدا نے اپنے نبیؐ پر یہ آیت ”

”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں“ نازل کی، تو میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہؐ ہم اللہ اور رسولؐ کو تو پہچانتے ہیں۔ یہ اولی الامر کون ہیں کہ جن کی اطاعت اللہ نے اپنی اطاعت کے ساتھ لازم قرار دی ہے؟“ فرمایا: ”اے جابر! وہ میرے خلفاء ہیں اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں جن کے پہلے علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں، پھر حسنؑ اور حسینؑ، پھر علیؑ بن الحسینؑ، پھر محمد بن علیؑ جو تو رات میں باقر کے نام سے مشہور ہیں۔ اور عنقریب اے جابر! تمہاری ان سے ملاقات ہوگی۔ پس جب ان سے ملاقات ہوگی۔ پس جب ان سے ملاقات کرو تو ان کو میرا سلام کہنا۔ پھر جعفر بن محمدؑ، پھر موسیٰ بن جعفرؑ، پھر علی بن موسیٰؑ، پھر محمد بن علیؑ پھر وہ جو میرا ہم نام اور ہم کنیت ہے اور اللہ کی زمین میں حجت ہے (حضرت امام مہدیؑ عجل اللہ فرجہ) اور اس کے بندوں میں بقیۃ اللہ (باقی رہ جانے والے امام و ہادی) حسن بن علیؑ کے فرزند جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ اس زمین کے مشارق و مغارب کو فتح کرے گا۔ اور وہ (امام مہدیؑ) اپنے شیعوں اور اولیاء سے غائب ہوں گے اور ان کی غیبت میں ان کی امامت کے قول پر وہی ثابت قدم رہے گا جس کے دل کا امتحان اللہ نے ایمان کے ذریعے لیا ہے۔“

جابر کہتا ہے میں نے عرض کیا ”اے اللہ کے رسولؐ! کیا اس کی غیبت میں شیعہ اس سے فائدہ و نفع اٹھا

سکیں گے؟“ فرمایا: ہاں اس کی قسم جس نے مجھے مبعوث نبوت کیا ہے کہ شیعہ اس کے نور سے روشنی حاصل کریں گے جیسا کہ لوگ سورج سے استفادہ کرتے ہیں، چاہیے اسے بادلوں نے چھپا رکھا ہو۔ (۲۲)

۵۔ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے بارے میں فضیلت آنحضرتؐ کی ایک حدیث میں وارد ہے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری کھڑے ہو گئے اور عرض کیا ”اے اللہ کے رسول! وہ کون سے آئمہ ہیں جو امام علیؑ بن ابی طالبؑ کی اولاد میں سے ہیں؟“ آنحضرتؐ نے فرمایا ”وہ جو انان جنت کے سردار حسنؑ و حسینؑ، عبادت کرنے والوں کے سردار اپنے زمانے کے علیؑ بن الحسینؑ، پھر محمدؑ بن علیؑ اور تم عنقریب ان سے ملو گے۔ اے جابر! تم انہیں میرا سلام کہنا۔ پھر ان کے بعد جعفر صادقؑ بن محمدؑ ان کے بعد کاظمؑ موسیٰ بن جعفرؑ، ان کے بعد علیؑ الرضا بن موسیٰؑ، ان کے بعد محمد تقیؑ بن علیؑ، پھر علیؑ نقی بن محمدؑ اور ان کے بعد حسنؑ بن علیؑ اور ان کے بیٹے محمد قائم بالحقؑ، میری امت کے مہدیؑ، جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی اے جابر! یہ ہیں میرے خلفاء میرے اوصیاء میری اولاد میری عترت۔ جو ان کی اطاعت کرے گا اس نے میری اطاعت کی، جو ان کی نافرمانی کرے گا اس نے میری نافرمانی کی اور جو ان سب کا یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے گا تو اس نے میرا انکار کیا“ (۲۳)

عمار بن یاسر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا۔ اس غزوہ میں حضرت علیؑ سلام اللہ علیہ نے دشمن کے سرکردہ علمداروں عمرو بن عبد اللہ جمعی اور شبیبہ ابن نافع کو قتل اور ان کی جماعتوں کو منتشر اور تتر بتر کیا تو میں رسول اللہؐ کے پاس آیا اور عرض کیا ”اے اللہ کے رسول! حضرت علیؑ نے تو اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ہی ادا کر دیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا“ کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ وہ میرے علم کا وارث، میرے قرض کا ادا کرنے والا، میرے وعدے کا پورا کرنے والا اور میرے بعد خلیفہ ہے، اور اگر وہ (علیؑ) نہ ہو تو میرے بعد خالص مومن کی پہچان ہو سکے۔ اس کی جنگ میری جنگ اور اس کی صلح میری صلح ہے اور میری صلح اللہ کی صلح ہے۔ یاد رکھو وہ میرے دونوں اسوں کا باپ ہے اور میرے بعد کے آئمہ اسی کے صلب سے ہیں جنہیں خدا آئمہ راشد بنا کر بھیجے گا اور انہی میں سے اس امت کا مہدیؑ ہوگا۔ (۲۴)

۷۔ عبد اللہ بن مسعود کے واسطے سے رسول اللہؐ سے ایک حدیث ہے جس میں آئمہ علیہم السلام کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں ”آئمہ حسینؑ کے صلب سے ہیں اور ان میں سے نواں مہدیؑ ہے“ (۲۵)

۸۔ سعد بن مسیب سے عمرو بن عثمان بن عفان سے مروی ہے کہ میرے باپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپؐ فرما رہے تھے ”میرے بعد امام بارہ ہیں، جن میں سے نو حسینؑ کے صلب سے ہیں اور ان میں سے ہی اس امت کا مہدیؑ ہے“ (۲۶)

۹۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ”میرے بعد بارہ امام ہیں جن میں سے نوحسینؑ سے ہیں اور ان کا نواں قائم ہے“ پھر فرمایا ”ہم سے منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھے گا۔“ (۲۷)

۱۰۔ امام حسینؑ سے مروی ہے، آپؐ فرماتے ہیں کہ میں اپنے نانا جان رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے مجھے اپنے زانو مبارک پر بٹھایا اور مجھ سے فرمایا ”اللہ نے تیرے صلب سے نو آئمہ کو انتخاب کیا ہے جن کا نواں قائم ہوگا۔ اور وہ سب کے سب فضل و منزلت میں اللہ کے ہاں برابر ہوں گے۔“ (۲۸)

۱۱۔ حدیث معراج میں آنحضرتؐ سے منقول ہے ”پس میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے بارہ نور نظر آئے اور ہر نور میں ایک سبز رنگ کی سطر تھی جس پر میرے اوصیاء میں سے ایک ایک وصی کا نام تھا۔ ان کے پہلے علیؑ اور آخری قائم مہدیؑ تھے۔ میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! یہی میرے بعد میرے وصی ہیں، تو ندا آئی ”اے محمدؐ یہ میرے اولیاء دوست، منتخب اور تیرے بعد میری مخلوق پر میری حجت ہیں اور تیرے اوصیاء ہیں مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں زمین کو ان کے آخری مہدیؑ کے ذریعے ظلم سے پاک کر دوں گا اور اسے مشرق و مغرب کا مالک بنادوں گا۔ ہواؤں کو اس کے لیے مسخر و مطیع اور بادل اس کے زیر فرمان کر دوں گا۔ اسے اسباب سے بے نیاز اور اپنے لشکر ملائکہ سے اس کی امداد کروں گا یہاں تک کہ میری دعوت بلند ہوگی اور ساری مخلوق میری توحید پر جمع ہو جائے گی۔ پھر میں اس (مہدیؑ) کی حکومت کو دوام دوں گا اور قیامت تک اپنی حکومت و دولت کو اپنے اولیاء کی طرف منتقل کرتا رہوں گا۔“ (۲۹)

۱۲۔ امیر المومنین علیؑ نے فرمایا ”رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ میرے بعد بارہ آئمہ ہوں گے، جن میں اے علیؑ! پہلے تم ہو اور آخری قائم ہیں جس کے ہاتھوں پر خدا زمین کے مشارق و مغارب کو فتح کرے گا۔“ (۳۰)

۱۳۔ جندل بن جنادہ نے رسول اللہؐ سے آپؐ کے اوصیاء کے بارے میں سوال کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا ”ان (اوصیاء) میں سے اول علیؑ ہیں جو ان کے سردار اور باپ ہیں۔ پھر ان کے بیٹے حسن و حسین علیہما السلام ہیں۔ پس ان سے تمسک رکھو اور تمہیں جاہلوں کی جہالت دھوکا نہ دے۔ اور جس وقت علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ کی ولادت ہوگی تو خدا تیرا فیصلہ کر دے گا۔ (یعنی تو انتقال کر جائے گا) اور اس دنیا میں تیرے لیے آخری زادو توشہ دودھ اور شربت ہوگا۔“

جندل نے کہا ”ہم نے تورات اور کتب انبیاء میں ایلیا، شبر اور شبیر کے بارے میں پڑھا ہے پس یہ اسماء تو علیؑ، حسن اور حسین علیہم السلام کے ہیں۔ تو حسینؑ کے بعد کون ہیں اور ان کے نام کیا ہیں۔“ آنحضرتؐ نے فرمایا ”جب حسینؑ کی مدت ختم ہو جائے گی تو پھر حسینؑ کے بیٹے علیؑ ہیں جن کا لقب زین العابدینؑ ہوگا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے محمدؑ ہیں جن کا لقب باقرؑ ہوگا۔ پس ان کے بعد ان کے فرزند جعفرؑ ہوں گے جنہیں صادقؑ کے نام سے پکارا جائے گا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰؑ ہوں گے جو کاظمؑ کے نام سے پکارے جائیں گے ان کے بعد ان کے بیٹے

علیٰ ہیں جو رضا کے نام سے پکارے جائیں گے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد ہیں جو تقی کے نام سے پکارے جائیں گے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے علیٰ ہیں جو تقی اور ہادی کے نام سے پکارے جائیں گے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے حسن ہوں گے جو عسکری کے لقب سے پکارے جائیں گے۔ پھر ان کے بیٹے محمد ہیں جو مہدی اور قائم اور حجت کے لقب سے پکارے جائیں گے۔ پس وہ غائب رہیں گے پھر وہ ظہور کریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔ پس خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جو ان کی غیبت کے زمانے میں صبر و استقامت سے کام لیں گے اور خوشخبری ہے ان کے لیے جو ان کی محبت پر قائم رہیں گے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی تعریف و توصیف خدا نے اپنی کتاب میں کی ہے اور ارشاد فرمایا ہے۔

”ہدایت ہے ان متقیوں کے لیے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں“ پھر فرمایا۔“

”یہی (متقین) اللہ کی جماعت ہیں اور یقیناً اللہ کی جماعت ہی غالب ہے“ (۳۱)

۱۴۔ سلامہ کے واسطے سے ابی سلمہ، رسول اللہ کے چرواہے سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ سے یہ سنا کہ آپ نے فرمایا ”جس رات مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو خدائے عزوجل نے فرمایا۔
”اس پر رسول ایمان لائے جو کچھ ان کی طرف ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا۔“

تو میں نے کہا والمؤمنون اور مومنین بھی۔ ارشاد ہوا اے محمد! تو نے سچ کہا۔ کسے اپنی امت میں خلیفہ بنا آئے ہو؟ میں نے کہا امت میں سے بہتر شخص کو۔ ارشاد ہوا علیٰ بن ابی طالبؓ کو؟ میں نے کہا ”جی ہاں اے میرے پروردگار! ارشاد ہوا، اے محمد! میں نے زمین پر نظرِ رحمت کی تو اس میں سے تجھے منتخب کیا اور تیرے لیے اپنے ناموں میں سے اس کے لیے ایک نام مشتق کیا۔ پس میں اعلیٰ ہوں اور وہ علیٰ ہے۔

”اے محمد! میں نے تجھے پیدا کیا اور علیٰ وفا طمہ اور حسن و حسین اور ان کی اولاد میں سے آئمہ کو اپنے مخصوص نور کی ایک قسم سے پیدا کیا۔ میں نے تمہاری ولایت اہل زمین و آسمان کے سامنے پیش کی۔ جس نے اس قبول کیا وہ میرے نزدیک مومنین میں سے ہے اور جس نے انکار کیا وہ کافرین و منکرین میں سے ہے۔ اے محمد! اگر میری مخلوق میں سے کوئی بندہ میری اتنی عبادت کرے کہ وہ ختم ہو جائے۔ یا خشک مشک کی طرح ہو جائے۔ پھر وہ میرے پاس اس حالت میں آئے کہ تیری ولایت کا منکر ہو تو میں اسے اس وقت تک نہیں بخشوں گا جب تک وہ تیری ولایت کا اقرار نہیں کر لیتا۔ اے محمد! کیا تم پسند کرتے ہو کہ ایسے لوگوں کو دیکھو؟“ میں نے کہا ”جی ہاں میرے پردگار“ تو مجھ سے عرش کی دائیں طرف متوجہ ہونے کو فرمایا اور جب میں ادھر متوجہ ہوا تو مجھے علیٰ، حسن، حسین، علیٰ بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد، موسیٰ بن جعفر، علیٰ بن موسیٰ، محمد بن علی، ابن محمد، حسن بن علی اور مہدی نور کے دریا میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے نظر آئے۔ اور وہ (مہدی) ان کے وسط میں ہیں گویا وہ درختاں ستارہ ہیں۔ ارشاد ہوا ”اے محمد! یہ ہیں میری ججیتیں اور یہ ہے تیری عمرت میں سے خون کا بدلہ اور انتقام لینے والا۔ اور

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے یہ ہی حجت ہے جو میرے اولیاء کے لیے ثابت ہے اور میرے اعداء و دشمنوں سے انتقام لینے والا“ (۳۲)

۱۵۔ سلیمان محمدیؑ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حسینؑ آپ کے زانو پر تھے۔ آپ ان کی دونوں آنکھوں کا بوسہ لیتے تھے اور ان کا منہ چومتے تھے اور فرما رہے تھے ”تم سردار اور سرداروں کے باپ ہو۔ تم امام امام کے بیٹے اور آئمہ کے باپ ہو۔ تم حجت ہو، حجت کے بیٹے اور تیرے صلب میں سے نوجنتیں ہیں اور تم ان کے باپ ہو جن میں سے نویں (مہدیؑ) ان کے قائم ہیں۔“ (۳۳)

۱۶۔ عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا ”میرے خلفاء میرے اوصیاء اور میرے بعد مخلوق پر اللہ کی جنتیں بارہ ہیں۔ ان میں سے پہلا میرا بھائی اور آخری میرا بیٹا ہے۔“ عرض کیا گیا ”اے اللہ کے رسولؐ آپ کے بھائی کون ہیں؟“ فرمایا ”علیؑ بن ابی طالب“۔ عرض ہوا ”آپ کے بیٹے کون ہیں؟“ فرمایا ”مہدیؑ جو زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہوگی۔“

”قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اگر دنیا میں صرف ایک ہی دن رہ جائے تو خدا اس دن کو اتنا طویل بنا دے گا کہ اس میں میرا بیٹا مہدیؑ ظہور کرے گا۔ پس حضرت عیسیٰ بن مریمؑ روح اللہ نازل ہوں گے اور وہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور اس کی سلطنت و حکومت مشرق و مغرب تک جا پہنچے گی۔“ (۳۴)

۱۷۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ”میں انبیاء کا سردار ہوں اور علیؑ اوصیاء کے سردار ہیں اور میرے اوصیاء بارہ ہیں جن میں سے پہلے علیؑ بن ابی طالبؑ اور آخری مہدیؑ ہیں۔“ (۳۵)

۱۸۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ”میرے بعد بارہ آئمہ ہیں۔ ان میں سے پہلے علیؑ بن ابی طالبؑ اور آخری قائم ہیں اور وہی میرے خلفاء اوصیاء اور اولیاء ہیں اور میرے بعد میری امت پر اللہ کی طرف سے حجت ہیں۔ جو ان کا اقرار کرے وہ مومن اور جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے۔“ (۳۶)

۱۹۔ حکیم بن جبیر کے ذریعے ابو طفیل عامر بن واثلہ کے واسطے سے زید بن ثابت سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا ”علیؑ ابن ابی طالبؑ نیکوں کے قائد اور فاجروں کے قاتل ہیں۔ جو ان کی نصرت کرے وہ منصور ہے اور جو ان کی مدد نہ کرے وہ محروم نصرت ہے جو علیؑ میں شک کرے اس نے اسلام میں شک کیا۔ اپنے اصحاب میں سے بہترین شخص جسے میں چھوڑے جا رہا ہوں، علیؑ ہے۔ اس کا گوشت میرا گوشت ہے، اس کا خون میرا خون ہے اور وہ میرے نواسوں کا باپ ہے جن میں سے حسینؑ کے صلب میں سے نواسوں کا باپ ہے۔“ (۳۷)

۲۰۔ حجاج بن ارطاة نے عطیہ عوفی سے اور اس نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ وہ امام حسینؑ سے فرما رہے تھے کہ ”تو امام، امام کا بیٹا امام کا بھائی ہے تیرے صلب سے نوا آئمہ ابرار ہیں اور ان میں سے نواں قائم ہے۔“ (۳۸)

۲۱۔ ابوسعید خدری سے روایت ہے، وہ کہتا ہے میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ”میرے بعد بارہ آئمہ ہیں نو صلب حسین سے ہیں جن کا نواں قائم ہے پس خوشخبری ہے اس کیلئے جو ان سے محبت کرے۔“ (۳۹)

۲۲۔ ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے یہ سنا ”جو مجھ سے اور میری اہل بیتؑ سے محبت کرے تو ہم اور وہ ان دو کی طرح ہوں گے۔“ یہ فرما کر آپؐ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا ”میرا بھائی (علیؑ) اوصیاء میں سے بہترین ہے اور میرے دونوں نواسے (حسنؑ و حسینؑ) اسباط میں سے بہترین ہیں اور عنقریب خدا حسینؑ کے صلب سے آئمہ ابرار کو پیدا کرے گا اور اس امت کا مہدیؑ ہم میں سے ہی ہے۔“

میں نے عرض کیا ”اے اللہ کے رسولؐ آپ کے بعد کتنے امام ہیں؟“ فرمایا ”نقیبان بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر“ (۴۰)

۲۳۔ ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ”میرے بعد بارہ امام ہیں جن میں سے نو حسینؑ کے صلب سے ہیں اور جن کے نویں قائم ہیں۔“ (۴۱)

۲۴۔ ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے ”میرے بعد بارہ خلفاء ہیں جن میں سے حسینؑ کے صلب سے ہیں جن کا نواں قائم اور مہدیؑ ہے خوش اور بشارت ہے ان سے محبت کرنے والوں کے لیے اور ہلاکت ہے ان سے بغض اور دشمنی رکھنے والوں کے لیے“ (۴۲)

۲۵۔ رسول اکرمؐ سے حدیث معراج کے سلسلہ میں مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: خدا نے مجھ سے کہا کہ عرش کی دائیں جانب دیکھو۔ میں نے دیکھا تو مجھے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، علیؑ ابن الحسینؑ، محمدؑ بن علیؑ، جعفرؑ بن محمدؑ، موسیٰؑ بن جعفرؑ، علیؑ بن موسیٰؑ، محمدؑ بن علیؑ، حسنؑ بن علیؑ، اور محمدؑ مہدیؑ بن الحسنؑ سلام اللہ علیہم نظر آئے۔ وہ (مہدیؑ) گویا ان کے درمیان چمکتا ہوا ستارہ ہے فرمایا اے محمدؑ! یہ میرے بندوں پر میری ججیتیں ہیں اور تیرے اوصیاء ہیں اور ان میں سے مہدیؑ تیری عترت کے قاتلوں سے بدلہ لے گا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ میرے دشمنوں سے یہی انتقام لے گا اور میرے اولیاء کی یہی مدد کرے گا۔“ (۴۳)

۲۶۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ”اے علیؑ! جب میں حوض کوثر پر آؤں گا تو تم ساقی کوثر ہو گے۔ حسنؑ مخالفین کو دور کریں گے اور حسینؑ حکم دیں گے۔ علیؑ بن الحسینؑ انتظام کے لیے سب سے پہلے موجود ہوں گے۔ محمدؑ بن علیؑ ناشر (قبروں سے اٹھانے والے) جعفرؑ بن محمدؑ سائق (ہنکانے والے)، موسیٰؑ بن جعفرؑ دوستوں اور دشمنوں کا

شمار کریں گے اور منافقین کا قلع قمع کریں گے۔ علی بن محمد شیعوں کے خطیب ہوں گے اور ان کا حور العین سے ازدواج کریں گے۔ حسن بن علی جنت کے چراغ و سراج ہوں گے کہ جن سے اہل جنت روشنی حاصل کریں گے اور مہدی ان کے شفیع ہوں گے اور قیامت کے دن خدا جسے چاہے اور پسند کرے گا اسی کو اذن شفاعت دے گا۔“ (۴۴)

۲۷۔ ابوہارون عبدی کی وساطت سے ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ”میرے اہل بیت اہل زمین کے لیے امان ہیں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں۔“ عرض کیا گیا ”اے اللہ کے رسول آپ کے بعد آپ کے اہل بیت میں کتنے امام ہیں۔؟“ میرے بعد بارہ امام ہیں جن میں سے نوحسین کے صلب سے ہوں گے جو امین اور معصوم ہیں اور اس امت کا مہدی ہم میں سے ہے۔ یاد رکھو میرے اہل بیت اور عترت میرے گوشت اور خون سے ہیں۔ کیا ہو گیا ہے ان قوموں کو جو مجھے ان کی وجہ سے تکلیف پہنچاتی ہیں یا پہنچائیں گی۔ خدا انہیں میری شفاعت نصیب نہ کرے۔“ (۴۵)

۲۸۔ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا۔

”اے حسین تم امام، امام کے بیٹے اور امام کے بھائی ہو اور نو آئمہ ابراہیمہاری اولاد میں سے ہوں گے جن کے نویں قائم ہیں۔ پس عرض کیا گیا ”اے اللہ کے رسول آپ کے بعد کتنے امام ہیں“ فرمایا ”بارہ، جن میں سے نوحسین کے صلب سے ہوں گے۔“ (۴۶)

امیر المومنین امام علی علیہ السلام

ابوالحسن علی بن ابی طالب علیہ السلام بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف، رسول اکرم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے آپ کی دعوت پر لبیک کہی۔ آپ کے دین کو گلے لگایا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ فضائل و مناقب میں اس امت کے افضل ترین، کارہائے نمایاں میں جامع ترین اور کتاب و سنت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ اللہ کے لیے ان کا اخلاص اور اس کی عبادت اور اس کے دین کی راہ جہاد اگر ان کی تلو اسب سے زیادہ کام نہ دکھاتی تو دین کا قیام نہ ہوتا اور نہ ہی کفار کا زور اور قہر و غلبہ ٹوٹتا۔ یقیناً نوع انسانی نے اپنی طویل تاریخ میں رسول اعظم کے بعد علی ابن ابی طالب سے زیادہ صاحب فضیلت ہستی کبھی نہ دیکھی اور رسول اللہ کے بعد مخلوق میں سے کسی کے فضائل و مناقب پر تاریخ نے ایسی مہر تصدیق ثبت نہیں کی جیسی علی بن ابی طالب کے لیے ثبت کی ہے۔

اس شخصیت کے مناقب کس طرح شمار کئے جاسکتے ہیں جن کی عمرو بن عبدود پر خندق کے دن کی ایک ضرب ثقلین کی عبادت سے افضل تھی۔ اس کے فضائل کس طرح شمار ہو سکتے ہیں جس کے مناقب اس کے دوستوں

نے خوف کے مارے چھپائے اور دشمنوں نے حسد و کینہ کی وجہ سے چھپائے اس کے باوجود ان کے فضائل کو اشاعت نے مشرق و مغرب کو پُر کر رکھا ہے۔ (۴۷)

وہ وہی ہیں جن کے بارے میں رسول اعظم کا ارشاد ہے کہ اگر تمام لوگ ان کی محبت پر جمع ہو جاتے تو خدا جہنم کی آگ پیدا ہی نہ کرتا۔

حضرت علیؓ کی شان میں اتنا کچھ لکھا جاسکتا ہے جس کے لئے کئی جلدیں بھی ناکافی ہیں اور نہ ہی ان کے فضائل شمار میں آسکتے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں اگر درخت قلمیں بن جائیں، سمندر سیاہی بن جائیں، جن و انس لکھنے اور حساب کرنے والے ہوں تو پھر امیر المومنینؓ کے فضائل کا احاطہ و شمار نہیں ہو سکتا۔ (۴۸)

پس ضروری ہے کہ اس تذکرہ علویہ کی تحریر میں اختصار سے کام لیا جائے اور اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی بعض خصوصیات و مناقب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپؐ کے دیگر فضائل کا اندازہ کر لیں۔

مختصر تعارف

آپؐ کا اسم گرامی علیؓ ہے

آپؐ کے والد کا نام ابوطالب (عبد مناف) ہے۔

آپؐ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں۔

آپؐ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔

آپؐ کے بھائی طالب، عقیل اور جعفر ہیں۔

آپؐ کی بہنیں ام ہانی اور جمانہ ہیں۔

آپؐ کی ولادت باسعادت:

آپؐ جمعہ کے دن رجب کی تیرہ تاریخ کو کعبہ میں رسول اکرمؐ کی ولادت کے تیس سال بعد پیدا ہوئے۔

حلیہ مبارک

آپؐ کا قدمیانہ، باریک ابرو، موٹی آنکھیں، چہرہ حسن و جمال میں چودھویں رات کے چاند کی طرح، گندمی رنگ، سر کے اگلے حصے میں بال نہیں تھے اور سر کے پچھلے حصے کے بال تاج کی طرح گول تھے۔ آپؐ کی گردن موٹی تھی، شکم بڑا اور پشت طویل تھی۔ منہ چوڑا، ہتھیلیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں، جوڑ مضبوط تھے بازو اور کندھے میں فرق معلوم نہیں ہوتا تھا۔ جسم گندھا ہوا تھا۔ کہنی سے نیچے کا حصہ موٹا تھا، کندھے چوڑے اور ہڈیاں شیر کی طرح مضبوط تھیں۔ آپؐ کی ریش مبارک سینہ کو زینت دیتی تھی، پٹھے مضبوط تھے پنڈ لیاں زیادہ موٹی نہیں تھیں۔ آپؐ نے سب سے پہلے اسلام کا اعلان کیا۔

ازواج:

آپؐ کی مشہور ترین ازواج یہ ہیں۔

فاطمہ الزہراء علیہا السلام، خولہ بنت جعفر بن قیس، خشمیہ، ام حبیب بنت ربیعہ، ام البنین بنت خرام بن خالد بن ورم، لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ، اسماء بنت عمیس خشمیہ اور ام سعید بنت عروہ بن سمعہ ثقفی۔

بیٹے:

آپؐ کے بیٹوں کے نام ہیں۔

حسن، حسین، محمد (کنیت ابوالقاسم) عمرو، عباس، جعفر، عثمان، عبد اللہ محمد اصغر (کنیت ابوبکر) عبد اللہ، یحییٰ۔

بیٹیاں:

آپؐ کی بیٹیوں کے نام یہ ہیں۔

زینبؓ کبریٰ، زینبؓ صغریٰ (کنیت ام کلثوم) رقیہ، ام الحسن، رملہ نفیسہ، زینب صغریٰ، رقیہ صغریٰ، ام ہانی، ام الکرام، جمانہ (کنیت ام جعفر)، امامہ، ام سلمہ، میمونہ، خدیجہ، اور فاطمہ۔ (۴۹)

آپؐ کی کنیتیں:

ابوالحسنؓ، ابوالحسینؓ، ابوالسبطینؓ، ابوریحانیتیںؓ، اور ابوتراب (یہ کنیت رسول اللہؐ نے عطا فرمائی تھی)۔

آپؐ کے القاب:

امیر المومنین، مرتضیٰ، وحی، حیدر، یعسوب المومنین اور یعسوب الدین۔

آپؐ کی خصوصیات:

- ۱۔ آپ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے اور آپ سے پہلے اور بعد اس میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔
- ۲۔ مواخات کے موقع پر رسول اللہؐ نے اپنے اور حضرت علیؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔
- ۳۔ آپ علمدار رسولؐ تھے۔
- ۴۔ بعض سریوں میں آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو امیر بنایا۔ لیکن حضرت علیؓ پر کسی کو امیر مقرر نہیں کیا۔ (۵۰)

۵۔ رسول اللہؐ کی طرف سے آپ نے سورہ برات کی تبلیغ کی۔

آپؐ کی بیعت:

۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ کو غدیر خم کے مقام پر رسول اکرمؐ کے حکم سے آپؐ کی بیعت کی گئی اور ۳۵ھ ماہ ذی الحجہ میں حکومت آپؐ کے سپرد کی گئی۔

چند اہم باتیں:

آپؐ کا دار الحکومت	کوفہ
آپؐ کے شاعر	نجاشی۔ اعور شنی
آپؐ کی انگوٹھی کا نقش	اللہ الملک علی عبدہ (شاہنشاہ خدا ہے اور علیؑ اس کا بندہ ہے)
آپؐ کے دور کی جنگیں	جمل۔ صفین۔ نہروان۔
آپؐ کا علم لشکر	جو رسول اللہ کا علم لشکر تھا۔
آپؐ کے آثار	نہج البلاغہ
آپؐ کے صحابہ	سلمان فارسی۔
آپؐ کے کاتب	عبداللہ بن ابی رافع۔

شہادت:

آپؐ کو عبدالرحمن بن ملجم مرادی، خارجی لعین نے ۱۹ ماہ رمضان ۴۰ھ میں مسجد کوفہ میں، جبکہ آپؐ نماز صبح میں مشغول تھے۔ ضرب لگائی اور آپؐ کی شہادت اسی ماہ کی اکیسویں رات کو ہوئی۔

آپؐ کو امام حسنؑ نے نجف اشرف میں دفن کیا اور خوارج کے شر کے خوف سے آپؐ کی قبر کا نشان مخفی رکھا۔

آج آپؐ کی قبر اطہر رفعت و بلندی میں آسمان سے باتیں کرتی ہے۔ اس کی چوکھٹوں پر سونے کی تہیں جمی ہوئی ہیں اور دنیا کے چاروں اطراف سے مسلمان اس کی زیادت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

امام علیؑ کے فضائل و کمالات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا کسی ایسے شخص کو نہیں پہنچاتی جو امام امیر المومنینؑ کی طرح فضائل و کمالات اخلاق کا جامع ہو۔ آپؑ سابقین سے سبقت لے گئے اور بعد میں آنے والوں کو عاجز کر دیا۔ آپؑ کے فضائل ان گنت ہیں اور مناقب کی کوئی انتہا نہیں۔ اس عظیم شخصیت کے مناقب کس طرح شمار ہو سکتے ہیں جس کے بارے میں رسول اعظمؐ نے عمرو بن عبدود عامری کے مقابلہ کے لیے ان کے نکلتے وقت فرمایا ”آج ایمان کل شرک کل کے

مقابلے میں جارہا ہے ”اور جب آپؐ عمرو بن عبدود کو قتل کر چکے تو فرمایا۔“ خندق کے دن عمرو پر علیؑ کی ضربت جن و انس کی عبادت پر بھاری ہے۔“

مجاہد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے سوال کیا اور کہا کہ حضرت علیؑ بن طالبؑ کے فضائل کس قدر زیادہ ہیں میرا گمان ہے کہ وہ تین ہزار ہیں۔ ابن عباس نے کہا کہ وہ تین ہزار کی نسبت تیس ہزار سے زیادہ قریب ہیں اس کے بعد ابن عباس نے کہا ”اگر درخت قلمیں بن جائیں، سمندر سیاہی ہو جائیں اور جن و انس لکھنے والے اور حساب کرنے والے ہوں تو بھی امیر المومنینؑ کے فضائل شمار نہ کر سکیں گے۔“ (۵۱)

اس شخص کے فضائل کس طرح شمار ہو سکتے ہیں جو سب سے پہلے اسلام لایا، سب سے زیادہ عبادت کی اور سب سے زیادہ زاہد اور پرہیزگار تھا۔ جو سب سے زیادہ سخی تھا اور جس نے سب سے زیادہ جہاد کیا، جو کتاب و سنت کا سب سے بڑا عالم اور گفتگو میں سب سے زیادہ فصیح اور طاقت کے موقع پر زیادہ چشم پوش و درگزر کرنے والا تھا۔

ان کے اسلام کے بارے میں گفتگو پورے اسلام کی گفتگو ہے۔ وہ نہ ہوتے تو نہ اسلام قائم ہوتا اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا۔

اسلام کئی ایک ستونوں سے قائم ہوا۔ رسول اکرمؐ کی دعوت، سعی و کوشش، جہاد اور دین کی نشر و اشاعت کی راہ میں آپؐ کا سب کچھ نثار کر دینا۔

اسی طرح آپؐ کے چچا حضرت ابوطالبؑ کا آپؐ کی حمایت کرنا اور کسی حالت میں بھی آپؐ کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ دشمنوں سے آپؐ کی حفاظت کرنا، پھر حضرت علیؑ کا جہاد اور حضرت خدیجہؓ کا مال و دولت، ان سب امور کے علاوہ حضرت علیؑ کا رسول اکرمؐ کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہنا، سب اسلام کے اہم ستون ہیں۔

تمام مفسرین و مورخین کا اجماع ہے کہ حضرت علیؑ سلام اللہ علیہ ہی پہلے شخص تھے جنہوں نے اسلام کی حقانیت کی گواہی دی۔ وہ خود فرماتے ہیں ”میں پہلا شخص ہوں جس نے آنحضرتؐ کی تصدیق کی (انا اول من صدقہ“ (۵۳)

اہل تفسیر کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علیؑ نے منگل کے دن اظہار اسلام کیا۔ (۵۴)

اشعت بن قیس کے بھائی عفیف کندي نے کہا ”میں نے ایک جوان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پھر ایک لڑکا آیا وہ اس کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت آئی وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ تو میں نے عباس سے کہا یہ تو ایک امر عظیم ہے تو اس نے کہا وائے ہو تجھ پر یہ محمدؐ ہیں اور یہ علیؑ اور خدیجہؓ ہیں۔ میرے اس بھتیجے نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کے مالک، اس کے پروردگار نے اسے اس دین کا حکم دیا

ہے۔ خدا کی قسم روئے زمین پر ان تینوں کے علاوہ اس دین پر کوئی نہیں۔“

عفیف اسلام لانے کے بعد کہا کرتا تھا ”کاش میں اس دن ایمان لاتا تو علیؑ کے ساتھ دوسرا ہوتا“ (۵۵)
حضرت علیؑ علیہ السلام کی عبادت کے بارے میں اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؐ نے خندق کے روز فرمایا کہ علیؑ کا عمرو پر ضرب لگانا ثقلین کی عبادت پر بھاری ہے۔ فرزند ابوطالبؑ کی تو ساری زندگی عبادت ہے اور ان کی تمام تر حرکات و سکنات اطاعت ہیں۔ ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اکرمؐ کے ساتھ نماز پڑھی (۵۶)

ابن ابی الحدید کہتا ہے:-

اس جوان مرد کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جس کا اپنے ورد الہی اور عبادت پر محافظت کا یہ عالم تھا کہ اس کا مصلیٰ لیلۃ اللہ میں بھی دونوں صفوں کے درمیان بچھا ہوا تھا جہاں آپؐ اپنی ہر رات کا ورد و نماز ادا کرتے تھے جبکہ تیرا آپؐ کے آمنے سامنے اور دائیں بائیں سے گزرتے تھے۔ لیکن آپؐ ان کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اس وقت تک نہ رکتے تھے جب تک اپنے وظائف سے فارغ نہ ہو جاتے۔

اور اس جوان کے بارے میں آپؐ کا خیال ہے جس کی پیشانی طویل سجدوں کی وجہ سے اونٹ کے زانو کی طرح سخت ہو گئی تھی۔ اگر ہم آپؐ کی دعاؤں اور مناجات میں غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان میں خدا کی تعظیم و تجلیل، اس کی ہیبت کے لیے خضوع، اس کی عزت و جرات کے مقابلے میں خشوع اور اس کے سامنے اپنی پستی کا اقرار کس قدر زیادہ ہے۔ آپؐ کے اخلاص سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ باتیں کس دل سے نکل رہی ہیں اور کس زبان سے جاری ہو رہی ہیں۔

امام علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ سے، جو عبادت کی انتہا تھے، جب پوچھا گیا کہ آپؐ کی عبادت کو آپؐ کے جد بزرگوار کی عبادت سے کیا نسبت ہے تو آپؐ نے فرمایا میری عبادت کو میرے دادا جان سے وہی نسبت ہے جو ان کی عبادت کو رسول اللہؐ کی عبادت سے تھی۔“ (۵۷)

آپؐ کا زہد:

جہاں تک آپؐ کے زہد اور دنیا سے بے اعتنائی کا تعلق ہے۔ تو زمانے نے کوئی ایسا حاکم نہیں دیکھا کہ شہر جس کے زیر نگیں اور حکومتیں جس کی مطیع ہوں مگر وہ صرف تین درہم کا کرتہ پہنے اور وہ پھر بھی لمبا نظر آئے تو اسے تلوار کی دھار سے کاٹ دے۔

ابنوار پارچہ فروش کہتا ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ السلام میرے پاس تشریف لائے۔ آپؐ کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔ آپؐ نے مجھ سے کھدر کی دو میضیں خریدیں اور غلام سے کہا ان، ہر اسے ایک پسند کرلو۔ اس نے ایک

لے لی اور دوسری حضرت علیؑ نے پہن لی۔ پھر ہاتھ لمبا کیا اور فرمایا جو میرے ہاتھوں کی لمبائی سے زیادہ ہے اسے کاٹ دو۔ میں نے کاٹ دیا تو آپؐ نے اس کو رکھ لیا اور قمیض پہن کر تشریف لے گئے۔ (۵۸)

آپؐ ہی کا قول ہے کہ میں نے اپنی قمیض کو اتنے پیوند لگوائے ہیں کہ اب مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آتی ہے۔ جب مجھے کسی نے کہا اسے پھینک کیوں نہیں دیتے تو میں نے اس سے کہا دو راتوں، صبح کے وقت تو رات کو چلتے رہنے کی تعریف کرتی ہے۔ (۵۹)

اسی طرح آپؐ کا کھانا بھی لباس سے بہتر نہ تھا۔ آپؐ جو کی ایک روٹی سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔ عبداللہ بن ابی رافعؓ کہتا ہے میں عید کے دن آپؐ کے پاس حاضر ہوا تو آپؐ ایک مہر شدہ تھیلی لائے۔ ہم نے اس میں جو کی روٹی کے خشک ٹکڑے دیکھے، جنہیں آپؐ کھانے لگے ہیں میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! اس تھیلی پر آپؐ مہر کس لیے لگاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ حسن و حسین (علیہما السلام) اس میں گھی یا زیتون نہ ملا دیں۔ (۶۰)

احنف بن قیس نے معاویہ سے کہا میں حضرت علیؑ کے پاس ان کی افطار کی رات حاضر ہوا تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اٹھو اور حسنؓ و حسینؓ کے ساتھ کھانا کھا لو۔ پھر آپؐ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب فارغ ہوئے تو اپنا مہر زدہ تھیلا منگوایا اور اس میں سے کچھ سے ہوئے جو نکال اس پر مہر لگا دی میں عرض کیا کہ اے میرا مومنین میں نے کبھی آپؐ کو بخیل نہیں پایا۔ اس وقت اس جو کے آٹے پر آپؐ نے مہر کیوں لگائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں نے بخل کی وجہ سے اس پر مہر نہیں لگائی بلکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں حسنؓ و حسینؓ اس میں گھی یا کوئی اور چیز نہ ملا دیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں لیکن آئمہ حق پر لازم ہے کہ وہ کھانے اور لباس میں کمزور ترین فرد رعیت کی تاسی کریں اور ان میں سے کسی چیز میں جس پر وہ قدرت نہ رکھتے ہوں، ممتاز نہ ہوں تاکہ انہیں فقیر دیکھ کر جس حالت میں وہ ہیں اللہ ان سے راضی رہے اور تو نگرانہیں دیکھ کر زیادہ شکر اور تواضع کرے۔ (۶۱)

آپؐ کی سخاوت:

باقی رہی آپؐ کی سخاوت، تو اس شخص سے زیادہ کون سخی ہے۔ جو اپنے افطار کا کھانا مسکین کو دے کر رات بھوک کی حالت میں گزار دے۔ دوسری رات یتیم کو اور تیسری اسیر کو کھانا دے دے، یہاں تک کہ خدا اس کی شان میں سورہ نازل کرے۔

ترجمہ:- اور وہ اس (خدا) کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں، (اور کہتے ہیں) ہم اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔ تم سے کوئی جزا اور شکر یہ نہیں چاہتے۔ ہم اپنے پروردگار سے (اس کے) بہت ہی سخت دن سے ڈرتے ہیں۔ (۶۲)

حضرت علیؑ کی سخاوت کو آپؐ کے سخت ترین جنگ باز و دشمن معاویہ بن سفیان نے بھی سراہا، یہاں تک کہ آپؐ کے بارے میں کہا۔ ”علیؑ وہ ہیں کہ اگر ان کی ملکیت کا ایک کمرہ سونے کا بھرا ہوا اور دوسرا بھوسہ سے بھرا ہو، تو وہ سونے کو بھوسہ سے پہلے خرچ کریں گے۔

شعبی نے آپؐ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

وہ (علیؑ) سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپؐ نے بصرہ کا بیت المال جنگ جمل کے بعد تقسیم کیا جس میں سے ہر سپاہی کا حصہ پانچ سو درہم تھا۔ حضرت علیؑ نے بھی اس میں سے اپنے لیے ایک ہی سپاہی کا حصہ لیا۔ اسی اثناء میں ایک شخص جو میدان جنگ میں حاضر نہیں تھا آگیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین! میں دلی طور پر آپؐ کے ساتھ تھا اگرچہ میرا جسم غائب تھا لہذا مجھے مال غنیمت میں سے کچھ دیجئے۔ آپؐ نے اپنا لیا ہوا حصہ اسی کو عطا کر دیا اور مال غنیمت میں سے آپؐ کے لیے کچھ بھی نہ بچا۔ (۶۳)

آپؐ کا جہاد:

جب ہم آپؐ کے جہاد کی بات کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ رسول اللہؐ کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر ہوئے اور ان میں آگے رہنے والے شہسوار، شیر غالب اور مسلمانوں کے علمدار آپؐ ہی تھے۔ بدر کبریٰ کے میدان میں آپؐ نے پینتیس مشرکین کو جہنم رسید کیا اور دیگر مسلمانوں اور ملائکہ نے بھی اتنے ہی قتل کئے۔ جنگ احد میں بھی آپؐ نے ہی مشرکین کے سارے عملدار قتل کئے۔ جب خالد بن ولید کے حملے سے مسلمان شکست کھا گئے تو آپؐ ثابت قدمی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے اور مشرکین کے دستے آپؐ سے دور کرتے رہے۔

مورخین و ارباب سیر نے اس دن جبرائیل کی پکار اور منادی کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ لافقی الاعلیٰ لا سیف الا ذوالفقار۔“

اسی طرح جنگ خیبر میں کئی ایک مہاجرین علم لے کر میدان میں گئے مگر ان میں سے ہر ایک جلد ہی شکست سے دوچار ہو کر رسول اللہؐ کے پاس لوٹ آیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو بزدل کہتا اور ساتھی اسے بزدل کہتے تھے۔ یہاں تک کہ نبی کریمؐ غضبناک ہو کر فرمانے لگے۔

”میں کل علم ایک مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں جو بڑھ چڑھ کر حملے کرنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں اور وہ اس وقت تک پلٹ کر نہیں آئے گا۔ جب تک خدا اس کے ہاتھ پر فتح نہ دے گا۔“

صبح ہوئی تو رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو بلایا اور انہیں علم دیا۔ آپؐ ایک ایک پیروں..... دوڑتے ہوئے

میدان جنگ کی طرف گئے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے مرحب کو قتل کر دیا اور قلعہ کا دروازہ اکھاڑ پھینکا، بہت سے یہودیوں کو قتل کیا اور مسلمانوں کو مکمل فتح نصیب ہوئی۔

جنگ خندق، جسے جنگ احزاب بھی کہتے ہیں، کے دن ابوسفیان اور تمام مشرکین چڑھ آئے ان کا پروگرام تھا کہ رسول اللہ اور تمام مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔ پس حضرت علیؑ نے ان کے قائد عمرو بن عبدود عامری کو قتل کر دیا۔ مشرکین کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے۔ اسی بنا پر رسول اکرمؐ کے فرمان کے مطابق عمرو پر آپؐ کی ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے۔

جنگ حنین میں دس افراد کے سوا تمام مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے ان دس افراد میں سے نوبنی ہاشم میں سے تھے اور وہ سب کے سب ثابت قدم رہتے ہوئے نبی کریمؐ کا دفاع کرتے رہے اور دشمنوں کے دستوں کو آپؐ سے دور کرتے رہے، یہاں تک کہ آپؐ نے مشرکین کے علمدار ابو جریول کو قتل کیا۔ چنانچہ قبیلہ ہوازن اپنے سردار کا حشر اور آپؐ کی شدید جنگ دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمانوں کو مکمل فتح ہوئی۔ اسی طرح رسول اللہ کے زمانہ کی دوسری جنگوں اور غزوات میں بھی آپؐ کا نمایاں کردار رہا ہے۔

بنی الدین فاستقام ولولا

ضرب ماضیک ما استقام البناء

ترجمہ: دین کی بنیاد رکھی گئی اور وہ قائم ہو گیا۔ اور اگر تیرے گزرے ہوئے بزرگوں کی ضرب نہ ہوتی تو اس کی بنیاد سیدھی نہ ہو سکتی تھی۔

آپؐ کا علم:

جہاں تک آپؐ کے علم کی بات ہے تو خود آپؐ کا اپنا قول ہے کہ ”مجھے رسول اللہ نے ہزار باب علم کی تعلیم دی، جس کے ہر باب سے ہزار باب کھلتے تھے۔“

عالم امت، ابن عباس سے کہا گیا کہ تیرے علم کی تیرے چچا زاد بھائی (علیؑ) سے کیا نسبت ہے۔ انہوں نے کہا ”جو بارش کے ایک قطرے کی وسیع سمندر سے ہوتی ہے۔“ (۶۴)

خود آنجنابؐ کا ارشاد ہے کہ اگر میرے لیے مسند علم بچھائی جاتی تو میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی اس قدر تفسیر سے بیان کرتا کہ تحریری صورت میں وہ ایک اونٹ کا بار ہو جاتی (۶۵)

یہ بھی آپؐ ہی کا فرمان ہے کہ اگر میرے لیے مسند علم بچھائی جائے تو اہل تورات کے درمیان توریت سے، اہل انجیل کے درمیان انجیل سے، اہل فرقان کے درمیان فرقان و قرآن کے مطابق فیصلے کروں اور میں کتاب اللہ کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کب اور کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۶۶)

آپؐ ہی نے لوگوں کے مجمع کے سامنے فرمایا ہے۔

”مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ میں تم میں نہ رہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم مجھے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کرو گے جو تمہارے اور قیامت کے درمیان ہونے والی ہے اور نہ کسی فتنہ سے جو سوافراد کو گمراہ کرتا ہے اور سوافراد کو ہدایت بخشتا ہے، مگر یہ کہ میں اس میں شور مچانے والے، اس کے قائد، اس کے ہانکنے والے، ان کی ساریوں کے بیٹھنے کی جگہ اور ان کے سامان اتارنے کے مقام تک کی اطلاع دے سکتا ہوں۔ اور یہ بھی بتا دوں گا کہ ان میں سے کون کون قتل ہوگا اور کون کون اپنی موت سے مرے گا۔ (۲۷)

سعید بن مسیب کا قول ہے کہ لوگوں میں سے کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکا کہ جو چاہو مجھ سے سوال کرو، سوائے علی ابن ابی طالبؑ کے (۶۸)

عثمانؓ بن عفان نے کہا ”اگر علیؑ نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتا“۔ (۶۹)

آپؐ کی فصاحت و بلاغت:

آپؐ کی فصاحت و بلاغت کا کیا کہنا۔ آپؐ ہی سے لوگوں نے فصاحت و بلاغت سیکھی اور آپؐ ہی کے کلام سے لکھنے والوں نے اپنی تحریروں اور خطباء نے اپنے خطابوں کو مزین کیا۔ عبد الحمید بن یحییٰ کا تب کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کے ستر خطبے یاد کئے اور پھر روانی ہی روانی آ گئی (۷۰)

ابن نباتہ کا قول ہے: میں نے خطابت کا ایسا خزانہ یاد کیا ہے جسے خرچ کرنا وسعت اور کثرت ہی دیتا ہے۔ کیونکہ میں نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مواعظ کی سو فضیلتیں یاد کی ہیں۔ (۷۱)

حضرت علی علیہ السلام سے معاویہ بن ابوسفیان کی عداوت اور مکرو فریب کے باوجود، جب محض بن ابو محض نے اس (معاویہ) سے کہا کہ میں تیرے پاس لوگوں میں سے کلام کرنے میں زیادہ عاجز شخص (علیؑ) کی طرف سے آیا ہوں۔ تو اس نے کہا: وائے ہو تجھ پر وہ (علیؑ) کس طرح لوگوں میں سے زیادہ عاجز الکلام ہو سکتا ہے۔ خدا کی قسم! قریش کے لیے فصاحت کا طریقہ اس کے علاوہ کسی نے نہیں بتایا۔ (۷۲)

آپؐ کے کلام کا ایک مجموعہ نہج البلاغہ ہے جو مخلوق کے کلام سے مافوق اور خالق کے کلام کے نیچے ہے۔ علمائے اس کو یاد کرنے اور اس کی شرح کرنے میں سرگرداں ہیں۔

جناب علامہ الحجۃ امینی نے نہج البلاغہ پر لکھی گئی شرحوں کا ذکر کرتے ہوئے اسی (۸۰) سے زیادہ شرحیں گنوائی ہیں۔

آپ کا عفو و درگزر:

عفو و بخشش اور چشم پوشی میں آپ کا موقف اہل بصرہ سے کئے گئے حسن سلوک سے واضح ہے۔ آپ نے انہیں معاف کر دیا۔ جب آپ کا ان پر قبضہ ہو گیا تو اپنے اصحاب کو ان کی جان و مال پر تصرف سے باز رہنے کا حکم دیا۔ آپ کے منادی نے ندادی کہ جو ہتھیار پھینک دے وہ امان میں ہے اور جو اپنے گھر میں داخل ہو جائے وہ بھی امان میں ہے۔ آپ کی عفو و بخشش سب کے لیے تھی۔ یہاں تک کہ قوم کے سرداروں اور لشکر کے قائدین تک کو معاف کر دیا۔ آپ نے حضرت عائشہ کے بارے میں بھی درگزر سے کام لیا اور بہترین انتظام کے ساتھ انہیں مدینہ کی طرف واپس کیا حتیٰ کہ سب سے بڑے دشمن مروان تک سے بھی چشم پوشی سے کام لیا۔

ابن زبیر جو اہل بصرہ میں یہ کہہ کر خطبہ دیتا تھا کہ (معاذ اللہ) کمزور علی ابن طالب تمہارے پاس آیا ہے۔ اس کو جب آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ چلے جاؤ میں پھر تمہیں نہ دیکھوں، جیسا کہ آپ نے سعید بن عاص کو بھی معاف کر دیا جب وہ مکہ میں آپ کے قابو میں آیا تھا۔

آپ کے فضائل و مناقب پر مشتمل جلدی میں لکھا ہوا یہ مختصر سا کتابچہ ہے ورنہ آپ کے فضائل و مناقب کے لیے جلدیں چاہئیں، جیسا کہ عبد اللہ بن عباس کا قول گزر چکا ہے کہ اگر درخت قلمیں بن جائیں، سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام جن وانس لکھنے اور حساب کرنے لگیں تو بھی امیر المومنین کے فضائل و مناقب کا احاطہ ممکن نہیں ہوگا۔

امام علی علیہ السلام قرآن کریم کی نظر میں

حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں اتنا کچھ قرآن کریم میں نازل ہوا ہے کہ جتنا کسی دوسرے کے بارے میں نہیں ہوا اور تفاسیر و سیرت کی کتب ان آیات سے پر ہیں جو آنجناب کی شان میں وارد ہوتی ہیں۔

عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔ (۷۳) نیز کہتے ہیں کہ خدا نے اصحاب محمد کو قرآن کریم کی بہت سی آیات میں عتاب و سرزنش کی ہے مگر علی کا ذکر خیر و نیکی کے ساتھ ہی کیا ہے۔ (۷۴)

مزید کہتے ہیں کہ قرآن میں ”یا ایہا الذین امنوا“ جہاں کہیں نازل ہوا ہے، علیؑ ان کے امیر اور شریف ہیں۔ (۷۵)

عبد اللہ بن عباس ہی کہتے ہیں کہ کسی شخص کے بارے میں میں نے اس طرح نہیں سنا جیسا رسول اللہ نے علیؑ کے بارے میں فرمایا ہے۔

علیٰ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیٰ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر کے کنارے میرے پاس آئیں گے (۷۶)۔
ذیل میں ان آیات میں سے جو حضرت علیٰ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں صرف تین پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ”اور جو لوگ رات کو یاد دن کو اور چھپا کر یا دکھا کر خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس اجر و ثواب ہے اور قیامت کے دن ان پر کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ وہ آزر دہ خاطر ہوں گے۔ (بقرہ..... ۲۷۴)“

واحدی نے اپنی تفسیر میں مرفوعاً اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیٰ بن ابی طالبؓ کے پاس صرف چار درہم تھے اور اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ پس آپؐ نے ایک درہم رات کے وقت صدقہ کر دیا۔ دوسرا دن کے وقت اور ایک درہم چھپا کر اور ایک اعلانیہ طور پر صدقہ کر دیا، تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت نازل فرمائی۔ (۷۷)

موفق بن احمد نے حموی، ثعلبی، مالکی، اور ابو نعیم حافظ سے ان کی اسناد کے ساتھ مجاہد کے واسطے سے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس چار درہم تھے آپؐ نے ایک رات کے وقت، ایک دن کے وقت، ایک چھپا کر اور ایک لوگوں کے سامنے صدقہ دیا، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (۷۸)

۲۔ ارشاد قدرت ہے:

ترجمہ: ”پس تمہارا ولی اللہ ہے، اس کا رسولؐ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں“ (مائدہ۔۔ ۵۵)

سیوطی نے درمنثور میں خطیب کی کتاب المستفق سے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی صدقہ میں دی تو نبی اکرمؐ نے سائل سے پوچھا کہ یہ انگوٹھی تجھے کس نے دی ہے؟ سائل نے کہا اس رکوع کرنے والے نے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے خدا کے اس فرمان (انما ولیکم اللہ)

کے بارے میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ آیت علی بن ابی طالب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

طبرانی نے کتاب اوسط میں اور ابن مردویہ نے عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کے پاس ایک سائل جا کھڑا ہوا جبکہ آپ نماز نافلہ میں رکوع کی حالت میں تھے۔ آپ نے انگوٹھی اتار کر سائل کو دے دی۔ پس وہ سائل رسول اللہ کے پاس آیا اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو نبی اکرم پر یہ آیت نازل ہوئی (انما ولیکم اللہ) پس رسول اللہ نے اصحاب کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی اس کے بعد فرمایا۔

ترجمہ: جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کا علی مولا ہے خدا یا اسے دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو علی سے دشمنی کرے۔

شیخ اور ابن مرادیہ نے علی ابن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ یہ آیت رسول اللہ پر ان کے گھر میں نازل ہوئی (انما ولیکم اللہ ورسولہ) پس رسول اللہ گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے اس وقت لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کوئی رکوع میں تھا تو کوئی سجدہ میں اور کوئی قیام میں اچانک ایک سائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے؟ کہنے لگا اس راکع (رکوع کرنے والے) علی ابن ابی طالب نے مجھے اپنی انگوٹھی دی ہے اور اس کے علاوہ کسی نے کچھ نہیں دیا۔

ابن ابی حاتم ابوالشیخ اور ابن عساکر نے مسلمہ میں مکمل سے روایت کیا ہے حضرت علی نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی صدقہ میں دی تو یہ آیت (انما ولیکم اللہ ورسولہ) نازل ہوئی۔ طبرانی ابن مردویہ اور ابو نعیم نے رافع سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جبکہ آپ کھڑے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی (یہاں تک کہ) آپ ایک ساعت تک کھڑے رہے پھر آپ متوجہ ہوئے اور فرما رہے تھے۔ (انما ولیکم اللہ ورسولہ) حمد ہے اس خدا کی جس نے علی کے لیے اپنی نعمتوں کو تمام کیا اور علی کو خدا کی طرف سے یہ فضیلت مبارک ہو۔

ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سائل آیا۔ اس وقت آپ رکوع میں تھے آپ نے اسے اپنی انگوٹھی دیدی۔ تب یہ آیت ایمان والوں کی شان میں نازل ہوئی جن کے سید و سر دار حضرت علی ہیں۔

درمنثور اور کشاف میں ہے، ”ہم راکعون“ میں واو حال کے لیے ہے۔ یعنی وہ یہ عمل رکوع میں کرتے ہیں جو اللہ کے لیے خشوع و خضوع اور تواضع و انکسار کرتا ہے، اس وقت جب وہ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ زمانہ حال ہے۔ ”یوتون الزکوٰۃ“ کی وجہ سے جس کے معنی ہیں وہ نماز میں حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے اس عالم میں کہ آپ نماز ہیں

رکوع میں تھے اور سائل کے سوال پر اس کے سامنے اپنی انگوٹھی پھینک دی۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کہیں یہ بات کس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ یہ آیت علیؑ کے بارے میں ہو جبکہ اس میں الفاظ جمع کے ہیں تو میں کہوں گا کہ اس کے نزول کا سبب ایک ہی ہستی تھی، اگرچہ آیت جمع کے الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ تاکہ لوگ اس جیسے عمل کے لیے راغب ہوں اور اس سے اس جیسا ثواب حاصل کریں۔ (۷۹)

۳۔ ارشاد الہی ہے:

ترجمہ: کیا تم لوگوں نے حاجیوں کی سقائی اور مسجد الحرام کی آبادی کو اس شخص کے ہمسر بنادیا ہے جو خدا اور روز آخرت پر ایمان لایا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا؟ خدا کے نزدیک تو یہ لوگ برابر نہیں ہیں۔ خدا ظالموں کی حمایت نہیں کرتا۔ (توبہ۔ ۱۹)

واحدی نے اپنی کتاب اسباب النزول میں حسن، شعبی اور قرطبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؑ، عباسؑ اور طلحہ بن شیبہ نے ایک دوسرے پر فخر کیا۔ پس طلحہ نے کہا میں صاحب بیت اللہ ہوں۔ اس کی چابی میرے پاس ہے اور اگر میں چاہوں تو اس میں رہ سکتا ہوں۔ عباسؑ نے کہا میں صاحب سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے والا) ہوں اور اس کا نگران ہوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا کہ میں نے سب لوگوں سے چھ ماہ پہلے نماز پڑھی ہے اور میں صاحب جہاد ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (اجعلتم سقایہ۔ الخ)

یہاں تک کہ فرمایا:

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عظیم درجہ رکھتے ہیں اور وہی لوگ فائز و کامیاب ہیں۔ (۸۰)

امام علی علیہ السلام احادیث رسولؐ کی روشنی میں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت سے لے کر وفات تک ہمیشہ ہر مجلس و محفل اور مجمع میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان کرتے اور تعارف کراتے رہے۔

امامؑ عالی مقام کی شان میں رسول اعظمؐ کی وارد احادیث کا احصاء و شمار ممکن ہی نہیں۔ حدیث و سیرت کی کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں فضائل امیر المؤمنینؑ کی کثیر تعداد نہ ہو۔

ارباب صحاح ستہ اور علماء حدیث نے اپنی کتب میں ان احادیث کے مستقل فصول و ابواب تحریر کئے ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت میں آئی ہیں۔

اہل اسلام کے عظیم علماء میں سے بہت بڑی تعداد نے آپؐ کے فضائل میں مستقل کتابیں لکھی ہیں اور سید المرسلینؑ سے آپؐ کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اسے مدون کیا ہے۔

اس مختصر کتابچے میں ہم آپؐ کی فضیلت کی تین احادیث ثبت کرتے ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔“ (۸۱)

(۲) عمر بن خطاب نے کہا۔

ترجمہ: میں رسول اللہ پر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آپؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر

ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور علیؑ کا ایمان دوسرے

پلڑے میں رکھ دیا جائے تو علیؑ بن ابی طالبؑ کا ایمان بھاری ہوگا۔“ (۸۲)

(۳) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے غزوہ تبوک کے

موقع پر حضرت علیؑ کو اپنا جانشین بنا کر مدینہ میں چھوڑا تو حضرت علیؑ نے عرض کیا ”اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ اور جانشین بتا رہے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا۔

ترجمہ: کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہ منزلت حاصل ہو جو ہارونؑ کو موسیٰ علیہ

السلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“ (۸۳)

امیر المومنینؑ کی سیرت کے چند نمونے

حضرت رسول اکرمؐ کی سیرت و اخلاق کا اسلام کی نشر و اشاعت میں بہت حصہ ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے

کہ بہت سے عرب آنحضرتؐ کے اخلاق کریمہ سے ہی متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

اللہ جل شانہ نے آپؐ کی مدح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

(اے رسولؐ) بے شک آپؐ خلق عظیم پر فائز ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

”اگر تم سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے ارد گرد سے تتر بتر ہو جاتے۔

اسی طرح آپؐ کی سیرت کے دوسرے پہلو لباس، کھانا، اور آپؐ کی عبادت، اسوہ حسنہ اور سیرت کی اعلیٰ

مثال تھی۔ پس رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی امیر المومنینؑ بھی آپؐ ہی کی سیرت و طریقہ پر چلے ہیں حضرت علیؑ کی

روشن سیرت رسول اعظمؐ کی سیرت کا دوام و استمرار تھا اور آپؐ کے اخلاق کی نقل بمطابق اصل تھی۔

اس زمانے میں امت مسلمہ میں سیرت پر بنیاد رکھنے اور ان اخلاق کریمہ کے اپنانے کی کس قدر محتاج

ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ سیرت امام کے حوالے سے سب سے زیادہ اہم بات اس اخلاق کریمہ کو اپنانا اور ان کی رہبری میں چلنا ہے تاکہ ہماری سعادت و خوش حالی کی امیدیں پوری ہو سکیں۔ ان صفحات میں آپؐ کی سیرت کے چند نمونے درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) سوید بن غضلہ سے روایت ہے میں ایک دن حضرت علی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؐ کے گھر میں سوائے ایک پرانی چٹائی کے کچھ نہیں تھا۔ آپؐ اس چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا ”اے امیر المومنین! آپؐ مسلمانوں کے بادشاہ ہیں اور ان پر اور بیت المال پر حاکم ہیں۔ آپؐ کے پاس وفود آتے رہتے ہیں جبکہ آپؐ کے گھر میں اس چٹائی کے علاوہ کچھ نہیں“ آپؐ نے فرمایا ”اے سوید! اس منتقل ہونے والے گھر (دنیاۓ ظاہری) میں (اصلی) گھر کا اثاثہ نہیں رکھا جاتا۔ ہمارے قیام کا گھر تو آگے ہیں ہم نے اپنا مال و متاع اس کی طرف منتقل کر دیا ہے اور خود بھی عنقریب اس میں منتقل ہو رہے ہیں۔“ سوید کہتا ہے کہ آپؐ کی گفتگو نے مجھے رلا دیا۔ (۸۴)

(۳) ہارون بن عشرہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا ”میں خورنق کے مقام پر علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ ایک کمبل کے نیچے نظر آ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! خدا نے آپؐ اور آپؐ کے اہل بیتؑ کے لیے اس مال میں وہ حصہ مقرر کیا ہے جو عام اور وسیع ہے۔ اس کے باوجود آپؐ اپنے نفس کے ساتھ کیا کچھ کرتے ہیں؟“ آپؐ نے فرمایا: ”خدا کی قسم! میں تمہارے مال میں سے کچھ نہیں لیتا اور میری یہی چادر ہے جس میں میں مدینہ سے اپنے گھر سے نکلا تھا۔ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔“ (۸۶)

(۴) سوید بن غفلہ کا بیان ہے میں علی علیہ السلام کی خدمت میں قصر الامارہ میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ کے سامنے ایک کاسہ رکھا ہوا ہے جس میں ترش دودھ تھا۔ اس کی سخت ترشی کی بو مجھے بھی آ رہی تھی آپؐ کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی جس پر جو کے چھلکے نظر آ رہے تھے آپؐ اس روٹی کو اپنے ہاتھ سے توڑتے اور جب وہ ہاتھ سے نہ ٹوٹی تو اسے اپنے زانوں سے توڑتے اور اسے کاسہ میں ڈالتے۔

پس فرمایا ”نزدیک ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ کھاؤ“ میں نے عرض کیا ”میں روزے سے ہوں“ آپؐ نے فرمایا میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسے روزہ اس کے پسندیدہ کھانے سے روک لے تو اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت کے کھانوں سے کھلائے اور بہشت کے مشروبات میں سے پلائے۔

وہ کہتا ہے میں نے آپؐ کی کنیز سے جو آپؐ کے قریب کھڑی تھی کہا ”وائے ہوتم پر اے فضلہ! کیا اس ضعیف بزرگ کے بارے میں تم اللہ سے نہیں ڈرتی ہو اور اس کے کھانے میں سے چوکر بھی نہیں نکال سکتیں؟“ اس کنیز نے کہا ”ہمیں آپؐ نے پہلے سے ہی منع کر رکھا ہے کہ ہم آپؐ کی روٹی کا آٹا نہ چھانیں (۸۷)

(۵) صعصعہ بن صوحان وغیرہ جو آپؐ کے شیعوں اور اصحاب میں سے تھے کہتے ہیں امیر المومنین علیہ السلام ہمارے درمیان ہماری طرح ہی رہتے تھے اور نرم مزاجی، انتہائی تواضع اور ہماری حاجت براری میں آسانی اور سہولت کا باعث بنتے تھے (۸۸)

(۶) آپؐ نے ہزار غلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے آزاد کرائے تھے (۸۹)

(۷) آپؐ مدینہ میں یہودیوں کے باغ کو پانی دیتے تھے، یہاں تک کہ آپؐ کے ہاتھ تھک جاتے اور اس کی مزدوری بطور صدقہ دے کر اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ (۹۰)

(۸) ابوالحسن علی ابن احمد واحدی وغیرہ نے اپنی سند کے ساتھ آئمہ تفسیر سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ علیؑ نے ایک مرتبہ شام سے لے کر صبح تک کھجوروں کو پانی دینے کے بدلے کچھ مقدار جو حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو اجیر بنایا۔ صبح ہوئی اور آپؐ نے وہ جو لیے تو ان میں سے ایک تہائی پیسے گئے اور اس سے حریرہ (دودھ، چینی اور آٹے سے تیار شدہ کھانا) بنایا۔ جب وہ پک گیا تو ایک مسکین آیا۔ آپؐ نے وہ کھانا اسے دے دیا۔ پھر اس کی دوسری تہائی پکائی گئی۔ جب وہ تیار ہوا تو یتیم آگیا۔ اس نے سوال کیا تو اس کو دے دیا گیا۔ باقی تہائی سے پھر کھانا تیار ہوا۔ جب وہ پک چکا تو مشرکین میں سے ایک اسیر آیا۔ اس نے سوال کیا تو وہ اسے کھلا دیا۔ اور حضرت علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ بھوکے رہ گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی اطلاع اپنے نبیؐ کو دی۔ چونکہ یہ ایثار صرف رضائے خدا، اس کے ثواب کے حصول اور اس کے عتاب سے نجات کے لئے تھا اس لئے خدا نے یہ آیت نازل کی۔ (ویطعمون الطعام علی حبہ۔۔۔ الخ)

پس خدا تعالیٰ نے ان کی تعریف کی اور اس حالت کی جزا و بدلہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: پس خدا نے انہیں اس دن کے ثمر اور برائی سے بچا لیا اور انہیں شادابی اور سرور نصیب ہوا اور ان کے صبر کی بناء پر جنت اور ریشمی لباس کا بدلہ دیا۔ وہ اس تکیہ لگا کر مسریوں پر ہوں گے۔ (آخر آیات تک)

پس منقبت کے لحاظ سے شدید ضرورت کے باوجود ان کی یہ عبادت اور کھانا کھلانا کافی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس واقعہ کی شان و عظمت نہ ہوتی اور نہ ہی خدا اس سلسلے میں اپنے رسولؐ پر آیات نازل کرتا۔ (۹۱)

(۹) صالح نامی تھیلے پچنے والے ایک شخص سے روایت ہے وہ کہتا ہے میری امیر المومنینؑ سے ملاقات ہو گئی۔ اس وقت آپؐ کے پاس خشک کھجوریں تھیں آپؐ نے انہیں اٹھا رکھا تھا۔ میں نے عرض کی اے امیر المومنینؑ! یہ کھجوریں مجھے دے دیں۔ میں آپؐ نے وہ کھجوریں مجھے نہ دیں اور خود انہیں اپنے گھر لے گئے۔ پھر اسی

چادر کے ساتھ واپس لوٹے جس میں وہ کھجوریں تھیں اور ان کے چھلکے لگے ہوئے تھے اور لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائی۔ (۹۲)

(۱۰) آپ نے ابن ماجہ (علیہ اللعن) کی ضرب لگنے کے بعد فرمایا۔
 ”اے حسن! مجھے ضرب لگانے والے کو دیکھنا (یعنی اس کی خبر گیری کرنا) اسے میرے کھانے میں سے کھانا میرے پینے کی چیزوں میں سے پلانا۔ اگر میں زندہ رہا تو اپنے حق کے بارے میں زیادہ حقدار ہوں اور اگر میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو اسے صرف ایک ضرب لگانا اور اس کا مثلہ (کان، ناک، وغیرہ کاٹنا) نہ کرنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ مثلہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے اگرچہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔“

پھر آپؐ نے فرمایا: ”اے اولاد عبدالمطلب! میں تمہیں اس حالت میں نہ پاؤں کہ مسلمانوں کا خون بہاتے پھر دو اور کہو کہ امیر المومنین قتل ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو میرے بعد میرے قاتل کے علاوہ دوسرا کوئی شخص قتل نہ کیا جائے۔ (۹۳)

آپؐ کے ارشادات گرامی

کسی صحابی اور خلیفہ کے خطبات، مواعظ، خطوط، وصیتیں اور حکمت و دانائی کی باتیں اس قدر مدون تحریر نہیں ہوئیں جس قدر حضرت علی علیہ السلام کی۔ یہ نبج البلاغہ ہی ہے جس کی عظمت کے سامنے فصحاء اور مبلغین کی گردنیں جھکتی ہیں اور وہ اس کی جلالت کے سامنے بچھے جاتے ہیں۔ وہ ہر مسلمان کے لیے باعث فخر اور ہر موضع کے لیے باعث عزت ہے۔ ان تمام چیزوں کے بعد خالق کے کلام سے نیچے اور مخلوق کے کلام سے بلند ہے۔

ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ امیر المومنینؑ کے کلام کو دیکھو گے تو اسے قرآن کریم کے الفاظ سے مشتق پاؤ گے اسی کے معانی اور راستوں سے شاخیں لی گئی ہیں اور وہ اس کے قدم بقدم ہے۔ یہ ایسا کلام ہے کہ قرآن کے راستے پر چلا گیا ہے۔ اس کی نظیر اور اس کا مد مقابلہ کوئی نہیں۔ ان کا کلام یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ کہا جائے کہ اس کے بعد کوئی کلام اس سے زیادہ فصیح و بلیغ، جزیل، اعلیٰ و رافع، گراں بہا اور عمدہ نہیں ہے، سوائے آپؐ کے ابن عمؑ کے کلام کے اور اس امر کو کوئی نہیں سمجھ سکتا سوائے اس کے جس کے قدم۔۔۔ اس فن کو جاننے میں راسخ ہوں سب لوگ ہوتی چننے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ سونے کے انتخاب کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔

اگلے چند صفحات میں آپؐ کے کلام کے چند نمونے تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) دعوت جہاد اور ترک جہاد کرنے والوں کی مذمت:

جہاد پر ابھارنے والوں کے حق میں اور جہاد سے پہلو تہی کرنے والوں کی مذمت میں آپؐ کے ایک خطبہ کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

اما بعد! جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے خدا نے اپنے خاص دوستوں کے لیے کھول رکھا ہے۔ پرہیزگاری کا لباس، اللہ کی محکم زرہ اور مضبوط سپر ہے۔ پس جو شخص اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس سے پہلو بچاتا ہے خدا اسے ذلت و خواری کا لباس پہناتا اور مصیبت و ابتلاء کی ردا اوڑھادیتا ہے اور وہ ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ ٹھکرا دیا جاتا ہے اور مدہوشی و غفلت کا پردہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے جہاد کو ضائع و برباد کرنے کی وجہ سے حق اس کے ہاتھ سے لے لیا جاتا ہے ذلت اسے سہنا پڑتی ہے اور انصاف اس سے روک لیا جاتا ہے۔

میں نے اس قوم سے لڑنے کے لیے رات میں بھی اور دن کو بھی، اعلانِ بھی پوشیدہ بھی، تمہیں پکارا اور للکارا ہے۔ تم سے کہا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ جنگ کے لیے بڑھیں تم ان پر دھاوا بول دو۔ خدا کی قسم! جن افراد اور قوم پران کے گھروں کی حدود کے اندر ہی حملہ ہو جاتا ہے وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں لیکن تم نے جہاد کو دوسروں پر ٹال دیا اور ایک دوسرے کی مدد سے پہلو بچانے لگے۔ یہاں تک کہ تم پر غارت گریاں ہوئیں تمہارے شہروں پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا۔ اسی بنی غامد کے آدمی (سفیان بن عوف)، ہی کو دیکھ لو کہ اس فوج کے سوار (شہر) انبار پر پہنچ گئے ہیں اور حسان بن حسان بکری کو قتل کیا اور تمہارے محافظ سواروں کو سرحدوں سے ہٹا دیا۔ اور مجھے تو یہ اطلاعات بھی ملی ہیں کہ اس جماعت کا ایک آدمی مسلمانوں اور ذمی عورتوں کے گھروں میں گھس جاتا ہے اور ان کے پاؤں سے کڑے، ہاتھوں سے ننگن اور گلو بند اور گوشوارے اتار لیتا ہے اور ان کے پاس اس سے بچنے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا سو اے اس کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے صبر سے کام لیں، یا خوشامدیں کر کے اس سے رقم کی التجا کریں۔ وہ لدے پھندے ہوتے پلٹ گئے۔ کسی کے زخم آیا، نہ کسی کا خون بہا۔ اب اگر کوئی مسلمان ان سانحات کے بعد رنج و ملال سے مرجائے تو اسے ملامت نہیں کی جاسکتی بلکہ میرے نزدیک ایسا ہی ہونا چاہیے۔ العجب ثم العجب۔ خدا کی قسم ان لوگوں کا باطل پر متحد ہونا اور تمہاری جمعیت کا حق سے منتشر ہو جانا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ اور رنج و اندوہ بڑھادیتا ہے۔ تمہارا براہو تم غم و حزن میں مبتلا رہو، تم تو تیروں کا از خود نشانہ بنے ہوئے ہو۔ تمہیں ہلاک و تاراج کیا جا رہا ہے مگر تمہارے قدم حملے کے لیے نہیں اٹھتے۔ وہ تم سے لڑ بھڑ رہے ہیں اور تم جنگ سے جی چراتے ہو۔ اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں اور تم راضی ہو رہے ہو گر میوں میں تمہیں ان کی طرف بڑھنے کے لیے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ یہ انتہائی شدت کی گرمی کا زمانہ ہے اتنی مہلت دیجئے کہ گرمی کا زور ٹوٹ جائے اور اگر

سردیوں میں چلنے کے لیے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ کڑا کے کا جاڑا پڑ رہا ہے اتنا ٹھہر جائیے کہ سردی کا موسم گزر جائے۔ سردی اور گرمی سے بچنے کی یہ سب باتیں ہیں۔ (جب تم سردی اور گرمی سے اس طرح بھاگتے ہو) تو پھر خدا کی قسم! تم تلواروں کو دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ بھاگو گے، اور مردوں کی شکل و صورت والے نامردو! تمہاری عقل بچوں کی سی اور تمہاری سمجھ جملہ نشین عورتوں کی مانند ہے میں تو یہی چاہتا تھا کہ نہ تم کو دیکھتا نہ تم سے جان پہچان ہوتی۔ یہ ایسی شناسائی ہے جو ندامت کا باعث اور رنج و اندوہ کا سبب بنتی ہے اللہ تمہیں مارے تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے اور میرے سینے کو غیظ و غضب سے چھلکا دیا ہے۔ تم نے مجھے غم و حزن کے پے در پے چر کے لگائی، نافرمانی کر کے میری تدبیر اور رائے کو تباہ کر دیا۔ یہاں تک کہ قریش کہنے لگے کہ علیؑ ہیں تو مرد شجاع لیکن جنگ کے طور طریقوں سے واقف نہیں۔ اللہ بھلا کرے، کیا ان میں سے کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ جنگ کی مزا و لذت رکھنے والا اور میدان و غام میں مجھ سے کار نمایاں کہتے ہوئے ہو؟ میں تو ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا کہ حزب و ضرب کیلئے اٹھ کھڑا ہوا اور اب تو ساٹھ سے بھی اوپر ہو گیا ہوں۔ لیکن اس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے۔

(۲) ضرب شہادت کے بعد وصیت

جب آپؐ کو ابن ماجہ (علیہ اللعن) ضرب لگا چکا تو آپؐ نے حسن و حسین علیہما السلام سے فرمایا میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ دنیا کے خواہش مند نہ ہونا اگرچہ وہ تمہارے پیچھے لگ جائے اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے۔ جو کہنا حق کے لیے کہنا اور جو کرنا ثواب کے لیے کرنا۔ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔ میں تم کو، اپنی اولاد کو اپنے کنبے کو اور جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ آپس میں کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزہ سے افضل ہے۔ یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کے کام و دھن کے لیے فاقہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں۔ اپنے ہمسایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبرؐ نے برابر ہدایت کی ہے اور آپ اس حد تک ان کے لیے سفارش فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپؐ انہیں بھی ورثہ دلائیں گے۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم سے سبقت لے جائیں۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا کیونکہ اگر یہ خالی چھوڑ دیا گیا تو پھر عذاب سے بچ نہ پاؤ گے۔ جان، مال اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو نہ بھولنا۔ تم پر لازم ہے کہ آپس میں بہت میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت

کرنا۔ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے کبھی بھی ہاتھ نہ اٹھانا ورنہ بدکردار تم پر مسلط ہو جائیں گے پھر دعا مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔
(پھر ارشاد فرمایا)

اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم، امیر المومنین قتل ہو گئے۔ امیر المومنین قتل ہو گئے، کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دو۔

دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور جب دیکھو! میں اس ضرب سے مر جاؤں تو اس کو ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا۔ اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو، اگرچہ وہ کاٹنے والا کتنا ہی ہو (۹۵)

۳ حارث ہمدانی کے نام مکتوب

قرآن کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اس سے پند و نصیحت حاصل کرو۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو۔ گزشتہ حق کی باتوں کی تصدیق کرو۔ گزری ہوئی دنیا سے باقی دنیا کے بارے میں عبرت حاصل کرو کیونکہ اس کا ہر دور دوسرے دور سے ملتا جلتا ہے اور اس کا آخری بھی اپنے اول سے جاملنے والا ہے۔ یہ دنیا سب کی سب فنا ہونے والی اور پچھڑ جانے والی ہے۔ دیکھو اللہ کی عظمت کے پیش نظر حق بات کے علاوہ اس کے نام کی قسم نہ کھاؤ۔ موت اور موت کے بعد کی منزل کو بہت زیادہ یاد کرو۔ قابل اطمینان شرائط کے بغیر موت کی تمنا نہ کرو۔ ہر اس کام سے بچو جو آدمی اپنے لیے پسند کرتا ہو اور عام مسلمانوں کے لیے اسے ناپسند کرتا ہو ہر اس کام سے دور رہو جو چوری چھپے کیا جاسکتا ہو مگر اعلانیہ کرنے میں شرم و مانگیں ہوتی ہو۔ ہر اس فعل سے کنارہ کش رہو کہ جب اس کے مرتکب ہونے والے سے جواب طلب کیا جائے تو وہ خود بھی اسے برقرار دے یا معذرت کرنے کی ضرورت پڑے۔ اپنی عزت و آبرو کو چہ مگوئیوں کے تیروں کا نشانہ نہ بناؤ۔ جو سنو اسے لوگوں سے واقعہ کی حیثیت سے بیان نہ کرتے پھر کہ جھوٹا قرار پانے کے لیے اتنا کافی ہوگا لوگوں کو ان کی ہر بات پر جھٹلانے نہ لگو کہ یہ پوری پوری جہالت ہے غصے کو ضبط کرو اور اختیار اور دولت و اقتدار کے ہوتے ہوئے معاف کرو تو انجام کی کامیابی تمہارے ہاتھ رہے گی۔ اللہ نے جو نعمتیں تمہیں بخشی ہیں (ان پر شکر بجالاتے رہو) ان سے بہبودی چاہو۔ اس کی دی ہوئی نعمتوں میں سے کسی نعمت کو ضائع نہ کرو اور اللہ نے جو انعامات تمہیں بخشے ہیں ان کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہیے۔

یاد رکھو کہ ایمان والوں میں سب سے افضل وہ ہے جو اپنی طرف سے اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے مال سے خیرات کرے کیونکہ تم آخرت کے لیے جو کچھ بھی بھیج دو گے وہ ذخیرہ بن کر تمہارے لیے محفوظ رہے گا اور جو کچھ پیچھے چھوڑ جاؤ گے اس سے دوسرے فائدہ اٹھائیں گے۔

اس آدمی کی صحبت سے بچو جس کی رائے کمزور اور افعال برے ہوں کیونکہ ہر آدمی اپنے ساتھی جیسا سمجھا جاتا ہے بڑے شہروں میں رہائش رکھو کیونکہ وہ مسلمانوں کا اجتماعی مرکز ہوتے ہیں۔ غفلت اور بے وفائی کی جگہوں سے بچو اور ان مقامات سے پرہیز کرو جہاں اللہ کی اطاعت میں مددگاروں کی کمی ہو۔ صرف مطلب کی باتوں میں اپنی فکر پیمائی کو محدود رکھو۔ بازاری جگہوں میں اٹھنے بیٹھے سے گریز کرو۔ کیونکہ یہ شیطان کی بیٹھکیں اور فتنوں کی آماجگاہیں ہوتی ہیں۔ جو لوگ تم سے پست حیثیت کے ہیں ان کو زیادہ دیکھا کرو کیونکہ یہ تمہارے لیے شکر کا ایک راستہ ہے۔

جمعہ کے دن نماز میں حاضر ہوئے بغیر سفر نہ کرنا۔ مگر یہ کہ خدا کی راہ میں جہاد کے لیے جانا ہو یا کوئی معذوری درپیش ہو۔ اپنے تمام کاموں میں اللہ کی اطاعت کرو کیونکہ اللہ کی اطاعت دوسری چیزوں پر مقدم ہے۔ اپنے نفس کو بہانے بنا کر عبادت کی راہ پر لاؤ اور اس کے ساتھ نرم رویہ رکھو۔ دباؤ سے کام نہ لو۔ جب وہ دوسری فکروں سے فارغ البال اور آزاد ہو اس وقت اس سے عبادت کا کام لو، مگر جو واجب عبادتیں ہیں ان کی بات دوسری ہے انہیں تو بہر حال ادا کرنا ہے اور وقت پر بجالانا ہے۔

دیکھو ایسا نہ ہو کہ موت تم پر اس حال میں آئے کہ تم اپنے پروردگار سے بھاگے ہوئے دنیا طلبی میں لگے ہو۔ فاسقوں کی صحبت سے بچے رہنا کیونکہ برائی برائی کی طرف بڑھا کرتی ہے اللہ کی عظمت و توقیر کا خیال رکھو اللہ کے دوستوں سے دوستی کرو اور غصے سے ڈرو کیونکہ یہ شیطان کے لشکروں میں سے ایک بڑا لشکر ہے (۹۶)

آپ کے چند مختصر ارشادات

آپ کے جو مختصر اور مفید جملے ہم تک پہنچے ہیں ان کا حصار و شمار نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے نہج البلاغہ میں تقریباً پانچ سو جملے ہیں اور لبنانی ادیب امین نے آپ کے ایک سو جملوں کا ایک باغیچہ مستقل کتاب میں لگایا ہے آپ کے ایک ہزار فقرے ایک الگ کتاب میں چھپے ہیں اور کچھ لوگوں نے آپ دو ہزار ارشادات لے کر شائع کئے ہیں۔

یہ مختصر ارشادات اخلاق و عرفان اور آداب و علوم کے ان مطالب پر محیط ہیں جن پر دوسرے لوگوں کے طویل مقالے پورے نہیں اترے۔ ان میں ہماری اخلاقی بیماریوں کا مفید علاج اور اجتماعی مشکلات کا مجرب حل ہے۔

آپ نے فرمایا:

- (۱) جب تجھے اپنے دشمن پر قدرت حاصل ہو تو اس قدرت پانے کا شکرانہ اس کو معاف کرنا قرار دو۔
- (۲) جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کر دے اسے اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

(۴) اے ابن آدم! جب تم اپنے پروردگار کو دیکھو کہ تم پر پے درپے انعامات کی بارش کر رہا ہے جبکہ تم اس کی نافرمانی کر رہے ہو، تو اس کی گرفت سے ڈرو۔

(۵) جب تم پیچھے کی طرف جا رہے ہو اور موت تمہاری طرف بڑھ رہی ہو، تو پھر بہت جلد ملاقات ہونے والی ہے۔

(۶) زبان ایک درندہ ہے۔ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھاڑ کھائے۔

(۷) مجھے اس پر تعجب ہے جو ناامید ہے جبکہ وہ استغفار اور طلب بخشش کر سکتا ہے۔

(۸) جو اپنے اور خدا کے درمیان اصلاح کر لے تو خدا اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملات کو درست کر دے گا، جو اپنی آخرت کے معاملے کو درست کر لے خدا اس کی دنیا کے معاملات کو صحیح کر دے گا اور جس شخص کے لیے اس کے نفس میں واعظ موجود ہو، خدا اس کی طرف سے اس پر ایک حافظ و نگہبان ہے۔

(۹) اگر تجھے خالق کی عظمت کا احساس ہو جائے تو مخلوق تیری نگاہ میں حقیر ہو جائے گی۔

(۱۰) مظلوم کے ظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے کہیں زیادہ سخت ہوگا جب ظالم، مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا ہے۔

(۱۱) مخلوق کی اطاعت، خالق کی نافرمانی میں جائز نہیں۔

(۱۲) لوگ اپنی دنیا درست کرنے کے لیے امور دین میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑیں گے مگر یہ کہ خدا ان پر ایسی چیز کو کھول دے گا جو ان کے لیے اس سے زیادہ مضر ہوگی۔

(۱۳) جو شخص اپنے نفس کو تہمت کی جگہوں پر رکھے، پھر جو اس کے بارے میں بدگمانی کرے اسے ہرگز ملامت نہیں کر سکتا۔

(۱۴) جو شخص خدا کی خاطر غضب کے نیزے کی دھار کو تیز کرے وہ باطل کے سخت ترین افراد کو قتل کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

(۱۵) معاد و قیامت کے لیے بدترین زادراہ بندگان خدا پر تجاوز اور ظلم وعدوان ہے۔

(۱۶) خدا سے ڈرو چاہے یہ درقلیل ہی کیوں نہ ہو اور اسے اپنے اور خدا کے درمیان پردہ قرار دو، چاہے باریک ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۷) اللہ کا ہر نعمت میں ایک حق ہے، جو اسے ادا کرے اس نے اس نعمت میں اضافہ کیا اور جو اس میں کوتاہی کرے وہ زوال نعمت کے خطرے سے دوچار ہوگا۔

(۱۸) اعمال میں سب سے افضل وہ ہے جس کے لیے تم اپنے نفس کو مجبور کرو۔

(۱۹) دنیا کی کڑواہٹ آخرت کی مٹھاس ہے اور دنیا کی مٹھاس آخرت کے لیے کڑواہٹ ہے۔

- (۲۰) اے فرزند آدم! اپنے مال میں اپنے نفس کا وصی بن جا اور اس میں وہ کچھ (اضافہ یا کمی) کر جس کو ترجیح دیتا ہے کہ تیرے (مرنے کے) بعد اس میں کیا جائے۔
- (۲۱) جب تم فقیر ہو جاؤ تو صدقہ دے کر اللہ سے تجارت کرو۔
- (۲۲) غیرت مند کبھی زنا نہیں کرتا۔
- (۲۳) تنہائیوں میں خدا کی نافرمانی سے بچو کیونکہ جو گواہ ہے وہی منصف ہے۔
- (۲۴) سخت ترین گناہ وہ ہے جسے اس کا مرتکب معمولی اور حقیر سمجھے۔
- (۲۵) پاکدامنی فقر اور شکرانہ تو نگری کی زینت ہے۔ (۹۷)

امیر المومنینؑ کی طرف سے جوابات کے چند نمونے

اکثر اوقات امام علیہ السلام کی خدمت میں مشکل سوالات پیش کئے جاتے جن کا تفصیلی جواب آپ فی البدیہہ اور ایک ہی لحظے میں دے دیتے۔ بعض اوقات علماء نصاریٰ اور اہل کتاب کے بزرگ، جونسئل درسئل علماء کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، سوالات اٹھاتے۔ یہ سوالات ان لوگوں کے سامنے پیش کئے جاتے جو حضرت امیر المومنینؑ کو نظر انداز کر کے اہل اسلام کے قائد بن بیٹھے تھے۔ لیکن وہ جواب سے عاجز رہتے۔ آخر کار آپ ہی کی طرف رجوع کیا جاتا۔ پس آپ ہی ایسے اہم امور میں جائے پناہ تھے اور شداوند مشکلات میں آپ ہی بلجا و ماویٰ تھے۔

۱۔ ایک عرب امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے کتے کو دیکھا کہ جس نے بکری سے (جنسی) ملاپ کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کے بارے میں کیا حکم ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کو کھانے میں آزماؤ۔ اگر وہ گوشت کھائے تو کتا ہے اور اگر گھاس کھائے تو بکری ہے۔

عرب نے کہا: میں نے اسے دیکھا کہ کبھی وہ گھاس کھاتا ہے اور کبھی گوشت۔

آپؑ نے فرمایا: پانی پینے میں اس کا امتحان کرو۔ اگر گھونٹ گھونٹ کر کے پئے تو بکری ہے اور اگر زبان سے چاٹ کر پئے تو کتا ہے۔

عرب نے کہا: میں نے کبھی اسے گھونٹ بھر کے پیتے دیکھا ہے اور کبھی چاٹ کر۔

آپؑ نے فرمایا: پھر چوپایوں کے ساتھ چلنے میں اس کی پہچان کرو۔ اگر وہ ان کے پیچھے پیچھے رہتا ہے تو کتا ہے اور اگر آگے آگے یا درمیان میں رہتا ہے تو بکری ہے۔

اس نے کہا: کبھی اسے اس طرح دیکھتا ہوں اور کبھی اس طرح۔

آپؐ نے فرمایا: بیٹھنے میں اس کا امتحان کرو۔ اگر گھٹنے ٹیک کر بیٹھتا ہے تو بکری ہے اور اگر وہ پچھلے پاؤں پر بیٹھتا ہے تو کتا ہے۔

اس عرب نے کہا: کبھی اس طرح بیٹھتا ہے کبھی اس طرح۔

آپؐ نے فرمایا: اسے ذبح کرو۔ اگر اس میں اوجھڑی ہے تو بکری ہے اور اگر صرف انتڑیاں ہیں تو کتا ہے۔

امام عالی مقامؒ کے اس فیصلے سے عرب مبہوت ہو کر رہ گیا (۹۸)

۲۔ روایت ہے کہ ایک شخص کو حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس لایا گیا۔ ہوا یہ تھا کہ ایک جماعت نے اس سے پوچھا: تم نے کس حال میں صبح کی۔ اس نے جواب دیا: ”میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میں فتنہ کو دوست رکھتا ہوں اور حق کو ناپسند کرتا ہوں اور یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہوں۔ جسے نہیں دیکھا اس پر ایمان رکھتا ہوں اور جو چیز پیدا نہیں ہوئی اس کا اقرار کرتا ہوں۔“

پس حضرت عمرؓ نے کسی کو حضرت علیؓ کے پاس بھیجا۔ جب آپ تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے اس عرب کی گفتگو بتائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ سچ کہتا ہے۔ وہ فتنہ سے محبت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
”تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہیں۔“

اور حق کو ناپسند کرتا ہے، یعنی موت کو ناپسند کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

”اور موت کی غشی حق کے ساتھ آئی۔“

یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ حق پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں۔“

اور اس پر ایمان رکھتا ہے کہ جسے دیکھا نہیں۔ اس سے مراد ہے کہ اللہ عز و جل پر ایمان رکھتا ہے۔

اس کا اقرار کرتا ہے جو پیدا نہیں ہوئی، یعنی قیامت۔

اس پر حضرت عمرؓ نے کہا:

میں اللہ سے ہر اس مشکل کے لیے پناہ مانگتا ہوں جس کے حل کرنے کے لیے علیؓ نہ ہوں (۹۹)

۳۔ کعب بن الاحبار نے آپؐ سے سوال کیا۔ اے ابولحسن! مجھے اس کی خبر دیجئے جس کا باپ نہیں

اور اس کی جس کا قوم و قبیلہ نہیں فرمایا وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور جس کا قبلہ نہیں وہ مسجد الحرام ہے، وہ خود قبلہ ہے جبکہ اس کا کوئی قبلہ نہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اور رسول لاؤ اے کعب!

اس نے کہا: ”مجھے ان تین چیزوں کے بارے میں خبر دیجئے جنہوں نے رحم مادر میں ایڑیاں نہیں

رگڑیں۔“

آپؐ نے فرمایا: ”وہ عصائے موسیٰ، ناقہ شموٰ اور ابراہیمؑ کا مینڈھا ہے“ فرمایا، پوچھو اے کعب!“ اس نے کہا: ”اے ابوالحسن! ایک بات رہ گئی ہے اگر آپؐ نے وہ بتادی تو آپؐ کو مانوں“۔ آپؐ نے فرمایا: کعب وہ بھی لے آؤ۔

وہ کہنے لگا: ”وہ قبر جو اپنے صاحب کو لے کر چلتی رہی، کیا ہے؟“ آپؐ نے فرمایا: ”وہ مچھلی ہے جس کے شکم میں اللہ نے حضرت یونسؑ کو قید رکھا۔“ (۱۰۰)

امیر المومنینؑ کے فیصلے

بارہا آپؐ کے سامنے مشکل معاملات پیش کئے گئے جن کا فیصلہ کرنے والے عاجز رہے، فکر حیران رہی اور عقل کی رسائی ممکن نہ ہوئی۔ ایسے معاملات میں جب بھی آپؐ کی طرف رجوع کیا گیا تو آپؐ ان کے مجاہد و موئی قرار پائے۔ فصل خطاب (ایسا خطاب جو حق و باطل کے درمیان فاصلہ ہو) اور حکم فصل (ایسا حکم جو معاملہ کو چکا دے) آپؐ ہی کے پاس ہے۔

ایسا ہونے میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ آپؐ ہی وہ شخصیت ہیں جن کے بارے میں رسول اعظمؐ کا ارشاد ہے ”اقضاکم علی“ یعنی تم میں سب سے بڑے قاضی اور فیصلے کرنے والے اعلیٰ ہیں۔

اب سعد اور باقی علماء جمہور نے حضرت علیؑ سے ذکر کیا ہے۔ آپؐ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہؐ نے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسولؐ آپؐ مجھے بھیج رہے ہیں جبکہ میں نو جوان ہوں اور نہیں جانتا کہ ان کے درمیان قضاوت کیسے کروں۔“ آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور اس کے بعد فرمایا ”خدا یا اس کے دل کو ہدایت کی راہ پر گامزن رکھ اور اس کی زبان کو ثبات دے۔“

”قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے دانے کو چیرا میں نے دو افراد کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی بھی شک نہیں کیا۔“ (۱۰۱)

ہمارے سامنے بہت سی ایسی کتب ہیں جو انجنابؑ کے فیصلوں کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ ہم نے ان میں سے کچھ فیصلے اخذ کئے ہیں۔

۱۔ شرح کہتا ہے میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانے میں فیصلے کیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا اے ابوامیہ! میرے پاس ایک شخص نے دو عورتیں بطور امانت چھوڑیں جن میں سے ایک آزاد اور حق مہر والی تھی اور دوسری کنیز پس میں نے ان کو ایک ہی گھر میں رکھا۔ آج صبح ہوئی تو ان دونوں نے ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو جنم دیا ہے اور دونوں لڑکے کی مدعی اور لڑکی سے انکاری ہیں ان کے درمیان فیصلہ کرو۔

میرے پاس اس کا کوئی حل نہیں تھا پس میں حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان کے سامنے یہ قصہ بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا تو نے کیا فیصلہ دیا ہے؟ میں نے کہا: مجھے اگر اس کا فیصلہ معلوم ہوتا تو آپ کے پاس نہ آتا۔ پس حضرت عمرؓ نے ان تمام اصحاب پیغمبرؐ کو جو موجود تھے، بلایا اور مجھے حکم دیا کہ انہیں وہ قصہ سناؤں۔ میں نے سارا قصہ سنا دیا حضرت عمرؓ نے ان سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے اسے میری اور ان کی رائے کی طرف پلٹا دیا حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ اس کے حل کا مقام کہاں ہے اور کہاں سے یہ فیصلہ لیا جاسکتا ہے اصحاب نے کہا گویا آپ کی مراد ابوطالبؓ کے فرزند ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں اور انہیں (حضرت علیؓ کو) چھوڑ کر اور کہاں جاسکتے ہیں۔ اصحاب کہنے لگے کہ کسی کو بھیجو کہ وہ علیؓ کو بلا لائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں! ان کے لیے ہاشم کی بلندی اور علم کی ترجیح و فضیلت ہے جس کی وجہ سے ان کے پاس جانا ہوگا نہ کہ انہیں بلایا جائے۔ فیصلے کے لیے ان کے گھر ہی جانا پڑے گا۔ لہذا ہمارے ساتھ ان کے گھر چلو۔

پس ہم امیر المومنینؓ کی خدمت میں ایک باغ میں حاضر ہوئے جہاں آپؐ زمین کو ہموار کر رہے تھے اور اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے۔

ترجمہ: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے باطل اور فضول چھوڑ دیا جائے گا۔ اور رو رہے تھے۔ ہم نے اتنی دیر آپؐ کو مہلت دی کہ آپؐ سکون میں آئے۔ پھر ہم نے آپؐ سے اجازت طلب کی پس آپؐ باغ سے نکل کر ہمارے پاس آئے اس وقت آپؐ کے جسم پر ایک قمیض تھی جس کی آستین نصف نصف ہو چکی تھی۔

پس حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تجھے کونسی چیز ادھر لے آئی۔ انہوں نے کہا ایک عرض ہے اور مجھے حکم دیا تو میں نے آپؐ کے سامنے وہ قصہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تو نے کیا فیصلہ کیا ہے میں نے عرض کیا مجھے اس کا حکم معلوم نہیں ہے۔ آپؐ نے زمین سے کچھ مٹی اٹھائی اور فرمایا اس معاملے میں فیصلہ کرنا تو اس (مٹی) سے بھی زیادہ معمولی ہے۔

پھر آپؐ نے دونوں عورتوں کو اپنے سامنے بلوایا اور ایک پیالہ منگوایا۔ پھر وہ پیالہ ان میں سے ایک کو دیا اور فرمایا کہ اس میں اپنا دودھ دوہنے کو کہا تو اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر اسے وزن کیا اور جس عورت کا دودھ وزن میں کم تھا اسے کہا اپنی بیٹی لے جاؤ اور جس کا دودھ ثقیل اور وزن میں زیادہ تھا اس سے فرمایا کہ اپنا بیٹا لے لو۔

پھر آپؐ حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا نے عورت کو مرد سے کم سطح پر رکھا ہے اور اس کی عقل اور میراث مرد کی عقل و میراث سے کم رکھی ہے اور اسی طرح اس کا دودھ بھی اس کے دودھ سے کم ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوالحسن! حق نے تو آپؐ کو چاہا لیکن آپؐ کی قوم نے انکار کیا۔

آپؐ نے فرمایا۔ ابو حفص! چھوڑو اس بات کو۔

”فیصلہ کا دن ہی وعدہ گاہ ہے۔ (۱۰۲)

۲۔ امیر المومنینؑ کے سامنے ایک مقدمہ پیش کیا گیا کہ ایک شخص کے سر پر ضرب لگائی گئی ہے جس کی وجہ سے اس کا کہنا ہے کہ وہ نہ کچھ دیکھ سکتا ہے، نہ سونگھ سکتا ہے اور نہ ہی بول سکتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو اس کے لیے تین دیات (۱۰۳) ثابت ہیں۔ عرض کیا گیا یہ کیسے معلوم کیا جائے تاکہ اس کا سچ یا جھوٹ ثابت ہو سکے۔

آپؐ نے فرمایا اس کا آنکھوں کے بارے میں دعویٰ کرنا کہ وہ ان میں سے کچھ نہیں دیکھ سکتا تو اس کا ثبوت و عدم ثبوت ممکن ہے وہ اس طرح کہ اس سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنی آنکھیں سورج کی طرف بلند کرے اگر وہ صحیح و سالم ہو تو اپنی آنکھیں جھپکنے سے نہیں روک سکے گا اور اگر اس کا دعویٰ سچا ہے کہ وہ نہیں دیکھ سکتا تو اس کی آنکھیں کھلی رہیں گی۔

رہا اس کا یہ دعویٰ کہ سونگھنے کی قدرت اس سے سلب ہو گئی ہے تو ضروری ہے کہ کوئی جلتی ہوئی چیز اس کی ناک کے قریب لائی جائے اگر وہ صحیح ہو تو جلنے والی چیز کی بو اس کے دماغ کی طرف جائے گی اور اس کی آنکھوں سے آنسو اور پانی نکلے گا اور سر میں درد محسوس کرے گا۔

رہی یہ بات کہ وہ بولنے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کے صحیح یا غلط ہونے کی پہچان سوئی کے ساتھ کی جائے۔ وہ اس کی زبان میں چھوئی جائے اگر وہ بول سکتا ہے تو سرخ رنگ کا خون نکلے گا اور اگر معاملہ ویسا ہی ہے جیسے دعویٰ کرتا ہے تو خون سیاہ رنگ کا خارج ہوگا (۱۰۴)

۳۔ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ کے زمانے میں ایک شخص مقام جبل سے حج کے لیے آیا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک غلام بھی تھا غلام سے کوئی غلطی ہوئی تو اس کے آقا نے ایسے پیٹا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ کہنے لگا تو میرا مولا اور سردار نہیں بلکہ میں تیرا آقا ہوں۔ اب مالک غلام کو دھمکیاں دیتا اور غلام مالک کو۔ آخر مالک نے کہا اے اللہ کے دشمن! جس طرح چاہو رہو یہاں تک کہ ہم کو فہ پہنچیں اور میں تجھے امیر المومنین کے پاس پہنچاؤں گا۔

جب وہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جس شخص نے غلام کو مارا تھا کہا کہ یہ میرا غلام ہے اس سے غلطی اور گناہ ہوا تو میں نے اسے مارا۔ اب یہ میرے خلاف کوڈ پڑا ہے۔

دوسرا کہنے لگا خدا کی قسم! یہ میرا غلام ہے میرے باپ نے مجھے اس کے ساتھ بھیجا تھا تاکہ یہ مجھے پڑھائے لکھائے اور اب یہ میرے خلاف ہو گیا اور میرے غلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تاکہ میرا مال لے لے۔

آپؐ نے دیکھا کہ یہ بھی قسمیں کھاتا ہے اور وہ بھی قسمیں کھاتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کی تکذیب

کرتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا اس وقت چلے جاؤ اور آج رات آپس میں تصفیہ کرلو اور میرے پاس صرف حق کے ساتھ ہی آنا جب صبح ہوئی تو آپؐ نے قبر سے فرمایا، دیوار میں دوسرا رخ کر دو۔ آپؐ کا دستور تھا کہ صبح اٹھتے تو تعقیبات پڑھتے رہتے یہاں تک کہ سورج نیزے برابر چڑھ آتا۔

پس وہ دونوں شخص آئے اور دوسرے لوگ بھی اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ان پر ایسا قضیہ وارد ہوا ہے جیسا پہلے کسی پر نہیں ہوا اور وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے۔

پھر آپؐ نے ان دونوں سے کہا اب کیا رائے ہے؟ دونوں نے ایک دوسرے پر غلام ہونے کی قسم کھائی۔ لہذا آپؐ نے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم سچ بولو گے۔ چنانچہ آپؐ نے دونوں سے کہا کہ ایک ایک سو راخ (دیوار) میں سر داخل کرو۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اے قبر! جلدی سے رسول اللہ کی تلوار میرے پاس لے آؤ۔ میں ان میں سے اس تلوار کے ساتھ غلام کی گردن اڑانا چاہتا ہوں۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ غلام نے جلدی سے اپنا سر باہر نکال لیا لیکن دوسرا شخص اس سو راخ میں سر داخل کئے رہا۔ حضرت علیؑ نے غلام سے کہا کیا تو نے یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ تو غلام نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں! لیکن اس نے مجھے مارا تھا اور مجھ پر زیادتی کی تھی پس اس لیے امیر المومنینؑ نے (زیادتی نہ کرنے کا) پختہ وعدہ لے کر غلام کو اس کے سپرد کر دیا۔ (۱۰۵)

۴۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے ایک انصاری نوجوان کا دامن پکڑا ہوا تھا۔ وہ عورت اس پر عاشق تھی۔ جب اس نوجوان نے اس کا ساتھ نہ دیا تو اس کے خلاف حیلہ بنایا۔ اس عورت نے انڈالیا، اس کی زردی پھینک دی اور سفیدی اپنے کپڑوں اور رانوں پر ڈال دی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس چینتی چلاتی ہوئی آئی اور کہنے لگی اس شخص نے مجھ پر زیادتی کی اور مجھے میرے خاندان میں رسوا کیا اور اس کے فعل کا یہ ثبوت ہے۔

حضرت عمرؓ نے عورتوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس کے بدن اور کپڑوں پر منی کا اثر تو ہے۔ حضرت عمرؓ نے نوجوان کو سزا دینا چاہی تو وہ فریاد کرنے لگا اور کہنے لگا میرے بارے میں تحقیق کرو۔ خدا کی قسم! میں نے برا کام نہیں کیا اور نہ ہی میں نے اس کا ارادہ کیا ہے۔ اس نے مجھے ورغلا یا ہے مگر میں نے اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھا اور بچایا ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوالحسن! آپ ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے اس چیز کو دیکھا جو کپڑے پر لگی تھی آپؐ نے سخت کھولتا ہوا گرم پانی منگوایا اور کپڑے پر ڈالا تو وہ سفیدی جم گئی۔ پھر اس کو اٹھا کر آپؐ نے سوگھا اور اس کا ذائقہ معلوم کیا۔ پھر عورت کو سختی سے جھڑکا تو اس نے (اپنے جھوٹ) کا اعتراف کر لیا (۱۰۶)

۵۔ آپؐ نے ایک نوجوان کو روتے ہوئے دیکھا۔ اس کے گرد کچھ لوگ تھے جو اسے چپ کرانے کی کوشش کر رہے تھے اس کا قصہ یوں تھا کہ اس کا باپ کچھ لوگوں کے ساتھ سفر پر گیا تھا۔ واپسی پر انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ وفات پا گیا ہے اور اس کے مال و ثروت کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا جبکہ اس کے پاس بہت سا رامال تھا۔ قاضی شریح نے ان کے حق میں فیصلہ دے کر انہیں بری کر دیا۔

آپؐ نے ان اشخاص کو بلایا اور ایک مخصوص فوجی دستہ منگوا کر ان میں سے ہر شخص پر دونوں متعین کر دیئے۔ پھر انہیں بلایا اور ان کی چیزوں پر نظر ڈالی اور ان سے کہا یہ تم کیا کہتے ہو، گویا مجھے معلوم نہیں کہ تم نے اس جوان کے باپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ پھر ان کے بارے میں حکم دیا اور انہیں الگ الگ کر دیا اور ان میں سے ہر ایک کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ کھڑا کر دیا پھر آپؐ نے اپنے کاتب عبداللہ بن ابی رافع کو بلایا اور فرمایا جو کچھ میں لکھواؤں اسے لکھ لو۔ پھر آپؐ نے لوگوں سے کہا جب میں تکبیر کہوں تو تم بھی تکبیر کہنا۔

پھر ان میں سے ایک کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تم لوگ کس دن اپنے گھروں سے نکلے تھے اور کس مہینے، کس سال کس دن اور کس جگہ اس نوجوان کا باپ فوت ہوا تھا اور اسے کیا بیماری تھی۔ کتنی مدت بیمار رہا اس کی تیمارداری کون کرتا تھا۔ وہ کس دن مرا تھا۔ اسے کفن کس نے پہنایا تھا اور کن کپڑوں میں تم نے اسے کفن دیا تھا۔ کس نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اور کس نے اسے قبر میں اتارا تھا۔

وہ شخص آپؐ کے سوالات کے جوابات دیتا رہا۔ جب آپؐ نے سوالات ختم کر لیے تو تکبیر کہی..... آپؐ کے سب صحابہ نے بھی تکبیر کہی۔

وہ جو باقی لوگ تھے شک میں پڑ گئے اور انہیں اس بات کا یقین سا ہو گیا کہ ان کے ساتھی نے ان کے اور اپنے خلاف اقرار کر لیا ہے۔

آپؐ نے حکم دیا اس شخص کو قید خانے میں بند کر دیا جائے۔ پھر آپؐ نے دوسرے کو بلایا اور اس سے فرمایا گویا تو نے گمان کر لیا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ تم نے اس جوان کے باپ کے ساتھ کیا کیا ہے؟“ وہ شخص کہنے لگا کہ میں تو ان جیسا ہی ایک ہوں۔ میں اس کے قتل کو ناپسند کرتا تھا۔ جب اس شخص نے اقرار کر لیا تو آپؐ نے باقیوں کو یکے بعد دیگرے بلانا شروع کیا اور سب نے اقرار کر لیا۔ پھر آپؐ نے اسے بلایا جسے قید کرنے کا حکم دیا تھا اس نے بھی اسی طرح اقرار کر لیا۔

پس آپؐ نے اس شخص کا مال اور خون ان لوگوں کے ذمے قرار دیا (۱۰۷)

۶۔ حنش بن معتمر سے روایت ہے کہ وہ مردوں نے قریش کی ایک عورت کے پاس سودینار امانت رکھے اور اس سے کہا کہ جب تک ہم دونوں نہ ہوں کسی ایک کو واپس نہ کرنا۔ ایک سال تک وہ رکھے رہے۔ پھر ان میں سے ایک شخص اس عورت کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ساتھی مر گیا ہے لہذا دینار مجھے دے دو۔ اس

عورت نے انکار کیا۔ اس شخص نے اس کے خاندان کے لوگوں سے اس پر دباؤ ڈلویا اور وہ اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے وہ دینار اس شخص کو دے دیے۔ پھر ایک سال گزر گیا تو دوسرا شخص آیا اور دینار کا مطالبہ کیا۔ اس عورت نے بتایا کہ وہ تیرا ساتھی آ کر کے گیا ہے اس نے یہ ظاہر کیا کہ تم مر گئے ہو۔ لہذا میں نے وہ دینار اس کو دے دیے۔ پس وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس یہ جھگڑا لے کر آئے۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس عورت کے خلاف فیصلہ دیں کیونکہ وہ ضامن ہے۔ عورت کہنے لگی کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتی ہوں کہ تم ہمارے درمیان فیصلہ نہ کرو اور ہمارا مقدمہ علی بن ابن طالب کے پاس پیش کرو پس حضرت عمرؓ نے ان کا مقدمہ حضرت علیؓ کی طرف منتقل کر دیا اور وہ تو جانتے تھے کہ ان دو مردوں نے اس عورت کے ساتھ مکرو فریب کیا ہے۔

لہذا آپؐ نے اس شخص سے کہا کہ کیا تم دونوں نے اس سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم میں سے دونوں کے بغیر ایک کو مال واپس نہ کرنا۔ اس شخص نے کہا ہاں! تو آپؐ نے فرمایا تمہارا مال ہمارے پاس موجود ہے جاؤ اور اپنے ساتھی کو لے کر آؤ تاکہ ہم تم دونوں کو تمہارا مال واپس کر دیں۔

یہ خبر جب حضرت عمرؓ کو پہنچی تو انہوں نے کہا خدا مجھے فرزند ابوطالب کے بعد زندہ نہ رکھے۔ (۱۰۸)

۷۔ روایت ہے کہ دو عورتوں نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک بچے کے بارے میں جھگڑا کیا۔ ہر ایک اس کے متعلق اپنا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔ بغیر کسی دلیل اور گواہ کے۔ اور اس معاملے میں ان دونوں کے لیے کوئی گواہی دینے والا بھی نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ کو اس بارے میں فیصلہ کرنے میں اشتباہ ہوا اور انہوں نے امیر المؤمنین کی طرف رجوع کیا۔ تب آپؐ نے ان دونوں عورتوں کو بلایا اور انہیں وعظ و نصیحت کیا اور دھمکا یا لیکن وہ دونوں اختلاف پر قائم رہیں۔

جب ان کا جھگڑا طول پکڑ گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے آری لا دو۔ وہ دونوں عورتیں کہنے لگیں اس کو آپؐ کیا کریں گے؟ فرمایا میں اس بچے کو دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو آدھا آدھا دے دوں گا۔ پس ان میں سے ایک تو خاموش رہی لیکن دوسری کہنے لگی اللہ کو یاد کریں اے ابوالحسن! اگر اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تو میں اس بچے کی سخاوت کرتی ہوں اور دوسری عورت کے حق میں دستبردار ہوتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر! یہ تیرا ہی بیٹا ہے نہ کہ اس کا۔ اگر اس کا بیٹا ہوتا تو اس پر بھی رقت طاری ہوتی اور وہ بھی اس پر شفقت کرتی۔ دوسری عورت نے یہی اعتراف کر لیا کہ یہ بچہ اسی عورت کا ہے۔ پس حضرت عمرؓ کے سر سے مشکل ہلائی گئی اور آپؐ نے امیر المؤمنین کے حق میں دعا کی کیونکہ انہوں نے اس فیصلے کے ذریعے سے انہیں ایک مشکل سے نجات دلادی تھی۔ (۱۰۹)

۸۔ ایک عورت کو لایا گیا جس نے شادی سے چھ ماہ بعد بچہ جنا تھا۔ حضرت عثمان نے چاہا کہ اسے سنگسار کریں۔ امیر المؤمنین نے فرمایا اگر وہ عورت کتاب خدا سے تم سے جھگڑا کرے تو تم پر غالب آئے گی۔ خدا کہتا ہے:

”اسکا حمل اور دودھ بڑھائی تیس ماہ ہیں“

پھر فرمایا:

اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں۔ اگر کوئی رضاعت کو تمام کرنا چاہتا ہے تو دو سال دودھ پلانے کی مدت ہے اور چھ ماہ حمل کی مدت ہے پس حضرت عثمان نے کہا اسے واپس لے جاؤ۔ (۱۱۰)

۹۔ حضرت عمر کے پاس ایک غلام کا مقدمہ لایا گیا کہ ایک غلام نے اپنے آقا کو قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ حضرت علی نے اس شخص کو بلایا اور اس سے پوچھا کیا تو نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے؟ غلام نے کہا جی ہاں۔ فرمایا کیوں قتل کیا ہے؟ کہنے لگا وہ مجھ پر غالب آ گیا اور مجھ سے بد فعلی کی۔

حضرت علی نے مقتول کے وارثوں سے کہا کیا تم نے اپنے مقتول کو دفن کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا: کب دفن کیا ہے؟ کہنے لگے ابھی ابھی۔ آپ نے حضرت عمر سے کہا اس غلام کو قید میں رکھو اور اس کے بارے میں کوئی کارروائی نہ کرو جب تک تین دن نہ گزر جائیں۔ پھر آپ نے مقتول کے ورثاء سے کہا کہ جب تین دن گزر جائیں تو ہمارے پاس آنا۔ جب تین دن گزر گئے تو وہ لوگ آئے۔ پس حضرت علی نے حضرت عمر کا ہاتھ پکڑا اور اس شخص کی قبر تک پہنچے۔ امیر المؤمنین نے مقتول کے وارثوں سے پوچھا کیا اس کی قبر یہی ہے؟ انہوں نے تصدیق کی۔ آپ نے فرمایا اسے کھودو! جب وہ لحد تک پہنچے تو فرمایا میت نکالو۔ انہوں نے لحد میں اس کے کفن کے ٹکڑے دیکھے مگر اسے نہ پایا تو حضرت علی کو بتایا۔ پس آپ نے فرمایا! اللہ اکبر! خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ ہی مجھے جھوٹی خبر دی گئی۔ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا کہ میری امت میں سے جو شخص قوم لوط والا عمل کرے گا، پھر اسی حالت میں مرے گا تو اسے اتنی مہلت دی جاتی ہے۔ کہ قبر میں رکھا جائے۔ جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو تین دن سے زیادہ اس میں نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ اسے قوم لوط کے ہلاک ہونے والے لوگوں میں پھینک دیا جاتا ہے اور انہی کے ساتھ محسور ہوتا ہے۔ (۱۱۱)

عاصم بن حمزہ سے روایت ہے کہ ایک لڑکا اور عورت حضرت عمر کے پاس آئے۔ لڑکے نے کہا خدا کی قسم یہ میری ماں سے جس نے نو ماہ مجھے اپنے شکم میں رکھا اور پورے دو سال مجھے دودھ پلایا ہے۔ اب اس نے میرے بیٹا ہونے سے انکار کر دیا ہے اور مجھے اپنے سے دھتکار دیا ہے اور یہ گمان کرتی ہے کہ مجھے پہچانتی ہی نہیں۔ پس اس عورت کے ساتھ اس کے چار بھائی اور چالیس قسم کھانے والے اس کے حق میں گواہی دینے لگے کہ یہ لڑکا ظالمانہ دعویٰ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس عورت کو اس کے قبیلے میں ذلیل و رسوا کرے اور یہ عورت تو باکرہ ہے اور اس سے کسی نے شادی نہیں کی۔

حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس لڑکے پر حد جاری کی جائے۔ اس لڑکے نے حضرت علی کی طرف دیکھا اور کہا یا امیر المؤمنین! میرے اور میری ماں کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ پس حیدر کرار نبی اکرم کی جگہ پر جا بیٹھے اور فرمایا:

اے عورت تیرا کوئی ولی یا سرپرست ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! میرے چار بھائی ہیں۔ آپ نے ان جوانوں سے کہا کیا تمہیں اور تمہاری بہن کو میرا فیصلہ قبول ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا میں اللہ کو اور حاضرین کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اس عورت کی چار سو درہم مہر پر اس لڑکے سے شادی کرتا ہوں اور مہر کی ادائیگی میرے مال میں سے ہوگی۔ اے قنبر! درہم لے آؤ۔ وہ درہم لے آیا تو آپ اس لڑکے سے فرمایا نے یہ درہم لے کر اپنی بیوی کی گود میں ڈال دے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے گھر لے جا۔ وہ عورت چیخ اٹھی۔ الامان! اے ابن عم رسول اللہ۔ خدا کی قسم یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے بھائیوں نے ایک پست شخص سے میری شادی کی تھی جس سے میں نے یہ لڑکا جنا۔ جب یہ بالغ ہو گیا اور عالم شباب کو پہنچا تو انہوں نے ناک چڑھایا اور اسے برا سمجھا اور مجھ سے کہا کہ اس کو بیٹا ماننے سے انکار کرو اور میں نے ان کے خوف کی وجہ سے ایسا کیا۔

پس اس عورت نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر چلی گئی حضرت عمر نے پکار کر کہا:
”اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا“ (۱۱۲)

آپ کی مختصر دعاؤں کے چند نمونے

مخملہ ان چیزوں کے جن سے ہمارے آئمہ علیہم السلام مخصوص تھے، ایک دعا ہے اور یہ ایسی خوبی ہے کہ جس میں ان کا کوئی شریک نہیں۔ اور ایسی کرامت و بزرگی ہے جو ان کا خاصہ ہے۔
سید الاہل استاد عبدالعزیز کہتا ہے۔ اہل بیت علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی شخص بھی اس ”صفت دعا“ میں فضیلت نہیں رکھتا تھا۔ (۱۱۳)

اور ان کیلئے صحیفہ سجاویہ ہی کافی ہے جو کہ زبور آل محمد، دائرہ علم کبریٰ، معارف و اخلاق کا مجموعہ اور الہیات میں واحد وسیع میدان کی حیثیت رکھتا ہے۔

سینکڑوں علماء ان کی دعاؤں کو جمع کرنے کے درپہ ہیں اور ان پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ ان کتب کے علاوہ ہیں جو سوانح اور سیر پر مشتمل ہیں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کی بہت سی دعائیں وارد ہوئی ہیں۔ اگر انہی کو ہم جمع کر لیں تو اس کتاب سے کئی گنا بڑی کتاب بن جائے۔

یہاں آپ کی مختصر دعاؤں پر انحصار کیا جاتا ہے:

۱۔ آپ کی دعا ہے۔

اللهم انى اعوذبك من هيجان الحرص، وسورة الغضب، وغلبة الحسد، وضعف الصبر، وقله القناعة، وشكاسه الخلق، والحاح الشوة، وملكه الحميه اتباع الهوى، ومخالفه الهدى، وسنه الغفله، وتعاطى الكلفه، ايثار الباطل على الحق، والاصرار على البائم، والاسكثار من البعصيه، الاقلال من الطاعه، ومباهاة البكثرين، والازراء على المقلين، وسوء الولايه على من تحت ايدينا، وترك الشكر لمن اصطنع العارفه عندنا، وان نضد ظالمنا، اور نهذل ملهوفاً، اونروم مالميس لنا بحق، اونقول بغير علم، ونعوذبك ان ننطوى على غش لاحد، وان نعجب بأموالنا، واعمالنا وان نمد فى امالنا، ونعوذبك من سوء السريره، واحتقار الصغيره، وان يستحوذ علينا الشيطان، اويستندلنا الزمان، اور يتهضبنا السلطان، ونعوذبك من حب الاسراف، وفقدان الكفاف، ومن شماته الاعداء، والفقر على الاصدقاء، ومن عيشة فى شدة، اوموت على غيره عدة، ونعوذبك اللهم من الحسرة العظمى، والبصبيه الكبرى، ومن سوء البآب، وحرمان الثواب، وحلول العقاب، اللهم اعذنا من كل ذلك برحمتك، ومنك، وجودك انك على كل شىء قدير

ترجمہ:

خدایا! ہم حرص و لالچ کے ہیجان میں آنے، غیظ و غضب کے ابھرنے، حسد کے غلبہ کرنے، صبر کے کمزور ہونے، قناعت کے تھوڑا ہونے، خلق کی شکستگی سے، خواہش و شہوت کے اصرار سے، بے موقع غیرت و حمیت کے غلبہ سے، ہوا و ہوس کی پیروی سے، ہدایت کی مخالفت سے، غفلت کی اونگھ سے، مشقت و زحمت میں پڑنے سے، باطل کو حق پر ترجیح دینے سے، گناہوں پر اصرار کرنے سے، گناہ زیادہ کرنے اور اطاعت کم کرنے سے، مالداروں سے فخر و مباہات کرنے سے اور فقراء پر عیب لگانے سے، اپنے محکوموں پر سخت گیری سے اور جو ہمارے ساتھ نیکی کرتے ہیں ان کا شکریہ ترک کرنے سے، تیری پناہ مانگتے ہیں۔ ہم اس سے بھی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم ظالم کا کندھا مضبوط کریں یا مصیبت زدہ کی مدد چھوڑ دیں، یا ہم ایسی چیز کا ارادہ کریں جو ہمارا حق نہیں ہے، یا علم کے بغیر بات کریں۔ ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم کسی کو دھوکا دینے کی نیت کریں، اپنے مال اور اعمال پر اترائیں، طول طویل امیدیں باندھیں، بد باطنی کی وجہ سے چھوٹے گناہوں کو حقیر سمجھنے سے، یہ کہ ہم پر شیطان کا غلبہ ہو، یا زمانہ

ہمارا سہارا بنے، یا بادشاہ ہم پر ظلم کرے، ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اسراف اور فضول خرچی کی محبت سے، قدر و کفایت کے فقدان سے، دشمنوں کی طعن و تشنیع سے، دوستوں کے نفروفاقہ سے اور سختی کی زندگی سے، یا وعدہ گاہ کے بغیر موت سے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں حسرت عظمیٰ سے، مصیبت کبریٰ سے، بری بازگشت سے، ثواب کی محرومیت سے اور عتاب کے نازل ہونے سے۔ خدایا! ہمیں ان تمام حالتوں سے اپنی رحمت، احسان اور جو دو سخا کی وجہ سے پناہ دے۔ بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۲۔ جب آپ چاند کی طرف دیکھتے تو یہ دعا مانگتے

اللهم انی اسئلك هذا الشهر، ونوره، ونضرة، وبرکتہ، وطہرہ، ورزقہ، واسئلك خیر ما فیہ، وخیر ما بعدہ، واعوذ بك من شر ما فیہ وشر ما بعدہ، اللهم ادخلہ علینا بالامن والایمان، والسلام والاسلام، والبرکۃ والتقوی، والتوفیق لما تحب وترضی۔

ترجمہ:

خدایا! میں تجھ سے اس ماہ کی خیر و اچھائی، نور و روشنی کا طلبگار ہوں۔ اس کی برکت و پاکیزگی اور اس کا رزق چاہتا ہوں اور تجھ سے اس ماہ میں اور اس کے بعد بھی خیر چاہتا ہوں۔ اس میں یا اس کے بعد کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدایا! اس ماہ کو امن و امان، سلامتی، برکت و تقویٰ اور جو تجھے محبوب اور پسندیدہ فعل ہے اس کی توفیق کے ساتھ ہم پر داخل کر۔ (۱۱۴)

۳۔ آپ کی ایک دعا ہے

لا الہ الا اللہ عدد الشوک والشجر، لا الہ الا اللہ عدد الشعر والوبر لا الہ الا اللہ عدد القطر والبطر، لا الہ الا اللہ عدد الحجر والمدر، لا الہ الا اللہ عدد لمح العیون، لا الہ الا اللہ فی اللیل اذا عسعس و فی الصبح اذا تنفس، لا الہ الا اللہ عدد الرياح فی البراری والصخور، لا الہ الا اللہ من الیوم ینفخ فی الصور

ترجمہ:

لا الہ الا اللہ کانٹے اور درخت کی تعداد کے برابر، لا الہ الا اللہ بالوں اور ریشوں کی تعداد کے مساوی، لا الہ الا اللہ بارش کے قطروں کے برابر، لا الہ الا اللہ پتھر اور ڈھیلوں کی تعداد کے مساوی۔ لا الہ الا اللہ آنکھوں کی نگاہوں کی تعداد کے برابر، لا الہ الا اللہ رات کی تاریکی میں اور صبح کی روشنی میں۔ لا الہ الا اللہ چٹیل میدانوں میں

اور پتھروں کی تعداد میں، لا الہ الا اللہ آج کے دن سے لے کر اس دن تک جب صور پھونکا جائے گا۔ (۱۱۵)
۴۔ آنجناب کی ایک دعا جو آپ واجب نماز کے بعد مانگتے تھے

اللهم انی اسئلك باسمك المكنون، المخبزون، الطاهر، الطهر، المبارک، واسئلك باسمك العظيم، وسلطانك القديم، یا واهب العطايا، یا مطلق الاسارى ویا فكاك الرقاب من النار، اسئلك ان تصلى على محمد و آل محمد، وان تعتق رقبتى من النار، وان تخرجنى من الدنيا سالماً، وان تدخلنى الجنة آمناً، وان تجعل دعائى اوله فلا حاً، و اوسطه نجاحاً، و آخره صلاحاً، انك انت علام الغیوب،

ترجمہ:

خدا یا! میں تجھ سے تیرے پوشیدہ، خزانہ صفت، پاک و پاکیزہ، اور مبارک نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔ تیرے اسم اعظم اور سلطنت قدیم کے نام پر سوال کرتا ہوں، اے عطیات کے بخشنے والے، اے قیدیوں کو رہا کرنے والے، اے جہنم کی آگ سے گردنوں کو چھڑانے والے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما، میری گردن جہنم کی آگ سے آزاد کر دے، مجھے دنیا سے صحیح و سالم اٹھالے، جنت میں امن و امان کے ساتھ داخل کر دے اور میری دعا کی ابتداء فلاح، اس کا وسط کامیابی اور اس کا آخر صلاح و درستی قرار دے، بے شک تو ہر طرح کے غائب کا جاننے والا ہے۔ (۱۱۶)

۵۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین سجدہ شکر میں کہا کرتے تھے:

عن الصادق علیہ السلام، کان امیر المؤمنین علیہ السلام یقول فی سجدة الشکر: یا من لا یزیدہ الحاح الملحین الا جوداً و کرماء یا من له خزائن السہوات والارض، یا من له خزائن مادیق و ما جل، ولا تمنعک اساقی من احسانک، اسئلك ان تفعل بی ما انت اہلہ و انت اہل اجود، و الکرم، والعفو، یا رب و انت القادر علی العقوبہ یا رب وقد استحققتها، لا حجه لی ولا عذر لی عندک، الیک الحجات اموی کلها، اعترفت بہا کی تعفو عنی و نات اعلم بہا منی، بؤت الیک من کل ذنب اذنبہم، و کل خطیئہ اخطأتہا، و بكل سیئہ عملتها فاغفر، و ارحم و تجاوز عما تعلم انک انت الاعز ام الرکرم،

ترجمہ:

اے وہ کہ جو اصرار کرنے والوں کے اصرار پر جو دو کرم کے علاوہ کچھ زیادتی نہیں کرتا، اے وہ کہ جس کیلئے آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں، اے وہ کہ جس کے پاس دقیق و جلیل خزانے ہیں اور میری برائی تیرے لئے مجھ سے حسن سلوک کرنے میں مانع نہیں۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ سے وہ سلوک کر جس کا تو اہل ہے اور تو یقیناً جو دو کرم اور عفو کا اہل ہے۔ اے رب! تو سزا دینے پر قادر ہے اور اے پروردگار! میں اس کا مستحق ہو چکا ہوں۔ تیرے سامنے نہ میری کوئی حجت ہے اور نہ کوئی عذر۔ میں اپنے تمام امور میں تیرے پاس مجبور ہو کر آیا ہوں۔ میں ان کا اعتراف کرتا ہوں تاکہ تو مجھے معاف فرما دے۔ تو ان (گناہوں) کو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اے خدا! ہر اس گناہ سے جس کا میں مرتکب ہوا ہوں، ہر اس خطا سے جو مجھ سے سرزد ہوئی ہے اور ہر برائی سے جس کو میں نے کیا ہے، میں نے تیری ہی طرف سکون و قرار پایا ہے۔ پس تو بخش دے اور رحمت نازل فرما اور اس سے درگزر فرما جسے تو جانتا ہے۔ بے شک تو زیادہ عزیز و غالب اور کریم ہے۔ (۱۱۷)

۶۔ آپ کی ایک دعا ہے:

اللهم طهر لسانی من الکذب، وقلبی من النفاق، و عملی من الرياء، و بصری من الخيانة، فانك تعلم خائنه الاعین وما تخفی الصدور۔

ترجمہ:

خدا یا! میری زبان کو جھوٹ سے، دل کو نفاق سے، عمل کو ریاء اور دکھاوے سے، اور میری نگاہوں کو خیانت سے پاک رکھ، بے شک تو ہی خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینوں کے اندر چھپے ہوئے رازوں کو جانتا ہے۔ (۱۱۸)

۷۔ آپ کی دعا ہے جو آپ صبح کے وقت پڑھتے تھے:

الحمد لله الذی عرفنی نفسه ولم یترکنی عیان القلب، الحمد لله الذی جعلنی من امه محمد، الحمد لله الذی جعل رزقی فی یدہ ولم یجعلہ ایدی الناس، الحمد لله الذی ستر عورتی ولم یضحنی بین الناس،

ترجمہ:

حمد ہے اس اللہ کی جس نے مجھے اپنا نفس پہنچوایا اور مجھے دل کا اندھا بنانے کے نہیں چھوڑا۔

تقریف ہے اس خدا کی جس نے مجھے امت محمد میں سے قرار دیا۔ حمد ہے اس اللہ کی جس نے میرا رزق اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور اسے لوگوں کے ہاتھ میں نہیں رکھا۔

حمد ہے اس اللہ کی جس نے میری پردہ پوشی کی اور لوگوں کے درمیان مجھے رسوا نہیں کیا۔ (۱۱۹)

۸- آپ کی ایک اور دعا ہے:

سبحان من لا تبید معالمہ، سبحان من لا تنقص خزائنه، سبحان من لا اضسحلال
لفخره، سبحان من لا ینفد ما عنده، سبحان من لا انقطع لمدته، سبحان من لا یشارک
احد فی امره، سبحانہ من لا الہ غیرہ،

ترجمہ:

پاک و منزہ ہے وہ ذات جس کے نشان نہیں مٹتے، منزہ ہے وہ جس کے خزانے ختم نہیں ہوتے۔ منزہ ہے وہ جس کے فخر کیلئے مضحک ہونا نہیں، پاک ہے وہ کہ جس کے پاس جو کچھ ہے ختم نہیں ہوتا۔ منزہ ہے کہ جس کی مدت ختم ہونے والی نہیں۔ پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات کہ جس کے امر میں کوئی شریک نہیں اور پاک و منزہ ہے وہ کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ (۱۲۰)

۹- آپ کی دعا ہے:

اللہم اغفر لی ما انت اعلم بہ منی، فان عدت فعدالی بالمغفرۃ، اللہم اغفر لی ما
الیت بہ علی نفسی ولم تجد لہ عندی وفاء، اللہم اغفر لی ما تقربت بہ الیک ثم
خالفہ قلبی اللہم اغفر لی زمرات الاحاظ، وسقطات الالفاظ، وشہوات الجنان، و
ہفوات اللسان۔

ترجمہ:

خدا یا! میرے ان گناہوں کو بخش دے جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور اگر میں ان کی طرف دوبارہ
لوٹوں تو تو میری طرف مغفرت کیلئے لوٹ۔ خدا یا! میرے وہ گناہ بخش دے جن کے بارے میں میں نے نہ کرنے
کی قسم کھائی تھی اور اس کے باوجود تو نے مجھ سے اس عہد کی وفا نہیں پائی۔
خدا یا! میرے وہ اعمال بخش دے جن کے ذریعے میں تیرا قرب حاصل کرنا چاہا، پھر میرے دل نے اس

کی مخالفت کی۔

خدا یا! نگاہوں کے اشارے، الفاظ کی کاٹ، دلوں کی شہوات اور زبان کی بے ہودہ باتیں بخش دے۔

(۱۲۱)

۱۰۔ آپ کی ایک دعا جو آپ ختم قرآن کریم کے بعد پڑھا کرتے تھے یہ ہے:

اللهم اشرح لي بالقرآن صدري، واستعمل بالقرآن بدني، و نور بالقرآن بصري،
واطلق بالقرآن لساني، واعني عليه ما ابقيتني، فانه لا حول ولا قوة الا بك۔

ترجمہ:

خدا یا! قرآن کے ذریعے میرے سینے کو کھول دے اور قرآن کے ساتھ میرے بدن کو عمل میں لے آ۔
قرآن ہی سے میری نگاہوں کو روشن کر دے، قرآن کے ساتھ میری زبان کو کھول دے اور جب تک مجھے باقی
رکھے اس پر میری مدد و اعانت فرما کیونکہ تیرے بغیر کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔ (۱۲۲)

آپ کی مقبولیت دعا

یہ کرامت و بزرگی اور استجاب دعا صرف آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے لئے ہی وارد ہوئی ہے۔ پس وہ
علماء کرام جنہوں نے ان کے حالات زندگی تحریر کئے ہیں اور وہ حوادث و واقعات لکھے ہیں جن میں آئمہ علیہم
السلام نے اللہ سے دعا کی اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ خدا اپنے مومن
بندوں کی دعا قبول کرنے کا ضامن ہے۔ پس فرمایا:

”مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا“

جب عام مومنین کیلئے یہ ہے تو پھر آئمہ اور مسلمانوں کے سرداروں کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

یہاں ہم ایسے چند واقعات تحریر کرتے ہیں جو ان کی قبولیت دعا کے بارے میں منقول ہیں۔

۱۔ جب آپ نے ان اصحاب رسول کو قسم دی جو غدیر کے دن حاضر تھے تو تیس صحابی کھڑے ہوئے
جنہوں نے آپ کیلئے اس کی گواہی دی۔ لیکن انس بن مالک کھڑا نہ ہوا آنجناب نے اس سے فرمایا ”تجھے کیا ہو گیا
ہے کہ اصحاب رسول کیساتھ کھڑے ہو کر اس چیز کی گواہی نہیں دیتا جسے تو نے اس دن سنا تھا، تو وہ کہنے لگا“ اے
امیر المؤمنین!“ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور بھول گیا ہوں۔“

حضرت علی نے فرمایا!“اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے ایسی سفیدی میں مبتلا کرے گا جسے تیرا عمامہ نہیں

چھپا سکے گا۔“

انس بن مالک اس جگہ سے ابھی اٹھا بھی نہیں تھا کہ اس کا منہ برص سے سفید ہو گیا۔ پس وہ اس کے بعد کہا کرتا تھا کہ مجھے عبد صالح کی بد دعا لگ گئی۔ (۱۲۳)

۲۔ جب معاویہ کے سپہ سالار بسر بن ارطاة کے یمن پر اچانک حملہ کر کے بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے کی خبر امیر المؤمنین تک پہنچی تو آپ نے اس کو بد دعا دی اور عرض کیا۔ ”خدا یا! بسر نے اپنا دین بیچ ڈالا ہے۔ تیرے محرمات کی ہتک حرمت کی ہے اور فاسق و فاجر مخلوق کی اطاعت اس کے نزدیک تیری اطاعت سے زیادہ اہم تھی۔ خدا یا! اس کو نہ مارنا جب تک اس کی عقل نہ چھین لینا۔ اور اس کیلئے ایک لمحہ کیلئے بھی اپنی رحمت ضروری قرار نہ دینا۔ خدا یا! بسر، عمر و اور معاویہ پر لعنت بھیج اور ان پر اپنا غضب و عذاب نازل فرما۔ انہیں تیرا عتاب پکڑ لے جسے تو مجرم قوم سے نہیں پلٹاتا۔“

اس کے بعد بسر نے چند دن ہی گزارے تھے کہ وسواس کی بیماری میں مبتلا ہوا۔ اس کا دماغ چل گیا اور وہ پاگل ہو گیا۔ وہ تلوار کے بارے فضول باتیں کرتا اور کہتا: مجھے تلوار دو کہ میں اس کے ساتھ قتل کروں۔ بار بار یہی کہتا رہتا۔ یہاں تک کہ اسے لکڑی کی ایک تلوار بنا کر دی گئی اور بعض چیزیں اس کے سامنے جاتیں اور وہ ان پر لکڑی کی تلوار مارتا رہتا۔ یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتا۔ آخر وہ اسی حالت میں مر گیا۔ (۱۲۴)

۳۔ حسن بصری نے وضو کرتے ہوئے آپ سے کہا تھا کہ کل کی بات ہے کہ آپ نے ایسے مردوں کو قتل کیا جو مکمل وضو کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

”کیا تو ان پر مخزون و ممنون ہے؟ وہ کہنے لگا ”جی ہاں“ آپ نے فرمایا: ”خدا تیرے حزن و ملال کو طول دے۔“

ایوب سحستانی کہتا ہے، پس ہم نے کبھی کبھی حسن بصری کو غم و اندوہ کی حالت سے باہر نہیں دیکھا، گویا وہ کسی گہرے دوست کو دفن کر کے آ رہا ہو، یا وہ ایسا کمہار ہے کہ جس کا گدھا گم ہو گیا ہو۔ میں نے اس سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا ایک نیک و پاک مرد کی دعا مجھ پر اپنا عمل کر گئی ہے۔ (۱۲۵)

آپ کے اشعار کا نمونہ

شعبی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ شعر کہا کرتے تھے، مگر حضرت علیؓ ان سے بہتر اشعار کہا کرتے تھے۔ (۱۲۶)

ہمارے سامنے آپ کے بہت سے دیوان ہیں، جو کئی اصناف کے عمدہ اشعار، بہترین نظم اور پروئے ہوئے موتیوں کے حامل ہیں۔ اگر ان دیوانوں کی ورق گردانی کریں تو ان میں زیادہ تر آداب و اخلاق اور کمال و عرفان کے اشعار ملیں گے۔

آپ کی کتنی ہی نظمیں ہیں جو سچائی کی مدح اور جھوٹ کی مذمت، حسن کی تحسین اور قبح کی مذمت، عدل و احسان کا حکم اور ظلم وعدوان سے نہی، برائی کرنے والے سے چشم پوشی اور قدرت رکھتے ہوئے معاف کرنے اور اسی طرح کے دیگر مکارم اخلاق کے بارے میں ہیں۔

ان صفحات میں آپ کے اشعار کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ آپ علم کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

لوگ شکل و صورت میں ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ ان کا باپ آدم اور ماں حوا ہے۔ اگر ان کی اصل میں کوئی شرف ہو سکتا ہے جس پر وہ فخر کریں تو وہ گیلی مٹی اور پانی ہے۔ اہل علم کے علاوہ کسی کیلئے کوئی فضیلت نہیں۔

جو ہدایت حاصل کرنا چاہیں وہی ہدایت کی رہبری کرتے ہیں۔

احسان کی قدر و قیمت وہی چیز ہے جو اس کو حسین بنائے اور جاہل لوگ صاحبان علم کے دشمن ہوتے ہیں۔ ہم علم پر قائم ہیں اور اس کا بدل نہیں چاہتے کیونکہ سب لوگ مردہ اور اہل علم زندہ ہیں۔

۲۔ دنیا کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے:

تم دنیا سے بچو کیونکہ اسکی ڈیوڑھی فنا کی جگہ ہے محل بقائیں۔

جس دنیا کی صاف اور شفاف چیزیں بھی گندگی سے ملی ہوئی ہیں اور اس کی راحت و آرام سختی کا ساتھی ہے۔

۳۔ جو دو سخا پر شوق دلانے کیلئے فرمایا:

جب تمہارے پاس مال دنیا آئے تو تمام لوگوں پر اس کی سخاوت کرو کیونکہ دنیا الٹی بدلتی رہتی ہے اور جب یہ کسی طرف بڑھ رہی ہو تو اسے سخاوت فنا نہیں کر سکتی اور اسے بخل باقی نہیں رکھ سکتا جب یہ ہاتھ سے جا رہی ہو۔

۴۔ آپ کے عقل کے بارے میں فرمایا:

خدا نے انسان کیلئے جو چیزیں تقسیم کی ہیں ان میں سے افضل عقل ہے۔ اچھائیوں میں سے کوئی چیز اس کے مقابل نہیں آ سکتی۔

جب خدائے رحمان کسی کی عقل کو مکمل کر دے تو اس کی اخلاق و اطوار اور حاجات و ضروریات کامل کی بھی تکمیل ہو جاتی ہے۔

عقل صحیح ہو تو انسان کو لوگوں کے درمیان زینت ملتی ہے، اگرچہ اس پر کسب کے راستے بند ہوں۔

لوگوں میں عقل کی کمی کسی کو عیب دار بنادیتی ہے اگرچہ اس کی اصل و نسل اور منصب و مقام بلند ہی کیوں نہ

اور جو شخص عقل و شجاعت میں غالب ہو تو کوشش کرنے والا امر معاش میں اس پر غالب آ جاتا ہے۔

۵۔ آداب کی تشویق کیلئے فرمایا:

چاہے تو کسی کا بیٹا بھی ہوا کتساب آداب کر، کیونکہ قابل تعریف آداب تجھے نسب سے مستغنی کر دیں گے۔ کسی بھی صاحب حسب کو اس کا نسب بے پرواہ نہیں کر سکتا، جب تک اس کی زبان اور ادب اسے ایسا کرنے پر مجبور نہ کریں۔

جو انمرد وہ ہے جو کہے کہ میں یہ کچھ ہوں، نہ وہ جو کہے میرا باپ ایسا تھا۔

۶۔ آپ سے پہلے جن لوگوں کی بیعت کی گئی ان کیلئے فرمایا:

اگر تو شوری کے ذریعے ان عوام کے امور کا مالک ہو تو یہ کیسے ممکن ہے جبکہ مشورہ دینے والے ہی وہاں موجود نہ تھے۔

اور اگر قرابت و رشتہ داری سے تو نے اپنے مد مقابل سے حجت قائم کی ہے تو تیرا مقابل نبی کے ساتھ تقرب میں تجھ سے اولیٰ ہے۔

۷۔ موت کے بارے میں فرمایا:

موت نہ باپ کو رہنے دیتی ہے نہ بیٹے کو اور یہی وہ راستہ ہے، یہاں تک کہ تجھے کوئی بھی نظر نہیں آئے گا۔ نبی اکرم بھی اپنی امت کیلئے ہمیشہ نہ رہے۔ اگر خدا نے آپ سے پہلے کسی کو ہمیشہ رکھا ہوتا تو آنحضرت کو باقی رکھتا۔ موت کے تیرا ایسے ہوتے ہیں جو کسی پر خطا نہیں ہوتے اور کسی سے آج کوئی تیر چوک جائے تو کل نہیں چوکے گا۔

۸۔ ابونوار سے روایت ہے کہ اشعث بن قیس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ کہنے لگا کہ رات کو بھی زحمت و تھکن اور دن کو بھی؟ جب آپ نے سلام نماز ختم کیا تو فرمایا:

وقت سحر کے عمل کی سختیوں پر صبر کر اور صبح سویرے صاحب حاجات کی طرح چلنے پر عاجز نہ بن اور حاجات کے طلب کرنے سے کبیدہ خاطر نہ ہو کیونکہ ہلاکت عجز و غم اور اضطراب میں ہے۔

زمانے کے تجربات سے میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ صبر کا انجام قابل تعریف آثار رکھتا ہے۔

ایسے لوگ بہت کم ہیں جنہوں نے صبر و تحمل کو شعار بناتے ہوئے ان چیزوں کو حاضر کرنے کی کوشش کی ہو جن کی وہ خواہش رکھتے ہیں اور وہ کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتے ہوں۔

۹۔ نفس کو تسلی دینے کے بارے میں فرمایا:

میں اپنے نفس سے کہتا ہوں جبکہ یہ بڑا تنگ ہے اور زمانے نے اس کے مقدر میں عجیب و غریب چیزیں کر رکھی ہیں کہ زمانہ کی سختی و شدت پر صبر کرو کیونکہ اس کا ایک انجام ہے اور صبر سوائے صاحب حسب کے کسی کے پاس

نہیں ہوتا۔

عنقریب خدا نفع پہنچانے والی چیز کا دروازہ کھول دے گا اس میں تجھ جیسے کے لیے زحمتوں اور تھکان کے بدلے راحتیں ہیں۔

۱۰۔ غم دنیا کے بارے میں فرمایا:

چاہے خوش حالی میں زندگی بسر کر یا تنگدستی میں، دنیا میں غم کو ہونا ضروری ہے۔
تیری دنیا غم و اندوہ سے ملی ہوئی ہے اور یہ غم و اندوہ کے بغیر کٹ ہی نہیں سکتی۔

۱۱۔ جنگ صفین میں میدان جنگ کی طرف جاتے ہوئے فرمایا:

میں علی ہوں۔ پس میرے متعلق سوال کرو تا کہ تمہیں پتہ چلے۔ اس کے بعد جنگ کے لیے سامنے آؤ یا

پیٹھ پھیر لو۔

میری تلوار زیادہ کاٹنے والی ہے اور میرا نیزہ چلندار ہے۔ ہم میں سے ہی ہیں نبی طاہر و طیب اور حضرت

حمزہ جناب جعفر۔

اور اللہ کا شیر (بھی ہم میں سے ہے)۔ اس میں فخر و مباہات کے کئی مقامات ہیں اور یہ (علی) اس

(معاویہ) کے مقابلے میں ہے اور ہندہ کے بیٹے کو روکا جائے گا۔ وہ تذبذب میں ہے۔ اسے دھتکارا گیا ہے اور

اسے پسپا ہونا ہوگا۔

آپ کے صدقات و اوقاف

امام عالی مقام کی زندگی کے ہر پہلو میں عظمت ہمیں انتہائی درجے پر ملے گی اور آپ کی رفعت و بلندی

اپنے آخری درجے کو چھوتی ہے۔ عبادت، دعا، خلوص، جہاد، اخلاق، کرم، کثرت صدقات اور دیگر فضائل و مناقب

جن کا احاطہ و شمار ممکن نہیں، ہر ایک میں آپ اعلیٰ ترین مثال ہیں۔

اس باب میں خدا کی راہ میں آپ کے صدقات و اوقاف کے بارے میں کچھ گفتگو ہوگی اگرچہ آپ کی

بلندی مقام اور رفعت کی مناسبت سے یہ فہرست بہت طویل ہے۔

آپ کے پاس جب چار درہم تھے تو ان میں سے ایک رات کو صدقہ دیا۔ ایک دن کو ایک چھپا کر اور ایک

اعلانیہ طور پر، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وہ لوگ جو اپنا مال (خدا کی راہ میں) رات کے وقت اور دن میں اور پوشیدہ اور علانیہ طور پر خرچ کرتے

ہیں۔ آپ ہی ہیں جنہوں نے اپنی انگوٹھی حالت رکوع میں صدقہ کی تو آپ کی شان میں خدا کا یہ ارشاد نازل ہوا۔

ترجمہ: وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (۱۲۷)

مورخین نے آپ کی بہت سے جاگیروں کا ذکر کیا ہے جو آپ کی ملکیت تھیں۔ مثلاً عین ابی نیز اور بغیفات وغیرہ۔ آپ نے انہیں صدقہ قرار دیا تھا اور آپ ہی کا ارشاد ہے۔

تم مجھے دیکھ رہے ہو کہ میں نے بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے حالانکہ میرے صدقات کی قیمت اس وقت چالیس ہزار دینار ہے۔ (۱۲۸)

محمد بن ہشام کہتا ہے کہ حسین علیہ السلام مقروض ہو گئے تھے۔ معاویہ نے عین ابونیزر کے دو لاکھ دینار آپ کی خدمت میں بھیجے مگر آپ نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ”میرے والد نے اسے صدقہ قرار دیا تھا تاکہ وہ اپنے چہرے کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھ سکیں۔ لہذا میں اسے نہیں لوں گا۔“ (۱۲۹)

آپ کے صدقات کے بارے میں ایک مثال بطور نمونہ ہم پیش کرتے ہیں۔

ابونیزر بیان کرتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت میں بغیفات کا نگران تھا۔ مجھ سے فرمایا: تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ میں نے کہا کہ ایسا کھانا ہے جو میں امیر المؤمنین کے لیے پسند نہیں کرتا۔ اسی زمین کا کرہ ہے جس میں ساگ ڈال کر پکایا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ پس آپ ربیع (ایک نہر کا نام) کے کنارے گئے۔ اس میں اپنے ہاتھ دھوئے اور اس کدو میں سے کچھ کھایا۔ پھر نہر کی طرف گئے اور ریت سے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور انہیں خوب صاف کیا۔ پھر اپنے شکم پر مسح کیا اور فرمایا:

جو شخص اپنے شکم میں آگ داخل کرے تو خدا اسے اپنے سے دور رکھے گا۔ پھر آپ نے کدال اٹھایا اور چشمہ میں اتر گئے اور کھودنا شروع کر دیا۔ مگر پانی نکلنے میں دیر ہو گئی تو آپ باہر نکل آئے۔ اس وقت آپ کی پیشانی پر پسینہ آ گیا تھا جسے آپ نے اپنی آستین سے صاف کیا۔ پھر دوبارہ چشمے میں اترے۔ جب آپ (کھود کھود کر) ہانپنے لگے تو چشمہ سے پانی اس طرح پھوٹا جیسے اوٹنی کی گردن ہوتی ہے۔

پس آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ صدقہ ہے اور جو عبارت آپ نے اس وقف نامے میں لکھی یہ تھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ ہے جسے علی امیر المؤمنین نے صدقہ قرار دیا ہے۔ یہ دو مشہور جاگیریں عین ابی نیزر اور بغیفات اہل مدینہ کے فقرا۔ اور مسافروں کے لیے صدقہ ہیں تاکہ اللہ ان دونوں (جاگیروں) کے ذریعے سے قیامت کے دن اس کیس چہرے کو آگ کی گرمی سے بچائے۔ ان کو نہ بچا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا جاسکتا ہے یہاں تک کہ اللہ اس کا وارث ہو اور وہی بہترین وارث ہے مگر یہ کہ حسن و حسین کو ان کی ضرورت ہو تو یہ جاگیریں ان کی ملکیت ہیں اور ان دونوں کی علاوہ اور کوئی ان میں حق نہیں رکھتا۔ (۱۳۰)

اے امیر المؤمنین! آپ پر سلام ہو۔ آپ نے زندگی کے ہر موڑ پر درس اور مقامات عبرت چھوڑے

ہیں۔ اگر ہم ان سے فیض حاصل کریں تو ہماری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں اور ہم اس خطہ ارض پر سب سے زیادہ سعید اور نیک بخت امت قرار پائیں۔ لیکن ہمارے نفس ہمیں وسواس میں ڈالتے ہیں اور ہماری بدنیتی ہم پر غالب آ جاتی ہے اور اللہ ہی سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔

امام علیہ السلام صحابہ اور تابعین کی نظر میں

علی بن ابی طالب علیہ السلام کی فضیلت کے بارے میں صحابہ اور تابعین کے اقوال سے استدلال کرنا کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے کیونکہ اگر آنجناب کے آثار و جہاد نہ ہوتے تو یہ لوگ طاق نسیان اور عالم غفلت میں ہوتے اور جو کچھ ان لوگوں نے ذکر کیا ہے اس کی قدر و قیمت رسول اعظم کے اس ارشاد کے بعد کیا ہو سکتی ہے کہ ”اے علی! تجھے کسی نے نہیں پہچانا سوائے اللہ کے اور میرے“۔ اور آپ کے شرف و فخر کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

آپ کے بارے میں صحابہ کے اقوال

- ۱۔ حضرت ابو بکرؓ نے امیر المؤمنینؓ سے کہا: ”ارے فرزند ابوطالب! آپ ہر مومن مرد اور عورت کے مولا ہو گئے“۔ (۱۳۱)
- ۲۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا: ”اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا“۔ (۱۳۲)
نیز کہا: ”میں کسی مشکل مسئلہ کے لیے زندہ نہ رہوں کہ جس کے حل کے لیے ابوالحسن نہ ہوں“۔ (۱۳۳)
مزید کہا: ”جب علی مسجد میں موجود ہوں تو کوئی شخص فتویٰ نہ دے“۔ (۱۳۴)
نیز کہا: ”خدا مجھے فرزند ابوطالب کے بعد زندہ نہ رکھے“۔ (۱۳۵)
پھر کہا: ”علی ہم میں سب سے بڑے قاضی ہیں“۔ (۱۳۶)
- ۳۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے کہا:
”اگر علی نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتا“۔ (۱۳۸)
- ۴۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا: ”ہم یہ باتیں کیا کرتے تھے کہ مدینے میں سب سے بڑے قاضی علی بن ابی طالب ہیں“۔ (۱۳۹)
- ۵۔ سعید بن مسیبؓ نے کہا: ”لوگوں میں سے علی بن ابی طالب کے علاوہ کوئی نہیں تھا جو سلونی کا دعویٰ کرے“۔ (۱۴۰)
- ۶۔ سعد بن ابی وقاصؓ سے جب معاویہ نے پوچھا کہ تجھے ابوترابؓ کو سب و شتم کرنے سے کون سے چیز مانع ہے؟ تو اس نے کہا جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہؐ نے کہی تھیں تو میں ہر گز انہیں سب و

شتم نہیں کروں گا۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی میرے لیے ہوتی تو وہ مجھے سرخ رنگ کے اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے رسول اللہ کو علی سے اس وقت یہ کہتے سنا جب آپ انہیں ایک جنگ کے موقع پر مدینہ میں چھوڑے جا رہے تھے۔ آپ سے علی نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں؟ رسول اللہ نے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

میں نے خیبر کے دن آنحضرت کو کہتے سنا: ”کل میں علم ایسے جو ان مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اللہ اور اس کا رسول اسے دوست رکھتے ہیں۔“

پس ہم نے اس علم کی طرف گردنیں لمبی کیں لیکن آپ نے فرمایا کہ علی کو بلاؤ۔ علی آئے درآ خالیکہ انہیں آشوب چشم تھا۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور انہیں علم دیا اور اللہ نے انہیں فتح نصیب کی۔

نیز جب یہ آیت نازل ہوئی کہ: (ترجمہ) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں تم اپنی جانوں کو بلاؤ، تو رسول اللہ نے علی و فاطمہ اور حسن و حسین کو بلایا اور فرمایا: خدایا! یہ ہیں میرے اہل بیت۔“ (۱۴۱)

۷۔ زید بن ارقم نے کہا: ”پہلا شخص جس نے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی علی بن ابی طالب تھے۔“ (۱۴۲)

۸۔ امیر المؤمنینؑ کی وفات کے بعد امام حسن بن علی نے خطبہ پڑھا اور فرمایا آج رات اس شخص کی رحلت ہوئی ہے کہ عمل میں جس سے نہ پہلے لوگ سبقت لے سکے اور نہ ہی بعد والے اس کے عمل کو پاسکیں گے۔ وہ رسول اللہ کی معیت میں جہاد کرتے اور انہیں اپنی جان پر زخم کھا کے بچاتے تھے۔ آنحضرت انہیں اپنا علم دے کر بھیجتے۔ پس جبریل انہیں دائیں طرف اور میکائیل بائیں طرف سے گھیر لیتے اور جب تک خدا ان کے ہاتھ پر فتح نہ دیتا لوٹ کر واپس نہ آتے۔ (۱۴۳)

۹۔ حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے کوئی مرد نہیں دیکھا جو رسول اللہ کو علی سے زیادہ محبوب ہو۔ (۱۴۴)

۱۰۔ ابوسعید خدری نے کہا: ہم منافقین کو علی سے بغض کے ذریعے پہچانتے تھے۔ (۱۴۵)

۱۱۔ قیس بن سعد عبادہ نے معاویہ بن ابوسفیان سے کہا: خدا نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور انہیں ہر جن و انس، گورے کالے اور سرخ کے لیے مبعوث فرمایا۔ اپنی نبوت کے لیے منتخب کیا اور اپنی رسالت کے ساتھ مخصوص کیا۔ پس جنہوں نے سب سے پہلے ان کی تصدیق کی اور ایمان لائے وہ اس کے چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے اور حضرت ابوطالب ان کے دشمنوں کو دور رکھتے اور کفار و قریش کے درمیان ان کی حفاظت فرماتے تاکہ وہ آنحضرت کو تکلیف نہ

پہنچائیں اور آنحضرت سے کہا کہ آپ اپنے پروردگار کا پیغام و رسالت پہنچائیں۔

پس آنحضرت عظم و اذیت سے محفوظ رہے یہاں تک کہ آپ کے چچا ابوطالب فوت ہو گئے اور اپنے بیٹے (علی) کو ہاتھ بٹانے اور ان کی مدد کرنے کا حکم دے گئے۔ پس علی نے آنحضرت کا ہاتھ بٹایا اور آپ کی نصرت کی اور ہر سختی و شدت اور تنگی و خوف میں اپنی جان اور نفس کو آنحضرت کے سپرد بنایا۔ اس وجہ سے خدا نے علی کو قریش اور تمام عرب و عجم میں سے مخصوص کیا اور انہیں ہر عزت و اکرام بخشا۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولاد عبدالمطلب کے چالیس افراد جن میں ابوطالب اور ابولہب بھی تھے، کو اکٹھا کیا اور فرمایا: تم میں سے کون اس بات کو قبول کرتا ہے کہ وہ میرا بھائی، میرا وزیر اور میری امت میں میرا خلیفہ ہو اور میرے بعد ہر مومن کا ولی اور حاکم بنے؟ پوری قوم خاموش رہی۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کا تین مرتبہ اعادہ کیا۔ پس علی نے کہا: ”میں ہوں اے اللہ کے رسول! آپ پر خدا کی رحمت اور درود ہو اس وقت رسول اللہ نے اپنا سر علی کی گود میں رکھ دیا علی کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: ”خدا یا اس کے سینے کو علم و فہم اور حکمت سے معمور کر دے“۔ پھر حضرت ابوطالب سے فرمایا: ”آج سے اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو کیونکہ خدا نے اسے اپنے نبی کے لیے موسیٰ سے ہارون کی نسبت قرار دیا ہے“۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور علی کے درمیان عقد مواخات اور بھائی چارہ باندھا۔ (۱۴۷)
۱۲۔ عبد اللہ بن عباس نے اس گروہ سے جو حضرت علی کی برائی کر رہا تھا کہا: ”وائے ہو تم پر کیا تم اس جو انمرد کو برائی سے یاد کرتے ہو جو جبرائیل کے پاؤں کی چاپ اپنے حجرے کے اوپر سنتا تھا اور خدا نے رسول اللہ کے اصحاب کو قرآن میں عتاب و سرزنش کی لیکن علی کا ذکر خیر اور اچھائی کے ساتھ ہی کیا“۔ (۱۴۸)
نیز ابن عباس نے کہا حضرت علیؑ کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصے دیے گئے اور خدا کی قسم وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ باقی دسویں حصہ میں بھی شریک تھے۔ (۱۴۹)

ابن عباس کا کہنا ہے کہ حضرت علیؑ میں چار ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو ان کے علاوہ کسی میں بھی نہیں ہیں۔ وہ عرب و عجم میں پہلے ہیں جنہوں نے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی، وہی ہیں کہ ہر جنگ میں آنحضرت کا علم ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا، یہ علی ہیں جنہوں نے آنحضرت کو غسل دیا اور انہیں قبر میں داخل کیا۔ (۱۵۰)

۱۳۔ عبد اللہ بن عمر نے نافع بن ارزق سے اس وقت کہا جب اس نے علیؑ سے بغض کا اظہار کیا کہ خدا تجھ سے بغض رکھے کیا تو اس شخص سے بغض رکھتا ہے جس کے تمام کارہائے نمایاں میں سے ایک ہی کارنامہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ (۱۵۱)

ابن عمر ہی کا کہنا ہے کہ مجھے سوائے اس کے کسی چیز پر افسوس نہیں کہ میں نے علیؑ کی معیت میں اور ان کا

ساتھ دیتے ہوئے باغی گروہ سے جنگ کیوں نہیں کی۔ (۱۵۲)

۱۴۔ سعید بن عاص نے کہا: مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میرے باپ کا قاتل اس کے چچا زاد علی ابن ابی طالب کے علاوہ کوئی اور ہو۔ (۱۵۳)

۱۵۔ معاویہ کے پاس جو مسئلہ آتا وہ لکھ بھیجتا کہ اس کے بارے میں علی بن ابی طالب سے سوال کیا جائے۔ جب اسے آپ کی شہادت کی خبر ملی تو کہا: فرزند ابوطالب کی موت سے فقہ و علم ختم ہو گیا۔ اس پر اس کے بھائی عتبہ نے کہا تجھ سے یہ بات اہل شام نہ سن لیں تو اس نے کہا: چھوڑ واس بات کو۔ (۱۵۴)

۱۶۔ جابر بن عبد اللہ انصاری نے کہا: ہم منافقین کو فقط علی بن ابی طالب کے بغض کے حوالے سے پہچان کرتے تھے۔ (۱۵۵)

۱۷۔ ضرار بن کنان سے جب معاویہ نے خواہش کی کہ میرے سامنے علی کے اوصاف بیان کرو تو اس نے کہا: خدا کی قسم! ان کی انتہا بہت دور ہے اور وہ قوت و طاقت میں نہایت شدید تھے۔ اٹل بات کہتے اور عادلانہ فیصلہ کرتے۔ علم ان کے اطراف سے پھوٹا اور حکمت ان کے پہلوؤں سے بولتی تھی۔ وہ دنیا کی چمک دمک سے وحشت ناک ہوتے اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس رہتے۔ وہ موٹی آنکھوں والے تھے اور گہری فکر رکھتے تھے۔ اپنی ہتھیلی الٹ پلٹ کرتے اور اپنے ہی نفس کو خطاب کرتے۔ انہیں موٹا لباس اور سخت کھانا اچھا لگتا تھا۔ وہ ہم میں اس طرح رہتے گویا ہم میں سے ایک ہیں۔ جب ہم ان کے پاس جاتے تو ہمیں قریب کرتے اور جب ہم سوال کرتے تو جواب دیتے۔ جب ہم بولتے تو وہ ہمارے پاس آ جاتے اور جب ہم ان سے کوئی چیز معلوم کرنا چاہتے تو ہمیں خبر دیتے۔

خدا کی قسم اس کے باوجود کہ وہ ہمیں قریب کرتے اور خود ہمارے قریب رہتے ہم ان کی ہیبت اور دبدبہ سے ان سے بات نہیں کر پاتے تھے۔ جب وہ مسکراتے تو پروئے ہوئے موتیوں کی لڑی ہوتا۔ وہ اہل علم کی تعظیم کرتے اور فقراء و مساکین کو اپنے قریب کرتے۔ قوی اپنے باطل کے لیے ان سے طمع و لالچ نہ رکھ سکتا تھا اور کمزوران کے عدل و انصاف سے مایوس نہ ہوتا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ان کو ایسے اوقات میں دیکھا جب رات اپنے پردے ڈال چکی ہوتی اور اس کے ستارے ڈوب جاتے اور وہ اپنی ریش مبارک کو ہاتھ میں پکڑے سانپ کے ڈسے انسان کی طرح تڑپتے اور محزون و مغموم کی طرح روتے رہتے تھے۔ گویا اس وقت میں ان کی آواز سن رہا ہوں اور وہ کہہ رہے ہیں یا ربنا یا ربنا! اے ہمارے پروردگار اے ہمارے پروردگار اور بارگاہ خداوندی میں تضرع و زاری کر رہے ہیں۔

پھر کہتے ہیں: اے دنیا! جا میرے غیر کو دھوکا دے۔ کیا تو میرے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتی ہے اور

میری طرف بڑھنے کا اشتیاق رکھتی ہے؟ دور ہو جا دور ہو جا۔ میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں جن کے بعد پھر رجوع نہیں کیا جاسکتا۔ تیری عمر تھوڑی ہے۔ تیرا خطرہ بڑا ہے اور تیری زندگی حقیر ہے۔ آہ! آہ! ہائے افسوس! ہائے افسوس! زاد راہ کی کمی ہے، سفر کی دوری ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔ پس معاویہ رو پڑا اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہنے لگے جنہیں وہ روک نہ سکتا تھا اور اپنی آستین سے پونچھنے لگا اور سب لوگ خوب رونے لگے۔ معاویہ نے کہا! خدا ابوالحسن پر رحم کرے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ اے ضرار! ان کی جدائی پر تیرا حزن و ملال کیسا ہے؟ اس نے کہا: اس ماں جیسا حزن ہے جس کی بیٹے کو اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے تو نہ اس کے آنسو تھمتے ہیں اور نہ اس کے حزن و ملال کو سکون آتا ہے۔ (۱۵۶)

۱۸- قعقاع بن زرارہ آپ کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور کہا اے امیر المؤمنین! اللہ کی رضائیں آپ پر ہوں۔ خدا کی قسم! آپ کی زندگی خیر و خوبی کی مفتاح اور کلید تھی۔ اگر لوگ آپ کو قبول کر لیتے تو وہ عالم بالا اور عالم علیا کا رزق کھاتے۔ لیکن انہوں نے آپ کو ٹھکرا دیا اور دنیا کو ترجیح دی۔ (۱۵۷)

۱۹- حسن بصری نے کہا: خدا کی قسم وہ اللہ کے دشمنوں پر اللہ کا تیر بہدف ہوتے اور امت کے عالم ربانی تھی۔ صاحب فضل اور صاحب سبقت تھے۔ وہ رسول اللہ کے ایسے قرابت دار تھے کہ اللہ کے حکم سے بستر پر سو گئے اور غافل نہیں ہوئے۔ اللہ کے دین میں انہیں ملامت نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی وہ اللہ کے مال میں خیانت کرنے والے تھے۔ قرآن میں انہیں عظمتوں سے نوازا گیا ہے اور وہ پر رونق گلستان کا درجہ رکھتے تھے اور وہ علی ابن ابی طالب تھے۔ (۱۵۸)

۲۰- عطا سے سوال کیا گیا کہ کیا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی حضرت علیؑ سے زیادہ علم رکھتا تھا؟ کہنے لگا: نہیں! خدا کی قسم میں کسی کو نہیں جانتا جو ان سے بڑھ کر عالم ہو۔ (۱۵۹)

۲۱- عبد اللہ بن عباس بن ابی ربیعہ نے سعید بن عمرو بن سعید بن عاص کے اس سوال کے جواب میں کہ اے چچا! منتخب لوگ کیوں علیؑ کے حامی تھے؟ کہا: اے میرے بھتیجے! علیؑ کے پاس جتنا چاہو علم محکم ہے اور قبیلہ کے لحاظ سے بھی وہ بہتر تھے۔ اسلام میں ان کے عظیم کارنامے تھے۔ وہ رسول اللہ کے داماد تھے۔ سنت میں فقیہ و دانائے اور جنگ میں بہادر اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا اس کی سخاوت کرتے۔ (۱۶۰)

۲۲- عامر بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے بیٹے سے جو حضرت علیؑ کی تنقیص کرتا تھا کہ اے میرے بیٹے! تم اس کام کو دوبارہ کرنے سے بچو کیونکہ بنی مروان نے ساٹھ سال انہیں گالیاں دی ہیں مگر خدا نے ان میں رفعت و بلندی کو زیادہ کیا ہے۔ دین جس چیز کی بنیاد رکھے دنیا اسے منہدم نہیں کر سکتی اور دنیا جس چیز کی بھی بنیاد رکھتی ہے وہ اس کی طرف لوٹتی ہے اور اسے دنی سے مٹا دیتی ہے۔ (۱۶۱)

۲۳۔ محمد بن ابی بکر بن ابی قحافہ نے معاویہ بن ابوسفیان کو خط لکھا: پس پہلے شخص جنہوں نے دعوت حق پر لبیک کہا اللہ کی طرف آئے، ایمان لائے، تصدیق کی اور خدا کے سامنے سر تسلیم خم کیا وہ آنحضرتؐ کے چچا زاد بھائی علی ابن ابی طالب تھے۔ جنہوں نے غیب کی تصدیق کی، ہر دوست پر آنحضرتؐ کو ترجیح دی، ہر خطرہ میں انہیں جان کی بازی لگا کر بچایا۔ آپ کی جنگ پر جنگ اور صلح پر صلح کی۔ شب و روز اور خوف و ہراس کے لمحات میں وہ ہمیشہ اپنی جان ان پر قربان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ میدان میں سبقت لے گئے جس کی نظر ملنا آپ کے پیروکاروں میں ناممکن ہے اور نہ ہی ان کے کارناموں میں کوئی ان کے قریب ہے۔ ہم تجھے (اے معاویہ) دیکھ رہے ہیں کہ تن کا مقابلہ کرتا ہے، حالانکہ کہاں تو اور کہاں وہ علی، جن کی نیت سب لوگوں سے اچھی، جن کی ذریت سب لوگوں سے افضل، جن کی زوجہ سب لوگوں کی ازواج سے بہتر اور جن کا چچا زاد بھائی سب انسانوں سے برتر ہے، جن کے بھائی نے جنگ موتہ کے دن اپنا نفس بیچا تھا، جن کا چچا میدان احد میں سید الشہداء تھا، جن کا والد رسول اللہ اور ان کے دین کا محافظ تھا۔ پس خرابی و ہلاکت ہو تمہارے لیے کس طرح تم اپنے آپ کو علی کے مقابلے میں شمار کرتے ہو حالانکہ وہ رسول اللہ کے وارث، وصی اور ان کی اولاد کے باپ ہیں، سب سے پہلے ان کی اتباع و پیروی کرنے والے ہیں اور انہیں سب سے زیادہ آنحضرتؐ کا قرب حاصل رہا ہے۔ آنحضرتؐ آپ کو اپنے راز و اسرار سے باخبر اور اپنے معاملات سے آگاہ رکھتے تھے۔ (۱۶۲)

۲۴۔ شعبی کہتے ہیں: اس امت میں علی بن ابی طالب کی مثال ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں مسیح بن مریم۔ ایک قوم نے ان سے (حد سے بڑھ کر) محبت کی تو کافر ہو گئی اور اس سے ایک قوم نے بغض رکھا تو وہ اس بغض میں کافر ہو گئی۔ (۱۶۳)

نیز شعبی کہتے ہیں: وہ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور وہ اس مخلوق میں سے تھے جسے اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ ان کے جو دو سخا کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے کبھی بھی کسی سائل سے ”لا“ نہیں کہا۔ (۱۶۳)

۲۵۔ عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں: ہمارے علم میں نہیں ہے کہ رسول اللہ کے بعد اس امت میں حضرت علی بن ابی طالب سے بڑھ کر کوئی زاہد و پرہیزگار ہو۔ انہوں نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی اور نہ بانس پر بانس۔ (۱۶۵)

۲۶۔ معاویہ بن یزید بن معاویہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کہا: آگاہ رہو میرے دادا معاویہ نے امر خلافت و حکومت میں اس شخص سے نزاع اور جھگڑا کیا جو اس سے اور اس کے علاوہ دوسروں سے رسول اللہ سے قرابت، عظمت و فضل اور (اسلام میں) سابق کارناموں کی وجہ سے اس خلافت کا زیادہ حقدار تھا۔ وہ قدر و منزلت میں مہاجرین میں سب سے زیادہ عظیم، دل کا بہادر

وشجاع، علم میں سب سے آگے، ایمان میں سب سے اول اور مقام و منزلت میں سب سے اشرف تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ الزہرا کی ان سے شادی کی اور سیدہ کو علی کی زوجہ قرار دیا۔ وہ رسول اکرمؐ کے نواسوں کے باپ تھے، جو جوانان جنت کے سردار ہیں، جو شہزادے اس امت میں افضل اور رسول اللہ کے تربیت یافتہ تھے۔ فاطمہ بتول کے دونوں فرزند طیب و طاہر اور پاک و پاکیزہ شجرہ نسب سے تھے۔ ان کے بارے میں میرے دادا اس فعل کا مرتکب ہوا جو تمہارے علم میں ہے اور تم بھی اس کے ساتھ مل کر اسی فعل کے مرتکب ہوئے کہ جس سے تم جاہل نہیں ہو۔ (۱۶۶)

۲۷۔ ابو قیس اودی نے کہا: میں نے لوگوں کو تین طبقوں میں بٹے پایا۔ ایک طبقہ اہل دین کا ہے جو حضرت علیؑ سے محبت رکھتے ہیں۔ دوسرا اہل دنیا کا جو معاویہ کو دوست رکھتے ہیں اور تیسرا طبقہ خوارج کا ہے۔ (۱۶۷)

۲۸۔ ابن شبرمہ کہتے ہیں: سوائے علی بن ابی طالب کے لوگوں میں سے کسی میں یہ سکت نہیں کہ وہ منبر پر سلونی (مجھ سے سوال کرو) کا دعویٰ کرے۔ (۱۶۸)

۲۹۔ ابن اسحاق نے کہا ہے: سب سے پہلا شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی وہ علی بن ابی طالب ہیں۔ (۱۶۹ و ۸)

۳۰۔ صعصعہ بن صوحان کہتے ہیں: علی وہ ہے جو ولی، تقی، جواد جی، حلیم و فی، کریم خفی، اپنی تلوار سے حفاظت کرنے والا، ہاتھ سے سخاوت کرنے والا، اوشن چقماق والا، مہمان نواز اشرف و امجاد کی اصل، بیٹھ نہ جانے والا، دیر میں نہ آنے والا اور طیش میں آ کر جلد بازی نہ کرنے والا ہے۔ وہ اس قابل نہیں کہ بوسیدہ کپڑوں کی طرح اس سے بے اعتنائی کی جائے۔ وہ کریم اولاد والا اور شریف آباء و اجداد والا ہے۔ مصیبت کے وقت وہ بہترین دوست ہے۔ وہ روشن بلندی والا، تجربہ کار اور شہرت یافتہ ہے۔ وہ ایسا شجاع و بہادر ہے جس کی جو انمردی کے تذکرے زندہ ہیں۔ وہ دنیا سے پرہیز کرنے والا زاہد ہے اور آخرت کی طرف رغبت رکھنے والا ہے۔ (۱۷۰)

۳۱۔ سفیان بن عیینہ نے کہا: حضرت علیؑ نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی اور نہ بانس پر بانس۔ (۱۷۱)

۳۲۔ احنف بن قیس نے معاویہ سے کہا: خدا فرزند ابوطالب کا بھلا کرے انہوں نے اپنے نفس کی وہ سخاوت کی جو تو اور کسی اور نے نہیں کی۔ (۱۷۲)

۳۳۔ جب معاویہ نے خالد بن معمر سے سوال کیا کہ تم کس بنا پر علی سے محبت کرتے ہو تو اس نے کہا: تین صفات کی وجہ سے:

اول:..... جب وہ غصہ میں ہوں تو اپنے حلم و بردباری کی وجہ سے۔

دوم:..... جب گفتگو کرتے ہوں تو اپنی صدق و صفائی کی وجہ سے۔

سوم:..... فیصلہ کرنے میں اپنے عدل و انصاف کی وجہ سے۔ (۱۷۳)

۳۴۔ جب آپ کی بیعت خلافت ہو چکی تو ثابت بن قیس بن شماس انصاری نے کہا: اے امیر المؤمنین! وہ حکومت و سلطنت میں آپ سے آگے بڑھ گئے مگر خدا کی قسم! وہ دین میں آپ سے آگے نہیں بڑھ سکے اور اگر وہ کل آپ سے سبقت لے گئے تو آج آپ ان سے مل گئے اور ملحق ہو گئے ہیں۔ وہ بھی موجود تھے اور آپ بھی۔ تاہم آپ کا مقام مخفی نہیں تھا نہ آپ کی قدر و منزلت سے کوئی جاہل تھا۔ ان امور میں جنہیں وہ نہیں جانتے تھے وہ آپ ہی کے محتاج تھے اور آپ اپنے علم کی وجہ سے کسی کے بھی محتاج نہیں تھے۔

۳۵۔ آپ کی بیعت خلافت ہو چکی تو خزیمہ بن ثابت انصاری ذو الشہادتین نے کہا:

اے امیر المؤمنین! ہم اپنے امر خلافت کے لیے آپ کے علاوہ کسی کو نہیں پاسکے اور نہ ہی ہمارے لیے آپ کے علاوہ بازگشت کی کوئی جگہ تھی۔ اگر ہم اپنے آپ سے آپ کے بارے میں سچی بات کریں تو آپ ایمان میں سب لوگوں سے مقدم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپ کا علم سب لوگوں سے زیادہ ہے۔ رسول اللہ کے ساتھ دیگر مومنین کی نسبت آپ اولیت رکھتے ہیں۔ آپ کے لیے وہ سب کچھ ہے جو لوگوں کے لیے ہے لیکن ان کے پاس وہ کچھ نہیں جو آپ کے پاس ہے۔ (۱۷۱)

۳۶۔ آپ کی بیعت خلافت کے بعد مالک اشتر نے کہا: اے لوگو! آپ اوصیاء کے وصی، انبیاء کے وارث، مصائب کے وقت عظیم وقوی اور سختی کے وقت عمدہ کارکردگی والے ہیں اور جن کے ایمان کی گواہی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول نے دی ہے۔ الخ (۱۷۲)

۳۷۔ انس بن مالک سے سوال کیا گیا: آپ کی رائے میں رسول اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ ترجیح کسے دیتے تھے؟ تو انس نے کہا: میں نے علی بن ابی طالب کی منزلت کے برابر کسی کو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے دوران میں کسی کو ان کی طرف بھیجتے اور پھر صبح تک ان سے راز و نیاز کی باتیں کرتے رہتے یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔

انس کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ سے سنا۔ وہ فرما رہے تھے: اے انس! علی سے محبت کرو تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم بے شک میں ان سے محبت کرتا ہوں، جس طرح کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یاد رکھو! اگر تم نے علی کو دوست رکھا تو خدا تجھے دوست رکھے گا اور اگر تم نے ان سے بغض رکھا تو اللہ تم سے بغض رکھے گا اور اگر تم خدا سے مبغوض ہوئے تو پھر وہ تمہیں جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔ (۱۷۳)

۳۸۔ جناب ام سلمہ کہتی ہیں: خدا کی قسم! بے شک علی بن ابی طالب ساری قوم سے پہلے حق پر ہیں۔ یہ عہد

معادہ فیصلہ شدہ ہے۔ (۱۷۴)

اختتامیہ

امام امیر المؤمنین علیہ السلام کی حیات شریف کے یہ چند پہلو تھے۔ لیکن ان سے آپ کی پوری زندگی کی نسبت ایسے ہی ہے جیسے چند قطرے کو بحر محیط سے یا دنیا کے پھولوں کے مقابلے ایک گلہ دستہ کی سی ہے۔ یہ آپ کے پیش خدمت ہے تاکہ آپ ان سے ولایت و محبت آل محمد علیہم السلام کی خوشبو حاصل کریں اور مودت اہل بیت علیہم السلام کی خوشبو سے اپنے دماغ معطر کریں۔ ان تمام باتوں کے علاوہ یہ کتابچہ امام امیر المؤمنین کے مقصد و موقف پر استقامت کی ایک دعوت ہے اور ان کی حمایت کرنے، ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے راستہ کی دعوت دینے کی ایک سبیل ہے۔ ”کہد وہی میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں میں اور جو میری پیروی کرتے ہیں اور منزہ و پاک ہے وہ خدا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔“

اختتام ترجمہ

ہفتہ ۴ فروری ۱۹۸۴ء مطابق یکم جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ بکے شام بر مکان الحاج سیٹھ نوازش علی صاحب ۸۱- ماڈل ٹاؤن لاہور۔

حرف آخر

از مترجم محترم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب محمد علی دخیل معروف عالم اور ممتاز شخصیت ہیں۔ ”آئمنا“ بارہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام پر ان کی تالیفات کا ایک مقدس سلسلہ ہے۔ جدید اور سادہ عربی اسلوب میں لکھی گئی یہ کتب بہت مقبول ہوئیں۔ عام و خاص سب نے انہیں سراہا اور داد دی۔

آج کل مدارس کے امور کے ساتھ ساتھ تفسیر نمونہ کا ترجمہ میرے مشاغل روز و شب میں اولیت رکھتا ہے۔ تفسیر نمونہ کے ترجمے اور اشاعت کا پروگرام بلا مبالغہ نہایت کٹھن، طویل اور صبر آزما ہے۔ لیکن الحمد للہ ترجمے کا کام نصف سے زیادہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تفسیر نمونہ اردو دان طبقے کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرنے کیساتھ ساتھ قرآن حکیم سے وابستگی، معرفت اور محبت میں اضافہ کا

باعث بنے گی۔ اس کام کے دوران ”آئمتنا“ کے سلسلہ کتب پر نظر پڑی تو مجھے شدید خواہش ہوئی کہ قرآن حکیم کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اہل بیت رسالت علیہم السلام کی معرفت سے معمور ان کتب کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہو جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اور اہل بیت رسالت کو تو ام اور اکٹھا نوع انسانی کی ہدایت اور رہبری کیلئے چھوڑ کر گئے ہیں۔ بارہ چھوٹی چھوٹی کتابوں کا یہ سلسلہ ”امام امیر المؤمنین علیہ السلام“ سے شروع ہوتا ہے۔ ہاں وہی امیر المؤمنین جن کے بارے میں پیغمبر اعظم کا فرمان ہے۔

”قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہیں۔“

”امام امیر المؤمنین علیہ السلام“ چونکہ ”آئمتنا“ کے سلسلے کی پہلی کڑی ہیں۔ اس لئے اس میں خود نظریہ امامت کی وضاحت اور بارہ آئمہ علیہم السلام کی امامت کے بارے میں شیعہ سنی روایت بھی پیش کی گئی ہے۔ جناب امیر علیہ السلام کے فضائل و کمالات اور شخصیت و سیرت پر یہ مختصر سی کتاب نہایت جامع ہے۔ پڑھنے والے کا مقصد خلوص سے تحقیق و جستجو ہو یا معرفت و عقیدت، یہ کتاب بہر حال ولائے علی سے سرشار کر دیتی ہے۔

خداوند کرم نوع بشر کو قرآن و اہل بیت کی معرفت سے نوازے کیونکہ اس کے بغیر دنیا و آخرت میں خسارے کے سوا کچھ نہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ناشرین اس سلسلہ کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ خدائے تعالیٰ انہیں اس پر موفق فرمائے اور اس راہ میں زحمت اٹھانے والوں کی مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین

اللہم صلی علی محمد و آلہ الطاہرین و عجل فرجہم۔

صفدر حسین نجفی

باب نمبر 2

امام حسن علیہ السلام

مختصر تعارف

آپ کا نام حسنؑ
 آپ کے والد کا نام علی امیر المؤمنینؑ
 آپ کی والدہ فاطمہ زہراءؑ
 آپ کے نانا رسول اللہؐ
 آپ کے دادا ابوطالب بن عبدالمطلب سردار قریش
 آپ کی نانی خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد
 آپ کی دادی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم
 آپ کے سگے بھائی حسینؑ
 آپ کی سگی بہنیں زینب و ام کلثوم

مختصر تعارف :

آپ مدینے میں شب پندرہ ماہ رمضان، سن ۳ ہجری کو پیدا ہوئے۔ آپ کو رسول اللہؐ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا۔ اللھم اعینک وولدک من الشیطان الرجیم ”خدا یا میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔“ ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ ان کا ”حسن“ نام رکھا اور ایک مینڈھے سے ان کا عقیقہ کیا۔

آپؑ کا حلیہ:

آپ کا رنگ سرخی مائل سفید، سیاہ اور موٹی آنکھیں، رخسار کتابی، پانی پینے کی نالیں باریک، گھنی ڈاڑھی اور سر کے بال لمبے تھے۔ آپ کی گردن سفید، گویا چاندی کی تھی۔ چست اور گھٹا ہوا جسم، دونوں کندھوں کی درمیانی جگہ چوڑی تھی۔ موزوں جسم، قد و قامت میانہ، حسین و ملیح چہرہ، گھنگریا لے بال تھے۔ خضاب لگاتے تھے، جسامت نہایت بہترین و موزوں تھی۔ امیر المؤمنین کی زندگی میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ جمل، صفین اور نہروان تینوں جنگوں میں شرکت کی۔

کنیت: ابو محمد تھی۔ یہ کنیت رسول اللہ نے تجویز فرمائی تھی۔

القاب: تقی، زکی اور سبط تھے۔

انگوٹھی کا نقش: العزۃ للہ وحدہ تھا۔

معروف ازواج: خولہ بنت منظور فزاریہ، ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی، ام بشیر بنت ابی مسعود انصاری، جعدہ بنت اشعث، ہند بنت عبد الرحمان بن ابوبکر۔

آپ کے بیٹے: زید، حسن، عمر، قاسم، عبد اللہ، عبد الرحمان الحسن، طلحہ۔

آپ کی بیٹیاں: ام الحسن، ام الحسین، فاطمہ، ام عبد اللہ فاطمہ، ام سلمہ، رقیہ۔

آپ کی بیعت: اکیس ماہ رمضان ۴ ہجری میں آپ کے دست مبارک پر بیعت خلافت کی گئی۔

آپ کا دربان: سفینہ رسول اللہ کا غلام تھا۔

آپ کا کاتب: عبد اللہ بن ابی رافع تھا۔

آپ کی صلح: آپ کو اپنے اصحاب کی کمزوری کا احساس ہوا تو پندرہ جمادی الاولیٰ، ۴۱ ہجری کو آپ نے معاویہ سے صلح کر لی۔

آپ کی وفات: ۸ صفر ۵۰ ہجری بمقام مدینہ منورہ۔ (۱)

آپ کی قبر مطہر: امام حسین علیہ السلام نے آپ کو جنت البقیع میں آپ کی وصیت کے مطابق اپنی دادی فاطمہ بنت اسد کے ساتھ دفن کیا۔

آپ کی مدت امامت: دس سال۔

انہدام قبر: آٹھ شوال ۱۳۴۲ھ میں وہابیوں نے آپ کی قبر اور بقیع میں مدفون دیگر

آئمہ اور بزرگوں کی قبروں کو مسما کر دیا۔

آپ قرآن کریم کی نظر میں۔

اہلبیت علیہم السلام اصحاب کساء، پنجتن پاک کی شان میں بہت سی آیات وارد ہوئیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ رسول اللہ نے انہیں قرین قرآن اور اسکا عدیل و مثیل قرار دیا ہے۔ رسول پاک نے فرمایا:

انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی ما ان تمسکتہ بہما لن تضلوا

بعدی ابدًا۔

میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور اپنی عترت، جو میرے اہل بیت ہیں۔

جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے میرے بعد ہر گز گمراہ نہیں ہو گے۔

درج ذیل تین آیات امام حسن کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

فمن حاك فيهِ من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا بنا ونعباء كم ونساء نساءنا ونفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكذابين۔

ترجمہ:

آپ کے پاس علم آ جانے کے بعد جو شخص اس بارے میں آپ سے بحث کرے تو فرما دیجئے کہ ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو لاؤ، ہم اپنی عورتوں کو لاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ۔ اور ہم اپنے نفسوں کو لاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو لاؤ۔ پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں۔

مسلم و ترمذی نے روایت کی ہے کہ معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ تجھے ابو تراب پر سب کرنے سے کون سی چیز مانع ہے۔ سعد نے کہا جب تک مجھے رسول اللہ کی فرمائی ہوئی تین باتیں یاد ہیں میں ہرگز سب نہیں کروں گا۔ اگر ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ پھر اس نے دو کو شمار کرنے کے بعد کہا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی فقل تعالوا بنا ونعباء كم ونساء نساءنا ونفسنا وانفسكم، تو رسول اللہ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلا یا اور فرمایا ”خدا یا یہ میرے اہل بیت ہیں۔“ (۲)

شیخ سلمان نے اس آیت کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے ”پس نبی کریم علی، فاطمہ، حسن، حسین کو باہر لے کر گئے، انفسنا کے قول میں نفس سے علی کو مراد لیا۔ منجملہ ان چیزوں کے جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں رسول اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ بنی ولیعہ اپنی شرارتوں سے باز آئیں ورنہ میں ایسے مرد کو ان کی طرف بھیجوں گا جو میرے نفس کی مانند ہے اور اس سے آپ کی مراد علی ابن ابی طالب تھے۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جس میں کوئی بشر ان کے ساتھ شریک نہیں ہے۔“ (۳)

انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا۔ (احزاب آیت نمبر ۳۳)

ترجمہ:

پس اللہ کا یہ ارادہ ہے اے اہل بیت کہ ہر قسم کے رجس کو تم سے دور رکھے اور تمہیں پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

واثلہ بن اسقع کہتا ہے میں نے ایک روز دیکھا جبکہ میں ام سلمہ کے گھر میں نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ امام حسن تشریف لائے تو آپ نے ان کا بوسہ لیا اور دائیں زانو پر بٹھالیا۔ پھر امام حسین آئے ان کا بھی بوسہ

لے کر بائیں زانو پر بٹھالیا۔ پھر فاطمہ تشریف لائیں انہیں اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر علی کو بلا کر قریب بٹھایا، پھر فرمایا: ”انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البيت ویطہرکم تطہیرا“ (۴) احمد و طبرانی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: یہ آیت میری، علی، حسن، حسین اور فاطمہ پانچ افراد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ابن ابی شیبہ احمد اور ترمذی نے اسے روایت کیا اور اس روایت کو حسن قرار دیا۔ ابن جریر، ابن منذر، طبرانی اور حاکم نے بھی روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا۔ انس نے کہا کہ رسول اللہ جب نماز صبح کیلئے گھر سے برآمد ہوتے تو فاطمہ کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے فرماتے۔ انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البيت ویطہرکم تطہیرا۔

ابن مردویہ کی روایت میں ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ نبی کریم چالیس صبح حضرت فاطمہ کے دروازے پر آتے رہے اور فرماتے تھے۔ تم پر سلام ہوا اہل بیت اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ نماز کا وقت ہے خدا تم پر رحم فرمائے۔

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البيت ویطہرکم تطہیرا

ابن عباس سے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ سات ماہ تک اور ابن جریر سے، ابن منذر و طبرانی کی روایت ہے کہ آٹھ ماہ تک آنحضرت نے یہ عمل فرمایا۔ (۵) ابن عباس نے ایک طویل حدیث میں کہا ہے کہ رسول اللہ نے اپنی ردالی اور علی، فاطمہ، حسن و حسین پر ڈال دی اور فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (۶)

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البيت ویطہرکم تطہیرا

اس آیت مبارکہ کو اصحاب معاجم و سنن مسلم، ترمذی، احمد بن حنبل، وولابی، غسانی حاکم، ابو حاتم، طبرانی اور عبد بن حمید نے روایت کیا اور بیان کیا کہ یہ آیت اہل بیت علیہم الصلوٰۃ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ اسے درج ذیل کتب مؤلفین نے درج کیا ہے۔

الشرف الموبد لآل محمدؐ ۶۸

تذکرۃ الخواص ۲۲۴

الصاہبہ ج ۲ ص ۵۰۹

کمال الدین ج ۱ ص ۲۹۴

سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۹۷

اہل البيت ص ۳۳

حق تعالیٰ کا یہ ارشاد

قل لا اسئلكم عليه اجر الا المودة في القربى (سورہ شوریٰ آیہ ۲۳)

فرمادیجئے کہ میں اس کی اجرت قریٰ کی مودت کے سوا کچھ نہیں مانگتا۔

ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ سے سوال کیا گیا کہ یہ کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ علی وفاطمہ اور ان کے دو بیٹے۔ (۷)

سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب آیہ ”قل لا اسئلكم عليه اجر الا المودة في القربى“ نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ کہ کون ہیں جن کی مودت ہم پر واجب کی گئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: علی وفاطمہ وحسن وحسین۔ (۸)

ابوالحسن کہتا ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے، ان سے ان کے آباؤ اجداد نے اور انہوں نے امیر المؤمنین علی سے روایت کی ہے کہ مہاجرین رسول اللہ کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول یہ آپ کیلئے نفقہ کی مونت و خرچ ہے اور ان کیلئے جو وفود آپ کے پاس آتے ہیں۔ یہ ہمارے اموال ہماری جانوں کے ساتھ حاضر ہیں۔ ان میں اپنا حکم جاری کیجئے۔ یہ آپ کا ہم پر احسان ہوگا۔ آپ جو چاہیں عطا فرمائیں اور جو چاہیں روک رکھیں۔ آپ پر کوئی مانع نہیں۔ پس اسی وقت اللہ نے روح الامین کو آپ پر نازل فرمایا اور اس نے کہا اے محمد ”قل لا اسئلكم عليه اجر الا المودة في القربى“ پس وہ لوگ آپ کی بارگاہ سے نکلے تو منافقین کہنے لگے کہ رسول اللہ کو جو کچھ ہم نے پیش کیا اس کے ترک کرنے پر کسی چیز نے نہیں ابھارا سوائے اس کے کہ وہ ہمیں اپنے قرابت داروں کی محبت پر آمادہ کریں۔ یہ کوئی شت نہیں ہے مگر افتراء جو انہوں نے اپنی مجلس میں گھڑ لیا ہے۔ یہ تو ایک عظیم بہتان ہے پس خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ام يقولون افتری علی اللہ کذباً فان یشاء اللہ یختم علی قلبک و یمح اللہ الباطل و

یمحق الحق بکلمتہ انہ علیم بذات الصدور۔

کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹا افتراء باندھا ہے؟ پس اگر خدا چاہتا تو تیرے دل پر مہر لگا دیتا اور خدا باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے محقق کرتا ہے وہ سینوں کے

راز سے باخبر ہے۔ (شوریٰ ۲۴)

پس رسول اللہ نے ان کی طرف کسی کو بھیجا۔ جب وہ آئے تو فرمایا: کیا کوئی بات تمہارے درمیان ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے بعض نے سخت قسم کی گفتگو کی ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے۔ تو آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو وہ رونے لگے۔ جب ان کا گریہ شدید ہوا تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی:

وہو الذی یقبل..... عبادہ ویعفو عن السیات ویعلم ما تفعلون۔

وہ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے جانتا ہے۔ (۹)

آپ احادیث رسولؐ کی روشنی میں

کتب صحاح اور مسانید حدیث، ان احادیث نبویہ سے بھری پڑی ہیں جو اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ بہت سے علما نے ان میں سے بعض احادیث اپنی مخصوص تصانیف میں جمع کی ہیں اور ان کے علاوہ بعض نے اپنی تصانیف میں مستقل فصول علیحدہ رکھی ہیں۔

ان احادیث میں سے جو خامس اہل کساء اور سید الشہاب اہل جنت امام حسن کے ساتھ مخصوص ہیں بعض کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ احمد بن حنبل امام مذہب، امام مذہب اہل سنت نے اپنی سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ تشریف لائے اور فاطمہ کے صحن خانہ میں بیٹھ گئے۔ پس حسن تیزی سے آئے۔ آنحضرتؐ نے انہیں گلے لگالیا اور ان کے بوسے لیے اور فرمایا: خدایا! میں اس سے محبت کرتا ہوں اور ہر اس شخص سے محبت کرتا ہوں جو اس سے محبت کرے۔ (۱۰)

۲۔ بخاری میں حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو منبر پر دیکھا۔ حسن بن علی ان کے ساتھ تھے۔ آپؐ کبھی لوگوں کی طرف اور کبھی حسن کی طرف رخ کرتے اور فرماتے: یقیناً میرا یہ بیٹا سید و سردار ہے اور شاید خدا اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ (۱۱)

۳۔ آنحضرتؐ نے فرمایا حسن اسباط میں سے ایک سبط ہے۔ (۱۲)

۴۔ شیخیں (مسلم و بخاری) نے براہ روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے رسول اللہ کو اس حالت میں دیکھا کہ حسن آپ کے کندھے پر تھے اور آنحضرتؐ فرما رہے تھے: خدایا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو تھی اسے دوست رکھ۔ (۱۳)

آپ کی خلافت کے نصوص

ہم پہلے باب، امام امیر المؤمنین میں رسول اعظم کے بارے میں آئمہ اثنا عشر کے نصوص پیش کر چکے ہیں اور اس امر پر رسول اللہ کی چوالیس احادیث بیان کی ہیں۔ یہاں کچھ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو خصوصیت سے حسنین علیہما السلام کی امامت پر نص ہیں، جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

ابنای ہذان امامان قاما اوقعدا

میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں کھڑے ہوں یا بیٹھ جائیں۔ (۱۴)

رسول اکرمؐ کے نصوص کے علاوہ آئمہ نے بھی بعض دوسرے آئمہ پر نص کی ہے۔ یہاں

امام حسن پر امام امیر المؤمنین کے چند نصوص پیش کرتے ہیں:

۱۔ سلیم بن قیس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امیر المؤمنین علی کو دیکھا جب آپ اپنے بیٹے کو وصیت فرما رہے تھے۔ انہوں نے اپنی وصیت پر حسین، محمد..... اپنی تمام اولاد، رؤساء شیعہ اور اپنے اہل بیت کو گواہ بنایا۔ پھر امام حسن کو کتب اور ہتھیار دیے اور فرمایا: بیٹا! مجھے رسول اللہؐ نے حکم دیا تھا کہ میں تمہیں اسی طرح وصیت کروں اور اپنی کتب و ہتھیار تمہارے سپرد کروں جیسے کہ آپ نے مجھے وصیت کی اور اپنی کتب و ہتھیار میرے سپرد کیے اور مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں امر کروں کہ جس وقت تمہیں موت آئے تو تم یہ چیزیں اپنے بھائی حسین کے سپرد کرنا۔ پھر آپ اپنے بیٹے حسین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہیں رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ تم یہ چیزیں اپنے اس بیٹے کے سپرد کرنا۔ پھر آپ نے علی بن الحسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اور تمہیں رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ تم یہ چیزیں محمد بن علی کے سپرد کرنا اور اسے میری اور رسول اللہؐ کی طرف سے سلام کہنا۔ (۱۵-۱۶)

۲۔ اصبح بن نیاتہ سے روایت ہے جب حضرت علی کو ابن ملجم ملعون نے ضرب لگائی تو آپ نے حسن و حسین کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ یقیناً آج ہی کی رات میری روح قبض ہوگی۔ پس میری بات سنو اور اے حسن تم میرے وصی ہو (۱۷) اور میرے بعد امر خلافت کے ساتھ قیام کرنے والے ہو اور اے حسین تم اس کے ساتھ وصیت میں شریک ہو۔ پس خاموش رہنا اور جب تک یہ زندہ ہے اس کے امر کا اتباع و پیروی کرنا اور جب یہ دنیا سے رحلت کر جائے تو تم ناطق ہو اور اس کے بعد اس کی طرف سے قائم بالا مرہو۔ ان کے لیے آپ نے وصیت کا ایک عہد و منشور لکھوایا جسے جمہور علمائے نقل کیا ہے۔ (۱۷)

۳۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ آپ نے اپنی موت کے وقت عہد خلافت حسن کے سپرد فرمایا۔ (۱۸)

آپ کی عبادت کا ایک شمعہ

جس وقت آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا ذکر ہو تو ذہن مسلسل عبادت، اور اذکار کثیرہ، کرم و احسان، مثالی سیرت اخلاق فاضلہ اور صفات کریمہ کی طرف مبادرت و سبقت کرتا ہے۔ پس وہ ذوات مقدسہ مجموعہ فضائل اور منتہائے مکارم ہیں ان کے بعد امجد رسول اللہ نے اپنی صفات و اخلاق کا انہیں وارث بنایا، اپنی عادات و اطوار کے تحفظ بخشے۔ ان ہی اسباب سے وہ افضل خلائق اور اکرم و اشرف کائنات قرار پائے۔ اس فصل میں ہم امام ابو محمد حسن کی عبادت کا ذکر کریں گے۔ مقام تعجب نہیں ہے کہ آپ عبادت میں تکان، جدوجہد اور خشوع و خضوع کی انتہا پر پہنچے ہوئے تھے۔ آپ کی عبادت میں یہ ہے کہ:

- ۱- آپ نے پچپن حج پایادہ کیے، جب کہ سواری کی اونٹنیاں آپ کے ساتھ ہوتی تھیں۔ (۱۹)
- ۲- جب آپ وضو کرتے تو آپ کے بدن کا جوڑ جوڑ ہلنے لگتا، رنگ زرد ہو جاتا۔ اس بارے میں آپ سے استفسار کیا گیا تو فرمایا: جو شخص: رب العرش کی بارگاہ میں حاضر ہو تو ضروری ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو جائے اور اس کے مفاصل اور جوڑ کا نپنے لگیں۔ مسجد کے دروازے پر پہنچتے تو سراٹھا کر عرض کرتے:

الہی ضیفک بابک یا محسن قد اتاک المسیئ فی تجاوز عن قبیح ما عندی بجمیل ما عندک یا کریم

- ۱- اے معبود تیرا مہمان تیرے دروازہ پر کھڑا ہے: اے محسن خطا کا تیرے پاس آیا ہے۔
- پس اے کریم میرے قبیح سے اپنے جمیل کے صدقہ درگزر فرما۔ (۲۰)
- ۳- جس وقت بھی دیکھا آپ کی زبان ذکر خدا میں مشغول تھی۔ (۲۱)
- ۴- آپ جب موت یا قبر کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے۔ قبر سے اٹھنے اور حشر و نشر کو یاد فرماتے تو رونے لگتے اور جب پل صراط سے گزرنے کا ذکر فرماتے تو بے اختیار رو دیتے اور جب بارگاہ احدیث میں پیش ہونے کا ذکر کرتے تو ایک چیخ آپ کے دہن مبارک سے نکلتی اور آپ پر غشی طاری ہو جاتی۔ نماز کے لیے رب عز و جل کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے تو آپ کے کندھے کا نپنے لگتے۔ جب جنت و جہنم کا ذکر کرتے تو سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کی طرح ہو جاتے اور اللہ سے جنت کا سوال کرتے اور جہنم سے پناہ مانگتے۔ جب قرآن پاک سے یا ایہا الذین امنوا کی تلاوت فرماتے تو بلا فصل فرماتے لبیک اللہم لبیک اے معبود میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں اور ہر حال میں اللہ سبحانہ کا ذکر فرماتے رہتے۔

آپ کی سیرت کا گوشہ

آپ کی سیرت اپنے نانا اور اپنے باپ کی سیرت تھی۔ خطا کار سے چشم پوشی کرنا، قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دینا، تواضع کرنا اور دیگر اسی قسم کی قابل تعریف خوبیاں اور صفات کریمہ تھیں۔ موجودہ زمانہ میں ایسی سرت کو بنیاد بنانے اور راہ پر چلنے کی امت کس قدر محتاج ہے کہ اس کا عظیم ماضی اور قدیم عزت لوٹ آئے۔

یہاں ہم آپ کی سیرت کے بعض امور بیان کرتے ہیں:

۱- آپ نے فرمایا کہ دنیا ئے عرب کے سر اور دماغ میرے ہاتھ میں تھے۔ وہ صلح کرتے جس سے میں صلح کرتا اور جنگ کرتے جس سے میں جنگ کرتا۔ مگر میں نے خدا کی رضا کے حصول اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے پیش نظر اس حکومت کو ترک کر دیا۔ (۲۲)

۲- مبرد اور ابن عائشہ نے روایت کی ہے کہ ایک شامی نے آپ کو سواری کی حالت میں دیکھا تو سب و شتم اور لعن طعن کرنے لگا آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب کہہ چکا تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا کر فرمایا: اے شیخ! میں گمان کرتا ہوں کہ تو مسافر ہے اور شاید تجھے اشتباہ ہوا ہے۔ اگر تو رضایت چاہے تو ہم تجھ سے راضی ہو جائیں گے۔ اگر کچھ سوال کرے تو عطا کریں گے، ہدایت چاہے تو رہبری کریں گے، سواری چاہے تو سواری کا جانور دیں گے، اگر محتاج ہے تو حاجت روائی کریں گے، پناہ چاہے تو پناہ دیں گے۔ اگر اور کوئی حاجت رکھتا ہے تو وہ بھی پوری کریں گے۔ پس اگر تو اپنا سامان سفر ہمارے یہاں لے چلے اور اپنی روانگی تک ہمارا مہمان رہے تو تیرے لیے زیادہ مفید ہوگا کیونکہ ہمارے پاس وسیع جگہ، کشادہ جاہ و جلال اور وافر مال ہے۔ اس شخص نے یہ گفتگو سنی تو رو دیا اور کہا اشہد انک خلیفۃ اللہ فی ارضہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے خلیفہ ہیں اس زمین پر۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں قرار دے۔ آپ اور آپ کے والد میرے نزدیک سب مخلوق خدا سے زیادہ مغضوب تھے اور اب تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس نے اپنا سامان آپ کے یہاں منتقل کر لیا اور کوچ کرنے تک آپ ہی کا مہمان رہا اور آپ کی محبت کا معتقد ہو گیا۔ (۲۳)

۳- آپ فقراء کے قریب سے گزرے جو چین کر لائے ہوئے روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو زمین پر بکھیرے ہوئے تھے اور کھا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو شرکت کی دعوت دی۔ آپ نے قبول فرمائی اور فرمایا: ان اللہ لا یحب المتکبرین (اللہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے انہیں اپنی مہمانی کی دعوت دی۔ انہیں کھانا بھی کھلایا اور لباس بھی پہنایا۔ (۲۴)

۴۔ امام حسن علیہ السلام سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ فقر و فاقہ میں ہونے کے باوجود سائل کو کبھی رد نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا سائل ہوں، مجھے یہی پسند ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ خود سائل ہوتے ہوئے کسی سائل کو رد کروں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عادی بنادیا ہے۔ وہ مجھ پر اپنی نعمتوں کا فیضان کرتا ہے۔ میں نے اسے عادت بنایا ہوا ہے کہ لوگوں پر اس کی نعمتوں کا فیض کروں۔ پس مجھے خوف ہے کہ اگر میں اپنی عادت چھوڑ دوں تو وہ بھی اپنی عادت مجھ سے روک دے۔ پھر اپنے یہ اشعار پڑھے:

اذا	ما	اتانی	سائل	قلت	مرحبا
بمن	فضله	فرض	علی	معجل	
و	من	فضله	فضل	علی	کل
و	افضل	ایام	الفتی	حین	یسئل

جب کوئی سائل آتا ہے تو میں کہتا ہوں: مرحبا اے وہ شخص کہ جس پر جلدی فضل و بخشش کرنا مجھ پر فرض ہے اور اس پر فضل کرنے ہی سے ہر فضل کرنے والے پر فضل ہوتا ہے اور جواں مرد کی زندگی کے افضل دن وہی ہوتے ہیں جب اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ (۲۵)

آپ کا احسان و کرم

جس شخص نے بھی آپ کے حالات زندگی بیان کیے ہیں اس نے آپ کے جود و کرم اور امت پر آپ کے احسانات کا بھی ذکر کیا ہے۔ مورخین، اہل سیر اور اہل تراجم کے ان تمام اذکار کو اگر ہم جمع کرنا چاہیں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے، البتہ ان تذکروں میں سے بعض کو یہاں اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ آپ نے اپنا مال راہ خدا میں تین بار تقسیم کیا، یہاں تک کہ پاؤں کے جوتے میں سے ایک رکھ لیتے اور دوسرا دے دیتے تھے۔ دو بار آپ نے اپنا مال اس طرح تقسیم کیا کہ کل کا کل مال راہ خدا میں چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ (۲۶)

۲۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے اپنی حاجت بیان کی۔ آپ نے فرمایا اس سوال سے تیرا مجھ پر عظیم حق ہے۔ میری معرفت اس حق کو اور بڑھ رہی ہے۔ تیری آرزو کہ جس کا تو اہل ہے پورا کرنے سے میرا ہاتھ عاجز ہے۔ اللہ کی راہ میں بہت زیادہ دینا بھی کم ہے۔ میرا ملک تیرے شکر کے لیے ناکافی ہے۔ تیرے واجب حق کے لیے مجھے جو کچھ کرنا چاہیے تھا اس سے قطع نظر جو کچھ اس وقت میسر ہے اسے قبول کرے تو میں ایسا کرنے کو تیار ہوں۔ اس نے کہا فرزند رسول! میں قلیل کو قبول کرتا ہوں اور جو

کچھ آپ عطا فرمائیں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور مزید نہ دینے کا عذر قبول کرتا ہوں۔ امام حسن نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس کے ساتھ اپنے مخارج کا حساب کیا۔ حساب مکمل کر کے فرمایا: تین لاکھ درہم سے جو زائد ہے وہ لے آؤ۔ وہ پچاس ہزار درہم لے آیا۔ فرمایا کہ پانچ سو دینار کا کیا کیا؟ عرض کیا وہ میرے پاس ہیں۔ فرمایا وہ بھی لے آؤ۔ وکیل انہیں لے آیا تو وہ درہم و دینار آپ نے اس شخص کو دیے اور فرمایا کوئی مزدور لے آؤ جو انہیں اٹھالے جائے۔ وہ دو مزدور لے آیا۔ امام نے ان کو مزدوری میں اپنی ردا عنایت فرمائی۔ آپ کے موالی غلاموں نے عرض کیا خدا کی قسم ہمارے پاس تو ایک درہم بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ کے یہاں میرے لیے اجر عظیم ہوگا۔ (۲۷)

۳۔ آپ نے انصار کی ایک جماعت سے ایک باغ چار لاکھ میں خریدا۔ پھر آپ کو خبر ملی کہ وہ لوگوں کے محتاج ہو گئے تو آپ نے وہ باغ بلا قیمت انہیں واپس کر دیا۔ (۲۸)

۴۔ آپ کے پاس ایک دیہاتی عرب آیا۔ آپ نے فرمایا خزانے میں جو کچھ ہے اسے دیدو۔ اس میں ہزار درہم تھے۔ آپ نے وہ سب اسے دیدیے۔ اعرابی نے عرض کیا: میرے آقا و مولا! آپ نے نہ تو مجھے اپنی حاجت و ضرورت ظاہر کرنے دی اور نہ ہی مدح و ثنا کا موقع دیا۔ امام نے حسب ذیل اشعار پڑھے:

نحن اناس نوالنا فضل

یرتع فیہ الرجاء والامل

ہم ایسے لوگ ہیں جن کی بخشش تروتازہ ہے جس میں رجاء و امید پرورش پاتی ہے۔

تجود قبل السؤال انفسنا

خوفا علی ماء وجه من یسل

سوال کرنے سے پہلے ہمارے نفوس سخاوت کرتے ہیں، اس خوف سے کہ کسی کے چہرے کا پانہ نہ بہہ

جائے۔

لو علم البحر فضل نائلنا

لغاض من بعد فیضه خجل

اگر سمندر کو ہماری فراواں بخشش معلوم ہو جائے تو وہ نجالت سے زمین میں دھنس جائے۔ (۲۹)

۵۔ امام حسن، امام حسین اور عبداللہ بن جعفر حج کے لیے نکلے تو ان کا سامان سفر پس و پیش ہو گیا۔ وہ بھوکے پیاسے رہ گئے۔ انہوں نے ایک بڑھی کو ایک خیمہ میں دیکھا۔ اس سے پانی مانگا۔ اس نے عرض کیا اس بکری کا دودھ دوہ کر پی لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس سے کھانا مانگا۔ اس نے کہا میرے پاس تو صرف یہی بکری ہے۔ آپ میں سے کوئی ایک اس کو ذبح کر لے۔ ایک نے ذبح کیا اور اس کی کھال

اتاری۔ ضیفہ نے اس کا گوشت بھونا اور ان حضرات نے کھایا۔ پھر قیلولہ کیا۔ جب چلنے لگے تو فرمایا ہم قبیلہ قریش کے افراد ہیں۔ ہم اس طرف جا رہے ہیں جب ہم واپس آئیں تو ہم سے مل لینا۔ ہم تجھ سے نیکی و احسان کریں گے۔ پھر رخصت ہو گئے۔ جب بڑھیا کا شوہر آیا تو اسے مطلع کیا۔ وہ کہنے لگا وائے ہو تجھ پر تو نے بکری ایسے لوگوں کے لیے ذبح کی جنہیں جانتی تک نہیں اور کہتی ہے کہ قبیلہ قریش کے کچھ افراد تھے۔ پھر کچھ دن گزر گئے اور اس عورت کے حالات خراب ہو گئے تو اس نے کوچ کیا۔ یہاں تک کہ مدینے سے گزری۔ امام حسن نے اسے دیکھا اور پہچان لیا۔ فرمایا مجھے پہچانتی ہو۔ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا میں فلاں فلاں دن کا تمہارا مہمان ہوں۔ پھر آپ نے اس کے لیے ایک ہزار بکری اور ایک ہزار دینار دینے کا حکم صادر فرمایا اور اسے ایک قاصد کے ساتھ امام حسین کے پاس بھیجا۔ آپ نے بھی اتنا ہی مال اسے دیا۔ پھر عبداللہ بن جعفر کے پاس بھیجا اور انہوں نے اسی قدر مال اس بڑھیا کو دیا (۳۰)

۶۔ آپ نے ایک شخص کو اپنے پروردگار سے دس ہزار درہم رزق دینے کا سوال کرتے سنا۔ آپ اپنے گھر کی طرف پلٹے اور مطلوبہ رقم اس کو بھیج دی۔ (۳۱)

آپ کے خطبات کا ایک گوشہ

امام حسن کے بہت سے خطبات ہیں۔ زمانہ امیر المومنین کے بھی اور ان کی شہادت کے بعد کی بھی، صلح سے پیشتر کے اور صلح کے بعد کے بھی۔ اگر ان سب کو جمع کریں تو ایک مستقل کتاب ہو جائے گی۔ یہ خطبات خدا کی حمد و ثناء، رسول اللہ پر درود و سلام، اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت و برتری اور حق کی طرف دعوت دینے پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں:

۱۔ آپ کا ایک خطبہ جس میں آپ کوفہ کے لوگوں کو جہاد پر آمادہ کرتے ہیں:

حمد ہے اس خدا کے لیے جو غالب و جبار اور واحد و قہار اور کبیر المتعال ہے۔ چاہے تم میں سے کوئی اپنی بات کو پوشیدہ رکھے یا ظاہر کرے، رات کو چھپنا چاہے یا دن کو چلے، سب کو جانتا ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں احسان اور پے در پے نعمات پر اور ان چیزوں پر کہ جنہیں ہم دوست رکھتے یا ناپسند کرتے ہیں شدت و آسانی میں سے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس نے ان کی نبوت سے ہم پر احسان کیا اور انہیں اپنی رسالت کے ساتھ مخصوص کیا۔ ان پر اپنی وحی نازل کی۔ انہیں اپنی تمام مخلوق پر مصطفیٰ قرار دیا اور انہیں جن و انس کی ہدایت کے لیے اس وقت بھیجا جبکہ بتوں کی عبادت اور شیطان کی اطاعت ہو رہی تھی اور خدائے رحمان کا انکار کیا جا رہا تھا۔ پس اللہ کی رحمت نازل ہو آپ اور آپ کی آل پر۔ انہیں افضل جزا دے جو مرسلین کو جزا دی ہے۔ اما بعد میں تم سے ایسی بات نہیں

کہہ رہا کہ جسے تم نہ جانتے ہو۔ یقیناً امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کو اللہ نے اپنے امر کی رہبری اور نصرت سے عزت بخشی ہے اور آنجناب نے مجھے بھیجا ہے کہ تمہیں راہ نیک اختیار کرنے، کتاب خدا پر عمل کرنے اور راہ خدا میں جہاد کرنے کی دعوت دوں۔ اگرچہ اس دنیا میں وہ کچھ ہے جسے تم پسند نہیں کرتے لیکن اس کی آخرت میں وہ کچھ ہے جسے تم ان شاء اللہ دوست رکھتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ حضرت علی نے اکیلے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور اس وقت رسالت کی تصدیق کی ہے جب کہ ان کی عمر صرف دس سال تھی۔ وہ رسول پاک کے ساتھ تمام معرکوں میں حاضر رہے۔ ان کی رضا الہی اور اطاعت رسول میں جدوجہد اور اسلام کے لیے ان کے اچھے آثار وہ ہیں جو تم تک پہنچ چکے ہیں۔ رسول اللہ ان سے ہمیشہ راضی رہے، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کی آنکھیں بند کیں اور انہیں اکیلے ہی غسل دیا جبکہ ملائکہ ان کی اعانت و مدد کر رہے تھے اور ان کا چچا زاد بھائی فضل پانی لا رہا تھا۔ پھر آپ نے آنحضرت کو قبر میں اتارا۔ حضور پاک نے اپنا قرض ادا کرنے اور وعدوں کو پورا کرنے اور دوسرے بہت سے امور انجام دینے کا انہیں حکم دیا تھا۔ یہ سب کچھ ان پر اللہ کا احسان تھا۔ پھر خدا کی قسم! لوگوں کو انہوں نے اپنی طرف نہیں بلایا بلکہ لوگوں نے ان پر اس طرح ہجوم کیا جیسے پیاسے اونٹ پانی کے گھاٹ پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پس انہوں نے خوشی سے اطاعت کرتے ہوئے آپ کی بیعت کی۔ پھر آپ کی طرف سے بغیر کسی حادثہ و غلطی سرزد ہونے کے محض حسد و بغاوت کی بنا پر بیعت توڑنے والوں نے بیعت توڑ دی۔ پس اے بندگان خدا! اللہ سے ڈرنا، اس کی اطاعت کرنا، جدوجہد اور صبر کرنا اور اس طرف جلدی کرنا جس طرف امیر المؤمنین تمہیں بلائیں۔ یہ تم پر لازم و فرض ہے۔ خدا ہمیں اور تمہیں اسی طرح محفوظ رکھے جیسے اس نے اپنے اولیا اور اطاعت گزاروں کو محفوظ رکھا۔ ہمیں اور تمہیں اپنے تقویٰ کا الہام کرے اور دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے میں مدد فرمائے اور میں اپنے اور تمہارے لیے خدائے عظیم سے استغفار کرتا ہوں۔ (۲۲)

۲۔ امام حسن بن علی نے امیر المؤمنین کی شہادت کے بعد خطبہ دیا۔ فرمایا: بے شک اس رات ایسے شخص کی رحلت ہوئی جس پر پہلے لوگ عمل میں سبقت نہیں کر سکے اور نہ بعد والے لوگ عمل میں اس کے مقام کو پا سکیں گے۔ یقیناً وہ رسول اللہ کی معیت میں جہاد کرتے تھے۔ اپنی جان جو کھوں میں ڈال کر انہیں بچاتے تھے اور جب آنحضرتؐ اپنا علم و دیکر انہیں بھیجتے تو دائیں اور بائیں جبرائیل و میکائیل ان کے محافظ و معاون ہوتے۔ پس وہ خدا کی نصرت و فتح کے ساتھ واپس لوٹتے تھے۔ بے شک انہوں نے اس رات میں وفات پائی جس میں عیسیٰ ابن مریم کو اٹھایا گیا تھا اور اسی شب میں یوشع بن نون و صی موسیٰ نے وفات پائی تھی۔ انہوں نے اپنے پیچھے سونا چاندی کچھ نہیں چھوڑا سوائے سات سو درہم کے جو ان کی عطا سے باقی رہ گئے تھے اور اس سے اہل خانہ کے لیے غلام خریدنا چاہتے تھے۔ پھر گریہ آپ کے گلوگیر ہو گیا۔ آپ رونے لگے اور لوگوں نے بھی گریہ کیا۔

پھر آپ نے فرمایا: لوگو! جو مجھے جانتا پہچانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں حسن محمدؐ

بیٹا ہوں۔ میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں۔ میں اس کا لخت جگر ہوں جو اللہ عز و جل کے اذن سے اس کی طرف بلانے والا تھا۔ میں سراج منیر کا پارہ دل ہوں۔ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے خدا نے ہر قسم کے رجز و پلیدی کو دور رکھا ہے اور جنہیں اس طرح پاک رکھا ہے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے اور ان میں سے ہوں جن کی مودت اللہ نے قرآن میں فرض کی ہے جہاں اس نے فرمایا: **وَمَنْ يَلْتَمِسْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حَسَنًا** (جو حسنہ و نیکی کسب کرے تو ہم اس میں مزید حسن بھر دیتے ہیں) نیکی کسب کرنے سے مراد ہم اہل بیت کی مودت ہے۔ (۳۳)

۳۔ ابن اثیر نے کامل میں ذکر کیا ہے کہ جس وقت معاویہ نے حسن کی طرف مراسلہ بھیجا کہ امر حکومت میرے سپرد کر دیجیے تو آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

خدا کی قسم ہمیں اہل شام سے شک یا ندامت نے نہیں پلٹایا بلکہ ہم سلامتی و صبر کے ساتھ ان سے جنگ کرتے تھے۔ پس سلامتی عداوت کے ساتھ مل گئی ہے اور صبر جزع و فزع کے ساتھ۔ تم جنگ صفین میں جب لڑ رہے تھے تو تمہیں دنیا کے مقابلے میں دین عزیز تھا اور آج تمہیں دین سے زیادہ دنیا پیاری ہے۔ یاد رکھو تم دو قسم کے مقتولوں کے درمیان ہو، ایک صفین کے مقتول کہ جن پر تم روتے ہو اور دوسرے نہروان کے مقتول جن کا انتقام چاہتے ہو۔ جو رونے والا ہے وہ ساتھ چھوڑ بیٹھا ہے اور جو طالب ہے وہ انتقام چاہتا ہے۔ آگاہ ہو کہ معاویہ کی دعوت میں نہ عزت ہے اور نہ انصاف۔ اگر تم عزت کے ساتھ مرنا چاہتے ہو تو ہم اس کی دعوت کو رد کر دیتے ہیں اور اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو ہم اسے قبول کر لیتے ہیں اور تمہاری خوشی پوری کر دیتے ہیں۔ پس ہر طرف سے آوازیں آئیں (ہم چاہتے ہیں) زندہ رہنا۔ (۳۴)

۴۔ معاویہ جب کوفہ میں داخل ہوا تو عمرو بن عاص نے مشورہ دیا: حسن سے کہو کہ وہ خطبہ دیں تاکہ ان کا عجز و انکسار ظاہر ہو جائے۔ پس معاویہ نے آپ سے کہا: لوگوں سے خطاب فرمائیں۔ پس امام کھڑے ہو گئے اور فرمایا: لوگو! بے شک اللہ نے ہماری اول شخصیت کے ذریعہ تمہاری ہدایت فرمائی اور آخری کے ذریعہ تمہارے خون کو محفوظ رکھا۔ ہم تمہارے نبی کے اہل بیت ہیں۔ خدا نے ہم سے ہر قسم کے رجز کو دور رکھا ہے اور ہمیں پاک رکھا ہے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے۔ امر حکومت کے لیے ایک مدت ہے اور دنیا ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہونے والی چیز ہے۔ بے شک خدا نے اپنے نبی سے فرمایا: **وَأَنْ أَدْرِي لَعَلَّه فِتْنَةٌ لَكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ** (میں نہیں جانتا کہ شاید یہ تمہارے لیے فتنہ و امتحان ہے اور ایک وقت تک کے لیے متاع اور لذت حاصل کرنے کی چیز ہے)۔ پس لوگ دہاریں مار کر رونے لگے تو معاویہ، عمرو کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: یہ ہے تیری رائے۔ (۳۶)

آپؐ کی چند وصیتیں

آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اپنے محبوبوں اور شیعوں کو جو وصیتیں کی ہیں ان سے کتب سیر و توارث نچڑ ہیں۔

یہ وصایا معارف، اخلاق، اور دعوت الی الحق کے خزانوں پر مشتمل ہیں۔ یہ وصایا جو ہم تک پہنچی ہیں اگر ہم انہیں یکجا کریں تو بہت زیادہ اور زنی ہیں۔ دور حاضر کی دینی تحریکوں میں امت اسلامی ان کی حاجت مند ہے۔ ہم اپنے آقا ابو محمد حسن علیہ السلام کے وصایا میں سے بعض کو یہاں پیش کرتے ہیں:

۱۔ آنجناب نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں سے فرمایا: اے میرے اور میرے بھائی کے بیٹو! تم آج قوم کے بچے ہو مگر کل قوم کے بڑے بن جاؤ گے۔ پس علم حاصل کرو۔ تم میں سے جو اسے بیان نہیں کر سکتا، یاد نہیں رکھ سکتا وہ اسے لکھ لے اور بحفاظت گھر میں رکھ لے۔ (۳۶)

۲۔ آنجناب نے فرمایا: آدم کے بیٹو! اللہ کے محرمات سے پاک دامن رہو تو عابد ہو جاؤ گے اور جو کچھ خدا نے دیا ہے اس پر راضی رہنے سے غنی ہو جاؤ گے۔ پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے سے حفظ و سلامتی میں رہو گے۔ تمہارے سامنے ایسے لوگ تھے جو بہت سے مال جمع کرتے، مضبوط عمارتیں بناتے اور دنیا سے بے شمار امیدیں وابستہ رکھتے تھے۔ ان کا جمع شدہ مال برباد ہو گیا، عمل دھوکہ بن گیا اور ان کے گھر قبروں میں بدل گئے۔ اے ابن آدم! تو جس دن سے ماں کے پیٹ سے باہر آیا اپنی عمر کو کم کرنے میں لگا ہوا ہے۔ پس جو کچھ تیرے پاس پونجی ہے اس میں سے آگے کے لیے محفوظ کر لے کیونکہ مومن اپنے مال سے زاد راہ تیار کرتا ہے اور کافر لذت حاصل کرتا ہے۔

۳۔ آپ کی بیماری کے دوران جس میں آپ نے انتقال فرمایا، جنادہ بن امیہ حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: فرزند رسول! مجھے وعظ و نصیحت کیجیے۔ فرمایا: ہاں اپنے سفر کے لیے تیار کر اور اجل آنے سے پہلے زاد راہ حاصل کر لے اور جان لے کہ تو دنیا کو طلب کرتا ہے اور موت تجھے طلب کرتی ہے۔ کل کی آرزوؤں کے غم و ہم کا بوجھ آج پر نہ ڈال اور جان لے کہ جو کچھ تو کسب کرتا ہے اس میں تیری ضرورت و مصرف سے زائد مال دوسروں کا ہے اور وہ تیرے پاس ان کی امانت ہے۔ اور یہ بھی جان لے کہ دنیا کے حلال میں حساب اور حرام میں عقاب ہے اور شبہات میں عتاب و سرزنش ہے۔ پس دنیا کو مردار کے مثل سمجھ اور اس میں سے صرف اتنا حاصل کر جو تیرے لیے کفایت کرے۔ اگر تو وہ حلال ہو تو تو نے اس میں زہد و تقویٰ سے کام لیا اور اگر حرام ہو تو تجھ پر اس کا بوجھ اور عذاب نہیں ہوگا۔ پس تو نے اس سے ایسے لیا ہے جیسے کوئی بحالت مجبوری مردار سے لیتا ہے۔ اب اگر اس پر عتاب و سرزنش ہوئی بھی تو تھوڑی ہوگی۔ کار دنیا میں مشغول ہو، ایسے کہ گویا ہمیشہ دنیا ہی میں رہنا ہے اور کار آخرت کو یوں انجام دے گویا کل ہی مرجانا ہے اور جب تو قوم و قبیلہ کے بغیر عزت اور سلطنت و حکومت کے بغیر ہیبت و بدبہ چاہے تو اللہ کی معصیت کی ذات سے نکل کر خدائے عز و جل کی اطاعت سے عزت حاصل کر۔ اور جب تو کسی کی مصاحبت کی ضرورت محسوس کرے تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کر جس کا ساتھ تجھے زیب دیتا ہو تو اس کی خدمت کرے تو وہ شخص دیانت و حفاظت کرے۔ جب تجھے اس کی مدد کی ضرورت ہو تو وہ مدد کرے۔ تو بات کرے تو وہ

تصدیق کرے تو کسی پر حملہ آور ہو تو وہ تیرا بھرپور ساتھ دے اور تو کسی فضیلت کی طرف ہاتھ بڑھائے تو وہ بھی بڑھائے، اگر تجھ میں کسی طرح کی کمزری پیدا ہو تو وہ اسے رفع کرے۔ اگر تو کوئی نیکی واحسان کرے تو وہ اسے شمار کرے۔ اگر تو اس سے سوال کرے تو وہ عطا کرے۔ اگر تو خاموش رہے تو وہ ابتدا کرے۔ اگر تجھ پر مصیبت نازل ہو تو وہ تیرا شریک غم ہونے کی طرف سے تجھے ہلاکت ومصائب پہنچیں۔ تجھ پر کوئی دقت پڑے تو وہ تیرا ساتھ نہ چھوڑے اور جب تم دونوں کسی تقسیم شدہ چیز میں نزاع کرو تو وہ تجھے ترجیح دے۔ (۳۸)

آپؐ کے بعض خطوط

اس فصل میں ہم آپؐ کے بعض خطوط پیش کرتے ہیں جو آپؐ نے معاویہ کو لکھے۔ یہ خطوط ایک حربی صلح اور زمانہ توقف میں تاریخی اہمیت رکھنے کے باوصف اللہ اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کی طرف دعوت اور اس دین کی حمایت و دفاع میں بھی بہت ہی اہم ہیں۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ آپؐ نے معاویہ کو ایک خط لکھا جسے جناب بن عبد اللہ از دی کے ہاتھ روانہ کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے بندے حسن بن علی امیر المؤمنین کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام۔ سلام علیک۔ میں اس اللہ کی حمد و تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اما بعد بے شک اللہ عز و جل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ عالمین کے لیے رحمت اور مومنین کے لیے سنت واحسان اور سبھی لوگوں کے لیے رسول بنایا۔ لیند رمن کان حیا و یحق القول علی الکافرین تاکہ جو زندہ ہے اسے ڈرائے اور کافروں پر عذاب محقق ہو جائے۔ پس آپؐ نے اللہ کی رسالت و پیغامات پہنچائے، نہ اس میں کوتاہی کی نہ سستی اور امر خدا پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کی وفات فرمائی۔ خدا نے ان کے ذریعہ حق کو غلبہ دیا اور شرک کو مٹایا اور مومنین کی مدد کی۔ عرب کو عزت دی اور قریش کو شرف خصوصی بخشا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وانہ لذكر لک ولقو مک اور بے شک یہ قرانی تیرے اور تیری قوم کے لیے ذکر ہے۔ پس جب آپؐ وفات پا گئے تو عربوں نے آپؐ کی سلطنت میں نزاع کیا۔ قریش نے کہا ہم ان کی قوم و قبیلہ میں ان کے اولیا اور رشتہ دار ہیں۔ تمہارے لیے جائز نہیں کہ لوگوں میں محمد کی سلطنت اور ان کے حق میں ہم سے نزاع کرو۔ پس عربوں نے سمجھا کہ بات یہی ہے جو قریش کہہ رہے ہیں اور ان کی حجت و دلیل اس بارے میں ان کے خلاف قائم ہے جو قریش سے امر محمد میں نزاع کر رہے ہیں۔ پس عربوں نے قریش کی بات مان لی اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا۔

لیکن قریش نے ہم سے انصاف نہ کیا جس طرح عربوں نے ان سے انصاف کیا تھا۔ انہوں نے عربوں کو چھوڑ کر یہ امر انصاف و احتجاج کر کے لیا تھا لیکن جب ہم اہل بیت محمد اولیائے محمد نے احتجاج کیا اور انصاف طلب کیا تو انہوں نے ہمیں دور دھکیل دیا اور ہمیں نیچا دکھانے اور ہم پر ظلم و سختی کرنے پر مجتمع ہو گئے۔ پس ہماری وعدہ گاہ

اللہ ہے اور وہی ولی و نصیر ہے۔ ہم نے تعجب کیا محمد کی حکومت اور اپنے حق پر اپنے خلاف کود پڑنے والوں کی جسارت پر۔ اگرچہ وہ اسلام قبول کرنے اور دین کی طرف سبقت کرنے کی فضیلت رکھتے تھے۔ پس ان سے نزاع کرنے سے اس لیے رک گئے کہ اس سے منافقین و احزاب، دین میں رخنہ اندازی کا کوئی بہانہ تلاش کر کے اس کی خرابی کے درپے نہ ہو جائیں اور یہ نزاع خلافت ہی اس فساد کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔ جو وہ برپا کرنا چاہتے ہیں۔

اے معاویہ! آج اس امر خلافت کو اچک لینے کی تیری تدبیروں پر حیرت و تعجب ہے جس کا تو اہل نہیں ہے، نہ دینی فضیلت کے لحاظ سے اور نہ ہی اسلام میں کسی قابل تعریف اثر کی وجہ سے۔ تو احزاب میں سے ایک حزب کا فرزند اور قریش میں سے رسول اللہ کے سب سے بڑے دشمن کا بیٹا ہے۔ لیکن خدا تجھے نا امید کرے گا اور عنقریب تو وارد ہوگا اور جان لے گا کہ عاقبت کا گھر کس کے لیے ہے۔ خدا کی قسم تو عنقریب اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور پھر وہ تجھے اس کی سزا دے گا جو کچھ تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

یقیناً حضرت علی علیہ السلام جب اپنی راہ پر روانہ ہو گئے (خدا کی رحمت ہو ان پر جس دن وہ زندہ مبعوث ہوں گے) ان کے بعد مسلمانوں نے مجھے اپنا ولی امر انتخاب کیا۔ پس میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ فانی دنیا میں ہمارے لیے کوئی ایسی زیادتی نہ کرے جس سے آخرت میں اس کی کرامت میں ہمارا حصہ کم ہو جائے۔ اس امر خلافت کا جو عذر میرے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہے اس نے مجھے تیری طرف خط لکھنے پر آمادہ کیا ہے۔ اگر تو اس امر (میری خلافت) کو تسلیم کرے تو تیرے لیے بہت بڑا اجر و حصہ ہے اور مسلمانوں کے لیے صلاح و درستی ہے۔ پس باطل میں طول دینے کو چھوڑ دے اور میری بیعت میں داخل ہو جا جس میں باقی لوگ داخل ہو چکے ہیں چونکہ تو جانتا ہے کہ اللہ اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے اور اس کے حکم کی حفاظت کرنے والے اور قلب منیب رکھنے، اسے مالک و آقا سمجھنے والے کے نزدیک تیری نسبت میں اس امر خلافت کا زیادہ حق دار ہوں۔ پس اللہ سے ڈر، بغاوت کو چھوڑ اور مسلمانوں کے خون کو محفوظ رہنے دے۔ خدا کی قسم! تیرے لیے اس میں خیر و بھلائی نہیں ہے کہ تو اس خون کے علاوہ، جواب تک بہا چکا ہے، مزید خون ناحق کا بوجھ اپنی گردن پر لیے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے۔ پس اطاعت و سلامتی میں داخل ہو جا اور امر خلافت میں اس کے اہل کے ساتھ جو تجھ سے زیادہ حق دار ہے، نزاع نہ کرتا کہ خدا شعلہ کو بجھا دے اور کلمہ کو مجتمع کر دے اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہو جائے۔ اور اگر تو نے اپنی گمراہی کو طول دیتے ہوئے انکار کیا تو میں مسلمانوں کو ساتھ لے کر تجھ سے فیصلہ کن جنگ کروں گا یہاں تک کہ خدا ہمارے درمیان فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (۳۹)

۲۔ جب معاویہ بن ابی سفیان کو امیر المؤمنین کی وفات اور لوگوں کا امام حسن کی بیعت کرنا معلوم ہوا تو اس نے قبیلہ حمیر کا ایک شخص کوفہ اور بنی قین کا ایک آدمی بصرہ بطور جاسوس روانہ کیا تاکہ امام حسن کی حکومت کے خلاف

فساد پیدا کریں اور ہر صورت حال سے معاویہ کو مطلع کرتے رہیں۔ پس حمیری، جو اک قصاب کے پاس تھا، آپ کے حکم سے نکالا اور قتل کیا گیا اور قینی کو نکالنے کے لیے بصرہ کے حاکم کو لکھا۔ اسے بھی تلاش کر کے قتل کر دیا اور امام نے معاویہ کو خط لکھا: اباعد۔ بے شک تو نے حیلہ بازی اور چھپ کر فتنہ و فساد اور قتل و غارت کے لیے جاسوس بھیجے گویا کہ تو جنگ کرنا چاہتا ہے اور کس قدر قریب ہے جنگ۔ پس تو انتظار کر ان شاء اللہ اور مجھے معلوم ہوا کہ تو نے خوشی کا اظہار کیا جہاں کوئی عقلمند خوشی نہیں مناتا۔ تجھ جیسے لوگ اس معاملہ میں ایسے ہیں جیسے کہ شاعر نے کہا ہے ۔

فقل للذی یبقی خلاف الذی مضی
تجهز لا خری مثلها فکان قد
فانا و قد مات منا لکالذی
بروح فیمسی فی المیت لیفتدی

(ترجمہ) پس کہہ دے اس شخص کو جو اس کے خلاف چاہتا ہے جو ہو چکا ہے اسے اس کے مثل و مانند کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ گویا اس کا مثل ہو چکا ہے۔ میں اور ہم میں سے جو فوت ہو گیا اس کے مثل ہے کہ جو شام کے وقت چلے تاکہ رات کہیں گزرے اور صبح کو پھر چل پڑے۔ (۴۰)

۳۔ اہل بصرہ نے آپ کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور مسئلہ جبر پر آپ کی رائے طلب کی۔ آپ نے

جواب لکھا:

جو شخص اللہ اور اس کی قضا و قدر پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے اور جو اپنے گناہ کا بوجھ اپنے رب پر ڈالتا ہے، وہ فاسق و فاجر ہے۔ خدا کی اطاعت، جبر و اکراہ سے نہیں کی جاتی، نہ ہی غلبہ سے اس کی نافرمانی ہوتی ہے کیونکہ اللہ نے جن چیزوں کا لوگوں کو مالک بنایا ہے اصل میں وہ خود ان کا مالک ہے اور جن پر لوگوں کو قدرت دی ہے ان پر زیادہ قادر وہ خود ہے۔ پس اگر لوگ اطاعت کریں تو ان کے اور ان کے عمل کے درمیان وہ خلل نہیں ڈالتا اور اگر اطاعت نہ کریں تو مجبور نہیں کرتا۔ اگر خدا نے مخلوق کو اطاعت پر مجبور کیا ہوتا تو ان کو اطاعت کا ثواب نہ ملتا اور نافرمانی اور گناہ پر مجبور کرتا تو عقاب و سزا کو ساقط کر دیتا۔ اور اگر مہمل چھوڑ دیتا تو یہ قدرت میں عجز ہوتا۔ لیکن ان میں اس کی مشیت ہے جسے اس نے ان سے پوشیدہ رکھا ہے۔ اب اگر اس کی اطاعت کریں تب بھی اللہ کا ان پر احسان ہے اور اگر عمل معصیت انجام دیں تو ان پر جحمت ہوگی۔ (۴۱)

آپ کے مختصر کلمات کا انتخاب

مسلمانوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرنے، اس کی طرف راغب کرنے اور اس کی اطاعت پر آمادہ کرنے میں

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی زندگی مزین و آراستہ ہے اور وہ اس راہ میں مختلف ذرائع سے وسیلہ ہیں۔ ان کے ثقافتی پروگرام صرف اسباق تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان کے خطبات، وصیتوں اور خطوط سے بھی یہی افادہ ہوتا ہے۔ تاریخ نے ان کے مختصر کلمات اور چھوٹے چھوٹے جملوں کو محفوظ کیا ہے۔ خدا کی قسم! ان کلمات سے عیاں ہے کہ دوسروں کے طویل خطبات ان کی برابری نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ یہ مختصر کلمات ہمارے اجتماعی امراض کا علاج، حق و فضیلت کی طرف دعوت اور ہدایت و معرفت کے پیش بہا خزانے ہیں۔ ان میں سے بعض کو ہم یہاں پیش کرتے ہیں:

- ۱۔ گناہ کی سزا میں جلدی نہ کر۔ ان کے درمیان عذر پیش کرنے کا راستہ قرار دے۔
- ۲۔ آپ نے فرمایا: مزاح ہیبت و دبدبہ کو کھا جاتی ہے۔ سنجیدگی میں زیادہ ہیبت ہوتی ہے۔
- ۳۔ آپ نے فرمایا: فرصت ہاتھ سے جلدی نکل جاتی ہے اور دیر میں لوٹی ہے۔
- ۴۔ آپ نے فرمایا: نعمتیں جب تک قائم رہتی ہیں تو مجہول ہوتی ہیں اور جب پشت پھیرتی ہیں تو پہچانی جاتی ہیں۔
- ۵۔ آپ نے فرمایا: جو قوم مشورہ کرتی ہے وہ ضرور رشد و ہدایت کو پالیتی ہے۔
- ۶۔ آپ نے فرمایا: نعمت و احسان کا شکریہ ادا نہ کرنا کمینگی ہے۔
- ۷۔ آپ نے فرمایا: وہ خیر جس میں شر کا کوئی پہلو نہیں، نعمت کے ساتھ شکر کرنا اور مصیبت پر صبر کرنا ہے۔
- ۸۔ آپ نے فرمایا: تنگ و عار (جہنم کی) آگ سے آسان ہے۔
- ۹۔ آپ نے فرمایا: انسان کی تباہی تین چیزوں میں ہے، تکبر، حرص و لالچ اور حسد۔
- تکبر میں دین کی تباہی ہے اور اسی کی وجہ سے ابلیس ملعون قرار پایا۔ حرص نفس کی دشمن ہے۔ اسی کی بنا پر آدم جنت سے نکالے گئے اور حسد برائی کا پیشہ خیمہ و تمہید ہے۔ اسی کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔
- ۱۰۔ آپ نے فرمایا: جس میں عین نہیں اس میں ادب بھی نہیں۔ جس میں ہمت نہیں اس میں مروت بھی نہیں۔ لوگوں سے اچھے طریقہ سے معاشرت کرنا عقل کی سر بلندی ہے۔ عقل کے ذریعہ دونوں گھروں (دنیا و آخرت) کی پہچان ہوتی ہے۔ جو عقل سے محروم ہے وہ دونوں گھروں سے محروم رہا۔ (۴۲)
- ۱۱۔ آپ نے فرمایا: مکارم اخلاق دس چیزوں کا مجموعہ ہے۔ زبان کی سچائی، میدان کا سچا ہونا، سائل کو دینا، حسن خلق، اچھا بدلہ دینا، صلہ رحمی کرنا، پڑوسی پر مہربانی کرنا، حق دار کا حق پہچاننا، مہمان کی تواضع کرنا اور حیا ان سب میں سر بلند ہے۔

۱۲۔ آپ نے فرمایا: حاجت کا فوت ہونا اس سے بہتر ہے کہ اسے غیر اہل سے طلب کیا جائے۔ (۴۳)

۱۳۔ آپ نے فرمایا: میں نے کوئی حاسد سے زیادہ مظلوم سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ (۴۴)

- ۱۴۔ آپ نے فرمایا: اپنا علم دوسروں کو سکھاؤ اور دوسرے کا خود سیکھو۔ اس سے تم اپنے علم کو پختہ بھی کر لو گے اور جو نہیں جانتے اسے بھی جان لو گے۔ (۴۵)
- ۱۵۔ آپ نے ایک شخص سے فرمایا جو بیماری سے شفا یاب ہوا تھا خدا نے تجھے یاد رکھا ہے تو بھی اسے یاد رکھ تجھے معاف کر دیا ہے پس اس کا شکر ادا کر۔
- ۱۶۔ آپ نے فرمایا: جس وقت نوافل فریضہ کے لیے مضر ہوں تو انہیں چھوڑ دو۔
- ۱۷۔ آپ نے فرمایا: جو سفر کی دوری کو یاد رکھے وہ تیاری کرتا ہے۔
- ۱۸۔ آپ نے فرمایا: تمہارے اور موعظہ کے درمیان عزت کا حجاب ہے۔
- ۱۹۔ آپ نے فرمایا جو عبادت کو طلب کرتا ہے وہ اس کے لیے اپنے آپ کو پاک صاف کرتا ہے۔
- ۲۰۔ آپ نے فرمایا: علم نے طالب علموں کے عذر کو منقطع کر دیا ہے۔ (۴۶)

آپ کے بعض جوابات

اس فصل میں ہم اخلاق، عرفان اور آداب کے مختلف مسائل پر آپ سے کیے گئے سوالات کے جوابات پیش کرتے ہیں جو اختصار کے باوجود علم اخلاق اور حکماء کی طویل کتب میں نہیں ملیں گے۔ ان میں سے بعض سوال امیر المؤمنین نے آپ سے اس لیے کیے کہ آپ کے مقام و منزلت کا حسن اور فضیلت کا اظہار ہو سکے۔ ان میں بعض مسائل تو بہت ہی گہرے ہیں جیسا کہ بادشاہ روم کے سوالات جن کا جواب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان تک عام انسان کی ذہنی رسائی ہے لیکن یہ تو اہل بیت ہیں جن کا علم ان کے جد امجد سے بذریعہ جبریل خدا سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم آپ کے بعض جوابات کا ذکر کرتے ہیں۔

- ۱۔ آپ سے آپ کے والد گرامی امیر المؤمنین نے سوال کیا فرمایا اے بیٹا سدا و درستی کیا ہے؟ عرض کیا بابا جان سدا و درستی معروف کے ذریعہ منکر کو دفع کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا شرف کیا ہے؟ جواب عرض کیا: قوم و قبیلہ سے نیکی کرنا اور ان کی غلطیوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانا۔ پھر فرمایا مروت کیا ہے؟ جواب عرض کیا پاک دامنی اور انسان کا اپنے مال کی اصلاح و درستی کرنا۔ آپ نے فرمایا: پستی کیا ہے؟ عرض کیا: تھوڑی سی چیز پر نظر رکھنا اور معمولی اور حقیر چیز بھی دوسرے کو نہ دینا۔ آپ نے فرمایا: کمینگی کیا ہے؟ عرض کیا احسان کا اپنے آپ کو بچا لینا اور دینی ناموس دشمن کے سپرد کر دینا۔ آپ نے فرمایا: سخاوت کیا ہے؟ عرض کیا تنگی و فراخی میں خرچ کرنا۔

آپ نے فرمایا: بخل کیا ہے؟ عرض کیا: جو کچھ انسان کے ہاتھ میں ہو اس کو عظیم سمجھنا اور جسے خرچ کر دے اسے تلف سمجھنا۔

آپؐ نے فرمایا: بھائی چارہ کیا ہے؟ عرض کیا: شدت ورخا، سختی و نرمی میں وفاداری کرنا۔
 آپؐ نے فرمایا: بزدلی کیا ہے؟ عرض کیا: دوست کے ساتھ جرات کرنا اور دشمن سے پیچھے ہٹنا۔
 آپؐ نے فرمایا: غنیمت کیا ہے؟ عرض کیا: تقویٰ میں رغبت کرنا اور دنیا سے پرہیز کرنا۔
 آپؐ نے فرمایا: حلم و بردباری کیا ہے؟ عرض کیا: غصہ کو پی جانا اور نفس کو قابو میں رکھنا۔
 آپؐ نے فرمایا: غنی و تونگری کیا ہے؟ عرض کیا: اللہ کے دیے ہوئے رزق پر نفس کا راضی رہنا، خواہ وہ رزق بہت ہی کم ہو

کیونکہ غنی و تونگری تو نفس کی تونگری ہے۔

آپؐ نے فرمایا: فقر و فاقہ کیا ہے؟ عرض کیا: نفس کا ہر چیز کی طرف راغب و مائل ہونا۔
 آپؐ نے فرمایا: عزت و قوت کیا ہے؟ عرض کیا: شدت سے جنگ کرنا اور سخت ترین لوگوں کا مقابلہ کرنا۔
 آپؐ نے فرمایا: ذلت کیا ہے؟ عرض کیا: جنگ اور حملہ کے وقت جزع و فزع کرنا اور گھبرا جانا۔
 آپؐ نے فرمایا: رات کیا ہے؟ عرض کیا: مد مقابل کے مقابلہ کو جانا۔
 آپؐ نے فرمایا: کلفت کیا ہے؟ عرض کیا: بے مقصد گفتگو کرنا۔
 آپؐ نے فرمایا: مجد و بزرگی کیا ہے؟ عرض کیا: نقصان میں عطا کرنا اور مجرم کو معاف کرنا۔
 آپؐ نے فرمایا: عقل کیا ہے؟ عرض کیا: دل کا ہر اس چیز کو محفوظ رکھنا جس کی حفاظت و رعایت اس سے چاہی جائے۔

آپؐ نے فرمایا: بے عقلی کیا ہے؟ عرض کیا: اپنے امام سے دوری اختیار کرنا اور اس کے سامنے اونچا بولنا۔
 آپؐ نے فرمایا: ثنا کیا ہے؟ عرض کیا: نیک عمل انجام دینا اور بد عملی ترک کرنا۔
 آپؐ نے فرمایا: ہوشیاری کیا ہے؟ عرض کیا: سوچ سمجھ کر عطا کرنا، حکمرانوں سے نرمی کرنا اور سوی ظن کی بنا پر لوگوں سے محفوظ رہنا۔

آپؐ نے فرمایا: شرف کیا ہے؟ عرض کیا: بھائیوں کا ساتھ دینا اور پڑوسیوں کی دیکھ بھال کرنا۔
 آپؐ نے فرمایا: سفاہت و بیوقوفی کیا ہے؟ عرض کیا: پست لوگوں کی پیروی کرنا اور گمراہوں کے ساتھ رہنا۔

آپؐ نے فرمایا: غفلت کیا ہے؟ عرض کیا: مسجد کو چھوڑ دینا، مفسدوں کی اطاعت کرنا۔
 آپؐ نے فرمایا: محرومی کیا ہے؟ عرض کیا: اپنے حصہ کو چھوڑ دینا جبکہ وہ انسان کو پیش کیا جا رہا ہو۔ (۴۷)
 ۲۔ آپؐ سے دس ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کیا گیا جو بتدریج ایک دوسری سے سخت ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی مخلوق میں سے زیادہ سخت پتھر ہے، اس سے زیادہ سخت لوہا ہے کہ جس سے پتھر کو توڑا جاتا

ہے، اور لوہے سے زیادہ سخت آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ سخت پانی ہے اور پانی سے زیادہ سخت بادل ہے اور بادل سے زیادہ سخت ہوا ہے جو بادل کو اٹھائے ہوئے ہے اور ہوا سے زیادہ سخت وہ فرشتہ ہے جو ہوا کو روکے ہوئے ہے اور اس فرشتے سے زیادہ سخت ملک الموت ہے جو اس فرشتے کو مار دے گا اور ملک الموت سے زیادہ سخت موت ہے جو ملک الموت کو بھی مار دے گی اور موت سے زیادہ سخت حکم ہے جو موت کو ٹال دیتا ہے۔ (۴۸)

۳۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں بہترین زندگی و معیشت کس کی ہے؟ فرمایا: جو لوگوں کو اپنی معیشت میں شریک کرے۔

۴۔ معاویہ نے آپ سے سوال کیا: تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں مجھے کوئی بتانے والا نہیں مل سکا۔ فرمایا: کون سی؟ معاویہ نے کہا مروت، کرم اور نجدہ۔ آپ نے فرمایا: مروت یہ ہے کہ انسان امور دینی کی اصلاح کرے اور مال کے سلسلہ میں اچھا قیام کرے۔ ہتھیلی نرم ہو (کشادہ دست ہو) سلام زیادہ کیا جائے اور لوگوں کو گرویدہ کیا جائے۔ کرم یہ ہے کہ سوال کرنے سے پہلے عطا کرے۔ بے غرض نیکی کرنا اور حلال طریقہ سے کھانا کھلانا۔ نجدہ یہ ہے کہ پڑوسی سے دفاع کرنا، میدان جنگ میں ایک دوسرے کی حمایت کرنا اور شہداء و مصائب پر صبر کرنا۔ (۴۹)

۵۔ آپ سے خاموشی کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: وہ عجز و کمزوری کے لیے پردہ پوشی اور غیرت و ناموس کی زینت ہے۔ خاموش رہنے والا خود راحت و آرام میں ہے۔ اس کے پاس بیٹھنے والا مامون و محفوظ ہے۔ (۵۰)

۶۔ بادشاہ روم نے معاویہ کی طرف خط لکھ کر تین چیزوں کا سوال کیا: ایسی جگہ جو وسط آسمان کی مقدار میں ہے۔ پہلے خون کا قطرہ جو زین پر گرا اور وہ جگہ جہاں صرف ایک مرتبہ سورج چمکا۔ معاویہ جواب سے عاجز ہوا۔ پس امام سے استغاثہ کیا تو آپ نے فرمایا: کعبہ کی پشت، حوا کا خون، دریائے نیل کی وہ زمین جس پر موسیٰ نے عصا مارا تھا۔ (۵۱)

۷۔ بادشاہ روم ہی کی جواب میں آپ کا ارشاد ہے: جس کا کوئی قبلہ نہیں وہ خود کعبہ ہے، جس کا کوئی رشتہ دار نہیں وہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہے۔

۸۔ ایک شامی نے امام حسن بن علی علیہم السلام سے سوال کیا کہ حق و باطل کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ فرمایا: چار انگلیوں کا۔ جسے تو اپنی آنکھ سے دیکھے وہ حق ہے اور اپنے کانوں سے تو بہت سی باطل باتیں سنتا ہے۔ اس نے کہا: ایمان و یقین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ فرمایا: چار انگلیوں کا۔ ایمان وہ ہے جسے ہم نے سنا ہے اور یقین وہ ہے جسے آنکھ سے دیکھا ہے۔ اس نے عرض کیا: زمین و آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ

ہے؟ فرمایا مظلوم کی پکار اور حدنگاہ کا۔ اس نے کہا: مغرب و مشرق کے درمیان کتنا فاصلہ ہے: فرمایا سورج کی ایک دن کی سیر۔ (۵۳)

۹۔ امام حسن، خدا ان سے خوشنود ہوا، رسول پاک کی مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ لوگ آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ ایک مرد مسجد میں آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص احادیث رسول بیان کر رہا ہے، لوگ اس کے گرد جمع ہیں۔ وہ مرد اس کے پاس آیا اور کہا: بتائیے کہ شاہد و مشہود کا کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفہ کا۔ وہ مرد اس سے آگے بڑھا اور ایک دوسرے شخص (جو حدیث بیان کر رہا تھا) کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی یہی سوال کیا تو اس نے کہا: شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود قربانی کا دن۔ دس ذی الحجہ ہے۔ وہ ان دونوں سے گزر کر تیسرے شخص کے پاس پہنچا اور اس سے بھی یہی سوال کیا تو اس نے کہا کہ: شاہد رسول اللہ ہیں اور مشہود قیامت کا دن ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ نے فرمایا ہے: یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہدا و مبشرا و نذیرا (اے نبی ہم نے تمہیں شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے) اور اللہ نے یہ فرمایا: زلک یوم مجموع لہ الناس وذلک یوم مشہود (یہ وہ دن ہے جس کے لیے لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور وہ یوم مشہود ہے) اس نے پہلے کے بارے میں معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا یہ ابن عباس ہے۔ دوسرے عبد اللہ بن عمر اور تیسرے حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام ہیں۔ (۵۴)

۱۰۔ آپ سے سیاست کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: سیاست یہ ہے کہ تم اللہ کے حقوق اور زندوں اور مردوں کے حقوق کی رعایت کرو۔ اللہ کے حقوق یہ ہیں کہ جو وہ طلب کرے اسے ادا کرو۔ جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

زندوں کے حقوق یہ ہیں کہ تو اپنے واجب کو لے کر اپنے بھائیوں کی طرف جائے۔ اپنی کنیز کی خدمت کرنے سے بھی گریز نہ کرے اور ولی امر کے ساتھ اس وقت تک خلوص سے پیش آئے جب تک وہ امت کا مخلص رہے۔ اور جس وقت سیدھے رستے سے منحرف ہو تو اپنی آواز اس کے سامنے بلند کرے اور مردوں کے حقوق یہ ہیں کہ ان کی خوبیوں کو بیان کر مگر خامیوں کو چھپائے رکھ، کیونکہ ان کا رب ان سے حساب لے گا۔ (۵۵)

۱۱۔ آپ سے معاویہ نے سوال کیا کہ ہماری سلطنت و حکومت میں ہم پر کیا کچھ واجب ہے؟ فرمایا: جو کچھ سلیمان بن داؤد نے کہا تھا۔ معاویہ نے کہا سلیمان نے کیا کہا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنے بعض اصحاب سے کہا تھا: کیا تم جانتے ہو کہ بادشاہ پر اس کے ملک و بادشاہی میں کیا لازم و واجب ہے اور کیا ہے جسے ادا کرنے پر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا؟ جب وہ اللہ سے تنہائی میں اور اعلانیہ ڈرے اور غصہ اور خوشی دونوں حالتوں میں انصاف کرے، فقر و غنا میں میانہ روی اختیار کرے، لوگوں کے مال

غضب نہ کرے اور انہیں اسراف و تبذیر کے طور پر نہ کھائے۔ پس اس کے بعد ضرورت کے مطابق مال دنیا سے لذت و فائدہ اٹھائے تو کوئی حرج نہیں۔ (۵۶)

۱۲۔ آپ طواف بیت اللہ الحرام میں مصروف تھے کہ ایک شخص نے آپ سے جواد کے معنی دریافت کیے۔ آپ نے اس سے فرمایا: تیری گفتگو کے دورخ و وجوہ ہیں۔ اگر تو مخلوق کے بارے میں سوال کرتا ہے تو جواد وہ شخص ہے جو اپنے فرائض کو ادا کرے اور جو اپنے فرائض کی ادائیگی سے غافل ہے وہ بخیل ہے۔ اور اگر تو خالق کے بارے میں پوچھتا ہے تو وہ کچھ دیتا ہے جو اس بندے کا نہیں ہے اور اگر روکتا ہے تو وہ کچھ روکتا ہے جو اس کا نہیں ہے۔ (۵۷)

آپ کی بعض مختصر دعائیں

دعا آئمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ بلاشبہ ہر امام سے اتنی زیادہ دعائیں وارد ہوئی ہیں جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ علما نے ان دعاؤں کو جمع کیا تو وہ بہت سی تصنیفات میں جمع ہو سکیں۔

اس کے علاوہ کہ یہ دعائیں اللہ تعالیٰ کی تقدیس، اس کے سامنے خشوع و خضوع اور تذلل کی حامل ہیں، یہ معارف، آداب، اخلاق اور عرفان و کمال کا بھی مجموعہ ہیں۔ اس فصل میں آپ کی بعض مختصر دعائیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ یہ آپ کی ایک دعا ہے جس وقت معاویہ نے آپ کی طرف پیغام بھیجا اور آپ کے پاس قریش کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تے جو آپ سے کچھ چاہتے تھے، تو آپ نے فرمایا:

اللهم انی اعوذ بک من شرورهم، و ادرا بک فی نحورهم واستعین بک علیهم
فاکفینہم کیف شئت والی اشئت، بحول منک وقوة یا ارحم الراحمین

خداوند! میں تیری بارگاہ میں ان کے شرور سے پناہ مانگتا ہوں اور تیرے ذریعہ ان کی گردنوں کو نشانہ بناتا ہوں اور ان کے برخلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ پس خداوند! تو جس طرح چاہے اور جب چاہے اپنے حول و قوت سے میری کفایت فرما۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔ (۵۸)

۲۔ جب آپ مسجد کے دروازے پر پہنچتے تو اپنا سر بلند کر کے یہ دعا کرتے تھے:

الہی ضیفک بابک، یا محسن قد اتاک المسبى فتجاوز عن قبیح ما عندی بمجیل ما عندک یا کریم

خدایا! تیرا مہمان تیرے دروازے پر ہے، اے احسان کرنے والے خطا کار تیرے پاس آیا ہے، پس اے کریم! میرے قبیح سے صرف نظر فرما۔ اپنے جمیل (کرم و احسان) کے ذریعہ۔ (۵۹)

۳۔ آپ کی ایک دعا جو آپ نے مظلوم کو ظالم کے خلاف دعا کرنے کی تعلیم فرمائی اس کے بعد قبولیت دعا کے لیے دو رکعت نماز بھی پڑھے:

یا شہید المحال یا عزیز اذلت بعزتک جمیع ما خلقت، اکفنی شر فلان بما شئت

اے شہید طاقت کے مالک! اے عزیز و غالب تو نے اپنی عزت و غلبہ کے ذریعہ تمام مخلوق کو ذلیل و سرنگوں کیا۔ جس طرح تو چاہے فلاں..... کے شر اور بدی سے میری کفایت کر۔ (۶۰)

۴۔ آپ کی اس وقت کی دعا جب آپ معاویہ کے پاس آئے۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ بسم الله العظيم الاكبر۔ اللهم سبحانه يا قيوم، سبحانه الحي الذي لا يموت اسئلك كما امسكت عن دانيال افواه الاسد وهو في الحب، فلا يستطيعون اليه سبيلا الا باذنك، اسئلك ان تمسك عني امر هذا الرجل، و كل عدولي في مشارق الارض و مغاربها، من الانس و الجن، خذ باذانهم و اسماعهم، ابصارهم، و قلوبهم و جوارهم و اكفني كيدهم، بحول منك و قوة و كن لي جارا منهم، و من كل جبار عنيد، و من كل شيطان مرید لا يؤمن بيوم الحساب۔ ان ولي الله الذي نزل الكتاب و هو يتولى الصالحين فان تولوا فقل حسبى الله لا اله الا هو عليه توكلت و هو رب العرش العظيم۔ (۶۱)

خدائے رحمن و رحیم کے نام سے۔ خدا عظیم و اکبر کے نام سے۔ منزہ ہے تو اے قیوم۔ منزہ ہے وہ زندہ کہ جس کے لیے موت نہیں۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح تو نے شیروں کے منہ دانیال سے روک دیے جبکہ وہ کنویں میں تھے۔ پس وہ ان تک تیرے اذن کے بغیر راستہ نہیں پاسکتے تھے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس شخص کے حکم کو مجھ سے روک دے اور زمین کے مشرق و مغرب میں رہنے والے جن و انس میں سے میرے ہر

دشمن سے بھی۔ ان کے کانوں آنکھوں، دلوں اور اعضاء و جوارح کو اپنے حول و قوت سے پکڑ لے اور تو ان سے اور ہر جبار عنید اور ہر سرکش شیطان سے جو قیامت کے دہتر ایمان نہیں رکھتا میری پناہ بن جا۔ بے شک میرا ولی و سرپرست تو وہ اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی اور جو صالحین کو دوست رکھتا ہے۔ پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو کہہ دے میرے لیے وہ خدا کافی ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں توکل کرتا ہوں۔ وہ عرش عظیم کا پروردگار ہے۔

۵۔ آپ کی ایک دعا یہ ہے:

یا من الیہ یغیر الہا ربون، و بہ یستانس المستوحشون، صل علی محمد و آلہ، اجعل انسی بک فقد ضاقت عنی بلادک، واجعل توکلی علیک فقد مال علی اعداؤک۔ اللہم صل علی محمد و آلہ واجعلنی بک اصول و بک اجول و علیک اتوکل، و الیک انیب، اللہم وما وصفتک من صفہ، او دعوتک من دعاء یوافق ذلک محبتک و رضوانک فاحینی علی ذلک، و امتنی علیہ وما کرہت من ذلک فخذبنا صیتی الی ما تحب، و ترضی، یؤت الیک ربی من ذنوبی، و استغفرک من جرمی و لا حول و لا قوۃ الا باللہ لا الہ الا هو الحلیم اکریم و صلی اللہ علی محمد و آلہ و اکفنا من الدنیا و الاخرۃ ص فی عافیہ یا رب العالمین۔ (۶۲)

اے وہ کہہ جس کی طرف بھاگنے والے بھاگ کر آتے ہیں اور جس سے وحشت زدہ مانوس ہوتے ہیں، محمد اور ان کی آل پر رحمت فرما۔ مجھے اپنی محبت عطا کر دے۔ بے شک تیرے شہر میرے لیے تنگ ہو گئے ہیں۔ مجھے اپنے اوپر توکل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ بے شک تیرے دشمن میری مخالفت پر آمادہ ہیں۔ خدا یا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے توفیق دے کہ تیرے ذریعہ میں حملہ کروں اور تیرے ساتھ ہی جولان لگاؤں اور تجھ پر ہی بھروسہ کروں اور تیری ہی طرف رجوع کروں۔ خدا یا! میں جو تیری صفت بیان کروں اور جو دعا تجھ سے مانگوں، جو تیری محبت اور رضا کے موافق و مطابق ہو تو اسی پر مجھے زیادہ رکھ اور اسی پر مجھے موت دے اور اس میں سے جو تجھے ناپسند ہو تو مجھے میری پیشانی سے پکڑ کر

اس طرف لے جا جسے تو دوست رکھتا ہے اور جس پر تو راضی ہے۔ میری اللہ میں اپنے گناہوں سے تیری طرف ہی استغفار پکڑتا ہوں اور تجھی سے اپنے جرم کی معافی طلب کرتا ہوں۔ حول و قوت نہیں مگر اللہ کی طرف سے اور کوئی معبود نہیں مگر وہی اللہ کہ جو حلیم و کریم ہے۔ خدایا! رحمت نازل فرما، محمد و آل محمد پر اور اے عالمین کے پروردگار دنیا و آخرت میں عافیت کے ساتھ ہماری کفایت کر۔

۶۔ آپ کی ایک دعا یہ ہے ::

اللهم انك الخلف من جميع خلقك و ليس خلقك خلف مثلك. الهی من احسن فبرحمتك. الهی بك عرفت و بك اهتديت الى امرك. و لولا انت لم ادر ما انت. فيا من هو هكذا و لا هكذا غيره. صل على محمد و آل محمد و ارزقني الا خلاص في عملي، و السعه في رزقي اللهم اجعل خیر عملي اخره و خیر عملي خواتمه، و خیر ايامی يوم القاءك. الهی اطعتك و لك البنه علی فی احب الاشياء اليك الايمان بك و اتصدق برسولك و لم اعصك في ابغض الاشياء اليك الشرك بك و التکذيب برسولك فاغفر لي ما بينهما يا ارحم الراحمين۔ (۶۳)

(ترجمہ) خدایا! تو تمام مخلوق کا جانشین ہے لیکن تیری مخلوق میں تجھ جیسا جانشین نہیں ہے۔ خدایا جو اچھے کام کرتا ہے تو تیری رحمت کی وجہ سے اور جو برائی کرتا ہے تو اس کی اپنی خطا ہے۔ پس جو نیکی کرتا ہے وہ تیری بخشش و عطا سے مستغنی نہیں اور جو برائی کرتا ہے وہ تیرا بدل نہیں چاہتا اور نہ ہی تیری قدرت سے خارج ہو سکتا ہے۔ خدایا میں نے تیرے امر کو تیری ذات اور تیری ہدایت سے پہچانا ہے۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں نہ جان سکتا کہ تو کیا ہے۔ پس اے وہ ذات جو اس طرح ہے کہ تیرا غیر ایسا نہیں ہے محمد و آل محمد پر رحمت بھیج اور میرے عمل میں خلوص اور رزق میں وسعت عطا کر۔ خدایا میرا آخری عمل، عمل خیر ہو اور بہترین عمل پر میرا خاتمہ ہو اور وہ دن میرے لیے بہترین قرار دے جس میں تجھ سے ملاقات کروں۔ خدایا میں نے تیری اطاعت کی۔ تیرے ہی احسان کی وجہ سے، محبوب چیزوں میں سے تجھ پر ایمان لانے اور تیرے رسول کی تصدیق کرنے میں۔ تیرے

نزدیک مغضوب ترین چیز تیرا شریک قرار دینا اور تیرے رسول کی تکذیب کرنا ہے۔ میں نے تیری یہ نافرمانی نہیں کی۔ پس ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، اسے بخش دے۔

آپؐ کی قبولیت دعا

قبولیت دعا کے مواقع میں سے ایک ظالم کے خلاف مظلوم کا دعا کرنا ہے۔ آئمہ علیہم السلام مظلوم و مقہور (زمانہ) رہے ہیں۔ انہوں نے اذیتیں برداشت کیں، غصہ کے گھونٹ پیئے، یہاں تک کہ وہ سب (سلام اللہ علیہم) قتل و مسموم ہوئے۔ اگرچہ غصہ کو پی جانا اور برائی کرنے والے سے درگزر و چشم پوشی کرنا ان حضرات سے منقول و ماثور ہے لیکن جب ان پر ظلم کرنے والے انتہا کو پہنچے تو ان سے انتقام لینے کی خدا سے گڑگڑا کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور عذاب آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی ظالموں کو عذاب کا مزہ چکھایا۔ یہاں ہم ان کی دعا قبول ہونے کے بعض مواقع پیش کرتے ہیں۔

- ۱۔ لوگوں نے حسن بن علی سے زیاد بن ابیہ کے خلاف استغاثہ کیا تو آپؐ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا: خداوند! ہمارے لیے اور ہمارے شیعوں کے لیے زیاد کا مواخذہ کر۔ اس کا مبتلائے عذاب و سزا ہونا ہمیں جلدی دکھا۔ بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ پس ایک دانہ اس کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں نکلا جسے سلحہ (رسولی) کہتے ہیں اس کی گردن تک ورم آ گیا اور اس کی شدت میں وہ مر گیا۔ (۶۳)
- ۲۔ معاویہ نے امام حسن سے کہا کہ آپؐ خطبہ دیں۔ آپؐ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ اس محفل میں بنی امیہ سے ایک نوجوان تھا۔ اس نے امام سے سخت کلامی کی۔ آپؐ اور آپ کے والد گرامی قدر کو سب و شتم کرنے میں حد سے بڑھ گیا۔ امام نے بارگاہ الہی میں عرض کیا: خدایا! جو نعمت تو نے اسے دی ہے اس میں تغیر فرما دے۔ پس وہ شخص مسخ ہو گیا۔ (۶۵)

آپؐ کے بعض اشعار

آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف جو اشعار منسوب ہیں ان میں سے اکثر حکم و نصائح اور عرفان و کمال ہیں۔ وہ ہستیاں (خدا کی رحمت ان پر ہر وقت نازل ہوتی رہے) امت اسلامی کو ہر طریقہ سے راہ حق پر آمادہ کرنے اور مکارم اخلاق کی تعلیم دینے کے لیے متوسل ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے مختلف ذرائع استعمال میں لاتے۔ لہذا کوئی تعجب نہیں کہ ان کے اشعار حکم و مواعظ اور مکارم اخلاق اور بہترین صفات کی تعلیم دینے پر مشتمل ہوں۔

اس فصل میں امام حسن کے بعض وارد شدہ اشعار پیش خدمت ہیں:

۱۔ آپؑ نے گردش ایام سے ڈرتے رہنے کے بارے میں فرمایا:

ذری کدر الایمان ان صفاء ہا

تولی بایام السرور الذواہب

گندے ایام کا ذکر چھوڑ دے کیونکہ ان میں سے پاک و صاف دن گذشتہ خوشیوں کو لے کر پشت پھیر گئے۔

و کیف یغر الدھر من کان بینہ

و بین الیالی محکمت التجارب

وہ شخص کس طرح زمانہ سے دھوکے کھاتا ہے جس کے اور زمانہ کے درمیان حکم تجربات موجود ہیں۔

۲۔ موت کو یاد رکھنے کے سلسلے میں آپؑ نے فرمایا:

قل للمقیم بغیر دار اقامہ

حان الرحیل فودع الا حبابا

اس سے کہہ دے جو اس گھر میں مقیم ہے کہ جو اقامت کا گھر نہیں، وقت سفر آ گیا ہے، احباب سے رخصت ہو لے۔

ان الذین لقیتمہم و صحبتہم

صار و ا جمیعا فی القبور تراہبا

وہ لوگ جن سے تو نے ملاقات کی اور صحبت میں رہا، وہ سب کے سب قبروں میں مٹی بن چکے ہیں۔

۳۔ آپؑ نے تذکر کے طور پر فرمایا:

یا اہل لذات دنیا لا بقاء لها

ان المقام بطل زائل حق (۶۶)

اے دنیا کی لذات پر فریفتہ لوگو اس میں بقاء نہیں ہے۔ زائل ہونے والے سائے میں قیام کرنا حماقت

ہے۔

۴۔ دنیا میں زہد اختیار کرنے کے بارے میں آپؑ نے فرمایا:

لکسرة من خسیس الخیز تشبعنی

و شر بہ من قراح الماء تکفینی

روٹی کا ایک ٹکڑا مجھے سیر کر دیتا ہے اور خالص پانی کا ایک گھونٹ میرے لیے کافی ہے۔

و طمرۃ من رقیق الثوب تسترني

حیا و ان مت تکفینی لتکفینی (۶۷)

(باریک، گھٹیا) کپڑے کی پرانی چادر زندگی میں مجھے ڈھانپنے کو اور مرجاؤں تو کفن کو کافی ہے۔

۵۔ سخاوت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ان السخاء علی العباد فریضة

للہ یقرء فی الكتاب حکم

بے شک سخاوت اللہ کی طرف سے بندوں پر فرض ہے۔ کتاب محکم میں پڑھا جاسکتا ہے۔

وعد العباد الا سخیاء جنانه

واعد للبخلاء نار جهنم

سخی بندوں سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے اور بخیلوں کے لیے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے۔

من کان لا تندی یداء بنائل

للاغبین فلیس ذک بمسلم (۶۸)

جس کے ہاتھ رغبت کرنے والوں کے لیے سخاوت نہیں کرتے، وہ مسلمان نہیں ہے۔

۶۔ آپؐ کو خبر ملی کہ معاویہ کی مجلس میں ابن عاص نے آپؐ پر سب و شتم کیا ہے۔ آپؐ معاویہ کے

پاس تشریف لے گئے، مجلس میں اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اتامر یا معاویہ عبد سہم

بشتمی والملا مناشہود

اے معاویہ! کیا تو عبد سہم کو مجھے سب و شتم کرنے کا حکم دیتا ہے، جبکہ ہماری جماعت بھی حاضر ہوتی ہے۔

و اذا اخذت مجالسها قریش

فقد علمت قریش ما ترید

جب قریش اپنی مجالس منعقد کرتے ہیں تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ تیرا کیا مقصد ہے۔

انت تظل تشتمنی سفاہا

لفغن ما یزول وم یبید

کیا تو سفاہت و حماقت کی بنا پر مجھے گالیاں بکتا رہتا ہے، ختم نہ ہونے والے کینہ و بغض کی وجہ سے۔

فهل لك من اب كابي تساهى

به من قد تساهى او تكيد

کیا تیرا باپ میرے باپ جیسا ہے کہ جس کا موازنہ جس سے چاہے تو کرے مگر یہ کہ تو فریب سے کام لے۔

ولا جد كجدى يا بن حرب

رسول الله ان ذكر الجدود

اے حرب کے بیٹے۔ اگر اجداد کا ذکر ہو تو کسی کا جد میرے جد رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں۔

ولا ام كاهى فى قریش

اذا ما حصل الحسب التليد

اور نہ ہی قریش میں کسی کی ماں میری ماں جیسی ہے، چاہے کسی کو قدیمی حسب و نسب بھی حاصل ہو۔

فما مثلى تهكم يا ابن حرب

ولا مثلى يهنه ، الوعيد

اے ابن حرب کے بیٹے! مجھ جیسے انسان کا مذاق نہ اڑا اور میرے جیسے شخص کو دھمکیاں نہیں روک سکتیں۔

فمهلا لا تهيج بنا امورا

يشيب لهو لها الطفل لوحيد (۶۹)

ٹھہر جا ہماری وجہ سے ایسے امور کو ہیجان میں نہ لا جن کی ہولناکی سے نو مولود بچے بوڑھے ہو جائیں۔

۷۔ علی بن عقبہ کی اپنے باپ سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حسن بن علی ابن ابی طالب علیہما السلام معاویہ

کے پاس تشریف لے گئے جبکہ اس کے پاس قریش کے کچھ نوجوان ایک دوسرے پر فخر کر رہے تھے اور امام

خاموش بیٹھے تھے۔ معاویہ نے آپ سے کہا: اے حسن خدا کی قسم آپ بولنے سے عاجز نہیں، نہ ہی آپ کے

حسب و نسب میں کوئی ملاوٹ ہے۔ آپ اپنے قدیمی مفاخر کیوں نہیں بیان فرماتے، آپ نے یہ اشعار انشاء

فرمائے۔

فيم الكلام وقد سبقت مبرزا

سبق الجواد من المدى المتباعد

کس چیز میں گفتگو کی جائے جبکہ دور دراز کی راہ میں عمدہ گھوڑے کی طرح سبقت کر کے آگے نکل چکا

ہوں۔

نحن الذين اذا القروم تخاطروا
طبنا على رغم العدو الحاسد (۷۰)

ہم وہ ہیں کہ جب بہادر خطرہ محسوس کرتے ہیں تو ہم بطیب خاطر و حسد کرنے والے دشمن کی ناک رگڑتے ہیں۔

۸۔ عطا و بخش پر آمادہ کرنے کیلئے آپ کا کلام

اذا ما اتاني سائل قلت مرحبا
بمن فضله فرض على معجل

جب میرے پاس کوئی سائل آتا ہے تو میں اس کو مرحبا کہتا ہوں کہ اس پر فضل و کرم کرنا مجھ پر فوراً واجب ہو جاتا ہے۔

ومن فضله فضل على كل فاضل
و افضل ايام الفتى حين يسئل (۷۱)

فضل کرنے ہی سے انسان کو ہر صاحب فضل پر فضیلت ہے اور مرد جوان کی زندگی کے افضل ایام وہ ہیں جن میں اس سے سوال کیا جائے۔

۹۔ سخاوت کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے۔

خلقت خلائق من قدره
فمنهم سخي ومنهم بخيل

مخلوق کو قدرت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے، بعض ان سے سخی ہیں اور بعض بخیل۔

فا ما السخي ففی راحه
فاما البخيل فحزن طويل (۷۲)

سخی تو راحت و آرام میں ہیں اور بخیل ہمیشہ رنج و غم میں ہیں۔

۱۰۔ آپ ہی کا ارشاد ہے:

قدم لنفسك ما استطعت من التقى
ان المنيه نازل بك يافتي

جتنا ہو سکے اپنے لیے تقویٰ آگے بھیج دے، کیونکہ اے جوان موت تجھ پر نازل ہو کر رہے گی۔

اصبحت ذا فرح كانك لا ترى

احباب قلبك في المقابر والبلى (۲)

تو خوشی میں صبح کرتا ہے گویا تو اپنے دل کے پیاروں کو قبروں میں اور بوسیدہ حالت میں نہیں دیکھتا۔

۱۱۔ لوگوں سے استغنیٰ کے بارے میں آپ کا ارشاد:

اغنى عن المخلوق بالخالق

تغن عن الكاذب والصادق

خالق کے بھروسے پر مخلوق سے بے پرواہ ہو جا اور جھوٹے سچے سے مستغنی ہو جا۔

واسترزق الرحمن من فضله

فليس غير الله بالرازق

خدائے رحمان کے فضل سے رزق طلب کر، کیونکہ اللہ کے علاوہ کوئی رازق نہیں۔

من ظن ان الناس يغنونه

فليس بالرحمن بالواثق

جو شخص یہ گمان کرے کہ لوگ اسے تو نگر کر دیں گے، اسے خدائے رحمن پر وثوق و بھروسہ نہیں ہے۔

من ظن ان الرزق من كسبه

ذلت به النعلان من حلق

اور جو یہ گمان کرے کہ رزق اس کے کسب و محنت میں ہے تو اس کا جوتا بلندی سے پھسلے گا۔

آپ کی صلح

۱۔ تمہید

امیر المؤمنین کی شہادت کے بعد آپ کے دل پر بہت سے غم و آلام کا ہجوم تھا، جیسے اصحاب کا ساتھ نہ دینا، آپ کی نصرت سے ان کا منہ موڑ لینا وغیرہ۔ نہج البلاغہ ہمارے سامنے ہے جو ان کی کارکردگی پر ان کی ملامت و شکات سے پر ہے۔ کبھی آپ ان سے خطاب فرماتے ہیں تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے۔ میرے سینہ کو غیض و غضب سے پر کر دیا ہے۔ تم نے مجھے ہم غم کے گھونٹ پلائے ہیں۔ عدم تعاون اور نافرمانی سے میری رائے کو فاسد و خراب کر دیا ہے۔ کبھی فرماتے ہیں: ”تف ہے تم پر میں تمہیں سرزنش کرتے کرتے تھک گیا ہوں۔ کیا تم آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے ہو اور ذلت کو عزت کی جانشینی دیدی ہے۔“

اور کبھی ملامت و سرزنش کرتے ہوئے یوں خطاب کرتے ہیں: ”میں تم میں فریاد کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں، تم سے استغاثہ کرتا ہوں لیکن تم میری بات سنتے ہی نہیں، نہ ہی میرے حکم کی اطاعت کرتے ہو۔ یہاں تک کہ برے انجام پر امور منکشف ہوتے ہیں۔ نہ تمہاری مدد سے کوئی انتقام لیا جاسکتا ہے، نہ کسی مقصد تک پہنچا جاسکتا ہے۔ میں تمہیں تمہارے ہی بھائیوں کی مدد کے لیے پکارتا ہوں۔ تم زخمی پشت اونٹ کی طرح چیخنے لگتے اور کمزور اونٹ کی طرح نڈھال ہو جاتے ہو۔ پھر تم میں سے ایک کمزور سا لشکر نکلتا ہے (گویا انہیں موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں)۔

کبھی آپ انتہائی مایوس ہو کر فرماتے ہیں: ”خدا کی قسم! وہ ذلیل ہے جس کے تم مددگار ہو اور جو تمہارے ذریعہ تیر چلائے تو اس نے گویا پھل ٹوٹا تیر چلایا۔“ ان کی اس طرح توصیف کرتے ہیں: ”اس کی دعوت میں عزت نہیں جو تمہیں پکارے اور نہ ہی اس کے دل کو راحت و آرام مل سکتا ہے جس نے تمہیں سخت دل بنا دیا۔ ٹال مٹول کرنے والے مقروض کی طرح گمراہی کی تعلیلیں ہیں۔“ پھر آپ انہیں دھمکی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: ”خدا کی قسم! میرا یہ گمان ہے کہ یہ قوم عنقریب تم سے یہ سلطنت و حکومت چھین لے گی، بسبب تمہارے باطل پر اجتماع کرنے اور اپنے حق سے متفرق ہو جانے کے اور تمہارے اپنے امام حق کی اطاعت نہ کرنے اور ان کا امام باطل کی اطاعت کرنے سے۔“ جس وقت امام کا لشکر اس کیفیت میں تھا کہ جو گزر چکی ہے، آپ نے دشمنوں کا لشکر اپنے قائد و کماں دار کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ تمہارا صاحب اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو۔ اور اہل شام کا ساتھی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میری خواہش ہے کہ معاویہ مجھ سے تبادلہ کر لے جیسے دینار کو درہم کے ساتھ تبدیل کرتے ہیں۔ مجھ سے دس دس آدمی لے لے اور ان میں سے ایک ایک دے دے۔

معاویہ کو امام کے لشکر کی حالت اور سرکشی معلوم تھی۔ وہ خود کہتا تھا کہ میرے پاس زیادہ اطاعت گزار اور تربیت یافتہ لشکر تھا اور وہ خبیث و نافرمان لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔ (۷۴)

۲۔ امام حسنؑ کا لشکر

امام ابو محمد حسن علیہ السلام کے زمانہ میں معاملہ بہت زیادہ مشکل ہو گیا تھا۔ آپ کے ساتھیوں نے آپ سے تعاون ختم کر دیا تھا۔ وہ بہت سے حیلے بہانوں کے بعد عدی بن حاتم اور ان جیسے دوسرے بال بصیرت افراد کے سخت ترین کلام اور سرزنش و ملامت کے بعد جنگ کے لیے نکلے۔

شیخ مفید نے امام حسنؑ کے لشکر کا ان الفاظ میں تعارف کرایا ہے کہ آپ نے لوگوں کو جہاد کے لیے آمادہ کیا تو بہت ہی لیت و لعل کے بعد اٹھے۔ آپ کے ساتھ مختلف الخیال لوگ تھے۔ ان میں سے بعض آپ اور آپ کے

والد گرامی کے شیعہ تھے۔ بعض تحکیم کے مخالف تھے۔ جو ہر حیلہ و بہانے سے معاویہ سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ بعض غنائم کے لالچی اور فتنہ پرداز تھے۔ بعض تردد و شک میں مبتلا تھے اور بعض قبائلی تعصب کا شکار تھے جو اپنے قبیلوں کے سرداروں کے تابع تھے۔ ان کا مرجع و ماویٰ دین نہیں تھا۔ (۷۵)

۳۔ عبید اللہ بن العباس

امام حسنؑ نے اس مختلف انخیال لشکر کا نخیلہ میں پڑاؤ ڈالا۔ بارہ ہزار کا ہراول دستہ عبید اللہ ابن عباس کی قیادت و کمان میں بھیجا۔ عبید اس منصب کے لائق اس وجہ سے بھی تاکہ وہ امیر المؤمنین کے دور میں ان کی طرف سے عامل و گورنر بھی رہ چکا تھا۔ وہ معاویہ سے زخم خوردہ بھی تھا کیونکہ بسر بن ارطاة نے یمن پر غارت گری کرتے وقت اس کے دو کم سن بچوں کو قتل کر دیا تھا۔ یہ اور اس کے علاوہ کئی دوسری وجوہ کی بنا پر اسے امیر لشکر بنایا گیا تھا۔

یہ لشکر روانہ ہوا اور مقام عیوضہ میں مسکن کے قریب جا پہنچا۔ شام کے لشکر کے سامنے پڑاؤ ڈالا تو معاویہ نے اس کے ساتھ رسل و رسائل کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دس لاکھ درہم پر اس شرط کے ساتھ معاملہ طے ہو گیا کہ آدھی رقم فوراً دی جائے گی اور باقی نصف کوفہ میں داخل ہونے پر۔ عبید مال پر پہنچ گیا اور رات کی تاریکی میں معاویہ کے پاس پہنچ گیا۔ صبح کو لشکر اپنے قائد کا منتظر تھا کہ وہ انہیں نماز پڑھائے۔ اچانک وہ معاویہ کی صفوں میں تھا اور اہل شام کا منادی پکار رہا تھا کہ تمہارا امیر ہمارے پاس ہے جو بیعت کر چکا ہے اور تمہارے امام حسن نے صلح کر لی ہے۔ تو اب تم کس وجہ سے اپنے قتل پر آمادہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس بری خبر کے بعد لشکر آہستہ آہستہ معاویہ کی طرف بڑھنے لگا۔ یعقوبی کہتا ہے کہ عبید اللہ آٹھ ہزار ساتھیوں کے ساتھ معاویہ کے پاس چلا گیا۔ (۷۶)

۴۔ اہل کوفہ اور معاویہ کے درمیان خط و کتابت

معاویہ نے سبط رسول امام حسنؑ کے لشکر کی قوت کو منتشر کرنے کے لیے رشوت، امارت اور عہدوں کے وعدے اور تمام وہ راستے جو دین اور کرامت نفس سے دور ہیں استعمال کیے تاکہ بعض قائدین اور وجوہ و سردار اس سے مل گئے۔ (۷۷) معاویہ اپنی نشاط و خوشی میں آگے بڑھتا گیا۔ چنانچہ اس نے بعض زعمائے کوفہ کو خط لکھا جس میں مال و دولت کا وعدہ کیا۔ شام کی جاگیریں دینے کا لالچ دیا، کسی کو قتل امام کے بدلے میں اپنی بیٹی سے شادی کرنے کی پیش کش کی۔ آپ کو بھی ان باتوں کا علم ہو گیا۔ پس آپ نماز پڑھتے تو زورہ پہن کر پڑھتے۔ ایک دفعہ اثنائے نماز میں آپ پر تیر بھی چلایا گیا۔ (۷۸)

دوسرے رؤسا و قبائل خود بخود اس کی طرف جھک گئے۔ خفیہ طور پر اس کی بات ماننے اور اطاعت کرنے کا دم بھر لیا اور اسے ان کی طرف آنے پر ابھارا اور اس سے وعدہ کر لیا کہ جب وہ اس کے لشکر کے قریب پہنچیں گے تو امام حسن کو قتل کر دیں گے یا گرفتار کر کے اس کے سپرد کر دیں گے۔ (۷۹)

اب اگر امام حسن صلح میں تاخیر کرتے تو اہل کوفہ آپ کو معاویہ کے سپرد کر دیتے اور یہ انتہائی چیز تھی جس کا امام کو خوف تھا۔

۵۔ امام حسنؑ کی لشکر گاہ

اس قسم کے کمزور و پست اور مختلف الخیال لوگوں کے مجموعے سے آپؑ لشکر ترتیب دیتے ہیں اور معاویہ مسلسل اپنی گمراہی اور مکرو فریب میں مصروف عمل رہتا ہے۔ پس وہ آپ کی خدمت میں مغیرہ بن شعبہ عبداللہ بن عامر کریم اور عبدالرحمن بن ام الحکم کو بھیجتا ہے اور وہ لوگ آپ کے پاس مدائن میں آتے ہیں جہاں آپؑ خیمے میں مقیم تھے۔ کچھ دیر بعد یہ لوگ عوام کو منانے کے لیے کہتے ہیں۔ خدا نے فرزند رسول کی وجہ سے خون محفوظ کر لیے اور آپ کی وجہ سے فتنہ رک گیا۔ آپ نے صلح کر لی ہے۔ پس لشکر میں بے چینی پھیل گئی۔ انہوں نے ان کی بات کا یقین کر لیا اور امام پر حملہ آور ہوئے۔ خیمہ اور جو کچھ اس میں تھا لوٹ لیا اور امام حسن گھوڑے پر سوار ہو کر ساباط کے تاریک راستہ پر چل پڑے۔ جراح بن سنان اسدی، کمین گاہ میں بیٹھا تھا۔ اس نے آپ کی ران میں چھرا گھونپ دیا۔ آپ نے جراح کی داڑھی پکڑ کر مروڑی اور گردن پر مارا۔ لوگ امام حسن کو مدائن کی طرف لے گئے۔ بہت سا خون شدت کے ساتھ بہہ نکلا۔ آپ شدید بیمار ہو گئے اور لوگ آپ سے الگ ہو گئے۔ (۸۰)

۶۔ اگر آپؑ جنگ کرتے تو شہید ہو جاتے

ان واقعات کے بعد دو میں سے ایک امر ضروری تھا۔ یا تو آپ اپنی، اپنے اہل بیت اور اہل بصیرت اصحاب کی موت گوارا کرتے یعنی چند گھنٹے شامی لشکروں کا مقابلہ کر کے شہید ہو جاتے۔ اس کے بعد معاویہ کے لیے میدان خالی رہ جاتا۔ وہ مسلمانوں کا پیچھا کرنے اسلام کو مٹانے اور زمین میں فساد پھیلانے کی جدوجہد شروع کر دیتا۔ بلکہ شاید وہ لوگوں کو نئے سرے سے زمانہ جاہلیت کی طرف پلٹا لیتا اور یا آپ اپنے اہل بیت اور شیعوں کی بقا کے لیے صلح کر لیتے اور پھر اپنے مکتب اور تعلیمات کے ذریعہ اسلام کو پھیلانے پر متوجہ ہوتے۔ جیسا کہ آپ کے والد گرامی امیر المومنین علیہ السلام نے پچیس سال کیا۔

۷۔ اگر آپؑ شہید ہو جاتے تو نور حق خاموش ہو جاتا

امام حسن شہید ہوتے تو حسین ان سے پہلے شہید ہو جاتے اور حسین کی شہادت سے قبل بنی ہاشم کی شہادت یقینی تھی اور ہاشمی شہید نہیں ہو سکتے تھے جب تک صحابہ اور تابعین شہید نہ ہو جاتے اور فضا معاویہ کے لیے ہموار ہو جاتی کہ وہ بنی امیہ کی جاہلیت کو لوٹا کر اسلام کو ختم کر دیتا اور اگر ایسا نہ بھی کر سکتا تو اس کے لیے ممکن تھا کہ ایسے مسخ و فتنے، مناظر قائم کر دے۔

سید شباب اہل الجنۃ اس بات کو سمجھتے تھے، تبھی تو مالک بن نمرہ کی صلح پر مکہ چینی کے جواب میں آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہوا کہ معاویہ اسلام کی جڑیں روئے زمیں سے اکھاڑ پھینکے گا۔ پس میں نے چاہا کہ کوئی تو خبر دینے والا باقی رہ جائے۔ (۸۱)۔ جب سفیان بن یالیل نے کہا اسلام علیک یا مدل المؤمنین (اے مؤمنین کو ذلیل کرنے والے) تو آپ نے فرمایا میں نے انہیں ذلیل نہیں کیا، لیکن میں نے یہ پسند نہیں کی کہ انہیں فنا و تباہ کرادوں اور ان کی اصل و بنیاد کو ختم کرادوں۔ (۸۲)

اور جب ابوسعید صلح کی وجہ پوچھتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ اگر میں صلح نہ کرتا تو روئے زمین پر ہمارے کسی شیعہ کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑا جاتا۔

۸۔ معاویہ بن ابوسفیان

ابوسفیان جو اللہ اور رسول کا سب سے بڑا دشمن تھا اس نے ارادہ کیا کہ اسلام میں داخل ہو جائے لیکن معاویہ نے اسے خط لکھا:

یا صخر لا تسلمن یوما فتفضحنا

بعد الذین بیدر اصبحو مزقا

اے صخر میدان بدر میں جن بزرگوں کے بدن پارہ پارہ ہو گئے ان کے بعد اسلام قبول کر کے کسی دن ہمیں رسوا نہ کرنا۔

معاویہ کا اسلام اور اہل اسلام کے خلاف یہ بغض و کینہ اس وقت بھی باقی رہا جب وہ امیر المؤمنین کہلوانے لگا۔ وہ ایک دن ابن عباس سے ملاقی ہوا تو کہنے لگا: اس میں شک نہیں اے بنی ہاشم! کہ میرے نفس میں تمہارے لیے دلی غصہ کی وجہ سے دکھ درد بھرے ہوئے ہیں۔ مجھ پر لازم ہے کہ تم سے انتقام لوں اور ننگ و عار کو دور کروں کیونکہ ہمارے خون تمہارے ذمہ ہیں اور ہم پر تمہارے مظالم ہیں۔ (۸۳)

میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی مسلمان جس کے دل میں اسلام داخل ہو چکا ہو، وہ ایسا کہے زمانہ جاہلیت کے مقتولین، اسلام اور رسول اسلام کے دشمنوں کی حمایت و نصرت چاہے۔

اس سے بھی زیادہ سخت چیز وہ ہے جسے مطرف بن مغیرہ بن شعبہ معاویہ کے بارے میں بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے، میں اپنے باپ مغیرہ کے ساتھ معاویہ کو ملنے کے لیے شام گیا ہوا تھا۔ میرا باپ اس کے پاس جاتا اور اس سے باتیں کرتا۔ پھر جب گھر آتا تو معاویہ کی عقل و فکر کا مجھ سے ذکر کرتا اور جو کچھ اس کے یہاں دیکھتا، سننا سب پر تعجب کرتا۔ اچانک ایک رات آیا تو رات کا کھانا بھی نہ کھایا۔ اس رات اسے مغموم و محزون پایا۔ میں نے ایک گھنٹہ تک انتظار کیا اور میں نے گمان کیا کہ ان کی یہ حالت ہم سے یا ہمارے کسی عمل کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

میں نے پوچھ لیا کہ میں آج کی رات آپ کو مغموم و مہموم دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ اے بیٹا! میں سب سے زیادہ خبیث شخص کے پاس سے آیا ہوں۔ میں نے کہا: کہاں سے؟ تو کہا میں اس (معاویہ) کے پاس اکیلا تھا۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں کاش عدل و انصاف کا اظہار کرتے، اچھے کاموں کو پھیلاتے، اپنے بھائیوں بنی ہاشم کی طرف نظر شفقت اور صلہ رحمی کرتے۔ خدا کی قسم! اب تو ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کا ہمیں خوف ہو۔ تو اس نے کہا: ہیہات ہیہات (یہ نہیں ہو سکتا) بنی تمیم سے بھائی ابوبکر بادشاہ ہوا، اس نے عدل و انصاف کیا، یہ کیا اور وہ کیا۔ خدا کی قسم! اس سے آگے نہ بڑھ سکا کہ وہ مر گیا اور اس کے ساتھ اس کا ذکر بھی ختم ہو گیا۔ اب ابوبکر کہنے والا کوئی ہے؟ اس کے بعد بنی عدی سے بھائی عمرؓ بادشاہ ہوا۔ اس نے بڑی جدوجہد کی اور مسلسل دس سال کوشش کرتا رہا۔ خدا کی قسم! اس سے آگے تجاوز نہ کر سکا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی یاد ختم ہو گئی۔ اب کون ہے جو عمر کو یاد کرے۔ پھر عثمان بادشاہ بنا تو وہ ایسا شخص تھا کہ نسب میں اس کا کوئی مثل نہ تھا۔ اس نے کیا جو کچھ کیا اور اس کے ساتھ ہوا جو کچھ ہوا۔ لیکن وہ بھی خدا کی قسم! اس سے آگے نہ نکل سکا کہ اس کے مرنے سے اس کا ذکر بھی مر گیا اور جو اس کے ساتھ سلوک ہوا اس کی یاد بھی ختم ہوئی۔ بنی ہاشم سے بھائی (رسول اللہ) کا نام ہر روز پانچ مرتبہ پکارا جاتا ہے۔ اشہد ان محمد رسول اللہ تو کون سا عمل اور کام اس کے بعد باقی رہ سکتا ہے۔ تیری ماں مرے، نہیں خدا کی قسم مگر یہ کہ اسے دفن کیا جائے، دفن کیا جائے۔

جب یہ ذکر مامون کے قصہ گو یوں نے اس تک پہنچایا تو اس نے تمام علاقوں میں حکم بھیجا معاویہ پر لعنت کرنے اور جو اس کا ذکر خیر کرے اس سے برائت الذمہ کا، کیونکہ اس نے معاویہ کے قول میں بت پرستی، جاہلیت ذات خدا کے لیے الحاد، کفر اور رسول اللہ اور آپ کے خلفاء سے کفر و انکار کو مطالعہ کیا۔

معاویہ کا امیر المؤمنین پر سب و شتم کرنے پر اصرار نہیں تھا مگر اسلام اور رسول اسلام سے اس کی چھپی ہوئی دشمنی کی ایک چھوٹی سی شکل تھی کیونکہ آنحضرت نے فرمایا: من سبني فقد سب الله ومن سب عليا فقد سبني جو مجھ پر سب کرے اس نے خدا پر سب کیا اور جو علی پر سب و شتم کرے اس نے مجھ پر سب کیا۔

معاویہ ہمیشہ اسلام اور احکام اسلام سے دور رہا۔ اپنی سابقہ جاہلیت کے طریق پر زندگی بسر کرتا رہا۔ اس نے مقام خلیفہ میں خطبہ دیا اس کے بعد لوگوں کو دن کی نماز پڑھائی۔ اس نے اپنے خطبہ میں کہا: خدا کی قسم! میں نے تم سے اس لیے جنگ نہیں کی کہ تم نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو اور زکوٰۃ دو۔ یہ کام تو تم کرتے ہی رہتے ہو۔ میں نے تو تم سے جنگ اس لیے کی ہے کہ تم مجھے اپنا امیر اور بادشاہ تسلیم کرو اور خدا نے میرا یہ مقصد پورا کر دیا ہے۔ اگرچہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ یاد رکھو! میں نے حسن بن علی کو کچھ شرائط طے کر کے امید دلائی تھی جو سب کی سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ میں ان میں سے کسی بات، کسی شرط کو پورا نہیں کروں گا۔

ایک مرتبہ قریش کے چند افراد کے درمیان کھڑا ہوا اور کہا کہ میں تم پر اس لیے حاکم اور بادشاہ نہیں بنا کہ

تمہیں میری ذات سے محبت اور دوستی ہو اور نہ ہی تمہیں میری ولایت سے کوئی خوشی تھی۔ لیکن میں نے اس تلوار کے ذریعہ تمہیں زیر کیا۔ میں نے تمہارے لیے اپنے نفس کو ابوقحافہ کے بیٹے اور عمر کی سیرت و عمل اختیار کرنے پر رضا مند کرنا چاہا، لیکن اس نے سختی سے نفرت کی۔ پھر میں نے عثمان کی ترجیحات و استثنائات کو عمل میں لانا چاہا۔ تو میرے نفس نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ پھر میں نے اسے ایک ایسے رستے پر ڈالا کہ جس میں میرا اور تمہارا دونوں کا فائدہ ہے۔ یعنی اچھا کھانا کھانا، اچھا پینا پلانا۔ اگر تم مجھے اپنے خیالات سے اچھا نہ پاؤ تو حکومت کرنے کے لحاظ سے تمہارے لیے اچھا ہوں۔

ابو درداء نے دیکھا کہ معاویہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پیتا ہے تو اس نے کہا: میں نے رسول کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان برتنوں میں کھانے پینے والے کے پیٹ سے جہنم کی آگ نکلے گی۔ معاویہ نے کہا: میں تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ ابو درداء نے کہا: کون ہے جو معاویہ کے سامنے میرا عذر پیش کرے۔ میں اسے رسول اللہ کا قول یاد دلاتا ہوں۔ وہ مجھے اپنی رائے بتاتا ہے۔ اے معاویہ! میں اس زمین پر کبھی بھی تیرے ساتھ اکٹھا نہ رہوں گا۔ (۸۴)

اگر ہم معاویہ کے خلاف ورزیوں اور بدکاریوں کو بیان کرنا چاہیں تو کئی جلدیں تیار کرنی پڑیں گی۔ اس شخص کی حقیقت پر مطلع ہونے کے لیے بہت سی کتب، تراجم و سوانح مطالعہ کرنے کے بجائے انسان کے لیے صرف کتاب النصائح الکافیہ لمن یتولی معاویہ، تالیف السید محمد بن عقیل کی طرف رجوع کرنا کافی ہے۔

میرا نقطہ نظریہ ہے کہ جو کچھ آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں یہی امور اسلام کی حفاظت اور باقی ماندہ مسلمانوں کی بقا کے پیش نظر سبب ذی امام حسن کے لیے معاویہ سے صلح کرنے کا سبب تھے۔ تاکہ معاویہ پر کفر و الحاد اور مزید قتل و غارت کا راستہ بند کر دیں۔

معاویہ اور اس کے ساتھیوں سے آپ کے مناظرے

جو شخص بھی اس فصل پر مطلع اور باخبر ہوا اسے اموی خاندان کی کمینگی، حقارت و ذلت اور ان کے خبیث نفسیات معلوم ہو جائیں گے، جبکہ امام حسن ان سے صلح کر چکے تھے اور میدان ان کے لیے خالی چھوڑ دیا تھا۔ پھر بھی وہ اپنی پستی و کمینگی سے باز نہ آئے کہ امام علیہ السلام کو سکھ و چین کی زندگی بسر کرنے دیتے مگر وہ آپ کی طرف آدمی بھیجتے رہے کہ وہ آپ اور آپ کے والد گرامی پر سب و شتم کریں۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے: کتاب المفارحات میں زبیر بن بکار نے روایت کی ہے

کہ معاویہ کے پاس عمرو بن عاص، ولید بن عقبہ بن ابی معط، عتبہ بن ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ جمع ہوئے۔ انہیں امام حسن بن علی سے کچھ تکلیف دہ باتیں پہنچیں اور آپ کو بھی ان سے ایسی ہی تکالیف واذیتیں پہنچیں۔ ان لوگوں نے معاویہ سے کہا کہ اے امیر المومنین حسن نے اپنے باپ اور اس کے ذکر کو زندہ کر دیا ہے۔ وہ بات کرتا ہے تو اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ حکم دیتا ہے تو اطاعت کی جاتی ہے۔ لوگ ہر وقت اس کے پاس آتے جاتے ہیں۔ یہ صورت حال اسے اس کے موجودہ مقام سے بہت عظیم و بلند مقام پر اٹھالے جائے گی۔ ہمیں ہمیشہ اس کے بارے میں ایسی ہی خبریں ملتی ہیں جو ہمارے لیے تکلیف دہ ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ کہا اسے بلا بھیجتا کہ ہم اس پر اور اس کے باپ پر سب و شتم کریں اور ہم اسے عار دلا سکیں، سرزنش کریں اور اسے بتائیں کہ اس کا باپ عثمان کا قاتل ہے اور اس سے اقرار کرائیں۔ اس میں اب یہ طاقت نہیں کہ ان میں سے کسی چیز کو ہماری طرف پلٹا سکے۔ معاویہ نے کہا کہ میری یہ رائے نہیں ہے اور نہ ہی میں ایسا کروں گا۔ انہوں نے کہا: اے امیر المومنین ایسا ضرور کیجیے ہم آپ کو قسم دیتے ہیں۔

معاویہ نے کہا: وائے ہو تم پر۔ تم ایسا نہ کرو۔ خدا کی قسم میں نے ان کو اپنے پاس بیٹھے ہوئے کبھی بھی نہیں دیکھا مگر یہ کہ میں ان کے مقام منزلت کی بلندی اور اپنی ذات پر عیب لگنے سے خوف زدہ ہوا ہوں۔ وہ کہنے لگے ہر حالت میں کسی کو اس کے پاس بھیجو۔ معاویہ نے جواب دیا: اگر میں نے اس کی طرف کسی کو بھیجا تو پھر میں اس کے بارے میں تم سے انصاف لوں گا۔

عمرو بن عاص نے کہا: کیا آپ کو یہ خوف ہے کہ اس کا باطل ہمارے حق پر غالب آ جائے گا؟ یا اس کا قول اور بات ہماری بات سے اونچی ہوگی؟ معاویہ نے کہا: یاد رکھو میں نے اسے بلایا تو پھر میں اس سے یہ کہوں گا کہ کھل کر بات کرو۔ وہ کہنے لگے ہاں ضرور کہہ دیجیے۔

وہ کہنے لگا تم نے میری بات نہیں مانی اور اس کو بلا رہے ہو تو پھر اس کے سامنے کوئی کمزور اور ہلکی بات نہ کرنا اور یہ یقین جانو کہ وہ ایسے اہل بیت ہیں جنہیں عیب لگانے و لاعیب نہیں لگا سکتا اور نہ ہی ننگ و عار ان سے وابستہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس پر یہ الزام لگاؤ کہ تیرے باپ نے عثمان کو قتل کیا اور وہ اپنے سے پہلے خلفاء کی خلافت کو ناپسند کرتا تھا۔

پس معاویہ نے کسی کو آنجناب کے پاس بھیجا۔ آپ کے پاس اس کا قاصد آیا۔ کہا کہ امیر المومنین آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا کہ اس کے پاس اور کون کون ہیں؟ تو اس نے نام لیے۔

امام حسن نے فرمایا: انہیں کیا ہو گیا ہے؟ ان پر اوپر سے چھت گرنے والی ہے یا ان پر ایسی جگہ سے عذاب نازل ہونے والا ہے جس کا وہ شعور نہیں رکھتے۔ پھر ایک کنیز سے فرمایا: اے لڑکی میرا لباس لے آؤ۔ خدایا! میں ان کے شرور سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور تیری مدد سے ان کے شر کو ان کی گردن پر مارتا ہوں۔ اے ارحم

الراحمین! میں تجھ سے اور تیرے ہی حول و قوت سے ان کے خلاف تیری امانت طلب کرتا ہوں۔ پس تو جہاں چاہے اور جس طرح چاہے ان سے میری کفایت فرما۔

پھر آپ کھڑے ہوئے اور معاویہ کے دربار میں داخل ہوئے تو اس نے آپ کی تعظیم و تکریم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ پھر ان لوگوں نے اپنے نفسوں کی بغاوت اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اپنے آپ کو حملہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ پھر معاویہ نے کہا کہ اے ابامحمد! انہوں نے آپ کی طرف قاصد بھیجا اور میری نافرمانی کی۔

امام حسن نے فرمایا: سبحان اللہ یہ گھرتیرا گھر ہے اور اس میں تیرا حکم چلا ہے۔ خدا کی قسم اگر تو نے ان کی وہ بات قبول کی ہے جو وہ چاہتے تھے اور جو کچھ ان کے دلوں میں تھا تو مجھے تیری برائی پر شرم آتی ہے اور اگر وہ تیری رائے پر غالب آگئے ہیں تو مجھے تیری کمزوری پر شرم آتی ہے۔ تو کس بات کا اقرار کرتا ہے اور کس کا انکار۔ اگر مجھے ان کا یہاں ہونا معلوم ہوتا تو پھر میں بھی ان کی مثل بن عبدالمطلب کو لے کر آتا جبکہ میں نہ تجھ سے خوف زدہ ہوں اور نہ ہی ان سے کیونکہ میرا ولی و سرپرست خدا ہے اور وہ صالح اور نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے۔

معاویہ نے کہا اے فلاں میں تو ناپسند کرتا تھا کہ آپ کو بلاؤں لیکن میرے ناپسند کرنے کے باوجود ان لوگوں نے مجبور کیا۔ آپ کو ان کے مقابلے میں انصاف ملے گا اور میرے مقابلے میں بھی۔ ہم نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ آپ پر ثابت کریں کہ عثمان مظلوم ہو کر مارا گیا اور آپ کے والد نے اسے قتل کیا۔ پس ان کی بات سنو پھر انہیں جواب دو اور آپ کے لیے آپ کی تنہائی اور ان کا گٹھ جوڑا اور اجتماع اس سے مانع نہ ہو کہ آپ کھل کر بات کریں۔

پس عمرو بن عاص نے گفتگو شروع کی۔ اللہ کی حمد اور رسول اللہ پر درود بھیجنے کے بعد حضرت علی کا ذکر کیا۔ کوئی برائی اور عیب ایسا نہ چھوڑا جو ان پر نہ لگایا ہو۔ اس نے کہا حضرت علی نے ابوبکر پر سب و شتم اور اس کی خلافت کو ناپسند اور بیعت سے انکار کیا۔ پھر مجبور ہو کر بیعت کر لی۔ عمر کے خون میں شریک ہوا۔ عثمان کو مظلوم قتل کر دیا اور خلافت کا دعویٰ کیا، جس کا وہ اہل نہ تھا۔ پھر اس نے آپ کی ذات پر عیب و عار لگائے۔ دوسری برائیوں کا اضافہ کیا اور کہا اے اولاد عبدالمطلب خلفاء کو قتل کرنے، خدا کے حرام کیے ہوئے خون کو حلال سمجھنے، غیر حلال امور کو بجالانے اور ملک و سلطنت پر حریص ہونے کی وجہ سے خدا تمہیں ملک و سلطنت نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس پر بھی اے حسن تم کہتے ہو کہ خلافت تمہاری طرف لوٹنے والی ہے، حالانکہ تمہارے پاس تو اس کی عقل و فہم ہی نہیں اور تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے باپ کے برے کردار کی وجہ سے خدا نے تمہاری عقل سلب کر لی کہ تم احقر قریش بن کر رہ گئے ہو۔ تم سے استہزا کیا جاتا اور تمہارا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

ہم نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ تم پر اور تمہارے باپ پر سب و شتم کریں۔ تمہارے باپ کو تو خدا نے

اٹھالیا اور اس سے ہماری کفایت کی لیکن تم ہمارے قبضہ میں ہو۔ تمہارے متعلق فیصلہ کریں گے۔ اگر ہم تمہیں قتل کر دیں تو خدا کی طرف سے ہم پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی لوگوں کی طرف سے کوئی عیب ہے۔ کیا تم میں یہ جرات ہے کہ ہماری بات کو رد کر سکو اور ہمیں جھٹلا سکو، اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم نے جھوٹ کہا تو اس کی تردید کرو ورنہ جان لو کہ تم اور تمہارا باپ دونوں ظالم تھے۔

پھر ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے بات شروع کی اور کہا: اے بنی ہاشم تم عثمان کے ماموں تھے اور وہ تمہارے لیے اچھی اولاد تھا۔ اس نے تمہارا حق پہچانا۔ تم اس کے سسرال تھے وہ تمہارا داماد تھا۔ تمہاری عزت و تکریم کرتا تھا۔ لیکن تم نے اس پر حسد کیا۔ تمہارے باپ نے اسے ظلم سے قتل کر دیا۔ اس کے لیے نہ کوئی عذر ہے اور نہ حجت۔ تم نے دیکھا کہ خدا نے اس کے خون کا مطالبہ کیا اور تمہیں تمہارے مقام پر لاکھڑا کیا۔ خدا کی قسم! بنی امیہ بہتر بن ہیں بنی ہاشم کے لیے، نسبتاً بنی ہاشم سے بنی امیہ کے لیے۔ معاویہ تمہارے لیے تمہارے نفس سے بہتر ہے۔

پھر عتبہ بن ابی سفیان نے بات کی اور کہا: اے حسن! تمہارا باپ قریش میں سے قریش کے لیے بڑا تھا کیونکہ اس نے ان کے خون بہائے، قطع رحمی کی۔ اس کی تلوار اور زبان لمبی تھی۔ زندوں کو قتل کرتا اور مردوں پر عیب لگاتا۔ اور تم خود ان میں سے ہو جنہوں نے عثمان کو قتل کیا۔ ہم تمہیں اس کے بدلے قتل کریں گے۔ رہا تمہارا خلافت کی آرزو کرنا تو نہ تم اس کے چقماق سے آگ نکال سکتے ہو اور نہ ہی اس کے وارث بننے کی لیاقت رکھتے ہو۔ اے بنی ہاشم! تم نے عثمان کو قتل کیا۔ پس ہم حق رکھتے ہیں کہ اس کے بدلے تمہیں اور تمہارے بھائی کو قتل کر دیں۔ رہا تمہارا باپ تو اس معاملہ میں خدا نے کفایت کر دی اور اس سے قصاص لے لیا۔ مگر تم کو عثمان کے بدلے قتل کرنے میں قسم بخدا نہ ہم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی تجاؤز و عدوان۔

پھر مغیرہ بن شعبہ بولا: اس نے حضرت علی کو برا بھلا کہا اور کہا خدا کی قسم میں اس کا ایسا کوئی عیب بیان نہیں کرتا کہ اس نے خیانت کی ہو، یا کسی امر میں حق سے انحراف کیا ہو۔ لیکن اس نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ پھر وہ چپ ہو گئے۔ اس کے بعد امام حسن نے اللہ کی حمد اور رسول اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ بھیجنے سے گفتگو کا آغاز کیا اور فرمایا: اما بعد اے معاویہ! ان لوگوں نے مجھے گالیاں نہیں دیں، بلکہ تو نے وہ فحش گالیاں دیں جو تیری دلی خواہش تھی اور وہ میری رائے جسے تو جانتا ہے اور وہ بد خلقی جس پر تو ثابت قدم ہے اور وہ بغاوت جو ہمارے خلاف ہے اور تیری وہ عداوت و دشمنی جو تجھے محمد و آل محمد سے ہے، لیکن اے معاویہ! سن اور تم بھی سنو جو کچھ کہوں گا وہ اس سے بہت کم ہے جس کے تم اہل ہو۔ اے قوم! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس پر تم آج سب و شتم کر رہے ہو اس نے دو قلوبوں کی طرف اس وقت نماز پڑھی ہے جبکہ اے معاویہ! تو دونوں کا منکر و کافر تھا اور اسے ضلالت اور گمراہی سمجھتا تھا اور ضلالت و غوایت کی وجہ سے لات و عزی کی عبادت کرتا تھا۔ تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ اس نے دو

بیعتیں کی ہیں، بیعت فتح اور بیعت رضوان۔ اے معاویہ! تو ان میں سے ایک کا منکر و کافر تھا اور دوسری کو تو نے توڑا تھا۔ تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ وہ سب لوگوں سے پہلے ایمان لایا؟ اے معاویہ! تو اور تیرا باپ مولفۃ القلوب میں سے ہو، تم کفر کو چھپائے ہوئے تھے اور اسلام کا اظہار کرتے تھے اور مال سے انہیں مائل کیا جاتا تھا اور میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ وہ جنگ بدر میں رسول اللہ کے علم بردار تھے اور مشرکین کا جھنڈا معاویہ اور اس کے باپ کے پاس تھا۔ پھر تم احزاب میں اس کے مقابل ہوئے تو اس کے پاس رسول اللہ کا علم تھا۔ تیرے اور تیرے باپ کے ہاتھ میں شرک کا علم تھا اور ان تمام مواقع پر خدا نے اسے فتح دی۔ حجت کو کامیابی بخشی، دعوت میں مدد دی اور اس کی بات کی تصدیق کی اور رسول پاک ان سب مقامات میں ان سے راضی تھے۔ تجھ پر اور تیرے باپ پر ناراض و غضبناک تھے۔ میں تجھے قسم دیتا ہوں اے معاویہ! کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تیرا باپ سرخ اونٹ پر سوار ہو کر آیا جسے تو ہانک رہا تھا اور یہ تیرا بھائی عتبہ اسے آگے سے کھینچ رہا تھا تو رسول اللہ نے تم لوگوں کو دیکھ کر فرمایا: اللہم لعن الراکب والقائد والسائق (خدا یا! سوار، آگے سے کھینچنے اور پیچھے سے ہانکنے والے پر لعنت کر۔ اے معاویہ! کیا تو وہ اشعار بھول گیا جو تو نے اپنے باپ کی طرف اس وقت لکھے تھے جب وہ مسلمان ہونے کا ارادہ کر چکا تھا تو اس ذریعہ سے اسے روک رہا تھا۔

یا صخر لا تسلمنا یوما فتفضحنا

بعد الذین بیدر اصبحو مزقا

اے صخر کسی دن اسلام قبول کر کے ہمیں رسوا نہ کرنا، ان لوگوں کے بعد جو میدان بدر میں ٹکڑے ٹکڑے ہوئے۔

خالی و عمی و عم الام ثالثهم

و حنظل الخیر قد اهدی لنا الارقا

میرا ماموں، میرا چچا اور ان میں تیسرا میری ماں کا چچا تھا اور حنظل خیر کہ جس نے ہماری راتوں کی نیند اڑا دی۔

لا ترکن الی امر تکلفنا

والراقصات به فی مکہ الخرقا

ایسے امر کی طرف نہ جھکنا جس سے ہمیں تکلیف پہنچے اور اس کی وجہ سے مکہ میں رقص کرنے والیاں مدھوش ہو جائیں۔

فالموت اھون من قول العداة لقد

حاد اھن حرب العزی اذا مزقا

پس دشمنوں کے اس قول سے کہ ابن حرب نے عزیٰ بت سے اس کے ٹکڑے ہونے کے بعد منہ موڑ لیا، موت اس سے زیادہ آسان ہے۔

خدا کی قسم تیرے کرتوت، جو کچھ میں نے بیان کیا، اس سے بہت زیادہ ہیں جنہیں میں نے ابھی بیان نہیں کیا۔ اے لوگو! میں تم سے خدا کی قسم دے کر پچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ اصحاب رسول میں سے علی علیہ السلام نے شہوات و خواہشات اپنے نفس پر حرام کر دیں تو ان کی شان میں نازل ہوا۔ یا ایہا الذین امنوا اتحرموا طیبات ما حل لکم۔ (اے ایمان والو! پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرو جو خدا نے تمہارے لیے حلال کر رکھی ہیں) رسول اللہ نے اپنے اکابر اصحاب بنی قریظہ کی طرف بھیجے تو انہوں نے اپنے قلعوں سے اتر کر انہیں شکست دی۔ پس علی کو علم دے کے بھیجا تو انہیں اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر مطیع کر لیا اور خیر میں بھی ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا: اے معاویہ! میں گمان کرتا ہوں کہ تو نہیں جانتا جو کچھ رسول اللہ نے تجھے بددعا دی تھی جب اب بنی خزیمہ کی طرف خط لکھنا چاہتے تو آپ نے تیری طرف کسی کو بھیجا اور تجھے مرتے دم تک سیر نہ ہونے کی بددعا دی۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ سات مواقع پر رسول نے ابوسفیان پر لعنت کی تم جس کا انکار نہیں کر سکتے۔ اول اس وقت کہ جب رسول اللہ مکہ اس طائف جا رہے تھے تاکہ قبیلہ ثقیف کو دین کی تبلیغ کریں۔ پس ابوسفیان حائل ہوا، حملہ کرنا چاہا، برا بھلا کہا، سفیہ قرار دیا، گالیاں دیں، آپ کو جھوٹا کہا اور دھمکی دی۔ اس وقت اللہ اور اس کے رسول نے اس پر لعنت کی اور اسے آپ سے منصرف کیا۔

دوسرا موقع قافلہ والا دن تھا کہ وہ شام سے آ رہا تھا۔ رسول اللہ معترض ہوئے۔ ابوسفیان اسے سمندر کے کنارے سے دھکیل کر لے گیا۔ مسلمان اس پر کامیاب نہ ہوئے۔ پس رسول نے لعنت کی اور بددعا دی اور جنگ بدر کا واقعہ اسی بنا پر ہوا۔

تیسرا موقع یوم احد ہے جب ابوسفیان پہاڑی کے نیچے تھا اور رسول اس کے اوپر کی جانب تھے اور وہ بار بار کہہ رہا تھا: ہبل بلند ہو تو رسول پاک نے دس بار لعنت کی اور مسلمانوں نے بھی لعنت کی۔

چوتھے، جس وقت وہ احزاب، غطفان اور یہودیوں کو لے کر آیا تو رسول اللہ نے اس پر لعنت کی اور گڑگڑا کر بددعا کی۔

پانچویں جب ابوسفیان قریش کے ساتھ آیا، انہوں نے رسول اکرم کو مسجد الحرام میں داخل ہونے اور ہدی و قربانی کو اپنے مقام پر لے جانے سے روک دیا۔ یہ حدیبیہ کا دن تھا۔ رسول اللہ نے ابوسفیان پر لعنت کی۔ قیادت کرنے والوں اور اتباع و پیروی کرنے والوں پر لعنت کی اور فرمایا یہ سب معلون ہیں۔ ان میں کوئی نہیں جو ایمان لائے۔ تو آپ سے عرض کیا گیا کہ اللہ کے رسول کیا ان میں سے کسی کے بارے میں بھی اسلام کی امید نہیں کی جا

سکتی پھر کیسے لعنت ہو رہی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اتباع و پیروی کرنے والوں میں سے کسی کو بھی لعنت نہیں پہنچے گی، لیکن قائدین میں سے کوئی بھی فلاح و نجات نہیں پائے گا۔

چھٹا سرخ اونٹ والا دن ہے اور ساتواں وہ دن ہے جس میں رسول اللہ کے لیے عقبہ اور گھائی میں ٹھہرے تاکہ آپ کے نقاہ کو بھڑکائیں اور بھگائیں۔ وہ بارہ آدمی تھے جن میں ایک ابوسفیان تھا۔ اے معاویہ یہ روداد تو تیرے لیے ہے۔

اور اے عاص کے بیٹے تیرا باپ کھڑا ہوا اس نے کہا میں محمد (بے نسل) کا دشمن اور اس سے بغض رکھنے والا ہوں۔ خدا نے اس کے بارے میں نازل کیا جو کچھ نازل کیا۔ تو نے تمام جنگوں میں رسول اللہ سے جنگ کی اور آپ کی ہجو کی اور مکہ میں آپ کو اذیت و تکلیف پہنچائی اور تو نے آپ سے پورا مکرو فریب کیا۔ تو آپ کی عداوت اور تکذیب کرنے میں سب سے زیادہ شدید تھا۔ پھر نجاشی کے پاس جانے کے لیے کشتی والوں کے ساتھ نکلا تاکہ جعفر اور ان کے ساتھیوں کو مکہ واپس لے آئے۔ جب وہ کام نہ ہو سکا جس کی تجھے امید تھی، خدا نے تجھے کائب و خاسر پلٹا دیا اور تیری چغل خوری کی تکذیب کر دی۔ تو اپنے ساتھ عمارہ بن ولید کے درپے ہو گیا اور حسد کرتے ہوئے جس کا وہ اپنی بیوی سے مرتکب ہوا تھا، نجاشی کے پاس اس کی چغل خوری کی۔ پس خدا نے تجھے اور تیرے ساتھیوں کو رسوا کیا۔ پس تو بنی ہاشم کا زمانہ جاہلیت اور دور اسلام میں دشمن تھا اور ہے۔ تو جانتا ہے اور یہ سب بھی جانتے ہیں کہ تو نے رسول اللہ کی ہجو میں ستر بیت نظم کیے۔ رسول اللہ نے فرمایا خدا یا میں شعر نہیں کہتا اور نہ ہی مجھے کہنے چاہئیں۔ خدا یا اس پر ہر حرف کے عوض ہزار مرتبہ لعنت کر۔ پس اس وقت خدا نے تجھ پر لعنتوں کا اتنا احسان کیا جسے شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اور جو کچھ تو نے عثمان کے بارے میں کہا ہے اس کے خلاف دنیا بھر میں تو نے ہی آگ بھڑکائی۔ پھر تو فلسطین چلا گیا۔ جب تجھے اس کے قتل کی خبر لی تو تو نے فخر یہ کہا کہ میں ابو عبد اللہ جب کسی پھوڑے کو چھیڑتا ہوں تو اس میں سے خون نکال کر چھوڑتا ہوں۔ پھر تو نے اپنی ذات کو معاویہ کے لیے وقف کر دیا اور دنیا کے بدلے دین کو بیچ ڈالا۔ ہم تجھے کسی کے بغض پر ملامت نہیں کرتے اور نہ ہی کسی کی محبت پر عتاب کرتے ہیں۔ خدا کی قسم عثمان کی زندگی میں تو نے اس کی مدد نہیں کی اور نہ اس کے قتل پر غضبناک ہوا۔ وائے ہو تجھ پر اے ابن عاص جب تو مکہ سے نجاشی کے پاس حبشہ جا رہا تھا تو بنی ہاشم کے بارے میں تو نے یہ شعر نہیں کہے تھے ؟

تقول	ابنتی	این	هذا	الرحیل
وما	السیر	منی		بمستنکر
فقلت	ذرینی	قالی		امرو
ارید	النجاشی	فی		جعفر

لاکویہ	ندہ	کیسہ
اقیم	بہانخوة	الا
و	شانی	احمد
و	اقو	لہم
و	اجری	الی
ولو	کان	کالذہب
ولا	انثنی	عن
وما	استطعت	فی
فان	قبل	العتب
و	الا	لویت
		لہ
		مشفری

(ترجمہ) میری بیٹی کہتی ہے کہاں جا رہے ہو حالانکہ میرا سیر و سیاحت کو جانا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں نے کہا مجھے نہ ٹوک میں نجاشی کے پاس جعفر کے بارے میں جا رہا ہوں تاکہ اس میں ایسے عیب لگاؤں جس سے نجاشی نفرت کے ساتھ اس سے منہ پھیر لے اور میں احمد کا دشمن ہوں اس پر ہر طرح کا عیب و الزام لگانے اور اس پر عتاب و سرزنش کرنے میں سب سے زیادہ جری ہوں، اگرچہ وہ کندن کی طرح بے عیب ہے۔ اور میں اپنی ہمت و استطاعت بھر بنی ہاشم کے روبرو اور پس پشت ان کی شدید مخالفت سے ہر گز دست بردار نہ ہوں گا۔ اگر ان کے بارے میں میری سرزنش قبول نہ ہوئی تو میں ان پر زبان طعن دراز رکھوں گا۔

یہ تو تیری گفتگو کا جواب ہے جو تو نے سن لیا ہے۔

اور اے ولید! خدا کی قسم میں تجھے علی کے ساتھ بغض رکھنے پر ملامت نہیں کرتا جبکہ انہوں نے تجھے شراب پینے پر اسی کوڑے لگائے تھے اور تیرے باپ کو رسول اللہ کے سامنے سختی سے قتل کیا تھا۔ تو وہی ہے خدا نے جس کا نام فاسق رکھا ہے اور علی کا نام مومن رکھا ہے۔ جہاں تم دونوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا تو نے کہا تھا کہ اے علی! خاموش! میں آپ سے زیادہ بہادر دل رکھتا ہوں اور زیادہ تیرا گفتار ہوں۔ پس علی نے تجھ سے فرمایا: ولید! خاموش رہ میں مومن ہوں تو فاسق ہے اور خدا نے ان کے قول کو پسند کیا اور آیہ امن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستون

نازل فرمائی اور تیرے لیے ان کے قول کی موافقت میں نازل فرمایا ان جاء کم فاسق بنبا فتینوا وائے ہو تجھ پر اے ولید! جو کچھ تو بھول جائے کوئی حرج نہیں لیکن اپنے علی کے بارے میں شاعر کے اس قول کو نہ بھول جانا

انزل الله والكتاب العزيز
فی علی و فی ولید قرانا
فنبوا الولید اذ ذاك فسقا
ف علی مبیوء ایمان
لیس من کان مؤمنا عمر ک الله
کمن کان فاسقا خوانا
سوف یدعی الولید بعد قليل
و علی الی الحساب عیانا
فعلی یجزی بأك جنانا
و ولید یجزی بذاك هوانا
رب جد لعقبة بن ابان
لابس فی بلانا تبانا

(ترجمہ:) خدا نے علی و ولید کے بارے میں اپنی کتاب عزیز قرآن میں نازل کیا۔ ولید کو فسق میں اور علی کو ایمان کی منزل میں بٹھایا جو مومن ہو خدا عمر دراز کرے۔ وہ فاسق خباثت کا رچسیا نہیں ہو سکتا۔ عنقریب ولید اور علی ایک دوسرے کے مقابل حساب کے لیے بلائے جائیں گے۔ علی کو ایمان کے سبب جزا میں جنت ملے گی اور ولید کو فسق کی بنا پر ذلت و خواری کی سزا نصیب ہوگی۔ عقبہ بن ابان کے کتنے دادے ہیں کہ جنہوں نے جو جدا تھا اسے ہمارے حصہ میں ملا دیا۔

تجھے قریش سے کیا واسطہ تو اہل صفوریہ کا..... اور میں اللہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تو اس سے عمر میں بڑا ہے جس کا تو بیٹا کہلاتا ہے۔

اور اے عتبہ! خدا کی قسم تو اس لائق نہیں کہ میں تجھے جواب دوں اور نہ عقل مند ہے کہ تجھ سے گفتگو کروں اور تجھے سرزنش کروں اور نہ خیر و بھلائی جس کی امید رکھی جائے اور نہ ہی شر و برائی ہے کہ جس سے بچا جائے۔ تیری

عقل تیری کنیز کے برابر ہے۔ حضرت علی کا اس میں کچھ نقصان نہیں کہ تیرے جیسا شخص لوگوں کے سامنے انہیں گالیاں دے۔ اور تیرا مجھے قتل کی دھمکی دینا اگر تو اتنا ہی بہادر ہے تو پھر تو نے اپنے بستر پر پائے جانے والے لہجائی کو کیوں نہ قتل کر دیا اور تجھے نصر بن حجاج کے اس قول سے شرم نہیں آتی

یا للرجال و حادث الا زمان
و لسبه تخزی ابا سفیان
نبت عتبه خانہ فی عرسہ
جنس لثیم الاصل من لحيان

اے لوگو! حوادث زمانہ اور اس بری چیز پر جس نے ابوسفیان کو رسوا کیا تعجب کرو۔ مجھے خبر ملی ہے کہ قبیلہ لحيان کے ایک کمینی اصل کے شخص نے عتبہ سے اس کی بیوی کے بارے میں خیانت کی ہے۔

میں اپنے نفس کے لیے پسند نہیں کرتا کہ اس برائی کا ذکر کروں۔ پس کس طرح کوئی تیری تلوار سے ڈرے گا جبکہ تو اپنے رسوا کرنے والے کو قتل نہ کر سکا۔ میں حضرت کے بغض پر کس طرح تجھے ملامت کروں جبکہ انہوں نے ایک مقام جنگ بدر میں تیرے ماموں ولید اور تیرے بھائی حنظلہ کو قتل کر دیا اور حضرت حمزہ کے ساتھ شریک ہو کر تیرے نانا عتبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

باقی رہا تو اے مغیرہ! تو تو اس قابل نہیں تھا کہ اس قسم کے معاملات میں پڑے۔ تیری مثال مچھر جیسی ہے جب اس نے کھجور کے تنے سے کہا کہ اپنے وجود کو سنبھال میں تجھ پر سے اڑنے لگا ہوں۔ کھجور کے تنے نے کہا مجھے تیرے بیٹھنے کا علم ہوا کہ تیرے اڑ جانے پر دھیان دوں۔ خدا کی قسم ہمیں تیری عداوت کا احسان تک نہیں۔

اور تیری عداوت معلوم بھی ہو تو ہم مغموم نہیں ہوتے اور نہ تیری بات ہم پر شاق گزرتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ زنا اور بدکاری میں اللہ کی حد تجھ پر ثابت ہو چکی ہے اور عمر نے اللہ کے اس حق کو تجھ سے دور رکھا جس کو خدا کے یہاں اس سے باز پرس ہوگی۔ تو نے رسول سے سوال کیا تھا کہ کیا مرد اس عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے جس سے وہ شادی کرنا چاہے وہ چونکہ جانتے تھے کہ تو زنا کار ہے آپ نے فرمایا اے مغیرہ! اگر نیت میں زنا و بدکاری کا خیال نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ رہا تمہارا ہم پر حکومت و امارت کی وجہ سے فخر کرنا تو اللہ نے فرمایا ہے:

و اذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها

تدمیرا۔

اور جب ہم کسی بستی یا شہر کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو باغی اور سرکش لوگوں کو اس پر

حاکم بنادیتے ہیں۔ پس وہ اس میں فسق و فجور کرتے ہیں۔ اس پر عذاب محقق ہو جاتا ہے۔
پھر ہم اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

پھر امام حسن اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے کپڑے جھاڑ کر چلنے لگے تو عمر و عاص نے آپ کی ردا پکڑ لی اور معاویہ سے کہا آپ اس کی باتوں کے گواہ ہیں اس نے میری ماں پر زنا کی تہمت لگائی ہے۔ میں اس سے حد قذف (تہمت) کا مطالبہ کرتا ہوں۔ معاویہ نے کہا چھوڑ ان کے دامن کو۔ خدا تجھے جزائے خیر نہ دے۔ پس اس نے دامن چھوڑ دیا۔ معاویہ نے ان سے کہا میں نے پہلے ہی تمہیں خبردار کیا تھا کہ ان لوگوں سے معارضہ و مقابلہ کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ میں نے تمہیں ان پر سب و شتم کرنے سے منع کیا تھا۔ تم نے نافرمانی کی۔ خدا کی قسم وہ اس وقت تک نہیں اٹھے جب تک اس کمرہ کو مجھ پر تار یک نہیں کر دیا۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ خدا نے تمہیں رسوا کیا اور ذلیل کیا۔ مہربان ناصح کی رائے سے اختلاف کرنے اور بے عقلی و ناسمجھی کی وجہ سے ”واللہ المستعان“ واللہ ہی مددگار ہے جس سے مدد چاہی جائے۔ (۸۵)

آپؑ کی شہادت

شاذ و نادر کے علاوہ تمام شیعہ و سنی مورخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب معاویہ نے لوگوں سے یزیدی بیعت لینا چاہی تو اس امر میں اس کے لئے امام حسن بن علی کا وجود سب سے بڑا بوجھ اور رکاوٹ تھا۔ بس مکاری سے کام لیتے ہوئے اس نے آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث کو آپ کی ہلاکت کیلئے ایک لاکھ درہم کے وعدہ اور یزید سے شادی کے ساتھ زہر بھیجا۔ جعدہ نے آپ کو روزے کے افطاری (۸۶) کے وقت دودھ میں زہر ملا کر پلا دیا۔ آپ چالیس دن تک زہر کے اثر سے تڑپتے رہے یہاں تک کہ واصل بحق ہوئے۔ (۸۷)

دوران علالت عمرو بن اسحاق اور ایک دوسرا آدمی آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا اے فلاں و فلاں مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم آپ کی صحت بحال ہونے تک میں آپ سے سوال نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا استفراغ (قے) میں میرے کلیجے کے ٹکڑے نکلے ہیں۔ مجھے کئی دفعہ پہلے بھی زہر دیا گیا مگر اتنا مہلک نہ تھا۔ عمرو کا بیان ہے کہ میں دوسرے دن حاضر ہوا تو آپ کے سر ہانے آپکے بھائی حسین کو دیکھا۔ وہ پوچھ رہے تھے بھائی! اس فعل قبیح کا آپ کو کس پر شبہ ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں، تاکہ تم اسے قتل کرو؟ عرض کیا ہاں! فرمایا اگر وہی ہے جس کا مجھے گمان ہے تو خدا زیادہ عذاب و سزا دینے والا ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی بے گناہ قتل ہو جائے۔ (۸۸)

پھر آپ نے عہد امامت اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے سپرد کیا، وصیتیں کیں اور موارِ یت امامت سپرد فرمائے۔ ان میں ایک وصیت یہ تھی، میرے بھائی! میں تم سے جدا اور اپنے رب سے ملحق ہو رہا ہوں۔ مجھے زہر دیا

گیا۔ جس سے میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے پڑے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ زہر کس نے پلایا ہے اور کہاں سے آیا ہے، اللہ کی بارگاہ میں اس سے خاصہ کروں گا۔ بس تمہیں میرے حق کی قسم تم اس بارے میں کوئی اقدام نہ کرنا۔ میری وفات ہو جائے تو میری آنکھیں بند کرنا۔ غسل و کفن کے بعد میرا تابوت نانا کی قبر پر لے جانا تاکہ میں تجہید عہد کر لوں۔ اس کے بعد مجھے فاطمہ بنت اسد کے پہلو میں دفن کرنا۔ اے ماں جائے! تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ یہ قوم گمان کرے گی کہ تم مجھے روزہ رسول میں دفن کرنا چاہتے ہو۔ پس وہ جمع ہو کر روکیں گے۔ میں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے معاملہ میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہے۔ پھر آپ نے انہیں اپنے اہل و عیال اور ترکہ کے بارے میں وصیت کی اور وہ وصایا جو انہیں امیر المؤمنین نے اپنا جانشین بناتے وقت کی تھیں۔ اور شیعوں کو ان کا خلیفہ بنانے اور مقام و منزلت کی طرف ہدایت و رہبری اور اپنے بعد کیلئے بطور علم و سر دار نصب کیا۔ (۸۹)

پھر آپ نے حکم دیا کہ میرا بستر صحن خانہ میں کر دیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

اللهم انی احتسب نفسی عندک فانی لم اصب بمثلها (۹۰)

خدا یا میں اپنے آپ کو تیرے پاس خیال کرتا ہوں۔ اس سے پہلے میں نے اپنی یہ کیفیت نہیں دیکھی۔ پھر آپ مسموم، مظلوم و مقہور اور صابر اس دنیا سے چل بسے اور مدینہ پر وہ کیفیت طاری ہو گئی جو وفات رسول کے دن تھی۔ ابو ہریرہ کو خبر ہوئی تو روتا ہوا بدحواس ہو کر دوڑتا ہوا مسجد میں آیا اور چلایا لوگو! روؤ اور پیو آج مرکز محبت رسول وفات پا گیا۔ (۹۱)

امام حسین علیہ السلام نے غسل دیا کفن پہنایا اور تابوت اٹھا کر روضہ رسول کی طرف چلے تاکہ وصیت کے مطابق تجہید عہد کریں۔ مروان مسلح بنی امیہ کے ساتھ آ کر حائل ہوا اور پکارا ”یا رب ہیجا ہی خیر من دعه“ ترجمہ: بہت سے ہیجان، سکون و آرام سے بہتر ہیں۔

عثمان تو حدود مدینہ کے باہر دفن ہوا اور حسن کو روضہ رسول میں دفنائیں۔ خدا کی قسم! جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہونے دوں گا۔ بس قریب تھا کہ فساد پھا ہو جائے۔ (۹۲)

بی بی عائشہ بھی خنجر پر سوار ہو کر اس ہجوم سے آ ملیں۔ کہہ رہی تھیں میرا تم سے کیا واسطہ؟ میرے گھر میں اسے داخل کرنا چاہتے ہو جسے میں پسند نہیں کرتی۔ ابن عباس عائشہ سے مخاطب ہوئے۔ ہائے بد قسمتی تو کبھی خنجر پر اور کبھی اونٹ پر سوار ہو کر چاہتی ہے کہ نور خدا کو بجھائے اور اولیاء خدا سے جنگ کرے۔ واپس چلی جا۔ جس کا تجھے خوف ہے اس کی کفایت کی گئی ہے اور جو چاہتی ہے وہ مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اور اللہ ہی اہل بیت کا مدد گار ہے۔ اگرچہ ایک زمانہ بعد (۹۳) پھر اس ہجوم نے آپ کے جنازے پر تیر برسائے۔ یہاں تک کہ ستر تیر جنازے سے نکل گئے۔

اس ہنگامے پر بنی ہاشم نے مقابلہ کرنا چاہا تو امام حسین نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔ اللہ اللہ اے بنی ہاشم!

میرے بھائی حسن کی وصیت کو ضائع نہ ہونے دینا۔ پھر جنازہ اٹھایا اور بقیع میں اپنی دادی فاطمہ بنت اسد کے پہلو میں دفن کر دیا۔

وہابیوں کو افسوس تھا اپنے اسلاف کیساتھ امام کے جنازے سے تعرض کرنے میں شریک نہ ہونے اور تیر نہ چلانے کا۔ پس انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے عداوت و دشمنی اور حق سے عناد رکھنے کی بنا پر مسلمانوں کو لاکارتے ہوئے آپ کی قبر منور کو منہدم کر دیا۔ اللہ کے نزدیک دنیا کی پستی و ذلت کیلئے یہی کافی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک بدکار کو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کا سر مبارک بطور ہدیہ بھیجا گیا اور مسلمانوں کے علم ہوتے ہوئے اور چشم دید آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی قبر منہدم کر دی گئیں۔ اور ابھی تک اسی برباد شدہ حالت میں ہیں۔

آپ کے متعلق علماء اور اکابرین کے اقوال

حضرت امام ابو محمد حسن کے بارے میں کبار صحابہ، تابعین علماء عظماء، وانا روزگار کے کلمات اگرچہ امام کی بزرگی و عظمت اور بلندی مقام کو ظاہر اور بیان کرتے ہیں۔ مگر خدائے قدوس نے جو آپ کی مدح فرمائی ہے اور آپ کو ہر طرح کے رجس سے مطہر و پاک قرار دیا ہے۔ کے مقابلے میں کم تر، پست اور کمزور ہیں اور مدحت رسول اعظم کے مقابلہ میں بے حقیقت ہیں۔ آنحضرت نے انہیں جو انان جنت کا سردار قرار دیا۔ بہر حال ہم ان کے بعض کلمات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ امام حسین اپنے بھائی کی قبر کے قریب کھڑے ہوئے، ان کی تعریف و توصیف میں فرمایا خدا آپ پر رحم کرے اے ابامحمد، آپ حق کو اس کے مقام سے دیکھتے، شک و شبہ کے موقع پر اللہ کو ترجیح دیتے اور تقیہ کے مقامات پر حسن فکر کے ساتھ عمل پیرا ہوتے۔ دنیا کی بڑی بڑی چیزوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے، اچھی چیزیں کھلے ہاتھوں سے لوگوں کو عطا کرتے تھے۔ آپ پاکیزہ باطن تھے، اپنے دشمنوں کی جلد بازیوں کا سہل طریقہ سے دفاع فرماتے تھے۔ یہ مقام تعجب نہیں ہے اس لئے کہ آپ سلالہ نبوت کے بیٹے اور پروردہ شیر حکمت و دانائی تھے۔ پس روح و ریحان اور جنت نعیم کی طرف جائیے۔ خدا ان کو ہمارے اور آپ کیلئے اجر عظیم قرار دے، اور ہمیں اور آپ کو ان سے اچھا صبر عطا فرمائے۔ (۹۴)

۲۔ جس وقت امام حسن (خدا ان سے خوشنود ہوا) کو دفن کیا جا چکا، ان کے بھائی محمد بن حنیفہ نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: اگر آپ کی زندگی عزیز تھی تو آپ کی موت نے ہم کو متزلزل کر دیا۔ بہترین تھی روح جسے آپ کے کفن نے اپنے اندر سمولیا اور بہترین ہے وہ کفن جس نے آپ کو ڈھانپ لیا۔ ایسا کیوں نہ ہو آپ تو ہدایت کی منزل آخر، اہل تقویٰ کے خلف اور خمس اصحاب کساء ہیں۔ آپ کو حق کے ہاتھوں نے تقویٰ کی غذا کھلائی اور ایمان کے پستان نے دودھ پلایا، اسلام کی گود نے پرورش کی۔ پس زندگی اور

- موت میں آپ پاک و پاکیزہ ہیں۔ اگرچہ ہمارے نفوس آپ کی جدائی و فراق سے رنجیدہ و نالاں ہیں۔
اے ابامحمد خدا آپ پر رحم فرمائے۔ (۹۵)
- ۳۔ عبداللہ ابن جعفر نے معاویہ کو جواب دیا جب اس نے کہا تھا کہ آپ بنی ہاشم کے سردار ہیں۔ آپ نے فرمایا بنی ہاشم کے سردار حسن و حسین ہیں۔ (۹۶)
- ۴۔ انس بن مالک نے کہا: ان میں کوئی ایک بھی امام حسن سے زیادہ رسول اللہ کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا تھا۔ (۹۷)
- ۵۔ ابو ہریرہ نے کہا: میں ہمیشہ اس مرد حسن بن علی سے محبت کرتا ہوں۔ اس وقت کے بعد سے جب میں ان سے رسول اللہ کو وہ پیار کرتے دیکھا جو وہ کرتے تھے۔ (۹۸) اور یہ بھی کہا کہ کوئی بھی مجھے حسن بن علی سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔ (۹۹) جب ابو ہریرہ کو آپ کی موت کی خبر ملی تو پریشان حال، آنسو بہاتا ہوا تیزی سے مسجد رسول اللہ کی طرف آیا اور کہہ رہا تھا: آج کے دن رسول اللہ کی محبت وفات پا گئی۔ پس تم گریہ کرو۔ (۱۰۰)
- ۶۔ ابو جحیفہ کہتا ہے: میں نے رسول اللہ کی زیارت کی تھی اور حسن بن علی ان سے مشابہت رکھتے تھے۔ (۱۰۱)
- ۷۔ ابوبکر بن عبید کو امام حسن کی موت کی خبر ملی تو اس نے کہا: وفات حسن سے لوگوں کی خیر کثیر کھو گئی۔ خدا حسن پر رحم کرے۔ (۱۰۲)
- ۸۔ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے تعرض کرنے کے بارے میں ابوالاسود دودونلی سے مشورہ کیا تو اس نے کہا: وہ مہذب شخصیت ہیں۔ شرفا و نجبائے عرب میں سے نجیب و شریف اور کریم الاصل ہیں۔ پاکیزہ عنصر ہیں۔ پس اے امیر المؤمنین ان سے ہرگز تعرض نہ کرنا۔ (۱۰۳)
- ۹۔ عمر بن اسحاق نے کہا: کوئی متکلم مجھے خاموش طبع حسن سے زیادہ محبوب اور پیارا نہیں ہے۔ میں نے ان کے منہ سے کبھی کوئی کلمہ فحش نہیں سنا۔ (۱۰۴)
- ۱۰۔ عبداللہ بن زبیر نے اس شخص سے کہا جو رسول اللہ سے مشابہت رکھنے والے افراد کے متعلق بات کر رہا تھا کہ میں تجھے ان کے اہل بیت ہی میں سے حسن بن علی جو رسول پاک سے بہت زیادہ مشابہ تھے بتاتا ہوں کہ جب رسول پاک سجدہ میں ہوتے تو کبھی کبھی حسن آتے اور آپ کی گردن پر سوار ہو جاتے۔ آپ انہیں نہ اتارتے جب تک وہ خود نہ اتر جاتے۔ ال آخر۔ (۱۰۵) اور اس نے یہ بھی کہا کہ عورتیں حسن بن علی جیسے کو لے کر کھڑی نہ ہونیں (کسی ماں نے ان جیسا فرزند نہیں جنا) (۱۰۶)
- ۱۱۔ آپ کی طرف حسن بصری نے خط لکھا امام بعد بے شک آپ بنی ہاشم کی جماعت چلنے والی کشتیاں، گہری

لہریں، روشن مینار اور مشہور اعلام ہیں۔ یاکشتی نوح کی مانند ہیں جس پر مومن سوار ہوئے اور مسلمانوں نے نجات پائی۔ (۱۰۷)

۱۲۔ آپ سے منظور بن ریان نے کہا: آپ زیادہ کریم گھر کے مالک ہیں اور زیادہ کریم النفس ہیں۔ (۱۰۸)

۱۳۔ ایک شخص نے امام حسن کی عیب جوئی کی۔ معاویہ ابن ابی سفیان نے اسے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ وہ اس کی زبان اور ہونٹ چوس رہے تھے اور خدا ہرگز اس زبان اور ہونٹوں کو عذاب نہیں کر سکتا جنہیں رسول اللہ چوسیں۔ (۱۰۹)

۱۴۔ محمد بن سیرین کہتا ہے کہ بعض اوقات حسن بن علی ایک ہی شخص کے لیے ایک لاکھ کی اجازت دے دیتے تھے۔ (۱۱۰)

۱۵۔ واصل بن عطاء نے کہا کہ حسن کے چہرے پر انبیاء کے سیما و نشانیاں اور بادشاہوں کی بہار و رونق تھی۔ (۱۱۱)

۱۶۔ جب معاویہ کو امام حسن کی وفات کی خبر ملی تو اس نے اپنے محل خضراء میں با آواز بلند تکبیر کہی جسے سن کر خضر ا میں رہنے والوں نے بھی تکبیر کہی اور اس کے اتباع میں اہل مسجد نے بھی تکبیر بلند کی۔ فاختہ بنت قرضہ بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف اپنے دروازہ سے نکلی کہا کہ خدا ا میرا مومن کو خوش رکھے یہ کون سی خبر آپ کو ملی جس سے آپ خوش ہو رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ حسن بن علی کی موت کی خبر۔ اس نے بے ساختہ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے) وہ رو پڑی اور کہا مسلمانوں کا سردار اور رسول اللہ کا نواسہ چل بسا۔ معاویہ نے کہا تو نے بہت اچھا کیا۔ خدا کی قسم بے شک وہ اس کے اہل تھے کہ ان پر گریہ کیا جائے۔ (۱۱۲)

۱۷۔ محمد بن اسحاق کہتا ہے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی شخص اس مقام اور شرف کو نہیں پہنچا جس پر حسن پہنچے تھے۔ آپ کے لیے آپ کے گھر کے دروازے کے سامنے فرش بچھایا جاتا تھا۔ جب آپ گھر سے نکل کر وہاں بیٹھتے تو راستہ بند ہو جاتا اور مخلوق خدا میں سے کوئی بھی آپ کے اجلال و دبذبہ کی وجہ سے وہاں سے نہ گذرتا۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوتا تو آپ اٹھ کر گھر میں تشریف لے جاتے اور اس کے بعد لوگ رہ گزار ہوتے۔ میں نے آپ کو مکہ کے راستے میں پیدل سفر کرتے دیکھا۔ مخلوق خدا میں سے جو کوئی بھی آپ کو دیکھتا سواری سے اتر کر پیدل چلنے لگتا۔ یہاں تک کہ میں نے سعد بن وقاص کو بھی پیدل چلتے دیکھا ہے۔ (۱۱۳)

۱۸۔ محمد بن طلحہ شافعی کہتا ہے کہ خدائے عز و جل نے آپ کے مقصود رشد و ہدایت کے راستوں کو واضح کرنے کے لیے آپ کو روشن فطرت، قواعد دین اور اس کے مبانی کی اصلاح کے لیے نظر صائب عطا کی تھی اور

انہیں ایسی جبلت کے ساتھ مخصوص کیا تھا جس نے آپ کو اس اخلاق سے مالا مال کیا جس کا مادہ علم اور اس کے معانی کی شکل میں تھا۔ (۱۱۴)

۱۹۔ علامہ شمس الدین یوسف بن قزاعلی حنفی سبط ابن جوزی کہتا ہے: آپ بہت سخی و جواد تھے اور روشن دل و دماغ رکھتے تھے اور رسول پاک آپ سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ (۱۱۴)

۲۰۔ شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر کہتا ہے، حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہاشمی نواسہ رسول خداریحانہ امیر المؤمنین ابو محمد پندرہ ماہ رمضان کو پیدا ہوئے۔ (۱۱۶)

۲۱۔ حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر نے اہل کوفہ کا آپ کی بیعت کرنے کے بارے میں کہا ہے کہ اگر وہ صاحب فہم ہوتے تو اس نعمت کو عظیم سمجھتے کہ جو اللہ نے انہیں نواسہ رسول سید المسلمین و فہیم و حلیم و بردبار اور صحابہ میں سے ایک عالم بزرگ کی بیعت کرنے کی توفیق کی صورت میں بخشی اور اس امر کی دلیل یہ ہے کہ وہ خلفائے راشدین میں سے ایک ہیں الی آخر۔ (۱۱۷)

۲۲۔ حافظ یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد القریطی المالکی نے کہا ہے کہ خدا آپ پر رحمت نازل کرے آپ حلیم و بردبار اور اورع و پرہیزگار اور فاضل نامدار تھے۔ ان کے فضل و درع نے انہیں خدا کے بہترین اجر کی طرف رغبت کے باعث ملک و سلطنت دنیا کو ٹھکرانے کی دعوت دی۔ (۱۱۸)

۲۳۔ الامام العالم عز الدین ابوالحسن علی جو ابن اثیر کے لقب سے مشہور ہے نے کہا ہے کہ حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد المناف، قرشی، ہاشمی، ابو محمد، نواسہ رسول جن کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ، زنان عالمین کی سردار اور وہ خود جوانان جنت کے سردار ہیں اور ریحانہ نبی اور ان کی شبیبہ ہیں۔ ان کا نام نبی کریم نے حسن رکھا اور ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا، سرمونڈ اور بالوں کے عوض ہم وزن چاندی صدقہ دینے کا حکم فرمایا۔ وہ اہل کساء میں سے پانچویں ہیں۔ (۱۱۹)

۲۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے کہا ہے: حسن بن علی بن ابی طالب (خدا ان سے خوش ہوا) ابو محمد فرزند رسول خدا آپ کے گل و ریحان ہیں اور آپ قرآنی نص سے آخری خلیفہ ہیں۔ (۱۲۰)

۲۵۔ شمس الدین بن طولون کہتا ہے: ان میں سے دوسرے ہیں حسن بن علی بن ابی طالب قرشی، مدنی ابو محمد، نواسہ رسول اللہ اور آپ کی خوشبور رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ سیدہ نساء عالمین کے فرزند ہیں۔ پھر کہتا ہے کہ حسن نبی کریم کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔ نبی پاک نے ہی ان کا نام رکھا تھا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا، سرمونڈ اور حکم دیا کہ بالوں کے ہم وزن چاندی کا صدقہ دیا جائے اور وہ جناب اہل کساء میں سے پانچویں ہیں۔ (۱۲۱)

۲۶۔ خیر الدین الزرکلی کا قول ہے کہ آپ کثیر العیال، بردبار، نیکی و خیر کو دوست رکھنے والے، فصیح و بلیغ اور فی

- البدیہہ گفتگو کرنے والے تھے۔ معاویہ اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرتا تھا کہ دو اشخاص حسن بن علی اور عبد اللہ بن عباس سے بحث نہ کیا کریں کیونکہ یہ دونوں فی البدیہہ بات میں قوی و بے مثل ہیں۔ سن ۴۰ھ میں آپ کے والد کی شہادت کے بعد اہل عراق نے آپ کی خلافت کی بیعت کی تھی۔ (۱۲۲)
- ۲۷۔ اسناد محمد رضا مصری حضرت امام حسن کی سوانح میں لکھتا ہے کہ جو انان جنت کے سردار ہیں اور نبی کریم کے گل وریحان ہیں اور آپ حضرت کے مشابہہ ہیں۔ الاخر۔ (۱۲۴)
- ۲۸۔ استاد عبد القادر احمد یوسف اپنی کتاب الحسن بن علی میں لکھتا ہے کہ ہر قاری کو یہ بات بغور ذہن نشین کرنا چاہیے حسن بن علی نواسہ رسول خدا اور جو آئمہ ان کے بعد ہیں وہ اپنے آپ کو نہ صرف خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے ہیں بلکہ رسول اللہ کے بعد اسلام کی نشر و اشاعت اور مشن و شرائع محمدیہ کی حفاظت کا مکلف و ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان میں قرابت و رشتہ داری نفس کی پاکیزگی و نقادت اور تنزیل فہمی کی لیاقت تھی۔ (۱۲۴)

باب ۳

امام حسین علیہ السلام

مختصر تعارف

- آپ کے نانا حضرت رسول اللہ ہیں۔
- آپ کے دادا حضرت ابوطالب ہیں۔
- آپ کی نانی حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں۔
- آپ کی دادی حضرت فاطمہ بنت اسد ہیں۔
- آپ کے والد گرامی حضرت علی امیر المومنین ہیں۔
- آپ کے سگے بھائی حضرت حسن علیہ السلام ہیں۔
- آپ کی سگی بہنیں حضرت زینب کبریٰ اور جناب ام کلثوم ہیں۔
- آپ تین شعبان ۴ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔

آپ پیدا ہوئے تو آپ کو اپنے نانا رسول اللہ کی خدمت میں لایا گیا۔ رسول پاکؐ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ آپ کے دائیں کان میں اذان بائیں کان میں اقامت کہی اور اپنے لعاب دہن سے آپ کو تحنیک کیا (تالو پر لعاب دہن لگایا) اور جب ساتواں دن ہوا تو آپ کا حسین نام رکھا اور ان کی طرف سے ایک مینڈھا عقیقہ کیا اور آپ کی والدہ محترمہ کو حکم دیا کہ ان کا سرمند واکر بالوں کے هموزن چاندی صدقہ کریں۔

آپ رسول اللہ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ موزوں جسم، میانہ قد، کشادہ پیشانی، گھنی ڈاڑھی، چوڑا چکلا سینہ، کشادہ کندھے، بڑی ہڈیاں، ہتھیلیاں اور قدم چوڑے تھے۔ گھنگریالے بال، کسرتی بدن، رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ اپنے نانا رسول اعظمؐ کے سائے میں پرورش پائی۔ آنحضرتؐ ہی آپ کی تربیت و تحفظ کے نگران تھے۔

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کے القاب رشید، وفی، طیب، ذکی، مبارک، تابع المرضات اللہ، ذلیل علی ذات اللہ، سبط، سید شباب اہل الجنة ہیں۔

آپ اپنے والد امیر المومنین کے ساتھ ساتھ رہے۔ آپ کے عظیم مدرسہ میں ربع صدی تک حاضر رہے۔ تینوں جنگوں، جمل، صفین اور نہروان میں اپنے والد گرامی کے شانہ بشانہ رہے۔

آپ کی ازواج، لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی، ام اسحق بنت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی، شاہ زنان بنت

کسریٰ یزدجرد بادشاہ ایران اور رباب بنت امراء القیس بن عدی ہیں۔

آپ کے فرزند امام زین العابدین، علی اکبر، جعفر اور عبد اللہ اصغر ہیں۔

آپ کی بیٹیاں: سکینہ، فاطمہ (۲)

آپ کی انگوٹھی کا نقش حبیبی اللہ۔

آپ کا شاعر، یحییٰ بن حکم اور ایک جماعت۔

آپ کا دربان: اسعد، ہجری۔

اپنے والد امیر المومنین کی شہادت کے بعد آپ نے اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کی ۴۰ھ میں بیعت کی اور آپ ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مقام امامت اور برادر بزرگ ہونے کے لحاظ سے آپ اس مجلس میں گفتگو نہ فرماتے تھے جہاں جناب امام حسن تشریف فرما ہوں۔ آپ سبط رسول اور ان کے ریحان و پھول اور ثقلین میں سے دوسرے تھے جن کو آنحضرت اپنی امت میں چھوڑ گئے تھے۔ کتاب و عمرت اور اجماع مسلمین سے شباب اہل الجنہ تھے۔ آپ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا۔ اور ۶۰ھ میں بروز اتوار جب کہ ماہ رجب کے دودن باقی تھے اپنے خاندان اور اصحاب کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف سفر کیا۔ آپ اس وقت قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

فخرج منها خائفا يترقب قال ربني تجني من القوم الظالمين

ترجمہ: وہ اس سے عالم خوف میں نکلا اور درنا خالی کہ نگران تھا۔ اس نے کہا میرے پروردگار

مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔

مکہ میں اس وقت داخل ہوئے جب ۶۰ھ شعبان کی تین راتیں گزر چکی تھیں اور وہ خدا تعالیٰ کے اس قول کی تلاوت کر رہے تھے:

ولما توجه تلقا مدين قال عسى ربني ان يهديني سواء السبيل

ترجمہ: اور جب وہ مدین کے سامنے پہنچ گیا تو اس نے کہا قریب ہے کہ میرا پروردگار

سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرے۔

بیعت و اطاعت کرنے کے بارے میں اہل کوفہ کے خطوط و وفود آپ کو پہنچنے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس بارہ ہزار خط اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے مکہ سے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو اپنا نائب و سفیر بنا کر اہل کوفہ کی طرف بھیجا۔

آپ کو یہ خبر ملی کہ یزید بن معاویہ نے کچھ لوگ آپ کی طرف اس لیے بھیجے ہیں کہ وہ دھوکہ سے آپ کو

شہید کر دیں چاہے آپ کعبہ کے پردوں کو پکڑے ہوئے ہوں۔

آپ نے ماہ ذی الحجہ ۶۰ھ کی آٹھویں تاریخ ترویہ کے دن مکہ میں خطبہ دیا جس میں اپنی دعوت کا اعلان کیا اور پھر اسی دن مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔

جب آپ سرزمین عراق میں داخل ہوئے تو کوفہ کے راستے میں ابن زیاد کے بھیجے ہوئے لشکر کے سردار حر بن یزید ریاحی نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ یہاں تک کہ آپ کو کربلا میں اتارا۔ آپ کربلا میں دوسری محرم ۶۱ھ کو پہنچے۔

آپ نے کربلا میں اپنا سامان سفر سوار یوں سے اتارا ہی تھا کہ ابن زیاد کے لشکر کے بعد دیگرے کربلا پہنچنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد تیس ہزار ہو گئی۔ آپ اور آپ کے خاندان کے افراد اور آپ کے اصحاب با وفاد سویں محرم ۶۱ھ کو شہید ہوئے۔ آپ کا سر مبارک گیارہویں محرم کی رات کو کوفہ پہنچا۔

آپ کے اہل و عیال کو کربلا سے کوفہ کی طرف قیدی بنا کر لے گئے۔ پھر وہاں سے انہیں شام کی طرف روانہ کیا گیا۔ آپ کو آپ کے فرزندار جند زین العابدین علیہ السلام نے تیرہ محرم کو دفنایا۔

سب سے پہلے آپ کی قبر مطہر کی زیارت عظیم صحابی رسول حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری نے بتاریخ بیس صفر ۶۱ھ کربلا پہنچ کر کی۔ اور اسی روز آپ کے فرزند امام زین العابدین بھی کوفہ و شام کی قید و بند اور بازاروں میں تشہیر کے بعد رہائی پا کر مدینہ واپسی کے دوران کربلا پہنچے اور قبر مطہر کی زیارت کی۔

آپ قرآن کی نظر میں

اگر ہم اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نازل شدہ آیات قرآنی کو جمع کریں تو یقیناً ہمیں کئی ایک کتب کی ضرورت ہوگی کیونکہ آئمہ حدیث و حفاظ، مبصرین و اہل سیر و تراجم و سوانح نگاران نے سینکڑوں آیات ان کی شان میں بیان کی ہیں، اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں جیسا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

”قرآن چار حصوں میں نازل ہوا ہے۔ اس کا ایک چوتھائی حصہ ہماری شان میں ہے اور ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ ایک چوتھائی سیر و امثال ہیں اور باقی ایک چوتھائی فرائض و احکام ہیں اور ہمارے لئے کرائم قرآن (قرآن کا بہترین حصہ) ہے۔ (۴) ان صفحات میں ہم وہ آیات ذکر کرتے ہیں۔ جو اس کتاب کیساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”وہو الذی جعل من الماء بشر أن جعله نسباً و صہراً“ (فرقان آیت ۱۵۴)

”اور وہی خدا ہے جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا۔ پھر اس کو خاندان اور سسرال والا بنایا۔“

ابو نعیم حافظ اور ابن مغازی نے اپنی اسناد کیساتھ سعید بن حبیر اور عبد اللہ ابن عباس سے اخراج کیا ہے کہ

انہوں کے کہا ہے کہ یہ آیت پانچویں اہل عباد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ پھر کہا کہ پانی سے مراد نور نبی ہے جو عام مخلوق کی خلقت سے پہلے تھا پھر اسے صلب آدم میں ودیعت کھا پھر ایک صلب سے دوسری صلب میں منتقل کیا، یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں پہنچا۔ پھر وہ دو جزو ہو گیا ایک جزو ابوطالب کی صلب میں پہنچا اور اس سے علی پیدا ہوئے پس علی کی فاطمہ سے شادی ہوئی تو ان دونوں سے حسن و حسین (اللہ ان دونوں سے خوشنود ہوا) پیدا ہوئے۔

ثعلبی اور موفق بن احمد خوارزمی نے ابوصالح سے ابن عباس سے نیز ابن مسعود، جابر، براء، انس، اور ام سلمہ (خدا ان سے خوشنود ہوا) سے بھی اخراج کیا ہے کہ انہوں نے کہا یہ آیت پانچویں اہل عباد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”و جعلها كلمة باقية في عقبه لعلهم يرجعون“ (زخرف آیہ ۲۸)

اور اسے کلمہ باقیہ قرار دیا اس کی اولاد میں تاکہ وہ لوٹ آئیں

مناقب میں ثابت شمالی سے علی ابن الحسین سے، ان کے والد گرامی سے، ان کے جد امیر المؤمنین علیہ السلام سے، آپ نے فرمایا ہماری شان میں نازل ہوا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد

”و جعلها كلمة باقية في عقبه لعلهم يرجعون“

یعنی قیامت تک کیلئے امامت حسین کی اولاد میں قرار دی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ الا يبغيان فبأي آلاء ربكما تكذبان يخرج

منهما اللؤلؤ والمرجان“ (سورہ رحمان ایت نمبر ۲۲)

ترجمہ: دو مواج سمندر جو ایک دوسرے سے مل رہے ہیں ان کے درمیان ایک برزخ ہے کہ جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر تجاوز نہیں کر سکتے۔ تم دونوں اپنے خدا کی کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے۔ ان دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

انس سے روایت ہے کہ مرج البحرين يلتقيان کے خدائی ارشاد سے علی و فاطمہ اور یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان سے حسن و حسین مراد ہیں۔

اور ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔ علی فاطمہ بینہما برزخ نبی کریم اور ان دونوں سے حسن و حسین صلوة اللہ علیہم نکلتے ہیں۔

اور ثعلبی نے خدا تعالیٰ کے ارشاد مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ الایبغیان کی تاویل میں سفیان ثوری اور سعید بن جبیر سے ذکر کیا کہ بحرین علی وفاطمہ ”برزخ“ محمد رسول اللہ اور ان دونوں سے لولوء و مرجان نکلتے ہیں یعنی حسن و حسین علیہ السلام۔ (۸)

آپؐ احادیث رسول میں

رسول اکرم ہمیشہ اپنے اہل بیت علیہم السلام کی عظمت کی عمارت کو مضبوط بناتے رہے۔ ہر جگہ اور ہر موقع پر ان کی توصیف و تعریف کی کبھی سفینہ نوح کی مثال دے کر کہ جو اس پر سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اسے پیچھے ہٹ گیا وہ غرق و ہلاک ہو گیا۔ اور کبھی باب حطہ کے ساتھ تشبیہ دی کہ جو اس میں داخل ہوا امن میں آ گیا۔ کبھی ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ اہلک زمیں کیلئے امان ہیں، جیسے ستارے اہل آسمان ان کیلئے امان ہیں۔ بہت سی احادیث میں امام حسین کا انفرادی ذکر فرمایا اور آپ کی فضیلت اور قدر و منزلت کو واضح فرمایا۔ ان میں سے چند ایک ہم یہاں لکھتے ہیں۔

۱۔ حاکم نے اخراج کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ نکی عامری سے نبی اکرم نے فرمایا:

”حسین منی وانا من الحسین اللهم احب من احب حسینا۔ حسین سبط من الاسباط“

ترجمہ: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ خدایا! اسکو درست رکھ جو حسین کو دوست رکھے، حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے۔ (۹)

۲۔ ابن حیان، ابن سعد، ابویعلیٰ اور ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ سے سنا آپؐ فرما رہے تھے۔

”جسے یہ بات خوش آئیند ہو کہ وہ جو انان جنت کے سردار کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ حسین بن علی کی طرف دیکھے۔ (۱۰)

۳۔ سلمان فارسی کہتے ہیں کہ حسین رسول اللہ کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ ان کے بوسے لیتے تھے اور فرماتے تھے:

تو سید ہے سید کا بیٹا ہے، سادات کا باپ ہے، امام کا بیٹا ہے اور آئمہ کا باپ ہے۔ تو حجت ہے حجت کا بیٹا ہے اور حج کا باپ ہے۔ جو نو (۹) تیری پشت سے ہونگے جن کے نویں ان کے قائم ہیں۔ (۱۱)

۴۔ آپؐ نے فرمایا:

حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے حسین سے محبت کرنی چاہئے۔ (۱۲)

۵۔ عبد اللہ بن سعدی سے روایت ہے، اس نے کہا جب لوگوں نے تفضیل (صحابی کی ایک دوسرے پر فضیلت) میں اختلاف کیا تو میں اپنی سواری پر سوار ہوا زادراہ ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا اور مدینہ جا پہنچا۔ پس میں خذیفہ بن یمان کے گھر گیا تو اس نے مجھ سے پوچھا: اے شخص کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: عراق سے کہا: عراق کے کون سے شہر سے۔ میں نے کہا کوفہ سے۔ تو اس نے کہا اے اہل کوفہ مرحبا! میں نے کہا: لوگوں نے ہمارے سامنے تفضیل صحابہ میں اختلاف کیا ہے۔ پس میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ اس کے متعلق آپ سے سوال کروں۔ انہوں نے کہا کہ تو باخبر آدمی کے پاس پہنچا ہے، یاد رکھو میں اس کے سوا بیان نہیں کرتا کہ جو کچھ میرے دونوں کانوں نے سنا، دونوں آنکھوں نے دیکھا اور دل نے یاد رکھا رسول اللہ میرے سامنے اپنے گھر سے باہر تشریف لائے۔ اس وقت میں انہیں بالکل ایسے ہی دیکھ رہا تھا جیسے کہ اس وقت تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے حسین بن علی کو کندھے پر اٹھا رکھا تھا اور ساتھ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ آپ نیت اپنی کف طیبہ (پاکیزہ ہتھیلی) حسین کے پاؤں کے نیچے رکھی ہوئی ہے اور انہیں اپنے سینے سے چمٹا رکھا تھا۔ پس آپ نے فرمایا:

”اے لوگو! میں تمہیں خیار و بہترین لوگوں سے متعارف کراتا ہوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو کہ یہ حسین بن علی جدا اور نانا کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ اس کے نانا محمد رسول اللہ سید النبین ہیں، اس کی نانی خدیجہ بنت خویلد ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں عالمین کی عورتوں پر سبقت لے گئیں۔ یہ حسین بن علی باپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہترین اور ماں کے لحاظ سے بھی تمام سے بہتر ہیں۔ ان کے باپ علی بن ابی طالب رسول اللہ کے بھائی اور ان کے وزیر ہیں اور عالمین کے مردوں میں ایمان کی طرف سبقت کرنے والے ہیں، یہ حسین بن علی چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے بھی تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔ ان کے چچا جعفر بن ابی طالب ہیں جو دوپروں کیساتھ مزین ہیں۔ جن کے ذریعہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں وہیں پرواز کرتے ہیں۔ ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب ہیں۔ یہ حسین بن علی ماموں اور خالہ کے لحاظ سے بھی سب لوگوں سے بہترین ہیں۔ ان کے ماموں قاسم بن محمد رسول اللہ ہیں اور ان کی خالہ زینب (۱۳) بنت محمد رسول اللہ ہیں۔

پھر آپ نے انہیں اپنے کندھے سے اتار دیا۔ پس وہ آنحضرت کے سامنے آہستہ آہستہ چلنے لگے اور آپ کے قریب آگئے، یا آپ کے سینہ سے لگ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا:

اے لوگو! یہ حسین بن علی وہ ہے جس کے جدا اور جدہ جنت میں ہیں۔ اس کے باپ اور ماں جنت میں ہیں اور انبیاء کی ذریت میں سے کسی کو وہ مقام نہیں دیا گیا جو حسین بن علی کو دیا گیا ہے، سوائے یوسف بن یعقوب کے۔

آپ پر نص

ہمارے علماء رحمہم اللہ نے آئمہ علیہم السلام پر رسول اعظم کی نصوص جمع کی ہیں جو بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں۔ کبھی تو آپ ان سب کے نام لیکر انہیں معین فرماتے ہیں اور کبھی ان میں سے بعض کے نام لیتے ہیں اور کبھی ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں ہم نے اس کتاب کی پہلی فصل ”الامام امیر المؤمنین“ میں آئمہ کی نصوص پر چوالیس حدیثیں ذکر کی ہیں جنہیں ہم نے بہت سے مصادر سے اخذ کیا ہے۔ اس فصل میں حضرت امام عبداللہ الحسین علیہ السلام پر آپ کے والد گرامی امیر المؤمنین اور آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی طرف وارد ہوئی نصوص کو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ امام امیر المؤمنین علیہ السلام کی وصیت جو آپ نے اپنے بیٹے حسن علیہ السلام کو کی ہے میں آیا ہے کہ ”اے بیٹا! مجھے رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے وصیت کروں اور اپنی کتب اور ہتھیار تمہیں دوں جس طرح آنحضرت نے مجھے وصیت کی اور مجھے کتب و ہتھیار دئے۔ اور مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں حکم دوں کہ تمہاری موت کا وقت آئے تو تم یہ چیزیں اپنے بھائی حسین کو دو“ (۱۵)

۲۔ علی بن یونس عاملی نے اپنی کتاب صراط المستقیم میں روایت کی ہے کہ امیر المؤمنین نے حسین پر نص کی جیسا کہ حسن کے حالات میں گزر چکا ہے اور اس نے روایت کی ہے۔

حسن نے اپنی وفات کے وقت بھائی کو وصیت کی، موثق نبوت اور عہد امامت ان کے سپرد فرمائے، ان کو خلیفہ بنانے پر شیعوں کی رہبری کی اور انہیں اپنے بعد کیلئے ان پر علم اور نشان نصب کیا۔ اور یہ مشہور ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ (۱۶)

۳۔ امام حسن علیہ السلام نے اپنی وفات پر جو وصیت اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کو کی ہے اس میں آیا ہے کہ اے محمد بن علی! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حسین بن علی میری وفات اور جسم سے میری روح کے جدا ہونے کے بعد (میرے بعد کیلئے) امام ہیں اور اللہ کے یہاں کتاب ماضی میں وراثت بنی ہے جسے انہوں نے اپنے باپ اور ماں کی وراثت میں پایا ہے۔ خدا کو علم ہے کہ تم بہترین خلق ہو۔ پس اس نے تم میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مصطفیٰ کیا، محمد مصطفیٰ نے حضرت علی کو انتخاب و اختیار کیا اور مجھے حضرت علی نے امامت کے لئے چنا اور میں حسین کو انتخاب و اختیار کرتا ہوں۔ (۱۷)

۴۔ شمس الدین محمد بن طولون نے کہا کہ امام حسن نے اپنے بھائی حسین کو اپنا وصی قرار دیا۔ (۱۸)

آپؐ کی عبادت

ذیل میں ہم سید الشہداء کی عبادت کے بارے میں گفتگو کریں گے۔ آپؐ کی ساری زندگی ہی عبادت تھی، سب کی سب اطاعت تھی، آپؐ کے اوقات اللہ کیلئے اور اللہ کی راہ میں متصلہ حلقے تھے۔

جب ہم آپؐ کی نماز، آپؐ کے اور ادا اور حج کی گفتگو کرتے ہیں تو صرف یہ بات کافی ہے کہ وہ جواں مرد دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ہر سال پانچ سو مرتبہ حج ادا کرتے تھے اور اسی قسم کی دیگر عبادات بھی۔ ہم آپؐ کی وہ عبادتیں ذکر کرتے ہیں جنہیں مورخین نے بیان کیا ہے۔

۱۔ آپؐ نے پچیس حج حرمین کے اس طرح کئے کہ آپؐ کی سواریوں کو آپؐ کے ساتھ ہنکایا جاتا تھا اور آپؐ پانچ سو مشغول سفر ہوتے تھے۔ (۱۹)

۲۔ آپؐ شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

۳۔ انس بن مالک سے روایت ہے: وہ کہتا ہے کہ میں حسین کیساتھ نکلا تو وہ جناب خدیجہ کی قبر پر تشریف لائے۔ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا: اے انس مجھ سے دور چلے جاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ میں آپؐ سے مخفی ہو گیا۔ جب آپؐ کا نماز میں وقوف (ٹھہرنا) طول پکڑ گیا تو میں نے آپؐ کو کہتے ہوئے سنا۔

یا	رب	من	انت	مولاء
فارحم	عبیدا	الیک	ملجاء	
یا	ذا	البعالی	علیک	معتبدی
طوبی	لمن	کنت	انت	مولاء
طوبی	لمن	کان	خادما	ارقا
یشکو	الی	ذی	الجلال	بلواہ
وما	به	علته	ولا	سقم
اکثر	من	حبہ		لمولاء
فاذا	اشتکی	ثبه	و	غصته
اجابه	الله	ثم		لباہ
اذا	ابتلی	بالظلام		مبتہلا
اکرمه	الله	ثم		ادناہ

و نودی لبیک عبدی و انت فی کنفی
و کلما قلت قد علمناہ
صوتک تشنقہ ملائکتی
فحسک المرقد سفرناہ
سلنی بلا رغبہ ولا رهب
ولا حساب الی انا اللہ (۲۱)

ترجمہ: اے رب! اے وہ کہ جس کا تو مولیٰ ہے بس رحم فرما اس چھوٹے سے بندہ پر جس کا تو
مجاو ماویٰ ہے۔

اے بلندیوں والے! تجھ پر ہی میرا اعتماد و بھروسہ ہے۔ طوبی اور خوش خبری اس کے لیے
ہے جس کا تو مولا و آقا ہے۔ خوش خبری ہے اس کے لیے جو ایسا خادم ہے کہ جس کی نیند اڑ گئی
ہے اور وہ خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں اپنی تکلیف کی شکایت کرتا ہے۔

اپنے مولا کی محبت سے زیادہ نہ اس میں کوئی علامت ہے نہ بیماری ہے اور جب وہ جلدی
میں اٹھ کر شکایت کرتا ہے اور اس کا گلا گھٹنے لگتا ہے تو خدا اس کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے
اسے لبیک کہتا ہے۔

جب وہ تاریکی میں گڑ گڑاتا ہے تو خدا اس کی عزت و اکرام کرتا اور اسے قریب کرتا ہے
اس کو ندا آتی ہے لبیک اے میرے بندے! تو میری رحمت و شفقت کے پہلو میں ہے
اور جو کچھ تو کہتا ہے ہم نے اسے سن لیا ہے۔

تیری آواز کی طرف میرے ملائکہ مشتاق ہیں پس آواز تیرے لیے کافی ہے ہم نے سن
لیا ہے۔

تیری دعا میرے ہاں حجابوں میں گردش کرتی ہے۔ پس تیرے لیے وہ راز کافی ہے جسے ہم
نے ظاہر کر دیا ہے۔

اگر اس کے جواب میں ہوا چلے تو دھڑام سے وہ گر پڑے۔ اس چیز کی وجہ سے جس نے
اسے ڈھانپ رکھا ہے۔ مجھ سے سوال کر بغیر کسی رغبت، خوف اور حساب و کتاب کے کیونکہ

میں اللہ ہوں۔

۴۔ حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے کہا گیا کہ آپ کے والد گرامی کی اولاد کس قدر کم ہے تو آپ نے فرمایا: تعجب ہے کہ میں ان کے گھر کیسے پیدا ہو گیا کیونکہ وہ رات دن میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تو وہ عورتوں کے لیے کب فارغ ہوتے تھے۔ (۲۲)

۵۔ جس وقت نویں محرم کی عصر کو ابن سعد امام حسین علیہ السلام سے جنگ کے ارادہ سے بڑھا تو آپ نے اس کی طرف اپنے بھائی عباس کو بھیجا اور ان سے کہا کہ اگر ہو سکے تو انہیں کل تک کے لیے موخر کر دو اور آج کی رات کے لیے مہلت لے لو تا کہ آج شب کو ہم اپنے پروردگار سے استغفار کریں اور دعا مانگیں اور نمازیں پڑھیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کے لیے نماز اس کی کتاب کی تلاوت، دعا اور استغفار کی کثرت کو دوست رکھتا ہوں۔ (۲۳)

آپؐ کی سیرت

آپ خلیفہ محمدی اور کمال علوی کی مثال اور تصویر تھے۔ اپنے نانا اور بابا کے فضائل اور مکارم اخلاق کے وارث تھے۔ ان دونوں بزرگوں سے بلند فضائل اور کریم صفات اور خوبیاں اخذ کی تھیں اور میں گمان کرتا ہوں کہ سیرت حسینی اختیار کرنے کی ہمیں بڑی سخت ضرورت ہے تاکہ ہم برائیوں سے نجات پا کر اپنی مجدد و بزرگی کو واپس لا سکیں۔ ان صفحات میں ہم آپ کی سیرت کے بعض گوشے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ انس کہتا ہے:

میں حسین کے پاس تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک کنیز حاضر ہوئی اور آپ کو ایک پھول کا تحفہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا تو اللہ کی رضا میں آزاد ہے۔ میں نے عرض کیا: وہ آپ کو ایک پھول تحفہ کے طور پر دیتی ہے جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور آپ اس کو آزاد فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: خدا نے ہمیں یہی ادب سکھایا ہے۔ خدا فرماتا ہے:

وَإِذَا حِيتِم بِتَحِيَّةٍ فَخَيُوا بِأَحْسَنِ مِنْهَا أَحَدًا وَرَدُّهَا

جب تمہیں تحیہ دیا جائے تو اس سے بہتر تحیہ دو یا اسے ہی لوٹا دو۔

پس اس کے تحفہ سے بہتر اس کو آزاد کرنا تھا۔ (۲۴)

آپ کے ایک غلام نے کوئی ایسی جنایت کی جو اس کی سزا کا موجب تھی۔ چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ اسے مارا پیٹا جائے۔ اس غلام نے کہا: اے میرے آقا! کاظمین الغیظ (اور غصہ کو پینے والے) آپ نے

فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ اس نے کہا: میرے مولا والعافین عن الناس (اور لوگوں کو معاف کرنے والے)۔ آپ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔ اس نے پھر کہا: واللہ یحب المحسنین (اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) آپ نے فرمایا تو خدا کی رضا کے لیے آزاد ہے اور تیرے لیے اس سے دگنا ہے جو میں تجھے دیا کرتا تھا۔ (۲۵)

جب معاویہ مکہ میں آیا تو اس نے بہت سامال بہت سے کپڑے اور وافی مقدار میں ملبوسات آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے وہ سب کچھ واپس کر دیا اور کوئی چیز اس کی قبول نہ فرمائی۔ یہی تقاضا جو دوسخا کریم کی طبیعت و مزاج اور سخی کی علامت ہے اور اس کی صفت ہے جو مکارم اخلاق محاسن صفات و عادات کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔ (۲۸)

۴۔ آپ کا ایک بیٹا فوت ہو گیا تو آپ پر حزن و ملال کے آثار نہ دیکھے گئے۔ لوگوں نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: ہم اہل بیت ہیں، جو کچھ اللہ سے سوال کرتے ہیں وہ ہمیں وہی عطا کر دیتا ہے اور جب اللہ ہماری ان چیزوں کے بارے میں جو ہمیں محبوب ہیں اور کچھ چاہتا ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے تو ہم اس کی چاہت پر ہی راضی ہوتے ہیں۔ (۲۸)

۵۔ مسعدہ سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ امام حسین مساکین و فقراء کے قریب سے گزرے جنہوں نے چادر بچھائی تھی اور اس پر روٹیوں کے ٹکڑے پھیلائے ہوئے کھا رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: فرزند رسول تشریف لایے۔ آپ ان کے قریب دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور شریک طعام ہوئے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ان الله لا يحب المستكبرين پھر فرمایا میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے۔ تم بھی میری دعوت قبول کرو۔ پس انہوں نے آپ کی دعوت قبول کی۔ آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنی کنیز سے فرمایا جو کچھ تمہارے پاس کھانا موجود ہے لے آؤ۔ (۲۸)

۶۔ یوم عاشورہ امام حسین نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ خیموں کی پشت پر خندق میں آگ روشن کریں تاکہ جنگ کا رخ ایک ہی طرف سے ہو اور خیمے غارت گری اور لوٹ مار سے بچے رہیں۔

اہل کوفہ آگے بڑھے۔ وہ خیموں کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ خندق میں آگ جل رہی ہے۔ شمر نے بلند آواز سے پکار کر کہا: حسین آپ نے قیامت کے دن سے پہلے آگ کی طرف جلدی کی۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: کون ہے۔ شاید شمر بن ذی الجوشن ہے۔ عرض کیا گیا: جی ہاں آپ نے فرمایا اے بکریاں چرانے والی کے بیٹے تو اس آگ میں جلنے کا زیادہ حق دار ہے۔

جناب مسلم بن عوسجہ نے ارادہ کیا کہ اس پر تیر چلائیں تو حسین نے منع فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ جنگ کرنے میں ابتداء کروں۔ (۲۸)

۷۔ یوم الطف یعنی کربلا کی جنگ کے روز آپ کی پشت مبارک پر کچھ نشانات پائے گئے۔ لوگوں نے ان کے بارے میں امام زین العابدین سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا یہ نشان ان تھیلوں کے ہیں جن میں آپ بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کی ضروریات اپنی پشت پر اٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچاتے تھے۔ (۳۰)

آپ کا احسان و کرم

مورخین، راویان سیر و سوانح، تراجم اور جن لوگوں نے بھی آپ کے حالات زندگی قلم بند کیے ہیں، سید الشہداء کے کرم و احسان کی گفتگو کو بکثرت ذکر کیا ہے، بالخصوص فقراء و مساکین پر عطوفت و مہربانی اور کرم و احسان کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ مقام تعجب نہیں ہے اس لیے کہ آپ امیر المؤمنین کے فرزند ہیں کہ وہ اگر ایک سونے کے گھراور ایک بھوسہ کے گھر کے مالک ہوتے تو سونے کو بھوسہ سے پہلے خرچ کرتے۔ (۳۱)

ان صفحات میں ہم ان واقعات کو پیش کریں گے جو آپ کے احسان و کرم کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن حبیب سلمی نے امام حسین کے ایک بیٹے کو سورۃ الحمد کی تعلیم دی۔ جب اس بچے نے آپ کے سامنے آکر سورۃ کو پڑھا تو آپ نے پڑھانے والے کو ہزار دینار اور ہزار حلے دیے اور اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا۔ جب آپ سے اس بارے میں گفتگو ہوئی تو فرمایا: یہ جو کچھ میں نے دیا ہے اس عطاء تعلیم کا کہاں مقابلہ کر سکتا ہے۔ (۳۲)

۲۔ ایک اعرابی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے فرزند رسول! میں ایک پوری دیت کا ضامن ہوا ہوں لیکن میں اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں۔ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ سب سے زیادہ کریم شخص سے سوال کروں اور میں نے اہل بیت رسول سے زیادہ کریم کسی کو نہیں دکھا۔ امام حسین نے فرمایا: اے بھائی! میں تجھ سے تین سوال پوچھتا ہوں۔ اگر تو نے ایک کا جواب دیا تو میں تجھے ایک تہائی مال دوں گا۔ اور اگر تو نے دو سوالوں کا جواب دیا تو دو تہائی مال دوں گا اور اگر تینوں سوالوں کا جواب دیا تو دیت کی کل مالیت تجھے دے دوں گا۔ اعرابی نے عرض کیا: فرزند رسول! کیا آپ جیسی بزرگ ہستی مجھ جیسے سے سوال کرے گی جب کہ آپ اہل علم و شرف ہیں؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! میں نے اپنے جد امجد محمد رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: المعروف بقدر المعروف اعرابی نے عرض کیا: اچھا آپ فرمائیے۔ اگر میں جواب دے سکا تو فہماور نہ آپ سے سیکھ لوں گا۔ اور قوت نہیں ہے

مگر اللہ۔

امام حسین نے فرمایا: ای الامال افضل؟ (کون سا عمل سب سے افضل و برتر ہے؟)

اعرابی نے عرض کیا: الایمان باللہ (اللہ پر ایمان لانا)

امام حسین نے فرمایا: فما النجاة من الہلکة (ہلاکت سے کس طرح نجات مل سکتی ہے؟)

اعرابی نے عرض کیا: والثقة باللہ (اللہ پر وثوق اور بھروسہ سے)

امام حسین نے فرمایا: فما یزین المرء (انسان کو کون سے چیز زینت دیتی ہے؟)

اعرابی نے عرض کیا: (علم معہ حلم) (علم جس کے ساتھ بردباری ہو۔)

آپ نے فرمایا: اگر یہ اس سے چوک جائے؟

اعرابی نے عرض کیا: مال مع مروءة (ایسا مال جس کے ساتھ مروءت و انسانیت ہو۔)

آپ نے فرمایا: اگر یہ بھی اس سے خطا کر جائے؟

عرض کیا: فقر معہ صبر (ایسا فقر جس کے ساتھ صبر ہو۔)

امام حسین نے فرمایا: اگر یہ بھی اس سے چوک جائے۔

اعرابی نے عرض کیا: پھر آسمان سے بجلی گرے جو اسے جلادے کیونکہ وہ اب اسی کا اہل ہے۔

بس امام حسین علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور اس کی طرف ایک تھیلی پھینک دی جس میں ہزار دینار تھے اور

اس کو اپنی ایک انگوٹھی دی جس میں دوسو درہم قیمت کا ایک نگینہ تھا اور فرمایا اے اعرابی سونا (دینار) تو

اپنے قرض خواہ کو دیدے اور انگوٹھی اپنے مخارج میں خرچ کر۔ پس اعرابی نے یہ مال لے لیا اور کہا:

واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے) (۳۳)

۳۔ امام حسین علیہ السلام اسامہ بن زید کی بیماری کے دوران اس کی عیادت کو تشریف لے گئے تو وہ کہہ رہا تھا:

واغماء (ہائے میرا غم و دکھ) آپ نے فرمایا: اے بھائی! تجھے کس چیز کا غم ہے؟ اس نے کہا مجھ پر ساٹھ

ہزار درہم قرض ہے۔ امام حسین نے فرمایا: وہ مجھ پر ہے۔ اس نے کہا: میں ڈرتا ہوں میں کہیں مرنے

جاؤں۔ آپ نے فرمایا: تم ہرگز نہیں مرو گے یہاں تک کہ میں اسے تم سے ادا کر دوں گا۔ پس آپ نے

اس کے مرنے سے پہلے قرض ادا کر دیا۔ (۳۴)

۴۔ آپ کے پاس انصار میں سے ایک حاجت مند آیا۔ آپ نے فرمایا: اے انصاری بھائی! اپنے چہرے کو

سوال کرنے کی ندامت سے بچا۔ اپنی حاجت ایک رقعہ میں لکھ کر لے آیا۔ میں ان شاء اللہ اس سلسلہ

میں وہ کچھ کروں گا جو تیری خوشی کا سبب ہوگا۔ اس نے لکھا: اے ابا عبد اللہ فلاں شخص کے پانچ سو دینار

میرے ذمہ ہیں اور اس نے مجھ سے ادائیگی پر اصرار کیا ہے۔ پس آپ اس سے بات کیجیے کہ وہ مجھے خوش

حالی تک مہلت دے دے۔ جب آپ نے وہ رقع پڑھا تو گھر میں تشریف لے گئے۔ ایک تھیلی نکالی۔ جس میں ہزار دینار تھے۔ اس انصاری کو دے کر فرمایا: اس سے اپنا قرض ادا کرو اور بقیہ پانچ سو دینار سے اپنے زمانہ کے خلاف مدد حاصل کرو۔ اور اپنے حاجت نہ لے جاؤ۔ مگر تین میں سے کسی ایک کی طرف۔ صاحب دین و دیانت (۳۵) یا صاحب مودت و انسانیت (۳۶) یا صاحب حسب و کردار۔ صاحب دین کو تو اس کا دین بچائے گا اور صاحب مروت اپنی مروت کی وجہ سے شرم کرے گا۔ اور باقی رہا صاحب حسب و کردار تو وہ جانتا ہے کہ تو نے اپنے چہرے کو اس سے مکرم باعزت نہیں سمجھا کہ تو اس کے سامنے اپنی حاجت کے سلسلہ میں پیش کرے۔ بس وہ اپنے چہرے کو اس سے بچائے گا کہ تیری حاجت پوری کیے بغیر تجھے واپس لوٹا دے۔ (۳۷)

۵۔ ایک اعرابی مدینہ میں زیارت کے لیے آیا۔ اس نے پوچھا کہ یہاں سب سے زیادہ کریم شخص کون ہے؟ اسے امام حسین کی طرف راہبری کی گئی۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اشعار پڑھے:

لم یخب الیوم من رجاک و من
حرك من دون بابک الحلقه
و انت جواد و انت معتبد
ابوک قد کان قاتل الفسقه
لولا الذی کان من اوائلکم
کانت علینا لجحیم منطبقه

(ترجمہ) آج وہ شخص ناامید نہیں جو آپ سے امید رکھے اور جو آپ کے دروازہ کی کنڈی ہلائے۔ آپ جو ادوستی ہیں اور آپ قابل اعتماد ہیں۔ آپ ہی کے والد گرامی فاسقین کے قاتل تھے۔ اگر وہ نہ ہوتا جو آپ کے اوائل (پہلے بزرگوں) نے کیا تو جہنم کی آگ ہم پر تہ بہ تہ ہوتی۔

پس امام حسین نے سلام نماز کے بعد فرمایا: اے قبر کیا مال حجاز میں سے کوئی چیز باقی ہے؟ اس نے عرض کیا: چار ہزار دینار ہیں۔ فرمایا: لے آؤ، کیونکہ ایک ایسا شخص آ گیا ہے جو ہم سے بھی زیادہ حق دار ہے۔ پھر آپ نے اپنی چادر اتاری۔ اس میں دینار لپیٹے، اپنا ہاتھ اعرابی سے شرم کرتے ہوئے دروازے کے سوراخ سے باہر نکالا اور یہ اشعار پڑھے

خذھا فانی الیک معتذر
واعلم بانی علیک ذو شفقه
لو کان فی سیرنا الغداة عصا
امست سمانا علیک مندفعه
لکن ریب الزمان ذو غیر
والکف منی قلیلہ والنفعہ

(ترجمہ) یہ لے لو میں تم سے معذرت چاہتا ہوں اور جان لو کہ میں تم پر شفیق و مہربان ہوں۔ اگر دنیا ہمارے ہاتھ میں ہوتی تو ہماری سخاوت کو آسمان تجھ پر موسلا دھار بارش برساتا۔ لیکن زمانے کی حالت بدلتی رہتی ہے اور میری ہتھیلی کم خرچ ہے۔

پس اعرابی نے وہ دینار لے لیے اور رونے لگا آپ نے فرمایا: شاید تو نے ہماری عطا کو کم سمجھا ہے۔ عرض کیا نہیں۔ لیکن آپ کے جو دو سنا کو مٹی کس طرح کھا جائے گی۔ (۳۸)

آپؐ کے بعض خطبات

امام حسین علیہ السلام نے ایسے موقف پر خطبہ دے دیا کہ اگر قیس بن ساعدہ ہوتا تو بول ہی نہ سکتا اور پیچھے ہٹ جاتا۔ فصحاء قریش وہاں موجود ہوتے تو زمین بوس ہو کر آپ کو سجدہ کرتے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے وہ ایسا موقف ہے جو بولنے سے عاجز کر دیتا ہے، چہ جائیکہ کوئی خطاب کرے۔ لیکن آپ تو علی بن ابی طالب کے فرزند تھے۔ اگر عمر بن سعد کے قول پر غور کریں وہ اپنے سرداروں سے کہتا ہے :

”تمہارے لیے ویل و ہلاکت ہو۔ اس سے گفتگو نہ کرو۔ وہ اپنے باپ کا بیٹا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ تم میں اسی طرح کھڑا رہے تو اس کی گفتگو ختم نہ ہوگی اور نہ ہی وہ بولنے سے عاجز ہوگا۔“ (۲۷)

اس دن کے خطبوں کی اہمیت آپ پر واضح ہو جائے گی۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطبوں سے کوفہ کے لشکر کو متزلزل کر دیا۔ بہت سے افراد آپ کی طرف جھک گئے۔ مثلاً حر بن یزید ریاحی، انصار بن سعد بن حارث اور اس کا بھائی ابوالخنف اور ابو شعثا کندی، حارث بن امراء القیس کندی اور بکر بن جی بن تیم اللہ وغیرہ۔ پیدل فوج کے کماں دار شیت بن ربیع سے سنا گیا کہ وہ ابن مرجانہ کو لعنت کر رہا تھا۔ یہ اور اس کے علاوہ دوسرے لوگ ابن سعد کو جنگ میں تعجیل کرنے پر اکسارہے تھے۔ اس خوف سے کہ امام حسین علیہ السلام کہیں

پورے لشکر کو ہی منقلب نہ کر دیں۔

یہ امر سید الشہداء کے لیے کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔ پس امام کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ تمام لوگوں کی نسبت فضائل و مکارم کا جامع ہو۔ ہم اپنی گفتگو کی ابتداء پر واپس پلٹتے ہیں اور امام حسین کے یوم عاشورہ کے دو خطبے ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ اس کے بعد کہ ابن سعد نے جنگ کے لیے اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی، امام حسین نے اپنی سواری منگوائی، اس پر سوار ہوئے اور بلند آواز سے پکارا، جسے اکثر لوگ سن رہے تھے۔

”لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو جب تک میں تمہیں وعظ و نصیحت نہ کر لوں جو مجھ پر تمہارا حق ہے، یہاں تک میں تمہاری طرف آنے کے اسباب بیان کروں اور تم میں عذر کروں۔ اگر تم میرا عذر قبول کرو، میرے قول کی تصدیق کرو اور اپنی طرف سے مجھے انصاف دو تو تم سب سے زیادہ سعید ہو گے اور تمہارے لیے میرے خلاف کوئی راہ نہ ہوگی۔ اگر میرا عذر قبول نہ کرو اور مجھے اپنی ذات سے انصاف نہ دو تو پھر اپنے امرا اور اپنے شرکاء کو جمع کرو تا کہ تمہارا مرتع پر پوشیدہ نہ رہے۔ پھر میری موت کا فیصلہ کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔ بے شک میرا ولی و سرپرست وہ خدا ہے جس نے کتاب کو نازل کیا اور وہ صالحین کو دوست رکھتا ہے۔“

جب خواتین اہل بیت نے آپ کا یہ خطبہ سنا تو وہ گریہ و بکا اور بین کرنے لگیں اور ان کی آواز بلند ہوئی۔ پس آپ نے ان کی طرف اپنے بھائی عباس کو بھیجا اور ان سے کہا کہ وہ خواتین کو خاموش کریں۔ مجھے اپنی جان کی قسم عنقریب انہیں بہت رونا پڑے گا۔

”حمد ہے اس خدا کی جس نے دنیا کو خلق فرمایا اور اسے فنا و زوال کا گھر قرار دیا، جو اپنے اہل کے ساتھ ایک حالت سے دوسری حالت بدلتی اور منقلب ہوتی رہتی ہے۔ پس وہ شخص مغرور و فریب خوردہ ہے۔ جسے دنیا دھوکہ دے اور شقی و بد بخت وہ ہے جس کو یہ مبتلا اور فریفتہ کرے۔ پس تمہیں یہ دنیا دھوکہ نہ دے کیونکہ یہ تو اس کی امید کو توڑ دیتی ہے جو اس کی طرف مائل ہو اور اس کے طمع و لالچ کو یاس و ناامیدی میں بدل دیتی ہے جو اس میں طمع کرے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک ایسی چیز پر مجتمع ہو جس سے تم نے خدا کو اپنے اوپر ناراض کر لیا ہے۔ اس نے اپنے وجہ کریم کو تمہارے لیے اعراض کر لیا ہے۔ تم پر اپنا عذاب نازل کر دیا ہے اور تمہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ پس بہترین رب ہے ہمارا پروردگار اور تم بڑے حقیر بندے ہو۔ تم نے اطاعت کا اقرار کیا اور رسول محمد پر ایمان لائے۔ پھر تم ان کی ذریت اور عترت کی طرف چل پڑے اور انہیں قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ تحقیق شیطان نے تم پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور تمہیں خدائے عظیم کا ذکر بھلا دیا ہے۔ پس ہلاکت ہے تمہارے لیے اور جو کچھ تم چاہتے ہو۔ ہم اللہ کے ہیں اور

اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے۔ ہولاء قوم کفر و ابعدا یمانہم فبعداً لقوم الظالمین (یہ قوم ہے کہ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئی پس دوری ہے کافر قوم کے لیے)۔

اے قوم! میرا نسب بیان کرو، میں کون ہوں؟ اپنے ضمیر کو بیدار کرو، اپنے فتنوں پر لعنت ملا مت کرو اور غور و فکر کرو کہ کیا میرا قتل کرنا اور ہتک حرمت کرنا تمہارے لئے حلال ہے؟ کیا میں تمہارے رسول کی بیٹی کا بیٹا، اس کے وصی کا بیٹا، اس کے چچا زاد بھائی، اللہ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور اس کے رسول و رسالت کی تصدیق کرنے والے کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا حمزہ سید الشہداء، میرے باپ کے چچا اور جعفر میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ کا یہ ارشاد تم تک نہیں پہنچا کہ یہ جو انسان جنت کے سردار ہیں؟ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اگر اسے تم سچ سمجھتے ہو اور یقیناً یہ میرا قول سچ ہے اس لیے کہ خدا کی قسم میں نے کبھی جھوٹ کا ارادہ ہی نہیں کیا، مجھے معلوم ہے کہ خدا جھوٹوں پر غضب ناک ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے جھوٹے کو نقصان پہنچتا ہے اور اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو تم میں وہ لوگ موجود ہیں کہ اگر تم ان سے پوچھو تو وہ تمہیں یقین دلائیں گے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری، ابوسعید خدری، سہل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم اور انس بن مالک سے سوال کرو۔ وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ سے یہ حدیث سنی ہے تو کیا اس میں کوئی چیز نہیں ہے جو تمہیں میرا خون بہانے سے روکے؟

شمر کہنے لگا: وہ ایک حرف پر خدا کی عبادت کرتا ہے اگر وہ جان سکا ہو کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ جناب حبیب ابن مظاہر نے اس لعین سے کہا:

خدا کی قسم میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو ستر حروف پر خدا کی عبادت کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اس بات میں سچا ہے کہ تو نہیں جانتا کہ وہ جناب کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے۔

پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اگر تمہیں اس حدیث میں شک ہے تو کیا تمہیں اس بات میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں! خدا کی قسم مشرق و مغرب کے درمیان میرے علاوہ تم میں اور باقی کل دنیا میں کوئی بھی تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہے۔ تم پروائے ہو! کیا مجھ سے کسی مقتول کا بدلہ لینا چاہتے ہو جسے میں نے قتل کیا ہو یا تمہارا کوئی مال میں نے ضائع کر دیا کسی زخم کا قصاص لینا چاہتے ہو؟

اے شیت بن ربیع!، اے حجار بن ابجر!، اے قیس بن اشعث!، اے زید بن حارث! کیا تم نے مجھے خط نہیں لکھا تھا کہ ادھر آؤ، تحقیق پھل پک چکے ہیں، کھیت سبزہ زار بن گئے ہیں اور آپ ایک تیار لشکر کی طرف بڑھیں گے۔

وہ لعین کہنے لگے ہم نے ایسا نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا:

سبحان اللہ! ہاں ہاں خدا کی قسم! تم نے ایسا کیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! اگر تم مجھے ناپسند کرتے ہو تو مجھے چھوڑ دو کہ میں زمین میں کسی امن کی جگہ چلا جاؤں۔

اس پر قیس بن اشعث نے کہا کہ کیا آپ اپنے چچا زاد بھائیوں کے حکم کو نہیں مانیں گے؟ وہ آپ کو کوئی ایسی بات ہرگز نہ کہیں گے جسے آپ پسند نہ کریں اور ان کی طرف سے مکر وہ امر ہرگز آپ کو نہیں پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا:

تو اپنے بھائی کا بھائی ہے (۲۸)۔ کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ سے بنی ہاشم مسلم بن عقیل کے خون سے زیادہ کا مطالبہ کریں؟ نہیں خدا کی قسم! میں ذلیل شخص کی طرح اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہ دوں گا۔ اور نہ ہی غلاموں کی طرح فرار کروں گا۔ اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں۔ میں اپنے اور تمہارے رب سے پناہ مانگتا ہوں ہر اس متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔

پھر آپ نے اونٹنی بٹھادی جس کا پاؤں عقبہ بن سمعان نے باندھ دیا۔ (۳۹)

۲۔ بریر بن خضیر ہمدانی اور زہیر بن قیس کے خطبوں کے بعد امام حسین قرآن کو سر پر اٹھائے ہوئے رسول اللہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس قوم کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

اے قوم! یقیناً میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا کی سنت ہے۔ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟

وہ کہنے لگے کہ آپ رسول اللہ کے فرزند اور ان کے نواسے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میرے نانا رسول خدا ہیں؟

انہوں نے کہا: بے شک۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے باپ علی بن ابی طالب ہیں؟

انہوں نے کہا: بے شک۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ خدیجہ بنت خویلد میری نانی ہیں؟

انہوں نے کہا: بے شک۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا ہیں؟

انہوں نے کہا: بے شک۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ جنت میں (ملائکہ کے ساتھ) اڑنے والے جعفر میرے چچا ہیں؟

انہوں نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ یہ تلوار جو میں گلے میں لٹکائے ہوئے ہوں رسول اللہ کی ہے؟

انہوں نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ یہ عمامہ جو میں نے سر پر باندھ رکھا ہے رسول اللہ کا ہے؟

انہوں نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ علی قوم میں سابق الایمان و سابق الاسلام، ان سب سے زیادہ علم رکھنے والا، سب سے زیادہ حلیم و بردبار اور ہر مومن و مومنہ کے دلی و حاکم ہیں؟

انہوں نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ پھر کس بنا پر میرا خون حلال سمجھتے ہو جب کہ میرے پدر بزرگ و ارحوز کوثر سے دھکیلنے والے ہوں گے جو کچھ لوگوں کو اس طرح دھکیلیں گے جس طرح باہر جانے والے اونٹ کو پانی سے دھکیلا جاتا ہے۔

وہ کہنے لگے یہ سب کچھ ہم جانتے ہیں لیکن پھر بھی ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے جب تک آپ پیاسے موت کا مزہ نہیں چکھیں گے۔ تو آپ نے فرمایا:

ہلاکت ہو تمہارے لیے اے قوم! اور حزن و غم ہو تمہارے لیے۔ تم نے ہماری پناہ لیتے ہوئے اپنی مدد کے لیے چیخ و پکار کی۔ ہم جلدی سے تمہاری مدد کو آئے تو ہمارے خلاف ہماری ہی وہ تلوار کھینچ لی جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے اور ہمپر اس آگ کو بھڑکایا جسے ہم نے اپنے اور تمہارے دشمن کے خلاف روشن کیا تھا۔ بس اب تم اپنے اولیاء کے خلاف اپنے اعداء کے حق میں اکٹھے ہو گئے ہو بغیر کسی عدل و انصاف کے، جو انہوں نے تم میں عام کیا ہو، نہ ہی کسی امید کے سبب جو تمہیں ان سے ہو۔ کیا تمہارے لیے ویلات و ہلاکتیں نہ ہوں کہ تم نے ہمیں اس حالت میں چھوڑ دیا کہ تلوار ہمارے خلاف کھچی ہوئی ہے؟ لیکن ہمارا دل مطمئن ہے اور رائے اس کی ہے جو عمدہ رائے رکھتا ہو۔ لیکن تم تو اس کی طرف اس تیزی سے آئے جیسے چغل خوری کی بات پھیلتی ہے۔ اس کی طرف تم نے ایک دوسرے کو اس طرح بلایا جیسے شمع

پر پروانے گرتے ہیں۔ پھر تم نے اس کو توڑ دی۔ پس اے امت کے غلامو! احزاب کے بچے کچے لوگو! تمہارے لیے دوری و ہلاکت ہو۔ کتاب کو دور پھینکنے والو! اور کلمات خدا کی تحریف کرنے والو! اے گناہ کی جماعت! اے شیطان کی پھونکوں اور سنتوں کو بچھانے والو! تم پر ہلاکت ہو کیا ان کے بازوؤں کو مضبوط کرتے ہو اور ہماری مدد سے منہ موڑتے ہو؟ ہاں ہاں عذر اور دھوکہ بازی تمہاری پرانی عادت ہے۔ اسی پر تمہاری جڑیں مضبوط اور اصول استوار ہونے اور اسی پر تمہارے تنے شاخیں اور فروغ پروان چڑھے۔ پس تم خبیث پھل ہو اور غاصب کا لقمہ ہو۔ یاد رکھو! حرام زادے کا حرام زادہ بیٹا دو چیزوں جنگ کرنے اور ذلت کے درمیان ڈٹ گیا ہے۔ لیکن ذلت ہم سے کہیں دور ہے۔ خدا بھی منع کرتا ہے، اس کا رسول، مومنین پاک و پاکیزہ گودیں غیرت مندناک اور غیور نفوس مانع ہیں کہ شرفاء کی طرح میدان میں گرنے سے کمینے لوگوں کی اطاعت کو ترجیح دی جائے۔ یاد رکھو مددگاروں اور تعداد کی کمی کے باوجود میں اس تھوڑے سے گروہ کے ساتھ آگے بڑھنے والا ہوں۔ پھر آپؐ نے یہ اشعار پڑھے:

فان فہزم فہزامون قدما

و ان نہزم فغیر مہز مینا

اگر ہم ان کو شکست دے دیں تو ہمیشہ ہی شکست دیتے آئے ہیں۔ اگر ہمیں شکست ہو تو ہم شکست خوردہ نہیں ہیں۔

و ما ان طبنا جبن ولکن

منایانا و دول اخرینا

اگر طیب خاطر سے ہم شہید ہو رہے ہیں تو یہ کوئی کمزوری نہیں ہے۔ لیکن ہماری موت اور دوسروں کی حکومت کا وقت آ گیا ہے۔

و اذا ما الموت رفع عن اناس

کلا کلا اناخ بآخرینا

اگر موت کچھ لوگوں سے اپنے سینے اٹھالے تو دوسروں پر بٹھالے گی۔

فافی ذلکم سروات قومی

کما افنی القرون الا ولینا

پس اس نے میری قوم کے سرداروں کو تباہ کر دیا، جیسا کہ پہلے زمانے (صدیوں) کے

لوگوں کو فنا کر دیا۔

فلو خلد الملوک اذا خلدنا

ولو بقی الکرام اذن بقینا

اگر بادشاہان زمانہ ہمیشہ رہتے ہوتے تو ہم بھی ہمیشہ رہتے۔ اگر کریم و محترم لوگ باقی رہتے تو ہم بھی رہتے۔

فقل للشامتین بنا افیقوا

سیلقی انشامتون کہا لقینا

ہماری شامت کرنے والوں سے کہہ دو کہ وہ افاقہ میں آئیں۔ غنقریب انہیں بھی اس چیز کا سامنا ہوگا جس کا سامنا ہم کر رہے ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا:

”یاد رکھو خدا کی قسم اس کے بعد تم نہیں ٹھہرو گے مگر اتنی دیر جتنی دیر میں سوار گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ چکی کے دور اور محور کی حرکت کی طرح تمہیں گردش میں لایا جائے گا۔ یہ ایک عہد و پیمان ہے جو میرے بارے میں میرے پدر بزرگوار نے میرے نانا سے کیا ہے۔“

فاجعوا امرکم و شرکاءکم ثم افضوا الی ولا تنظرون الی توکلت علی اللہ ربی و

ربکم ما من دابة الا اخذ بنا میثها ان ربی علی صراط مستقیم (بحوالہ قرآن)

(اپنے شرکاء کو جمع کر لو۔ پھر فیصلہ کر کے میری طرف آؤ اور مجھے مہلت نہ دو۔ میں اپنے اور

تمہارے پروردگار اللہ پر توکل کرتا ہوں۔ کوئی بھی زمین پر چلنے والا ایسا جاندار نہیں مگر یہ

کہ وہ اس کی پیشانی کو پکڑے ہوئے ہے۔ بے شک میرا پروردگار صراط مستقیم پر ہے)

پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا:

اللهم احبس عنهم قطر السماء وابعث عليهم سنین کسنی یوسف و سلط

عليهم غلام ثقیف یسقیهم کاسا مصیره فانهم کذبونا، و خذلونا، وانت ربنا

علیک توکلنا و الیک المصیر

خداوند! ان سے بارش کے قطرے روک لے اور ان پر حضرت یوسف کے زمانہ ایسی قحط سالی اور قبیلہ ثقیف کا غلام مسلط کر دے جو انہیں کڑوے گھونٹ پلائے۔ انہوں نے ہماری تکذیب کی ہمیں جھٹلایا اور ہمیں چھوڑ دیا اور تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔ ہم نے تجھ پر توکل کیا ہے اور تیری طرف ہماری بازگشت ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ مختار ثقفی ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا، مگر یہ کہ میرا انتقام لے گا۔ قتل کے بدلے قتل اور ضرب کے بدلے ضرب اور وہ میرے اہل بیت اور میرے شیعوں کے لیے مدد طلب کرے گا۔ آپ نے عمر بن سعد کو بلوایا تو اسے بلایا گیا۔ وہ اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ آپ کے سامنے آئے۔ پس آپ نے اس سے فرمایا:

”اے عمر! کیا تو گمان کرتا ہے کہ تو مجھے قتل کرے گا اور تجھے یہ حرام زادے ”رے“ اور ”جر جان“ کی گورنری دے گا؟ خدا کی قسم تجھے یہ نصیب نہ ہوگی۔ یہ طے شدہ عہد و پیمان ہے جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے کر لے۔ میرے بعد تو دنیا و آخرت میں کبھی خوشی نہ دیکھے گا۔ گویا میں تیرے سر ایک نیزے پر دیکھ رہا ہوں جسے کوفہ کے بچے پتھر مار رہے ہیں اور اسے آپس میں نشانہ بنا رہے ہیں۔“

پس ابن سعد نے غصہ ہو کر آپ سے منہ پھیر لیا۔ (۴۰)

آپ کی وصیتیں

اب ہم امام ابو عبد اللہ الحسینؑ کی کچھ منتخب وصیتیں پیش کرتے ہیں، جو آپؑ کی محترم و کریمانہ زندگی کے دیگر پہلوؤں کی طرح اسلامی معاشرے کو حق کی طرف متوجہ کرنے اور ارشاد و ہدایت کی جامع ہیں۔ ان میں سے بعض کا تعلق آپ کے مبارک انقلاب، بلند ہدف و مقصد اور سرکش ظالموں کے خلاف قیام سے ہے۔ پس وہ بعض وصیتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ آپ نے فرمایا:

اس چیز کی ذمہ داری اپنے سر نہ لے جس کی تو طاقت نہیں رکھتا۔ اس چیز کی خواہش نہ کر جسے تو پا نہیں سکتا اور جس شے پر تو قادر نہیں اسے شمار و قطار میں نہ لا۔ آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کر۔ اپنے کام کی مقدار سے زیادہ اجر و جزا کا مطالبہ نہ کر اور خوش نہ ہو مگر اللہ کی اتنی اطاعت پر جسے تو بجالایا ہے۔ کوئی چیز اس مقدار سے زیادہ نہ لے جتنی کا تو اپنے آپ کو اہل سمجھتا ہے۔ (۴۲)

۲۔ جب آپؑ نے مدینہ سے مکہ جانے کا عزم کیا تو اپنے بھائی محمد حنفیہ کو وصیت کی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم (خدائے رحمن و رحیم کے نام سے) یہ وصیت ہے جو حسین بن علی بن ابی طالب نے اپنے بھائی محمد حنفیہ کو کی ہے۔ بے شک حسین گواہی دیتا ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ وحدہ لا شریک ہے اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جو اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں۔ جنت و جہنم حق ہے، بے شک و شبہ قیامت آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ان کی قبروں سے اٹھائے گا۔

میرا یہ سفر تفرقہ ڈالنے یا دہشت پھیلانے، ظلم و فساد کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ میں اپنے نانا کی امت کی اصلاح کے لیے جا رہا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ نیکی کا حکم دوں اور برائی سے منع کروں اور اپنے نانا اور اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلوں۔ پس جو شخص میری بات کو حق سمجھ کر قبول کرے تو اللہ حق کا زیادہ حق دار ہے اور جو اس کو رد کرے تو اس پر میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ خدا میرے اور اس قوم کے درمیان حق کا فیصلہ کرے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے بھائی میری یہ وصیت ہے تمہارے لیے، میری توفیق نہیں ہے مگر اللہ کی طرف سے اور میں اللہ ہی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پھر آپ نے یہ تحریر لپیٹ دی اور اپنی مہر لگا کر اپنے بھائی محمد حنفیہ کے سپرد کر دی، ان سے وداع کیا اور رات کی تاریکی میں مدینہ سے نکل گئے۔ (۴۳)

۳۔ شب عاشورا اپنی بہن عقیلہ بن ہاشم جناب زینب کے نام آپ کی ایک وصیت۔

اے بہن! خدا کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کے دیے ہوئے صبر و اطمینان کو کام میں لاؤ۔ یقین رکھو کہ اہل زمین مرجائیں گے اور اہل آسمان بھی باقی نہ رہیں گے۔ خدا کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ وہ خدا جس نے اپنی قدرت سے مخلوق کو پیدا کیا اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے گا اور وہ رجوع کریں گے۔ وہ وحدہ لا شریک ہے۔ میرے نانا، میرے باپ اور بھائی مجھ سے بہتر تھے اور میری ماں مجھ سے بہتر تھیں۔ میرے لیے اور ہر مسلمان کے لیے رسول پاک کی ذات میں اسوہ و نمونہ ہے۔ اے میری بہن! میں تمہیں قسم دیتا ہوں میری قسم کو پورا کرنا، مجھ پر گریباں چاک نہ کرنا اور نہ ہی میری مصیبت پر چہرہ نوچنا۔ میری شہادت کے شور و شین کے نالے بلند نہ کرنا۔ (۴۴)

۴۔ اپنے بیٹے علی بن الحسین کے لیے وصیت:

اے بیٹا! اس شخص پر ظلم و زیادتی سے بچنا جو تمہارے خلاف اللہ عز و جل کے سوا کوئی مددگار نہ رکھتا ہو۔

آپ کے خطوط

ذیل میں ہم آپ کے تین خط پیش کرتے ہیں۔ ان میں پہلا خط معاویہ بن ابی سفیان کے نام ہے۔ یہ خط بنی امیہ کے وہ مظالم جو امت اسلامی کو ان سے برداشت کرنے پڑے، کا صحیح نقشہ پیش کرتا ہے۔ دوسرے دو خطوط اہل کوفہ کے نام ہیں جو ان کے بہت سے خطوط کا جواب ہیں۔ ان دونوں خطوط سے امام پاک کا دیگر شہروں کی بہ نسبت کوفہ کو منتخب کرنے اور آپ کے اس وقت اقدام کرنے کا راز سمجھ میں آتا ہے۔ کھیت سرسبز اور پھل پک چکے تھے جیسا کہ کوفہ والوں نے آپ کے نام خطوط میں تحریر کیا تھا:

۱۔ آپ کا وہ مکتوب جو معاویہ کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

اما بعد مجھے تیرا خط ملا جس میں تو نے ذکر کیا ہے کہ میرے متعلق تجھ تک کچھ امور پہنچے ہیں جن کے بارے میں تو مجھ سے اعراض کرتا ہے اور میں تیرے نزدیک ان کے غیر کے لائق ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ نیکیوں کی طرف نہ کوئی ہدایت کر سکتا ہے اور نہ انہیں درست قرار دے سکتا ہے مگر اللہ۔ جو تو نے لکھا کہ کچھ چیزیں تجھ تک پہنچی ہیں تو وہ تجھ تک ان ملاقاتیوں نے پہنچائی ہیں جو صرف چغل خوری کے لیے آمدورفت رکھتے ہیں۔ میں تجھ سے جنگ کرنا نہیں چاہتا۔ اور نہ ہی تیرے خلاف قیام کرنا چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں اس کام کو ترک کرنے میں خدا سے ڈرتا ہوں اور گمان نہیں کرتا کہ خدا اس کے ترک کرنے پر راضی ہو اور نہ ہی کسی عذر کو قبول کرے گا جب تک تیرے اور تیرے ظلام اور ملحد ساتھیوں، جو ظالموں کا گروہ اور اولیاء شیطین ہیں، کا بارے میں معذرت کو مکمل نہ کیا جائے۔

کیا تو قبیلہ کندہ کے حجر اور ان عبادت گزار نمازیوں کا جو ظلم کا انکار کرتے، بدعنوانی کو گناہ سمجھتے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہیں کھاتے تھے، کا قاتل نہیں ہے؟ تو نے انہیں ظلم وعدوان سے شہید کیا جب کہ تیرے اور ان کے درمیان ہونے والے واقعات پر مواخذہ نہ کرنے کا اور بغض و کینہ سے اپنے نفس میں ان کے خلاف دشمنی نہ رکھنے کا عہد و میثاق ہو چکا تھا۔ کیا تو عبد صالح صحابی رسول عمرو بن حنظل کا قاتل نہیں ہے۔ جس کا جسم کثرت عبادت سے ناتواں و بوسیدہ ہو گیا تھا اور رنگ زرد پڑ گیا تھا؟ اس کے باوجود تو نے انہیں امان دی اور خدا کے نام پر ایسے عہد و میثاق دیے جو تو کسی پرندے کو دیتا تو وہ بھی پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر تیرے پاس آ جاتا۔ پھر تو نے عہد و میثاق کو بے حقیقت سمجھتے اور اپنے پروردگار کے خلاف جرأت و جسارت کرتے ہوئے انہیں شہید کر دیا۔

کیا تو زیادہ بن سمیہ کا مدعی نہیں ہے جو قبیلہ ثقیف کے ایک ادنیٰ غلام کے بستر پر پیدا ہوا؟ تو نے دعویٰ کیا کہ وہ تیرے باپ کا بیٹا ہے، حالانکہ فرمان رسولؐ ہے کہ بیٹا صاحب بستر کا ہے اور زنا کار کے لیے پتھر

اور سنگساری ہے۔ پس تو نے جان بوجھ کر رسول اللہ کی سنت کو ترک کیا اور خدا کی ہدایت کے خلاف اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ پھر اسے کوفہ و بصرہ پر مسلط کر دیا۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں کاٹتا، ان کی آنکھوں میں آگ میں تپائی ہوئی سلائیاں پھیرتا اور کھجور کے تنوں پر انہیں سولی دیتا ہے۔ گویا تو اس امت سے ہے ہی نہیں اور یہ امت تجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

کیا تو قبیلہ حضرم کا قاتل نہیں جن کے بارے میں ابن سمیہ نے تجھے مطلع کیا کہ وہ علی کے دین پر ہیں، اور تو نے اسے لکھا کہ جو بھی علی کے دین پر ہوا سے قتل کر دے؟ بس اس نے انہیں شہید کر دیا اور تیرے حکم سے ان کے ناک کان وغیرہ کاٹے (مشکلہ کیا) حالانکہ خدا کی قسم! علی کا دین وہی ہے جس کو قبول نہ کرنے پر وہ تجھے اور تیرے باپ کو مارتے تھے اور ظاہراً اسی دین کو قبول کر کے تو مسند نشین بنا بیٹھا ہے۔ اگر وہ دین نہ ہوتا تو تیرا اور تیرے باپ کا شرف تو دو رختیں تھیں (تجارت کے لیے گرمیوں اور سردیوں کے دو سفر) تو نے کہا جو کچھ کہا اور ہمیں یہ بھی کہا کہ ”آپ نے نفس کے لیے، اپنے دین کے لیے اور امت محمدیہ کے لیے غور و فکر کرو، اس امت میں تفرقہ ڈالنے، فتنہ و فساد کی طرف پلٹانے سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو“۔ میں اس امت پر تیرے والی و بادشاہ ہونے کو سب سے بڑا فتنہ قیاس کرتا ہوں اور میں اپنے لیے اور اپنے دین کے لیے اور امت محمدیہ کے لیے اس سے افضل و بہتر کوئی نظریہ نہیں رکھتا کہ تجھ سے جہاد کروں۔ پس اگر میں ایسا کروں تو اللہ کی طرف قرب و نزدیکی کا ذریعہ ہے اور اعوان و انصار کے فقدان کی وجہ سے اس کو ترک کروں تو میں اس پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ اور اس سے اپنے لیے رشد و ہدایت کی توفیق کا سوال کرتا ہوں۔ تو نے اپنے خط میں لکھا ہے اگر میں نے انکار کیا تو تو بھی انکار کرے گا اور اگر میں نے کوئی تدبیر و سازش کی تو تو بھی سازش کرے گا۔ تو جتنی بھی سازش اور دھوکہ بازی مجھ سے کر سکتا ہے کر۔ مجھے امید ہے کہ تیرا کمرو فریب مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور وہ کسی کے لیے اتنا ہی مضر ہوگا جتنا خود تیرے لیے کیونکہ تو اپنی جہالت پر سوار ہے اور اپنے عہد و پیمان کو توڑنے پر آمادہ و حریص ہے۔ قسم ہے مجھے اپنی جان کی تو نے کسی شرط کو پورا نہیں کیا۔ بلکہ اپنے عہد و پیمان کو ان افراد کو قتل کر کے توڑ دیا جن کو صلح، قسم اور عہد و میثاق سے امان کا یقین دلایا تھا۔ ان کو اس کے بغیر شہید کیا کہ وہ بھی جنگ کر کے کسی کو قتل کرتے۔ تو نے یہ صرف اس لیے کیا کہ وہ ہماری فضیلت اور ہمارے حق کی عظمت کے قائل تھے۔ تو نے انہیں اس خوف سے قتل کیا کہ شاید تو ان کے قتل سے پہلے خود قتل ہو جاتا یا تیرے قابو میں آنے سے پیشتر وہ مر جاتے۔

اے معاویہ! تجھے قصاص اور بدلے کی خوشخبری ہو، حساب و کتاب کا یقین کر لے اور جان لے کہ اللہ کے یہاں ایک کتاب ہے جس میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی جاتی ہے۔ خدا اس بات کو نہیں بھولتا ہے تو نے صرف

گمان کی بنا پر اس کے اولیاء کو پکڑا، تہمت کی بنا پر قتل کیا اور اولیاء اللہ کو ان کے گھروں سے جلا وطن کیا۔ لوگوں کو اپنے نوجواں بیٹے کی بیعت پر مجبور کرتا ہے جو شراب پیتا اور کتوں سے کھیلتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح تو نے اپنا نقصان کیا اپنے دین کو تباہ و برباد کیا عوام کو دھوکہ دیا۔ اپنی امانت کو خراب کیا ہے۔ کمینہ اور جاہلوں کی باتیں سن کر متقی و متورع افراد کو ڈرایا دھمکایا۔ والسلام۔ (۴۵)

۲-

آپ کا ایک خط اہل کوفہ کے نام:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین بن علی کی طرف سے گروہ مومنین و مسلمین کے نام!

اما بعد! ہانی اور سعید تمہارے خطوط لے کر میرے پاس آئے ہیں۔ تمہارے قاصدوں میں سے یہ دونوں آخری ہیں۔ میں نے تمہارے ذکر کیے ہوئے تمام امور کو سمجھ لیا ہے۔ تم میں سے اکثر کی بات یہی ہے کہ ”ہم پر کوئی امام اور رہبر نہیں ہے۔ لہذا آپ ہماری طرف تشریف لائیں۔ شاید خدائے تعالیٰ ہمیں آپ کی وجہ سے حق و ہدایت پر مجتمع کر دے۔“ میں تمہاری طرف اپنے اہل بیت میں سے باوثوق اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو روانہ کر رہا ہوں۔ اگر انہوں نے وہاں پہنچ کر لکھا کہ تمہاری جماعت اور تم میں سے صاحبان عقل و خرد اور فضل و رائے اس پر جمع ہیں جو تمہارے قاصد لائے ہیں اور جو کچھ میں نے تمہارے خطوط میں پڑھا ہے تو پھر میں ان شاء اللہ عنقریب تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے، امام نہیں مگر وہ جو کتاب کے مطابق حکم کرے اور عدل و انصاف پر قائم ہے اور دین حق کو اپنائے اور اپنی ذات کو خدائے تعالیٰ کی مرضی کا پابند بنائے۔ والسلام۔ (۴۶)

۳-

آپ کا خط اہل کوفہ کے نام جو قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھ بھیجا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین بن علی کی طرف سے اس کے مومن و مسلم بھائیوں کے نام۔ تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے سامنے اس خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد مسلم بن عقیل کا خط میرے پاس آیا ہے جس میں انہوں نے مجھے تمہاری جماعت کے اجتماع سے مطلع کیا ہے۔ میری اللہ سے یہ دعا ہے کہ وہ ہم پر احسان کرے اور تمہیں اس پر زیادہ عظیم اجر و ثواب عطا کرے۔ میں تمہاری طرف آٹھ ذی الحجہ یوم ترویہ منگل کے دن روانہ ہو رہا ہوں۔ جس وقت میرا قاصد تمہارے یہاں پہنچے تو اپنے معاملہ کو پوشیدہ رکھو اور جدوجہد میں لگے رہو۔ میں ان شاء اللہ تعالیٰ انہی دنوں میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ (۴۷)

آپ کے کلمات قصار

آئمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے ہر ایک کے کلمات قصار کا ایک مجموعہ وارد ہوا ہے۔ یہ کلمات مختلف

موضوعات، اخلاق و آداب، عرفان و کمال، اور فضائل پر آمادہ کرنے اور رذائل و پستیوں سے بچنے پر مشتمل ہیں۔ میرا اعتقاد ہے کہ ان کلمات پر عمل کرنے اور انہیں اپنے اوپر منطبق کرنے کے بے حد ضرورت مند ہیں کیونکہ یہ ہمارے اخلاقی امراض کی دوا اور ہماری اجتماعی و معاشرتی مشکلات کا بہترین حل ہیں۔ ان صفحات میں ہم امام عالی مقام کے بعض کلمات کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

۱۔ بادشاہوں کی بری عادات میں سے دشمنوں کے سامنے بزدلی، ضعیف و ناتواں پر سختی، اور عطا کرنے میں بخل و کجوسی ہیں۔

۲۔ حاجت مند نے سوال کرنے سے اپنے چہرے کو مکرم و محترم نہیں سمجھا۔ لہذا تو اپنے چہرے کو سوال رد نہ کرنے سے مکرم و محترم قرار دے۔

۳۔ آپ نے ایک شخص سے فرمایا جس نے آپ کے سامنے کسی دوسرے کی غیبت کی:

اے فلاں! غیبت کرنے سے رک جا کیونکہ غیبت جہنم کے کتوں کا سالن ہے۔

۴۔ آپ نے فرمایا: ایک گروہ نے جنت کی چاہ میں اللہ کی عبادت کی تو یہ اک تا جرانہ عبادت ہے۔ ایک قوم نے جہنم کے خوف سے عبادت کی، یہ غلامانہ عبادت ہے۔ ایک گروہ نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے عبادت کی یہ احرار، آزاد اور اہل فضیلت والی عبادت ہے۔

۵۔ قبول کرنے کی علامات میں سے ایک علامت اہل عقل کے پاس بیٹھنا ہے۔

۶۔ اپنی حدیث اور قول کی تنقید کرنا، اس کو پرکھنا اور فکر و نظر کے فنون کے حقائق کو جاننا، عالم کی نشانیوں اور دلائل میں سے ہے۔

۷۔ سلام میں ستر نیکیاں ہیں جن میں انہتر سلام کی ابتدا کرنے والے کے لیے ہیں اور ایک جواب دینے والے کے لیے۔

۸۔ بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے۔

۹۔ جو شخص خدا کی معصیت کے کسی امر کا ارادہ کرے تو وہ چیز جس کی وہ امید رکھتا ہے، اسے زیادہ قوت کرنے والا ہے اور جس سے ڈرتا ہے اس کے آنے میں زیادہ جلدی کرنے والا ہے۔ (۴۸)

۱۰۔ جو شخص اللہ کی عبادت کرے جیسا کہ حق ہے، خدا اسے امیدوں اور قدر کفایت سے زیادہ عطا کرے گا۔

۱۱۔ جو تیرا مال ہے اگر تو اس کا (گرویدہ و عاشق) نہ ہو او وہ تیرا ہو کر رہے گا اس کو باقی نہ رکھ کیونکہ وہ تجھے باقی نہیں رکھتا۔ اس کو کھالے، اس سے پہلے کہ وہ تجھے کھائے۔

۱۲۔ سچائی عزت ہے اور جھوٹ عجز ہے۔ راز و سرامانت ہے۔ پڑوس قرابت و رشتہ داری ہے، اعانت و مدد صدقہ ہے اور عمل تجربہ ہے۔ اچھا خلق عبادت، خاموشی زینت، بخل فقر و فاقہ، سخاوت تو نگرہ اور نرمی

عقلمندی ہے۔ (۴۸)

آپؐ کے بعض جوابات

اہل بیت علیہم السلام چونکہ رسول اعظمؐ کے وارث اور ان کے دین کے محافظ ہیں، ان ہی کے پاس علم کتاب ہے، وہی جائے پناہ ہیں، یہی حقائق کی وضاحت کرنے والے ہیں۔ آئمہ میں سے ہر ایک پر، بہت سے سوالات کیے جاتے تھے جیسا کہ آپؐ شہداء اور سختیوں میں اس کتاب کی پہلی دو فصلوں ”امیر المؤمنین“ اور ”امام الحسن“ میں ان دو بزرگواروں کے بعض جوابات آپؐ نے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ اسی طرح امام حسین علیہ السلام پر بھی سوالات کیے گئے جن میں بعض کے جوابات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ خوارج کے ایک سردار نافع بن ارزق نے آپؐ سے سوال کیا کہ جس خدا کی آپ عبادت کرتے ہیں، مجھ سے اس کی تعریف و توصیف بیان فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا:

اے نافع! جو اپنے دین کی بنیاد قیاس پر رکھے وہ ہمیشہ اشتباہ میں رہتا ہے۔ صحیح راستہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے ٹیڑا چلتا ہے اور ٹیڑھے راستے پر چلتا رہتا ہے۔ اللہ کے راستے سے گمراہ ہوتا ہے اور بے ڈھنگی و بدوضع باتیں کرتا ہے۔ اے ابن ارزق! میں اپنے معبود کی وہ تعریف کروں جو خود اس نے کی ہے۔ اس کو جو اس سے ادراک نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی لوگوں پر اس کا قیاس ہو سکتا ہے۔ وہ قریب ہے لیکن چمٹا ہوا نہیں ہے۔ دور ہے لیکن دوری میں انتہا کو پہنچا ہوا نہیں۔ وہ ایسا واحد ہے جس کا تجزیہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ آیات و نشانیوں کے ذریعہ مشہور ہے۔ علامات کے ساتھ اس کی توصیف کی جاتی ہے۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر وہ جو بلند و عظیم ہے۔ یسن کر ابن ارزق رونے لگا اور کہا آپؐ کی گفتگو کس قدر خوبصورت اور کتنی عمدہ ہے۔ (۴۹)

۲۔ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ آپؐ خدائے عظیم کا کتنا خوف رکھتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن مامون نہیں ہوگا مگر وہ شخص کہ جو دنیا میں خدا کا خوف رکھتا ہے۔ (۵۰)

۳۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ فرزند رسول! آپؐ نے کس حالت میں صبح کی آپؐ نے فرمایا:

میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میرے لئے میرے اوپر میرا رب ہے۔ آگ میرے سامنے ہے۔ موت میری تلاش میں ہے۔ حساب و کتاب نے مجھے گھیر رکھا ہے میں اپنے عمل کے پاس رہن ہوں۔ وہ کچھ نہیں پاسکتا جو مجھے مرغوب و پسند ہے اور نہ ہی ناپسندیدہ کو اپنے سے دور کر سکتا ہوں۔ معاملات میرے غیر کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو مجھے عذاب کرے اور چاہے تو معاف کر دے پس کون سا فقیر و نادار مجھ سے زیادہ فقیر ہے۔ (۵۱)

- ۴۔ آپ سے ایک شخص نے قرآن کی اس آیت کے بارے میں پوچھا ”واما نعمۃ ربک فحدث“ (اور اپنے پروردگار کی نعمت بیان کیا کرو) آپ نے فرمایا:
- اس کو حکم دیا ہے کہ وہ بیان کرے تمام ان نعمتوں کو کہ دین کے سلسلہ میں جو اس پر انعام کی ہیں۔ (۵۲)
- ۵۔ امام حسین علیہ السلام سے سوال کیا کہ خدا نے اپنے بندوں پر روزہ کیوں فرض کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:
- تا کہ غنی و توغر بھوک کا ذائقہ چکھے اور جو اضافی مال ہو اسے مساکین پر احسان و بخشش کرے۔ (۵۳)
- ۶۔ بادشاہ روم نے سات چیزوں کا سوال کیا کہ جنہیں خدا نے پیدا کیا مگر وہ شکم مادر میں خلق نہیں ہوئیں۔
- آپ نے فرمایا:
- ان میں سے پہلے حضرت آدم ہیں۔ پھر حضرت حوا ہیں اور وہ کوا جو قابیل کے سامنے ظاہر ہوا۔ ابراہیم کا مینڈھا جو حضرت اسماعیل کے بدلے ذبح ہوا۔ ناقہ صالح جو بطور معجزہ پہاڑ سے نکلی۔ عصائے موسیٰ، جو اژدھا بنا) اور وہ پرندہ جسے عیسیٰ ابن مریم نے بنایا۔ (۵۴)
- ۷۔ اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے آپ کو لکھا کہ میرے سید و سردار آقا! مجھے خیر دنیا و آخرت کی خبر دیجیے۔
- آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:
- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد! جو شخص اللہ کی رضا چاہے لوگوں کی ناراضگی سے تو خدا لوگوں کے امور کی اس کے لیے کفایت کرتا ہے اور جو شخص خدا کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا چاہے تو خدا اسے لوگوں ہی کے سپرد کر دیتا ہے۔ والسلام۔ (۵۵)

آپؐ کی بعض دعائیں

جو شخص بھی کتب تاریخ و سیر اور تراجم و سوانح کے مطالعہ کا شائق ہوگا وہ تصدیق کرے گا کہ دعا آئمہ اہل بیت کا امتیاز اور خصوصیت ہے۔ اگر آپ ان دعاؤں کو جو ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی ہیں آئمہ کی دعاؤں کے مقابل لائیں تو آپ کو بہت بڑا فصل و فرق معلوم ہوگا۔ کیا نسبت ہے مٹی کو آسمان کے ستاروں سے، پتھر کے ٹکڑوں کو الماس سے اور درانتی (دانتری) کو شمشیر صیقل شدہ سے۔ امام حسین علیہ السلام سے بہت سی دعائیں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے یوم عرفہ کی دعائے کبیر ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ وہ ہمارے اسلامی ورثہ و ترکہ کے مفاخر میں سے ہے اور الہیات کا ایک عظیم خزانہ ہے۔ جناب مرزا محمد حسین شہرستانی نے آپ کی دعائیں ایک مستقل کتاب میں جمع فرمائی ہیں۔ ہم نے درج ذیل دعائیں اس کتاب اور دیگر کتب سے خذ کی ہیں۔

۱۔ اللهم ارزقنی الرغبة فی الآخرة حتی اعرف صدق ذلك فی قلبی بالزہادۃ منی فی دنیاى اللهم ارزقنی بصرا فی امر الآخرة حتی اطلب الحسنات شوقا والزمین

السیئات خوفایارب۔ (۵۶)

ترجمہ: خدایا! مجھے آخرت میں رغبت عطا کر یہاں تک کہ اس کی صداقت کو اپنے دل میں پہچان لوں، اپنی دنیا سے اپنے زہد و پرہیز کے ذریعہ۔ خدایا! مجھے آخرت کے بارے میں بصارت عطا فرماتا کہ میں نیکیوں کو ذوق و شوق کے ساتھ طلب کروں اور خوف اور ڈر کے مارے برائیوں سے بھاگ کھڑا ہوں۔

۲۔ آپ کی ایک دعا صبح و شام کے لیے ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم۔ بسم الله و بالله و الى الله و في سبيل الله و على ملة رسول الله صلى الله عليه و آله و لا حول و لا قوة الا بالله العلي العظيم اللهم اني اسلمت نفسي اليك، ووجهت وجهي اليك و فوضت امري اليك و انا اسئلك العافية من كل سواء الدنيا و الآخرة اللهم انك تكفيني من كل احد و لا يكفيني منك احدا فكفيني من كل احد ما اخاف و احذر، واجعل لي من امري فرجا و مخرجا فانك تعلم و لا اعلم و تقدر و لا اقدر و انت على كل شئ قدير برحمتك يا ارحم الراحمين (۵۷)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے نام سے، اللہ کی طرف سے اور اللہ کی راہ میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی ملت و دین پر اور حول و قوت نہیں ہے مگر علی و عظیم خدا کے ساتھ۔ خدایا! میں نے اپنے نفس کو تیرے سپرد کیا۔ میں نے اپنا رخ تیری طرف کر لیا۔ اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا اور میں تجھ سے دنیا و آخرت کی ہر برائی سے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ خدایا! تو میری ہر ایک سے کفایت کر سکتا ہے لیکن تجھ سے میری کوئی کفایت نہیں کر سکتا۔ پس میری کفایت فرما ہر اس شے سے جس سے میں خوف اور ڈر رکھتا ہوں اور میرے لیے کشائش اور نکلنے کی جگہ میرے امر سے اقرادے۔ بے شک تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا۔ تو قدرت رکھتا ہے اور میں کوئی قدرت و اختیار نہیں رکھتا اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اپنی رحمت کے ساتھ، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

۲۔ یہ آپ کی دعا طلب توفیق کے لیے ہے:

اللهم اني اسئلك توفيق اهل الهدى و اعمال اهل التقى و مناصحه اهل

التوبة وعزم اهل الصبر واحذر اهل الخشية وطلب اهل العلم ونيت اهل الورع
وحذر اهل الجزع حتى اخافكم حتى اخافك اللهم مخافة تمجزلي عن معاصيك حتى
اعمل بطاعتك عملا استهق به كرامتك، وحتى انا صحتك في القوة خوفا لك وحتى
اخلف لك في النصيحة حبالك وحتى اتوكل عليك في الامور حسن ظن بك سبحانه
خالق النور وسبحان الله العظيم وبمحمدة (۵۷)

ترجمہ: خدایا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اہل ہدایت کی توفیق، اہل تقویٰ کے عمل
کرنے، اہل توبہ کے خلوص، اہل صبر کے عزم، اہل خشیت کے خوف و بچاؤ، اہل علم کی
طلب، اہل ورع کی نیت اور اہل جزع کے حذر و خوف کا یہاں تک کہ اے اللہ! میں تجھ
سے اس طرح ڈروں جو مجھے تیری نافرمانیوں سے روک سکے، تاکہ میں عمل کروں تیری
اطاعت کے ساتھ ایسا عمل کہ جس سے میں تیری کرامت و بزرگی کا مستحق ہو جاؤں تاکہ
میں تیرے خوف سے قوت میں تجھ سے خلوص برتوں، تاکہ نصیحت میں تیرے لیے تیری
محبت کی بنا پر اخلاص کروں اور تاکہ تمام امور میں تجھ پر توکل کروں، تجھ پر حسن ظن رکھتے
ہوئے۔ منزہ ہے تو اے نور کے خالق اور منزہ ہے تو اے عظیم خدا اور اس کی حمد کے ساتھ۔

۴۔ آپ کی دعا نماز فریضہ کے بعد:

اللهم اني اسئلك بكلماتك ومعاهد عرشك وسكان سوائك وارضك وانبيائك و
رسلك ان تستجيب لي فقد رهنني من امري عمري عمر فاسئلك ان تصلي علي محمد
وآله محمد وان تجعل لي من عمري يسري (۵۸)

ترجمہ: خدایا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے کلمات کے صدقے، تیرے ارکان عرش
کے صدقے، تیرے آسمان اور تیری زمین پر رہنے والوں، تیرے نبیوں اور رسولوں کے
صدقے کہ تو میری دعا کو قبول فرما کیونکہ میرے امر کی تنگی نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ پس میں
تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری تنگی کو میرے لیے فراخی
میں بدل دے۔

۵۔ کعبہ کے بارے میں آپ کی دعا:

الہی نعمتی فلم تجدنی شا کرو ابلیتی فلم تجدنی صابر افلا انت سلبت النعمة لتترك الشكر ولا ادمت الشدة لتترك الصبر الہی ما يكون من الکریم الا کرام۔ (۶۰)

ترجمہ: خداوند! تو نے مجھ پر انعام کیا لیکن مجھے شکر گزار نہ پایا، میری آزمائش کی تو مجھے صابر نہ پایا پس نہ تو نے شکر کو ترک کرنے کی وجہ سے نعمت چھینی اور نہ صبر کو چھوڑنے کی وجہ سے شدت و سختی کو دائم رکھا۔ میرے معبود! کریم سے کرم کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔

۶۔ یوم عاشور جنگ شروع ہونے سے پہلے آپ کی دعا۔

اللهم انت تقنی فی کل کرب ورجائی فی کل شدة وانت لی فی کل امر نزل بی ثقة و عدة کم من هم یضعف فیہ الفواد و تقل فیہ الحيلة و یخذل فیہ الصدیق و یشبت فیہ العدو و انزلتہ بک و شکوتہ الیک، رغبة من الیک عن سواک فکشفته و فرجته فانت ولی کل نعمة و منتی کل رغبة۔ (۶۱)

ترجمہ: خدایا! تو ہی میرا بھروسہ ہے ہر ایک مصیبت میں، میری امید ہے ہر شدت میں اور تو میرے لیے ہر اس امر میں جو مجھ پر نازل ہو ثقہ اور تیاری ہے۔ کتنے ایسے غم و اندوہ ہیں جن سے دل کمزور ہو جاتا ہے۔ اس میں تدبیریں کم ہو جاتی ہیں، دوست و احباب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور اس پر دشمن خوش ہوتے ہیں۔ ان کو میں نے تیرے سامنے پیش کیا تیرے غیر کو چھوڑ کر تیری طرف رغبت کرتے ہوئے تجھ سے ان کی شکایت کی۔ پس تو نے انہیں رد کر دیا اور ان سے چھٹکارا دے دیا۔ بس تو ہی ہر نعمت کا ولی اور ہر رغبت کی انتہا ہے۔

۷۔ جب آپ کے بیٹے علی اکبر نے حملہ کیا۔ اس وقت آپ کی دعا:

آپ نے اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائیں، آنسوؤں بھری آنکھیں جھکا لیں اور آپ نے فرمایا:

اللهم کن انت الشہید علیہم فقد برز الیہم گلام اشبه الناس خلقاً و خلقاً و منطقاً برسولک محمد و کنا اذا اشتقنا الی رؤیہ نبیک نظرنا الیہ اللهم فامنعمہم

برکات الارض و فرقہم تفریقاً و مزقہم تمزیقاً و اجعلہم طرائق قددا ولا ترض
الولاء عنہم ابدافانہم دعونا لینصر و نائم عدوا علینا یقاتلون ثم تلا قوله تعالیٰ
”ان الله اصطفى آدم و نوحا و آل ابراهيم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضہا من
بعض والله سمیع علیم۔“

ترجمہ: خدایا! تو ان پر گواہ رہنا کہ ان کی طرف وہ نوجوان جا رہا ہے جو خلقت اور اخلاق و
گفتار میں تیرے رسول محمد کے مشابہ ہے۔ ہم جب تیرے نبی کی زیارت کے مشتاق
ہوتے ہیں تو اس کی طرف دیکھتے ہیں۔ خدایا! ان سے زمین کی برکتوں کو روک دے، ان
میں تفریق ڈال دے، ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور انہیں مختلف مذاہب، راستوں پر تقسیم کر
دے۔ والی و حاکم ان سے کبھی راضی نہ ہوں۔ انہوں نے ہمیں اپنی مدد و نصرت کے لیے
بلا یا تھا۔ پھر ہم پر تجاوز کیا اور جنگ کرنے لگے۔ پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت
فرمائی: بے شک اللہ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم و آل عمران کو عالمین میں سے چن لیا جو
ایسی ذریت ہیں جن میں بعض دوسرے بعض سے ہیں۔ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔
پھر ابن سعد کو پکار کر کہا: خدا تیرے رحم کو قطع کرے جس طرح تو نے میرے رحم کو قطع کیا
ہے اور تو نے رسول اللہ سے میری قرابت کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ خدا تجھ پر ایسے شخص کو مسلط
کرے جو تجھے تیرے بستر پر ذبح کر دے۔ (۶۲)

۸۔ حرمہ بن کاہل اسدی نے عبد اللہ الرضیع (علی اصغر) کے گلوئے مبارک پر تیر مار کر ذبح کر دیا۔ حسین نے
اپنی ہتھیلی گلے کے نیچے لگائی۔ جب چلو خوں سے بھر گئی تو اسے آسمان کی طرف اچھال دیا اور فرمایا:

ہون ما نزل بی انہ بعین اللہ تعالیٰ اللہم لا یكون اھون علیکن من فصیل الھی ان
كنت جست عنا النصر فاجعله لہا ہو خیر منه و انتم لنا من الظالمین و اجعل ما
حل بنا فی العاجل ذخیرۃ لنا فی الاجل اللہم انت الشاہد علی قومہ قتلوا اشبه
الناس برسولك محمد (۶۳)

ترجمہ: جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی وہ آسان ہے کیونکہ اللہ کے سامنے ہے۔ خدایا!
تیرے نزدیک یہ بچہ ناقہ صالح سے کم نہیں ہوگا۔ خدایا اگر تو نے اپنی نصرت کو ہم سے روک

لیا ہے تو اسے اس کے لیے قرار دے جو اس سے بہتر ہے۔ ظالموں سے ہمارا انتقام لے اور جو کچھ ہم پر دنیا میں نازل ہوا اسے ہمارے لیے آخرت کا ذخیرہ بنادے۔ خدایا! اس قوم کے خلاف تو ہی گواہ ہے جس نے تیرے رسول محمد سے سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے کو قتل کیا ہے۔

۹۔ ابوالخوف نے آپ کی پیشانی پر تیر مارا۔ آپ نے اسے نکالا خون آپ کی چہرہ پر بہنے لگا تو آپ نے بارگاہ الہی میں عرض کیا:

اللهم انت تری ما انا فیہ من عبادك هؤلاء العصاة اللهم احصم عددا، واقتلهم بددا، ولا تذر علی اجه الارض منهم احدا ولا تغفر لهم ابدا۔ (۶۴)

ترجمہ: خدایا تو دیکھ رہا ہے کہ میں تیرے ان نافرمان بندوں کے ہاتھ کس حالت میں ہوں۔ خداوند! ان کی تعداد کو شمار کر لے انہیں جدا جدا ایک ایک کر کے قتل کر دے۔ ان میں سے کسی کو بھی روئے زمین پر نہ چھوڑ اور انہیں کبھی نہ بخشنا۔

۱۰۔ جب بحرین کعب نے عبداللہ بن حسن بن امیر المؤمنین علیہ السلام کو ضرب لگائی تو وہ بچا اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کی گود میں آگرا۔ آپ نے اسے سینہ سے لگالیا اور فرمایا:

یا بن اخي اصبر علی ما نزل بك واحتسب فی ذلك الخیر فان الله تعالى یلحقك بأبائك الصالحین برسول الله و علی بن ابی طالب حمزة و جعفر، والحسن بن علی علیہ السلام۔

ترجمہ: اے بھتیجے! صبر کرو اس مصیبت پر جو تم پر نازل ہوئی اور اسے خیر و بھلائی کا گمان کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے صالحین آبا و اجداد رسول پاک، علی بن ابی طالب، حمزہ جعفر اور حسن بن علی کے ساتھ ملحق فرمائے گا۔

پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور آپ فرما رہے تھے:

اللهم امسك عنهم قطر السماء وامنهم برکات الارض اللهم ان متعتهم الی حین ففرقهم تفريقا واجعلهم طرائق قدا ولا ترض ولاة عنهم ابدا۔ فانهم دعونا الینصر وناثم عدوا علینا فقتلونا۔ (۶۵)

خدا یا! ان سے آسمان کی بارش ورز مین کی برکات کو روک لے۔ (بقیہ ترجمہ گزر چکا ہے)

آپؐ کی قبولیت دعا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ وہ بادل کے کندھوں پر سوار ہوتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ”مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں ضروری تیری مدد کروں گا چاہے کچھ عرصہ بعد ہو“۔ (۶۶)

اس دعا کی کیا کیفیت ہوگی جو رسول اعظمؐ کے مظلوم نواسے، دنیا میں ان کے گل وریحان، سید شباب اہل الجنۃ اور امام مسلمین کے منہ سے نکلے۔ امام حسینؑ کی مظلومیت وہ ہے کہ تمام مظلومین اس کے سامنے کمتر و ہیچ ہیں۔ تیس ہزار کا لشکر آپؐ کی طرف بڑھ رہا ہے جس کا ہر فرد آپؐ کو قتل کر کے ظالم حکام کا قرب و انعام حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ان میں سے بعض کے قلوب آپؐ سے بغض و عداوت و کینہ کی وجہ سے کھول رہے ہیں اور جب ان کے خبیث نفوس پر وہ کینے ابھرتے تو وہ آپؐ پر زیادہ سے زیادہ سب و شتم کرتے ہیں۔ آپؐ ان کے جواب میں اپنے مولا جل شانہؑ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر ان کے لیے بددعا اور ان سے انتقام لینے کا سوال کرتے ہیں۔

یہاں ہم ان دعاؤں کی قبولیت کا ذکر کرتے ہیں جو آپؐ نے عاشور کے دن کی ہیں:

۱۔ اس سے پیشتر کہ امام حسینؑ علیہ السلام اور اہل کوفہ کے درمیان جنگ شروع ہوتی عبد اللہ بن حوزہ تمیمی نے چیخ کر آواز دی، کیا تم میں حسینؑ ہیں کیا تم میں حسینؑ ہیں؟

اسے امام حسینؑ کے اصحاب نے جواب دیا: یہ حسینؑ ہیں۔ تو کیا چاہتا ہے؟ اس لعین نے کہا: اے حسینؑ! تجھے آگ کی بشارت ہو۔ آنجنابؑ نے فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے میں تو غفور، کریم، مطاع، اور شفیع پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا۔ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں حوزہ کا بیٹا ہوں۔ امام حسینؑ نے اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کیے کہ بگلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور بارگاہ الہی میں عرض کیا: ”اللہم حزہ الی النار“ (خدا یا! اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں پھینک دے)۔ ابن حوزہؑ سیخ پا ہوا اور اپنا گھوڑا امام حسینؑ کی طرف بڑھایا۔ ان کے درمیان ایک نہر تھی۔ وہ لعین گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کا ایک پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور اسے گھوڑے نے گھسیٹا۔ یہاں تک کہ اس کے پاؤں، پنڈلی اور ران کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور اس کی دوسری طرف رکاب میں پھنسی رہی۔ گھوڑا اسے ہر پتھر اور دفت کے ساتھ رگڑتا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

مسروق بن وائلؑ حضرمی کہتا ہے کہ میں اس سے پہلے گھوڑ سوار لشکر میں تھا جو حسینؑ علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آگے بڑھا تھا کہ شاید میں حسینؑ کا سر لے سکوں اور ابن زیادؑ سے انعام پاسکوں۔ لیکن جب میں نے وہ کچھ دیکھا جو ابن حوزہؑ کے ساتھ ہوا تو میں پہچان گیا کہ اس گھرانے کی اللہ کے

یہاں بڑی قدر و منزلت ہے۔ بس میں نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا اور کہا کہ میں ان سے جنگ کر کے جہنم میں نہیں جاؤں گا۔ (۶۷)

۲۔ ابوذر غفاری کے غلام جون امام حسین کے سامنے کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے جون! تم ہمارے پاس عافیت و آرام کے لیے آئے تھے۔ پس تم ہمارے راستہ اور طریقہ میں مبتلا نہ ہو۔ تمہیں میری طرف سے اجازت ہے جہاں جانا چاہو چلے جاؤ۔ جون قدموں پر گر پڑے اور ان کے بوسے لیے اور کہتے تھے: فرزند رسول! میں آسائش و آرام کے دور میں تو آپ کے برتن چاٹتا (کاسہ لیس کر تا) رہا اور شدت و سختی کے وقت آپ کا ساتھ چھوڑ دوں؟ بے شک میری بوگندی اور میرا حسب کینہ اور میرا رنگ سیاہ ہے۔ بس مجھ پر جنت کی سخاوت کیجیے تو میری بو پاکیزہ، میرا حسب با شرف اور میرا رنگ سفید ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! میں آپ لوگوں سے ہرگز جدا نہ ہوں گا جب تک میرا یہ سیاہ خون آپ کے خونوں کے ساتھ گھل مل نہیں جاتا۔ پس امام حسین نے انہیں جنگ کی اجازت دی۔ جون نے حملہ کیا وہ کہہ رہے تھے:

کیف تری الفجار ضرب الاسود

بالسيف ضربا عن بنی محمد

اے فسق و فجور والو! کالے رنگ والے کی ضرب کیسی ہے جو محمد کی اولاد کی حمایت میں تلوار چلا رہا ہے۔

اذب عنهم باللسان واليد

ارجو به الجنة يوم البورد

میں ہاتھ اور زبان دونوں کے ذریعہ ان کا دفاع کرتا ہوں اور قیامت کے دن جنت کی امید رکھتا ہوں۔ پس جون نے پچیس مردوں کو قتل کیا۔ پھر انہوں نے ہر طرف سے گھیر کر انہیں شہید کر دیا۔ امام حسین جون کے سر ہانے کھڑے ہو کر فرما رہے تھے:

اللهم بیض وجهه و طیب ریحہ و احشر مع محمد و عرف بینہ و بین آل محمد علیہ السلام

خدا یا! اس کے چہرہ کو سفید کر دے۔ اس کی بو پاکیزہ بنا دے۔ اسے محمد مصطفیٰ کے ساتھ

محشور فرما۔ اس کے اور آل محمد علیہم السلام کے درمیان تعارف پیدا کر دے۔

پس جو بھی میدان جنگ سے گزرتا وہ جون سے پاکیزہ خوشبو سونگھتا جو مشک و کستوری سے زیادہ بہتر تھی۔ (۶۸)

۳۔ جس وقت شہزادہ علی اکبر نے اہل کوفہ پر حملہ کیا تو امام حسین نے پکار کر عمر بن سعد سے فرمایا:

خدا تعالیٰ تیری نسل و رحم کو قطع کرے جس طرح تو نے میری نسل و رحم کو قطع کیا اور رسول اللہ سے میری قرابت کی حفاظت نہیں کی اور تجھ پر اس کو مسلط کرے جو تجھے تیرے بستر پر ذبح کرے۔ (۶۹)

اللہ نے امام حسین کی یہ دعا قبول فرمائی۔ پس مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے عمر بن سعد کو اس کے بستر پر قتل کیا اور اسی طرح اس کے بیٹے حفص کو بھی قتل کر دیا۔

۴۔ تیمم بن حصین فزاری نام کا ایک شخص عمر سعد کے لشکر سے نکلا۔ پکار کر کہا: اے حسین! اور اے اصحاب حسین! کیا تم فرات کے پانی کی طرف نہیں دیکھ رہے ہیں وہ اس طرح چمک رہا ہے گویا وہ مچھلیوں کا پیٹ ہے؟ خدا کی قسم! تم اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں چکھ سکو گے جب تک ذائقہ موت نہ چکھ لو۔ امام حسین نے فرمایا: یہ شخص کون ہے؟ عرض کیا گیا تیمم بن حصین۔ امام حسین نے فرمایا: یہ اور اس کا باپ اہل جہنم سے ہیں۔ خداوند! اس کو آج ہی پیاس سے قتل کرنا۔ پس پیاس اسے گلو گیر ہوئی یہاں تک کہ وہ گھوڑے سے گر گیا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روند گیا اور مر گیا۔

۵۔ ابوالمختوف لعین نے آپ کی پیشانی پر تیرا مارا۔ آپ نے تیر کھینچا چہرہ پر خون کا فوارہ بہنے لگا۔ آپ نے بارگاہ الہی میں عرض کیا: خدا یا! میں ان نافرمان بندوں کے ہاتھوں جس حالت کو پہنچ گیا ہوں تو اسے دیکھ رہا ہے۔ خدا یا! ان کی تعداد کو شمار کر لے اور انہیں متفرق کر کے قتل کر دے۔ انہیں گھر نہ بخشا اور نہ روئے زمین پر کسی ایک کو باقی چھوڑنا۔

آپ نے با آواز بلند پکار کر کہا: اے بدترین امت! تم محمد کے برے جانشین ہوئے ان کی عزت کے بارے میں۔ یاد رکھو میرے بعد تم کسی کو بھی قتل نہ کرو گے، جس کے قتل سے تمہیں کوئی خوف یا ہیبت ہو بلکہ مجھے قتل کرنے کے بعد یہ کام تمہارے لیے اور آسان ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھے شہادت کی عزت عطا کرے، پھر تم سے میرا انتقام اس طریقے سے لے جس کا تم شعور نہیں رکھتے۔

حسین نے کہا: اے فرزند فاطمہ! ہم سے کس طرح انتقام لے گا؟ آپ نے فرمایا: تمہارے درمیان جنگ ڈال دے گا۔ تمہارے خون بہائے گا اور تم پر عذاب کی موسلا دھار بارش کرے گا۔ (۷۰)

خدا نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ پس مختار کو ان پر مسلط کیا۔ اس نے ان کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف آیا اور اس نے ان کے خون بہائے۔

۶۔ عبد اللہ بن حصین ازدی جو قبیلہ بنجیلہ سے تھا اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا: اے حسین! کیا تم اس پانی کی طرف نہیں دیکھتے جو آسمان کے جگر کی مثال ہے؟ تم لوگ اس کا ایک قطرہ نہ چکھ سکو گے اور پیاس سے مرجاؤ گے۔ امام نے بارگاہ الہی میں عرض کیا: خداوند! اسے پیاس سے قتل کر دے اور اسے کبھی نہ بخشا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے: خدا کی قسم! میں نے اس کے مرض الموت میں اس کی عیادت کی۔ پس قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں نے دیکھا کہ وہ اتنا پانی پیتا کہ گر پڑتا۔ پھر قے کر دیتا اور چیختا پیاس! پیاس! پھر دوبارہ پانی پیتا۔ پھر تھک کر گر جاتا اور قے کرتا اور پیاس سے تڑپنے لگتا۔ اس کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ جان نکل گئی۔ (۷۱)

۷۔ بنی ابان بن وارم میں سے ایک شخص زرعہ نے آپ کو تیر مارا جو آپ کے گلے میں لگا آپ اس خون کو چلو میں لیتے اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے پھینک دیتے۔ پھر فرمایا: خدا یا! اسے سخت و شدید پیاس میں مبتلا کر۔

محمد کوئی کہتا ہے کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے اسے مرتے دیکھا جب کہ وہ اپنے پیٹ میں گرمی اور پشت کی سردی کے بارے میں چیخ پکار کر رہا تھا۔ اس کے سامنے پنکھے اور برف تھے اور پیچھے انگلیٹھی تھی اور وہ کہے جارہا تھا کہ مجھے پانی پلاؤ، پیاس نے مجھے ہلاک کر دیا۔ پس اس کے لیے بڑا پیالہ لایا جاتا جس میں اتنے ستو، دودھ یا پانی ہوتا جس سے پانچ آدمی سیر و سراب ہو سکیں۔ پس وہ اسے پی جاتا۔ پھر چیختا مجھے پلاؤ پیاس نے مجھے ختم کر دیا۔ پس اس کا پیٹ پھٹ گیا جیسے اونٹ کا پیٹ پھٹا ہو۔ (۷۲)

آپؐ کے اشعار کا ایک گوشہ

آپ کے قیمتی و عمدہ مجموعہ نظم و اشعار اکثر مواعظ، اخلاق، مکارم و مفاخر میں ہیں۔ ان میں سے بعض اشعار وہ بھی ہیں جو آپ نے بروز عاشورا پڑھے جن سے آپ کا عظیم موقف آشکار ہوتا ہے۔ یہ اشعار کمال فن ممکن اور قدرت و مہارت فن پر دلالت کرتے ہیں۔ ہم یہاں آپ کے بعض اشعار پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپ نے فرمایا:

إذا جاؤ الدنيا عليك فجد بها
على الناس طرا قبل ان تنفلت
فلا الجود يفنيها إذا هي اقبلت
ولا البخل يبقيها إذا ما تولت

جس وقت دنیا تجھ پر سخاوت کرے تو تمام لوگوں پر اس کی سخاوت کر اس سے بیشتر کہ وہ تیرے ہاتھ سے نکل جائے۔

کیونکہ نہ تو جو دو سخا اس کو فنا کر سکتے ہیں جب وہ کسی کا رخ کرے اور نہ ہی بخل و کنجوسی اس کو

باقی رکھ سکتی ہے جب وہ پشت پھیر لے۔

۲۔ ایک سائل مدینہ کی گلیوں میں پھرتا پھراتا امام کے دروازے پر آ گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا اور کہنے لگا:

لم یخب الیوم هن رجاك و من
حرك من حلف بابك الحلقه
و انت جواد و انت معدنه
ابوك قد كان قاتل الفسقه

آج تک وہ ناامید نہیں ہوا جس نے آپ پر امید رکھی اور آپ کی کنڈی کو ہلایا۔ آپ سخی ہیں بلکہ سخاوت کی کان ہیں اور آپ کے والد فاسقوں کے قاتل ہیں۔

اس وقت امام حسینؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز کو جلدی ختم کیا، باہر تشریف لائے تو سائل پر تکلیف اور نفروفاقہ کے آثار دیکھے۔ واپس آ کر قبر کو پکارا۔ اس نے کہا: لبیک اے فرزند رسول! آپ نے فرمایا: ہمارے مخارج میں سے تمہارے پاس کیا بچا ہوا ہے؟ عرض کیا: دو سو درہم اور ان کے بارے میں آپ نے اپنے اہل بیت پر تقسیم کرنے کو فرمایا تھا۔ فرمایا: لے آؤ۔ ایسا شخص آ گیا ہے جو ان سے بھی زیادہ مستحق ہے۔ پس آپ وہ درہم لے کر باہر تشریف لائے اور یہ اشعار پڑھے:

خذها و انی الیک معتذر
واعلم بانی علیک ذو شفقه
لو کان فی سیرنا الغداة عصا
کانت سمانا علیک مندفعه
لکن ریب الزمان دونک
والکف منا قلیله النفقه

ان کو لے لے اور میں معذرت چاہتا ہوں اور جان لے کہ تجھ پر شفیق و مہربان ہوں۔ اگر زمانہ ہمارے لیے سازگار ہوتا تو ہماری سخاوت کا آسمان تجھ پر موسلا دھار بارش برساتا، لیکن حوادث زمانہ بڑے سخت و شدید ہیں اور ہماری ہتھیلی میں تھوڑا مال رہ گیا ہے۔ پھر وہ درہم اعرابی کو دے دیے۔ اعرابی نے وہ درہم لیے اور یہ کہتے ہوئے پلٹ گیا:

مطہرون نقیات جیوبہم
تجزی الصلوٰۃ علیہم اینما ذکرُوا
ا انتم انتم الاعلون عندکم
علم الکتاب و ما جاء ت به السور
من لم یکن علویا حین تنسبه
فمالہ فی جمیع الناس مفتخر

وہ پاک ومنزہ ہیں جن کے دامن پاک و صاف ہیں۔ جب ان کا ذکر آئے تو ان پر درود و صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے اور آپ ہی وہ اعلیٰ ترین افراد ہیں جن کے پاس علم کتاب ہے اور جو کچھ قرآنی سورتوں میں آیا ہے۔ جو شخص اولاد علی میں سے نہیں جب تو اس کا نسب نامہ بیان کرے تو اس کے لیے تمام لوگوں میں کوئی چیز باعث فخر نہیں ہے۔
آپ ہی کے اشعار ہیں:

کلہا زید صاحبا المال مالا
زید فی ہمہ و فی الاشتغال
قد عرفناک یا منغصہ العیر
ش و یادار کل فان و بال
لیس یصفوا الزاهد طلب الزهد
سفاد کان مثقلا بالعیال

مالدار کے مال میں جتنی زیادتی ہوتی ہے اس کے ہم و غم میں بھی اتنی ہی زیادتی ہو جاتی ہے۔ ہم نے تجھے پہچان لیا، ایسی زندگی ہر فنا ہونے اور پرانا ہونے والے کا گھر، کسی زاہد کا زہد کو طلب کرنا صاف و شفاق نہیں ہو سکتا جب کہ اس پر اہل و عیال کا بوجھ ہو۔
جب آپ جنت البقیع میں شہداء کی قبور پر زیارت کے لیے تشریف لے گئے تو یہ اشعار پڑھے:

نادیت سکان القبور فاسکنوا
فاجابنی عن صمتہم ندب الحشا

میں نے قبروں میں رہنے والوں کو پکارا تو مجھے ان کی خاموشی کے بدلے اندر سے ندبہ اور

پکارنے جواب دیا۔

قالت اندری ما صنعت بسا کنی

مزقت جثمانا و خرقت الکساء

اس نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے اندر رہنے والوں سے کیا سلوک کیا؟ میں نے جسم پھاڑ دیے اور کفن تارتا کر دیے۔

و حسوت اعینہم ترابا بعد ما

کانت تاذی بالیسیر من القذا

ان کی آنکھوں میں مٹی بھردی جب کہ ایک تنکے سے بھی ان کو تکلیف ہوتی تھی۔

اما العظام فانی مزقتها

حتی تباینت المفاصل واستوی

اور ان کی ہڈیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یہاں تک کہ جوڑ، مفاصل اور گوشت ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں۔

قطعت ذا من ذا و من هذا کذا

فزکتها فما يطول بها البلی

میں نے ان کو اس سے منقطع کر دیا ہے اور اس سے بھی، اس طرح میں نے انہیں اسی حالت میں چھوڑ دیا ہے کہ نہ پن و بوسیدگی طول پکڑ گئی ہے۔

اور یہ بھی آپ کے اشعار ہیں:

لئن تکن الدنيا تعد نفیسه

فان ثواب الله اعلی و انبل

اگر دنیا نفیس و عمدہ شمار ہوتی ہے تو اللہ کا ثواب زیادہ اور زیادہ عمدہ ہے۔

و ان تکن الا بدان للموت انشئت

فقتل امری بالسيف فی الله افضل

اگر بدن موت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں تو انسان کا اللہ کی راہ میں تلوار سے قتل ہونا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

و ان تكن الاموال للترك جمعت

فقله سعي البرء في الكسب احم (۴۳)

اگر مال پیچھے چھوڑ جانے کے لیے جمع کیے جاتے ہیں تو پھر کسب مال میں انسان کے لیے بہتر ہے کہ کم کوشش کرے۔

۴۔ آپ نے عاشورا کی رات یہ اشعار کہے:

يادهراف لك من خليل

كم لك بالاشراق والاصيل

من صاحب و طالب قتيل

والدهر لا يقنع بالبديل

و كل حي سلك السبيل

ما اقرب الوعد من الرهيل

وانما الامر الى الجليل (۷۴)

اے زمانہ! افسوس ہے تیرے دوست ہونے پر۔ کتنے تیرے ساتھی و طلب گار صبح و شام قتل ہوتے ہیں اور زمانہ کسی عوض پر قناعت نہیں کرتا۔ ہر زندہ اس راستہ پر چل رہا ہے کوچ کا وعدہ کتنا قریب ہے اور معاملہ صاحب جلال خدا کے ہاتھ میں ہے۔

۵۔ عاشورہ کے دن آپ نے یہ اشعار پڑھے:

انا ابن علي الخير من آل هاشم

كفاني بهذا مفخرا حين افخر

وجدی رسول الله اکرم من مشی

و نحن سراج الله في الخلق يزهر

فاطمه احي سلاله احمد

و عمی یدی ذالجناحین جعفر

و فینا کتاب الله انزل صادقا

و فینا الهدی والوحی الخیر یذکر

و نحن ولاية الناس نسقى ولاتنا
 بكاس رسول الله ما ليس ينكر
 و شيعتنا في الناس اكرم شيعه
 و مبغضنا يوم القيامة يخسر

میں آل ہاشم میں بہترین شخص علی کا بیٹا ہوں۔ مقام فخر میں یہ فخر میرے لیے کافی ہے۔
 میرے نانا اللہ کے رسول زمین پر بسنے والوں میں سب سے مکرم ہیں اور مخلوق خدا میں ہم
 اللہ کا روشن چراغ ہیں۔

میری ماں فاطمہ احمد مجتبیٰ کی بیٹی ہیں اور دو پروں سے اڑنے والے کے نام سے مشہور جعفر
 میرے چچا ہے۔

ہماری شان میں اللہ کی سچی کتاب نازل ہوئی ہے۔ ہمارے لیے ہدایت، وحی اور خیر کے
 تذکرے ہیں۔

اور ہم ہی تمام لوگوں کے والیان امر ہیں جو اپنے موالیوں کو کاسہ رسول سے سیراب کریں
 گے۔ اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

ہمارے شیعہ لوگوں میں مکرم ہیں اور ہم سے بغض رکھنے والا قیامت کے دن خسارے میں
 ہوگا۔

۶۔ عاشور کے دن آپ نے یہ اشعار بھی پڑھے:

غدر القوم و قد ما رغبوا
 عن ثواب الله رب الثقلين
 قتلوا قد ما عليا و ابنه
 حسن الخیر کریم الابوين
 حنقا منهم و قالوا اجمعوا
 نفتك الان جميعا بالحسين
 يالقوم لا ناس رذل

جمعوا الجمع لاهل الحرمین
 ثم ساروا و تواصلوا کلہم
 باجتیا حی للرضا بالملحدین
 لم یخافوا اللہ فی سفک دہی
 لعبید اللہ نسل الفاجرین
 و ابن سعد قدر مالی عنوة
 بجنود کو کوف الهاطلین
 لا لشیء کان منی قبل ذا
 غیر فخری بضیاء الفرقدین
 بعلی الخیر من بعد النبی
 والنبی القرشی الوالدین
 خیرۃ اللہ من الخلق ابی
 ثم اہی فانا ابن الخیرتین
 فضہ قد خلصت من ذهب
 فانا الفضہ و ابن الذهبین
 من له جد کجدی فی الوری
 او کشیخی فانا ابن المرین
 فاطمة الزہراء اہی و ابی
 قاصم الکفر بیدر و حنین
 و له فی یوم احد وقعہ
 شفت الغل بغض العسکرین
 ثم بالاحزاب والفتح معا
 کان فیہا حتف اهل القبلتین
 فی سبیل اللہ ماذا صنعت

امت	السوء	معا	بالعترتين
عترة	البر	النبي	المصطفى
فعلى	الوردبين		الجحفلين

اس قوم نے غدر دھوکہ کیا ہے۔ پہلے ہی سے پروردگار جن وانس کے ثواب سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

حسرت علی اور ان کے بیٹے حسن کو جو کریم ماں باپ کا بیٹا ہے، یہ غیض و غضب میں پہلے ہی قتل کر چکے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ سب اکٹھے ہو جاؤ تا کہ اب حسین کو قتل کریں۔

اے قوم تعجب کرو ایسے رذیل اور کمینہ لوگوں پر جنہوں نے حرمین والوں کے لیے جماعتوں کو جمع کیا ہے۔

پھر کمر بستہ ہوئی اور دو ملحد افراد کی رضامندی کے لیے مجھے ختم کرنے کی ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے۔

اور عبید اللہ کے لیے، جو دود کا روں کی نسل سے ہے، میرا خون بہانے میں خدا سے نہیں ڈرے۔

اور ابن سعد میں نے سختی کے ساتھ مجھے ایسے لشکروں سے مارا ہے جو دو موسلا دھار بارش کے سیلابوں کی طرح چل پڑے ہیں۔

میرے قصور کی وجہ سے نہیں بلکہ دور روشن ستاروں کے ساتھ میرے فخر کے باعث۔ نبی کے بعد بہترین علی کے ساتھ اور اس نبی کے ساتھ جس کے ماں باپ دونوں قرشی ہیں۔ خلق خدا میں میرا باپ بہترین اور میری والدہ بھی پس میں دو بہترین افراد کا بیٹا ہوں۔ ایسی چاندی جو سونے سے نکالی گئی ہو اور سونا میں دوسونے کی ڈلیوں کا بیٹا ہوں۔

لوگوں میں سے کس کا نانا میرے نانا جیسا اور کس کا باپ میرے باپ جیسا ہے؟ میں دو چاند کے ٹکڑوں کا بیٹا ہوں۔

میری ماں فاطمہ الزہرا ہیں اور میرا باپ وہ ہے جس نے بدر و حنین میں کفر کی کمر توڑ دی

تھی۔ احد کے دن اس نے ایسا معرکہ سر کیا جس سے دونوں لشکروں کے حلقے ٹوٹنے سے طوق و زنجیر کھل گئے۔

پھر جنگ احزاب اور فتح مکہ میں دونوں قبلوں والوں کی طرف موت تھا۔ اللہ کی راہ میں اس بری امت نے دو عترتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

احسان کرنے والے نبی کی عترت اور اس علی کی عترت سے جو دو لشکروں کے درمیان گھس جاتا تھا۔ (۷۵)

۷۔ اور یہ بھی آپ کے اشعار ہیں:

اذا ما عضك الدهر فلا تجنح الى الخق
ولا تسال سوى الله تعالى قاسم الرزق
فلو عشت و طوفت من الغرب الى الشرق
لما صادفت من يقدر ان يسعداو يشقى

جب زمانہ تجھے مصائب و آلام پہنچائے تو مخلوق کی طرف نہ جھکنا اور اللہ کے علاوہ جو رازق ہے، کسی سے سوال نہ کرنا۔

اگر تو زندہ رہے غرب سے شرق تک سیر کرے تو تجھے ایسا کوئی نہ ملے گا جو سعید یا شقی ہٹانے کی قدرت رکھتا ہو۔

۸۔ اور یہ بھی آپ کے شعر ہیں:

اليس رسول الله جدى و والدى
انا البدر ان حل النجوم خفاء
الم ينزل القرآن خلف بيوتنا
صباحا و من بعد صباح مساء
ينازعنى والله بينى و بينه
يزيد و ليس الامر حيث يشاء
فيا نصحاء الله انتم وولاته
و انتم على اديانه امناء

بای کتاب ام بایہ سنہ
تناولہا عن اہلہا البعدا

جب کیا رسول اللہ میرے نانا اور علی میرے باپ نہیں؟ میں چودھویں کا چاند ہوں جب ستارے ماند پڑ جائیں۔

کیا قرآن ہمارے گھروں میں صبح کو اور صبح کے بعد شام کو نہیں اترتا رہا؟
خدا کی قسم! یزید میرے اور اپنے درمیان جھگڑتا اور نزاع کرتا، لیکن معاملہ اس طرح نہیں ہے۔

پس اے خدا کے مخلص بندو! تم ہی اس کی طرف سے والی حاکم ہو اور تم ہی اس کے دین اور احکام کے امین ہو۔

یہ لوگ کون سی سنت رسول اور کس کتاب خدا کی بنا پر امر خلافت کو اس کے اہل سے دور لے جاسکتے ہیں۔

۹۔ اور یہ اشعار بھی آپ کے ہیں:

ذہب	الذین	احبہم
و	بقیت	فیمن
فیمن	اراء	یسبہنی
ظہر	المغیب	ولا
افلا	یری	ان
کما	یسیر	الیہ
حسبی	بربی	کافیا
ما	اجتنی	والبغی
		حسبہ

وہ لوگ چل بسے جن سے محبت کرتا تھا اور ان لوگوں میں باقی رہ گیا ہوں جن سے محبت نہیں کرتا۔ ان لوگوں کو میں دیکھتا ہوں جو پس پشت مجھے گالیاں دیتے ہیں، حالانکہ میں انہیں سب و شتم نہیں کرتا۔

کیا وہ نہیں جانتا کہ اس کا یہ فعل اس کی طرف جائے گا جیسا کہ اس کا انجام اس کی طرف جائے گا؟

میرے لیے میرا پروردگار کافی ہے۔ اس کے مقابل جو یہ جنایت کرتے ہیں اور سرکشی کرتے ہیں اور وہ اس کے لیے کافی ہے۔ (۷۶)

آپ کا قیام

معالم دین سے دور ہونے، قرآن کی ہتک حرمت کرنے اور رسول اعظم کی سیرت کی مخالفت کرنے کے باوجود معاویہ (ظاہراً) فرائض کو قائم کرتا، حج کرتا، صحابہ کا احترام کرتا تھا اور رسول کریم کا منشی و کاتب ہونے پر فخر کرتا تھا اور جو احادیث آپ سے سنی تھیں، نقل کرتا تھا۔ اس کے دور میں یزید کے زمانہ کی نسبت حکومت اسلامی کا ظاہری رنگ تھا اور معاشرے پر دینی ظواہرات کا فرما تھے۔ سن ۶۰ھ کے وسط میں یزید نے حکومت سنبھالی اور ہر چیز کو بدل دیا۔ عقیدہ عمل اور فکر و نظر کی لحاظ سے وہ عجیب و غریب دنیا کی مخلوق، بلکہ مسخ شدہ مخلوق تھا۔ اس کے طرز عمل سے دین کی کوئی بات اور سنت کا کوئی تذکرہ نہیں پہچانا جاتا۔ اس کا باپ اس کی بے حیائی اور بے شرمی، شہوات و خواہشات کی پیروی، شراب و کباب کی محفلوں اور سرخ راتوں کی بنا پر جانتا تھا کہ وہ خلافت رسول اور حکومت اسلام کے منصب کا اہل نہیں ہے۔ وہ کہا کرتا تھا اگر یزید سے محبت نہ ہوتی تو میں اپنی رشد و ہدایت کو دیکھ لیتا۔ وہ سچ کہتا تھا۔ اس کی محبت مسلمانوں کے حق میں عظیم ہلاکت کا سبب بن گئی۔ وہ مسلمانوں کو اور اس کو حکومت سے لا پرواہ نہیں کر سکتا تھا۔

میں اس وقت یزید کی رسوائیوں اور کج رویوں کو پیش نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اس کے بے اعتدالیوں اور بدکاریوں سے ہر کوئی واقف ہے اور اس کی رسوائی کے لیے اس کا یہ قول کافی ہے۔ لعبت بنی ہاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل۔ بنی ہاشم نے حکومت و ملک حاصل کرنے کا ایک کھیل کھیلا اور نہ کوئی خبر آئی تھی اور نہ وحی نازل ہوئی تھی۔

پہلا کام جو یزید نے حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد کیا یہ تھا کہ اس نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ بن ابو سفیان کو لکھا کہ حسین، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمن بن ابوبکر اور عبداللہ بن زبیر سے بہت سختی کے ساتھ میری بیعت لو جو بھی انکار کرے اس کی گردن اڑا دو اور اس کا سر میرے پاس بھیج دو۔ (۷۷)

یہ سوال سامنے آتا ہے کہ سبط رسول نے یزید کی بیعت کر کے اپنا اور اپنے اصحاب و اہل بیت کا پاکیزہ خون کیوں نہ محفوظ کر لیا جب کہ اس سے پیشتر آپ کے بھائی حسن نے معاویہ سے صلح کر لی تھی۔ اس کا جواب یہ

ہے کہ ہم نے سطور بالا میں معاویہ اور یزید کا فرق بیان کیا ہے۔ سبط رسول کا یزید کی بیعت کر لینا اس کی وضع، کیفیت اور اس کے چلن پر رضا و خوشی کا اظہار ہوتا اور یہ چیز اسلام کی موت کا سبب بن جاتی۔ مسلمانوں کی روح معنویت اور شعور دین ختم ہو جاتا۔ اس کے لیے رسول اعظمؐ کے نواسے، علی کے بیٹے اور جوانان جنت کے سردار حسین کا عمل اور رضا نمونہ و مثال بن جاتا۔ ان کا نصب العین تو ان کے بعد محمد رسول اعظمؐ کا یہ ارشاد تھا کہ من رای سلطانا جائزاً فلم یغیرہ فلیتبعوا مقعدہ من النار (جو شخص ظالم بادشاہ کی بادشاہی دیکھے اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کرے تو وہ اپنی جگہ جہنم میں قرار دے)

کون سی سلطنت یزید بن معاویہ کی سلطنت سے بدتر ہوگی اور کون سا شخص محافظ اسلام فرزند رسول سے زیادہ اس کو بدلنے کا حق رکھتا ہے۔ ہر شخص جو یزید کی سیرت اور اس کے عقیدہ و نظریہ کو جانتا تھا اسے یقین تھا کہ اگر اس کی حکومت مستحکم و دیانت دار ہوگئی تو وہ اسلام کو نسخ کرنے کے بجائے ختم ہی کر ڈالے گا کیونکہ اسلامی عقیدے سے بہت دور تھا اور جو کچھ اسے وراثت میں ملے تھے وہ ان میں ڈوبا ہوا تھا۔ لہذا سید الشہداء کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس کی بیعت نہ کریں۔ پس آپ حاکم مدینہ کے تقابل سے بچتے ہوئے مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے کیونکہ حاکم مدینہ کو یزید سے حکم قتل پہنچ چکا تھا اور انکار بیعت پر مروان نے ولید کو اشارہ قتل بھی کیا تھا۔

لہذا اپنے اہل و عیال اور بہنوں، بھائیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ مکہ جو خدا کا حرم اور مقام امن تھا۔ لیکن یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کو ایک لشکر کے ساتھ امیر حج بنا کر بھیجا۔ موسم حج کے معاملات کا نگران بنایا اور اسے وصیت کی کہ امام حسین جہاں کہیں بھی مل جائیں انہیں حیلے بہانے سے قتل کر دے۔ (۷۸) اس صورت حال کے پیش نظر، اس خوف سے کہ حرم کی ہتک حرمت نہ ہو، مکر او سے بچتے اور صلح صفائی میں رغبت رکھتے ہوئے آٹھ ذی الحجہ ترویہ کے دن حج کو عمرہ سے بدل کر احرام سے محل ہوئے اور مکہ سے باہر نکل گئے۔ اب یہ سوال باقی رہ گیا کہ دیگر شہروں کے بہ نسبت آپ نے کوفہ کا قصد کیوں کیا؟ مدینہ رسول سے مکہ کی طرف لیکن اس کے بعد بصرہ، یمن، مصر اور شام پر کوفہ کو کیوں ترجیح دی؟

بصرہ اگرچہ عراق کی آخری سرحد تھا مگر اس میں رہنے والے لوگ مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ شامی وہاں اہل بیت کے دشمن بھی زیادہ تھے۔ اس کے علاوہ حکام اور ان کے اعوان و انصار، موالیان اہل بیت علیہم السلام کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں اور بہت زیادہ قوی تھے۔ یمن کی حالت کچھ بہتر تھی مگر وہاں کے لوگ ارادہ کے سست اور دشمن سے مقابلہ کی تاب نہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ بسر بن ارطاة کی غارت گری یکے موقع پر ثابت قدم نہ رہ سکے۔ یہاں تک کہ اس کے تھوڑے سے لشکر نے وسیع پیمانہ پر فساد کیا۔ جسے چاہا قتل کیا اور جسے چاہا لوٹ لیا۔ مصر جب سے عمرو عاص اس کا گورنر ہوا اور محمد بن ابوبکر وہاں شہید ہوئے مخالفین نے وہاں اپنے قدم مضبوط کر لیے اور شام کے شہروں کے بعد اسے دوسرے درجہ میں سمجھنے لگے اور اس میں ان کے شریک کار تھے۔ وہ اہل بیت

سے بغض و کینہ رکھتے تھے اور شام تو سو فیصد ان کے ہاتھ میں تھا۔ وہاں ان کے لشکر، گھوڑے اور سرکش و متکبر لوگ آباد تھے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حسین کا کوفہ کو منتخب کرنا علاوہ اس کے کہ شیعہ مسلک تھا۔ امیر المومنین اور حسن علیہ السلام کا دار الخلافہ رہ چکا تھا۔ وہاں بہت بڑی اکثریت صالحین، زعماء اور نیک لوگوں کی تھی جس کو بنی امیہ نے مصیبت کدہ بنادیا اور وہاں کے متقی و پارسا لوگوں مثلاً حجر بن عدی کنڈی اور ان کے ساتھی، نیز عمرو بن حنظلہ خزاعی اور صالحین کی ایک بڑی تعداد کو زیاد بن ابیہ، مغیرہ بن شعبہ اور معاویہ کے دیگر عمال نے قتل کیا۔

جس وقت تمام راستے سید الشہداء کے سامنے بند ہو گئے تو سوائے کوفہ کے کسی شہر پر آپ کی نظر نہ پڑی۔ یہاں کے لوگوں نے حسین کے ساتھ لگاؤ اور محبت میں سبقت کی۔ انہوں نے معاویہ کے زمانہ میں بھی خط لکھا اور اس کے خلاف قیام کرنے کی آپ سے درخواست کی لیکن آپ نے معذرت چاہی کیونکہ آپ کے اور معاویہ کے درمیان ایک معاہدہ تھا جسے آپ توڑنا نہیں چاہتے تھے۔ یزید کے حکومت پر قابض ہونے کے بعد ان کے وفود اور خطوط پے درپے آپ کے پاس آنے لگے یہاں تک کہ آپ کے پاس بارہ ہزار خطوط جمع ہو گئے۔

بس امام حسین نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجا۔ کوفہ نے سید الشہداء کو قبول کیا اور جوق در جوق آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ اٹھارہ ہزار افراد نے مسلم بن عقیل سے آپ کی بیعت کی۔ یزید کا گورنر نعمان بن بشیر اپنے قصر میں محصور ہو کر رہ گیا۔ لوگ اس کے ساتھ جمعہ و جماعت میں شریک نہ ہوتے تھے۔ حضرت مسلم نے اپنی شہادت سے ستائیس روز قبل امام حسین علیہ السلام کو ان الفاظ میں خط لکھا:

**ان لرائد لا یکذب اہلہ وقد با یعنی من اہل الکوفۃ ثمانیہ عشر الفاجعل الاقبال
حین یاتیک کتابی (۷۹)**

جسے مناسب مکان و جگہ کی تلاش کے لیے بھیجا جائے وہ اپنے اہل سے جھوٹ نہیں بولتا۔
اہل کوفہ میں سے اٹھارہ ہزار افراد نے میری بیعت کر لی ہے۔ خط ملتے ہی جلدی آئے۔
جب مسلم امام حسین کو کوفہ کے امید افزا حالات کا خط لکھتے ہیں، یزید نے مکہ میں ایسے لوگ بھیجے جو امام حسین کو دھوکہ سے قتل کر دیں، خواہ وہ کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے ہوں۔ لہذا آپ کے لیے وہاں سے نکلنا ضروری ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب و اہل بیت کے ساتھ کوفہ کے ارادہ سے نکلتے ہیں لیکن راستے میں آپ کو کوفہ کے حالات منقلب ہونے اور مسلم کے اپنے ساتھیوں سمیت شہید ہونے کی خبریں ملتی ہیں اور آپ اپنے سب ساتھیوں کے سامنے اس خبر کا اعلان فرماتے ہیں تاکہ خطرناک صورت حال سب پر واضح ہو جائے۔

مفید رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کی موجودگی میں ایک خط نکالا اور اسے پڑھنے کے بعد فرمایا ہمارے پاس ایک درناک خبر آئی ہے۔ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبد اللہ بن مقطر شہید ہو چکے ہیں اور ہماری پیروی و محبت کا دم بھرنے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ پس جو واپس جانا چاہتا ہے اسے چلا جانا چاہیے۔ ہماری طرف سے کوئی رکاوٹ یا گلہ نہیں۔ (۸۰) اسی وقت ایسے لوگوں کی ایک تعداد جو اعراب میں سے اس امید پر آئی تھی کہ نئی حکومت کے یار و انصار بن کر نفع یا مال غنیمت حاصل کر سکیں گے۔ آپ سے علیحدہ ہو گئی اور جس وقت آپ کے پاس یہ خبریں پہنچتی ہیں آپ کا راستہ بھی روک لیا جاتا ہے۔ عبید اللہ بن زیاد نے اپنی فوج کے کمان دار حصین بن نمیر کو راستے بند کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے قادسیہ میں پڑاؤ ڈالا۔ قادسیہ سے قطیف تک پہرہ بٹھا دیا۔ واقعہ سے شام کی راہ تک اور بصرہ کے راستے میں ہر ملنے والے شخص کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت حر بن یزید ریاحی ایک بڑے لشکر کے ساتھ آپ کی راہ میں حائل ہوا اور آگے بڑھنے سے روک دیا اور اس شرط کے ساتھ چلنے دیا کہ وہ راہ نہ مدینہ کی طرف اور نہ ہی کوفہ کی طرف جاتی ہو۔ امام نے سفر جاری رکھا۔ حربی بھی ساتھ ساتھ آپ کو گھیرے ہوئے تھا یہاں تک کہ آپ زمین کر بلا پر وارد ہوئے جو مقام شہادت اور شجاعت کا گہوارہ تھا۔

آپؐ کی شہادت

آپ دو محرم ۶۱ھ بروز بدھ کر بلا میں پہنچے۔ آپ یہاں اترے ہی تھے کہ دشمنوں کے لشکر فوج در فوج آنے لگے۔ شمر چار ہزار، یزید بن رکاب دو ہزار، حصین بن نمیر تہمی چار ہزار، شیط بن ربیع ایک ہزار، کعب بن طلحہ تین ہزار، حجار بن ابجر ایک ہزار، مضایرین، رہینہ مازنی تین ہزار، نصر بن حشرہ دو ہزار کے لشکر لے کر کر بلا پہنچ گئے۔ چھ محرم تک عمر بن سعد کے پاس بیس ہزار کا لشکر جمع ہوا۔ پھر بھی مسلسل افواج آتی رہیں یہاں تک کہ تیس ہزار تعداد ہو گئی۔

۱۔ شب عاشور:

جمعرات کے روز نو محرم کو ابن سعد اپنے لشکر کے ساتھ امام حسین کی طرف بڑھا۔ آپ نے عباس کو ابن سعد کی طرف بھیجا اور فرمایا: جان برادر! خود جا کر ان سے پوچھو کہ وہ کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ چنانچہ عباس زہیر و حبیب سمیت بیس سواروں کے ساتھ پہنچے۔ ان کے آنے کا مقصد پوچھا تو انہوں نے کہا امیر کا حکم ہے

کہ حسین سے اطاعت کا قرار لیں یا ان سے جنگ کریں۔ حضرت عباس نے خدمت امام میں یہ پیغام پہنچایا۔ آپ نے فرمایا: واپس جا کر ان سے آج رات کی مہلت مانگو تا کہ ہم اس رات میں اپنے پروردگار کے لیے نمازیں پڑھیں، دعا و استغفار کریں، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کے لیے نماز پڑھنے، کتاب خدا کی تلاوت اور کثرت دعا و استغفار کو دوست رکھتا ہوں۔

جناب عباس ان کی طرف واپس گئے۔ ایک رات کی مہلت مانگی تو ابن سعد نے توقف کیا اور ساتھیوں سے پوچھا۔ عمرو بن حجاج نے کہا سبحان اللہ! اگر یہ لوگ ولیم سے ہوتے اور یہی سوال کرتے تو تجھے سوال قبول کرنا چاہیے تھا۔ قیس بن اشعث نے بھی کہا کہ انہیں مہلت دی جائے۔ مجھے اپنی جان کی قسم! وہ کل تجھ سے جنگ میں سبقت کریں گے۔ ابن سعد نے کہا اگر مجھے معلوم ہو جائے وہ ایسا کریں گے تو میں انہیں مہلت نہ دوں۔ پھر اس نے ایک آدمی کے ذریعہ پیغام دیا کہ تمہیں کل تک کے لیے مہلت ہے۔ اگر تم نے کل اطاعت کر لی تو تمہیں امیر ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے۔ اگر انکار کیا تو پھر تمہیں ہرگز نہ چھوڑیں گے۔

۲۔ نماز:

امام حسین اور آپ کے اصحاب نے یہ رات اس طرح گزاری کہ وہاں سے شہد کی مکھیوں کی جھنناہٹ کی طرح آواز آ رہی تھی۔ کوئی قیام و قعود میں تھا، کوئی رکوع و سجود میں صبح ہوئی تو آپ نے نماز صبح اپنے اصحاب کے ساتھ پڑھی۔ پھر خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اس روز تمہارے اور میرے قتل و شہید ہونے کا اذن دیا ہے۔ پس تم پر صبر و قتال لازم ہے۔

پھر آپ نے اپنے اصحاب کو طلب کیا اور ان کی صف بندی کی جو ستر سے کچھ زائد سوار اور پیادہ تھے۔ زہیر بن قین کو میمنہ پر اور حبیب بن مظاہر اسدی کو میسرہ پر مقرر فرمایا۔ آپ خود اور آپ کے اہل بیت قلب لشکر میں تھے اور اپنا علم اپنے بھائی عباس کو دیا۔

ابن سعد نے بھی اپنے تیس ہزار کے لشکر کو ترتیب دیا۔ میمنہ پر عمرو بن حجاج زبیدی کو اور میسرہ پر شمر ذی الجوشن کو مقرر کیا۔ گھوڑ سوار فوج پر عزہ بن قیس کو، پیدل فوج پر شیش بن ربیع کو اور اپنا علم اپنے غلام زوید کو دیا۔

۳۔ جنگ کی ابتداء کو آپ کا ناپسند فرمانا

آپ نے خیام کی پشت و اطراف پر خندق کھودنے اور اس میں آگ روشن کرنے کا حکم دیا تا کہ خیام محفوظ رہیں اور جنگ صرف ایک طرف سے لڑی جائے۔ دشمن آگے بڑھے، خیام کا ایک چکر لگایا، انہوں نے دیکھا کہ آگ جل رہی ہے تو شمر نے بلند آواز سے کہا: اے حسین! تم نے قیامت سے پہلے ہی آگ کی طرف جلدی کی۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے شاید شمر بن ذی الجوشن ہے؟ عرض کیا گیا: جی ہاں آپ نے فرمایا: بکریاں چرانے

والی عورت کے بیٹے آگ میں جلنے کا تو مجھ سے زیادہ حق دار ہے۔ مسلم بن عوسجہ نے ارادہ کیا کہ اس لعین کو تیر ماریں لیکن امام نے انہیں روک دیا اور فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ ان سے جنگ میں پہل کروں۔

سیدالشہداء آگے بڑھے۔ آپ نے اہل کوفہ کے سامنے خطبہ دیا۔ پھر ان کے بعد بریر بن خضیر ہمدانی اور زہیر بن قیس بجلی نے خطبے دیے۔ پھر آپ نے دوبارہ خطبہ دیا۔ (۸۱)
ان خطبوں اور مواعظ کے نتیجے میں کوفہ کے بعض سرداروں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ مثلاً حرب بن یزید ریاحی اور چند دوسرے افراد۔

۴۔ جنگ اور شہادت:

ابن سعد کا نظریہ تھا کہ انتظار و تاخیر میں اس کی مصلحت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے حسین اور آپ کے اصحاب لشکر مخالف کو اپنی تقاریر کے ذریعہ منقلب کر دیں تو لشکر کی باگ ڈور اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور وہ رے کی حکومت اور جرجان کی سلطنت کو اپنے ہاتھ سے گنوا بیٹھے۔ پس وہ لشکر حسین کی طرف بڑھا اور یک تیر ہا کیا اور کہا اے لوگو! امیر کے پاس گواہی دینا کہ لشکر حسینی پر پہلا تیر میں نے چلایا ہے۔ پھر لشکر نے تیر چلانے شروع کر دیتے اور اصحاب حسین میں سے کوئی نہ بچا جسے تیر نہ لگا ہو۔ پس امام نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ۔ خداتم پر رحمت نازل فرمائے، اس موت کی طرف جس سے کوئی چارہ نہیں۔ یہ تیر تمہاری طرف اس قوم کے قاصد ہیں۔
اصحاب حسین نے مل کر ایک ہی حملہ کیا اور ایک گھنٹہ تک جنگ لڑی۔ غبار چھٹا تو ان میں سے پچاس افراد زمین پر پچھڑے پڑے تھے۔

۵۔ باقی انصار حسین اور ہاشمیوں کی شہادت

اس اجتماعی حملہ کے بعد اصحاب حسین نے انفرادی حملے کیے۔ ایک فرد ہزاروں سے جنگ کرنے لگا۔ جب تمام اصحاب میدان میں کام آچکے تو بنی ہاشم آگے بڑھے اور ایک دوسرے سے الوداع کہا۔ سب سے پہلے جو میدان میں آئے وہ علی ابن الحسین اکبر تھے۔ انہوں نے ایسی عظیم جنگ کی کہ لشکر مقتولین کی کثرت سے چیخ اٹھا۔ اہل مقاتل نے روایت کی ہے کہ آپ نے دو سو مردوں کو قتل کیا۔

جب آپ زمین پر گر چکے تو عبد اللہ بن مسلم بن عقیل نکلے۔ ان کے تین حملے تھے، جن میں اٹھانوے مرد قتل ہوئے جب وہ شہادت پا گئے تو آل ابوطالب نے مل کر ایک حملہ کیا۔ امام حسین نے بلند آواز سے پکار کر فرمایا: اے میرے ابنائے عم! موت پر صبر کرو۔ خدا کی قسم! آج کے بعد تمہیں کبھی اہانت نہیں دیکھنی پڑے گی۔

طالبیوں نے اہل کوفہ پر حملہ کیا۔ ان کے بہت سے لوگ قتل کیے۔ اس حملہ میں عون و محمد بن عبد اللہ بن جعفر طیار، عبد الرحمن، عبد اللہ و جعفر عقیل بن ابی طالب کے بیٹے، ابوبکر، محمد بن امیر المومنین اور ابوبکر عبد اللہ بن

حسن بن امیر المومنین اور محمد بن مسلم بن عقیل نے شہادت پائی۔ حسن ثنی بن امام حسن بن علی کو اٹھارہ زخم لگے۔ دایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ لیکن وہ شہید نہیں ہوئے۔

پھر قاسم بن امام حسن نکلے۔ وہ ایسے نوجوان تھے جو حد بلوغت کو بھی نہ پہنچے تھے۔ ان کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا۔ جب امام حسین نے دیکھا تو گلے سے لگا لیا اور رونے لگے۔ پھر جنگ کی اجازت دی۔ انہوں نے اہل کوفہ پر حملہ کر کے بڑی سخت جنگ کی اور شہید ہو گئے۔

جب حضرت عباس نے اہل بیت کے مقتولین و شہدا کی کثرت دیکھی تو اپنے مادری، پدری بھائیوں عبد اللہ، عثمان اور جعفر سے رمایا: اے ماں جاؤ آگے بڑھو تاکہ میں دیکھوں کہ تم اللہ و رسول کے لیے کتنے مخلص ہو۔ پس انہوں نے جنگ کی اور شہید ہو گئے۔

۶۔ جناب عباس کی شہادت:

امام حسین علیہ السلام کے پاس کوئی باقی نہ رہا تو آپ کے بھائی عباس نے بڑھ کر جنگ کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو میرے لشکر کے علم بردار ہو۔ عباس عرض کرتے ہیں: میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے اور میں تھک گیا ہوں۔ امام حسین نے عباس کو بچوں کے لیے پانی لانے کی فرمائش کی۔ عباس قوم کی طرف گئے۔ انہیں وعظ و نصیحت کی اور خدائے جبار کے غضب سے ڈرایا۔ لیکن نصیحتوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آپ بلند آواز سے پکارے: اے عمر بن سعد یہ حسین رسول اللہ کی بیٹی کے فرزند ہیں، جن کے اصحاب و اہل بیت کو قتل کر چکا ہے اور ان کے اہل و عیال اور بچے پیاسے ہیں۔ پیاس نے ان کے دل جلادے ہیں۔ انہیں تو پانی پلا دو۔ امام فرماتے ہیں، مجھے چھوڑ دو میں روم یا ہندوستان چلا جاتا ہوں۔ حجاز و عراق تمہارے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔

آپ کی گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ بعض ان میں سے رونے لگے۔ لیکن شمر نے چیخ کر کہا کہ اے ابو تراب کے بیٹے! اگر تمام روئے زمین پانی بن جائے اور وہ ہمارے قبضہ میں ہو تو اس میں سے ایک قطرہ بھی تمہیں نہیں دیں گے جب تک تم یزید کی بیعت نہ کرلو۔ یہ خبر دینے کو جناب عباس واپس آئے تو انہوں نے پیاسے بچوں کی چیخ پکار سنی۔ آپ سے صبر نہ ہوسکا۔ غیرت ہاشمی نے جوش مارا آپ نے اہل کوفہ پر حملہ کیا اور چار ہزار گھوڑ سوار کو گھاٹ سے بھگا دیا۔ مشک بھر لی، پینے کو چلو میں پانی لیا مگر بھائی حسن کی پاس یاد آ گئی۔ پانی پھینک دیا۔ آپ فرما رہے تھے:

یا نفس بعد الحسین ہونی
و بعدہ لا کنت ان تکونی
ہذا الحسین و اراد المنون

و تشربین بارد المعین
تاللہ ما هذا فعال دینی

اے نفس تو حسین کے بعد ذلیل و رسوا ہو جائے گا۔ ان کے بعد تو ہو بھی تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ حسین موت کے گھاٹ پر وارد ہونے والے ہیں اور تو صاف و شفاف پانی پیتا ہے۔ خدا کی قسم یہ دیانت کا کام نہیں۔
پس حضرت عباس مشکیزہ لے کر جلدی سے خیام حسینی کی طرف چلے تو فوج نے آپ کا راستہ روکا اور گھیر لیا۔ آپ ان سے جنگ بھی کرتے اور یہ رجز بھی پڑھتے رہے:

لا ارب اذا الموت زقا
حتی اوری فی المصالیت لقی
نفسی لنفس المصطفی الطھر وقی
الی انا العباس اغدو بالسقا
ولا اهاب الموت یوم الملتقی

میں موت سے نہیں ڈرتا جب موت چیخ مارے، یہاں تک کہ کفن کے کپڑوں میں چھپ جانے پر ملاقات کرے۔

میرا نفس، مصطفیٰ کے پاکیزہ نفس کا صدقہ ہے۔ میں عباس ہوں۔ میں مشک کے ساتھ آگے بڑھوں گا اور جنگ کے دن موت سے نہیں ڈروں گا۔

ابو الفضل العباس پر لشکر کے دستے سختی کرنے لگے۔ آپ تلوار سے دفاع کر رہے تھے۔ آپ کی سخت جنگ اور جہاد کے عذاب کی وجہ سے گھوڑے ایک دوسرے کو پیس رہے تھے۔ اس وقت زید بن الزرقاء جہنی ایک کھجور کے تنے کے پیچھے کمین گاہ میں بیٹھا تھا۔ بس اس نے اچانک تلوار مار کر آپ کا دایاں بازو جدا کر دیا۔ لیکن آپ نے پرواہ نہ کی جب تک مشک صحیح و سالم رہی، جنگ کرتے رہے اور فرماتے تھے۔

واللہ لو قطعتم یمینی
الی المحامی ابداء عن دینی
و عن امام صادق البقین
تجل النبی الطاهر الامین

خدا کی قسم! اگرچہ تم نے میرا دیاں ہاتھ کاٹ دیا ہے، میں ہمیشہ اپنے دین اور پاک و امین نبی کے فرزند اپنے صادق الیقین امام کی حمایت کرتا رہوں گا۔

اعداء نے جنگ میں شدت اس خوف سے کی کہ کہیں خیام امام تک پانی نہ پہنچ جائے لیکن عباس ان کے ہجوم کی پرواہ کیے بغیر جنگ کر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ پانی بچوں تک پہنچ جائے۔ اس حالت میں حکیم بن طفیل نے کمین گاہ سے نکل کر وار کیا اور آپ کا بائیں بازو قلم کر دیا۔ عباس نے علم کو سینے سے لگا لیا اور فرما رہے تھے۔

الا ترون معشر النجار
قد قطعوا ببغيهم يسارى

کیا فاجرو فاسق جماعت کی طرف نہیں دیکھتے! انہوں نے بغاوت و سرکشی کی بنا پر میرا بایان بازو قلم کر دیا ہے۔

چاروں طرف سے تیر آنے لگے۔ ایک تیر مشک میں لگا، پانی بہہ گیا۔ ایک تیر آپ کی پیشانی میں لگا۔ ایک تیر آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ ایک سینہ میں لگا۔ ابان بن وارم کی اولاد میں سے ایک نے آپ پر حملہ کیا۔ سر پر ایک گرز مارا جس سے آپ زمین پر گر پڑے اور بلند آواز سے پکارے علیکم منی السلام ابا عبد اللہ۔ اے ابا عبد اللہ آپ پر میرا سلام ہو۔ امام حسین بڑی تیزی کے ساتھ ان کی طرف آئے تو دیکھا کہ دونوں ہاتھ کٹ چکے ہیں، پیشانی زخمی ہے، ایک تیر آنکھ میں لگا ہوا ہے، پھٹا ہوا علم آپ کے پہلو میں پڑا ہے۔ حضرت آپ کے پاس بیٹھ کر رونے لگے اور فرماتے تھے:

الان انكسر ظهري وقلت حياتي (اب میری کمر ٹوٹ گئی اور میری تدبیر کم ہو گئی۔)

۷۔ امام حسین علیہ السلام پر حملہ

پھر آپ نے اس قوم پر حملہ کیا انہیں دائیں بائیں مارتے تھے پس وہ لوگ آپ کے سامنے اس طرح بھاگتے تھے جیسے بھیڑیے سے بکریاں بھاگتی ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہاں بھاگے جارہے ہو تم نے میرے باپ کے بیٹے کو قتل کر دیا کہاں بھاگئے ہو۔ تم نے میرا بھائی مارا ڈالا کہاں بھاگتے ہو تم نے میرا بازو توڑ دیا۔

۸۔ آپ کا استغاثہ:

پھر آپ اپنے موقف و قیام کی جگہ واپس آئے آپ دل شکستہ، حزن و ملال میں گریہ کر رہے تھے۔ آنسوؤں کو اپنی آستین سے پونچھ رہے تھے اور لوگ ایک دوسرے کو آپ کے خیموں کی طرف دھکیل رہے تھے۔ پس آپ نے پکارنا شروع کر دیا۔

”امامن مغیث یغیثنا، امامن مجیر مجیرنا امامن طالب حق ینصرنا، امامن خائف من النار فیذب عنا۔“

کیا کوئی فریاد درس نہیں جو ہمارے فریاد کو پہنچے؟ کیا کوئی پناہ دینے والا نہیں جو ہمیں پناہ دے؟ کیا کوئی حق کا طلب گار نہیں جو ہماری مدد کرے؟ کیا کوئی جہنم کی گ سے ڈرنے والا نہیں جو دشمنوں کو ہم سے روکے؟ جناب سکینہؓ آپ کے پاس آئیں۔ اپنے چچا کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے بتایا کہ وہ شہید ہو گئے۔ زینبؓ علیہا نے سن لیا تو وہ پکار اٹھیں ”واعباسا، واضیعتنا بعدک“ ہائے عباسؓ! ہائے افسوس! تمہارے بعد ہمارا ضائع و برباد ہو جانا۔ بس خواتین ہلہیت نے رونا شروع کیا، ان کے ساتھ امام حسینؓ بھی رونے لگے اور فرما رہے تھے۔ واضیعتنا بعدک ہائے ہماری بربادی تمہارے بعد۔

آپؓ فرد واحد اکیلے و تنہا رہ گئے آپؓ کا کوئی ناصر و مددگار باقی نہ رہا تھا۔ اصحاب ذبح کیے ہوئے قربانی کے دنبوں کی طرح زمین پر پڑے اور شہداء ہاشمی خاک پر سوئے ہوئے تھے عیال و اطفال چیخ پکار اور واویلا کر رہے تھے۔ آپؓ نے بلند آواز سے فرمایا۔

”هل من ذاب یذب عن حرم رسول الله هل من موحد یخاف الله فینا عل من مغیث یرجو الله فی ائمتنا هل من معین یرجو اما عند الله باعتنا۔“

کیا کوئی ہے جو حرم رسول اللہ سے دشمنوں کو دور کرے؟ کوئی خدا پرست ہے جو ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے کیا کوئی فریاد درس ہے کہ ہماری فریاد میں خدا پرست ہے جو ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے کیا کوئی فریاد درس ہے کہ ہماری فریاد میں خدا سے امید رکھے؟ کیا کوئی معین و مددگار ہے جو ہماری اعانت کا جو خدا کے پاس اجر ہے، اس کی امید رکھے؟

۹۔ امام زین العابدینؓ کا جنگ کے لیے نکلنا:

خواتین کی آواز بلند ہوئی تو امام زین العابدینؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔ بیماری کی وجہ سے عصا کا سہارا لیے ہوئے تھے اور تلوار کھینچ رہے تھے۔ چلنے کی طاقت نہ تھی۔ جناب ام کلثومؓ ان کے پیچھے پکار رہی تھیں۔ بیٹا واپس آ جاؤ۔ آپؓ فرماتے تھے پھوپھی اماں مجھے چھوڑ دو کہ میں فرزند رسولؐ کے سامنے جہاد کروں۔ امام حسینؓ نے ام کلثومؓ کو پکار کر فرمایا۔ انہیں پکڑو اور روکو تا کہ زمین آل محمدؐ کی نسل سے خالی نہ رہ جائے۔ پس بی بی آپؓ کو ان کے بستر پر واپس لے گئیں۔

۱۰۔ اہل و عیال سے الوداع:

امام حسینؑ اہل و عیال کی طرف وداع کرنے کے لیے پلٹ آئے اور انہیں صبر و سکون کی تلقین فرمائی پھر آپؑ نے تہ بند باندھا اور رسول اللہؐ کی ردا پہنی آپؑ کی زرہ زیب تن کی اور تلوار باندھی۔ ان سب کے نیچے پہن لینے کو آپؑ نے ایک بوسیدہ لباس طلب کیا تا کہ آپؑ کو برہنہ نہ کیا جائے کیوں کہ مقتول و مسلوب (لباس اتارا جانا) ہونا تھا۔ جناب زینبؑ نے ایک تنگ شلوار پیش کی آپؑ نے پسند نہ کی۔ پھر یمانی چادر لائی گئی تو آپؑ نے اسے چاک کیا اور اپنے کپڑوں کے نیچے پہن لیا اور ایک نئی شلوار پیش کی آپؑ نے پسند نہ کی۔ پھر یمانی چادر لائی گئی تو آپؑ نے اسے چاک کیا اور اپنے کپڑوں کے نیچے پہن لیا اور ایک نئی شلوار طلب کی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہنا تا کہ دریدہ سمجھ کر کوئی اسے نہ اتارے۔

۱۱۔ عبداللہ (رضیع) (اصغر شیر خوار)

آپؑ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو منگوایا تا کہ اس سے وداع کریں۔ جناب زینبؑ لے کر آئیں ان کی آنکھیں پیاس کی شدت سے اندر دھنس گئی تھیں انہیں اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا۔ اس قوم کے لیے رحمت خدا سے دوری ہو جب کہ تیرے نانا ان کے دشمن ہوں گے۔ پھر آپؑ نے ان کا بوسہ لینا چاہا تو حرمہ بن کاہل اسدی کا تیرا یاوشہ زادے کے گلے میں لگا اور انہیں ذبح کر دیا۔ امامؑ نے اپنا ہاتھ گلے کے نیچے کیا۔ یہاں تک کہ وہ خون سے بھر گیا۔ آپؑ نے اسے آسمان کی طرف پھینک دیا۔ آپؑ فرما رہے تھے کہ یہ مصیبت مجھ پر آسان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت کے سامنے مجھ پر نازل ہوئی ہے خدا یا! یہ بچہ تیرے یہاں ناقہ صالح کے بچے سے کم نہ ہو خداوند! اگر تو نے اپنی مدد ہم سے روک رکھی ہے تو یہ مدد اس کے لیے قرار دے جو اس سے بہتر ہے۔ اور ظالموں سے ہمارا انتقام لے اور جو کچھ ہم پر دنیا میں نازل کیا ہے اسے آخرت میں ہمارا حصہ قرار دے خداوند! تو شاہد و گواہ ہے اس قوم پر کہ جس نے اسے قتل کیا ہے جو تیرے رسول محمدؐ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔ پھر آپؑ نے اپنی تلوار کے غلاف سے بچہ کی قبر کھودی اور اس پر نماز پڑھ کر اسے خون میں غلطاں دفن کر دیا۔

الموت اولی من رکوب العار

والعار اولی من دخول النار

موت ننگ و عار کے ارتکاب سے بہتر ہے۔ اور تنگ و عار جہنم کی آگ سے بہتر ہے۔

پھر آپؑ نے ان کے میسرہ پر حملہ کیا اور فرماتے تھے۔

انا الحسین بن علی

الیت ان لا انثنی
احمی عیالات ابی
امغی علی دینی النبی

میں حسین بن علی ہوں میں نے قسم کھائی ہے کہ پشت نہیں۔ پھیروں گا۔

میں اپنے باپ کے اہل و عیال کی حفاظت کروں اور دین نبی پر چلتا رہوں گا۔

آپؐ کے سامنے سے لشکر اڑنے لگے۔ اور انہوں نے خیام کا رخ کیا آپؐ اور آپؐ کے اہل حرم کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو آپؐ گرج دار آواز سے پکارے۔ ”وایکم یا شیعہ آل ابی سفیان ان لم یکن لکم دین و کتم لا تخافون المعاد و کونوا حراراً فی دنیا کم وار جعوالی احسا کم ان کنتم غربا کما تزعمون“ اے آل ابوسفیان کے شیعہ! تمہارے لیے ہلاکت ہو۔ اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور تم قیامت کا خوف نہیں رکھتے تو دنیا کے احرار و آزاد تو بنو اور اگر تم عرب ہو اور جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو اپنے حسب و نسب کی طرف تو پلٹ آؤ۔ تو شمر نے آپؐ کو پکار کر کہا: ما تقول یا ابن فاطمہ علیہ السلام اے فاطمہؑ کے بیٹے کہا کہتے ہو۔ آپؐ نے فرمایا میں تم سے جنگ کر رہا ہوں، عورتوں کی تو کوئی خطا نہیں اپنے سرکشوں کو میرے اہل حرم پر حملہ سے منع کرو ابھی تو میں زندہ ہوں۔ تو شمر نے کہا یہ تمہاری خاطر ہے۔ پھر قوم نے ہر طرف سے آپؐ پر حملہ کیا۔ وہ چار گروہوں میں بٹ گئے۔ آپؐ کو گھیرے ہوئے تھے۔ کچھ ٹیلوں پر چڑھ کر پتھر برسار رہے تھے۔ جنگ شدت اختیار کر گئی۔ آپؐ پر نہایت قوت و شدت اختیار کی گئی۔ آپؐ نہایت قوت اور شدت اور مثالی شجاعت سے جنگ کر رہے تھے۔ عبد اللہ بن عمار بن یغوث کہتا ہے۔ میں نے ایسا کثیر دکھوں میں گھرا ہوا شخص جس کے بیٹے۔ اہل بیتؑ اور ساتھی سب مارے گئے ہوں۔ وہ اتنا دل کا مضبوط اور بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو نہیں دیکھا۔ پیدل فوج آپؐ پر حملہ آور ہوتی تو آپؐ تلوار لے کر ان پر ٹوٹ پڑتے اور وہ بھیڑ بکریوں کی طرح منتشر ہو جاتے۔ وہ تیس ہزار کا لشکر پھیلی ہوئی ٹڈیوں کی طرح سامنے سے بھاگتا تھا۔ پھر آپؐ مرکز کی طرف لوٹے اور فرماتے ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم“ پھر آپؐ نے فرات کی طرف رخ کیا۔ عمرو بن حجاج اور ابوالاعور اسلمی دونوں چار ہزار گھوڑ سوار لشکر کے ساتھ گھاٹ کورو کے ہوئے تھے۔ پس آپؐ نے انہوں وہاں سے بھگا دیا اور گھوڑے کو پانی میں ڈال دیا۔ پانی کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک شخص پکارا کیا آپؐ پانی پی رہے ہیں ادھر آپؐ کی ہتک حرمت ہو رہی ہے آپؐ نے پانی پھینک کر خیموں کا رخ کیا تو انہیں صحیح و سالم پایا۔

۱۳۔ آپؐ کی خیموں کی طرف واپسی:

آپؐ نے دوبارہ اپنے اہل و عیال سے وداع کیا اور تلقین صبر فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا! کہ بلا و مصیبت کے

لیے تیار ہو جاؤ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی، مددگار اور محافظ ہے اور وہ عنقریب تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات دے گا، تمہارا انجام بخیر فرمائے گا، تمہارے دشمن کو طرح طرح کے عذاب دے گا اور تمہیں اس مصیبت کے بدلے انواع و اقسام کی نعمتیں اور کرامتیں عطا کرے گا۔ پس تم گلہ و شکایت نہ کرنا اور اپنی زبان سے ایسے الفاظ نہ کہنا جو تمہاری قدر و منزلت کو گرا دیں۔

پھر آپؐ اپنی بیٹی سکینہؓ کی طرف ملتفت ہوئے جو باقی خواتین سے علیحدہ آہ دزاری و فریاد کر رہی تھیں۔ آپؐ نے ان کو صبر کی تلقین کی اور تسلی دی۔

عمر بن سعد لعین نے اپنے لشکر کو پکار کر کہا: وائے ہو تم پر۔ اسے گھیر لو اس حالت میں کہ وہ اپنے آپؐ اور اپنے اہل حرم میں مشغول ہے۔ اگر وہ فارغ ہو گیا تو خدا کی قسم! وہ تمہارے میمنہ کو میسرہ پر پلٹ دے گا۔ پس لعینوں نے شدید حملہ کیا۔ تیروں کی بارش کر دی۔ ان کے تیر خیموں کی طنابوں سے گزرتے اور مستورات کے لباس چھید رہے تھے۔ آپؐ بھی دہشت میں آ گئے اور عورتیں خوف زدہ ہو کر چلانے لگیں اور خیموں میں داخل ہوئیں۔ وہ امام حسینؓ کی طرف دیکھتی تھیں کہ کیا کرتے ہیں۔ پس آپؐ پھر اپنے مرکز کی طرف لوٹ آئے اور کثرت سے ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“ کا ورد کر رہے تھے۔

۱۴۔ لشکروں کا طغیان و سرکشی:

امام حسینؓ اپنے مرکز میں آ کر ٹھہر گئے اور آپؐ جنگ کرنے میں کمزور پڑ گئے۔ آپؐ کے جسم سے بہت سا خون بہہ گیا تھا۔ اس حالت میں آپؐ نے پانی کے ایک گھونٹ کی خواہش کی تو شمر لعین نے کہا: تم پانی کا ذائقہ نہ چکھ سکو گے جب تک آگ میں داخل نہ ہو۔ ایک لعین نے پکار کر کہا: کہ اے حسینؓ! کیا تم فرات کو دیکھتے نہیں جس کا پانی سانپوں کے شکم کی طرح چمکدار ہے۔ تم اس سے نہ پی سکو گے۔ یہاں تک کہ پیاسے مرجاؤ گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ خداوند! اسے پیاس سے موت دے۔

ابو مخنف لعین نے تیر مارا جو آپؐ کی پیشانی پر لگا۔ آپؐ نے تیر نکالا۔ خون آپؐ کے چہرے پر پہننے لگا۔ آپؐ نے بارگاہِ خدا میں عرض کیا: تیرے ان نافرمان بندوں نے مجھے جس حال کو پہنچا دیا ہے اسے تو دیکھ رہا ہے۔ میرے اللہ انہیں شمار کر لے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کر دے اور کسی ایک کو بھی روئے زمین پر باقی نہ چھوڑ اور ہرگز ان کو بخشش نہ فرما۔

آپؐ نے پکار کر کہا: اے قوم بدکار! تم نے محمدؐ کی عزت و اولاد کے بارے میں ان کی بری جانشینی کی ہے۔ یاد رکھو! تم میرے بعد کسی شخص کو قتل کرنے سے نہیں ڈرو گے، بلکہ مجھے شہید کرنے کے بعد یہ کام تمہارے لیے آسان ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ خدا مجھے شہادت کی عزت بخشے گا اور تم سے میرا انتقام ایسے لے گا

کہ تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہوگا۔ حصین لعین نے کہا: کہ اے فاطمہؑ کے بیٹے: کس طرح اللہ ہم سے تیرا انتقام لے گا۔ آپؐ نے فرمایا: تمہارے درمیان حالات جنگ پیدا کرے گا۔ پس تمہارے خون بہائے گا۔ پس تمہارے خون بہائے گا اور تم پر عذاب نازل کرے گا۔

اسی وقت ایک شخص نے پتھر مارا جو آپؐ کی پیشانی پر لگا اور چہرے سے خون بہنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا ”بسم اللہ وبالله وعلیٰ ملة رسول اللہ“ (اللہ کے نام سے، اللہ کے ساتھ، اور رسول اللہ کے دین و ملت پر) اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا خدا یا! تو جانتا ہے کہ وہ ایسے جواں مرد کو قتل کر رہے ہیں جس کے علاوہ کوئی نبی کا فرزند نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے تیر کو پکڑا پس پشت سے کھینچ لیا تو پرنا لے کی طرح خون بہنے لگا۔ امام حسینؑ نے زخم کے نیچے ہاتھ رکھا جب چلو بھر گیا تو آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی ہے وہ میرے لیے آسان ہے اس لیے کہ وہ خدا کی نگاہ کے سامنے ہے۔

پھر دوبارہ زخم کے نیچے ہاتھ رکھا۔ جب خون بھر گیا تو سر، چہرہ اور ریش مبارک پر مل لیا اور فرما رہے تھے۔ اسی طرح میں اللہ اور اپنے نانا رسول اللہ سے ملاقات کروں گا اور میں عرض کروں گا۔ نانا جان! مجھے فلاں فلاں نے قتل کیا ہے۔ جب آپؐ زخموں سے نڈھال ہو گئے تو صالح بن وہب نے آپؐ کے پہلو میں تیر مارا جس سے آپؐ گھوڑے کی زین سے پشت پر دائیں رخسار کے بل گر پڑے اور فرمایا ”بسم اللہ وبالله وعلیٰ ملة رسول اللہ“

پھر آپؐ گردن جھکا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ خون بہنے سے آپؐ مضمحل ہو گئے۔ مالک بن نسر لعین آپؐ کی طرف متوجہ ہوا اور سب دشتم کرنے لگا پھر اس نے آپؐ کے سر پر تلوار ماری۔ ٹوپی خون سے پر ہو گئی۔ آپؐ نے ٹوپی سے خون صاف کیا اور اس کے اوپر عمامہ باندھ لیا اور فرمایا کہ تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھاپی نہ سکے۔ خدا تیرا حشر ظالمین کے ساتھ کرے۔

۱۵۔ محمد و عبد اللہ کی شہادت:

اس وقت اچانک محمد بن سعید بن عقیل بن ابی طالب خیمہ سے نکلے، جن کی عمر سات سال تھی۔ ایک چادر اور قمیض پہنے ہوئے کانوں میں دو موتی اور ہاتھ میں خیمے کی لکڑی تھی۔ وہ خوف و دہشت زدہ تھے۔ کبھی دائیں کبھی بائیں دیکھتے۔ ان کی طرف ہانی بن ثابت حضرمی لعین بڑھا۔ قریب پہنچ کر گھوڑے پر سے جھکا اور تلوار مار کر انہیں دو ٹکڑے کر دیا اور ان کی مادر گرامی مدہوشی کی حالت میں انہیں دیکھتی رہ گئیں۔

عبد اللہ بن حسن بن امیر المومنین، جن کی عمر گیارہ سال تھی، نے اپنے چچا کو دشمن کے زرخے میں دیکھا تو تیزی سے آپؐ کی طرف چلے۔ جناب زینبؑ نے انہیں روکنا چاہا اور امام حسینؑ نے بہن کو پکار کر کہا کہ انہیں روکو۔

مگر وہ نہ رکے اور کہا کہ خدا کی قسم! میں اپنے چچا سے جدا نہیں ہوں گا۔ بحر بن کعب لعین تلوار لے کر امام حسینؑ کی طرف بڑھا تو عبد اللہ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر اے خبیث عورت کے بیٹے! میرے چچا کو قتل کرے گا۔ لعین نے تلوار کا وار کیا جسے بچہ نے ہاتھ پر روکا ہاتھ کٹ کر کھال کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ بچہ نے پکارا ”یا عما“ پس امام حسینؑ نے بچہ کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا: اے میرے بھائی کے بیٹے جو مصیبت نازل ہوئی ہے صبر کرو اور خیر و بھلائی کا گمان رکھو۔ بے شک اللہ تمہیں اپنے صالح اور نیک آبا و اجداد کے ساتھ ملحق فرمائے گا۔ پھر امام حسینؑ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور فرمایا: خدایا! اگر تو نے انہیں ایک وقت معین تک دنیا سے لطف اندوز ہونے کی مہلت دی ہے۔ تو ان کو گروہوں میں متفرق کر دے۔ مختلف مذاہب اور راستوں میں منقسم کر دے اور ان کے حکام اور والیوں کو ان سے ناخوش کر کیوں کہ انہوں نے ہمیں دعوت دی، نصرت کا وعدہ کیا پھر ہم پر زیادتی کی اور ہمیں قتل کرنے لگے۔ حرمہ نے ایک تیر مار کر اس بچے کو آپؑ کی گود میں ہی ذبح کر دیا۔

۱۶۔ امام حسینؑ پر ہجوم

امام حسینؑ گرم ریت پر پڑے رہے۔ اگر لعین چاہتے تو قتل کر دیتے مگر ہر قبیلہ یہ بوجھ دوسرے پر ڈالنا چاہتا تھا اور اس اقدام کو ناپسند کرتا تھا۔ پس شمر نے چلا کر کہا: کیوں رکے ہوئے ہو اور کس چیز کے منتظر ہو۔ تیروں اور نیزوں کے زخموں سے یہ نڈھال ہیں۔ ان پر حملہ کرو۔ پس زرعہ بن کثیر نے آپؑ کے بائیں بازو پر ضرب لگائی اور حصین لعین نے آپؑ کے گلوئے اقدس پر تیر مارا، ایک اور شخص نے کندھے پر تلوار ماری اور سنان بن انس نے آپؑ کی ہتکی پر نیزہ مارا اور پھر سینہ پر نیزہ مارا پھر آپؑ کے گلوئے اقدس میں تیر مارا۔ ہلال بن نافع کہتا ہے کہ میں حسینؑ کے پاس کھڑا تھا۔ وہ دم توڑ رہے تھے۔ خدا کی قسم میں نے کوئی ایسا مقتول نہیں دیکھا جو خون میں لت پت ان سے زیادہ خوبصورت اور نورانی شکل والا ہو۔ مجھے ان کے قتل کی فکر و سوچ کے مقابلے میں ان کے رخ پر نور کی ہیبت و جمال نے محو و مشغول کیا ہوا تھا۔ اس حالت میں آپؑ نے پانی مانگا لیکن ملاعنہ نے پانی دینے سے انکار کیا ایک شخص نے کہا پانی کا ایک قطرہ نہ چکھو گے جب تک حامیہ کا مزہ نہ چکھو اور اس کا گرم پانی نہ پیو۔ آپؑ نے فرمایا: کیا میں حامیہ میں وارد ہوں گا میں تو اپنے نانا رسول اللہؐ کی خدمت میں وارد ہوں گا اور ان کے گھر میں ان کے ساتھ رہوں گا۔ ”وفی مقعد الصدق“ (حقیقی اور سچی رہنے کی جگہ) ”عند ملیک المقتدر“ (قدرت والے شہنشاہ کے پاس) اور جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا اس کی شکایت میں خدا اور خدا کے رسولؐ سے کروں گا۔ اس پر وہ سب کے سب مشتعل و سنج پا ہو گئے۔ گویا کہ خدا نے ان میں سے کسی کے دل میں ”رحم“ نام کی کوئی چیز قرار نہ دی ہو۔

۱۷۔ دعا:

جب آپؑ کی حالت شدت سے و گروہوں ہو گئی تو آپؑ نے آنکھ سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

”اے بلند مقام خدا، اے عظیم جبروت والے، اے سخت تدبیر والے، اے وعدے کے سچے، اے بے شمار نعمات والے، اے اچھے احسان والے، اے پکار سے قربت والے، اے مخلوقات کے محیط، اے ذاکرین کے قدر دان، میں بحالت محتاجی تجھ سے دعا کرتا ہوں، تیرا فقیر بن کر تجھ سے رغبت کرتا ہوں، خوف زدہ ہو کر تیری پناہ مانگتا ہوں، اپنی مصیبتوں پر تیری بارہ گاہ میں روتا ہوں۔ کمزور حالت میں تجھ سے مدد چاہتا ہوں، تیری کفایت پر بھروسہ کرتا ہوں، تیری کفایت پر بھروسہ کرتا ہوں۔ ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرما۔ انہوں نے ہمیں دھوکہ دیا، ہماری مدد چھوڑی ہم سے غداری کی اور ہمیں قتل کیا ہے۔ حالانکہ ہم تیرے نبی کی عزت اور تیرے حبیب محمدؐ کی اولاد ہیں جنہیں تو نے رسالت کے لیے چنا اور اپنی وحی کا امین بنایا ہے۔ ہمارے معاملہ میں کشائش اور نکلنے کی جگہ قرار دے، اسے سب سے زیادہ رحم کرنے والے جب کہ ہم تیرے حکم پر صبر کر رہے ہیں۔ اے بیکوں کے فریاد رس! اے وہ دائم جس کے لیے فنا ہے ہی نہیں! اے مردوں کو زندہ کرنے والے! اے ہر نفس پر قائم جو کچھ اس نے کسب کیا، میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر۔ تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔“

۱۸۔ واحمداء۔

امام حسین زمین پر مٹی سے تکیہ بنا کر اس پر لیٹ گئے۔ آپؑ کا رہوار آپؑ کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ ابن سعد چلا کر کہتا ہے۔ اس گھوڑے کو پکڑ لو۔ یہ رسول اللہ کے عمدہ نسل گھوڑوں سے ہے۔ پس گھوڑ سواروں نے اسے گھیر لیا تو وہ اپنی لاتوں سے انہیں مارنے لگا اور کئی پیادے، سوار مار گرائے۔ ابن سعد نے کہا: اسے چھوڑ دو اور دیکھو یہ کیا کرتا ہے۔ جب وہ ان کی طلب اور پکڑ سے مامون ہو گیا تو امامؑ کی طرف بڑھا۔ اور اپنی پیشانی کو آپؑ کے خون سے رنگین کیا۔ پھر بہت زور سے ہنہنایا اور خیام کی طرف چل پڑا۔ جب اہل حرم نے گھوڑا کی باگیں کٹی ہوئی اور زین ڈھلکی ہوئی دیکھی تو عورتیں سر برہنہ بال کھولے ہوئے منہ پٹھتی ہوئی خیموں سے نکلیں، واویلا پکار رہی تھیں۔ عزت کے بعد ذلت کا سامنا کئے ہوئے تمہیں امام حسینؑ کے مقتل کی طرف دوڑ رہی تھیں۔ جناب ام کلثومؑ نے پکار کر کہا۔

واجداء واحمداء وابتناہ، واعلیاہ، واجعفر اہ واحمر تاء واحسناء (ہائے نانا جان، ہائے محمدؐ، ہائے بابا، ہائے علیؑ! ہائے جعفرؑ ہائے حمزہؑ ہائے حسنؑ یہ حسینؑ کربلا کی زمین پر بے گور و کفن پڑ ہیں۔ ان کا سر پس پست سے کاٹا گیا ہے۔ عمامہ ورد الوٹ لی گئی ہے۔

اور جناب زینبؑ نے چلا کر بین کیا۔

”وااھا، وااھل بیتاہ“ (ہائے بھائی، ہائے اہل بیت رسالت) کاش آسمان زمین پر گر پڑتا! کاش پہاڑ

ریزہ ریزہ ہو جاتے۔“

پھر وہ امام حسینؑ کے قریب جا پہنچیں۔ آنجناب دم توڑ رہے تھے اور لشکر آپؑ کے گرد ڈھام کئے ہوئے تھا۔ اور ان میں ابن سعد بھی تھا۔ بی بی نے چلا کر کہا: اے ابن سعد! ابو عبد اللہ قتل ہو رہے اور تو دیکھ رہا ہے۔ تو اس لعین نے اس مخدرہ سے منہ پھیر لیا جب کہ اس کے آنسو اس کی ڈاڑھی پر گر رہے تھے۔ پھر آپؑ نے چلا کر کہا کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں؟ لیکن کسی نے جواب نہیں دیا۔ ابن سعد نے لوگوں کو پکارا کہ اتر کر اس کو راحت و سکون دو۔ خولی بن یزید اصبھی نیچے اتراتا کہ آپؑ کا سر جدا کرے تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ پس شمر آگے بڑھا اس نے پاؤں سے ٹھوکرماری اور آپؑ کے سینے پر سوار ہو گیا اور آپؑ کی مقدس ریش کو پکڑا، بارہ ضربیں چلائیں اور آپؑ کا سر مبارک جسم سے جدا کر دیا۔ (۸۶)

آپؑ علماء و عظماء کی نظر میں

اگر ان تمام اقوال کو جمع کیا جاتا جو شعر و نثر میں امام حسینؑ کے بارے میں کہے گئے ہیں تو وہ ایک بہت ہی عظیم معلومات کا مجموعہ ہوتا جس سے دنیا و شناس ہوتی اور صرف یہی موضوع ایک بڑی لائبریری بن جاتا۔ مزاروں کی تعداد میں جلدیں مرتب ہوتیں۔ دنیا کی کوئی ایسی زبان نہیں جس کے شعرا نے امام حسینؑ اور حسنینیت پر کچھ نہ کچھ نہ کہا ہو، اس کے لکھنے والوں نے انقلاب حسینی پر مہر تصدیق ثبت نہ کی ہو اور اس کے مورخین نے امام حسینؑ کے قیام کی تاریخ نہ لکھی۔ وہ جناب سلاً بعد نسل طویل زمانوں کے لیے ہمیشہ زندہ ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں صحابہ، تابعین اور چند اپنے ہم عصر لکھنے والوں کے اقوال و کلمات پر انحصار کیا ہے۔

۱۔ عمر بن خطاب نے جناب امام حسین علیہ السلام سے کہا تھا: جو کچھ آپ ہمارے سروں پر دیکھتے ہیں (یعنی عزت و شرف ہمیں نصیب ہے) اسے اللہ نے اور پھر آپ (خاندان رسالت) نے اگایا ہے۔ (۸۳)

۲۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ حسینؑ عمامہ پہنے ہوئے داخل ہوئے تو میں نے گمان کیا کہ نبی کریمؐ اپنے مرقد سے باہر آگئے۔ ہیں (۸۵) آپ جنازے کے ساتھ مشایعت کے دوران تھک کر بیٹھ گئے تو ابو ہریرہ آپ کے قدموں کی دھول اپنے لباس سے جھاڑنے لگا۔ آپؑ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! تم یہ کیا کر رہے ہو۔ اس نے کہا۔ چھوڑیے! خدا کی قسم اگر لوگ آپؑ کے بارے میں وہ کچھ جان لیں جو میں جانتا ہوں تو وہ آپؑ کو اپنی گردنوں پر سوار کریں۔ (۸۵)

۲۔ عبد اللہ ابن عباس نے حسنؑ و حسینؑ کی رکاب تھامی تو انہیں سرزنش کی گئی اور کہا کہ آپ ان سے زیادہ سن رسیدہ ہیں۔ انہوں نے کہا تحقیق یہ دونوں رسول اللہ کے فرزند ہیں۔ تو کیا میرے لیے یہ موجب سعادت نہیں کہ ان کی رکاب تھاموں (۸۶) ابن عباس سے امام حسنؑ کی وفات کے بعد معاویہ نے کہا: اے ابن عباس! اب تم اپنی قوم کے سید و سردا ہو گئے۔ انہوں نے کہا نہیں! خدا ابو عبد اللہ حسینؑ کو زندہ و سلامت رکھے (۸۷)

۴۔ عبد اللہ ابن عباس نے حسنؑ و حسینؑ کو دیکھ کر کہا کہ آنجناب سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ سے

مشابہت رکھتے ہیں (۸۸)

۵۔ زید بن ارقم نے ابن زیاد سے کہا جب کہ وہ لعین آپ کے لبوں پر چھڑی مار رہا تھا۔ یہ چھڑی اٹھالے قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں نے رسول اللہ کے دونوں لب انہی لبوں پر دیکھے کہ وہ ان کے بوسے لے رہے تھے۔ پھر زید رو دیئے تو این زیاد نے کہا کہ خدا تمہاری آنکھوں کو رلائے۔ خدا کی قسم اگر بڑھاپے میں تمہاری عقل خراب نہ ہو گئی ہوتی تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا پس زید یہ کہتے ہوئے دربار سے باہر نکلے۔ اسے گروہ عرب! اے گروہ عرب! تم آج کے بعد غلام ہو گئے ہو۔ تم نے حسین بن فاطمہؑ کو شہید کر دیا ہے اور مرجانہ کے بیٹے کو امیر بنالیا ہے۔ وہ تمہارے اچھے لوگوں کو قتل کرتا ہے اور تمہارے پروں کو باقی رکھتا ہے۔ (۸۹)

۶۔ ابو بزرہ اسلمی نے یزید سے اس وقت کہا جب حسین کے دانتوں پر چھڑی مارتا اور انہیں توڑتا تھا، کیا تو حسین کے دانتوں پر اس جگہ چھڑی مارتا ہے جسے میں نے رسول اللہ کو چوستے اور چومتے دیکھا ہے؟ یاد رکھو تو قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ ابن زیاد تیرا شفیع و سفارشی ہوگا اور یہ اس حالت میں آئیں گے کہ شفیع و مددگار محمد رسول اللہ ہوں گے۔ (۹۰)

۷۔ عبد اللہ ابن جعفر سے معاویہ نے کہا: اب تم بنی ہاشم کے سردار ہو تو انہوں نے کہا کہ بنی ہاشم کے سردار صرف حسن و حسین ہیں۔ (۹۱) عبد اللہ نے امام حسینؑ کو ایک خط میں لکھا تھا کہ اگر آپ کی شہادت ہوگی تو نور اسلام خاموش ہو جائیگا۔ آپ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے مینار ہدایت اور مومنین کی آرزو ہیں۔ (۹۲)

۸۔ ایک شخص نے عبد اللہ بن عمر سے مجھ کے خون کے بارے میں سوال کیا جو کپڑے پر لگا ہوا ہو کہ کیا اس کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے؟ عبد اللہ نے پوچھا تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ اس نے کہا میں اہل عراق سے ہوں عبد اللہ نے کہا ذرا سے دیکھو یہ مجھ کے خون کے بارے میں سوال کرتا ہے، حالانکہ انہوں نے فرزند رسولؐ کو شہید کر دیا جب کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا میں یہ دونوں میرے پھول ہیں (۹۳)

۹۔ محمد بن حنفیہ نے کہا کہ اس میں شک نہیں ہے کہ حسینؑ ہم سب سے زیادہ صاحب علم و حلم اور بردبار اور رشتہ کے لحاظ سے رسول اللہ کے سب سے زیادہ قریبی ہیں اور آپ فقہ و امام برحق ہیں (۹۴)

۱۰۔ عمرو بن عاص کے قریب سے امام حسینؑ گزرے تو اس نے کہا کہ جو شخص ایسی ہستی کو دیکھنا چاہے جو آسمان والوں کو اہل زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے وہ اس گزرنے والے کی طرف دیکھے۔ (۹۶)

۱۱۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص کے قریب سے امام حسینؑ گزرے تو اس نے کہا کہ جو شخص ایسی ہستی کو دیکھنا چاہے جو آسمان والوں کو اہل زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے وہ اس گزرنے والے کی طرف دیکھے۔ (۹۶)

۱۲۔ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید سے اس وقت کہا جب امام کے ایک خط کے جواب میں آپ کو نیچا کر کے دکھانے کے لیے خط لکھنے کا اس نے اپنے باپ کو مشورہ دیا تھا کہ میں تو حسینؑ پر کوئی عیب نہیں لگا سکتا۔ خدا کی قسم مجھے تو ان میں کوئی عیب کی جگہ نظر نہیں آتی۔ (۹۷)

۱۳۔ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مدینہ کے گورنر نے مروان بن حکم سے کہا جب اس نے امام حسینؑ کے قتل کا مشورہ دیا۔ خدا کی قسم اے مروان میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے مجھے مل جائے اور میں حسینؑ کو قتل کر دوں۔ سبحان اللہ میں حسینؑ کو اس بات پر قتل کر دوں کہ وہ بیعت نہیں کرتے اور خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ جو حسینؑ کو قتل کرے روز قیامت اس کا میزان عمل خفیف اور ہلکا ہوگا۔ (۹۸)

۱۴۔ قیس بن مسہر صیداوی نے (کوفہ والوں کی طرف) امام حسینؑ کے قاصد کو گرفتار کر لیا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ منبر پر جا کر حسینؑ اور ان کے والد بزرگوار کو برا بھلا کہو۔ قیس منبر پر گئے اور کہا: اس میں ننگ نہیں کہ یہ حسینؑ بن علیؑ اللہ کی تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ اور فاطمہ بنت رسولؐ کے فرزند ہیں۔ میں تمہاری طرف ان کا قاصد ہوں۔ میں آپؐ سے بطن ذی الرمہ کے حاجر مقام پر جدا ہوا ہوں۔ ان کی دعوت کو قبول کرو اور ان کی ہر بات کو سنو اور اطاعت کرو۔ پھر انہوں نے عبید اللہ بن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور حضرت علیؑ و حسینؑ کے لیے دعائے استغفار کی پس ابن زیاد کے حکم سے انہیں قصر کے اوپر سے پھینکا گیا جس سے ان کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا (۹۹)

۱۵۔ یزید بن مسعود، نہسلی رحمہ اللہ علیہ کا خطبہ ہے یہ حسین بن علیؑ، رسول اللہ کے فرزند ہیں، صاحب شرف اور اسیل اور واضح رائے رکھتے ہیں۔ ان کے فضل و کرم کی تعریف نہیں ہو سکتی اور ان کے علم کی انتہا نہیں اور اس امر خلافت کے اپنے سابق کردار، سن و سال، اقدامات خیر اور قرابت رسولؐ کی وجہ سے زیادہ حق دار ہیں۔ وہ چھوٹوں پر مہربان اور بڑوں کے شفیق ہیں۔ رعیت کے کریم و باوقار نگران اور قوم کے امام و رہبر ہیں۔ پند و نصائح انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور اللہ کی طرف سے ان کے لیے محبت ثابت ہیں (۱۰۰)

۱۶۔ عبد اللہ بن حرجعی نے کہا: میں نے حسینؑ سے زیادہ حسین و جمیل اور خوش منظر کسی کو نہیں دیکھا۔ (۱۰۱)

۱۷۔ ربیع بن خثیم نے بعض ان لوگوں سے کہا جو شہادت حسینؑ کے دوران کر بلا میں حاضر و موجود تھے خدا کی قسم! تم نے ایسے منتخب اور نادر روزگار افراد کو شہید کیا ہے کہ اگر رسول اللہ انہیں پاتے تو گود میں بٹھاتے اور ان کی پیشانیاں چومتے (۱۰۲)

۱۸۔ ابراہیم نخعی نے کہا: اگر میں اس فوج میں ہوتا جس نے امام حسینؑ سے جنگ کی اور پھر مجھے جنت میں داخل کیا جاتا تو مجھے رسول اللہ کی زیارت کرنے اور ان کے سامنے آنے میں شرم آتی (۱۰۳)

۱۹۔ ابن سرین نے کہا ہے کہ آسمان نے یحییٰ بن زکریا کے بعد امام حسینؑ کے سوا کسی پر گریہ نہیں کیا۔ جب آپؑ شہید ہو گئے تو آسمان پر سیاہی چھا گئی، دن تک ایسا رہا گویا خون کا لوتھڑا ہے (۱۰۴)

۲۰۔ استاد علی جلا حسینی کہتا ہے سید ذی امام ابو عبد اللہ حسین علیہ السلام جو رسول اللہ کی بیٹی کے فرزند اور آپؑ کے پھول تھے امیر المومنین علیؑ کرم اللہ وجہ کے بیٹے تھے اور بیت نبوت کی شان تھے۔ آپؑ کا نسب زیادہ شریف اور نفس زیادہ کامل تھا جن میں فضائل، مکارم اخلاق اور محاسن اعمال، علو ہمت، انتہا شجاعت اور جود و سخا کا آخری درجہ، اسرار علم، فصاحت زبان، نصرت حق، نبی عن المنکر، ظلم کے خلاف جہاد، عزت و وقار کے باوجود تواضع و انکساری، عدل، صبر و حلم و عفت و پاکدامنی مروت اور ورع و پرہیزگاری اور دوسرے اسی قسم کے اوصاف کے حامل تھے سلامت فطرت، جمال خلقت، عقل کامل قوت جسم اور قابل تعریف محاد و محاسن کے ساتھ متصف و مختص تھے۔ کثرت عبادت، نیک افعال مثلاً نماز، حج، جہاد فی سبیل اللہ اور احسان و کرم کا انہوں نے اضافہ کیا۔ آپؑ مدینہ میں رہے ہوں یا کسی دوسرے شہر میں لوگوں کو اپنے علم سے مستفید کرتے، عمل کے ذریعہ ہدایت اخلاق سے تہذیب نفس، حسن بیان سے تبلیغ، مال سے سخاوت فقرائے تواضع، یتیمی و مساکین کو صدقات کی ادائیگی اور مظلوموں کی حمایت کرنے والے تھے۔ آپؑ بیشتر اوقات عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آپؑ نے پچیس حج پایادہ کیئے۔ الآخر۔

نیز کہتا ہے کہ حسینؑ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے مینار ہدایت اور اس زمین پر روشن نور تھے۔ آپؑ کی زندگانی کے اخبار میں آپؑ کے محاسن انوار سے ہدایت ملتی ہے۔ پس اقتدار کرنے والوں کے لیے سبب رشد و ہدایت ہیں (۱۰۵)

۲۱۔ استاد محمد رضا مصری کا قول ہے کہ وہ نواسہ رسولؐ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے منار ہدایت اور مومنین کی اُمید تھے (۱۰۶)

۲۲۔ استاد عمر رضا کحالیہ کا کہنا ہے کہ حسینؑ بن علیؑ باعتبار فقہ، دین فہمی، نمونہ عمل، جود و سخا اور بذل و عطا اہل عراق کے سید و سردار ہیں (۱۰۷)

۲۳۔ استاد کبیر عبد اللہ علائی کہتا ہے حسینؑ کے حالات سے واضح ہے کہ وہ اپنے عظیم نانا کے صوری نقوش سے بنائی ہوئی ایک تصویر تھے۔ رسولؐ پاک نے ان پر اپنی محبت کی گہری شعاع اور اپنے نفس کی چاہتوں کا فیضان کیا تھا تا کہ ان میں حسن جمال کے ساتھ ساتھ حسن سیرت و معنی بھی پیدا ہو جائے۔ آپؑ کے بعد بھی حسن معنوی سے آراستہ رہے، جیسے کہ آپؑ زندگی میں تھے۔ نبوت انسانیت کی طرف جھک آئے (حسین منی) اور انسانیت ترقی کر کے نبوت تک پہنچ جائے۔ پس آپؑ پر سلام ہو اس دن سے جب آپؑ پیدا ہوئے (۱۰۸)

۲۴۔ استاد عباس محمود عقاد۔ نور کے حلہ میں لوگوں کے سامنے ایک تصویر کھینچی گئی ہے جس کے سامنے

آنکھیں عقیدت سے جھک جاتی ہیں اور انہیں ایسا فخر نصیب ہوا ہے کہ اولاد آدم کی تواریخ میں بغیر کسی استثناء کے کسی عربی کو نہ عجمی کو، قدیم کو نہ حدیث کو، ایسا فخر نصیب ہوا ہے کہ اولاد آدم کی تواریخ میں بغیر کسی استثناء کے کسی عربی کو نہ عجمی کو، قدیم کو نہ حدیث کو، ایسا فخر نہیں ملا۔ پس تمام عالم میں کوئی قبیلہ نہیں جو شہداء سے نجیب و منتخب ہو۔ جن میں سے زیادہ نجیب و منتخب حسینؑ کا قبیلہ ہے باعتبار تعداد، قدرت اور تذکر کے پس حسینؑ کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ دنیا کی طویل ترین تاریخ میں اکیلا شہید ہے، شہید کا بیٹا ہے اور شہدا کا باپ ہے۔ (۱۰۹)

۲۵۔ استاد عمر ابوالنصر کہتا ہے۔ یہ قریش کے ایک قبیلہ کا واقعہ اور قصہ ہے۔ جس نے اس زمین میں شرق سے غرب تک قربانی، شہادت، بطالت و شجاعت کا علم بلند کیا۔ اس واقعہ کی ہزار فصلیں ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو زندہ رہے ہیں مگر دوسروں کی طرح زندہ رہے نہ ہی دوسروں کی طرح مرے ہیں۔ خدا نے اپنی مخلوق میں سے اس جماعت کو یہ شرف دیا کہ نبوت، وحی اور الہام ان ہی کے گھروں □ میں قرار دیا اور ان پر مزید سخاوت و بخشش یہ کی ہے کہ ان کے لیے عام شخص ایسا عبادت کا حصہ نہیں چاہا، بلکہ ان کے لیے جلاوطنی اور شہادت چاہی نہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر و مثل علیا (بلند ترین مثال) کے لیے پسند فرمایا ”ان کے لیے لکھ دیا ہے اور ان پر فرض کیا ہے کہ ان کی اولاد کا آخری فرد تقویٰ و صلاح و نیکی کا علم اٹھائے رہے گا۔ (۱۱۰)

۲۶۔ استاد عبد الحفیظ ابوالسعود کہتا ہے۔ آزادانہ جنگ کا عنوان اور مرنے کے لیے جہاد کرنا مبداء و عقیدہ کی راہ میں شہید ہونا، ظالم حکومت اور باغی حکام کے سامنے نہ جھکنا۔ (۱۱۱)

۲۷۔ استاد محمد باقر کہتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ بطل شہید امام حسینؑ بن علیؑ کی سیرت اس لائق ہے جسے ساری عرب دنیا مختلف میلانات مذہب کے باوجود اپنے دلوں کی گہرائیوں میں نقش کر لیں، اس لیے کہ یہ سیرت قربانی و عقیدے اور عزت و کرامت کی سیرت ہے (۱۱۲)

۲۸۔ استاد احمد حسن لطفی اپنی کتاب میں لکھتا ہے تحقیق وہ موت جسے حسین علیہ السلام دنیا میں تلاش کرتے تھے، وہ تھی جس کی تصویر آپ کی نگاہ میں ہر تصویر سے زیادہ حسین و خوبصورت تھی، کیوں کہ موت اس اللہ کی طرف جانے کی راہ ہے جو مبداء ہے اور اسی کی طرف منتہی اور چونکہ وہ نصرت حاصل کرنے اور ہمیشہ رہنے کی سبیل ہے پس حسینؑ سب سے عظیم بہادر ہیں۔ جنہوں نے موت کے خلاف موت سے مدد و نصرت حاصل کی۔

باب ۴

امام زین العابدین علیہ السلام

مختصر تعارف

آپؑ کے دادا: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

آپؑ کے والد: حسینؑ شہید ہیں۔

آپؑ کی والدہ: شاہ زنان بنت یزوجروا بن شہریار بن کسریٰ شاہ ایران ہیں۔ اس خاتون کا نام امیر المومنینؑ نے ”مریم“ رکھا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ”فاطمہ“ رکھا تھا اور سیدۃ النساء کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔

آپؑ کے بھائی: علی اکبرؑ اور عبداللہؑ رضیع (شیر خوار) جو دونوں کربلا میں شہید ہو گئے۔

آپؑ کی بہنیں: سکینہؑ و فاطمہؑ ہیں۔

آپؑ کی ولادت: مدینہ میں پانچ شعبان ۲۸ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے۔

آپؑ کی کنیت ابو محمدؑ

آپؑ کے القاب: زین العابدین، سید الساجدین، سید العابدین، ذکی، امین اور زو ثقات ہیں۔ آپؑ کربلا کے خونین واقعہ میں موجود تھے۔ اس دردناک واقعہ کے بعد راہ میں کوفہ و شام کے دربار و بازار میں آپؑ خاندان کے اہل و عیال پر نگراں تھے۔

آپؑ کی ازواج میں سے زیادہ معروف فاطمہؑ بنت امام حسنؑ سبط اکبر ہیں۔

آپؑ کے بیٹے: عبداللہؑ، حسنؑ، حسینؑ، زیدؑ، عمرؑ، حسینؑ اصغرؑ، عبدالرحمنؑ، سلیمانؑ، علیؑ اور محمدؑ الاصفہر۔

آپؑ کی بیٹیاں: خدیجہؑ، ام کلثومؑ، فاطمہؑ اور علیہؑ ہیں۔

آپؑ کی انگوٹھی کا نقش ”وما توفیقی الا باللہ“ ہے۔

آپؑ کا شاعر: فرزدق اور کثیر عزه۔

آپؑ کے دربان: ابو جبلہ ابو خالد کابلی اور یحییٰ مطعمی ہیں۔

آپؑ کا قیام مدینہ میں رہا۔ آپؑ مشکلات و مہمات میں جائے پناہ تھے۔ امت پر علم و سخاوت کا فیض

کرتے تھے۔

آپؑ کی امامت آپؑ اپنے والد گرامی امام حسینؑ کے بعد چونتیس سال زندہ رہے۔ یہی آپؑ کی مدت امامت ہے۔

آپؑ کے زمانہ کا بادشاہ: یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، مروان بن حکم، عبدالملک بن مروان اور ولید بن عبدالملک بن مروان اور ولید بن عبدالملک تھے (۱)

آپؑ کے آثار میں سے صحیفہ سجادہ اور رسالہ حقوق ہیں۔

آپؑ کی شہادت پچیس محرم ۹۵ھ میں واقع ہوئی۔

آپؑ کی قبر: بقیع میں اپنے چچا امام حسنؑ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپؑ کی قبر مطہر کا انہدام: آٹھ شوال ۱۳۴۲ھ میں وہابیوں نے آپؑ کی اور دیگر آئمہ علیہم السلام کی قبور کو

منہدم کیا۔

آپؑ کی نص خلافت

امام حسینؑ کے بعد امام علی بن الحسین علیہما السلام میں منحصر تھی کیونکہ اولاً تو آپؑ کے علاوہ کسی نے اس کا دعویٰ نہیں کیا دوسرے علم و عمل اور ورع و تقویٰ اور زہد میں آپؑ سب لوگوں سے افضل تھے اور ان نصوص کے علاوہ جو رسول اللہ کی طرف سے آپؑ پر وارد ہوئی تھیں (۲) آپؑ کے والد گرامی کی طرف سے بھی نص تھی۔ ان میں سے کچھ نصوص ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ ایک شخص نے امام حسینؑ سے سوال کیا کہ رسول اللہ کے بعد آئمہ کی تعداد کے بارے میں مجھے مطلع فرمائیے۔ آپؑ نے فرمایا: نقباء بنی اسرائیل کی تعداد میں۔ اس نے عرض کیا: ان کے نام ارشاد فرمائیے آپؑ نے سر جھکا کر چند لمحے توقف کیا پھر سر اٹھا کر فرمایا: اے عرب بھائی! رسول اللہ کے بعد امام اور خلیفہ علی بن ابی طالب، بھائی حسنؑ اور میں ہوں، اور میری اولاد میں سے نو ہیں، میرا بیٹا علیؑ، پھر اس کا بیٹا محمدؑ ہیں..... الاخر (۳)

۲۔ محمد بن مسلم سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے حسینؑ بن علیؑ کی انگوٹھی کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کس کی طرف گئی۔ میں نے سنا ہے کہ ان دوسری چیزوں کے ساتھ جو آپؑ کے بدن سے لوٹی گئی تھیں وہ انگوٹھی بھی آپؑ کے ہاتھ سے اتاری گئی تھی۔ آپؑ نے فرمایا: واقعہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ لوگوں نے کہا ہے۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے اپنے بیٹے علیؑ بن الحسینؑ کو اپنا وصی بنایا تھا، اپنی انگوٹھی ان کی انگلی میں پہنائی تھی اور امامت انہیں تفویض کیا تھا جیسا کہ رسول اللہ نے امیر المومنینؑ کے ساتھ کیا، امیر المومنینؑ نے حسنؑ کے ساتھ کیا، حسنؑ نے حسینؑ کے ساتھ کیا۔ اسی طرح یہ انگوٹھی میرے والد بزرگوار کی طرف آئی اور ان سے میری طرف منتقل ہوئی۔ وہ میرے پاس موجود ہے اور میں اسے ہر جمعہ کو پہنتا اور اس کے

ساتھ نماز پڑھتا ہوں۔ محمد مسلم کہتے ہیں کہ میں جمعہ کو آپؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے جب آپؐ فارغ ہوئے تو میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے آپؐ کی انگلی میں ایک انگوٹھی دیکھی۔ جس کا نقش ”لا الہ الا اللہ عددۃ للقاء اللہ“ تھا۔ آپؐ نے فرمایا یہ میرے جد ابو عبد اللہ حسینؑ کی انگوٹھی ہے۔ (۴)

۳۔ زہری سے روایت ہے، وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کرتا ہے کہ میں حسینؑ بن علیؑ کے پاس تھا کہ علیؑ بن الحسینؑ اصغر داخل ہوئے۔ انہیں حسینؑ نے بلایا اور سینہ سے لگایا۔ دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، پھر فرمایا: میرا باپ تجھ پر صدقے! کس قدر پاکیزہ ہے تیری خوشبو اور کس قدر اچھا ہے۔ تیرا خلق۔

روای کہتا ہے کہ میرے دل میں کچھ خیال آیا تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں، اے فرزند رسول! اگر وہ کچھ ہو جائے جسے آپؐ میں دیکھنے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں تو پھر کس کی طرف..... تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے اس بیٹے علیؑ کی طرف یہ خود بھی امام ہے اور آئمہ کا باپ بھی ہے (۵)

آپؐ کی عبادت

ہمارے لیے اس ذات مقدس کی عبادت کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے القاب عبادت سے لیے گئے ہیں۔ اور وہ زین العابدین، سید الساجدین، سید العابدین، سجاد اور زدن ثنات کے القاب کے ساتھ معروف و مشہور ہیں۔ اگر ہم ان تمام عبادات کو جنہیں مورخین اور اہل سیر نے ذکر کیا ہے تحریر میں لانا چاہیں تو ضخیم تالیفات مرتب ہوں گی۔ پس ہم ان میں سے چند ایک کو بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ علیؑ بن الحسینؑ ہر شب وردز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ہوا آپؐ کو سنبل کی طرح دائیں بائیں جھکتی تھی۔ کھجور کے پانچ سو درخت آپؐ کی ملکیت تھے۔ آپؐ ہر درخت کے پاس دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ جب آپؐ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپؐ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ اس طرح جیسے ایک شہنشاہ جلیل القدر کے سامنے ایک کمتر وادنی غلام کھڑا ہو۔ آپؐ کا تمام جسم خوف اور دبدبہ خداوندی سے کانپنے لگتا اور آپؐ اس طرح نماز ادا فرماتے جیسے یہ زندگی میں آخری نماز ہو۔ (۶)

۲۔ شب بیداریوں سے آپؐ کا رنگ زردہ ہو گیا تھا۔ اور رو کر آپؐ کی آنکھیں ابل گئی تھیں۔ سجدوں کی کثرت سے آپؐ کی پیشانی زخمی ہو گئی تھی اور ناک پھٹ گئی تھی۔ قیام نماز سے آپؐ کی پنڈلیوں اور پاؤں پر ورم آ گیا تھا۔ نماز کا وقت آتا تو آپؐ کے جسم کی کھال سکڑنے لگتی، رنگ زرد ہو جاتا اور جسم شاخ بید کی طرح کانپنے لگتا۔ (۷)

۳۔ ابو جعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی طالبؑ نے جب دیکھا کہ ان کے بھتیجے علیؑ

بن الحسینؑ کثرت عبادت سے ہلکان ہو رہے ہیں تو وہ جابر بن عبد اللہ انصاری کے یہاں گئیں اور ان سے فرمایا: اے رسول اللہ کے صحابی! تم لوگوں پر ہمارے کچھ حقوق ہیں اور ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ جب تم دیکھو کہ ہم میں سے کوئی سختی و مشقت عبادت سے ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہے تو اسے اللہ کی یاد اور اپنے نفس کی بقا پر توجہ دلاؤ یہ علیؑ بن الحسینؑ اپنے والد بزرگوار کی واحد یادگار باقی ہیں۔ سجدوں سے ان کی ناک پھٹ گئی ہے پیشانی اور ہتھیلیوں پر گھٹے پڑ گئے ہیں اور اپنے کو ہلکان کر رہے ہیں یہ راوی کہتا ہے کہ جابر آئے تو آپؐ کو نہایت نحیف و زار مخراب عبادت میں پایا۔ علیؑ زین العابدین ان کی تعظیم کے لیے اٹھے اور دریافت احوال کے بعد انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا۔ پھر جابر آپؐ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا: فرزند رسولؐ! کیا آپؐ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو آپؐ اہل بیت رسولؐ اور آپؐ کے محبوبوں کے لیے خلق فرمایا اور جہنم کو آپؐ کے دشمنوں بغض رکھنے والوں کے لیے پیدا کیا ہے پھر یہ کیا جدوجہد ہے جس کا آپؐ نے اپنے نفس کو مکلف بنا رکھا ہے علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا: اے رسولؐ اللہ کے صحابی! کیا آپؐ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے نانا رسولؐ اللہ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے تھے۔ (۸) لیکن آپؐ نے عبادت میں جدوجہد کو ترک نہ کیا، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں آپؐ نے اتنی عبادت کی کہ آپؐ کی پنڈلیاں پھول گئیں اور قدموں پر ورم آ گئے۔ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ آپؐ یہ کچھ کرتے ہیں جب کہ آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

جب جابر نے جان لیا کہ آپؐ کسی طور بھی مشقت عبادت سے میانہ روی کی طرف مائل نہیں ہوتے تو عرض کیا فرزند رسولؐ! اپنے نفس کو باقی رہنے دیجئے۔ آپؐ ایسے خاندان سے ہیں جن کی وجہ سے بلائیں دور کی جاتی ہیں، بارش برسائی جاتی ہے۔ شدت و سختی دور کی جاتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اے جابر! ہمیشہ اپنے دونوں بزرگوار رسولؐ اللہ و امیر المومنینؑ کی راہ و نہج پر چلوں گا اور ان کی تاسی و اقتداء کرتے ہوئے ان سے جا ملوں گا۔

پھر جابر حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: خدا کی قسم اولاد انبیاء میں یوسفؑ بن یعقوبؑ کے علاوہ علیؑ بن الحسینؑ کی مانند کوئی نہیں دیکھا گیا۔ خدا کی قسم علیؑ بن الحسینؑ کی ذریت و اولاد یوسفؑ بن یعقوبؑ کی اولاد سے افضل ہے اور بے شک انہی میں سے وہ ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کرے گا جب کہ وہ جور سے بھری ہوگی۔ (۹)

۴۔ استاد عبدالعزیز سید الابل نے کہا ہے چونکہ زمین پر عبادت اور زہد تقویٰ میں کوئی بھی ان کا مثل نہ ہوا تو لوگوں نے آپؐ کو زین العابدین کا لقب دیا، جب دیکھا آپؐ کا سر سجدے سے نہیں اٹھتا مگر دوسرے سجدے کے لیے تو آپؐ کو سجاد کا نام دیا اور جب سجد کی علامات آپؐ کی پیشانی پر ابھر آئیں تو آپؐ کو ذؤنات کا لقب دیا۔ (۱۰)

۵۔ جب آپؐ نماز کے لیے وضو فرماتے تو آپؐ کا رنگ زرد ہو جاتا۔ آپؐ سے آپؐ کے گھروالے

کہتے کہ وضو کے وقت آپؐ کی یہ کیا حالت ہوگئی ہے۔ تو آپؐ فرماتے کیا تم جانتے نہیں ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں (۱۱)

۶۔ جب آپؐ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کانپنے لگتے۔ جب اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں اور کس سے مناجات و سرگوشی کر رہا ہوں (۱۲)

۷۔ اس کمرے میں آگ لگ گئی جس میں آپؐ سربسجود تھے۔ لوگوں نے چیخنا شروع کیا۔ فرزند رسول آگ آگ! مگر آپؐ نے سر نہ اٹھایا یہاں تک کہ آگ بجھا دی گئی آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت کیا گیا کہ آپؐ کو کس چیز نے اس سے مشغول کر رکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے اس سے بڑی آگ نے مشغول کر رکھا تھا۔

۸۔ آپؐ کا ایک بچہ کنویں میں گر گیا۔ اہل مدینہ گھبرا گئے۔ یہاں تک کہ اس کو کنوئیں سے نکال لیا گیا آپؐ اس عرصے میں نماز پڑھتے رہے اور اپنے محراب سے نہیں ہٹے۔ جب دریافت کیا گیا تو فرمایا: مجھے محسوس نہیں ہوا کیونکہ میں تو عظیم پروردگار سے مناجات کر رہا تھا۔ (۱۳)

۹۔ اہل سیر و تاریخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام زین العابدینؑ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ (۱۵)

۱۰۔ آپؐ کی گنیز سے آپؐ کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا تفصیل سے عرض کروں یا مختصر۔ کہا کہ مختصر بات کرو۔ اس نے کہا دن کو بھی آپؐ کے لیے کھانا نہیں لاتی اور رات کو کبھی آپؐ کے لیے بستر نہیں کیا۔ (۱۶)

ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار اپنے اوپر اللہ کی کسی نعمت کو یاد نہ فرماتے تھے مگر سجدہ کرتے، کتاب اللہ کی وہ آیات کہ جن میں سجدہ نہ ہوتا، ان کی تلاوت کے دوران بھی سجدہ کرتے خدائے تعالیٰ ہر بلا، جس کا آپؐ کو خوف ہوتا، اسے دور کرتا، یا کسی دھوکہ باز کی مکاری کو دور کرتا تو سجدہ کرتے آپؐ کے نام مواضع سجود میں سجدہ کا اثر تھا، اسی لیے آپؐ کو سجاد لقب دیا گیا (۱۷)

۱۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر سال سات گھنٹے آپؐ کے اعضاء سجدہ سے گرتے۔ آپؐ انہیں جمع فرماتے رہتے تھے۔ جب آپؐ کی وفات ہوئی تو میں نے انہیں آپؐ کے ساتھ دفن کیا۔ (۱۸)

آپؐ کی سیرت کا ایک گوشہ

موجودہ دور میں جب کہ ہم اخلاقی پستی کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں بلند پایہ رہنمائی کے بغیر بھٹک

رہے ہیں۔ نیز انحطاط وابتدال سے دوچار ہیں ہمارے لیے لائق و مناسب ہے کہ ہم اہل بیت علیہم السلام کی سیرت کی طرف رجوع کریں اپنے گم شدہ وقار کو بحال کرنے کے لیے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اسے مشعل راہ بنائیں تاکہ باقی ماندہ مخلوق کی حفاظت کر سکیں اور کاروانِ گم کردہ راہ کو پھر سے اسلام کے شہر میں پلٹا سکیں۔

آپ کے سامنے چوتھے امام علی ابن الحسین علیہما السلام کی سیرت کا ایک گوشہ ہے۔ اس کو اپنانے اور عمل کرنے کے لیے اخذ کیجئے۔

۱۔ سفیان نے کہا کہ ایک شخص علی بن الحسین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ فلاں شخص نے آپ کی بدگوئی کی ہے اور اذیت پہنچائی ہے۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ اس کے پاس چلو۔ وہ اس خیال سے آپ کے ساتھ چلا کہ آپ اس سے بدلہ لیں گے۔ اس کے پاس پہنچے تو امام نے فرمایا: اے فلاں! جو کچھ تو نے ہمارے حق میں کہا ہے اگر سچ ہے تو خدائے تعالیٰ مجھے بخشے اور اگر تیرا قول باطل ہے، تو خدا تجھے بخشے۔ (۱۹)

۲۔ ایک روز آپ باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک شخص سامنے آیا اور آپ کو گالیاں دینے لگا۔ غلام و موالی غضبناک ہو کر اس کی طرف بڑھے۔ آپ نے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ پھر اس شخص سے متوجہ ہوئے، گفتگو ہوئی تو اسے ندامت ہوئی۔ آپ نے اس کی طرف ایک چادر پھینکی جو آپ نے پہن رکھی تھی اور اس کے لیے ہزار درہم کا حکم دیا۔ وہ شخص اس کے بعد کہا کرتا تھا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اولادِ رسول سے ہیں۔ (۲۰)

۳۔ آپ کے پاس کچھ مہمان تھے۔ آپ کا ایک خادم ان کے لیے تنور میں سے گرم گرم کباب بڑی تیزی اور عجلت سے لا رہا تھا کہ اس جلدی میں ایک سیخ اس کے ہاتھ سے گری اور امام کے ایک بچے کے سر پر پڑی جو سیڑھی کے نیچے تھا جس سے وہ بچہ مر گیا۔ غلام متحیر و مضطرب ہوا۔ مگر امام نے فرمایا تو راہِ خدا میں آزاد ہے۔ تو نے یہ کام جان بوجھ کر نہیں کیا۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے کو تجہیز و تکفین کے بعد دفن کر دیا (۲۱)

۴۔ مدینہ کا گورنر ہشام بن اسمعیل امام کو سخت اذیت پہنچاتا تھا۔ جب وہ معزول ہو گیا تو ولید نے اس کے بارے میں حکم دیا۔ اسے لوگوں کے سامنے کھڑا کیا جائے۔ وہ کہتا تھا کہ وہ نہیں ڈرتا مگر علی بن الحسین سے لیکن امام اس کے قریب سے گزرے اس پر سلام کیا اور اپنے دوستوں سے کہا کہ کوئی شخص بھی اس کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئے۔ اسے پیغام بھیجا کہ اموال تم سے واپس لیے جا رہے ہیں اور ان میں جس قدر کی ادائیگی سے تم عاجز ہو تو ہمارے پاس اتنا ہے کہ تمہارے لیے کافی ہو۔ پس ہم سے اور ہر اس شخص سے جو ہماری اطاعت کرتا ہے طیب خاطر اور اچھے سلوک کی توقع رکھنا۔ (۲۲)

۵۔ واقعہ حرہ میں بنی امیہ مدینہ سے شام کی طرف نکلے تو مروان بن حکم کے اہل و عیال اور اس کی بیوی عائشہ بنت عثمان بن عفان نے آپ کے یہاں پناہ لی۔ جب اہل مدینہ نے یزید کے گورنر اور بنی امیہ کو مدینہ سے نکالا تو مروان نے عبداللہ بن عمر سے اپنی اور اہل و عیال کی پناہ کے لیے درخواست کی لیکن ابن عمر نے ایسا

کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر مروان نے علی بن الحسینؑ سے عرض کیا: اے ابو حسین! میری آپ سے عزیز داری ہے۔ میرے اہل حرم آپ کے اہل حرم میں رہیں گے آپ نے منظور فرمایا۔ اس لیے اہل و عیال کو آپ کے یہاں بھیج دیا پس آپ اپنے اہل حرم اور مروان کے بال بچوں کو لے کر مدینہ سے نکلے اور بغیدہ کے چشمہ پر مقیم ہوئے۔ یہ واقعہ مکارم اخلاق اور برائی کا بدلہ نیکی سے دینے کی انتہا ہے۔ (۲۳)

۶۔ آپ نے پچیس حج اپنی ناقہ پر کئے مگر کبھی اسے کوڑا نہیں مارا۔ ایک مرتبہ ناقہ نے سرکشی کی تو آپ نے چابک اٹھائی اور اس کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا: اگر قصاص کا ڈرنہ ہوتا تو مارتا اور پھر ہاتھ واپس کر لیا (۲۴)

۷۔ آپ پر ایک کنیز پانی ڈال رہی تھی کہ آپ نماز کے لیے وضو کریں۔ اسے اونگھ آگئی لوٹا اس کے ہاتھ سے گر گیا اور آپ کے سر میں چوٹ لگی۔ آپ نے سراٹھا کر کنیز کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا اللہ کا ارشاد ہے ”وَالكَاطِیْنَ الْغِیْظِ“ (اور غصہ کو پینے والے) آپ نے فرمایا میں نے غصہ پی لیا پھر اس نے کہا ”وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ“ (اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں) آپ نے فرمایا: خدا تجھے معاف کرے۔ پھر اس نے کہا ”وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ“ (خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) آپ نے فرمایا: جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو (۲۵)

۸۔ آپ نے اپنے ایک غلام کو دو مرتبہ آواز دی۔ اس نے جواب نہ دیا تیسری آواز پر جواب دیا۔ آپ نے فرمایا اے بیٹا! کیا تو نے میری آواز نہیں سنی؟ اس نے کہا: سنی تھی فرمایا جواب کیوں نہ دیا؟ اس نے کہا میں آپ سے مامون تھا۔ فرمایا احمد ہے اس خدا کی جس نے میرے مملوک کو مجھ سے امن میں رکھا ہے۔ (۲۶)

۹۔ آپ کسی غلام کو مارتے نہیں تھے بلکہ اس کی غلطیاں اور گناہ اپنے ہاں لکھ لیتے تھے۔ جب ماہ کا آخری وقت آتا تو آپ انہیں اکٹھا کرتے ان کے گناہ کو ثابت کرتے اور ان سے مطالبہ کرتے کہ وہ آپ کے لیے اللہ سے مغفرت چاہیں جیسا کہ آپ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ پھر انہیں آزاد کر دیتے اور انہیں مختلف جائزے دیتے۔ آپ ایک سال سے زیادہ کسی خادم سے خدمت نہیں لیتے تھے۔ (۲۸)

۱۰۔ آپ اور آپ کے چچہ بھائی حسن بن حسنؑ کے درمیان کچھ شکر رنجی ہو گئی۔ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ حسن آئے اور جا بجا باتیں کہیں مگر آپ خاموش رہے۔ حسن واپس چلے گئے رات کو آپ حسن کے مکان پر گئے دروازہ کھٹکھٹایا حسن باہر آئے۔ آپ نے فرمایا بھائی حسن! وہ باتیں جو تم نے کہیں سچ تھیں تو خدا مجھے معاف کرے اور اگر غلط اور جھوٹ تھیں تو اللہ تمہیں معاف کرے۔ تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں۔ آپ واپس ہوئے تو حسن آپ کے پیچھے آئے، دامن پکڑ لیا اور رونے لگے۔ یہاں تک کہ آپ ان پر ملفت ہوئے حسن نے عرض کیا۔ اب میں ایسی بات نہ کروں گا جو آپ کو ناپسند ہو۔ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے

معافی ہے۔

۱۱۔ ابراہیم بن سعد کہتا ہے کہ علی بن الحسینؑ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ اندرون خانہ سے چیخ و پکار کی آواز سنی گئی۔ آپؑ گھر میں تشریف لے گئے کچھ دیر بعد پھر باہر آئے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کیا کوئی حادثہ ہو گیا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ لوگوں نے آپؑ سے تعزیت کی اور آپؑ کے صبر و تحمل پر تعجب کیا۔ آپؑ نے فرمایا ہم اہلبیت واجب چیزوں میں اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور ان امور میں جو ہمیں ناپسند ہوں اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ (۲۸)

۱۲۔ ایک شخص علی بن الحسینؑ کے خلاف بہت باتیں کرتا رہا مگر آپؑ نے توجہ نہ دی تو اس نے کہا کہ میں یہ سب کچھ آپؑ کے لیے کہہ رہا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں بھی تجھ سے ہی چشم پوشی کرتا ہوں۔ (۲۹)

۱۳۔ جناب صادقؑ سے روایت ہے کہ علی بن الحسینؑ اکثر ان لوگوں کے ساتھ سفر کرتے تھے جو آپؑ کو جانتے پہنچانتے نہ ہوں۔ ایک مرتبہ دوران سفر ایک شخص نے آپؑ کو قافلہ میں دیکھ کر پہچان لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ علی بن الحسینؑ ہیں۔ پس لوگ اپنی سواریوں سے کود پڑے اور آپؑ کے ہاتھ، پاؤں چومنے لگے اور عرض کیا: فرزند رسول! کیا آپؑ نے چاہا کہ ہم واصل جہنم ہوں؟ اگر آپؑ کے بارے میں نادانستہ ہمارے ہاتھ یا زبان سے کچھ ظاہر ہوتا تو کیا ہم رہتی دنیا تک ہلاک نہ ہو جاتے؟ اپنے کو چھپائے رکھنے پر آپؑ کو کس چیز نے آمادہ کیا۔ آپؑ نے فرمایا۔ میں نے ایک مرتبہ ایسے لوگوں کے ساتھ سفر کیا جو مجھے جانتے پہنچانتے تھے۔ پس رسول اللہؐ کی وجہ سے انہوں نے مجھے کچھ دیا جس کا میں مستحق نہ تھا۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم بھی مجھ سے ان جیسا سلوک کرو۔ لہذا اپنے کو چھپائے رکھنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ (۳۰)

آپؑ کا کرم و احسان

جس کسی نے بھی امام علی ابن الحسین علیہما السلام کے حالات زندگی تحریر کئے ہیں اس نے آپؑ کے صدقات فقراء و مساکین پر آپؑ کے احسان و کرم، شفقت و مہربانی، آپؑ کا عطف و التفات اور آپؑ کی نیکیوں کا واضح اور نمایاں ذکر کیا ہے۔ آپؑ کے فضائل اور حق کے منکروں کو بھی آپؑ کے فیوض و مہربانیاں شامل تھیں۔ آپؑ اپنے احسان کو اپنے بلند اخلاق اور اعلیٰ ادب سے وابستہ کر دیتے تھے۔ مورخین کی بیان کردہ ایسی ہی چند مثالیں ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپؑ یتامی و مساکین، تکلیف زدہ، بے آسرا اور محتاجوں کو دسترخوان پر حاضر کرنے اور شریک طعام بنانے پر بہت خوش ہوتے تھے انہیں اپنے ہاتھوں

سے کھلاتے، ان میں اہل و عیال والوں کو ان کے عیال و اطفال کے لیے وافر کھانا ساتھ کر دیتے اور آپؐ خود کھانا نہ کھاتے جب تک اس قدر کھانا صدقہ کرتے۔ (۳۱)

۲۔ جب کوئی سائل آپؐ کے پاس آتا تو فرماتے: مرحبا! اے میرا زاد آخرت اٹھا کر لے جانے والے (۳۲)

۳۔ آپؐ شکر اور باداموں کا صدقہ کرتے اس بارے میں آپؐ سے سوال کیا گیا تو آپؐ نے ”لن تنالو البر حتی تنفقوا مِماتِ حبون“ کی تلاوت فرمائی (تم اس وقت تک ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جسے محبوب رکھتے ہو) آپؐ ان دو چیزوں کو بہت پسند فرماتے تھے (۳۳)

۴۔ جناب ابو جعفر محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ پشت پر تھیلار کھے ہوئے رات کو تاریکی میں نکلے ایک ایک دروازہ کھٹکھٹاتے۔ جو نکلتا اسے حسب ضرورت اس میں سے دیتے اور چہرہ چھپائے رکھتے کہ کوئی پہچان نہ لے (۳۴)

۵۔ آپؐ رات کو اپنے چچا زاد کے پاس اجنبی صورت میں جاتے اور انہیں کچھ دینا ردیتے تو وہ کہتے کہ علیؑ بن الحسینؑ میرے ساتھ صلہ رحمی نہیں کرتا۔ خدا اسے جزاء خیر نہ دے۔ آپؐ صبر و برداشت کرتے اور اپنا تعارف نہ کراتے۔ جب آپؐ شہید ہو گئے تو اس نے دینار دینے والے کو مفقود پایا۔ پھر اسے آپؐ کے احسان کا علم ہوا۔ پس وہ آپؐ کی قبر پر آیا اور گریہ کرتا رہا۔ (۳۵)

۶۔ ابو عبد اللہؑ سے روایت ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ جس دن روزہ رکھتے تو حکم دیتے کہ بکری ذبح کی جائے۔ اس کے جوڑا لگ کیے جاتے اسے پکایا جاتا۔ شام کے وقت دیگوں پر جھک کر ان کی بوسہ لگتے۔ پھر بڑے بڑے پیالے منگا کر فرماتے: اسے فلاں کی اولاد کی خاندان کے لیے نکالو، یہاں تک کہ آپؐ آخری دیگ تک پہنچ جاتے۔ پھر روٹی اور کھجور لائی جاتی وہ آپؐ کا رات کا کھانا ہوتا۔ (۳۶)

۷۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ کو انگور بہت پسند تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ میں بہت اچھے انگور آئے۔ آپؐ کی ام ولد کنیز نے آپؐ کے لیے خریدے اور افطار کے وقت آپؐ کے پاس لائی۔ آپؐ بہت خوش ہوئے۔ آپؐ ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے تھے کہ دروازے پر ایک سائل آ کر رکا۔ آپؐ نے کنیز سے کہا یہ سائل کو دے دو۔ اس نے عرض کیا: میرے مولا! اس میں سے کچھ رکھ لیجئے فرمایا! خدا کی قسم! انہیں اور سب انگور سائل کو دے دیتے۔ کنیز نے دوسرے دن پھر انگور خریدے اور افطاری میں پیش کیے۔ سائل پھر آ کھڑا ہوا۔ سب انگور سائل کو دیئے۔ کنیز نے پھر آپؐ کے لیے انگور منگوائے اور رات کو لے کر آئی۔ سائل نہ آیا۔ تب آپؐ نے انگور کھائے اور فرمایا اس میں کوئی چیز ہم سے فوت نہیں ہوئی۔ الحمد للہ (۳۷)

۸۔ سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ ایک سردرات میں جب کہ بارش بھی ہو رہی تھی زہری نے

علی بن الحسینؑ کو دیکھا کہ آپؑ پشت پر آٹے کی بوری اٹھائے جا رہے ہیں۔ عرض کیا۔ فرزند رسولؐ! کیا ارادہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں جس کے لیے زاد راہ تیار کیا ہے۔ اسے محفوظ جگہ لے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا: یہ میرا غلام اٹھا لے گا۔ آپؑ نے انکار کیا: عرض کیا پھر میں اٹھا کر لے چلوں کیوں کہ میں آپؑ کو اس کام سے اعلیٰ وارفع سمجھتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: لیکن میں تو اپنے آپؑ کو اس سے بلند وارفع نہیں سمجھتا کہ جو چیز سفر میں میرے لئے نجات کا باعث بنے اور میرے ورود کو اچھا کر دے جس پر میں وارد ہونا چاہتا ہوں میں تمہیں اللہ کے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم اپنے کام کو جاؤ اور مجھے چھوڑ دو۔ کچھ دنوں بعد زہری نے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ! میں اس سفر کے کوئی آثار نہیں دیکھ رہا جس کا آپؑ نے ذکر فرمایا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں اے زہری! وہ سفر نہیں جو تو نے گمان کیا ہے۔ وہ تو وقت کا سفر ہے۔ میں اس کی تیاری کر رہا ہوں۔ موت کے لیے تیاری محرمات سے بچنا اور خیر و نیکی میں مال خرچ کرنا ہے۔ (۳۸)

۹۔ ابن عائشہ کہتا ہے کہ میں نے اہل مدینہ کو کہتے سنا کہ ہم نے پوشیدہ صدقہ کو مفقود نہیں پایا مگر علی بن الحسینؑ کی وفات کے بعد۔ (۳۹)

۱۰۔ ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام روٹیوں کا تھیلہ اپنی پشت پر اٹھا لیتے صدقہ کرتے اور فرماتے پوشیدہ صدقہ پر در دگار کے غضب کو خاموش کرتا ہے (۴۰)

۱۱۔ محمد بن اسحق کہتے ہیں مدینہ میں کچھ ایسے لوگ زندگی بسر کرتے تھے جنہیں معلوم نہ تھا کہ ان کا رزق کہاں سے آتا ہے۔ جب علی بن الحسینؑ کی وفات ہوئی تو اس رزق کو مفقود پایا۔ (۴۱)

۱۲۔ آپؑ نے دو مرتبہ اپنا کل مال راہ خدا میں تقسیم کیا۔ (۴۲)

۱۳۔ جب مسلم بن عقبہ نے مدینہ کا محاصرہ کیا اس وقت امامؑ نے چار سورتوں کی ان کی اولاد اور ملازمین کے ساتھ کفالت کی۔ انہیں اپنے اہل و عیال کے ساتھ شامل کر لیا۔ ان کے اخراجات آپؑ برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ابن عقبہ مدینہ چھوڑ کر چلا گیا۔ آپؑ نے جن افراد کی کفالت کی تھی ان میں سے ایک نے قسم کھا کر کہا ہم نے اپنے ماں باپ کے گھر میں وہ راحت و آرام اور خوش گوار زندگی نہیں دیکھی تھی۔ جو علی بن الحسینؑ کے گھر میں دیکھی۔ (۴۳)

۱۴۔ آپؑ کی وفات کے بعد جب غسل دیا یا تو لوگوں نے آپؑ کی پشت پر کچھ آثار دیکھے پوچھا کیسے نشانات ہیں بتایا گیا کہ آپؑ رات کے وقت آٹے کی بوریاں آپؑ اٹھا کر پوشیدہ طور پر فقراء مدینہ کو پہنچاتے تھے (۴۴)

۱۵۔ جب آپؑ کی وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ آپؑ اہل مدینہ کے سو گھروں کی کفالت کرتے تھے اور اشیاء نوش خود اٹھا کر ان کو پہنچاتے تھے (۴۵)

آپ کے آزاد کردہ غلام

اسلام کا ظہور ایسے وقت میں ہوا جب دنیا غلاموں اور عبید سے پر تھی۔ لہذا اسلام نے ہر طریقہ سے انسان کو اپنے ہی بھائی انسان کے گلے سے غلامی کے طوق کو ختم کرنے پر متوجہ کیا۔ پہلی چیز جو اسلام نے مقرر کی یہ تھی کہ غلامی کے موارد کا دروازہ بند کرے۔ کسی انسان کو حق نہیں کہ وہ اپنے دوسرے بھائی انسان کو غلام بنائے۔ پھر اسلام نے عبید و غلام کی مشکلات کے حل پر زور دیا اور اس رسم سے چھٹکارے کی سب کی پس اس نے لوگوں کو ذریعہ بتایا اور انہیں غلام آزاد کرنے کی دعوت دی۔ غلام آزاد کرنے کو بہت بڑی نیکی اور ثواب قرار دیا اللہ تعالیٰ کے قریب و خوشنودی کا ذریعہ بنایا۔ بعض اوقات اسے فرض و واجب کہا۔ بعض گناہوں کا کفارہ قرار دیا مثلاً ماہ رمضان میں افطار کرنا اور دیگر ایسے امور۔

شاہراہ اسلام پر چلتے ہوئے غلاموں کو آزاد کرنے کا علم امام زین العابدینؑ نے اٹھایا اور ہزاروں غلام آزاد کئے۔

۱۔ سید الابل کہتے ہیں کہ آپؐ اپنی ضررت کے لیے نہیں بلکہ آزاد کرنے کی نیت سے غلام خریدتے کہا گیا ہے کہ آپؐ نے ایک لاکھ غلام آزاد کئے۔

۲۔ سید امینؑ نے کہا ہے: ہر سال ماہ رمضان کی آخری رات میں آپؐ کم و بیش بیس غلاموں کو آزاد کرتے اور فرماتے کہ ماہ رمضان کی ہر رات افطار کے وقت اللہ کے حکم سے ستر ہزار افراد آگ سے آزاد ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک پر آتش جہنم واجب ہوتی ہے اور پھر خدائے تعالیٰ رمضان کی آخری شب میں اتنے افراد آزاد کرتا ہے جتنے تمام ماہ رمضان میں آزاد کئے جاتے ہیں۔ مجھے پسند آیا کہ داردنیا میں اس امید پر کہ خدا میری گردن جہنم کی آگ سے آزاد رکھے میں اپنی ملکیت سے کچھ گردنیں آزاد کر کے خدا سے ملاقات کروں۔ سید امین کہتے ہیں کہ آپؐ کسی غلام سے ایک سال سے زیادہ خدمت نہ لیتے تھے۔ آپؐ کسی غلام کے سال کی ابتداء میں مالک ہوتے یا سال کے وسط میں۔ عید فطر کی رات آتی تو آپؐ اسے آزاد کر دیتے پھر اور غلام خریدتے اور اسی طرح آزاد فرماتے۔ یہاں تک کہ آپؐ اللہ کی بارہ گاہ میں جا پہنچے۔ آپؐ سیاہ غلام خریدتے، حالانکہ آپؐ کو ان سے خدمت لینے کی ضرورت نہ ہوتی۔ انہیں میدان عرفات میں لے جاتے وہاں ان سے افراد کی کمی پوری کرتے جب مزدلفہ کی طرف اقاضہ کرتے اور جانے لگتے تو انہیں آزاد کرتے اور اپنے مال سے جائزے دینے کا حکم صادر فرماتے (۴۲)

۳۔ استاد سید الابل کہتے ہیں جب غلاموں کو یہ بات معلوم ہوگئی تو وہ خود کو آپؐ تک پہنچانے لگے اور آپؐ کو منتخب کرنے لگے اور اپنے آقاؤں کے ہاتھ سے نکل کر آپؐ کے ہاتھ آنے لگے۔ پس یہ دور چلنے لگا اور زمانہ

گذرتا رہا۔ امام زین العابدینؑ ہر سال، ہر مہینے اور ہر روز ہر لغزش و خطا پر آزادی بخشے لگے۔ یہاں تک کہ مدینہ میں آزاد غلاموں اور آزاد کنیزوں کا لشکر بن گیا۔ وہ سب امام زین العابدینؑ کے غلام اور آزاد کردہ تھے۔ اور ان کی تعداد پچاس ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہو گئی (۴۷)

آپؑ کے بعض خطبات

بنی امیہ و بنی عباس اپنی سرکشی، جبر و تشدد، اہلبیتؑ کو اذیت پہنچانے اور ان پر ظلم کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے گئے۔ ان کا یہ ظالمانہ برتاؤ صرف اہلبیتؑ کی ذوات تک نہ تھا بلکہ حقیقتاً تمام امت اسلامی کے لیے تھا کیونکہ انہوں نے امت کو ان کی تعلیمات اور رشد و ہدایت سے محروم رکھا، آئمہ اہل بیتؑ اور ان کے اہداف و مقاصد کے قیام میں حارج و مانع ہوئے جب کہ اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے فرائض آئمہ کو تفویض کئے تھے۔ پس یہ بزرگوار اپنی تعلیمات کو پوشیدہ طور پر جاری رکھتے۔ اپنے دروس و اسباق سے مخفیانہ فیض پہنچاتے اور اپنے امورات کو چھپائے رکھتے۔ ان کی تعلیمات لوگوں میں نشر ہونے کے سلسلہ میں ان پر اللہ تعالیٰ کی عنایت و تائید تھی۔

خطابت کا موضوع تصرف و عمل میں حریت و آزادی کا محتاج ہے اور اسی سے یہ ہستیاں محروم تھیں۔ لیکن ان میں سے بعض کے چند خطبات مقرر و معین مناسبتوں میں وارد ہوئے ہیں۔ ذیل میں امام زین العابدینؑ کے چند خطبات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ کوفہ میں جناب ام کلثومؑ کے خطبہ کے بعد امام زین العابدینؑ نے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ خاموش ہو گئے۔ آپؑ کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد نبی اکرمؐ کا ذکر فرمایا اور ان پر دور دبھجا۔ پھر آپؑ نے فرمایا جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں علیؑ بن الحسین بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں۔

میں اس کا بیٹا ہوں جسے فرات کے کنارے بغیر کسی خون کے بدلہ یا انتقام کے مطالبہ کے پیاسا ذبح کر دیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی ہتک حرمت ہوئی ہے، جس سے نعمت حیات چھین لی گئی ہے، جس کا مال لوٹا گیا، جس کے اہل و عیال کو قید کیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جسے چاروں طرف سے گھیر کر شہید کیا گیا اور یہی فخر کے لیے کافی ہے۔ اے لوگوں! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ تم نے میرے باپ کو خطوط لکھے انہیں دھوکہ دیا، اپنی طرف سے عہد و میثاق دیئے اور بیعت کی پیش کش کی۔ پھر تم نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان سے جنگ کی۔ پس تم پر ہلاکت ہو اس بدظنی اور بد اعمالی کی وجہ سے جو تم نے اپنی عاقبت خراب کرنے کے لیے انجام دیئے اور فردائے قیامت تم کس طرح رسول اللہؐ کے سامنے آنکھیں اٹھا سکو گے جب وہ تم سے کہیں گے کہ تم

نے میری عترت و اولاد کو مار ڈالا میری ہتک حرمت کی۔ پس تم میری امت سے نہیں ہو۔
پس ہر طرف سے لوگوں کے گریہ کی آواز بلند ہوئی اور وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ تم برباد
ہو گئے اور تمہیں علم بھی نہ ہوا پھر آپؐ نے فرمایا: خدا اس شخص پر رحم کرے جو میری نصیحت کو سنے اور اللہ کے رسولؐ
اور ان کے اہل بیتؑ کے بارے میں میری وصیت کو یاد رکھے۔ بے شک ہمارے لیے اللہ کی ذات میں اسوہ حسنہ
اور بہترین نمونہ ہے۔

ان سب نے مل کر کہا: اے فرزند رسولؐ! ہم سب آپؐ کی بات سنتے، اطاعت کرتے، آپؐ کے لیے اپنی
ذمہ داریوں اور حقوق کی حفاظت کرتے ہیں اور آپؐ سے الگ نہیں ہونگے۔ نہ پہلو تہی کریں گے۔ آپؐ حکم
فرمائیں۔ خدا آپؐ پر رحم فرمائے۔ ہماری اس سے جنگ ہے جو آپؐ سے جنگ کرے، اس سے صلح ہے جو آپؐ
سے صلح کرے، تاکہ ہم اس سے آپؐ کا اور اپنا انتقام لیں جس نے آپؐ اور ہم پر ظلم کیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: ہبیھات ہبیھات۔ یہ تو دور اور بہت دور کی بات ہے۔ اے غدارو اور مکارو! تمہارے
اور تمہاری خواہشات نفس کے درمیان مانع پیدا کر دیا گیا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میری طرف اسی طرح آؤ جس
طرح تم میرے آباء اور بزرگوں کی طرف آئے ہو ہرگز نہیں۔ ان اونٹنیوں کی قسم! جو میدان مٹی کی طرف رقص
کرتی ہوئی جاتی ہیں۔ ابھی تک تو میرے زخم مندمل نہیں ہوئے۔ کل میرے والد بزرگوار اور ان کے انصار اہل
بیت مارے گئے مجھے رسول اللہ کا رونا اپنے والد محترم اور ان کی اولاد کا رونا نہیں بھولا۔ یہ دیکھ میرے جڑے کی
ہڈیوں میں اور اس کی تلخی زخموں اور گلے کے درمیان ہے اور اس کے تلخ گھونٹ میرے سینہ کی پتلی ہڈیوں میں
اٹکے ہوئے ہیں پس میں یہ چاہتا ہوں کہ نہ ہمارے ساتھی بنو اور نہ مخالف بنو! پھر آپؐ نے یہ شعر پڑھے۔

لاغر ان قتل الحسین و شیخہ

قد کان خیرا من حسین و اکرمہ

ولا تفرحوا یا اہل کوفان بالذی

اصیب حسین کان ذلک اعظما

قتیل بشط النہر روحی فدائوہ

جزاء الذی ارادہ نار جہنما

کوئی تعجب کی بات نہیں کہ حسینؑ شہید کر دیئے گئے جب کہ ان کے والد ان سے بہتر و محترم تھے۔

اے اہل کوفہ! اس مصیبت پر جو حسینؑ کو پہنچی خوش ہونا، ایک بڑی مصیبت ہے، جو شرط فرائ پر مارا گیا،

اس پر میری جان فدا ہو جس نے انہیں شہید کیا اس کی سزا جہنم کی آگ ہو۔

۲۔ یزید نے منبر لگانے اور خطیب کو بلانے کا حکم دیا کہ وہ منبر پر جائے۔ حسینؑ اور ان کے والد محترم کی مذمت کرے خطیب منبر پر گیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر امیر المومنینؑ اور حسین شہید کی مذمت میں انتہا کر دی۔ معاویہ و یزید کی مدح میں طول دیا۔ اور ہر خوبی کے ساتھ ان کا ذکر کیا۔ تو علیؑ بن الحسینؑ نے چلا کر کہا: وائے ہو تجھ پر اے خطیب! تو نے خالق کو ناراض کر کے مخلوق کی رضا حاصل کی۔ پس تو نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اے یزید! کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ اس لکڑیوں کے ڈھانچہ پر چڑھ کر وہ باتیں کروں جن سے خدا راضی ہو اور ان سامعین کے لیے باعث ثواب ہو یزید نے انکار کر دیا۔ حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا۔ ”امیر المومنین“ ان کو اجازت دیجئے کہ منبر پر جائیں۔ شاید ہم ان سے کچھ سن سکیں۔ یزید نے کہا اگر یہ منبر پر گیا تو نہیں اترے گا مگر میری اور آل ابوسفیان کی فضیحت و رسوائی کے ساتھ۔ اس سے کہا گیا کہ اس میں کہاں قدرت ہے کہ اچھا خطاب کر سکے۔ یزید نے کہا: یہ ایسے اہل بیت ہیں کہ انہیں علم کی چوگ دی گئی ہے (اس طرح علم دیا گیا ہے جیسے کبوتر اپنے بچے کو دانہ بھراتا ہے) مگر مجمع نے اصرار کیا کہ یزید اجازت دینے پر مجبور ہو گیا۔ پس آپؑ منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کی پھر ایسا خطبہ دیا جس نے آنکھوں کو رلایا، دل دھڑکنے لگے۔ آپؑ نے فرمایا: اے لوگو! ہمیں چھ نعمتیں اور سات فضائل دیئے گئے ہیں۔ ہمیں علم، حلم و بردباری، جود و سخا، فصاحت و بلاغت، شجاعت اور مومنوں کے دلوں کی محبت و الفت دی گئی ہے۔ ہم میں سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے شیر ہیں ہم میں سے عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اور ہم میں سے اس امت میں دو سبط ہیں۔ جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے، جو نہیں جانتا تو میں اسے اپنے حسب و نسب کی خبر دیتا ہوں۔ اے لوگو! میں مکہ و منیٰ والے کا بیٹا ہوں۔ میں زمزم و صفا والے کا بیٹا ہوں۔ میں جو تا پہننے والوں اور پاؤں ننگے رکھنے والوں میں سے بہترین کا بیٹا ہوں۔ میں سعی و طواف کرنے والوں میں سے بہترین کا بیٹا ہوں۔ میں حج کرنے والے اور تلبیہ کہنے والوں میں سے بہترین کا بیٹا ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جسے براق پر فضا میں اٹھایا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں، جسے مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک سیر کروائی گئی۔ میں اس کا بیٹا ہوں جسے جبریلؑ سدرۃ المنہیٰ تک لے گئے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو قریب ہوا، پھر جھکا تو دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ تھا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس نے آسمان کے فرشتوں کو نماز پڑھائی میں اس کا بیٹا ہوں جس سے خدائے جلیل نے وحی کی جو وحی کی، میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں۔ میں علی مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس نے لوگوں کی ناکوں پر ضرب لگائی یہاں تک کہ انہوں نے کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس نے رسول اللہؐ کے سامنے دو تلواروں سے جنگ کی اور دونیزوں سے حملہ کیا، دو مجرتیں کہیں، دو ہیعتیں کیں اور بدر و حنین میں جہاد کیا اور چشم زدن کی مقدار میں بھی کفر نہیں کیا۔ میں صالح المومنین کا بیٹا ہوں۔ میں بلدرین کا قلع قمع کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ میں مسلمانوں کے سید و سردار کا بیٹا ہوں۔ مجاہدین کی روشنی و نور کا بیٹا ہوں۔ میں عبادت کرنے والوں کی زینت کا بیٹا ہوں میں خوف خدا سے رونے والوں کے سر تاج کا بیٹا ہوں۔ میں

صابرین میں سے زیادہ صابر کا بیٹا ہوں۔ میں خوف خدا سے رونے والوں کے سرتاج کا بیٹا ہوں۔ میں صابرین میں سے زیادہ صابر کا بیٹا ہوں۔ میں آل یسین رسول رب العالمین کے ساتھ قیام کرنے والوں میں سے افضل کا بیٹا ہوں۔ جس کی جبرئیل کے ذریعہ نصرت کی گئی میں حرم مسلمین کی حمایت کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ میں حق سے پھرنے، بیعت توڑنے اور ظلم کرنے والوں کے قاتل کا بیٹا ہوں۔ ناصبی دشمنوں سے جہاد کرنے والے اور قریش میں سے سب سے زیادہ قابل فخر کا بیٹا ہوں جو سابق الاسلام ہے۔ میں تجاوز و زیادتی کرنے والوں کی کمر توڑنے والے، مشرکین کو ہلاک کرنے والے، منافقین کے لیے اللہ کی کمائوں کا تیر، عابدوں کی زبان حکمت دین خدا کے حامی و ناصر، امر خدا کے دلی، حکمت خدا کی زبان، علم خدا کے حامل، صاحب جو دو سخا، دانا۔ و ذی البطحی رضی بڑھ بڑھ کر ہمہ کرنے والے بہت روز رکھنے والے اور صابر، مہذب قوم کمر کو توڑنے والے مختلف جماعتوں اور احزاب کو منتشر کرنے والے مربوط رسی والے، ثابت قدم، مضبوط دل، اور صاحب عزم و ارادہ شیر نر کا بیٹا ہوں۔ گرم بازار جنگ میں لوگوں کو چکی کی طرح پیسنے والے کا بیٹا ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو اسلام کے دشمنوں کو یوں اڑا دیتا جیسے ہوا خشک گھاس کو اڑا دیتی ہے۔ میں شیر مجاز، کش (منڈھا) عراق کا بیٹا ہوں میں مکی و مدنی و حنفی و عقیبی کا بیٹا ہوں۔ میں بدر واحد کے بہادر، عرب کے سردار، بیعت شجرہ والے اور مہاجر، شیر جلال، وارث المشعرین، سبطین، حسن و حسینؑ کے بابا کا بیٹا ہوں۔ میرے دادا علیؑ بن ابی طالبؑ ان خوبیوں پر فائز ہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: میں فاطمہ زہرا کا بیٹا ہوں میں سیدہ النساء کا بیٹا ہوں۔ پس آپؐ مسلسل کہتے رہے کہ میں اس کا بیٹا ہوں۔ یہاں تک کہ لوگ گریہ و بکا اور حزن و ملال سے چیخیں مارنے لگے۔ یزید ڈر گیا کہ کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے پس اس نے موزن کو حکم دیا کہ اذان کہو موزن نے آپؐ کا کلام قطع کر دیا اس نے کہا اللہ اکبر آپؐ نے فرمایا بے شک اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔ جب اس نے کہا ”اشھد ان لا الہ الا اللہ“ علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا۔ میرے بال، میرا چمڑا میرا گوشت میرا خون اس کی گواہی دیتا ہے۔ جب موزن نے کہا ”واشھد ان محمد رسول اللہ“ تو آپؐ منبر پر سے ہی یزید کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے یزید! یہ محمدؐ تیرے نانا تھے یا میرے نانا؟ اگر تو یہ گمان کرے کہ تیرے نانا تھے تو تو جھوٹا ہے اور تو کافر ہو جائے گا۔ اگر تو یقین کرے کہ وہ میرے نانا تھے تو پھر تو نے ان کی عترت و اولاد کو کیوں قتل کیا ہے۔ (۴۸)

۲۔ واقعہ کربلا کے بعد امام زین العابدینؑ ”جب مدینہ پہنچے اور اہل مدینہ گریہ و بکا و اویلا کرتے ہوئے آپؐ کے استقبال کے لیے شہر سے برآمد ہوئے تو آپؐ نے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور فرمایا حمد و تعریف اس اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ جو رحمان و رحیم ہے اور جزا کے دن کا مالک ہے جو ہر مخلوق کا خالق ہے۔ جو بلند ترین آسمانوں میں بلند ہوا۔ اور قریب ہے تو سرگوشی میں بھی شاہد و حاضر ہے اور ہم بڑے بڑے امور، زمانہ کے دردناک حالات مصیبتوں کے دکھ درد میں باعث آزا د گفتگو میں اور عظیم مصائب میں

بتلا کیا اور اسلام میں جو ایک عظیم رخنہ پڑا ہے اس سے ہمارا امتحان لیا۔ ابو عبد اللہ الحسینؑ اور ان کی عترت شہید ہو گئی۔ ان کی خواتین اور بیٹیاں قید ہو گئیں ہیں۔ اور ان کے سر مبارک کو نیزے پر بلند کر کے شہر بہ شہر پھرایا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی مصیبت ہے کہ جس کی مثل کوئی مصیبت نہیں ہے اے لوگو تم میں سے کون سے مرد ہیں جو ان کی شہادت کے بعد خوش رہ سکیں گے کون سادل ہے۔ جو ان کی وجہ سے مغموم و مخرور نہ ہوگا یا تم میں سے کون سی آنکھ ہے جو اپنے آنسوؤں کو روک سکے گی یا آنسو بہانے میں بخل کرے گی۔ تحقیق ساتوں آسمانوں نے ان کی شہادت پر گریہ کیا ہے۔ سمندر اپنی موجوں کے ساتھ روئے ہیں۔ آسمان اپنے ارکان کے ساتھ زمین اپنی اطراف کے ساتھ درخت اپنی ٹہنیوں کے ساتھ مچھلیاں سمندر کی لہروں میں۔ ملائکہ مقررین اور تمام اہل آسمان ان پر گریہ کناں ہوئے ہیں۔

اے لوگو! کون سادل ان کی شہادت سے پھٹنے نہیں لگتا! کون سا قلب ان کا عاشق و مشتاق نہیں ہے! کون سے کان اس خبر سے گنگ نہیں ہوتے ہم نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ ہمیں شہروں سے نکالا، دھکیلا، پراگندہ دور کیا جاتا ہے گویا کہ ہم ترک دلیم کی اولاد ہیں بلار تکاب جرم و بلا اقدام فعل شنیع و ناپسندیدہ اور بغیر کسی رخنہ کے جو ہم نے اسلام میں ڈالا ہو ہم سے یہ برتاؤ ہوا ہے۔ ہم نے اس قسم کا کوئی واقعہ اپنے سابق و گذشتہ آباء و اجداد میں نہیں سنا۔ یہ سب کچھ نہیں ہے مگر ایک گھڑا ہوا جھوٹ خدا کی قسم! اگر نبی کریمؐ انہیں پہلے سے ہمارے ساتھ جنگ کا حکم دے جاتے (جیسا کہ وہ ہمارے بارے میں انہیں احترام کی وصیت کر گئے تھے) تو اس سے زیادہ نہ کر سکتے جو انہوں نے کیا ہے۔ پس ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں کتنی عظیم، کتنی تکلیف دہ، کتنی دردناک، کتنی غضب انگیز اور غضبناک ہیجان کن اور کتنی زیادہ تلخ مصیبت ہم اللہ کے حساب میں ڈالتے ہیں اس مصیبت کو جو ہمیں پہنچی ہے۔ بے شک وہ عزیز و غالب اور صاحب انتقام ہے۔

پس صوحان بن صعصعہ بن صوحان آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وہ زمین گیر دونوں پاؤں کے لنجاپن کی وجہ سے (آنجنابؐ نے اس کا عذر قبول کیا اور اس کے متعلق حسن ظن کا اظہار فرمایا۔ اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے باپ کے لیے دعائے رحمت کی پھر آپؐ اپنے اہل حرم کے ساتھ داخل مدینہ ہوئے۔ (۴۹)

آپؐ کی بعض وصیتیں

معاشرے میں انقلاب پیدا کرنے کے وسائل و ذرائع میں سے ہمارے آئمہ کے وصایا۔ کثیرہ ہیں جو امت کو دین کی طرف متوجہ کرنے کی دعوت دیتی ہیں اور موجب رشد و ہدایت ہیں۔ اگر ان وصیتوں کو جمع کیا جائے تو علم اخلاق کے کتب خانے کے ایک بہت بڑے حصہ میں سما سکیں کیونکہ وہ پند و نصائح حکم و مصالح اور خیر و فضیلت کی طرف دعوت ہیں۔

ذیل میں امام سے وارد شدہ بعض وصیتیں پیش خدمت ہیں۔

۱۔ اپنے فرزند امام محمد باقر کو آپ کی وصیت۔

پانچ قسم کے لوگوں سے میل جول نہ رکھنا ان سے باتیں کرنا نہ کسی راستے میں ان کے ساتھ رفاقت اختیار کرنا۔ انہوں نے عرض کیا۔ بابا جان! آپ پر قربان جاؤں وہ کون سے پانچ افراد ہیں؟
آپ نے فرمایا: فاسق سے میل جول نہ رکھنا کیونکہ وہ ایک لقمہ یا اس سے بھی کم پر تمہیں بیچ ڈالے گا۔
عرض کیا: بابا جان! لقمہ سے کم کیا ہے؟ فرمایا: طمع ولا لچ کرنے والا لقمہ میں طمع کرے۔ لیکن اسے پانہ سکے۔ عرض کیا: بابا جان! دوسرا کون ہے؟ فرمایا: بخیل اور کنجوس سے میل جول نہ رکھنا کیونکہ وہ تمہیں اپنے مال سے اس وقت کاٹ دے گا جب تمہیں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی۔ عرض کیا: تیسرا کون ہے؟ فرمایا: جھوٹے شخص سے دوستی نہ رکھنا کیوں کہ وہ سراب کے مانند ہے۔ قریب کو بعید اور بعید کو تم سے قریب کر دے گا عرض کیا: اور چوتھا کون ہے؟ فرمایا: قطع رحمی کرنے والے سے میل جول نہ رکھنا کیوں کہ میں نے اسے اللہ کی کتاب میں تین جگہ ملعون پایا ہے۔ (۵۰)

۲۔ ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں علی بن الحسین اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے تم میں سے اللہ کے یہاں زیادہ محبوب زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے اور اللہ کے نزدیک زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے اور اللہ کے نزدیک زیادہ اچھے عمل والا وہ ہے جو اس میں زیادہ رغبت رکھے جو اللہ کے پاس ہے اللہ کے عذاب سے نجات پانے والا وہ ہے جو خوف خدا میں زیادہ سخت ہے۔ تم میں سے اللہ کے زیادہ قریب وہ ہے جو تم میں زیادہ خلیق ہو تم میں اللہ کے یہاں زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کی بہترین پرورش کرنے والا ہے اور تم میں سے اللہ کے یہاں زیادہ مکرم و محترم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا زیادہ تقویٰ رکھتا ہو۔ (۵۱)

۳۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری حضرت علی بن الحسین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مغموم و مخزول نظر آ رہا تھا فرمایا کیا ہوا تو کیوں مغموم ہے عرض کیا ان امور کی وجہ سے جن کا مجھ سے امتحان لیا گیا ہے۔ رنج و غم ہیں کہ لگا تار مجھے درپیش آ رہے ہیں میری نعمتوں پر حسد کرنے والوں کی طرف سے مجھ میں طمع کرنے والوں کی وجہ سے جن سے میں امید رکھتا ہوں ان کے سبب سے اور جن سے نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے گمان کے خلاف ہوتے ہیں۔

علی بن الحسین نے اس سے فرمایا: اپنی زبان کی حفاظت کر۔ اس ذریعہ سے تو اپنے بھائیوں کا مالک بن جائے گا۔ زہری نے کہا: میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اس چیز سے کہ میرے جو کلام سے ان کی طرف سبقت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: بہت دور چلا گیا ہے بہت ہی بعید ہے اور ان چیزوں کے ذریعہ اپنے اوپر اترا نے سے بیچ۔ ایسی بات کرنے سے اپنے آپ کو بچا، دل جس کا انکار کرتے ہوں اگرچہ تیرے پاس اس کی معذرت بھی ہو

کیوں کہ ہر تیری بات جو تو کسی کو سنو اتنا ہے تیرے لیے ممکن نہیں کہ اتنا عذر بھی وسیع کر سکے۔

اے زہری! جس کی عقل اس کے تمام اجزاء سے اکمل نہ ہو، اس کی ہلاکت اس کے آسان اور کمترین عضو سے ہوگی۔ اے زہری! کیا تجھ پر لازم نہیں ہے کہ تو تمام مسلمانوں کو اپنے گھر کے افراد کی طرح سمجھے، ان میں سے بڑوں کو اپنے باپ کی جگہ، چھوٹوں کو اولاد کی جگہ اور ہم سنوں کو اپنے بھائی کی جگہ رکھے، تو ان میں سے کسی پر تو ظلم کرنا پسند کرتا ہے اور کسی پر بددعا کرنے کو پسند کرتا ہے۔ کسی کا پردہ فاش ہونے کو دوست رکھتا ہے اور اگر تجھ سے ابلیس لعن اللہ یہ تعرض کرے کہ تجھے اہل قبلہ میں سے کسی پر فضیلت ہے تو غور کر کہ اگر وہ تجھ سے بڑا ہے تو کہہ کر وہ ایمان اور عمل صالح میں مجھ سے سبقت کر چکا ہے۔ لہذا وہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر وہ تیرا ہم سن ہے تو کہہ کر مجھے اپنے گناہ کا تو یقین ہے اور اس کے معاملے کا شک ہے تو مجھے کیا حق ہے کہ میں اپنے یقین کو شک کی بنا پر چھوڑ دوں اور اگر تو مسلمانوں کو دیکھے کہ وہ تیری تعظیم و توقیر و تکریم کرتے ہیں تو کہہ کر یہ ان کا فضل ہے جس کو وہ حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اور اگر ان سے کوئی ظلم و زیادتی اور تکلیف و بے رخی دیکھے تو کہہ کہ یہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے جو مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ پس اگر تو انہیں معمول بنالے تو تیری زندگی تجھ پر آسان ہو جائے گی اور تیرے دوست و احباب میں اضافہ ہوگا۔ تیرے دشمن کم ہو جائیں گے اور جو کچھ وہ نیکی کریں گے تو اس سے خوش ہوگا۔ اور اگر جفا و زیادتی کریں گے تو تجھے افسوس نہیں ہوگا۔

یقین کر لے کہ لوگوں پر بہت مہربان وہ شخص ہے جس کی طرف سے خیر و بھلائی کا ان پر ہمیشہ فیض ہوتا رہے جو ان سے مستثنیٰ ہو اور پاک دامن ہو۔ اس کے بعد ان کے نزدیک زیادہ مکرم و محترم وہ ہے کہ عفیف و پاک دامن ہو چاہے ان کا محتاج ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اہل دنیا مال کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ جو شخص ان کی آرزو میں مزاحمت نہ کرے ان کے نزدیک محترم و مکرم ہے اور مزاحمت نہ کرنے کے ساتھ اس میں سے بعض پر انہیں تمکین دیدے تو وہ ان کے نزدیک زیادہ باعزت و مکرم و باوقار ہے۔ (۵۳)

ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ علی ابن الحسین علیہما السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ اے میرے بھائیو! میں تمہیں آخرت کے گھر کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ دنیا کے گھر کے بارے میں وصیت نہیں کرتا کیوں کہ اس پر تو تم حریص ہو اور اس سے تمسک کیے ہوئے ہو۔ کیا تمہیں وہ بات یاد نہیں جو عیسیٰ بن مریمؑ نے اپنے حواریوں سے کہی تھی؟ انہوں نے فرمایا تھا کہ دنیا ایک پل ہے۔ پس اسے عبور کر لو اس کو تعمیر نہ کرو اور فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو دریا کی موج پر گھر بنائے؟ اس دنیا کے گھر کو جائے قرار نہ دو۔ (۵۳)

آپؐ کے بعض خطوط

آئمہ اہل بیت علیہما السلام کی پوری زندگی خدا تعالیٰ اور اس کے کلمہ کی بلندی کی طرف دعوت ہے۔ یہ

حضرات ہر طریقہ اور ہر ذریعہ سے امت کو صحیح سمت پر متوجہ کرے اور رشد و ہدایت کا وسیلہ تھے۔ پس ان کے مخصوص خطوط و رقعے بھی ان ہی وسائل میں سے تھے جن کو ارشاد و تبلیغ کے لیے عمل میں لاتے تھے۔ جو شخص ان خطوط میں غور و خوض کرے گا تو انہیں تعلیمات اسلامی، مواظبہ، حکم اور اخلاق کا خزانہ پائے گا ہم یہاں بعض خطوط پیش کرتے ہیں جو امام زین العابدینؑ سے وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ آپؑ کا ایک خط عبدالملک بن مروان کے نام ہے جو اس کے ہی ایک خط کے جواب میں آپؑ نے لکھا تھا۔

اما بعد! بے شک مجھے تیرا خط ملا ہے جس میں تو نے مجھ سے اس لیے کراہت و ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے کہ میں نے اپنی کنیز سے شادی کی ہے اور یہ گمان ظاہر کیا ہے کہ زنان قریش میں ایسی عورتیں ہیں جو سسرالی رشتہ کے لیے زیادہ بزرگی رکھتی ہیں اور جن سے زیادہ نجیب اولاد پیدا ہونے کی امید رکھی جاسکتی ہے۔ حالانکہ رسول اللہؐ سے بڑھ کر بزرگی میں کسی کا کوئی مقام نہیں اور کرم و شرافت میں بھی کسی برتری حاصل نہیں میری ممکنہ کنیز میری ملکیت سے کسی ایسے امر کی وجہ سے نکلی تھی جسے خدائے عز و جل نے چاہا تھا جس میں اس کے ثواب کو چاہتا تھا۔ پھر میں نے اس کے مقرر شدہ طریقہ پر اسے واپس لے لیا اور جو بھی دین خدا میں ذکی و پاکیزہ ہے اس معاملے کی کوئی چیز اس میں نقص و خلل پیدا نہیں کر سکتی۔ خدا نے اسلام کے ذریعہ پستی کو بلند کیا نقائص کی تکمیل کی اور سرزنش و ملامت کو دور کیا ہے۔ کسی مسلمان مرد پر کوئی لعنت و ملامت نہیں ہے۔ یہ سرزنش و ملامت کی جاہلیت کی ملامت و سرزنش ہے۔ والسلام جب عبدالملک نے یہ خط پڑھا تو اپنے بیٹے سلیمان کی طرف پھینکا۔ اس نے بھی اسے پڑھا۔ پھر کہا: اے امیر المومنین! علیؑ ابن الحسینؑ نے اس تحریر کے ذریعہ کس قدر شدید فخر کیا ہے آپ پر۔ عبدالملک نے کہا: اے بیٹا! یہ بات نہ کہو یہ بنی ہاشم کی زبانیں ہیں۔ اے بیٹا علیؑ ابن الحسینؑ وہیں سے بلندی چاہتے ہیں جہاں سے لوگ پستی سمجھتے ہیں۔

پھر وہ حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: مجھے کسی ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ کہ جب وہ کوئی ایسا کام کرے جو لوگوں کو پست و ذلیل بنادیتا ہو مگر حقیقتاً وہی اس کے شرف و بزرگی کی زیادتی کا سبب ہو۔ اس نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! حاضرین نے کہا: ہم تو امیر المومنین کے سوا کسی کو ایسا نہیں سمجھتے۔ عبدالملک نے کہا: خدا کی قسم! یہ ”امیر المومنین“ نہیں ہے۔ یہ علیؑ ابن الحسینؑ ہے۔ (۵۴)

عبدالملک کو کسی نے مطلع کیا کہ رسول اللہؐ کی تلوار علیؑ ابن الحسینؑ کے پاس ہے۔ پس اس نے تلوار کو ہبہ کر دینے کی خواہش کے ساتھ کسی کو آپؑ کی خدمت میں بھیجا اور ساتھ ہی آپؑ سے کسی حاجت و ضرورت کو، جسے وہ پورا کرے دریافت کرایا۔ آپؑ نے انکار کر دیا۔ پس عبدالملک نے آپؑ کو ایک خط لکھا جس میں آپؑ کو تہدید کی اور دھمکی دی کہ بیت المال سے آپؑ کا حصہ کاٹ دے گا۔ آپؑ نے اسے جواباً تحریر فرمایا۔

اما بعد! بے شک خدا متقین کو اس جگہ سے نکالنے کا ضامن ہوا جسے وہ پسند نہیں کرتے اور ایسی جگہ سے رزق دینے کا جس کا انہیں گمان بھی نہیں ہوتا۔ خدائے جل ذکرہ فرماتا ہے۔ ”وان اللہ لا یحب کل خوان فخور“ بے شک خدا ہر خیانت کرنے اور فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ پس غور و فکر کر کہ ہم میں سے کون اس آیت کا زیادہ حق دار ہے۔ (۵۵)

آپ کا ایک خط اپنے اصحاب کے نام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ ”فقد کل نفس ما عملت من خیر محض او ما عملت من سوء تو دلوان بینھا و بینہ امد بعید او یحذرکم اللہ نفسہ“ (پس ہر نفس موجود پایگا وہی کچھ جو اس نے عمل خیر یا عمل بد کیا ہے۔ آرزوہ کرے گا کہ اس کے اور اس کے درمیان دور کی مدت ہوتی اور خدا تمہیں اپنی ذات خاص سے ڈراتا ہے) اے آدم کے غافل بیٹے! تجھ پر ہزار افسوس کہ جس سے غفلت نہیں برتی گئی۔ تیری اجل تیری طرف سب سے زیادہ تیز ہے۔ وہ بڑی شدت سے تیری طرف متوجہ ہے اور تیری طالب ہے اور قریب ہے کہ وہ تجھ تک پہنچ جاتے۔ تیری اجل پوری ہو چکی، فرشتے نے تیری روح قبض کر لی ہے اور تجھے قبر میں تنہا چھوڑ دیا ہے وہ تیری روح کو تیری طرف پلٹائے گا اور تجھ سے پرسش کرنے کو دو فرشتے ”منکر و نکیر“ آئیں گے جو تیرا سخت امتحان لیں گے۔ پہلا سوال جو تجھ سے کریں گے یہ کہ تیرا رب کون ہے جس کی تو عبادت کرتا تھا نبی کون ہے جو تیری طرف بھیجا گیا تیرا دین کیا ہے جسے تو نے اختیار کیا ہے، کتاب کون سی ہے جسے تلاوت کرتا ہے اور امام کون ہے جسے تو اپنا مولا سمجھتا ہے تیری عمر بھر کی مشغولیت کیا ہے اور مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا ہے۔ پس غور و فکر کے ساتھ اپنے نفس کے بچاؤ کا سامان کر اور سوالات امتحان سے پہلے ہی ان کے جوابات تیار کر لے۔ اگر تو مومن، عارف دین، صادقین کا پیر اور اولیائے خدا کا مولیٰ و محبوب ہو تو خدا تیری محبت تجھے تلقین کرے گا اور تیری زبان کو بہترین قوت گویائی عطا کرے گا کہ مناسب جواب دے سکے۔ اللہ کی طرف سے تجھے جنت و رضوان کی بشارت مل جائے گی روح و ربحان کے ساتھ فرشتے تیرا استقبال کریں گے اور اگر تو ایسا نہ ہو تو تیری زبان لڑکھڑائے گی تیری حجت باطل ہو جائے گی جواب دینے سے عاجز ہوگا، پھر تجھے نار جہنم کی بشارت ملے گی۔ جہنم، آگ، تپش گرم پانی کے ساتھ عذاب کے فرشتے تیرا استقبال کریں گے۔

اور اے ابن آدم! یہ سمجھ لے کہ اس کے بعد قیامت میں جو کچھ ہے وہ اس سے بہت زیادہ عظیم، تکلیف دہ اور دلوں کو درد پہنچانے والا ہے۔ ”ذکر یوم مجموع لہ الناس و ذکر یوم مشھود“ (یہ وہ دن ہے کہ لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا اور یہی وہ دن ہے کہ جس میں شہادت دی جائے گی) خدا اس روز اولین و آخرین کو جمع کرے گا۔ ”یوم ینفع فی الصور و ینعشر فیہ القبور ذکر یوم الارفہ اذا القلوب لدی الحناجر کاظمین“ (اس روز صور پھونکا جائے گا۔ قبروں کو الٹا پھرایا جائے گا۔ یہ قریب ہونے کا دن ہے جب کہ دل زخروں کے پاس غصہ کے گھونٹ پی رہے ہوں

گے) یہ وہ دن ہے جس میں لغزش معاف نہ ہوگی، نہ ہی فدیہ لیا جائے گا، نہ ہی معذرت قبول ہو گیا ورنہ توبہ۔ یہ دن تونیکوں کی جزاء اور برائیوں کی سزا کا دن ہے۔ پس جو مومن ہے وہ اپنی ذرہ برابر نیکی کو یہاں موجود پائے گا اور جس مومن نے دنیا میں کوئی ذرہ بھر برائی کی تھی اسے بھی موجود پائے گا۔ پس اے لوگو! بچوان گناہوں سے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور اپنی صادق و ناطق کتاب میں ڈرایا ہے اللہ کے عذاب اور تباہی سے مامون نہ رہنا جب تمہیں شیطان لعین دنیا کی شہوتوں اور لذتوں کی طرف دعوت دے رہا ہو کیونکہ خدا سورہ اعراف میں فرماتا ہے۔ ”ان الذین اتقوا اذا متهم طائف من الشیطن تذکروا فاذا هم مبصرون۔“ (وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، جب انہیں شیطان کی طرف سے کسی خواب و خیال نے مس کیا، وہ متذکر ہوئے تو وہ اچانک دیکھ لیں گے) پس اپنے دلوں کو خوف خدا کا عادی بنا لو اور جس چیز کا اس نے تم سے وعدہ لیا ہے اسے یاد رکھو جیسا کہ اس نے تمہیں اپنے سخت عقاب و عذاب سے ڈرایا ہے۔ تو جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے اس سے بچتا ہے اور جس چیز سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے دنیاوی زندگی کے لذائذ پر مائل ہونے والوں کی طرف غافل نہ بنو۔ اللہ تعالیٰ سورہ نحل میں فرماتا ہے۔ ”افامن الذین مکروا السیئات ان یخفف اللہ بھم الارض او یتھم العذاب من حیث لا یشرعون او یاخذھم فی نفلھم فما ھم بمحزین او یاھم علی تخوف (کیا مامون ہو گئے ہیں وہ لوگ جنہوں نے مکرو فریب سے برائیاں کی ہیں۔ خدا انہیں زمین میں دھنسا دے گا یا ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب بھیجے گا جس کا وہ شعور نہ رکھتے ہوں، یا ان کے لوٹنے پوٹنے میں انہیں پکڑ لے تو وہ عاجز نہیں کر سکتے یا ڈرتے ہوئے انہیں پکڑ لے)

پس اللہ سے ڈرو کہ اس نے اپنی کتاب میں ظالموں کے ساتھ اپنا برتاؤ بیان کر کے تمہیں ڈرایا ہے۔ اس نے تمہارے غیر کے وعظ سے تمہیں نصیحت کی ہے۔ سعدونیک بخت وہی ہے جو اپنے غیر سے وعظ حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تم سے پہلے اہل قرئی کے ظالموں کے ساتھ اپنا سلوک بیان کر کے تمہیں ڈرایا ہے، جہاں اس نے فرمایا ”(وانشانا بعد قوما آخرین)“ ان کے بعد ہم نے دوسری قوم کو پیدا کیا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”(فلما احسبنا اننا اذا ھم منھایر کضون)“ (جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو اچانک وہ اس سے بھاگنے لگے) اللہ تعالیٰ نے سورہ انبیاء میں فرمایا۔ ”لا ترکضوا وارجعوا لی ما اتر فتم فیہ ومساکنکم لعلکم تسالو قالوا یویلنا انا کان مثقال حبہ من خردل اتینا بہا وکفی بنا حاسبین۔“ (ہم قیامت میں انصاف کے ترازو رکھ دیں گے۔ پس کسی شخص پر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ اگر کسی کی نیکی رائی کے دانہ کے برابر ہوگی تو ہم اس کا بدلہ دیں گے اور ہم حساب کرنے میں کافی ہیں) اے اللہ کے بندو! جان لو کہ اہل شرک کے لیے ترازو نہیں رکھے جائیں گے اور نہ ہی ان کے اعمال کے دفتر کھولے جائیں گے بلکہ وہ تو صرف جہنم کے لیے گروہ درگروہ محشور کیے جائیں گے دفاتر اعمال کا کھلنا اور انصاف کے ترازو نصب کرنا اہل اسلام کے لیے ہے۔ پس اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ اپنے اولیاء میں سے کسی ایک کے لیے

بھی دنیا کی چمک دمک اور ظاہری رونق کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ دنیا اور اہل دنیا تو اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ خدا ان کی آزمائش کرے کہ کون ان میں سے آخرت کے لیے اچھا عمل کرتا ہے۔ خدا کی قسم! میں نے تمہارے لیے مثالیں قائم کی ہیں۔ آیات کو عقل مند قوم کے لیے دہرایا ہے، پس اے مومنو! تم بھی صاحب عقل و فراست قوم بن جاؤ۔ اور نہیں ہے کوئی صاحب قوت مگر خدائے تعالیٰ۔ پرہیز کر رنگ دنیا کے ان امور سے جن سے پرہیز کرنے کا خدا نے تمہیں حکم دیا ہے کیونکہ اللہ کا قول حق ہے جیسا سورہ یونس میں فرمایا ہے۔ ”انما مثل الحیوة الدنیا کما انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض معا یاکل الناس والا نعام حتی اذا اخذت الارض زخرفها وازینت وضمن اهلها انہم قادرون علیہا اتاہا امرنا لیللا وونہا افجعلناھا حصیدا کان لم تغن بالامس کذلک نصرف الایات لقوم یتفکرون“ (دنیاوی زندگی کی مثال تو اس پانی کی طرح ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا، جس سے ملے جلے نباتات اگ آئے، جسے انسان اور چار پائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ زمین اس سبزہ سے مزین و آراستہ ہو جاتی ہے۔ اس میں رہنے والے گمان کرتے ہیں کہ اس زینت پر ہم قابو و قدرت یافتہ ہیں تو اچانک ہی رات کو یادن میں ہمارا حکم عذاب آپہنچا اور اسے ایسا بنادیا گویا کل یہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ پس جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے ہم اپنی آیتیں اسی طرح بیان کرتے ہیں)

رنگینی دنیا کی طرف نہ جھکو کیونکہ اللہ نے سورہ ہود میں اپنے رسول محمد کو خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں سے کہا ہے۔ ”ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار“ (ان لوگوں کی طرف مائل نہ ہونا جنہوں نے ہماری نافرمانی کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے۔ ورنہ جہنم کی آگ تمہیں بھی لپیٹ لی گی) اس دنیا، اور جو کچھ اس میں ہے، اس کی طرف نہ جھکو، اس شخص کی طرح جو اسے ہمیشہ کا گھر سمجھتا ہے۔ یہ تو اکھڑنے والا خیمہ، مقصد تک پہنچنے کی منزل اور نیک عمل کرنے کی جگہ ہے۔ پس اعمال صالح میں سے زاد راہ بناؤ، اسے چھوڑنے سے پہلے اور اس کے آخر پر اللہ کے اذان سے پہلے۔ پس گویا اسے خراب کر دیا اس نے جس نے پہلے اسے آباد کیا تھا اور اس نے اس کی ابتداء کی اور وہی اس کی میراث کا مالک ہے۔ میں اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے سوال کرتا ہوں زہد و تقویٰ اختیار کرنے میں اس کی معاونت و توفیق کا۔ اللہ تم سب کو اس دنیاوی زندگی میں زاہدین میں قرار دے ہمیں اور تمہیں سب کو آخرت کا ثواب حاصل کرنے پر بہت جلد رغبت دلائے۔ بے شک ہم اسی کے لیے ہیں اور اسی کے ساتھ ہیں والسلام (۵۶)

آپ کے بعض کلمات قصار

ہمارے آئمہ نے لوگوں کی ہدایت و ارشاد کے لیے جو وسائل اختیار کیے وہ یہ ہیں کہ اپنے گرد و پیش کے

لوگوں میں مختلف قسم کی حکمتیں، مواعظ، آداب و اخلاق، اور زیادہ خوبصورت تعبیریں مختصر عبارتیں جنہیں دل یاد رکھ سکیں، زبانیں بار بار ورد کر سکیں اور ان کے اصحاب انہیں عمل و تطبیق کے لیے اخذ کر سکیں۔ کتابوں میں آئمہ کے ہزار ہا کلمات ہیں۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے امیر المومنینؑ کے دو ہزار کلمات ایک مستقل کتاب میں جمع کئے ہیں۔

یہاں ہم امام علی ابن الحسین علیہما السلام کے حاصل شدہ بعض ارشادات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؑ نے فرمایا: جو شخص امر بمعروف اور نہی ازمنکر کو چھوڑ دے تو وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا ہو۔ مگر یہ کہ وہ ڈرے، ڈرنا۔ آپؑ سے عرض کیا گیا۔ اس ڈرے ”ڈرنا“ سے کیا مراد ہے۔ فرمایا: کسی جبار عناد سے ڈرے کہ کہیں وہ اس پر تفریط و زیادتی یا سرکشی و طغیان نہ کرے (۵۷)

۲۔ آپؑ نے فرمایا: تقویٰ کے ساتھ کوئی عمل بھی کم رتبہ نہیں ہے اور وہ کس طرح کم ہو سکتا ہے۔ جو درجہ قبولیت پر فائز ہو۔

۳۔ آپؑ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک بعض (سب سے زیادہ قابل نفرت) وہ شخص ہے جو کسی امام کی سنت کو اپناتا ہے، مگر اس کے عمل کی پیروی نہیں کرتا۔

۴۔ آپؑ نے فرمایا: کتنے افراد ہیں جو اپنے حسن قول پر فریفتہ ہیں، کتنے ہیں کہ عیوب پر عمدہ پر دے پڑے ہونے کے باعث مغرور ہیں اور کتنے ہیں جن کے ساتھ نیکی و احسان کا برتاؤ انہیں آہستہ آہستہ مستحق عذاب بنا رہا ہے۔ (۵۸)

۵۔ آپؑ نے فرمایا: مسلمان کے دین کا کمال یہ ہے کہ اس گفتگو کو ترک کرے جو فضول والا یعنی ہوا نزاع کم کرے، حلم و بردباری، صبر و تحمل اور حسن خلق کا مظاہرہ کرے۔

۶۔ آپؑ نے فرمایا: تین چیزیں مومن کے لیے باعث نجات ہیں غیبت سے زبان کو روکنا، ایسے امور میں مشغول رہنا جو دنیا و آخرت میں نفع بخش ہوں اور اپنی خطا و گناہ پر بہت رونا۔

۸۔ آپؑ نے فرمایا خدا سے شرم و حیا کرو تا کہ اس کا قرب حاصل ہو۔

۹۔ آپؑ نے فرمایا: قیامت میں جو کچھ کسی شخص کی ترازوں میں رکھا جائے گا اس میں حسن اخلاق سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔ (۵۹)

۱۰۔ آپؑ نے فرمایا: قیامت میں جو کچھ کسی شخص کو ترازو میں رکھا جائے گا اس میں حسن اخلاق سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔ (۵۹)

۱۱۔ آپؑ نے فرمایا: جو شخص سیر ہو کر رات گزارے جب کہ اس کے سامنے ایک بھوکا مومن ہو تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے میرے فرشتو! اس پر گواہ رہو۔ اس نے میرے حکم کی نافرمانی اور میرے غیر کی اطاعت کی ہے۔ پس

میں نے اسے اس کے عمل کے سپرد کر دیا ہے۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے، میں اسے کبھی نہ بخشوں گا۔ (۶۰)
۱۲۔ آپؐ نے فرمایا: ناپسندیدہ فیصلہ پر رضا مند ہونا یقین کے بلند ترین درجات میں سے ہے۔ (۶۱)

۱۳۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے اس متکبر فخر کرنے والے پر تعجب ہے جو گذشتہ کل ایک نطفہ تھا اور کل مردہ ہوگا مجھے بے حد تعجب اس پر ہے جو ذات خدا میں، خدا کی مخلوق کو دیکھنے کے بعد بھی شک کرتا ہے اور بہت زیادہ تعجب اس پر ہے جو دار فنا کے لیے تو مصروف عمل ہے مگر دار بقا کے لیے عمل کرنا چھوڑ چکا ہے۔
۱۴۔ آپؐ نے فرمایا: توبہ، اس عمل کو چھوڑنا ہے، جس کے لیے توبہ کی ہے۔ صرف توبہ کہنے سے توبہ نہیں ہوتی۔

۱۵۔ آپؐ نے فرمایا: خدا نے چار چیزوں میں چار چیزوں میں چھپا رکھی ہیں۔ اپنی رضا اطاعت میں، پس اس کی اطاعت میں کسی چیز کو کم تر نہ سمجھو۔ ہو سکتا ہے وہی اس کی رضا کے موافق ہو اور تم اسے نہ جانتے ہو۔ اپنی ناراضی اپنی نافرمانی میں۔ لہذا اس کی کسی معصیت و نافرمانی کو چھوٹا نہ سمجھو۔ بسا اوقات اس کی حقیر نافرمانی اس کی ناراضی کا سبب ہو اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔ اجابت دعا، دعا کرنے میں چھپا رکھی ہے۔ کسی دعا کو چھوٹی نہ سمجھنا۔ ہو سکتا ہے وہی دعا اجابت و مقبولیت سے موافقت رکھتی ہو اور تمہیں اس کی خبر نہ ہو اس نے اپنا دوست ولی، اپنے بندوں میں چھپا رکھا ہے۔ لہذا اس کے کسی بندے کو حقیر نہ سمجھنا شاید وہی اس کا دلی ہو اور تم اسے پہنچانتے نہ ہو۔

۱۶۔ آپؐ نے ایک انسان کو دیکھا جو بیماری سے صحت یاب و تندرست ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے گناہوں سے پاک ہونا مبارک ہو۔ خدا نے تجھے یاد رکھا ہے تو بھی اسے یاد رکھ، اس نے تجھے معاف کر دیا ہے، اس کا شکر یہ ادا کر۔

۱۷۔ ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ فرماتے تھے جو شخص کسی مومن کو کھانا کھلائے۔ یہاں تک کہ اسے سیر کر دے، تو مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ آخرت میں اس کے لیے کیا اجر ہوگا نہ ملک مقرب، نہ بنی مرسل، سوائے اللہ کے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ پھر فرمایا بھوکے مسلمان کو کھانا کھلانا اسباب مغفرت میں سے ہے۔ پھر آپؐ نے اللہ کے اس قول کی تلاوت فرمائی۔ ”او اطعام فی یوم ذی مسغبہ یتیمًا ذی مقربہ او مسکینًا ذی متربہ“ بھوک میں قرابت دار یتیم، یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلا (۶۳)

آپؐ کے بعض جوابات

آئمہ اہل بیتؑ سے وارد ہونے والے بہت سے وصایا، خطب و مواعظ، حکم اور ضرب الامثال کو اہل تاریخ

وسیرت و سوانح نگاروں نے جمع اور محفوظ کیا ہے اور انہوں نے ان گرامی قدر حضرات کے بعض وہ جوابات بھی محفوظ کیئے ہیں جو مسائل کی صورت میں دریافت کیے گئے تھے۔

وہ مسائل مختلف ہیں۔ کچھ قرآن کی بعض آیات کی تفسیر کے بارے میں کچھ فقہ و شریعت کے متعلق ہیں، کچھ توحید و عدل کی گفتگو ہے اور کہیں ان غیبی امور کا بیان ہے جنہیں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ اس کتاب کے اس سے پہلے ابواب میں ہم نے ان کے بعض جوابات ذکر کئے ہیں۔ یہاں ہم امام زین العابدین علیہ السلام کے بعض جوابات پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ ابو حازم نے کہا ہے کہ ایک شخص نے امامؑ سے عرض کیا: کیا آپ نماز کو جانتے ہیں؟ میں (ابو حازم) نے اس پر حملہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ٹھہرو! ابو حازم علماء ہی حلیم و بردبار ہوتے ہیں۔ پھر آپ سائل کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا: ہاں! میں نماز کو جانتا ہوں۔ تو اس نے نماز کے افعال، ترک اور اس کے فرائض و نوافل کے بارے میں سوال کیا اور یہاں تک بات پہنچی کہ نماز کا افتتاح کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تکبیر۔ اس نے عرض کیا۔ اس کی برہان کیا ہے؟ فرمایا۔ تکبیر۔ عرض کیا: اس کی تہلیل کیا ہے؟ فرمایا: تکبیر اس نے عرض کیا اس کی برہان کیا ہے؟ فرمایا قرات عرض کیا: اس کا خشوع کیا ہے؟ فرمایا: سلام پھیرنا۔ عرض کیا: اس کا جوہر کیا ہے؟ فرمایا۔ تسبیح عرض کیا: اس کا شعار کیا ہے؟ فرمایا: تعقیبات۔ عرض کیا: اس کا تمام و مکمل ہونا کیا ہے؟ فرمایا: محمد و آل محمدؑ پر درود بھیجنا۔ عرض کیا: اس کی شرط قبول کیا ہے؟ فرمایا: ہماری ولایت اور ہمارے دشمنوں سے برأت۔ عرض کیا: آپؑ نے کسی کے لیے محبت و دلیل نہیں چھوڑی پھر وہ یہ کہتا ہوا اٹھا کہ خدا زیادہ بہتر جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔ (۶۴)

۲۔ آپؑ سے عصبیت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: عصبیت ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے کوئی انسان گنہگار ہوتا ہے۔ یہ کہ انسان اپنی قوم کے بدترین آدمی کو دوسری قوم کے بہترین شخص اچھا سمجھے۔ یہ عصبیت نہیں ہے کہ انسان اپنی قوم سے محبت کرے، بلکہ عصبیت یہ ہے کہ ظلم و جور پر بھی اپنی قوم کی اعانت کرے۔ (۲۵)

۳۔ آپؑ کی خدمت میں عرض کیا گیا: سب لوگوں میں زیادہ عظیم قدر و منزلت کون رکھتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ جو دنیا کے لیے اپنے نفس کی قدر و منزلت کو نہ سمجھے۔ (۶۶)

۴۔ سعید بن مسیب کہتا ہے کہ میں نے علیؑ بن الحسینؑ سے اس مرد کے متعلق سوال کیا جس نے ایک عورت کو ٹھوکر ماری تو اس کے شکم سے مردہ بچہ نکل پڑا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ نطفہ تھا، جو رحم میں جائے اور چالیس دن برقرار رہے تو بیس دینار، اگر علقہ اور خون کا لوتھڑا تھا جو رحم میں اسی دن رہے، اس پر چالیس دینار، اگر اس کے رحم سے معضہ (گوشت کا ٹکڑا) خارج ہو! جو رحم میں ایک سو بیس دن رہا ہو، تو پھر ساٹھ دینار اور اگر اس حالت میں

اسقاط کرے کہ وہ نسمہ مخلقہ جس میں گوشت اور ہڈی ہو، اعضاء جوارح جڑ چکے ہوں اور اس میں روح حیات و بقا پھونکی جا چکی ہو، تو پھر اس پر پوری دیت ہوگی۔ (۶۷)

۵۔ روم کے بادشاہ نے عبد الملک کو لکھا کہ میں نے اس اونٹ کا گوشت کھایا ہے جس پر سوار ہو کر تیرا باپ مدینہ سے بھاگا۔ میں تجھ سے ضرور ایک لاکھ لشکر کے ساتھ اور ایک لاکھ اور لاکھ کے ساتھ جنگ کروں گا۔ پس عبد الملک نے حجاج کو لکھا کہ اپنی طرف سے نیکی کا وعدہ دے کر یہ سوال امام زین العابدینؑ کے پاس بھیج اور جو جواب آئے اس سے مجھے مطلع کر۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا: اللہ کی ایک لوح محفوظ ہے جسے وہ ہر روز تین سو مرتبہ دیکھتا ہے، جن میں سے کوئی لمحہ نہیں مگر یہ کہ وہ مارتا، زندہ کرتا، عزت دیتا اور ذلیل کرتا ہے، جو چاہتا ہے سو مرتبہ دیکھتا ہے جن میں سے کوئی لمحہ نہیں مگر یہ کہ وہ مارتا، زندہ کرتا، عزت دیتا اور ذلیل کرتا ہے۔ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ ان میں سے ایک ہی لمحہ میں تیری کفایت کرے گا۔ حجاج نے یہ تحریر عبد الملک کو بھیجی اور عبد الملک نے شاہ روم کو بھیج دی۔ جب شاہ روم نے یہ تحریر پڑھی تو کہنے لگا کہ یہ بات نہیں نکلی مگر نبوت کے کلام میں سے (۶۸)

۶۔ آپؑ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا اولین و آخرین اور ان تمام کو جنہیں خلق کیا ہے ایک ہی جگہ جمع کرے گا۔ پھر نچلے آسمان کے فرشتے اتر کر ان کے گرو صف بستہ ہو جائیں گے۔ اور ان کے گرد آگ کی قناتیں لگا دیں گے۔ پھر دوسرے آسمان کے فرشتے نازل ہوں گے۔ وہ ان قناتوں کو گھیر لیں گے اور ان کے گرد آگ کی قناتیں لگا دیں گے۔ پھر اسی طرح تیسرے آسمان کے فرشتے نازل ہو کر پہلی قناتوں کے گرد آگ کی قناتیں لگا دیں گے۔ اسی طرح آپؑ نے ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کا نزول اور آگ کی سات سراوقات و قناتیں بیان فرمائیں۔ وہ شخص چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ جب افاقہ ہوا تو عرض کیا: فرزند رسول اللہ! علیؑ اور ان کے شیعہ کہاں ہوں گے؟ فرمایا بیشک مشک و عنبر کے ٹیلوں پر، ان کے لیے کھانے پینے کا سامان لایا جائے گا اور یہ منظر انہیں محزون و غم زدہ نہیں کرے گا۔ (۶۹)

۷۔ جب آپؑ نے روز قیامت کا ہولناک منظر اور ظالم سے مظلوم کا قصاص لینا بیان کیا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: فرزند رسول! جب مومن کا کافر کے ذمہ کوئی ظلم ہوگا تو وہ اس کا بدلہ کیا لے گا جب کہ وہ تو اہل جہنم سے ہے۔ آپؑ نے فرمایا: مسلمان سے اتنی برائیاں پھینک دی جائیں گی جتنی اس مظلوم کا بدلہ ہوں گی اور ان کے ساتھ کافر کو معذب کیا جائے گا۔ علاوہ اس عذاب کے جو کفر کی وجہ سے اس پر ہوگا۔

اب اس نے عرض کیا: اگر مسلمان کا حق کسی مسلمان پر ہو تو وہ اس سے کیا لے گا؟ آپؑ نے فرمایا: ظالم کی نیکیاں لے کر مظلوم کو دی جائیں گی، اور اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں ظالم کے ذمہ ڈال دی جائیں گی۔ (۷۰)

۸۔ آپؐ سے زہد کے بارے میں سوال کیا گیا۔

آپؐ نے فرمایا: زہد دس چیزیں ہیں۔ زہد کا درجہ اعلیٰ ورع کا نچلا درجہ ہے، اور ورع کا اعلیٰ درجہ یقین کا نچلا درجہ ہے۔ یقین کا اعلیٰ درجہ رضا کا نچلا درجہ ہے۔ یاد رکھو سارا زہد کتاب اللہ کی ایک آیت میں ہے۔ ”لکيلًا تَأْتِي سِوَا عَلِيٍّ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ع“ (جو کچھ تم سے فوت ہو جائے اس پر افسوس نہ کرو اور جو کچھ تمہارے پاس آ جائے، اس پر خوش نہ ہو جاؤ)۔ (۷۱)

۹۔ آپؐ سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اعمال سے افضل کون سا عمل ہے۔ فرمایا اللہ اور اس کے رسولؐ کی معرفت کے بعد کوئی عمل بھی دنیا کو مبغوض رکھنے سے بہتر نہیں ہے۔ اور اس کے بہت سے شعبے ہیں پس پہلی چیز جس کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی کی گئی وہ تکبر ہے۔ وہ ابلیس کا گناہ ہے۔ پس جس وقت اس نے انکار و تکبر کیا وہ کافر ہو گیا۔ پھر حسد ہے اور وہ آدم کے بیٹے کا گناہ ہے جس نے حسد کی بناء پر اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ پس اس کے شعبے بنے، عورتوں کی محبت، دنیا کی محبت، ریاست و امارت کی محبت، راحت و آرام کی محبت، گفتگو کرنے کی محبت، علو (اپنے کو بڑا سمجھنے) کی محبت اور ثروت و دولت کی محبت یہ سات خصال ہیں اور یہ سب کی سب دنیا کی محبت میں جمع ہو گئیں پس علماء و انبیاء نے یہ کچھ جان لینے کے بعد کہا ”(حب الدنیا اس کل خطیئہ) دنیا کی محبت ہر گناہ کا سرنامہ ہے) دنیا دو قسم کی ہے ایک آخرت تک پہنچانے والی دنیا اور ایک ملعون دنیا ہے (۷۶) ۱۰۔ جب آپؐ سانحہ کربلا سے گذر کر مدینہ واپس آئے تو آپؐ کے سامنے عبداللہ بن طلحہ بن عبداللہ کھڑا ہوا اور شامت و خوش دلی کے ساتھ کہنے لگا کہ کون غالب آیا، کربلا کی جنگ میں سے کسے فتح ہوئی؟ آپؐ نے فرمایا: جب نماز کا وقت ہو تو اذان و اقامت کہنا تو تجھے غالب و فاتح کا علم ہو جائے گا۔ (۷۳) آپؐ کی مراد یہ تھی کہ وہ حضرات ہی غالب آئے کیوں کہ ان کے ہمیشہ رہنے والے ذکر نے نسلوں، قرونوں اور صدیوں کو عبور کر لیا اور ان کا دشمن ہی شکست خوردہ ہے گناہ و عار اور ہمیشہ کی لعنت کے سبب جو ان پر پڑی اور برے ذکر کی وجہ سے جس کا اثر رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

۱۱۔ آپؐ سے سوال کیا گیا کہ نبی اکرمؐ کو کیوں ماں باپ دونوں سے یتیم کر دیا گیا؟ آپؐ نے فرمایا: تاکہ ان پر کسی مخلوق کا حق واجب نہ ہو۔ (۷۴)

۱۲۔ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ قریش کو آپؐ کے والد گرامی حضرت علیؑ سے اس قدر شدید بغض کیوں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: آپؐ نے ان میں سے پہلے کو جہنم میں بھیجا اور آخری پر ننگ و عار کو لازم قرار دیا۔ (۷۵)

رسالہ حقوق

بہترین اسلامی میراث اور مکتب عربی کا نفیس ترین ذخیرہ امام علی ابن الحسینؑ کا یہ رسالہ حقوق ہے جس میں

حقوق ہیں جو ایک مسلمان پر لازم آتے ہیں۔ جن کی تعداد پچاس ہے۔ کچھ اللہ سبحان و تعالیٰ کے حقوق ہیں، کچھ نفس اور اعضاء جوارح کے حقوق ہیں، کچھ فرائض و واجبات کے حقوق ہیں اور کچھ معاشرے کے حقوق الخ۔

مجھے افسوس ہے کہ میری اس کتاب (ہمارے آئمہ) کے حجم کی اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اس میں تمام حقوق کو جمع کیا جاسکے۔ لہذا ہم بعض کے ذکر پر اکتفا و اقتصاد کرتے ہیں۔ علامہ سید حسن قبانجی نے اس رسالہ کی شرح دو بڑی جلدوں میں کی ہے۔ ان میں سے پہلی جلد کو جہاں سے شروع کیا ہے ہم اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس رسالہ میں آئے ہوئے بعض امور کو یہاں بیان کرتے ہیں۔

اللہ کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ تو صرف اس کی عبادت کرے اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کرے جب تو خلوص کے ساتھ یہ کام کرے گا تو وہ دنیا و آخرت میں تیری کفایت کرے گا۔ اور دنیا و آخرت میں تیری تمام پسندیدہ چیزوں کو تیرے لیے محفوظ رکھے گا۔

تیرے نفس کا تجھ پر یہ حق ہے کہ تو اسے بجا طور پر اللہ کی اطاعت میں لگائے۔ پس اپنی زبان، اپنے کانوں، اپنی آنکھوں، اپنے پاؤں، اپنے شکم اور اپنی شرم گاہ کی طرف اس کے حقوق ادا کرے اور ان سب میں تو اللہ سے مدد طلب کرے۔

زبان کا حق یہ ہے کہ تو اس کو بد زبانی سے بالا اور مکرم رکھے۔ فضول باتیں جن کا فائدہ نہیں انہیں ترک کرے لوگوں سے نیکی کرنے، ان کے لیے اچھی بات کرنے کا اسے عادی بنائے، آداب سے آراستہ کرے، اسے روکے رکھنا مگر دین یا دنیا کی منفعت کے مواقع پر اور اسے ایسی فضول باتوں سے بچائے رکھنا جن کا فائدہ کم ہو اور جس کے نقصان سے انسان امن میں نہیں ہے جب کہ ان کا فائدہ کم ہے۔ عقلی شہاد اور اس پر دلیل ہونے اور عاقل کا اپنی عقل سے مزین ہونے کے اس کی سیرت کا حسن اس کی زبان میں ہے۔ حول قوت نہیں، مگر اللہ کے ساتھ۔

تیرے کان کا حق یہ ہے کہ تو اسے غیبت اور ایسی چیزوں کے سننے سے جو حلال نہیں ہیں۔ منزه و پاک رکھے اور اس کو اس سے منزه رکھے کہ اپنے دل کی طرف طریق بنائے۔ مگر کوئی ایسی اچھی بات جو تیرے دل میں خیر و نیکی پیدا کرے یا اس سے کوئی اچھا حق کسب کرے کیونکہ یہ دل کی طرف کلام کا دروازہ ہے جو اس کی طرف کئی قسم کے معانی پہنچاتا ہے جو اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی، اور نہیں قوت نہیں مگر اللہ کے ساتھ۔

تیرے کان کا حق یہ ہے کہ تو اسے غیبت اور ایسی چیزوں کے سننے سے جو حلال نہیں ہیں۔ اسے تو جس کی طرف پھیلے گا آخرت میں اس سے عقوبت و عذاب کا ہاتھ پائے گا۔ دنیا میں لوگوں سے جدائی اور دوری مگر اسے اس سے نہ روکنا جو خدا نے اس پر فرض کیا ہے۔ اس کو باوقار رکھ اور بہت سی ان چیزوں سے روک جو اس کے لیے حلال نہیں۔ ایسی چیزوں کی طرف سے باز رکھ جو اس کے ذمہ نہیں ہیں اس طرح وہ مستحکم و با شرف ہو جائے اللہ

کے لیے اور دنیا میں بھی آخرت میں اس کے لیے اچھا ثواب ثابت ہو جائے گا۔
 تیرے پاؤں کا تجھ پر یہ حق ہے کہ تو ان قدموں سے اس طرف نہ جا جو تیرے لیے حلال نہیں کیونکہ تو ان ہی کے ساتھ پل صراط پر کھڑا ہوگا۔ اور جان لے کہ وہ پھسل نہ جائیں اور تم جہنم کی آگ میں جا گرے۔
 تیرے شکم کا حق یہ ہے کہ کم یا زیادہ حرام کے لیے اسے برتن نہ بنا۔ حلال کو ہی اس کے لیے کافی سمجھ اور اسے تقویت کی حد سے نکال کر مہانت و کمزوری کی حدود میں داخل نہ کر کیونکہ وہ شکم پری جو اپنے صاحب کو نشے تک پہنچا دے اسے کم عقلی، جہالت اور مروت کے خاتمے تک پہنچا دیتی ہے۔
 تیری شرم گاہ کا حق یہ ہے کہ تو اسے زنا بدکاری سے محفوظ رکھے اور اس سے محفوظ رکھ جو تیرے لیے حلال نہیں۔ ان امور کے خلاف آنکھیں نیچی رکھنے سے مدد لے کیونکہ نگاہ کا جھکا لینا تمام دوسرے اعوان و انصار سے زیادہ معاون ہے۔ جب بھوک اور پیاس اس کی شدت کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اس کو ضبط میں رکھو۔ موت کو زیادہ یاد رکھو اور اپنے نفس کو خدا کی تہدید اور دھمکی سے ڈراؤ اور اللہ ہی سے عصمت بچاؤ اور تائید طلب کرو۔ اور نہیں ہے کوئی حول و قوت مگر اللہ کے ساتھ (۷۷)

آپؐ کی بعض دعائیں یا صحیفہ سجادہ

امام زین العابدینؑ کی دعائیں معارف و اخلاق کا ثقافتی گلدستہ، بلند ترین سلسلہ حکم و نصائح، توحید و عرفان کا منفرد مجموعہ اور مواظ و آداب کا دفتر عظیم ہیں۔ قرآن کریم کے بعد کوئی کتاب خیر و رشاد کے اتنے منافع پر حاوی نہیں جتنے پر یہ مجموعہ محیط ہے اس کے بارے میں ہر بلند ترین گفتگو بھی اس کے مرتبہ سے کم ہے۔ پس زبور آل محمدؐ توحید کے شرین دریافت، فصاحت کے چمن اور بلاغت کے گلشن کے بارے میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔

بصرہ کے ایک فصیح و بلیغ شخص کے سامنے صحیفہ کاملہ کا ذکر ہوا اس نے کہا مجھ سے لو میں لکھواتا ہوں۔ اس نے قلم اٹھایا۔ سریچے کیا، پھر اٹھا نہیں سکا یہاں تک کہ مر گیا۔ (۷۸)

اہل بیت علیہم السلام اور ان کے شیعوں نے صحیفہ سجادہ کے بارے میں اہتمام کیا، پس اسے ایک دوسرے سے بہت سے اسانید اور متعدد اجازوں کے ساتھ نقل کیا ہے، یہاں تک کہ علامہ مجلسی کہتے ہیں کہ میرے پاس اس کی ہزار ہزار (دس ہزار) سندیں ہیں (۷۹) علماء اس کو یاد کرنے اس کا درس دینے اور اس کی شرح لکھنے میں ہمہ تن مشغول رہے اور انہوں نے کتب تاریخ و سیر و حدیث کی تفتیش کی ہے تاکہ آپؐ کی دعاؤں میں سے کسی چیز پر کامیابی حاصل کریں جو صحیفہ میں موجود نہیں ہیں۔ پس ایک دوسرا صحیفہ آگیا جسے شیخ محمد بن حسن بن حر عاملی نے جمع کیا ہے اور اس میں صرف ان دعاؤں پر اقتصار کیا ہے جو آپؐ کے صحیفہ جو آپؐ کے صحیفہ میں نہیں ہیں۔ پھر میرزا عبد اللہ اصفہانی آئے۔ انہوں نے شیخ عاملی کا استدراک کیا اور تیسرا صحیفہ سجادہ جمع کیا۔ پھر شیخ نوری

آئے۔ انہوں نے جو کچھ میرزا عبداللہ سے رہ گیا تھا۔ اس کا استدراک کیا اور چوتھا صحیفہ سجادہ جمع کیا۔ پھر السید محسن امین نے شیخ نوری کا استدراک کیا اور پانچواں صحیفہ سجادہ جمع کیا۔ چھٹا صحیفہ محمد باقر بن محمد حسن بیرجندی کا ہے۔ ساتواں شیخ ہادی کاشف الغطا کا ہے۔ آٹھواں مرزا علی مرعشی کا ہے اور ان صحف میں سے اکثر کئی مرتبہ چھپ چکے ہیں اگر ہم اپنے نفوس کے ساتھ انصاف کریں تو ان دعاؤں میں سے بعض کو بزرگی و مجدد و عزت کی بلندیوں پر پہنچنے کا زینہ، ارتقاء کمال کا ذریعہ اور اپنی عمومی زندگی کا راستہ مقرر کر لیں، تو یہ دُعا ئیں ہمارے لیے دنیا کی سعادت اور آخرت کی نعمت ہیں۔ یہاں آپ کی دعاؤں کے چند ایک نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آپ کی یہ ایک دعا ہے جسے مکہ و مدینہ کے درمیان وادی بیداء میں حماد بن صبیب کو فی نے آپ سے سنا تھا۔

”یا من قصدہ الضالون فاصابوہ مرشد، و امہ الخائفون فوجدوہ، معقلا، و لجا الیہ العائدون فوجدو موئلا، متی راحہ من نصب لغيرك بدنہ، و متی فرح من قصد سواک بنیعة الہی قد انقشع الثلام و لم اقض من حیاض مناجتک صدرا، صل علی محمد و آلہ و افعل بی اول الامرین بک یا رحم الرحمین۔“

اسے وہ کہ جس کا قصد کیا گمراہیوں نے تو اسے مرشد ہادی پایا، خوف زدہ لوگوں نے اس کا ارادہ کیا تو اسے پناہ پایا اور اس کی طرف لوٹنے والوں نے اس سے پناہ لی تو اسے مرجع پایا۔ جس نے اپنے بند کو تیرے غیر کے لیے مشقت میں ڈالا اسے کب راحت ملی ہے اور جس نے اپنی نیت میں غیر کا قصد کیا وہ کب خوش ہوا۔ خدایا تاریکی چھٹ گئی اور میں تیری مناجات کے حوضوں سے اپنے دل کی مراد کو نہ پاسکا۔ محمد آل محمد پر صلوٰۃ بھیج اور میرے ساتھ وہ معاملہ کر جو تیرے نزدیک بہتر ہو، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔ (۸۰)

۲۔ ابو حمزہ ثمالی کہتا ہے کہ علی ابن الحسین علیہما السلام اپنی اولاد سے فرمایا کرتے تھے۔ اے بیٹا! جب تمہیں مصائب دنیا سے کوئی مصیبت پہنچے یا تم پر فقر و فاقہ نازل ہو یا کوئی سخت مرحلہ آ پڑے۔ تو تم میں سے کوئی شخص نماز کا وضو کر کے چار یا دو رکعت نماز پڑھے اور بعد نماز کہے۔

”یا موضع کل شکوئی یا سامع کل نجوی یا شافی کل بلوی یا عالم کل خفیہ و یا کاشف مایشاء من بلیہ و یا منجی موسیٰ یا مصطفیٰ محمد و یا متخذ ابراہیم خلیلا ادعواک دعا من اشتدت فاقته و ضعفت قوته و قلت حیلہ دعا الغریق الغریب الفقیر الذی لا یجد لکشف ماہو فیہ الا انت یا رحم الراحمین، سبحانک انی کنت من الظالمین۔“

اے ہر شکایت کی جگہ، اے ہر سرگوشی کو سننے والے، اے ہر درد بلا سے شفا بخشنے والے، اے ہر مخفی شے کو جاننے والے، اے ہر مصیبت میں سے جسے چاہے دور کرنے والے، اے موسیٰؑ کو نجات دینے والے، اے محمدؐ کو مصطفیٰ بنانے والے، اے ابراہیمؑ کو خلیل قرار دینے والے میں تجھ سے اس شخص کی دعا کرتا ہوں جس کا فاقہ شدت پکڑ چکا ہو، توت کمزور پڑ گئی ہو اور تدبیر و حیلہ کم ہو، غرق ہونے والے، مسافر غریب فقیر کی دعا وہ جو اس مصیبت کے منکشف اور دور ہونے میں تیرے سوا کسی کو نہیں پاتا۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، منزہ ہے تو بے شک میں ہی ظالموں میں سے تھا۔

آپؐ فرماتے تھے کہ یہ دعا کوئی مصیبت زدہ نہیں پڑے گا مگر یہ کہ مصیبت دور ہو جائے گی۔ (۸۱)

۳۔ آپؐ کی دقت سحر کی دعا۔

”اللهم ان اسغفاري اياك وانا مصر على ما نهيت عنه وقله حياء وترك الاستغفار مع علمي بسعه رحمتك تضبيع بحق الرجاء اللهم ان كانت ذنوبي تويسني انا رجوك وان علمي بسعه رحمتك يومنني ان اخشاك فصل على محمد وال محمد وحق رجائي لك وكذب خوفي منك وكرمي عند حسن ظني بك يا اكرم الاكرمين۔“

خدا یا! میرا تجھ سے استغفار کرنا باوجودیکہ میں مصر ہوں اس پر جس سے تو نے منع فرمایا ہے، شرم و حیا کی کمی ہے اور استغفار کو چھوڑ دینا باوجود تیری وسعت رحمت کو جان لینے کے رجاء امید کے حق کو ضائع کرنا ہے۔ خدا یا! اگر میرے گناہ مجھے مایوس کو دیتے ہیں کہ میں تجھ سے امید رکھوں اور تیری رحمت کی وسعت کو جان لینا مجھے مامون کر دیتا ہے۔ کہ میں تجھ سے ڈروں تو رحمت نازل فرما محمدؐ و آل محمدؐ پر اور تجھ سے میری رجائی۔ و امید محقق کر دے اور تجھ سے میرے خوف، میرے حسن ظن اور اظہار کرب و درد کے مواقع پر تکذیب کر دے۔ اسے تمام مکرم و محترم ذوات سے زیادہ صاحب کرم۔ (۸۲)

۴۔ آپؐ کی دعا ہے:

”اللهم اني اعوذ بك ان تحسن في لوا مع العيون علانيتي ويقبح في ما عندك سريرتي اللهم كما اسأت واحسنت الي فاذا عدت فعد علي۔“ (۸۳)

خدا یا! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ چمکنے والی آنکھوں میں تو میرے ظاہر و علانیہ کو اچھا بنا دے لیکن میرا باطن تیرے یہاں قبیح و برا ہو۔ خدا یا! جیسا کہ میں نے برا کیا ہے اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا ہے، پس میں اگر برائی کی طرف رجوع کروں تو پھر بھی تو میری طرف اپنے احسان کو رجوع فرما۔

۵۔ علیؑ بن الحسینؑ ایک دن مسجد رسولؐ میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے سنا کہ کچھ لوگ اللہ کو اس کی

مخلوق کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں آپؐ یہ سن کر گھبرائے اور خوف زدہ ہو گئے اٹھ کھڑے ہوئے اور قبر رسولؐ کے پاس کھڑے ہو کر بلند آواز میں اپنے رب سے مناجات میں عرض کیا۔

”الہی بدت قدرتک ولم تبد ہیئہ فجہلوك وقدرک بالتقدیر علی غیر ما انت بہ شبہوک وانا بری یا الہی من الذین بالنشبہ طلبوک، لیس مثلك شی الہی ولم یدر کوك، وظاہر ما بہم من نعمہ دلیلہم علیک لو عرفوک فی خلقک یا الہی مندوحہ ان یتاولوک، بل سودک یخلقک فمن ثم لم یعرفوک واتخذوا بعض آیاتک رباً فبذلک وصفوک فتعالیت یا الہی عما بہ المشبہون نعتوک۔ (۸۴)

خدا یا! تیری قدرت تو ظاہر ہوئی مگر کوئی ہیئت و شکل ظاہر نہ ہوئی۔ پس وہ تجھ سے جاہل رہے اور انہوں نے تقدیر و اندازے کئے تیرے شان میں اور تجھے تیرے غیر سے تشبیہ دی۔ اے اللہ! میں ان لوگوں سے بیزار ہوں جنہوں نے تشبیہ کے ذریعہ تجھے طلب کیا جب کہ تیری مثل کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ خدا یا! انہوں نے تجھے نہیں پہچانا، تیری جو نعمتیں ان کے پاس ہیں وہ ان پر تیری ذات کے لیے دلیل ہیں اگر وہ تجھے پہچانیں۔ خدا یا! تیری مخلوق کے لیے چارہ کار ہے کہ وہ تیری تغیر اور تجھے بیان کریں، لیکن انہوں نے تو تجھے تیری مخلوق کے برابر قرار دیا۔ اس لیے انہوں نے تجھے نہیں پہچانا اور تیری بعض نشانیوں کو رب بنا لیا اور اس کے ساتھ تیری توصیف کی پس تو بلند ہے اسے معبود اس سے کہ جس طرح تشبیہ دینے والوں نے تعریف و توصیف کی ہے۔

۶۔ آپؐ کی ایک دعا یہ ہے۔

”اللہم من اناحتی تغضب علی، فو عرتک ما یزین ملکک احسالی والا یقبحہ اساءتی ولا ینقص من خزائنک غنائی ولا یزید فیہا فقری (۸۵)

خدا یا! میں کون ہوں کہ تو مجھ پر غضب ناک ہو۔ پس تیری عزت کی قسم! میرے اچھے اعمال تیرے ملک کو زینت نہیں بخش سکتے اور نہ ہی میرے برے کام اسے فتنج و بد صورت بنا سکتے ہیں۔ میری تو نگرانی تیرے خزانوں میں کمی نہیں کر سکتی اور نہ ہی میرا فقر وفاقہ ان میں زیادتی و اضافہ کر سکتا ہے۔

۷۔ آپؐ کی دعا۔ اچھے خاتموں اور نتیجوں کے لیے۔

”یا من ذکرہ شرف الداکرین، یا من فوزہ شکر للشاکرین یا من طاعته نجات البطیعین صلی علی محمد وآلہ واشغل قلوبنا بذکرک عن کل ذکر۔ والسنتنا بشکرک عن کل شکر، وجوار حنا بطاعتک عن کل طاعہ فان قدرت لنا

فراغاً من شغل، فاجعله فراغ سلامه لاتدر كنافيه تسعه والا تلحقنا فيه سامه،
 حتى ينصرف عنا كتاب السيئات بصحيفه خاليه من ذكر سيئاتنا ويتولى كتاب
 الحسنات عنا مسرورين بما كتبوا من حسناتنا وذا نقضت ايام حياتنا،
 وتصرفت مدد اعمارنا، واسحضرتنا دعوتك التي لا بد منها ومن اجابتها فصل على
 محمد وآل محمد وجعل ختام ما تحصى علينا كتبه اعمالنا توبه مقبوله، لا توفقنا
 بعدها على ذنب اجزر حناه ولا معصيه افزفناها، ولا تكشف عنا ستر استرته على
 رؤوس الاشهاد، يوم تبلوا اخبار عبادك، انك رحيم بمن دعاك ومستجيب لمن
 ناداك۔ (۶)

اے وہ کہ جس کا ذکر موجب شرف و بزرگی ہے ذا کرین کے لیے اے وہ کہ جس کا شکر کامیابی ہے
 شا کر بن کے لیے اور اے وہ کہ جس کی اطاعت نجات ہے طاعت گزاروں کے لیے۔ رحمت بھیج محمدؐ اور ان کی آل
 پر، ہمارے دلوں کو تمام اذکار کے مقابلہ میں اپنے ذکر میں مشغول رکھ، ہماری زبانوں کو بھی ہر شکر سے اپنے شکر
 میں، ہمارے اعضاء و جوارح کو اپنی اطاعت کے ذریعہ ہر طاعت سے مشغول رکھ۔ اگر تو نے ہمارے لیے
 مشغولیت سے کوئی فراغت مقدر کی ہے تو ایسے سلامتی کی فراغت قرار دے جس میں ہم پر نہ کوئی شبہ ہو اور نہ کوئی
 تکان لاحق ہو، یہاں تک کہ برائیاں لکھنے والے فرشتے ہماری برائیاں لکھے بغیر اور نیکیاں لکھنے والے فرشتے ہماری
 نیکیاں خوشی خوشی لکھ کر واپس پلٹ جائیں اور جب ہمارے ایام زندگی ختم ہوں، مدت عمر منقطع ہو، ہمارے پاس
 تیرا بلا و آئے جسے قبول کئے بغیر چارہ کار نہیں۔ پس محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت نازل فرما۔ ہمارے اعمال لکھنے والے جن
 چیزوں کو لکھتے اور شمار کرتے ہیں مقبول توبہ سے ان کا اختتام فرما۔ اس کے بعد ہمیں نہ ٹھہرا ایسے گناہ پر جو ہم سے
 سرزد ہوا ہو اور نہ ایسی معصیت پر جسے ہم وجود میں لائے ہوں، ہم پر سے وہ پردہ نہ اٹھا جو تو نے سب حاضرین کی
 موجودگی میں ہم پر ڈالا ہے اس دن کہ جب تیرے بندوں کی خبروں کی پڑتال ہوگی۔ بیشک تو رحیم ہے ان کے
 لیے جو تجھ سے دعا کریں اور قبول کرنے والا ہے نداؤں کا۔

۸۔ آپؐ سے جب کوئی بلا دور ہوتی جس سے آپؐ خوف زدہ ہوتے، یا بہت جلد آپؐ کا کوئی مقصد حاصل
 ہوتا۔ اس وقت کی دعا۔

”اللهم لك الحمد على احسن قضائك وبما صرفت عني من بلائك فلا تجعل حظي من
 رحمتك ما عجلت لي من عافيتك فاكون قد شقيت بما احببت وسعد غيري بما

کرہت، وان یکن ما ظلمت فیہ اوبت فیہ من ہذہ العافیہ بین یدی بلاء لا ینقطع
ووزر لا یرتفع فقدم لی ما احرت و آخر عنی ما قدمت فغیر کثیر ما عاقبہا الفنا
وغیر قلیل ما عاقبہ البقاء وصل علی محمد والہ۔ (۸۶)

خدا یا تیری حمد ہے تیرے اچھے فیصلے پر اور جو تو نے اپنی بلا و مصیبت کا رخ مجھ سے موڑ دیا۔ پس نہ قرار
دے اپنی رحمت میں سے میرا وہ حصہ جو جلدی کی مجھے عافیت دی ہے تاکہ میں بد بخت ہو جاؤں اس چیز سے کہ جسے
میں پسند کرتا ہوں اور میرا غیر سعید ہو جائے اس سے جسے میں ناپسند کرتا ہوں۔ اگر وہ چیز ہو جس میں عافیت کے
ساتھ دن یا رات بسر کروں ایسی بلا و مصیبت کے مقابلہ میں جو منقطع نہیں ہوتی اور ایسے بوجھ اور تکلیف کے مقابلہ
میں جو مجھ سے اٹھ نہیں سکتا۔ تو میرے لیے اسے مقدم کر لے جسے موخر کیا ہے، موخر کر دے جسے مقدم کیا ہے اور
بہت سی ایسی چیزوں کو بدل جن کا انجام و عاقبت کا رفا ہے اور ان بہت ہی کم چیزوں کو بدلنا کہ جن کا انجام بقاء ہے۔
اور محمدؐ اور ان کی آل پر رحمت بھیج۔

یہ دعا اس وقت کی ہے جب آپؐ کو کوئی مہم پیش آتی یا کوئی مصیبت نازل ہوتی یا آپؐ کو کوئی دکھ درد پہنچتا۔

”یا من تحل بہ عقد البکارہ و یا من یفشابہ حد الشدائد و امن یلتبس منہ المخرج
الی روح الفرج۔ ذلت لقد رتک الصعاب و تسبت بلطفک الاسباب و جری
بقدرتک القضاء و مضت علی ارادتک الاشیاء فہی بمشیتک دون قولک موتمرة
و بارادتک دون نہیک منزرجرة و انت المدعول للمہیات و انت المغزع فی العلبات
لا یندفع منہا الا ما دفعت و لا ینکشف منہا الا ما کشف و قد نزل بی یارب ما قد
تکادنی ثقلہ و الم بی ما قد بہظنی حملہ و بقدرتک اور دتہ علی و بسلطانک و جہتہ الی
فلا مصدر لہا اور دت و لا صارف لہا و جہت و لا فاتح لہا اغلقت و لا مغلق لہا
فتحت، و لا میسر لہا عسرت، لا ناصر لمن خدلت فصل علی محمد والہ و افتح لی
یارب باب الفرج بطولک و اکسر عنی سلطان الہم یحولک، و ائلنی حسن النظر فیما
شکوت، و اذقنی حلاوة الصنع فیما سالت و ہب لی من لندک رحمة و فرجا ہنیئاً
واجعل من عندک مخرجاً و حیاً و لا تشغلنی بالاهتمام عن تعاهد فروضک،
و استعمال سنتک فقد ضقت لہا نزل بی یارب ذرعاً، و امتلات یحمل ما حدث علی
ہباء و انت القادر علی کشف ما منیت بہ، و دفع ما وقعت فیہ فافعل بی ذلک و ان

لما استوجبه منك يا ذا العرش العظيم۔ (۸۸)

اے وہ ذات جس کی وجہ سے مصائب کی گرہیں کھل جاتی ہیں اے وہ کہ جس کی وجہ سے شدائد کی تیزی و تندی کند پڑ جاتی ہے، اے وہ کہ جس سے کشائش کی راحت کا راستہ طلب کیا جاتا ہے۔ تیری قدرت کے سامنے سخت چیزیں نرم پڑ جاتی ہیں۔ تمام اسباب تیری لطف کا سبب بن جاتے ہیں تیری قدرت سے قضا و قدر جاری ہوتی ہے تیرے ارادے کے ماتحت چیزیں جاری و ساری ہیں۔ تیری مشیت سے تیرے کہے بغیر پابند فرمان ہیں اور تیرے صرف ارادے سے تیرے رو کے بغیر رک جاتی ہیں۔ تجھے ہی مشکلات میں پکارا جاتا ہے اور تو ہی نازل ہونے والے مصائب و آلام میں مفرع و جائے پناہ ہے ان میں دفع نہیں ہوتیں مگر جنہیں تو دفع کرے اور منکشف دور نہیں ہوتیں مگر جنہیں تو دور کر دے۔ اے پروردگار! مجھ پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جس کے بوجھ نے مجھے لاچار کر دیا ہے مجھ پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جس کے اٹھانے نے مجھے بوجھل کر دیا ہے تو نے اپنی قدرت سے اسے مجھ پر وارد کیا ہے اور تیرے ہی تسلط سے وہ مجھ پر متوجہ ہوئی ہے۔ پس اسے کوئی نہیں صادر کر سکتا جسے تو وارد کرے اور کوئی نہیں پھیر سکتا جسے تو متوجہ کرے، اسے کوئی نہیں کھول سکتا جسے تو باندھے اور اسے کون باندھے جسے تو کھول دے اسے کوئی آسان نہیں کر سکتا۔ جسے تو مشکل بنا دے۔ اس کا کوئی مددگار نہیں جسے تو چھوڑ دے۔ پس محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت نازل فرما۔ اے پروردگار! اپنے فضل و بخشش سے میرے لیے کشائش کا دروازہ کھول دے اور اپنی حول و قوت سے ہم و غم کے تسلط کو مجھ سے توڑ دے۔ مجھے حسن نظر دے ان چیزوں میں جن کی میں شکایت کرتا ہوں۔ پس اپنی طرف سے مجھ پر رحمت اور خوش گوار کشائش کو بہہ و بخشش فرما اپنی طرف سے میرے لیے جلد اور تیزی سے نکلنے کا راستہ پیدا کر۔ مجھے مشغول نہ رکھ اپنے فرائض کی چھان بین کرنے کے اہتمام اور اپنی سنت کے استعمال سے کیوں کر میرے پروردگار جو کچھ مجھ پر نازل ہوا ہے اس سے میں تنگ آ گیا ہوں اور جو حادثہ مجھے درپیش آیا ہے اس کے ہم و غم سے میں پُر ہو گیا ہوں۔ تو ہی قدرت رکھتا ہے اس کو دور کرنے کی جس میں میں مبتلا ہوں اور اس کو دفع کرنے کی جس میں جا پڑا ہوں۔ پس میرے لیے یہ ضرور کر، اے صاحب عرش عظیم! اگرچہ میں اس فیضان کا مستحق نہیں ہوں۔

آپؐ کی قبولیت دعا

ہمارے آئمہؑ کی خصوصیات میں سے قبولیت دعاء بھی ایک خصوصیت ہے۔ ان کے حالات زندگی لکھنے والے علماء نے اس منقبت کا ذکر کیا ہے اور بہت سے شواہد تحریر کئے ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں محترم قارئین کے لیے ان موارد کو جمع کیا ہے جہاں آئمہ علیہم السلام نے دعا کی اور مولا جل علانے ان کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشا۔ چنانچہ اس فصل میں ہم امام زین العابدینؑ کی ایسی ہی دعاؤں کو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ منہال بن عمر کہتا ہے۔ کہ میں نے حج کیا اور علی بن الحسینؑ سے ملاقات کی تو آپؑ نے فرمایا: حرمہ بن کاہل کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: میں نے اسے کوفہ میں زندہ چھوڑا ہے۔ آپؑ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: خدایا اسے آگ کی گرمی کا ذائقہ چکھا۔ پس میں مختارؑ کی طرف گیا تو اچانک میں نے کچھ لوگوں کو بھاگ دوڑ کرتے دیکھا جو کہہ رہے تھے۔ اے امیر بشارت ہو حرمہ گرفتار کر لیا گیا۔ وہ مختار کے ڈر سے چھپا ہوا تھا۔ پس مختار نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور اسے آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ (۸۹)

۲۔ امام زین العابدینؑ ہر روز یہ دعا کرتے تھے۔ اللہ میرے باپ کے قاتل کو جلد مقتول دکھا۔ پس جب مختارؑ نے قاتلان حسینؑ کو قتل کیا تو عبید اللہ ابن زیاد اور عمر بن سعد کا سراپنے ایک قاصد کے ہاتھ امام زین العابدینؑ کے پاس بھیجا اور قاصد سے کہا کہ وہ نماز تہجد پڑھے، صبح صادق کے بعد نماز صبح ادا کرے، پھر سو جائے، پھر اٹھ کر مسواک کرے اور کھانا کھالے۔ پھر آپؑ کے دروازے پر جائے اور آپؑ کے متعلق دریافت کرے۔ جب یہ کہا جائے کہ دسترخوان آپؑ کے سامنے ہے تو اس وقت اجازت لے کر دونوں سراپے کے دسترخوان پر رکھ دینا اور ان سے عرض کرنا مختارؑ آپؑ کی بارگاہ میں سلام عرض کر رہا ہے اور آپؑ سے گزارش کرتا ہے کہ اسے فرزند رسولؐ آپؑ کا انتقام لے لیا ہے۔

پس قاصد نے ایسا ہی کیا۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے دونوں سروں کو اپنے دسترخوان پر دیکھا تو آپؑ سجدہ میں گر پڑے اور کہا۔ الحمد للہ الذی اجاب دعوتی وبلغنی ثاری من قتله ابی و دعا للمختار و جزاہ خیراً (۹۰) (حمد ہے اس خدا کی جس نے میری دعا قبول فرمائی اور میرے باپ کے قاتلوں سے بدلہ اور انتقام کی خبر مجھے پہنچائی۔ آپؑ نے مختار کے لیے دعا کی اور فرمایا: خدا اسے جزاء خیر دے۔

۳۔ آپؑ کی اس وقت کی دعا۔ جب آپؑ کو خبر ملی کہ مسرف بن عقبہ مدینہ کی طرف متوجہ ہوا ہے۔

”رب کم من نعمہ انعمت بہا علی قل لک عندہا شکری و کم من بلیہ ابتلیتہنی بہا قل لک عندہا صبری فیما من قل عند نعمہ شکری فلم یحری فلم یحرمہنی وامن قل عند بلائہ صبری فلم یخذلنی یا ذا المعروف الذی لا ینقطع ابداً، ویا ذا النعماء التی لا تحصی اعدا اصل محمد وال محمد وادفع عنی شرہ فانی ادرابک فی نحرہ واستعین بک من شرہ۔“

پروردگار! کتنی ایسی نعمتیں ہیں جو تو نے مجھے انعام فرمائی ہیں۔ لیکن ان پر تیرے لیے میرا شکر کم ہوا۔ کتنی مصیبتیں ہیں جن میں مبتلا کیا، جن پر مجھ سے صبر کم ہوا ہے۔ پس اے وہ ذات کہ میرے شکر کی کمی پر اپنی نعمت سے مجھے محروم نہیں کیا اور مصیبت پر صبر کی کمی کے سبب میرا ساتھ نہیں چھوڑا، اے ایسی نیکی کرنے والے جو کسی وقت بھی

منقطع نہیں ہوتی اور ایسی نعمتوں والے جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا، محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور مجھ سے اس (مسرف) کے شر کو دور فرما۔ تیرے ذریعہ اس کی گردن پر گھونسا مارتا ہوں اور اس کے شر سے تیرے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں۔

پس مسرف بن عقبہ مدینہ میں آیا۔ کہا یہ جاتا تھا کہ اسے علی بن الحسینؑ کے علاوہ کسی سے خاصیت نہیں ہے۔ لیکن آپؑ اس سے صحیح و سالم رہے اور اس نے آپؑ کی تعظیم و تکریم کی۔ آپؑ کے یہاں حاضر ہوا اور آپؑ سے اچھا سلوک کیا۔ (۹۱)

۴۔ کلینی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے جابر بن یزید سے اور اس نے امام محمدؐ باقر سے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میرے والد بزرگوار کا ارشاد ہے کہ مرگ مفاجات (اچانک موت) مومن کے لیے تخفیف ہے، اور کافر کے لیے افسوسناک ہے۔ مومن اپنے غسل دینے والے اور اٹھانے والے کو جلدی کرنے کی قسم دیتا ہے اور اگر معاملہ اس کے علاوہ ہو تو پھر قسم دینا ہے کہ اس کے لئے جانے میں تاخیر کرو۔

ضمرة بن سمرہ نے عرض کیا: یا علیؑ اگر معاملہ اسی طرح ہو جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تو اسے تابوت سے کود پڑنا چاہئے یہ کہہ کر ضمیرہ خود بھی ہنسا اور لوگوں کو بھی ہنسا یا حضرت علی بن الحسین علیہما السلام نے عرض کیا: خدا یا اگر ضمیرہ بن سمرہ رسول اللہؐ کی حدیث پر خود بھی ہنسا اور لوگوں کو بھی ہنسا یا تو اس کی دردناک طریقہ سے گرفت کر۔ پس اس واقعہ کے چالیس دن بعد یکا یک اس کی حرکت قلب بند ہو گئی۔ (۹۲)

آپؑ کے کچھ اشعار

اس فصل میں ہم امام علی بن الحسین علیہما السلام کے منتخب اشعار پیش کرتے ہیں۔ آپؑ کے تمام اشعار فخر و مباہات میں ہیں۔ یا مناجات، اخلاق خیر کی دعوت دینے، برائی سے روکنے، اخلاق حمیدہ اور صفات علیا کا حکم دینے میں ہیں۔ جن حضرات کی زندگی کا بنیادی مقصد حق و فضیلت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنا ہو ان کے لیے یہ مقام تعجب نہیں ہے۔ ہم یہاں آپؑ کے بعض اشعار پیش کرتے ہیں۔

جن مصائب و بلیات میں اہلبیتؑ مبتلا ہوئے، ان کے بارے میں آپؑ نے فرمایا:

نحن بنو المصطفیٰ ذو وعص

یجرعھا فی الانام کاظنا

ہم اولاد مصطفیٰ وہ ہیں کہ لوگوں میں ہمارے غصہ پینے والے مصیبت کو ایک ایک گھونٹ کر کے پیتے ہیں

عظیمہ فی الانام محتنا

اولنا مبتلسی واخرنا

ہماری مصیبت و تکلیف لوگوں سے بہت بڑی ہے۔ ہمارا پہلا بھی مصیبت میں مبتلا ہے اور آخری بھی۔

یفرح هذا الوری بعید ہم
ونحن اعیاد ماتمنا

یہ لوگ اپنی عید کے موقع پر خوش ہوتے ہیں اور ہماری عید ماتم کے دن ہیں۔

والناس فی الامن والسرور وما
یامن طول الزمان خائفنا

لوگ امن و سرور میں ہیں اور ہم میں سے جو خوف زدہ ہے، طویل زمانہ تک اسے امن نصیب نہیں ہوتا۔

وما خصصنا به من الشرف
الطائل بین الانام افتا

جن عظیم شرف و بزرگی کے ساتھ ہم مخصوص ہیں لوگوں کے درمیان وہی ہمارے لیے باعث امتحان و آزمائش بن گئی ہے

یحکم فینا والحکمہ فیہ لنا
جاہدنا حقنا و غاصبنا (۹۲)

ہم پر حکم چلاتا ہے جبکہ اس پر ہمارا حکم چلنا چاہیے ہمارے حق کا انکار کرنے والا ہمارے حق کو غضب کرنے والا۔

۲۔ زندگی میں تلخی ایام کے جو کڑوے گھونٹ آپ پی رہے تھے ان کے بارے میں آپ کے

اشعار۔

لباسی للدنیا التجلد والصبر
ولبسی للاخری البشاشه والبشر

میرا لباس دنیا کے لیے سختی اور صبر کو ظاہر کرنا ہے۔ اور آخرت کے لیے میرا لباس ہشاش بشاش ہونا اور خندہ پیشانی ہے۔

اذا نا بنی امر لجات الی العر ا
لانی من القوم الذین لهم فخر

جب کوئی معاملہ مجھے پیش آتا ہے تو میں کسی گوشہ میں پناہ لیتا ہوں کیونکہ میں ایسی قوم میں سے ہوں جن

کے لیے فخر و امتیاز ہے۔

الم تر ان العرف قد مات اہلہ

وان الندی والجود ضمہما قبر

کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ نیکی کے اہل مرچکے ہیں اور جود و سخا قبر میں دفن ہو چکا ہے؟

علی العرف والجود السلام فما بقی

من العرف الا الرسم فی الناس والذکر

نیکی و احسان اور جود و سخا پر سلام ہو۔ نیکی و احسان میں سے باقی نہیں رہا مگر لوگوں میں اس کی رسم و نشانی اور

ذکر و یاد

وقائلہ لماراتی مسہدا

کان الحشا منی یلذ عھا الجبر

مجھے بیدار دیکھا تو ایک کہنے والی خاتون نے کہا جب کہ گویا میرے اندر آگ لگی ہوئی تھی جسے انگارے

مزید جھلسا رہے تھے

اباطن داء لوحدی منک ظاہرا

لقلت الذی بی صناق عن وسعہ الصدر

بیماری کا باطن تیرے ظاہر کو بھی گھیرے۔ میں نے کہا کہ جو مصیبت و تکلیف مجھے ہے اس کی وسعت سے

سینہ تنگ ہے

تغیر احوال و فقد احبہ

وموت ذوی الا فضال قالت کذا الدهر (۹۳)

حالات کا بدل جانا، محبوب دوستوں کا جدا ہونا ہے اور صاحبان فضل و کمال کی موت ہے تو اس نے کہا کہ

زمانہ ایسا ہی ہے

۳۔ آپؐ نے یہ اشعار یزید بن معاویہ کے سامنے پڑھے

لاتطبعوا ان تہینونا فنکر مکم

وان نکف الاذی عنکم و توذونا

یہ لالچ نہ کرنا کہ تم تو ہماری اہانت کرو اور ہم تمہارا احترام کریں گے اور یہ کہ ہم تم سے اذیت کو روکیں، تم

ہمیں اذیت پہنچاتے ہو۔

واللہ یعلم انا لا نجکم

ولا نلومکم ان لا تحبونا

خدا جانتا ہے کہ ہم تمہیں دوست نہیں رکھتے اور نہ ہی تمہیں ملامت کرتے ہیں کہ تم ہم سے محبت نہیں کرتے اس لعین نے کہا: اے جوان! تم سچ کہتے ہو، لیکن تمہارے باپ اور دادا نے چاہا کہ وہ اس امت کے امیر بنیں حمد ہے اس خدا کی جس نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور خون بہایا۔ آپؐ نے فرمایا: ہمیشہ نبوت و امارت میرے اجداد میں رہی، اس سے پہلے کہ تو پیدا ہوتا۔ (۹۵)

فضیلت اہل بیتؑ میں آپؐ کے اشعار:

لنحس علی الحوض ذواذہ

نذوق و نسقی وراذہ

البتہ ہم بھی حوض کوثر پر لوگوں کو اس سے دور کریں گے، خود اس سے سیراب ہوں گے اور اس پر وارد ہونے والوں کو سیراب کریں گے

وما فاز من فاز الا بنا

وما خاب و من حبا زاذہ

کوئی کامیاب ہونے والا کامیاب نہیں ہوا مگر ہماری وجہ سے، اور کوئی ناکام و نامراد نہیں ہوا جس کا زاد راہ ہماری محبت ہے۔

ومن سرنا نال منا السرور

ومن ساء نا ساء میلا دہ

جو ہمیں خوش رکھے ہم سے خوشی نصیب ہوگی اور جو ہم سے برائی کرے اس کی ولادت ہی بری ہے

ومن کان غصبنا حقنا

فیوم القیامہ معیادہ

جو ہمارے حق کا غاصب ہے اس کی وعدہ گاہ قیامت کا دن ہے۔ (۹۶)

۵۔ آپؐ کے یہ اشعار تقویٰ کے بارے میں ہیں

من عرف الرب فلم تغنه

معرفه الرب فذاك الشقى

جو اپنے رب کی معرفت رکھے اور اسے یہ معرفت بے نیاز نہ کرے وہ شقی و بد بخت ہے

ماساء ذا الطاعه ما ناله

فى طاعه الله وماذا لقى

اطاعت گزار کے لیے کوئی برائی نہیں اس چیز میں جو اس خدا کی اطاعت سے حاصل ہو۔ اور اسے اس سے سامنا کرنا پڑے۔

ما يصنع العبد بغير التقى

والعز كل العذ للمتقى

تقویٰ پر ہیز گاری کے علاوہ بندہ کیا کرے گا، کیونکہ تمام عزت تو متقی کے لیے ہے

۶۔ آپ کے اشعار جب آپ کعبہ کے پردوں کو پکڑے ہوئے تھے

يا من يجيب دعا المضطربى الظلم

يا كاشف الضرر البلى مع السقم

اے وہ کہ جو مضطرب و مجبور کی دعا کا تارکیوں میں جواب دیتا ہے، اے وہ ضرر و بلا کو دور کرتا ہے، بیمار یوں

کے ساتھ

قد نام وفدك حول البيت قاطبه

وانت وحدك يا قيوم لم تنم

تیرے سب زائر تیرے گھر کے گرد سوئے ہوئے ہیں۔ لیکن تو اکیلا ہے اے خدائے قیوم! جو کبھی نہیں

سوتا۔

ادعوك رب دعاء قد امرت به

فارحم بكائى بحق البيت والحرم

پروردگار میں تجھ سے وہ دعا مانگتا ہوں جس کا تو نے حکم دیا ہے پس میرے گریہ پر رحم کر، بیت و حرم کے

صدقہ میں

ان كان عفوك لا يرجوه ذوسرف

من يهود على لعاصين بالنعمة (۹۸)

اور اسراف کرنے والے تیرے عفو و بخشش کی امید نہیں رکھتے تو کون ہے جو نافرمانوں پر نعمتوں کی بخشش کرتا ہے۔

۷۔ اپنے علم کے بارے میں آپؐ کے اشعار:

انی لا اکتف من علمی جواہرہ
کی لایری الحق ذوجہل فیفتنا
میں اپنے علم کے موتی و جواہر چھپائے رکھتا ہوں تاکہ کوئی جاہل حق کو نہ دیکھ لے اور ہمیں کمزور کر دے
وقد تقدم فی هذا ابو حسن
الی الحسین واوصی قبلہ الحسن
اس میں مجھ سے پہلے ابوالحسنؑ تھے جنہوں نے حسینؑ کو اور ان سے پہلے حسنؑ کو وصیت کی
فرب جوہر علم لو ابو ح بہ
لقل لی انت من یعد الوثنا
بہت سے علم کے جوہر ایسے ہیں کہ اگر میں انہیں ظاہر کروں تو مجھ سے کہا جائے کہ تم بتوں کو پوجنے والوں
میں سے ہو۔

ولا ستحل رجال مسلمون دمی
یرون اقبح ما یا تونہ حسنا (۹۹)
اور کئی مسلمان میرے خون کو حلال سمجھیں اور سب سے قبیح فعل جس کو وہ بجالاتے ہیں، اچھا سمجھیں۔
۸ آپؐ کے اشعار جن میں ظالم حکام کو مخاطب کیا۔

لکم ماتدعون بغیر حق
اذمیز الصراح من المراض
کتنی چیزیں ہیں تم جن کے بغیر کسی حق کے مدعی ہو، جس وقت کہ صحیح (تندرست) کو مریض سے تمیز دی جائے۔

عرفتم حقنا فجدتمونا
کما عرف السواد من البیاض
تم نے ہمارے حق کو پہنچانے کے باوجود اس کا انکار کیا، جس طرح سیاہ کو سفید سے پہچانا جاتا ہے
کتاب اللہ شاہدنا علیکم

وقاضيا الا له فنعم قاض (۱۰۰)

تمہارے خلاف اللہ کی کتاب ہماری شاہد و گواہ ہے اور خدائے منصف، بہترین قاضی و فیصلہ کرنے والا ہے
۹۔ موت کی یاد دہانی پر آپؐ کے اشعار:

فهم في بطون الارض بعد ظهورها محاسنهم نحو المنايا المقادر

ان کے گھران سے خالی ہو گئے ہیں، ان کے صحن ویران پڑے ہیں اور تقدیر انہیں موت کی طرف لے
گئی ہے۔

وخلوا عن الدنيا وما جمعوا لها وضمتم تحت التراب الخائر (۱۰۱)

دنیا اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے جمع کیا تھا اس سے جدا ہو گئے اور انہیں مٹی کے نیچے گڑھوں نے ایک
دوسرے سے ملا دیا ہے۔

۱۰۔ آپؐ کے اشعار تذکرہ دیا دہانی کے سلسلہ میں

فيا عامر الدنيا ويا ساعيا لها ويا آمنا من ان تدو والدوائر

اے دنیا کو آباد کرنے والے اور اس کے لیے سعی و کوشش کرنے والے، اور اسے وہ کہ جو اس سے مامون
ہے کہ گردشیں کریں۔

ولم تتزود للرحيل وقد دنا وانت على حال و شيك مسافر

تو نے اس کوچ کے لیے جو قریب ہے، زاد راہ تیار نہیں کیا جب کہ تو عنقریب سفر کرنے والا ہے

فيا لهف نفسي كم اسوف توبتي وعمرى فان والردى لي ناظر

ہائے افسوس میرے نفس پر کب تک میں اپنی توبہ کو تاخیر میں ڈالوں گا، حالانکہ میری عمر فنا ہونے والی ہے
اور موت و ہلاکت مجھے دیکھ رہی ہے۔

وكل الذي اسلفت في الصحف مثبت مجازي عليه عادل الحكم قادر (۱۰۲)

جو کچھ میں آگے بھیج چکا ہوں وہ نامہ ہائے اعمال میں ثبت کر دیا گیا ہے جن پر حکم میں عدالت کرنے والا صاحب قدرت جزا دے گا۔

آپؐ علماء و اکابرین کی نظر میں

امت اسلامی کا اپنے جدگانہ میلانات اور اختلافات مذہب و مسلک کے باوجود آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت، بلندی اخلاق، حسن سیرت، کثرت علم پر اجماع ہے۔ تمام امت اسلامی نے کسی شخص کی افضلیت پر اتفاق و اجماع نہیں کیا جیسے آئمہ علیہم السلام کے فضل و بزرگی کو تسلیم کیا ہے۔ بلا مبالغہ جمہور علماء غیر شیعہ نے جو کچھ ان کی عظمت پر لکھا ہے اس سے کہیں زیادہ ہے جو ان کے سوالوں اور شیعوں نے پیش کیا ہے ان کے غیر کے بالمقابل منصب خلافت و حکومت کے مستحق و اہل ہونے کے لیے یہی ایک دلیل کافی ہے۔ یہاں ہم امام علی ابن الحسین علیہما السلام کے بارے میں علماء عظماء بزرگوں کے منتخب کلمات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں: خدا کی قسم! اولاد انبیاء میں علیؑ ابن الحسینؑ ایسا نہیں دیکھا گیا مگر یوسف بن یعقوب علیہما السلام اور خدا کی قسم! علیؑ ابن الحسینؑ کی اولاد اور ذریت، یوسف بن یعقوبؑ کی ذریت سے افضل ہے ان ہی میں سے وہ ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔ (۱۰۳)

۲۔ ابو حازم کہتے ہیں: میں نے کوئی ہاشمی علیؑ ابن الحسینؑ سے افضل اور زیادہ فقیہ و عالم نہیں دیکھا۔ (۱۰۴)

۳۔ زہری کہتے ہیں: میں نے کوئی شخص امام زین العابدینؑ سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا (۱۰۵) جس وقت وہ امام زین العابدینؑ کو یاد کرتے رونے لگتے اور کہتے ہائے زین العابدینؑ کو یاد کرتے رونے لگتے اور کہتے ہائے زین العابدینؑ (۱۰۶)

۴۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں۔ میں نے کبھی بھی علیؑ ابن الحسینؑ جیسا شخص نہیں دیکھا اور میں نے آپؐ کو بھی کبھی نہیں دیکھا مگر یہ کہ وہ اپنے نفس پر ناراض ہوتے (کہ تو نے حق عبادت ادا نہیں کیا) (۱۰۷) میں نے کوئی علیؑ ابن الحسینؑ سے زیادہ صاحب درع نہیں دیکھا۔ (۱۰۸)

۵۔ آپؐ سے نافع بن جبیر نے عرض کیا۔ بے شک آپؐ سب لوگوں کے سید و سر دار اور سب سے افضل و برتر ہیں۔ (۱۰۹)

۶۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا جب کہ علیؑ ابن الحسینؑ ان کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے کہ کون سب سے زیادہ با شرف ہے؟ تو لوگوں نے کہا: ہرگز نہیں! بے شک سب لوگوں سے زیادہ با شرف یہ ابھی میرے پاس

سے اٹھ کر جانے والے ہیں۔ سب لوگ دوست رکھتے ہیں کہ اس میں سے ہوں مگر وہ دوست نہیں رکھتے کہ وہ کسی میں سے ہوں (۱۱۰)

نیز عمر نے کہا کہ دنیا کا چراغ اور اسلام کا جمال زین العابدینؑ ہیں (۱۱۱)

۷۔ عبد الملک بن مروان نے آپؑ سے عرض کیا: اللہ کی طرف سے حسنہ اور نیکی آپ کی طرف سبقت کر چکی آپؑ رسول اللہ کا ٹکڑا ہیں آپؑ کو وہ علم دین اور ورع و تقویٰ عطا ہوا ہے جو آپؑ سے پہلے آپؑ کی طرح کسی کو نہیں دیا گیا، مگر آپؑ کے اسلاف میں سے کہ جو گزر چکے ہیں۔ اس نے آپؑ کی بڑی تعریف و توصیف کی (۱۱۲)

۸۔ امام مالک فرماتے ہیں: انہیں کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدینؑ کا لقب دیا گیا۔ (۱۱۳)

۹۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں۔ میں نے زین العابدینؑ سے افضل اور زیادہ فقیہ کوئی ہاشمی نہیں دیکھا۔ (۱۱۴)

۱۰۔ علامہ محمد بن طلحہ شافعی کہتے ہیں۔ یہ زین العابدینؑ زاہدین کے مقتداء متقیوں کے آقا اور مومنین کے امام ہیں۔ ان کی نشانی ان کے لیے گواہی دیتی ہے کہ وہ رسول اللہ کی اولاد ہیں۔ ان کا نام اللہ کے یہاں ان کے قریب مقام کو ثابت کرتا ہے۔ ان کے ثنات (گھٹے) ان کی کثرت نماز اور ادائے تہجد کا دودھ پی کر پروان چھڑے ہیں۔ ان کے یہاں تائید الہی کے انوار چمکے ہیں جس سے انہوں نے ہدایت حاصل کی ہے عبادت کے اور ادنیٰ الفت کی تو وہ اس کی صحبت سے مانوس ہوئے کیے بعد دیگرے اطاعت کے وظائف و ذمہ داریاں ان کے پاس آئی ہیں تو وہ زیور اطاعت سے آراستہ ہوئے۔ انہوں نے آخرت کی راہ طے کرنے کے لیے رات کو سواری بنایا ہے۔ دو پہروں کو پیسا رکھا ہے بطور دلیل رہبر کے جس سے مسافرت کے صحراؤں میں رشد و ہدایت حاصل کی ہے اور آپؑ کیلئے ایسے خارق عادات امور ہیں جنہیں دیدنیا نے دیکھا ہے۔ جو میراث میں ملنے والے آثار ثابت ہیں اور جو اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ آخرت کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہیں۔ (۱۱۵)

۱۱۔ علامہ شمس الدین یوسف بن قزاعلی الحنفی، سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ وہ آئمہ کے باپ ہیں۔ ان کی کنیت ابوالحسنؑ اور لقب زین العابدینؑ ہے اور رسول اللہ نے ان کا نام سید العابدینؑ رکھا ہے جیسا کہ ہم ان کے بیٹے محمد علیہ السلام کی سیرت میں بیان کریں گے سجاد و ثنات (گھٹوں والا) زکی اور امین بھی ان کے لقب ہیں (ثنات اونٹ کے ان اعضاء کو کہتے ہیں جو اسے بٹھانے کے وقت زمین پر لگتے ہیں اور وہ سخت ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دونوں گھٹنے وغیرہ) ثنات کا واحد ثنفہ ہے) آپؑ کے سجدوں کے طول نے آپؑ کے گھٹوں میں اثر کیا تھا۔ (۱۱۶)

۱۲۔ شمس الدین محمد بن طولون اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ان میں سے چوتھے علیؑ (خدا ان سے

خوشنود ہوا) ہیں اور وہ ابو الحسن علی بن الحسین ابن ابی طالب جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں اور ایک نام علی اصغر بھی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ تابعین کے سادات آقاؤں میں ہیں۔ زہری نے کہا ہے کہ میں نے کوئی قریشی ان سے بہتر نہیں دیکھا۔ زین العابدین کو ابن الخیر تین کہا جاتا تھا کیونکہ آنحضرت کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک بندوں میں دو بہترین خاندان ہیں عربوں سے قریش اور عجم میں سے فارس۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ زین العابدین کے فضائل و مناقب شمار و احصاء سے زیادہ ہیں۔ آپ کی ولادت ۳۸ھ میں ہوئی (۱۱۷)

۱۳۔ وزیر علی بن عیسیٰ اربلی کہتے ہیں کہ وہ جناب امام ربانی اور ہیکل روحانی، بدل الابدال زاہد الزاہد، قطب الاقطاب، عابد العباد، نور مشکوٰۃ رسالت نقطہ دائرہ امامت اور ابن الخیر تین ہیں۔ دل کا قرار اور آنکھوں کی ٹھنڈک علی بن الحسین ہیں۔ تم کیا جانو کہ علی بن الحسین کیا ہیں۔ خوف خدا سے بہت آہیں بھرنے والے اللہ کی طرف زیادہ رجوع کرنے والے، سنت و کتاب کے عامل درست و صحیح بات کرنے والے محراب عبادت کی زینت اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دینے والے معارف کے درجات میں بلند ہونے والے پس ان کا آج کا دن کل سے بلند و بہتر ہے۔ وہ اپنے معارف میں منفرد ہیں کہ جو تمام خلایق سے اپنے قدیم و حدیث (پرانے اور نئے) میں افضل ہیں، شرف میں ان کی حکمرانی ہے اور وہ اس کی بلندیوں پر ہیں اور بلند قدر ہیں اپنے لباس اور اپنی طیب ولادت سے جو کچھ انہوں نے گھیر رکھا ہے۔

اس سے دوسروں کو عاجز کر دیا ہے۔ کریم الاصل ہیں، روشن و واضح بنیاد والے، اور پاکیزہ اصل والے۔ ان کی تعریف سے توصیف کرنے والے کی زبان عاجز ہے، اپنی تنہائیوں میں مناجات کے ساتھ منفرد ہیں۔ پس ملائکہ تعجب کرتے ہیں ان کے مواقف سے۔ پروردگار کے خوف نے ان کے آنسو بہائے ہیں۔ الخ (۱۱۸)

۱۴۔ علامہ علی ابن محمد مالکی جو صباغ کے لقب سے مشہور ہیں کہتے ہیں: ان کے مناقب پر نظر ڈالیے تو وہ بہت ہیں ان کے امتیازات اور اوصاف مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب وضو کرتے تو ان کا رنگ بدل جاتا۔ عرض کیا گیا اس کا کیا سبب ہے۔ آپ فرماتے: کیا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں: (۱۱۹)

ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد ابی بکر بن خلکان نے کہا ہے ابو الحسن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب (خدا ان سب سے خوشنود ہوا) جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں علی اصغر کہا جاتا ہے اور امام حسین کی نسل نہیں چلی مگر ان ہی زین العابدین کی اولاد سے آپ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں اور تابعین کے سادات میں سے ہیں۔

زہری نے کہا ہے کہ میں نے کوئی قرشی ان سے افضل نہیں دیکھا اور یہ بھی کہا ہے کہ زین العابدین کو ابن

الخیرتین“ کہا جاتا ہے کیونکہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اپنے بندوں سے اللہ کو دو خاندان پسند ہیں عرب میں سے قریش اور عجم میں سے فارس انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ امام زین العابدینؑ کے فضائل و مناقب اس سے زیادہ ہیں کہ شمار کیے جائیں۔ (۱۲۰)

۱۶۔ واعدی کہتے ہیں کہ آنجناب سب لوگوں سے زیادہ اللہ کے زیادہ صاحب ورع زیادہ عابد اور زیادہ متقی تھے۔ آپؐ چلتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو نہیں ہلاتے تھے۔ (۱۲۱)

علامہ محمد بن حبان بستی کہتے ہیں علیؑ بن الحسینؑ بن ابی طالب ابو الحسن فقہائے اہل بیت فاضل بن یہاشم اور مدینہ کے زیادہ عبادت گزار اضرار میں سے ہیں۔ (۱۲۳)

۱۸۔ علامہ ابن حرج کہتے ہیں کہ علیؑ ابن الحسن ابن علی بن ابی طالب زین العابدین قالب وثوق ثابت عابد فقہ اور مشہور فاضل ہیں۔ (۱۲۳)

۱۹۔ استاد عبدالعزیز سید الاہل نے کہا ہے کہ زین العابدینؑ بن علیؑ بن الحسینؑ، سجادؑ اس کے محتاج نہیں ہیں کہ میں لوگوں سے ان کا تعارف کرواؤ یا جس قدر ان کی پہچان اور معرفت مجھے حاصل ہے وہ میں ان کے جانتے پہچانتے والوں کے شانے پیش کروں، لیکن وہ شخص جسے ضرورت ہو کہ اس کی تمہید و بزرگی حاصل ہو اور اسے بلندی و فوقیت ملے، وہ میرا فلم، دفتر اور سیاہی ہے، اس لحاظ سے کہ ان آلات کے ذریعہ عظیم بطل جلیل کی سیرت کو نظم میں لے آؤں۔

بعض اوقات ہمارا زمانہ اتراتا ہے اور اپنی موج میں موجزن ہے۔ اگر کسی چیز کو حق پہچتا ہے کہ وہ فخر و مباہات کرے تو اس قلم کو یہ حق پہچتا ہے جو علیؑ ابن الحسینؑ کی سیرت کو نظم کر رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور سیاہی اور دوسرے قلموں پر فخر و مباہات کرے تو اس قلم کو یہ حق پہچتا ہے جو علیؑ ابن الحسینؑ کی سیرت کو نظم کر رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور سیاہی اور دوسرے قلموں پر فخر کرے (۱۲۴)

۲۰۔ استاد احمد فہمی محمد جو شرعی وکیل ہیں، شہر جنیرہ میں، وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ آپؐ اپنے زمانے والوں میں سب سے زیادہ علم و فضل، زیادہ باورع، زیادہ فقیہ، زیادہ عبادت گزار، زیادہ کرم و محترم، زیادہ حلیم و بردبار، زیادہ فصیح زبان، زیادہ کریم الاحسان تھے۔ فقراء پر عطوف و مہربان تھے۔ ضعیفوں، ناداروں اور کمزور لوگوں کی مدد و اعانت فرماتے تھے اور ساتھ ہی نفوس میں ہیبت و دبدبہ اور دلوں میں عظمت و جلالت رکھتے تھے۔ الخ (۱۲۵)

فرزدق کا قصیدہ

کتاب حلیہ، اغانی اور دوسری کتب میں ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے حج کیا اور لوگوں کے ہجوم کی وجہ

سے حجر اسود کو بوسہ نہ دے سکا۔ پس اس کے لیے ایک منبر نصب کیا گیا اور وہ اس پر بیٹھا تھا۔ اور اہل شام نے اسے گھیر رکھا تھا کہ اچانک علی بن الحسین علیہما السلام تشریف لائے۔ آپؑ نے ایک لنگ باندھی ہوئی تھی اور اوپر ایک ردا ڈال رکھی تھی۔ آپؑ کا چہرہ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت، روشن اور پاکیزہ خوشبو تھا۔ آپؑ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا، گویا بکری کا گھٹنا تھا۔ پس آپؑ نے طواف کرنا شروع کیا۔ جب آپؑ حجر اسود کے قریب پہنچے تو لوگ آپؑ کی ہیبت سے چھٹ گئے اور آپؑ نے حجر اسود کا بوسہ لیا۔

ایک شامی نے ہشام سے کہا کہ اے امیر المومنین یہ کون ہے؟ ہشام نے کہا کہ میں اسے نہیں جانتا تا کہ اہل شام آپؑ کی طرف راغب نہ ہوں فرزدق جو اس وقت وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا: لیکن میں اسے پہچانتا ہوں۔ شامی نے کہا اے ابوفراس یہ کون ہیں؟ فرزدق نے اس وقت ایک قصیدہ انشاکیا۔ جس کا کچھ حصہ اغانی، حلیہ اور حماسہ میں ہے اور پورا قصیدہ یہ ہے۔

یاسائی ابن حل الجود والکرم

عندی بیان اذا طلابہ قدموا

اے مجھ سے سوال کرنے والے کہ جود و کرم کہاں اتر اہوا ہے، میرے پاس اس کا بیان ہے جب اس کے طلب گار آگے بڑھیں۔

هذا الذی تعرف البطحاء وطاته

والبیت يعرفه والحل والحرم

یہ وہ ہے کہ بطحا کی وادیاں جس کو جانتی ہیں، خدا کا گھر اور حل و حرم اس کو پہنچاتے ہیں۔

هذا ابن خیر عباد اللہ کهم

هذا التقی النقی الطاهر العلم

یہ تمام اللہ کے بندوں میں بہترین کافرزند ہے۔ یہ پاک و صاف و پاکیزہ اور بلند مقام ہے۔

هذا الذی احمد المختار والده

صلی علیہ الاهی ماجری القلم

یہ وہ ہے کہ احمد مختار جس کے نانا ہیں جن پر خدا نے درود بھیجا ہے، جب سے قلم جاری ہوا۔

لویعلم الرکن من قد جاء یلثم

لخر یلثم منه ماوطی القدم

اگر رکن کو علم ہو جائے کہ کون اس کا بوسہ لینے آیا ہے تو وہ گر کر اس خاک کے بوسے لے جس پر ان کے قدم

آتے ہیں۔

هذا على رسول الله والده

امست بنور هداة تهتدى الامم

یہ علی بن الحسینؑ ہیں، جو رسول اللہ کی اولاد ہیں، جن کے نور ہدایت سے ساری امتیں ہدایت حاصل کرتی ہیں۔

هذا الذى عمه الطيار جعفر

والمقتول حمزة ليس حبه قسم

یہ وہ ہیں جن کا چچا جعفر طیار ہے اور شہید ہونے والا حمزہ شیر ہے، جس کی محبت کی قسم۔

هذا بن سيدة النسوان فاطمه

وان الوصى الذى فى سفه نغم

یہ سب عورتوں کی سردار فاطمہؑ کا بیٹا ہے اور اس وصی کا بیٹا ہے جس کی تلوار عذاب خدا ہے۔

اذا راته قریش قال قائلها

الى مكارم هذا ينتهى الكرم

جب قریش اسے دیکھتے ہیں تو کہنے والے نے کہا ہے، اس کے مکارم اخلاق تک کرم کی انتہا ہے۔

يكاد يمسكه عرفان راحه

رکن الحطيم اذا ماجاء يستلم

قریب ہے کہ رکن حطیم ان کی ہتھیلی کو پہچان کر انہیں روک لے جب کہ اسے مس کرنے آئیں۔

وليس قولك من هذا بضائرة

العرب تعرف من انكرت والعجم

تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے ان کے لیے کوئی ضرر رساں نہیں جن کا تو نے انکار کیا ہے۔ اسے عرب و عجم جانتے ہیں۔

ينمى الى ذروه العزالتى قصر

عن نيلها عرب الاسلام والعجم

وہ عزت کی اس چوٹی (مقام) پر فائز ہیں جس کے حاصل کرنے سے عرب و عجم قاصر ہیں

يغضى حياء ويغضى من مهابة

فما يكلم الاحين يبستم

وہ تو شرم و حیا سے آنکھیں نیچی رکھتے ہیں لیکن ان کی ہیبت سے لوگوں کی نگاہیں نیچی رہتی ہیں۔ پس ان

سے کوئی بات نہیں کر سکتا مگر جب وہ تبسم فرماتے ہیں۔

ینجاء نور الدجی عن نور غرتہ
کالشمس ینجاء عن اشرفا قها الظلم
ان کی پیشانی کے نور سے تاریکی کا ابر چھٹ جاتا ہے جس طرح سورج کے چمکنے سے تاریکیاں
چھٹ جاتی ہیں۔

بکفہ خیزران ریمہ عقب
من کف اروع فی عرنینہ شم
اس کے ہاتھ میں خیزراں کی چھڑی ہے جس کی خوشبو مہکتی ہے، ایسی ہتھیلی سے کہ جو زیادہ اچھی معلوم ہوتی
ہے، اس کی بینی میں دوسری خوشبوؤں سے۔

ماقال لاقط الافی تشہدہ
لولا التشہد کانت لاء ہ نعم
رسول اللہ سے مشتق ہے ان کی شاخ جس کی جڑیں پاکیزہ ہیں اور عادات و خصائل
جمال ائقال اقوام اذا فدحوا
حلوا الشمائل تحلو عندہ نعم
انہوں نے کبھی بھی ”لا“ (نہیں) نہیں کہا مگر تشہد میں۔ اگر تشہد نہ ہوتی تو ان کی لا بھی
”نعم“ (ہاں) ہوتی۔

مشتقہ من رسول اللہ نبعتہ
طابت عناصرہ والخیم والشم
رسول اللہ سے مشتق ہے ان کی شاخ جس کی جڑیں پاکیزہ ہیں اور عادات و خصائل
جمال ائقال اقوام اذا فدحوا
حلوا الشمائل تحلو عندہ نعم
قوموں کے بوجھ اٹھانے والے ہیں، جب وہ مصیبت میں پھنس جائیں شریں شامل ہیں ان کے پاس
نعمتیں خوشگوار ہوتی ہیں۔

ان قال قال بما یہو جمیعہم

وان تکلم یوما زانہ الکلم

اگر کوئی بات کرے تو ایسی بات کرے گا کہ سب کو گرویدہ بنا لے گا اور اگر کسی دن گفتگو کریں تو کلمات اسے زینت دیتے ہیں۔

هذا بن فاطمه ان كنت جاهله

بجدہ انبیاء اللہ قد ختموا

اگر تو اس سے جاہل ہے تو جان لے کہ وہ فاطمہؓ زہرا کا بیٹا ہے اور اس کے جد پر انبیاء کا اختتام ہوا ہے۔

اللہ فضله قدما وشرفه

جری بذاک له فی لوحہ القلم

اللہ نے اسے قدیم زمانے سے فضیلت بخشی اور شرف دیا اور اسی کے ساتھ اس کی لوح میں قلم جاری ہوا ہے۔

من جدہ دان فضل الانبیاء له

وفضل امتہ دانت لها الامم

ان کے جد وہ ہیں کہ تمام انبیاء کی فضیلتیں ان سے کم ہیں اور امت کی فضیلت کے مقابلہ میں تمام امتیں پست ہیں۔

عم البریہ بالاحسان وانقشعت

عنہا العباہ والا ملاق والظلم

ان کا احسان تمام مخلوق پر عام ہے اور ان کی وجہ سے اندھا پن فقر و فاقہ اور تاریکیاں دور ہو گئے ہیں۔

کلنا یدیہ غیاث عم نفعہما

یستو کفان ولا یعروہما عدم

ان کے دونوں ہاتھ بادل ہیں جن کا نفع سب کے لیے ہے، وہ مسلسل برستے رہیں اور ان کے لیے رکنہ نہیں ہے۔

سہل الخلیقہ لا تخشی بواذرہ

یزینہ خصلتان: الحلم والکرم

وہ نرم خو ہیں۔ ان کی جلد بازیوں کا خوف نہیں ہے۔ انہیں دو چیزیں ایک حلم اور دوسرا کرم زینت دیتی ہیں۔

لا ینخلف الوعد میبونا نقیبہ

رحب الفناء اریب حین یعترم

یہ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ مبارک ہے ان کی ذات وہ مہمان نواز اور صاحب عقل و خرد ہیں۔

من معشر حبہم دین و بعضہم

کفر و قربہم منجا و معتصم

وہ ایسے گروہ میں سے ہیں جن کی محبت دین ہے اور جن کا بغض کفر ہے، جن کا قرب نجات و حفاظت

کا ذریعہ ہے۔

یستدفع السوء والبلوی بجمہ

ویستزاد بہ الاحسان والنعم

برائی اور مصیبت ان کی محبت کی وجہ سے دفع کی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے احسان و نعمتوں میں اضافہ

طلب کیا جاتا ہے۔

مقدم بعد ذکر اللہ ذکر ہم

او قیل من خیر اهل الارض قیل ہم

اگر متقیوں کو گنا جائے تو یہ ان کے آئمہ ہیں، یا پوچھا جائے کہ اہل زمین سے بہترین کون ہے، تو کہا جائے

گا۔ کہ یہی ہیں۔

لا یتطیع جواد بعد غایتہم

ولا یدانیہم قوم وان کر موا

ان کی انتہا کے بعد کوئی سخی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی کوئی قوم ان کے نزدیک پھٹک سکتی ہے اگرچہ

وہ کریم ہو۔

ہم الغیوث اذا ما ازمہ ازمہ

والاسد اسد الشری والباس محتدم

اگر لوگ قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوں تو یہ ابر بارہاں ہیں اور اگر جنگ کی آگ بھڑک اٹھے تو بیشہ

کے شیر ہیں۔

یا بی لہم ان یجل الزم ساحتہم

خیم کریم و اید بالندی صم

مذمت ان کی ڈیوڑھی کے قریب آنے سے انکار کرتی ہے۔ کریم عادات ہیں اور ایسے ہاتھ ہیں جو سخاوت سے نہیں رکتے

لا یقبض العسر بسطا من اکفهم

سیان ذالك ان اثروا وان عدموا

تنگ دستی ان کی ہتھیلیوں کو کھولے رہنے سے بند نہیں کر سکتی، ان کے لیے برابر ہے کہ ان کے پاس دولت و ثروت ہو یا نہ ہو۔

ای القبائل لیست فی رقابهم

لا ولیہ هذا اولیہ نعم

کون سا ایسا قبیلہ ہے جن کی گردنوں پر خود ان کے یا ان کے آباؤ اجداد کے احسان نہ ہوں۔

من یعرف الله یعرف اولیہ ذا

فالدین من بیت هذا ناله الامم

جو اللہ کو پہچانتا ہے وہ ان کی اولیت کو بھی پہچانتا ہے۔ ان کے گھر سے ہی تمام امتوں کو دین حاصل ہوا ہے۔

بیوتهم فی قریش یستضاء بها

فی النائبات و عند الحكم ان حکموا

ان کے گھر قریش میں ایسے ہیں کہ مصائب و آلام میں ان سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اگر یہ حکم کریں تو حق و باطل کے فیصلہ کے وقت بھی۔

فجدہ من قریش فی ارومتها

محمد و علی بعدہ علم

پس ان کے جد امجد قریش کی اصل اور جڑ ہیں، محمدؐ ہیں اور ان کے بعد بلند مقام علیؑ ہیں۔

بدرله شاهد والشعب من احد

والخندقان ویوم الفتح قد علموا

جنگ بدر اور احد کی گھاٹیاں اور خندق جن کی گواہ ہیں اور فتح مکہ کو سب جانتے ہیں۔

وخیر و حنین یشہدان له

وفی قریضہ یوم صیلم قتم

اور خیر و خین بھی ان کے کارناموں کی گواہی دیتے ہیں جنہوں نے سخت غبار جنگ کے فرض کو پورا کیا ہے۔

مواطن علمت فی کل نائبه

علی الصاحبہ لم اکتہم کہا کتہوا

یہ ایسے مقامات ہیں جو صحابہ کی ہر ہر مصیبت کے نازل ہونے کے موقع پر معلوم ہیں کہ جنہیں میں نہیں چھپا سکتا جس طرح کہ انہوں نے چھپایا ہے۔

ہشام آگ بگولہ ہو گیا، فرزدق کا وظیفہ بند کر دیا اور کہا کہ ایسے اشعار تو نے ہمارے لیے کیوں نہیں کہے۔ پس ہشام نے عسفان کے مقام پر جو مکہ و مدینہ کے درمیان ہے، فرزدق کو قید کر دیا۔

یہ خبر امام علی ابن الحسینؑ کو پہنچی تو آپؑ نے بارہ ہزار درہم بھیجے اور فرمایا اے ابو فراس! ہمیں معذور سمجھیں۔ ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتے تو ہم وہ بطور صلہ تمہیں دیتے۔ فرزدق نے وہ رقم واپس کر دی اور کہلا بھیجا۔ اے فرزندہ رسول اللہ! میں نے نہیں کہا جو کچھ کہا ہے مگر خدا اور اس کے رسولؐ کے لیے غضب ناک ہوتے ہوئے میں اس پر کوئی صلہ اور مال دنیا نہیں چاہتا تھا۔ آپؑ نے دوبارہ اس کے پاس یہ کہلا کر درہم بھیجے کہ تمہیں میرے حق کی قسم ان کو ضرور قبول کرو۔ پس خدا نے تیرا مقام دیکھ لیا ہے اور تیری نیت جان لی ہے۔ فرزدق نے وہ رقم قبول کر لی اور فرزدق نے قید میں رہتے ہوئے ہشام کو ہجو لکھی جس میں سے دو شعر یہ ہیں۔

ایجسنی بین المدینہ والتی

الیہا قلوب الناس یہوی منیبہا

بقلب راسا لم یکن راس سید

وعینا له حواء باد عیوبہا

کیا مجھے اس مدینہ اور مکہ کے درمیان قید کرتا ہے جس کی طرف لوگوں کے دل جھکتے ہیں۔ اور وہ کہ جو انہیں پھیرنا چاہتا ہے وہ پھیرتا ہے۔ ایسے سر کو جو ایک آقا و سردار کا سر ہے۔ اور اس کی بھینگی آنکھ ہے، جس کا بھینگا پن ظاہر ہے۔

باب ۵

امام محمد باقر علیہ السلام

مختصر تعارف

آپؑ کے دادا: امام حسینؑ سید الشہداء ہیں۔

آپؑ کے والد: امام علیؑ بن الحسینؑ ہیں۔

آپؑ کی والدہ: فاطمہ بنت امام حسن علیہ السلام ہیں جن کی کنیت ”ام عبد اللہ“ ہے۔ آپؑ ایسے ہاشمی ہیں جو ماں باپ سے پیدا ہوئے، ایسے علوی ہیں جو علوی ماں باپ سے پیدا ہوئے، اور آپؑ پہلے وہ فرد ہیں جنہیں امام حسن و امام حسین علیہما السلام کی اولاد ہونے کا شرف ہے۔

آپؑ یکم رجب ۵۷ھ بروز جمعہ یا بروز پیر پیدا ہوئے۔ (۱)

آپؑ رسول اللہؐ سے مشابہت رکھتے تھے۔ اسی بنا پر آپؑ کوشبیہ کا لقب دیا گیا۔ آپؑ مرتفع قامت، باریک جلد، گنگھر یا لے بال والے اور گندم گوں تھے۔ جسم پر خال تھے۔ پتلی کمر والے اور خوش آواز تھے۔ سر زمین کی طرف جھکائے رکھتے تھے۔ آپؑ اپنے دادا امام حسینؑ کے ساتھ چار سال رہے اور واقعہ کربلا میں موجود تھے۔

آپؑ کی کنیت: ابو جعفرؑ ہے۔

آپؑ کے القاب: باقر، الشاکر اللہ، ہادی، امین اور شبیہ تھے۔

آپؑ کی انگٹھی کا نقش: العزۃ جمیعاً للہ تھا۔

آپؑ کے بیٹے: امام جعفر صادقؑ، عبد اللہ، ابراہیم، عبید اللہ اور علی تھے۔

آپؑ کی بیٹیاں: زینب اور ام سلمہ تھیں۔

آپؑ کے شعراء کثیر غرہ، کمیت، الورد الاسدی (کمیت کے بھائی) اور سید حمیری تھے۔

آپؑ کا دربان: جابر جعفی تھا۔

آپؑ نے اپنے علم اور حدیث سے دنیا کو بھر دیا۔ جابر جعفی کہتے ہیں کہ مجھ سے آپؑ نے ستر ہزار احادیث بیان کیں اور محمد بن مسلم کا قول ہے کہ میں نے آپؑ سے تیس ہزار احادیث کا سوال کیا۔

آپؑ کے مولفات: کتاب تفسیر جسے ابن ندیم نے ذکر کیا ہے۔ ایک رسالہ ہے جو آپؑ نے سعد الخیر کو جو بنی امیہ سے تھا۔ بھیجا تھا۔

ایک اور رسالہ ”کتاب الہدایہ“ ہے جو آپؑ نے اسی سعد اموی کو بھیجا تھا۔ (۲)
 آپؑ نے عبدالملک بن مروان کو درہم و دینار کا سکہ بنانے کا مشورہ دیا اور اس کی کیفیت کی تعلیم دی۔
 آپؑ کے زمانہ (امامت) کے بادشاہ: ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک۔

آپؑ کی وفات: سات ذی الحجہ ۱۱۴ھ بروز دوشنبہ (پیر) ہوئی۔ اس وقت آپؑ کی عمر ستاون (۵۷) سال اور مدت امامت انیس (۱۹) سال تھی۔

آپؑ کی قبر: جنت البقیع میں اپنے والد امام زین العابدین اور بزرگ امام حسن سبط اکبر علیہما السلام کے ساتھ دفن ہوئے۔ آپؑ کی قبر کا انہدام آٹھ شوال ۱۳۴۲ھ و ہابیوں کے ہاتھوں دیگر قبور آئمہ علیہم السلام کے ساتھ ہوا۔

آپؑ کی نص خلافت

علاوہ علم، فضل، تقویٰ اور ورع کے، جن کی وجہ سے آئمہ اہل بیتؑ اپنے غیر سے ممتاز ہیں، ایک بڑی وجہ ان کے جد امجد رسول اعظمؐ سے ان پر نص بھی ہے۔ آپؑ کا انہیں ہدایت کے ستاروں، نجات کے نشان اور دین کے ارکان کے طور پر امت کے لیے امام نصب کرنا ہے۔ آئمہ علیہم السلام پر متواتر نص موجود ہے۔ یہاں تک کہ بعض اعلام نے اس سلسلہ میں مستقل کتب جمع کی ہیں (۳) علاوہ ان کے کتب حدیث، سیر، تراجم اور سوانح موجود ہیں۔
 لوگوں کے عذر منقطع کرنے اور حجت قائم کرنے کے لیے آئمہؑ میں سے ہر امام اپنے بعد ہونے والے امام پر نص کرتے تھے اور امام ابو جعفرؑ پر سلف سے نص کے تواتر کی وجہ سے جابر بن یزید جعفی جب آپؑ سے روایت کرتے تو کہتے، مجھ سے وصی الاوصیاء محمد بن علی بن الحسینؑ نے حدیث بیان کی ہے۔ (۴)

یہاں ہم بعض وہ نصوص بیان کرتے ہیں جو امام محمد باقرؑ کے بارے میں ان کے والد گرامی امام زین العابدینؑ کی جانب سے وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا: یاد رکھو یہ امام، آئمہ کے باپ ہیں علم کی کان ہیں اور علم کی گھتلیوں کو اس طرح کھولیں گے جیسا کھولنے اور واضح کرنے کا حق ہے۔ خدا کی قسم! یہ سب لوگوں کی نسبت رسول اللہؐ سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ (۵)

۲۔ زہری کہتے ہیں: میں علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپؑ مبتلاء مرض الموت

تھے۔ میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! اگر ہمارے لیے اس سے کوئی چارہ نہ رہا تو آپؐ کے بعد ہم کس سے رجوع کریں آپؐ نے محمد باقرؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اے ابو عبد اللہ! یہی میرا بیٹا وصی، میرا وارث اور میرے علم کا ظرف، حلم و بردباری کی کان اور باقر العلم ہے۔ میں نے عرض کیا: فرزند رسول اللہؐ! باقر العلم کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا عنقریب میرے شیعوں کے اشراف و بزرگ ان سے رجوع کریں گے اور یہ ان کے سامنے علم کو کھول کھول کر بیان کریں گے۔ الخ (۶)

۳۔ مسعودی کہتے ہیں: علیؑ ابن الحسینؑ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب کہ آپؐ کے خواص کی ایک جماعت بھی اس ظاہری وصیت میں حاضر تھی، اپنے بیٹے امام محمد باقرؑ کو طلب فرمایا، انہیں اپنا وصی بنایا اور اسم اعظم و موارث انبیاء ان کے سپرد فرمائے (۷)

آپؐ رسول اعظمؐ کی احادیث میں

وہ تمام احادیث جو اہل بیت علیہم السلام کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اگر ان سے سب کو جمع کیا جائے تو وہ احادیث کا ایک بڑا مجموعہ ہوگا۔ رسول پاکؐ اپنے اہل بیتؑ کو ہر مناسبت میں اور ہر فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مستحکم فرماتے تھے۔ کبھی ان کی طرف اشارہ کرتے کبھی ایک ایک کا نام لے کر اور کبھی ان میں سے بعض کو مخصوص کرتے تھے۔ یہ سب کچھ ان کے امرا مامت کے اہتمام اور ان کی شان کی تعظیم اور ان کی سلامتی پر تشریق کے لیے کرتے تھے۔ ہم ان صفحات میں بعض وہ احادیث پیش کرتے ہیں جو آنحضرتؐ سے امام محمد باقر علیہ السلام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ ابو زبیر محمد بن اسلام مکی سے روایت ہے کہ ہم جابرؓ بن عبد اللہ کے پاس موجود تھے کہ امام علیؑ بن الحسینؑ ان کے یہاں تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ان کے کم سن فرزند محمدؑ بھی تھے۔ امام علیؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا بیٹے! اپنے چچا کے سر کا بوسہ لو۔ پس محمدؑ قریب ہوئے اور جابر کے سر کا بوسہ لیا۔ جابر نے عرض کیا: یہ کون ہیں؟ (جابرؓ اس وقت نابینا ہو گئے تھے) تو حضرت علیؑ ابن الحسینؑ نے فرمایا میرے بیٹے محمدؑ ہیں پس جابرؓ نے انہیں سینہ سے لگا لیا اور کہا: اے محمدؑ! محمدؑ رسول اللہؐ نے آپؐ کو سلام کہا ہے۔ آپؐ نے جابرؓ سے فرمایا یہ کیسے ہوا! جابرؓ نے عرض کیا: میں رسول اللہؐ کے پاس تھا۔ حسینؑ ان کی گود میں تھے اور آپؐ ان سے کھیل رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے جابر! میرے اس حسینؑ بیٹے سے ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام علیؑ ہوگا۔ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا کہ سید العابدین علیؑ کو کھڑا ہو جانا چاہیے۔ پس علیؑ بن الحسینؑ کھڑے ہو جائیں گے۔ اس علیؑ کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جسے محمدؑ کہا جائے گا۔ اے جابرؓ! جب تم ان سے ملاقات کرو تو انہی میرا سلام کہاں اور جان لینا کہ اب تمہاری زندگی تھوڑی باقی ہے۔ اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد جابرؓ فوت ہو گئے۔ (۹)

۲۔ جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے فرمایا: بیشک تم زندہ ہو گے یہاں تک کہ تم میری اولاد میں سے ایک مرد کو دیکھو گے جو مجھ سے بہت مشابہت رکھتا ہوگا۔ اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ جب تم اس کو دیکھو گے تو تمہیں شاق نہیں گزرے گا۔ پس ان سے میرا سلام کہنا۔ (۱۰)

۳۔ رسول اللہؐ نے جابرؓ سے فرمایا: اے جابر! تم زندہ رہو گے، یہاں تک کہ نسل حسینؑ سے میرے ایک بیٹے سے ملاقات کرو گے جس کا نام محمدؐ ہوگا۔ وہ انبیاء کے علم کو منکشف اور کھول کھول کر بیان کریں گے جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو میری طرف سے انہیں سلام کہنا (۱۱)

۴۔ آنحضرتؐ نے جابرؓ سے فرمایا: اے جابر! قریب ہے تم اولاد حسینؑ سے ایک بچے سے ملاقات کرو جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ وہ علوم کو اس طرح واضح کرے گا اور کھولے گا جیسا کہ حق ہے شرح و بسط کا۔ پس جب تم ان سے ملاقات کرو تو میرا سلام کہنا۔

جابرؓ کہتے ہیں: خدا نے میری موت کو تاخیر میں ڈالا یہاں تک کہ میں نے محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا پس میں نے انہیں ان کے نانا رسول اللہؐ کا سلام پہنچایا۔ (۱۲)

آپؐ کی عبادت

آئمہؑ کی زندگی عبادت کی متصل کڑیاں ہیں۔ ساری کی ساری زندگی اللہ کی راہ میں اور اللہ کے لیے ہے کہ وہ نماز سے فارغ ہوتے دعا شروع کر دیتے، اور ورد ختم کرتے تو ذکر میں داخل ہو جاتے اور یہ مقام تعجب نہیں ہے بلکہ تعجب اس پر ہے کہ ان کی عبادت ان کی زندگی کے مختلف جنبوں میں سے ایک جنبہ ہے۔ وہاں ان کے قائم شدہ مدارس اور علمی محافل ہیں ایسے مدارس و محافل جن کے ذریعہ انہوں نے اسلام کو آگے بڑھایا، اس کی تعلیمات کی نشر و اشاعت کی۔ اس کے علاوہ ان کے اور جنبے بھی تھے امت کو صراطِ مستقیم پر متوجہ کرنے اور معاشرے کی اصلاح کرنے کے۔ یہاں ہم ان عبادات میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: میرے والد گرامی بہت زیادہ ذکر خدا کرتے تھے۔ میں آپؑ کے ساتھ چل رہا ہوتا، تو آپؑ ذکر خدا کرتے جاتے۔ آپؑ کے ساتھ کھانا کھاتا تو آپؑ ذکر جاری رکھتے۔ لوگوں سے ملاقات کے دوران بھی ذکر جاری رہتا۔ میں دیکھتا کہ آپؑ کی زبان تالو سے چمٹی ہوئی ہے۔ اور آپؑ ”لا الہ الا اللہ“ فرما رہے ہیں۔ آپؑ ہمیں اکٹھا کر لیتے اور ذکر کرنے کا حکم دیتے یہاں تک کہ سورج نکل آتا۔ ہم میں سے جو قرات کر سکتا۔ اسے قرات کا حکم دیتے اور جو قرات نہ کر سکتا اسے ذکر کا حکم دیتے۔ (۱۳)

۲۔ امام کا خادم فلحؑ کہتا ہے کہ میں محمد بن علیؑ کی ساتھ حج کے لیے روانہ ہوا۔ جب آپؑ مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور آپؑ کی نگاہ بیت اللہ پر پڑی تو آپؑ نے رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپؑ کی آواز بلند

ہوئی۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں! لوگ آپ کی طرف متوجہ ہیں۔ کاش آپ آواز دہمی کر لیتے۔ آپ نے فرمایا: وائے ہوائے فتح تجھ پر! میں کیوں گریہ نہ کروں ہو سکتا ہے کہ خدا میری طرف نظر رحمت فرمائے اور میں کل کامیاب ہو جاؤں۔

پھر آپ نے بیت اللہ کے گرد طواف کیا اور مقام ابراہیم پر نماز پڑھی۔ جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو آپ کے سجدہ کی جگہ آپ کے آنسوؤں سے تر تھی (۱۴)

۳۔ آپ کے فرزند حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ میرے بابارات کی تاریکی میں اپنے رب سے تضرع و زاری کے ساتھ دعا فرماتے۔ ”امرتی فلم اتمر و نہیتنی فانجز، فہانا عبدک بین یدیک والا اعتذر“ (تو نے مجھے حکم دیا تو میں نے اس کی پرواہ نہیں کی اور تو نے مجھے منع کیا تو میں اس سے باز نہ آیا۔ پس میں تیرا بندہ اب تیرے سامنے ہوں اور کوئی عذر پیش نہیں کر سکتا) (۱۵)

۴۔ آپ دن رات میں ڈیڑھ سو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (۱۶)

آپ کی سیرت کا ایک گوشہ

اگر مسلمان رسول اعظمؐ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی سیرت کو اپنی ذات پر منطبق کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے اپنائیں تو عظیم ترین راہ حق اور اخلاق کی ہری بھری کھیتی سے فیضیاب ہو سکیں، تمام امتوں کی سرداری حاصل کر سکیں۔ اس معمورہ دنیا کے اطراف میں اسلام کو پھیلا سکیں اور اپنے کو داخلی و خارجی عظیم مددگار ثابت کر سکیں۔ بنی نوع انسان صدیاں بیت جانے اور نسلیں گزر جانے کے باوجود اپنی راہوں کے قائدین اور متوجہ کرنے والے علماء و مفکرین کے ذریعہ ایسی واضح و روشن سرت سے روشناس نہیں ہوئے (۱۷) وہ وقت قریب ہے کہ مسلمان واپس لوٹیں، آئمہ کی سیرت پر متوجہ ہوں اور صراطِ مستقیم کے اس صاف و شفاف اور میٹھے چشمے سے سیراب ہوں ان صفحات میں امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام کی سیرت کے منتخب حصے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آپ جب کسی شخص کو موزی مرض میں مبتلا دیکھتے تو آہستہ سے اللہ سے پناہ مانگتے اور استعاذہ فرماتے (۱۸)

۲۔ محمد بن مفکر کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن علیؑ کو دیکھا تو میں نے چاہا کہ انہیں وعظ و نصیحت کروں لیکن انہوں نے مجھے وعظ و نصیحت کی۔ میرے ساتھی کہنے لگے کہ تم نے انہیں کس چیز میں وعظ کیا تھا۔

میں نے کہا میں گرمی کے وقت مدینہ سے باہر نکلا تو میری ملاقات محمد بن علیؑ سے ہوئی۔ وہ بھاری جسم کے شخص تھے۔ انہوں نے اپنے سیاہ غلاموں کا سہارا لیا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ قریش کے بزرگوں میں سیاہ بزرگ ہے۔ جو اس وقت اس حالت میں طلب دنیا میں لگا ہوا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اسے

ضرور وعظ و نصیحت کروں گا۔ پس میں قریب گیا اور سلام کیا انہوں نے پھولے ہوئے سانس سے جواب سلام دیا جبکہ وہ پسینہ میں شرابور تھے۔ میں نے کہا ”اصلحک اللہ“ اللہ آپ کی اصلاح کرے۔ آپ قریش کے بزرگ ہو کر اس وقت اس حالت میں طلب دنیا میں نکلے ہوئے ہیں۔ اگر آپ پر موت آ جائے اور آپ اس حالت میں ہوں آپ نے اپنے ہاتھ سے غلاموں کو ہٹایا۔ ان کا سہارا چھوڑا اور فرمایا: خدا کی قسم اگر مجھے اس حالت میں موت آ جائے جب کہ میں اللہ کی ایک اطاعت میں ہوں۔ میں اس کے ذریعہ اپنے آپ کو تجھ سے اور باقی لوگوں سے روکے ہوئے ہوں۔ مجھے موت کا خوف تو تب ہوتا کہ میں خدا کی کسی معصیت میں ہوتا۔ تو میں نے عرض کیا: آپ پر خدا کی رحمت ہو میں نے آپ کو وعظ کرنا چاہا لیکن آپ نے مجھے وعظ و نصیحت کیا۔ (۱۹)

۳۔ صدوقؑ نے کتاب ثواب الاعمال میں اپنی سند کے ساتھ ابو عبد اللہ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے والد اہل بیتؑ میں سے کم آمدنی اور زیادہ خرچ والے تھے۔ پھر بھی ہر جمعہ کو ایک دینار صدقہ دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جمعہ کے دن کا صدقہ کئی گنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ جمعہ کا دن دوسرے دنوں پر فضیلت رکھتا ہے (۲۰)

۴۔ اگر کبھی آپؑ ہنس دیتے تو بارگاہ الہی میں عرض کرتے: خداوند! مجھ پر ناراض نہ ہونا۔ (۲۱)

۵۔ کچھ لوگ ابو جعفرؑ کی خدمت میں آئے جس وقت آپؑ کا بچہ بیمار تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ آپؑ اس کے اہتمام اور غم میں مصروف ہیں اور آپؑ کو قرار نہیں ہے۔ انہوں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر اس بچہ کو کچھ ہو گیا تو ہمیں ڈر ہے کہ ہم آپؑ کو اس حالت میں دیکھیں جو ہمیں برداشت نہ ہو۔ تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے چیخ و پکار کی آواز سنی۔ اچانک آپؑ گھر سے نکل کر کشادہ رو اس حالت میں ان کی طرف آئے جو پہلی حالت سے مختلف تھی۔ انہوں نے عرض کیا: ہم آپؑ پر قربان جائیں، ہمیں خوف تھا کہ اگر کچھ واقع ہو گیا تو جس حالت میں آپؑ کو دیکھ رہے تھے تو وہ کچھ دیکھیں جو ہمیں غم زدہ کر دے آپؑ نے فرمایا: ہم دوست رکھتے ہیں کہ جن سے ہمیں محبت ہے ان کے سلسلہ میں عافیت میں رہیں۔ لیکن جب امر خدا آ جائے تو ہم اس کی پسند کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتے ہیں۔ (۲۲)

ابو عبد اللہؑ فرماتے ہیں کہ ابو جعفرؑ نے اپنی موت کے وقت جو بڑے غلام تھے، انہیں آزاد کر دیا اور جو اچھے تھے انہیں رہنے دیا میں نے عرض کیا: بابا جان! آپؑ انہیں آزاد کر رہے ہیں اور انہیں چھوڑ رہے ہیں فرمایا: انہوں نے مجھ سے تکلیف و ضرب اٹھائی ہے۔ لہذا یہ اس کا بدلہ ہے۔ (۲۳)

۷۔ آپؑ کے گھر سے نہیں سنا گیا کہ اے سائل خدا تجھے برکت دے اور نہ ہی یہ سنا کہ اے سائل یہ لے لے۔ بلکہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ انہیں اچھے اچھے ناموں کے ساتھ پکارو۔ (۲۴)

آپ کا احسان و کرم

کرم و احسان میں امرا ہم یہ نہیں ہے کہ زیادہ رقم دی جائے بلکہ اہم یہ ہے کہ اس عطا کے ساتھ ایمان و تقویٰ اور بہترین اخلاق ہوں سوال کرنے والے کی عزت محفوظ رہے، جیسا کہ مال دینے والے کی اپنی ضرورت جتنی زیادہ ہو اتنا ہی زیادہ عطیہ و بخشش فضیلت رکھتے ہیں۔

تمام مفسرین کا اجماع ہے۔ کہ بعض آیات امیر المومنین کی شان میں نازل ہوئیں۔ تھوڑے سے صدقہ کے زیر اثر آپ کی شان میں خدا کا یہ ارشاد نازل ہوا۔ ”والذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سر أوعلا نیہ فلہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یخزنون“ (وہ لوگ جو اپنے مال رات اور دن میں چھپا کر اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں، ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس اجر ہے۔ ان کے لیے خوف ہے اور نہ وہ محزون ہوں گے) اس کے بعد آپ نے چار درہموں کا صدقہ دیا جن کے علاوہ آپ کی ملکیت میں کچھ اور نہ تھا۔ ایک درہم کارات کو صدقہ دیا ایک درہم دن کو ایک چھپا کر اور ایک علی الاعلان۔ آپ ہی بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ یقیمون الزکوٰۃ وہم راکعون۔“

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ نے اپنی انگوٹھی اس سائل کو صدقہ میں دی جس نے مسجد نبوی میں سوال کیا تھا اور اسے کسی نے کچھ نہ دیا تھا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے سائل کی طرف اشارہ کیا اس کی طرف انگلی بڑھائی تو اس نے انگوٹھی لے لی۔ سورہ ہل اتی اہل بیت کے بارے میں نازل ہوئی بعد اس کے کہ انہوں نے جو کی روٹیاں یتیم و مسکین واسیر کو صدقہ میں دیں۔

در اصل عطیہ، ہبہ اور صدقہ میں مقدار سے پہلے کیفیت ملحوظ ہوتی ہے اور وہ چیز خلوص اور مولائے کریم کے تقرب میں اسے گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ پس آئمہ اہل بیت صدقہ، ہبہ اور عطیات میں اس نازل راہ پر چلتے تھے، ان ہی صدقات و عطیات کے ذریعے قرب خداوندی کو حاصل کر کے طویل صدیوں اور یکے بعد دیگرے آنے والے قرون کو عبور کر کے شہرت دوام حاصل کر لی۔

ہم بعض وہ امور ذکر کرتے ہیں جو امام ابو جعفر علیہ السلام کے کرم و احسان میں وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ سلمیٰ ابو جعفر کی کنیز کہتی ہیں کہ آپ کی خدمت میں آپ کے اصحاب آیا کرتے تھے۔ وہ اس وقت تک نہیں جاتے تھے جب تک آپ انہیں عمدہ کھانا نہ کھلاتے، بہترین لباس نہ پہناتے اور انہیں دینار ہبہ نہ کرتے تھے۔

میں آپ سے اس سلسلہ میں کچھ کہتی تاکہ آپ ان میں کچھ کمی کریں تو آپ فرماتے: اے سلمہ! دنیا میں

- کوئی اچھائی اور خوبی نہیں ہے سوائے بھائیوں سے صلہ رحمی کرنے نیک اور اچھے کام کرنے کے۔ (۲۵)
- ۲۔ عمرو بن دینار اور عبد اللہ بن عبید بن عمیر سے روایت ہے وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم نے بھی کبھی ابو جعفر محمد بن علی سے ملاقات نہیں کی، مگر یہ کہ آپ ہمارے لیے صلہ کے طور پر کچھ نقدی و کپڑے اٹھالاتے اور فرماتے کہ یہ تمہارے لیے تیار کئے گئے تھے اس سے پہلے کہ تم مجھ سے ملنے آتے۔ (۲۶)
- ۳۔ اسود بن کثیر کہتے ہیں میں نے ابو جعفر کی خدمت میں اپنی ایک حاجت اور بھائیوں کی جفا و زیادتی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا برا ہے وہ بھائی جو تو نگری کی حالت میں تو تیری رعایت کرے۔ مگر تنگ دستی و فقر کی حالت میں تجھے چھوڑ دے۔ پھر آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا۔ وہ ایک تھیلی نکال کر لایا جس میں سات سو درہم تھے۔ آپ نے فرمایا: اس کو خرچ کر و جب ختم ہو جائے تو مجھے بتانا۔ (۲۸)
- ۴۔ سلیمان بن قمر سے روایت ہے کہ ابو جعفر ہمیں پانچ چھ سو درہم سے لے کر ایک ہزار درہم تک جائزہ دیا کرتے تھے اور آپ اپنے بھائیوں، آنے والوں، امید رکھنے والوں اور آرزو مندوں کو صلہ و بخشش کرنے سے ملول نہیں ہوتے تھے۔ (۲۸)
- ۵۔ ابو عبد اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: میں ایک دن والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ جناب مدینہ کے فقراء میں آٹھ ہزار دینار بطور صدقہ تقسیم فرما رہے تھے۔ آپ نے ایک خاندان کے غلام آزاد کئے جن کی تعداد گیارہ تھی۔ (۲۹)

آپ کا مدرسہ

معاویہ نے ایک مضبوط حکومت قائم کر لی تھی جس سے پورے جزیرہ عرب کو گھیر لیا تھا اور جو کئی قریبی علاقوں تک بڑھ گئی تھی۔ بزرگ صحابیوں اور تابعین مثلاً امام حسنؑ، سبط اکبر، عمرو بن حمق خزاعی، حجر بن عدی کنذی اور اس کے ساتھیوں اور دوسرے بہت سے مسلمانوں کے خون سے اس کی آبیاری کی تھی۔ اور یہ گمان کر لیا تھا کہ بنی امیہ کی حکومت ابد الابد تک باقی رہے گی۔

لیکن امام حسینؑ کی شہادت کے بعد سے اس میں دراڑیں پڑنے لگیں اور اسے عبد الملک بن مروان کی ہوشیاری اور طاغی و سرکش حجاج بن یوسف کی گرفت کوئی نفع نہ پہنچا سکی۔

جس وقت سے ایران میں بنی عباس کی دعوت شروع ہوئی ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں بنی امیہ کی حکومت رو بہ زوال ہو گئی اپنا مدرسہ کھولنے کے لیے امام ابو جعفرؑ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا تا کہ اس سے کئی سوعلاء نکل سکیں۔

اور یہ کام اس کے مطاب تھا جس کی رسول اعظمؐ نے جابر بن عبد اللہ انصاری کو خبر دی تھی کہ اے جابر! تم

حسین علیہ السلام کی اولاد میں ایک بچہ سے ملو گے جو میرا ہم نام ہوگا اور علم کے خزانوں کو ایسے کھولے گا جیسا کہ کھولنے کا حق ہے، یعنی اسے واضح و ظاہر کرے گا۔ جب تم اسے دیکھو تو اسے میرا سلام کہنا۔

چنانچہ ابو جعفرؑ نے علم کی گھتیاں کو کھولا اور اسے ظاہر کیا۔ یہاں تک کہ دنیا آپؑ کے علم سے فیض یاب و معمور ہو گئی۔ آپ سے اتنے علم نقل ہوئے جتنے آپ کے علاوہ کسی دوسرے سے نہیں ہوئے۔

جابر جعفی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو جعفرؑ نے ستر ہزار احادیث بیان کیں۔ (۳۰)

محمد بن مسلم نے کہا ہے کہ مجھے جس چیز کے بارے میں بھی شک و شبہ ہوا میں نے اس کا ابو جعفرؑ سے سوال کیا یہاں تک کہ میں نے آپؑ سے تیس ہزار احادیث کے بارے میں سوالات کئے۔ (۳۱)

بعض ان لوگوں نے نقل کیا ہے جنہوں نے آپؑ کو حج میں دیکھا ہے کہ آپؑ سے مشکل مسائل کے بارے میں استفتاء کرنے والے لوگ آپؑ پر ٹوٹ پڑتے اور مشکلات کے دروازے کھولنے کی خواہش کرتے۔ پس آپؑ نہیں اٹھتے یہاں تک کہ انہیں ایک ہزار مسئلہ میں فتویٰ دیا اور پھر اٹھ کر اپنے سامان کی طرف تشریف لے گئے۔ (۳۲)

شیخ مفیدؒ نے کہا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے بھائیوں میں اپنے والد علی ابن الحسین علیہما السلام کے خلیفہ و جانشین تھے، ان کے وصی ان کے بعد حامل عہدہ امامت تھے، اور ان کی جماعت پر فضیلت علمی، زہد اور سرداری میں سبقت لے گئے۔ ذکر خدا میں بیدار (قائم اللیل)، عوام و خواص میں جلیل القدر، اور علم دین، آثار و سنت اور علم قرآن و سیرت و فنون و آداب کے اظہار و تبلیغ فرماتے تھے۔ حضرات حسن و حسین علیہما السلام کی اولاد میں کوئی بھی آپؑ کے ہم پلہ نہ تھا۔

فقہاء مسلمین کے روساء و جہ و تابعین اور باقی رہ جانے والے صحابہ نے آپؑ سے معالم دین کی روایت کی ہے۔ فضائل علمی کے سبب اہل علم کے لیے آپؑ مینار ہدایت تھے۔ آپؑ کے اسم گرامی کو ضرب المثل کے طور پر پیش کیا جاتا۔ آپؑ کے اوصاف میں آثار و اشعار بھی ملے ہیں۔ چنانچہ قرطبی نے آپؑ کی شان میں کہا ہے۔

یا باقر العلم لاهل التقی

وخیر من لبی علی الاجل

اے اہل تقویٰ کے لیے علم کی گھتیاں سلجھانے والے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر لبیک لبیک کہنے والوں کے سردار۔

مالک بن اعین جہنی نے آپؑ کی مدح میں کہا ہے۔

إذا طلب الناس علم القرآن

کانت	قریش	علیہ	عیالا
وان	قیل:	ابن	ابن بنت النبی
نلت	بذاك	فروعا	طوالا
نجوم	تہلل	للہد	لجین
جبال	تورث	علما	جبالا (۳۳)

جب لوگ علم قرآن طلب کریں تو تمام قریش ان کے سامنے طفل مکتب ہیں۔ جب کہا جائے کہ نبیؐ کی دختر کا فرزند کہاں ہے تو اس سے آپؐ کو بہت طویل شاخیں ملیں گی۔

ابن شہر آشوب نے کہا کہ بقیہ ماندہ صحابہ، وجوہ تابعین اور فقہائے مسلمین کے روساء نے آپؐ سے دین کے معاملہ کی روایت کی ہے۔ صحابہ میں سے جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں، تابعین میں سے جابر بن یزید جعفی اور کیسان السختیانی اور صاحب صوفیہ ہیں۔ فقہاء میں سے ابن مبارک، زہری، اوزاعی، ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور زیادہ بن منذر نہدی ہیں۔ مصنفین میں سے طبری، بلاذری، سلامی نے اپنی تواریخ میں اور موطا میں شرف المصطفیٰ، ابانہ، حلیۃ الاولیاء، سنن ابوداؤد، الکافی، ابوحنیفہ، مروزی کے مسندوں میں اور ترغیب اصفہانی، بسط واحدی، تفسیر نقاشی اور زمخشری میں اور معرفت اصول الحدیث اور رسالہ سمعانی میں۔ پس کہتے ہیں قال محمد بن علی (محمد بن علی نے کہا) اور بعض اوقات کہتے ہیں (قال محمد الباقر) محمد باقرؑ نے کہا: (۳۴)

نیز کہا کہ آپؐ کے اصحاب میں سے ہیں حمران بن اعین شیبانی اور اس کے دوسرے بھائی بکیر، عبد الملک، عبد الرحمن، محمد بن اسماعیل بن بزیع، عبد اللہ بن میمون قداح، محمد بن مروان کوفی، اسمعیل بن فضل ہاشمی، ابوہارون مکنوف، ظریف بن ناصح، سعد بن ظریف سکاف دولی، اسمعیل بن جابر خثعمی، عقبہ بن بشیر اسدی، اسلم بنی، مولیٰ بن الخفیف، ابوبصیر، لیث بن نختیر یمرادی، کمیت بن زید اسدی، ناجیہ بن عمارہ صیداوی، معاذ بن مسلم ہراء نحوی، بشیر رخال (۳۵) اور ابو نعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ آپؐ سے تابعین میں سے عمرو بن دینار، عطاء بن ابی رباح، جابر جعفی، ابان بن تغلب نے روایت کی ہے اور آئمہ و اعلام میں سے لیث بن ابی سلیم، ابی جریج، حجاج بن ارطاط اور دیگر افراد نے آپؐ سے روایت کی ہے۔ (۳۶)

آج تک اس مدرسہ کی تاسیس کو چودہ صدیاں گزرنے کے بعد ہمیشہ فقہ، حدیث، تفسیر اور دیگر علوم کے علماء اسی دسترخواں کے ریزہ چین ہیں۔ انہی کے بیٹھے گھاٹ سے مدد لیتے اور انہی کے چشمہ فیض سے سیر و سیراب ہوتے ہیں۔

بعض تفاسیر جو آپؐ سے وارد ہیں

گزشتہ فصل ”امام کا مدرسہ“ میں عظیم مدرسہ کی تاسیس کے لیے آپؐ کے ظروف اور وہ درس جو اپنے طالب علموں کو آپؐ دیتے تھے، آپؐ پڑھ چکے ہیں۔ ان ہی علوم میں سے ایک علم تفسیر بھی تھا۔

اگر زمانہ آئمہ سے انصاف کرتا تو تفسیر میں ان ہی سے رجوع کرتا کیونکہ یہ علم دوسروں کو چھوڑ کر صرف ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہی حضرات قرآن کے عدیل و مثیل ہیں جیسا کہ حدیث ثقلین میں ہے اور جن کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ موجود ہے ”وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم“ (اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور وہ کہ جو علم میں راسخ ہیں) اگر کوئی شخص کتب تفاسیر کا بغور مطالعہ کرے تو وہ انہی آپؐ سے وارد شدہ تفسیر سے معمور پائے گا، یہاں تک کہ بعض تفاسیر کی تالیف میں آپؐ سے وارد شدہ تفاسیر کی روایات کا اقتصار کیا گیا ہے۔ (۳۷)

مجھے اس پر افسوس ہے کہ اس کتاب کا حجم گنجائش و وسعت نہیں رکھتا کہ امام ابو جعفرؑ سے وارد شدہ تفسیر کا اضافہ کیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک منتخب اور جستجو کرنے والا یہ استعداد رکھتا ہے کہ امامین باقر صادق علیہما السلام سے وارد شدہ تفاسیر آیات پر اقتصار کرتے ہوئے قرآن پاک کی ایک مکمل تفسیر تالیف کر سکے گا۔ بعض وہ تفاسیر جو آپؐ سے وارد ہوئی ہیں ہم ان کو یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ ”ولا تقربوا الذی انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلاً“

آپؐ نے فرمایا کہ ہر چیز انسان کے علاوہ منہ کے بل پیدا کی گئی ہے۔ انسان ہی سیدھا پیدا کیا گیا ہے۔ (۳۹)

۳۔ خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ ”اولم یر الذین کفرو ان السّموات والارض

كانت ارتقا ففتقناهما“ (سورہ انبیاء آیت ۳۰)

عمر بن عبیدفتیہ بصرہ، محمد بن علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاجز ہوا تا کہ سوال کر کے آپؐ کا امتحان لے۔ آپؐ سے کہنے لگا: میں آپؐ پر قربان جاؤں! اللہ تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی ہیں ”اولم یر الذین کفرو ان السّموات والارض كانت ارتقا ففتقناهما“۔ یہ رلق دفتق کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا آسمان رلق (ملا ہوا) تھا۔ اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین رلق (بند) تھی، اس سے انگری و نباتات نہیں اگتے تھے۔ پس عمرو بن عبیدہ کا منہ بند ہو گیا اسے کوئی اور اعتراض نہ مل سکا۔

اس نے سوال کیا: میں آپؐ پر قربان جاؤں! مجھے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں مطلع فرمائیے۔

”وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ“ (جس پر میرا غضب اترے وہ ہلاک ہوا) اللہ کا غضب کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اے عمرو! اللہ کا غضب اس کا عقاب ہے، اور جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ میں کوئی چیز تغیر و تبدل پیدا کر دیتی ہے وہ کافر ہے۔ (۴۰)

۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”يَجْزُونَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا“ (سورہ فرقان آیت ۷۵)

صبر کی بنا پر جزا میں غرفہ دیا جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا: غرفہ سے مراد جنت ہے، کیوں کہ انہوں نے دار دنیا کے فتنوں اور ابتلا میں صبر کیا۔ (۴۱)

۵۔ ارشاد خدا تعالیٰ ہے۔ ”فَمَتَّعُوْهُنَّ وَسُرَّوْهُنَّ سِرَّ حَاجِمِيْلًا“ (سورہ احزاب

آیت ۴۹)

آپؐ نے فرمایا: ”ممتعوھن“ جتنے احسان کی تم قدرت رکھتے ہو، اس کا بوجھ ان پر ڈالو کیونکہ وہ حزن و ملال کے ساتھ واپس جائیں گی اپنے اعداء و مخالفین سے پس اللہ کریم ہے۔ وہ حیا کرتا ہے اور اہل حیا کو دوست رکھتا ہے۔ تم میں سے زیادہ کریم وہ ہے جو اپنی بیویوں کے اکرام و احترام کرنے میں زیادہ شدید ہے۔ (۴۲)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”وَإِنِّي لَهُمُ التَّنَافُوسُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ“ (سورہ سبا آیت

(۵۲)

آپؐ نے فرمایا: انہوں نے وہاں سے ہدایت کی کہ، جہاں سے مل نہیں سکتی تھی، حالانکہ وہ ادھر سے بذل و پیش ہو رہی تھی جہاں سے اسے حاصل کیا جاسکتا تھا۔ (۴۳)

۷۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”مَنْعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيَدِي“ (سورہ ص آیت ۷۵)

محمد بن مسلم کہتا ہے: میں نے ابو جعفرؑ سے سوال کیا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ”مَنْعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيَدِي“ (کون سی چیز تجھے مانع ہوئی کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا) آپؐ نے فرمایا: کلام عرب میں الید کا معنی قوت اور نعمت ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”وَإِذْ كَرَّ عِبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْإِيْدِي“ اور آسمان کو ہم نے قوت کے ساتھ بنایا۔ ”وَإِذْ هَمَّ بِرُوحِ الْقُدُسِ“ اور انہیں روح القدس کے ذریعے قوت بخشی نیز کہا جاتا ہے کہ ”لِفُلَانٍ عِنْدِي يَدٌ بِيضٌ“ ای نعمتہ“ فلاں کے لیے میرے پاس واضح نعمت ہے۔ (۴۴)

۸۔ خدا تعالیٰ کا قول۔ ”سَنُرِيْهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ

الْحَقُّ“ (سورہ فصلت آیت ۵۳) (عنقریب ہم آفاق میں اور ان کے نفسوں میں انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہ حق ہے) آپؐ نے فرمایا: کہ ان کے نفسوں میں انہیں مسخ ہونا اور آفاق میں

آفاق کا ٹوٹ کر ان پر گرنا انہیں دکھائے گا پس وہ خدا کی قدرت کو اپنے نفسوں اور آفاق میں دیکھیں گے اور اس کا ارشاد ”حتیٰ یتبدین لہم انہ الحق“ اس سے مراد قائم کا خروج ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے حق ہے۔ اس کو یہ مخلوق دیکھے گی۔ اس سے کوئی چارہ نہیں۔ (۴۵)

۹۔ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد۔ ”ہو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین۔“ (سورہ فتح آیت ۴)

(وہ وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینہ اتارا) ابو حمزہ کہتا ہے ہ میں نے آپؐ سے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بارے میں سوال کیا ”انزل السکینۃ فی قلوب المومنین۔“ آپؐ نے فرمایا: وہ ایمان ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے آپؐ سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں سوال کیا۔ ”وایدہم بروح منہ“ (اور ان کی تائید کی اپنی طرف سے روح کے ساتھ۔ آپؐ نے فرمایا: وہ ایمان ہے۔ (۶۴)

۱۰۔ خدائے تعالیٰ کا قول۔ ”فزوالی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین۔“ (سورہ ذاریات آیت ۵۰)

(واپس بھاگ جاؤ اللہ کی طرف، میں اس سے تمہیں واضح ڈرانے والا ہوں) آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف حج کے ارادے سے جاؤ۔ (۴۸)

۱۱۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ”ان من ازواجکم واولادکم عدولکم فاحذروہم“ (سورہ تغابن آیت ۱۴)

(اور تمہاری اولاد و ازواج میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں ان سے بچو) آپؐ نے فرمایا: یہ اس طرح تھا کہ جب کوئی شخص رسول اللہؐ کی طرف ہجرت کا ارادہ کرتا تھا تو اس کا بیٹا اور اس کی بیوی دامن پکڑ لیتے تھے اور کہتے تھے خدا کی قسم! ہمیں چھوڑ کر نہ جانا۔ ہم تیرے بعد ضائع ہو جائیں گے۔ ان میں سے بعض اپنے اہل خانہ کی اطاعت کرتے ہوئے وہیں خدا نے انہیں ان کے بیٹوں اور بیویوں سے ڈرایا اور ان کی اطاعت سے منع فرمایا ہے۔

ان میں سے بعض چل کھڑے ہوتے، انہیں ڈراتے اور کہتے خبردار! خدا کی قسم! اگر تم نے میرے ساتھ ہجرت نہ کی اور پھر خدا نے مجھے اور تمہیں دار ہجرت میں اکٹھا کر دیا تو میں تمہیں کبھی بھی کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔

لیکن خدا نے اسے اور انہیں اکٹھا کیا تو اس کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح صلہ رحمی کے ساتھ اپنے آپ کو بچائے۔ پس فرمایا: ”وان تعفوا وتصفحوا فان اللہ غفور الرحیم“ اگر تم معاف کر دو اور چشم پوشی سے کام لو تو بے

شک اللہ بخشنے والا اور رحیم ہے۔ (۴۸)

۱۲۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ”وجزاہم بما صبروا جنة وحریرا“ (سورہ بل اتی آیت ۱۲)

اور انہیں ان سے صبر کی وجہ سے جنت اور ریشم کے لباس سے جزادی۔ آپؐ نے فرمایا: فقر وفاقہ اور مصائب دنیا پر ان کے صبر کرنے کی بناء پر۔ (۴۹)

آپؐ کے بعض خطبات

ابن عباس کو اس کا بہت زیادہ افسوس تھا کہ امام امیر المومنینؑ اپنا خطبہ شفقہ مکمل نہ فرما سکے باوجودیکہ انہوں نے آنجنابؑ سے سینکڑوں خطبے، وصایا، ارشادات و کلمات سنے تھے۔ کاش زمانہ ابن عباس کو آگے لے آتا تاکہ وہ آئمہ کی زندگی دیکھتے اور جوازیت اور ظلم و ستم ان پر ہوئے کہ وہ بات کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتے تھے، چہ جائیکہ وہ خطبے پڑھتے، بلکہ بسا اوقات والیان ظلم و جور ان کے نانا کے منبر کے اوپر سے انہیں اور ان کے آباؤ اجداد پر سب و شتم سنواتے اور یہ مجبور بے بس حضرات ان کے سامنے اس کا جواب یا انکار و مخالفت نہ کر سکتے۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ آئمہ کی جو احادیث، تعلیمات، سیر اور فضائل محفوظ رہ گئے ہیں یہ بطور معجزہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہوا ہے اور جب امیر المومنینؑ کے مناقب ان کے اولیا اور دوستوں نے خوف و ہراس کی بنا پر چھپائے اور دشمنوں نے کینہ و بغض سے پوشیدہ رکھے، تو ان کی اولاد کا کیا حال ہوگا۔ ان تمام کیفیات کے باوجود امام ابو جعفر علیہ السلام کے بعض خطبات جو ہمیں دستیاب ہو سکے ہیں۔ ہم انہیں یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ جناب امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے: جب میرے والد گرامی کو زبردستی دمشق کی طرف لے جایا گیا تو آپؑ نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ ابوتراب کا بیٹا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ آنجنابؑ نے اپنی پشت قبلہ کی دیوار کے ساتھ لگالی پھر اللہ کی حمد و ثنا کی اور نبی اکرمؐ پر درود و صلوة پڑھی۔ پھر فرمایا۔

اجتنبوا اهل الشقاق، وذریہ النفاق، وحشوا النار، وحصب جهنم عن البدن الزاهر والبر الزاخر ولشهاب الجاقب، وشهاب المومنین، والصراط المستقیم من قبل ان نطمس وجوهاً فردھا علی ادبارھا او یلعنوا کما لعن اصحاب السبت وکان امر اللہ مفعولاً، ثم قال بعد کلام ابصنوا رسول اللہ ﷺ تستهزون ام بیعسوب الدین تلمزون وای سبل بعدہ تسکون وای حزن بعدہ تدفعون هیہات ہیہات برز اللہ بالسیف، وفاز بالخصل، واستوی علی الغایہ و احرز علی الخطاب وانحسرت عنه الابصار، وخضعت دونہ الرقاب، وقرع الذرۃ العلیا فکذب من رام من نفسه السعی واعیاء الطلب فانی لهم التناوش من مکان بعید وقال اقلوا علیہم لا ابالابیک من اللوم، اوسدوا مکان الذی سدوا ولئک قوم ان ینوا احسنوا البناء

وان عاہد و اوفوا وان عقدوا شدوا فانی یسد ثلمہ اخی رسول اللہ ﷺ والہ وسلم
اذشفعوا، وشقیقہ اذنسبو، ونیدیہ اذفشلوا، وذی قربی کنزہا اذفتحوا و مصلی
القبلتین اذتحرفوا، والمشہود لہ بالایمان اذ کفر ندیہہ اذفشلوا وذی قربی کنزہا
اذفتحوا و مصلی البلتین اذتحرفوا، والمشہود لہ بالایمان اذ کفر ووالمدعی لبند
عہد المشرکین اذنکلوا، والخلیفہ علی المہاد لیلہ الحصار اذجزعوا، والمستودع
لاسر از ساعہ الوداع الی اخر کلامہ (۵۰)

اے اہل شقاق و مخالفت اور اے اولاد نفاق! اے جہنم کی آگ کے ایندھن! چودھویں رات کے روشن
چاند اور ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر اور چمکنے والے (شہاب الثاقب) ستارے اور مومنین کے تارے! صراط مستقیم
کی مخالفت سے اجتناب کرو۔ اس سے پہلے کہ چہروں کے نشانات مٹا کر انہی ان کی پشت کی طرف کر دیں یا انہی
لعنت کی جائے جس طرح ہفتہ کے دن والوں (یہودیوں) کو لعنت کی گئی اور خدا کا حکم جاری ہو کر رہے گا۔ پھر آپ
نے کچھ گفتگو کے بعد فرمایا: کیا رسول اللہ کے صنو (ایک ہی قسم کی جڑوں پر اگنے والے درختوں میں سے ایک) اور
ہم پلہ کا مذاق اڑاتے ہو یا یعسوب الدین (دین کے سرداروں) پر نکتہ چینی کرتے ہو۔ اس کو چھوڑ کر کن راستوں پر
چل رہے ہو۔ اسے چھوڑ کر حزن و ملال کو تم دور کر سکتے ہو، دور کی بات ہے بہت دور کی خدا کی قسم وہ تلوار لے کر نکلا
اور اس کی کاٹ سے کامیاب ہوا۔ وہ انتہا پر برقرار ہوا اور خطاب میں سے آگے بڑھ گیا آنکھیں اس سے ورے
رہ گئیں گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں وہ بلندی کی انتہائی بلند چوٹی پر پہنچ گیا۔ وہ جھوٹا ہے جو اپنی طرف سے
کوشش کرے اور اس کی خواہش و مطلب اسے عاجز کر دے۔ پس دور کی جگہ سے وہ اس کے مقام کو کیسے حاصل
کر سکتے ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا: تمہارے باپ کا باپ نہ ہو! ان اہل بیت کی ملامت میں کمی کرو۔ کیا تمہارے بڑوں
نے اس مقام کو پر کیا جسے انہوں نے معمور و پر کیا ہے؟ وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر کسی چیز کی بنیاد رکھتے ہیں تو بہترین
طریقہ پر اسی عمارت کو بناتے ہیں اگر وہ کسی سے عہد کرتے تو اس کو پورا کرتے ہیں اگر کوئی عقد و گرہ لگاتے ہیں تو اسے
مضبوط کرتے ہیں۔ پس وہ کس طرح اس رخنہ کو بند کر سکتے ہیں جو اس شخصکے چلے جانے سے پڑا جو رسول
اللہ کا بھائی ہے۔ جس وقت دو دو افراد میں بھائی چارہ ہوا تو اس کا اپنے سگے چچا زاد بھائی سے جب نسب بیان کریں
تو ان کا نظیر و مثیل نہ تھا۔ جب دوسرے پیچھے ہٹ گئے اور وہ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والا جب کہ دوسرے
دونوں سے منحرف تھے۔ وہ کہ جس کے ایمان کی گواہی دی گئی جب وہ (دوسرے) کافر تھے اور وہ کہ جسے مشرکین
کے معاہدے ختم کرنے کے لیے بلایا گیا جب یہ پیچھے ہٹ گئے۔ رسول کا جانشین و خلیفہ بستر پر جب وہ جزع

وفزع کر رہے تھے اور وہ کہ اسرار و رازداع کے وقت جس کے سپرد ہوئے آپ کے آخر کلام تک۔

جب حضرت ابو جعفرؑ کو زبردستی ہشام بن عبد الملک کے پاس لے جایا گیا اور جب آپؑ دروازے پر پہنچے تو ہشام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جس وقت محمد بن علیؑ کی توبیخ و سرزنش سے خاموش ہو جاؤں تو پھر تم اسے توبیخ و سرزنش کرنا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ آپ کو آنے کی اجازت دی جائے۔ پس جب ابو جعفرؑ اس کے دربار میں داخل ہوئے تو ابتداء میں آپؑ نے کہا السلام علیکم یعنی ان سب کو عمومی سلام کہا۔ پھر آپؑ بیٹھ گئے تو ہشام آگ بگولہ ہو گیا اس لیے کہ آپؑ نے اسے نہ خلیفہ کہہ کر سلام کیا اور نہ بیٹھنے کی اجازت لی۔ پس اس نے کہا: اے محمد بن علیؑ ہمیشہ تم میں سے کوئی نہ کوئی شخص مسلمانوں کے اتفاق کو پارہ پارہ کرنے اور اپنے نفس کی طرف دعوت دینے میں لگا رہتا ہے۔ بے عقلی اور کم علمی کی وجہ سے گمان کرتا ہے کہ وہ امام و رہبر ہے۔ پھر وہ آپؑ کو سرزنش و توبیخ کرنے لگا۔ جب وہ ساکت و خاموش ہوا۔ تو اس کے دوسرے ساتھی یکے بعد دیگرے آپؑ کو سرزنش کرنے لگے۔ جب وہ سب خاموش ہو گئے تو آپؑ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

ایہا الناس این تذهبو، واین یراد بکم بنا ہدی اللہ اولکم، و بنا یختم اخرکم،
فان یکن لکم ملک معجل فلنا ملکاموجلا ولیس بعد ملکنا ملک لاناہل
العاقبہ۔ یقول اللہ عزوجل (والعاقبہ للمتقین)

اے لوگو! تم کہاں جا رہے ہو؟ تمہیں کہاں پلٹایا جا رہا ہے؟ ہماری ہی وجہ سے خدا نے تمہارے اول کو ہدایت کی اور ہمارے ہی ساتھ تمہارے آخری کا اختتام ہوگا۔ اگر تمہیں جلدی میں سلطنت مل گئی ہے تو ہمارے لیے آخرت میں سلطنت ہے اور ہماری سلطنت و حکومت کے بعد کسی کی سلطنت نہیں ہوگی کیونکہ ہم ہی اہل عاقبت ہیں۔ خدائے عزوجل نے فرمایا ہے۔

انجام کار و عاقبت متقیوں کے لیے پس اس نے آپؑ کو قید کر دینے کا حکم جاری کیا۔ مگر قید خانے میں ہر شخص ایسا تھا جو آپؑ پر جان چھڑکتا اور آپؑ سے نیکی کرتا تھا۔ قید خانہ کا داروغہ ہشام کے پاس آیا اور اس کو آپؑ کے حالات سے آگاہ کیا۔ ہشام نے آپؑ کے لیے حکم دیا کہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو ڈاک کی سواریوں پر مدینہ بھیج دیا جائے۔ (۵۱)

آپؑ کے بعض وصایا

مسلمانوں کے لیے آئمہ علیہم السلام کی چھوڑی ہوئی چیزوں میں اہم ترین ان کے پند و نصائح اور وصایا ہیں جو اخلاق و حکم اور معارف و آداب کی ترویج اور خدا کو متوجہ کرنے کے لیے جامع ہیں۔

تاریخ اسلامی ان سے پہلے اور ان کے بعد آنے والے علماء حکمائے فلاسفہ اور مفکرین سے ان جیسی وصایا کو نہیں پہنچاتی۔ یہ سب کچھ اس معاشرے کو حقائق کی طرف متوجہ کرنے امت کی اصلاح اور لوگوں میں حسن اخلاق کو رواج دینے پر حریص ہونے کی وجہ سے تھا اور یہ ان کے لیے کوئی اہم کام نہیں تھا کیونکہ وہ تو اپنے آپ کو بقول استاد احمد الیوسف رسول اللہ کے بعد اسلام کی نشر و اشاعت اور سنن و شرائع محمدیہ کی حفاظت کا ذمہ دار و مکلف سمجھتے ہیں۔ اور شاید اللہ تعالیٰ مجھے ان نصح اور پند و وصایا کو جو میں جمع کر سکا ہوں ایک کتابی شکل میں تدوین کی توفیق بخشے کہ جس سے میں اخلاقی مکتبہ اور لائبریری کی فارغ جگہوں کو پر کر سکوں۔

میں آنجناب کی بعض وارد شدہ وصایا کو یہاں ثبت کرتا ہوں۔

۱۔ ابو جعفر محمد بن علی ابن الحسین علیہم السلام عمر بن عبد العزیز کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے کہا! اے ابو جعفر! مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں سے چھوٹے کو اپنا بیٹا بنا، درمیانے کو اپنا بھائی سمجھ اور بڑے کو اپنا باپ فرض کر۔ پھر اپنے بیٹے پر رحم کر اور اپنے بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کر اور اپنے باپ کے ساتھ نیکی کر، اور جب کوئی نیکی کرو تو اس کی پرورش بھی کرو (یعنی اسے دوام اور تسلسل بخشو) (۵۲)

۲۔ آپ کی جابر جعفی کو ایک وصیت

جابر جعفی سے روایت ہے کہ مجھ سے محمد بن علی علیہما السلام نے فرمایا: اے جابر! جس کے دل میں صاف ستھرا خدا کا دین داخل ہو وہ اس کو اپنے غیر سے مشغول رکھے گا۔ اے جابر دنیا کیا ہے اور اس سے کس چیز کی توقع ہو سکتی ہے کیا وہ سوائے اس کپڑے کے جسے تو پہن لے اور اس لقمہ کے جسے تو کھالے، یا اس سواری کے جس پر تو سوار ہو، اور اس عورت کے جس سے تو ہم بستری کرے، کوئی اور چیز ہے۔

اے جابر! مومنین اس میں باقی رہنے پر راضی نہیں ہیں۔ آخرت کے آجانے سے مامون نہیں ہیں، اور انہیں ذکر خدا سے وہ چیزیں جو دنیا کے فتنوں اور آزمائشوں میں سے کانوں سے سنتے ہیں بہرہ نہیں کرتیں۔ خدا کے نور سے وہ چیزیں جو دنیا کی زینت ہیں دیکھتے ہیں وہ انہیں اندھا و نابینا نہیں کرتیں۔ پس وہ ابرار اور نیک لوگوں کے ثواب پر فائز ہوتے ہیں۔ اور اہل تقویٰ مونث اور خرچہ کے لحاظ سے اہل دنیا میں سے زیادہ آسانی میں ہیں اور وہ تیرے ان سے زیادہ معاون و مددگار ہیں۔ اگر تو بھول جائے تو تجھے یاد دلاتے ہیں اور اگر تو یاد رکھے تو تیری مدد کرتے ہیں۔ وہ حقوق اللہ کو بہت زیادہ بیان کرتے ہیں اور وہ اوامر خداوندی کے لیے زیادہ قیام کرتے ہیں۔ (۵۳)

۳۔ جس وقت عمر بن عبد العزیز مدینہ میں آیا تو اس کے منادی نے ندا دی کہ جس کسی کا کسی کے ذمہ

حق ہو، جو اس سے کسی نے ظلم سے چھینا ہو یا اس پر ظلم ہوا ہو تو وہ حاضر ہو۔ پس ابو جعفرؑ اس کے پاس تشریف لائے۔ جب عمر نے انہیں دیکھا تو آپؑ کا استقبال کیا اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھایا۔ آپؑ نے فرمایا: دنیا بھی دوسرے بازاروں کی طرح ایک بازار ہے اس میں بھی لوگ ایسی چیزیں خریدتے ہیں جو نفع مند ہوتی یا مضر ہوتی ہیں اور وہ کتنی قوی ہیں جنہوں نے وہ کچھ خریدا جو ان کے لیے مضر تھا۔ پس صبح بھی نہیں ہوئی تھی کہ انہیں موت آگئی اور وہ دنیا سے اس حالت میں گئے کہ خود اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے، کیونکہ انہوں نے وہ کچھ نہ لیا تھا جو انہیں آخرت میں نفع دیتا، اور جو انہوں نے جمع کیا تھا وہ ان لوگوں پر تقسیم ہوا جو ان کی تعریف تک نہیں کرتے ان کے پاس پہنچا جو انہیں معذور نہیں سمجھتے۔ پس خدا کی قسم ہمیں زیبا ہے کہ ان اعمال پر نظر رکھیں جن کی وجہ سے ہمیں ان پر خوف ہے۔ پس ان سے رک جائے، اللہ سے ڈرتا رہو اور اپنے نفس میں دو چیزیں قرار دے۔ ایک اس چیز پر متوجہ ہو جسے تو پسند کرے کہ وہ اس وقت تیرے ساتھ ہو جب تو خدا کی بارگاہ میں جائے اور اسے محفوظ رکھے اور اس چیز کی طرف دیکھ جسے تو پسند نہیں کرتا کہ تیرے ساتھ ہو جب تو پروردگار کے سامنے جائے اسے اپنے پیچھے پھینک دے۔ اور اس پونجی میں رغبت نہ رکھ جو تجھ سے پہلے لوگوں کے لیے گھاٹے اور نقصان کا باعث ہوئی۔ امید رکھ کروہ تجھ سے گزر جائے گی۔ دروازے کھلے رکھ۔ دربانوں کو سہولت دے۔ مظلوم کے ساتھ انصاف کر اور ظالم کو رد کر دے۔ (۵۴)

۴۔ آپؑ کی وصیت جابر کے لیے:

اے جابر! دنیا کو ایسی منزل فرض کر جس میں تو اتر اور پھر فوراً کوچ کیا۔ یا اس مال کی طرح سمجھ جو تجھے خواب میں ملا ہو اور جب تو بیدار ہو تو اس میں سے کچھ بھی تیرے پاس نہ ہو۔ یہ دنیا صاحبان عقل اور اللہ تعالیٰ کا علم و یقین رکھنے والوں کے لیے سایہ کی طرح ہے۔ پس اس چیز کو محفوظ رکھو۔ جس کی رعایت و حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور حکمت میں تجھ سے طلب کی ہے۔ (۵۵)

۵۔ آپؑ کی ایک وصیت:

تم پر ورع اجتہاد (محرمات سے بچنا اور واجبات میں کوشش کرنا) سچ بولنا، امانت اس کو ادا کرنا جس نے تمہیں امین بنایا ہے۔ وہ خواہ نیک ہو یا برا، لازم و ضروری ہیں۔ اگر علیؑ ابن ابی طالبؑ کا قاتل مجھے کسی امانت پر امین بنائے تو میں اسے بھی ادا کروں گا۔ (۵۶)

۶۔ آپؑ ہی کی وصیت ہے:

حق کے ساتھ قیام کرو۔ لایعنی چیزوں سے الگ رہو۔ اپنے دشمن سے اجتناب کرو۔ مختلف قوموں میں

سے اپنے دوستوں سے بھی مگروہ کہ جو امین ہو اور خوف خدا رکھتا ہو۔ فاسق و فاجر کی صحبت اختیار نہ کرو نہ ہی اسے اپنے راز میں شریک کرو۔ اپنے معاملات میں ایسے لوگوں سے مشورہ کرو جو اللہ سے ڈرتے ہوں۔ (۵۷)

۷۔ جابر کہتے ہیں ہم مناسک حج ادا کرنے کے بعد ایک جماعت کی شکل میں وادع کرنے کے لیے ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمیں وصیت کیجئے۔ فرمایا: تم میں سے قوی کو ضعیف کی مدد کرنا چاہیے اور غنی و تو نگر کو فقیر پر مہربانی و عطوفت کرنا چاہیے۔ انسان کو اپنے بھائی کے ساتھ اس طرح مخلص ہونا چاہیے جس طرح وہ اپنے نفس کے ساتھ مخلص ہے۔ ہمارے اسرار کو پوشیدہ رکھو، اور لوگوں کو ہماری گردنوں پر سوار نہ کرو۔ ہمارے معاملہ میں ہماری طرف سے جو کچھ تمہارے پاس پہنچے اس میں غور و فکر کرو۔ اگر اسے قرآن کے مطابق پاؤ تو اسے لے لو، اگر قرآن کے موافق نہ پاؤ تو رد کر دو۔ اگر کوئی اور تم پر مشتبہ ہو تو اس پر ٹھہر جاؤ اسے ہماری طرف واپس کرو تا کہ ہم اس کی تشریح کریں، جیسے ہمارے لیے اس کی تشریح کی گئی ہے۔ پس جب تم ان امور پر عمل کرو جن کی تمہیں وصیتیں کی ہیں اور ہرگز اس سے تجاوز نہ کرو تو پھر اگر تم میں سے کوئی مر جائے ہمارے قائم کے خروج سے پہلے تو وہ شہید ہوگا اور اگر ہمارے قائم کو پالے اور ان کی معیت میں قتل ہو جائے تو اسے دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ جو ان کے سامنے ہمارے دشمنوں میں سے کسی کو قتل کرے تو اسے بیس شہیدوں کا اجر ملے گا۔ (۵۸)

۸۔ آپ کے پاس بنی ہشام میں سے کچھ لوگ جمع ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے آل محمد کے شیعو! اللہ سے ڈرو اور درمیانی راہ اختیار کرو کہ آگے بڑھ جانے والا تمہاری طرف واپس آجائے اور پیچھے والا تم سے آن ملے۔ انہوں نے عرض کیا کہ غالی کون ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ جو ہمارے بارے میں وہ کچھ کہے جو ہم اپنے متعلق نہیں کہتے۔ انہوں نے عرض کیا: ”تالی“ کون ہے۔ آپ نے فرمایا: جو خیر و بھلائی کی طلب کرتا ہے پس اس میں خیر کا اضافہ ہوتا ہے۔ خدا کی قسم ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں اور نہ ہی اللہ پر ہماری کوئی حجت ہے اور ہم اللہ کا تقرب حاصل نہیں کرتے مگر اطاعت کے ساتھ پس جو شخص تم میں سے اللہ کا مطیع ہے اس کی اطاعت پر عمل کرتا ہے، اسے ہم اہل بیت کی ولایت نفع دے گی اور جو شخص تم میں سے اللہ کا نافرمان ہے اور اس کی نافرمانیاں کرتا ہے۔ اسے ہماری ولایت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ وائے ہو تم پر تم مغرور نہ ہونا۔ تین مرتبہ آپ نے یہ جملہ دہرایا۔ (۵۹)

۹۔ آپ کی وصیت اپنے بیٹے کو:

اے بیٹا! جب خدا تجھ پر کسی نعمت کا احسان کرے تو کہو ”الحمد للہ“ (سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں) اور جب تجھے کوئی معاملہ رنجیدہ کرے تو کہو ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ (اگر کوئی قوت و طاقت نہیں مگر اللہ سے) اور جب

رزق تمہارے پاس آنے میں تاخیر کرے تو کہو ”استغفر اللہ“ (میں خدا سے بخشش چاہتا ہوں) (۶۰)

۱۰ آپؐ کی وصیت طالب علم کے لیے:

علم حاصل کرو، کیونکہ علم حاصل کرنا نیکی ہے۔ اسے طلب کرنا عبادت ہے اور اس کا مذاکرہ تسبیح ہے اور اس کی بحث و تحیص جہاد ہے۔ اس کی تعلیم دینا صدقہ ہے۔ جو اس کے اہل ہیں اسے ان پر بذل و خرچ کرنا قربت ہے۔ علم شمرہ جنت سے اور وحشت میں انیس ہے۔ مسافرت میں ساتھی ہے، خلوت میں دوست ہے، آسانیوں کے لیے دلیل اور رہبری ہے۔ تکالیف میں معاون و مددگار ہے، دوست و احباب میں دین ہے، دشمنوں کے مقابلہ میں ہتھیار ہے۔ خدا اس کے ذریعے ایک قوم کو بلند کرتا ہے اور انہیں اچھائی میں سردار قرار دیتا ہے۔ لوگوں کے لیے امام و رہبر جن کے افعال کی اقتدا کی جاتی ہے، ان کے آثار و نقش قدم کی پیروی کی جاتی ہے۔ ان پر خشک و ترسمندر کی مچھلیاں، اس کے حشرات اور خشکی کے درندے اور چوپائے صلوٰۃ و درود بھیجتے ہیں۔ (۶۱)

آپؐ کے بعض کلمات قصار

میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشادات میں سے مختصر جملے اور حکمت کی باتیں آپؐ کی خدمت میں پیش کر کے امید رکھتا ہوں کہ انہیں غور و فکر، بحث و تحیص سبق حاصل کرنے، اس کے بعد عمل و تطبیق کے لیے اپنایا جائے اور ان کلمات میں جو تعلیم دی گئی ہے اس پر لازماً عمل کیا جائے تو ہم ان مقاصد میں جو امامؑ پاک کا ان کلمات کی تعلیم میں ہے کامیاب و کامران ہو جائیں گے۔

ہم یہاں وہ جملے پیش کرتے ہیں جو آپؐ سے وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی آنکھ اپنے پانی میں نہیں ڈبڈبائی مگر یہ کہ اس آنکھ والے کے چہرے کو خدا جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ اگر وہ آنسو دونوں رخساروں پر بہنے لگیں تو قیامت کے دن اس چہرے کی تنگی و سختی اور حرام کر دیتا ہے۔ اگر وہ آنسو دونوں رخساروں پر بہنے لگیں تو قیامت کے دن اس چہرے کو تنگی و سختی اور ذلت کا سامنا کرنا نہیں پڑے گا۔ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی اجر و ثواب مقرر ہے۔ مگر آنسو کہ خدا اسے گناہوں کے سمندروں کا کفارہ قرار دیتا ہے۔ اگر کوئی رونے والا کسی امت میں رہ کر روئے تو خدا اس امت کو جہنم کی آگ پر حرام کر دے گا۔

۲۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی عبادت بھی اللہ کے نزدیک شکم اور شرمگاہ کی عفت و پاک دامنی سے افضل نہیں اور کوئی چیز خدا کو اس سے زیادہ محبوب نہیں کہ اس سے سوال کیا جائے۔ قضا و قدر کو دعاء کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ٹال سکتی۔ ثواب کی طرف زیادہ تیزی سے بڑھنے والی نیکی بھلائی، احسان اور عدل و انصاف ہیں اور بدی،

برائی، شقاوت و سرکشی، عقوبت و ستر کو تیزی سے بڑھنے والی نیکی بھلائی، احسان اور عدل و انصاف ہیں اور بدی، برائی، شقاوت و سرکشی، عقوبت و ستر کو تیزی سے دعوت دیتی ہیں۔ انسان کے لیے عیب و نقص کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ لوگوں میں وہ کچھ دیکھے جسے اپنے نفس میں دیکھنے سے اندھا ہے اور انہیں ایسی چیزوں کا حکم دے جنہیں اپنے نفس سے منتقل کرنے کی ہمت و استطاعت نہیں رکھتا اور اپنے ہم نشین کو بے ہودہ باتوں سے اذیت و تکلیف پہنچائے۔ (۶۲)

۳۔ تین چیزیں دنیا و آخرت کے مکارم و محترم امور میں سے ہیں: تم اسے معاف کر دو جس نے تم پر ظلم کیا ہے، اس سے صلہ رحمی کرو جس نے تم سے قطع رحمی کی ہے اور جاہلانہ سلوک پر تم حلم و بردباری اختیار کرو۔

۴۔ آپؐ نے فرمایا: ظلم تین قسم کے ہیں ایک وہ جسے خدا نہیں بخشے گا۔ دوسرا وہ جسے خدا بخش دے گا۔ تیسرا وہ جسے خدا نہیں چھوڑے گا۔ جسے نہیں بخشے گا وہ اللہ کی ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے، جسے بخش دے گا وہ اپنے نفس پر اپنے اور خدا کے درمیان ظلم کرنا ہے اور جسے نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کے درمیان کالین دین ہے۔

۵۔ آپؐ نے فرمایا: جس کی زبان سچی ہے اس کا عمل پاکیزہ اور بڑھتا رہتا ہے اور جس کی نیت اچھی ہے اس کے رزق میں اضافہ ہوگا۔ جس کا اپنے اہل خانہ سے نیکی و احسان کرنا اچھا ہے، اس کی عمر میں اضافہ ہوگا۔

۶۔ آپؐ نے فرمایا: اہم ترین تین عمل ہیں! مال میں بھائیوں سے ہمدردی و مواسات کرنا، لوگوں کو اپنی ذات سے انصاف دینا اور ہر حالت میں خدا کو یاد رکھنا۔

۷۔ آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت و پشیمانی اس بندے کے لیے ہے جو عدل کی توصیف و تعریف تو بہت کرے مگر عمل سے اس کی مخالفت کرے۔

۸۔ آپؐ نے فرمایا کسی چیز کا دوسری چیز سے ملنا اتنا اچھا نہیں جتنا حلم کا علم سے ملنا ہے۔

۹۔ آپؐ نے فرمایا: وہ عالم جس کے علم سے نفع اٹھایا جائے ہزار عابدوں سے افضل ہے۔

۱۰۔ آپؐ نے فرمایا: خصومت اور جھگڑے سے بچو کیونکہ خصومت دل کو فاسد کر دیتی ہے اور نفاق پیدا کرتی ہے۔

۱۲۔ آپؐ نے فرمایا: جسے خلق و نرمی دی گئی ہے۔ اسے اچھائی اور راحت و آرام دیا گیا ہے۔ اس کی دنیا و آخرت میں اچھی حالت ہوگی۔ اور جو خلق و نرمی و رفق سے محروم ہے تو یہ حالت ہر برائی و مصیبت کی راہ ہے مگر جسے خدا بچالے۔

۱۳۔ آپؐ نے فرمایا: کسی دل میں تکبر کا جتنا حصہ داخل ہوتا ہے۔ عقل میں اتنی ہی کمی آ جاتی ہے۔

۱۴۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے بھائی کے دل میں اپنی محبت کا اندازہ اس سے کرو کہ جو تمہارے دل میں اس کے لیے ہے۔ (۶۳)

۱۵۔ آپؐ نے فرمایا: تو نگری و عزت مومن کے دل میں چکر لگاتی رہتی ہے۔ جب وہ ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں توکل ہو تو اسی کو اپنا وطن بنا لیتی ہیں۔

۱۶۔ آپؐ نے فرمایا: بجلیاں، مومن و غیر مومن پر پڑتی رہتی ہیں، لیکن خدا کا ذکر کرنے والے پر نہیں پڑتیں۔

۱۷۔ آپؐ نے فرمایا: ہر چیز کے لیے ایک آفت و مصیبت ہے۔ اور علم کی آفت نسیان ہے۔
۱۸۔ آپؐ نے فرمایا: ایک عالم کی موت ابلیس کو ستر عابدوں کی موت سے زیادہ پسند ہے (۶۴)
۱۹۔ آپؐ نے فرمایا: بھائیوں کو تمہاری طرف مائل کرنے میں نیکی و احسان سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ (۶۵)

۲۰۔ آپؐ نے فرمایا: وہ کمال جو کل کمال ہے، دین میں فقیہ بننا مصیبت پر صبر کرنا اور معیشت میں اندازے اور مقدار کا معین کرنا ہے۔

۲۱۔ آپؐ نے فرمایا: مومن کے لیے خدا کے ہر فیصلہ میں خیر و بھلائی ہے۔
۲۲۔ آپؐ نے فرمایا: جس شخص کے لیے اس کے نفس میں خدا و اعظ قرار نہ دے۔ اسے لوگوں کے کے مواعظ کوئی فائدہ نہ دیں گے۔

۲۳۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی عمل معرفت کے بغیر قبول نہیں ہوتا اور معرفت عمل کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ جو معرفت حاصل کر لے تو معرفت اسے عمل کی رہبری کرے گی۔ جو معرفت نہیں رکھتا اس کا کوئی عمل نہیں۔

۲۴۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی شخص ہمارا شیعہ نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اللہ سے نہ ڈرتا ہو اور اس کی اطاعت نہ کرتا ہو۔ گزشتہ زمانے میں وہ نہیں پہنچانے جاتے تھے مگر تواضع، خشوع و خضوع، ادائے امانت، زیادہ ذکر خدا، روزہ رکھنے، نماز پڑھتے، والدین سے نیکی کرنے اور فقرا و مساکین، مقروضوں اور یتیم پڑوسیوں کی دیکھ بھال کرنے، سچ بولنے، قرآن کی تلاوت کرنے اور اچھائی کے علاوہ لوگوں سے اپنی زبانوں کو روکے رکھنے کے ساتھ وہ اپنے عشائر و قبائل کے چیزوں میں امین ہوتے تھے۔

۲۵۔ آپؐ نے فرمایا: صلہ رحمی اعمال کو پاکیزہ کرتی، اموال کو بڑھاتی اور مصیبت کو دور کرتی ہے، حساب کتاب کو آسان کر دیتی اور اجل کو تاخیر میں ڈال دیتی ہے۔

۲۶۔ آپؐ نے فرمایا: کسالت وستی دین و دنیا دونوں کے لیے مضر ہے۔

۲۷۔ آپؐ نے فرمایا: حضرت علیؑ کے شیعہ وہ ہیں جو ہماری ولایت و محبت میں خرچ کرتے ہیں، محبت کی بنا پر ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہیں۔ دین کو زندہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں جب وہ غیض و غضب میں ہوں تو ظلم نہیں کرتے اور جب وہ راضی ہوں تو اسراف اور فضول خرچی نہیں کرتے۔ پڑوسی کے

لیے برکت ہیں اور ہر میل جول والے کے لیے سلامتی ہیں۔ (۶۶)

۲۸۔ آپؐ نے فرمایا: متکبر اللہ سے اس کی ردائے کبریائی چھیننا چاہتا ہے۔

۲۹۔ آپؐ نے فرمایا: خیر اور بھلائی کے ساتھ غلبہ حاصل کرنا فضیلت ہے اور شر اور بدی کے ساتھ قبیح

اور برا ہے۔

۳۰۔ آپؐ نے فرمایا: مظلوم ظالم کے دین میں سے نسبتاً اس سے زیادہ لیتا ہے۔ جتنا ظالم مظلوم کی دنیا

میں سے لیتا ہے۔

۳۱۔ آپؐ نے فرمایا: جس وقت خدا کسی ذات میں حسن نیت دیکھتا ہے تو اسے عصمت و حفاظت کے

ساتھ گھیر لیتا ہے۔

۳۲۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص اس چیز پر عمل کرتا ہے جسے وہ جانتا ہے تو خدا اسے اس کی بھی تعلیم دے

گا جسے وہ نہیں جانتا۔ (۲۷)

کئی سورج اور کئی چاند

ہمارے آئمہؑ اپنے علوم اور معارف میں سابق الزمان ہیں اور اپنے انکشافات میں متاخرین سے بہت زیادہ بلند ہیں۔ جدید و قدیم علوم و فنون پر احاطہ رکھنے کے لحاظ سے اپنے غیر سے ممتاز ہیں۔ ان حضرات نے اپنے شاگردوں میں ایسے کلمات و ارشادات پھیلائے ہیں جو موجودہ زمانہ میں جدید علوم کی بنیادیں و اصول ہیں اور جن امور تک ماہرین فن آج اپنے حالات و تجربات کی مدد سے پہنچے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کی قسم! اگر ماہرین اور انکشافات کرنے والے چودہ سو سال پہلے جب کہ یہ جدید آلات اور ساز و سامان انکشاف موجود نہ تھے، آئمہؑ سے ان کلمات کو جو ان سے صادر ہوئے ہیں مطلع ہو جاتے تو سب سے پہلے ان پر ایمان لے آتے، تمام مخلوق سے زیادہ ان کی محبت کا دم بھرتے اور جب اسلام مسلمانوں میں درپردہ ہے۔ جیسا کہ مغربی ماہرین کا قول ہے، تو آئمہؑ بھی اپنے شیعوں کے اندر پوشیدہ ہیں، کیونکہ انہوں نے ان کے علوم کی نشر و اشاعت نہیں کی۔

میں اس فصل میں امام محمدؑ باقر علیہ السلام کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں جسے سید ہاشم بحرانی المتوفی ۱۱۰۷ھ

نے اپنی تفسیر البرہان میں ذکر کیا ہے۔

جابر بن یزید نے ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تمہارے سورج کے پیچھے

چالیس عین (چشمے) ہیں ایک سورج کے چشمے سے دوسرے سورج کے چشمے تک چالیس سال ہیں جن میں بہت سی

مخلوق ہے جو انہیں جانتی کہ خدا نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے، یا انہیں پیدا نہیں کیا۔

تمہارے اس چاند کے پیچھے چالیس چاند کی ٹکیاں ہیں کہ ایک ٹکیہ سے دوسری ٹکیہ تک چالیس سال کی راہ

ہے۔ اس میں بھی بہت سی مخلوق ہے جو نہیں جانتی کہ آدم کو خدا نے پیدا کیا ہے یا انہیں نہیں پیدا کیا۔ انہیں اس طرح الہام کیا گیا ہے جیسے شہد کی مکھی کو الہام کیا گیا ہے۔ (۶۸)

سید ہبہ اللہ ستانی رحمہ اللہ علیہ نے اس خبر اور اس کی مماثل اخبار کو وارد کرنے کے بعد کہا ہے خلاصہ یہ ہے کہ متقدمین نے ان آخری زمانوں تک جن میں ہیت کی تکمیل ہوئی ہے، بالکل یہ خیال نہیں کیا کہ سورج متعدد ہیں اور نہ ان کی کثرت پر اظہار خیال کیا۔ اس کے ماہرین نے نئے مضبوط طریقوں سے روشنی کی تحلیل کرنے والے آلات اور دوربینوں کی مدد سے متعدد سورج دریافت کئے بلکہ ثوابت اور ان میں جو روشنی دینے والے اجزاء اور روشنی پھیلانے والے عناصر ہیں۔ ان کی روشنی کے درجے دریافت کئے ہیں اور ایک دوسرے سے ان کے فاصلہ کی وجہ سے ہم ان کی حد بندی نہیں کر پاتے۔ ان میں کوئی چیز بھی ہمارے عالم سے منوط و متعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس کا ہمارے نظام شمسی سے کوئی ربط ہے، البتہ ان میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص نظام اور خاص عالم و کیفیت ہے جو گردش کرنے والی زمینوں اور چکر لگانے والے چاندوں سے مرکب ہے۔ وہ اپنے مرکز نظام میں ہماری دنیا میں ہمارے سورج کی طرف ہے۔ اور یہ آراء بڑھتی اور پھیلتی رہیں، یہاں تک کہ متعدد سورجوں کا ہونا، روز روشن کی طرف عیاں ہو گیا۔ اب رہی شریعت اسلامی تو وہ سب متاخرین سے سبقت کر چکی ہے۔ اور متعدد موارد میں، سورج اور چاند کے تعداد کثرت کو عالم وجود میں کبھی اشارہ کنایہ سے اور کبھی صراحت کے ساتھ بیان کرتی ہے۔

شہرستانی رحمہ اللہ علیہ نے اجرام سماوی کے مسکون ہونے اور ان میں مخلوقات کے سکونت پذیر ہونے کے بارے میں حاشیہ دیا ہے کہ دونوں اساتذہ ”ہرشل“ جس نے ”ارنوس“ ستارہ معلوم کیا اور ”اراغو“ اور ان سے متاخر ایک جماعت نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ تمام اجرام فلکی مسکون (سکونت پذیری کے لائق) ہیں اور مخلوقات کے حامل ہیں حتیٰ کہ چاند سورج بھی البتہ ہر جرم فلکی میں رہنے والی مخلوق کو خدا نے اس جگہ کی استعداد کے مطابق پیدا کیا ہے۔ مثل اس کائنات کے جو آگ میں زندگی گزارتی ہے۔ مثلاً سندل جیسا کہ نقل ہوا ہے۔

مزید لکھا ہے کہ عظیم فلاسفہ متاخرین کی ایک جماعت مشہور ماہرین کی مخالفت کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کرتی ہے کہ خصوصیت کے ساتھ ہمارے چاند میں جاندار حیوان موجود ہیں مثلاً ہوک ہرشل، غوک، کاسنی اور اراغو۔ جیسا کہ کتاب حدائق النجوم میں ہے اور کمستوک، بیکریں اور فلامریوں وغیرہ۔ ان کے پاس شواہد و دلائل ہیں جنہیں شاید ہم چاند کی بحث میں نقل کریں گے۔ (۶۹)

اپنی اس بحث کے خاتمہ پر مرحوم نے کہا ہے

”اے میرے بھائیو! زمین کی پیشانی سفید ہو گئی ہے۔ زمانوں اور قرونوں کے گزرنے کے بعد وہ جوان ہو گئی ہے، یہاں تک کہ اس نے مبادی و مبانی اور ادوات و آلات جنے (پیدا کئے) ہیں جن سے یہ نئے افکار نظریات پیدا ہوئے۔ مغربی اقوام ان کے انکشاف پر فخر کر رہی ہیں اور ابناء مشرق ان آراء کو اخذ کرنے اور ان کی

نشر و اشاعت پر فخر کرتے ہیں۔“

لیکن دیکھئے اوصیاء نبی اکرم علیہم الصلوٰۃ السلام نے کس طرح یہ آراء ماضی و گذشتہ زمانوں میں بیان کئے، جس وقت ان مبانی اور اصولوں کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ کسی انسان کے دل میں ان میں سے کسی کا بھی قیاس و گمان نہ تھا۔

اس کے باوجود انہوں نے ان اسرار کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی اور نہ ہی ان میں کسی اضافہ کا سبب بنے بلکہ ان کا اہتمام استعظام (عظیم سمجھنا) معارف الہیہ اور نوامیس شرعیہ کی رعایت کرنے میں تھا۔ وہ لوگوں کو مملکت نفس کی اصلاح، اس کے کمالات اور ملکات کی تکمیل اور مابعد موت کے لیے عمل کرنے پر اکساتے اور ترغیب دیتے تھے کیونکہ موت یقیناً ہر نفس کو پیش آئی ہے فوز کا میابی اس کے لیے ہے جو اپنی عقل کو بیدار کرے اور دائمی نعمتوں کو حاصل کرے۔ (۷۰)

آپؐ کے بعض جوابات

نبی اکرمؐ اور آئمہ علیہم السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ نبوت و امامت کی دلیل اور عقیدہ کو ثابت کرنے اور سچ و جھوٹ میں حد فاصل قائم کرنے کے لیے معجزہ پیش کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اکثر وہ لوگ جنہوں نے رسول پاکؐ اور آئمہ علیہم السلام کے حالات زندگی بیان کئے ہیں ان کے بہت سے معجزات اور کرامات ذکر کی ہیں۔ جن کا مشاہدہ ان کے ساتھ رہنے والے قابل وثوق افراد نے کیا ہے کہ میرا تو یہ ایمان ہے لیکن میں نے اپنی تحریر میں ان سے ظاہر ہونے والے معجزات بیان کرنے سے اس لیے تحریر کیا ہے کہ ان کی تمام زندگی ہی معجزہ ہے اور ان کی ہر گفتگو دلیل و برہان ہے۔

میرے نزدیک معجزہ اپنے بہترین اشکال اور اپنے بلند ترین معانی کے ساتھ ان کے جوابات میں منور و روشن ہوا ہے کیونکہ وہ مختلف علوم و فنون اور معارف پر مشتمل ہیں جن تک ان کے علاوہ کسی دوسرے کو دسترس حاصل نہیں ہے باوجودیکہ وہ ان کا کافی البدیہہ اور ایک ہی لمحہ میں فیصل کن جواب دیتے تھے۔ ہم یہاں امام محمد باقرؑ کے وارد شدہ بعض جوابات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؐ سے ابرش نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں سوال کیا ”یوم تبدل الارض غیر الارض“ (وہ دن کہ جب یہ زمین دوسری زمین میں تبدیل ہو جائے گی) تو لوگ مقدمات قیامت کے فیصل ہونے تک کیا کھائیں پئیں گے۔

آپؐ نے فرمایا: لوگ اس زمین کی ٹکیہ جیسی جگہ پر محسور ہوں گے جس میں نہرین پھوٹیں گی۔ وہ کھائیں گے اور پئیں گے یہاں تک کہ حساب سے فارغ ہوں گے۔ اموی خلیفہ ہشام نے اس سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ

وہ کھانے پینے میں کیسے مشغول ہوں گے؟ (یعنی کھانا پینا انہیں یاد ہی نہیں ہوگا)۔

آپؐ نے فرمایا: وہ جہنم کی آگ میں تو اس سے بھی زیادہ مشغول ہوں گے۔ لیکن پھر بھی وہ کھانے پینے میں مشغول ہوں گے، یہاں تک کہ کہیں گے۔ (ہم پر تم پانی یا جو کچھ اور خدا نے تمہیں رزق دیا ہے، کافیض کرو)“ (۷۱)

۲۔ ایک شخص نے کعبہ کے لیے ایک ہزار درہم کی وصیت کی تھی۔ اس کا وصی مکہ آیا اور اس کے متعلق لوگوں سے پوچھا انہوں نے اسے بنی شیبہ کی طرف بھیج دیا۔ اس نے انہیں وصیت کے بارے میں بتایا۔ وہ کہنے لگے: تم وہ رقم ہمیں دے دو تم بری الذمہ ہو۔ کچھ لوگوں نے اسے امام ابو جعفرؑ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ پس اس نے حاضر خدمت ہو کر مدعا کو بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: کعبہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا شخص تلاش کرو جو بیت اللہ کی زیارت کو آیا ہو اور راہ میں اس پر ڈاکہ پڑا ہو یا مال چوری ہوا ہو، یا اس کی سواری گم ہو گئی ہو، یا وہ اپنے اہل و عیال کے پاس جانے سے عاجز ہو، تو اس قسم کے لوگوں کو یہ رقم دے دو (۷۲)

۳۔ محمد بن علی علیہما السلام سے عرض کیا گیا کہ آپؐ نے کس حالت میں صبح کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہم نے نعمت میں مستغرق اور گناہوں کی کثرت میں صبح کی، ہمارا معبود نعمتوں کے ساتھ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم گناہوں کے باعث اس کے مغضوب بنتے ہیں۔ حالانکہ ہم اس کے محتاج اور وہ ہم سے غنی ہے (۷۳)

۴۔ آپؐ سے سوال ہوا موت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہی نیند ہے جو تمہیں ہر رات آتی ہے مگر اس کی مدت طویل ہے۔

۵۔ آپؐ سے عرض کیا گیا: قدر و منزلت میں سب سے زیادہ عظیم کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جو دنیا کو اپنی قدر و قیمت نہ سمجھے۔ دوبارہ پھر آپؐ سے یہی سوال کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: جسے یہ پرواہ نہ ہو کہ دنیا کس کے ہاتھ میں ہے۔

۶۔ آپؐ سے محمد بن مسلم نے سوال کیا: نکاح میں گواہ کیوں مقرر کئے گئے ہیں (۷۴) آپؐ نے فرمایا میراث کی خاطر۔

۷۔ آپؐ سے سوال کیا گیا: آدم کے متعلق کہ جب انہوں نے حج کیا تو کس چیز سے ان کا سرمونڈا گیا اور کس نے مونڈا؟ فرمایا: جبریلؑ جنت سے ایک یا قوت لے آئے۔ وہ آپؐ کے سر پر پھرایا تو آپؐ کے بال گر پڑے۔

۸۔ آپؐ سے میت کے غسل، اس کی نماز جنازہ اور غسل کے غسل کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: میت کو غسل اس لیے دیا جاتا ہے کہ وہ گندا اور ناپاک ہو جاتا ہے تاکہ اس سے پاک

وپاکیزہ فرشتے ملاقات کر سکیں اسی طرح غسل کا غسل ہے کہ مومنین اس سے ملاقات کر سکیں۔ اس کی اللہ سے سفارش کرنے اور مغفرت طلب کرنے کو نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔

آپؐ سے نماز میت کی تکبیروں کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: پانچ تکبیریں پانچ نمازوں سے لی ہیں ہر نماز سے ایک تکبیر۔ (۷۵)

۱۰۔ آپؐ سے سوال کیا گیا ایسی عورت کے بارے میں جسے دردزہ کی اتنی شدت ہوئی کہ وہ مر گئی۔ بچہ اس کے شکم میں متحرک ہے۔ آپؐ نے فرمایا: میت کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے۔ (۷۶)

۱۱۔ آپؐ سے نافع بن ارزق نے خدائے تعالیٰ کے اس قول ”وَأَسْأَلُ مَنْ أَرْسَلَنَا مِنْ قَبْلِكَ مَنْ أَرْسَلَنَا اجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ اللَّهُ يَعْبُدُون“ کے بارے میں سوال کیا۔

محمدؐ نے کس سے سوال کیا حالانکہ ان کے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ تھا؟ ابو جعفرؑ نے ”سبحان الذی اسرئٰی بعبده“ کی تلاوت فرمائی پھر آپؐ کا مرسلین کے ساتھ اکٹھا ہونے اور انہیں نماز پڑھانے کا ذکر کیا۔

۱۲۔ عبد اللہ بن فافع بن ازراق کہا کرتا تھا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ دونوں اطراف میں کوئی ہے جس تک اونٹ مجھے پہنچا سکے جو میرے ساتھ بحث و مناظرہ کرے کہ علیؑ اہل نہروان کے قتل کرنے میں ظالم نہیں ہیں۔ تو میں اس کے پاس جانے کو تیار ہوں۔ اس سے کہا گیا کہ امام محمد باقرؑ کے پاس جاؤ۔ وہ آپؐ کے پاس آیا اور آپؐ سے سوال کیا۔ آپؐ نے گفتگو کرنے کے بعد فرمایا: حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمیں نبوت کے ساتھ مکرم کیا اور عزت بخشی اپنی ولایت کے ساتھ مخصوص کیا۔ اے جماعت اولاد مہاجرین و انصار! جس کے پاس امیر المومنینؑ کی منقبت ہو وہ اٹھ کر اسے بیان کرے۔ پس وہ کھڑے ہو گئے اور اسے بیان کرنے لگے۔ جب وہ آنحضرتؐ کے اس ارشاد پر پہنچے ”لَا عَظِيمَ الرَّايَةِ“ الخ البتہ ضرور کل علم اسے دوں گا جو کرار و غیر فرار ہوگا جو اللہ اور رسولؐ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ اور رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں تو ابو جعفرؑ نے اس سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے کہا یہ حق ہے لیکن علیؑ (معاذ اللہ) بعد میں کافر ہو گیا۔ ابو جعفرؑ نے فرمایا: مجھے اللہ کے بارے میں بتاؤ کہ اس نے جس دن علیؑ بن ابی طالبؑ سے محبت کی تو کیا وہ جانتا تھا کہ علیؑ اہل نہروان کو قتل کریں گے یا نہیں جانتا تھا۔ اگر تو کہے کہ نہیں جانتا تھا۔ تو تو کافر ہو جائے گا اس نے کہا کہ ہاں خدا جانتا تھا آپؐ نے فرمایا خدا نے اس بنا پر علیؑ سے محبت کی تھی کہ وہ اس کی اطاعت میں عمل کریں یا یہ کہ وہ اس کی نافرمانی میں عمل کریں۔ اس نے کہا اس بنا پر کہ وہ اس کی اطاعت میں عمل کریں۔ ابو جعفرؑ نے فرمایا کھڑا ہو جا۔ تو معتوب و مخصوم ہو گیا ہے۔

پس وہ کھڑا ہو گیا وہ کہہ رہا تھا ”حتی یتبدین لکم الخیط الابيض من الخیط الاسود۔“ یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے الگ ہو جائے۔ خدا زیادہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں

رکھ رہا ہے (۷۷)

۱۳۔ آپؐ سے طاؤس یمانی نے سوال کیا جھوٹ کے بارے میں جو کسی جھوٹے کی زبان سے نکلا ہو۔ آپؐ نے فرمایا ابلیس جب اس نے کہا ”انا خیر منه خلقتنی من النار وخلقنہ من طین“ میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے پھر اس نے کہا مجھے اس قوم سے مطلع فرمائیے جنہوں نے حق کی گواہی دی جب کہ وہ خود جھوٹے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: منافقین جب انہوں نے رسول اللہ سے کہا۔ ”نشہد انک الرسول اللہ“ (ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے) اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں فرمایا: ”اذ جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ، والہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہدان المنافقین لکاذبون“ (جب تیرے پاس منافق آئے تو انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ بھی گواہی دیتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔ اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں) اس نے کہا مجھے بتائیے اس اڑنے والے کے بارے میں خدا نے جسے قرآن میں ذکر کیا ہے جو صرف ایک مرتبہ اڑا، پھر اس کے قبل و بعد نہیں اڑا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ طور سینا ہے، جسے خدا نے بنی اسرائیل کے اوپر اڑایا یہاں تک کہ ان کے اوپر اپنے پر سے سایہ کیا جس میں مختلف قسم کے عذاب تھے، یہاں تک کہ انہوں نے تورات کو قبول کر لیا اس کو اللہ عزوجل کا قول بیان کرتا ہے۔ ”واذنتفقنا الجبل فوقہم کانہ ظلہ وظنوا نہ واقع بہم“ اور جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ کو بلند کیا گویا وہ سائبان ہے اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ان پر گر پڑے گا۔

اس نے کہا: مجھے اس رسول کے پیغام کے بارے میں بتائیے جسے خدا نے مبعوث کیا اور اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے جو نہ حیوانوں میں ہے نہ انسانوں میں اور نہ ملائکہ میں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ وہ کوا ہے جسے اللہ عزوجل نے بھیجا جو زمین کھودتا تھا تا کہ اسے دکھائے کہ کس طرح اپنے بھائی کی میت کو چھپائے

اس نے عرض کیا: مجھے خبر دیجئے اس کے بارے میں جس نے اپنی قوم کو ڈرایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر فرمایا۔ وہ نہ جنوں میں ہے نہ انسانوں میں اور نہ ہی ملائکہ میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ چیونٹی ہے جب اس نے کہا۔ یا ایہا النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطبکم سلیمان وجنودہ وهم لا یشعرون“ اے چیونٹیوں اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ تمہیں سلیمان اور ان کا لشکر روند نہ ڈالے، جب کہ انہیں علم و شعور نہیں ہے۔

اس نے عرض کیا: مجھے بتائیے جس پر جھوٹ بولا گیا اور وہ انسانوں جنہوں اور ملائکہ میں نہیں۔ فرمایا: اللہ نے قرآن میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ بھیڑیا ہے جس کے خلاف برادران یوسفؑ نے جھوٹ بولا تھا۔

اس نے کہا: مجھے اس چیز سے مطلع فرمائیے جس کا تھوڑا حصہ حلال اور زیادہ حرام ہے اور اللہ نے اپنی کتاب میں اسے ذکر کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ طالوت کی نہر ہے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ ”لا من عرفہ

بیدہ، مگر وہ کہ جو ایک چلو اس سے بھر لے۔ اس نے کہا: مجھے واجب و فرض صلوٰۃ کے بارے میں بتائیے جو بغیر وضو پڑھی جاسکتی ہے اور وہ صوم و روزہ کہ کھانا پینا اس میں منع نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: وہ صلوٰۃ نبی کریمؐ اور ان کی آل پاکؑ پر صلوٰۃ و درود ہے۔ باقی رہا روزہ تو اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ انی نذرت للرحمن صوما فلن اکلم الیوم انسیا“ (میں نے رحمن کے لیے روزہ کی نذر کی ہے کہ آج کے دن کسی انسان سے ہرگز کلام نہیں کروں گی) اس نے کہا: مجھے وہ چیز بتائیے جو زیادہ اور کم ہوتی ہے اور وہ بھی جو زیادہ تو ہوتی ہے مگر کم نہیں ہوتی اور وہ بھی جو کم ہوتی ہے مگر زیادہ نہیں ہوتی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ شے جو کم اور زیادہ ہوتی ہے چاند ہے، جو چیز زیادہ ہوتی ہے کم نہیں ہوتی وہ سمندر ہے، اور جو چیز کم ہوتی ہے اور زیادہ نہیں ہوتی وہ عمر ہے (۷۸)

۱۴۔ ابو جعفر مسجد الحرام کی طرف بڑھے تو قریش کے ایک گروہ نے آپؐ کی طرف دیکھا۔ انہوں نے پوچھا یہ کون ہے بتایا گیا کہ یہ اہل عراق کے امام ہیں۔ ان میں سے بعض نے کہا: کیا اچھا ہو کہ ان کی طرف کسی کو بھیجو جو ان سے سوالات کرے۔ پس ان میں سے ایک جوان آپؐ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے چچا! سب سے زیادہ کبیرہ گناہ کون سا ہے؟ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ اے بھتیجے میں نے تجھ سے کہا نہیں کہ ”شراب پینا“ کیونکہ شراب پینا اپنے صاحب کو زنا میں، چوری میں اور اس نفس کے قتل کرنے میں جس کو اللہ نے حرام کیا ہے، اور اللہ عزوجل کے شرک میں مبتلا کرتا ہے۔ شراب کی کارکردگیاں تمام گناہوں سے برتر ہیں۔ جیسا کہ اس کا درخت تمام درختوں کے اوپر ہے۔ (۷۹)

۱۵۔ شام میں عیسائیوں کے عالم نے آپؐ سے سوال کیا: تم لوگ کہاں سے دعویٰ کرتے ہو کہ اہل جنت کھائیں پئیں گے لیکن بول و براز نہیں کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا: بچہ شکم مادر میں کھاتا ہے بول و براز نہیں کرتا۔

اس نے کہا: تم لوگ کہاں سے دعویٰ کرتے ہو کہ جنت کے پھل تروتازہ تمام اہل جنت کے پاس موجود ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: تمام اہل دنیا کے پاس ہماری مٹی ہمیشہ تروتازہ رہتی ہے۔ اس نے عرض کیا: مجھے ایسے وقت و ساعت سے مطلع فرمائیے جو نہ رات کے اوقات میں سے ہے اور نہ دن کے اوقات میں سے۔ آپؐ نے فرمایا کہ سورج کے طلوع سے پہلے کا وقت ہے جس میں بیمار کو سکون آ جاتا ہے، بیدار رہنے والا سو جاتا ہے اور جس پر غشی طاری ہو اسے افاقہ ہو جاتا ہے۔

اس نے کہا: میں ایسے دو پیدا ہونے والوں کے بارے میں سوال کرتا ہوں جو ایک دن پیدا ہوئے اور ایک ہی دن مرے لیکن ان میں سے ایک کی عمر پچاس سال اور دوسرے کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی۔ آپؐ نے فرمایا: عزیز و عزیز دونوں ایک دن پیدا ہوئے۔ جب وہ پچیس سال کے ہو گئے تو عزیز اپنے گدھے پر سوار ہو کر انطاکیہ بستی کے قریب سے گزر رہے تھے جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ انہوں نے کہا کہ کس طرح اللہ اس

کو موت کے بعد زندہ کرے گا؟ پس ان کو سو سال کے لیے اللہ نے مار دیا۔ پھر ان کو اٹھایا اور وہ چل کر اپنے بھائی عزیز کے گھر پہنچ گئے جب کہ وہ انہیں نہ پہچان سکا۔ عزیز نے اس سے انہیں مہمان بنانے کی خواہش کی تو اس نے انہیں مہمان بنالیا۔ عزیز کی اولاد کی اولاد بھی بوڑھی ہو چکی تھی اور عزیز پچیس سال کے جوان تھے۔ پس وہ اپنے بھائی اور اس کی اولاد سے گذشتہ باتوں کا ذکر کرتے اور وہ بھی ان سے ان باتوں کا ذکر کرتے رہے اور کہنے لگے تجھے یہ باتیں جنہیں برس ہا برس گزر گئے عزیز نے کہا، جو اس وقت ایک سو پچیس سال کا تھا کہ میں نے پچیس سال کا کوئی جوان نہیں دیکھا جو ان باتوں کو تجھ سے زیادہ جانتا ہو جو میرے اور میرے بھائی عزیز کے درمیان جوانی کے دنوں میں ہوئی ہیں۔ تم اہل آسمان سے ہو یا اہل زمین سے۔

عزیر نے اپنے بھائی سے کہا میں عزیز ہوں ایک بات کی وجہ سے جو میں نے کہی تھی خدا مجھ پر ناراض ہوا۔ اس نے مجھے چنا تھا اور میری ہدایت کی تھی پس اس نے مجھے سو سال مارے رکھا۔ پھر مجھے زندہ کیا تاکہ تمہیں اس کا زیادہ یقین آئے بے شک خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ میرا گدھا ہے اور یہ میرا کھانے اور پینے کا سامان ہے جسے لے کر میں تمہارے پاس سے نکلا تھا۔ اسے خدا نے دوبارہ میرے لیے پلٹا دیا ہے جس طرح کا وہ تھا پس اس وقت انہیں یقین آ گیا۔ پھر عزیز کو خدا نے ان کے درمیان پچیس سال زندہ رکھا۔ ان کی اور ان کے بھائی کی ایک ہی دن میں روح قبض کی پس ان کی عمر پچاس سال اور ان کے بھائی کی عمر ایک سو پچاس سال تھی۔

عیسائیوں کے عالم نے اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے تم مجھ سے زیادہ صاحب علم کے پاس لے آئے ہو تاکہ وہ مجھے رسوا و ذلیل کرے۔ خدا کی قسم میں تم سے اب ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا۔ (۸۰)

۱۶۔ ایک اعرابی ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: آپؐ نے خدا کو دیکھا ہے کہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں کسی ایسی شے کی عبادت نہیں کرتا جسے دیکھا نہ ہو۔ اس نے عرض کیا کس طرح آپؐ نے اس کو دیکھا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: آنکھیں اسے عینی مشاہدہ سے نہیں دیکھتیں لیکن دل اسے حقائق ایمانی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اس کا حواس کے ذریعہ ادراک نہیں ہو سکتا۔ اسے لوگوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ وہ آیات و نشانیوں کے ساتھ مشہور اور پہچانا جاتا ہے۔ علامات کے ساتھ اس کی تعریف و توصیف کی جاتی ہے۔ وہ اپنے فیصلے میں ظلم و جور نہیں کرتا اور وہی خدا ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اعرابی نے کہا: اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔ (۸۱)

۱۷۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ خدا نے اپنے بندوں پر روزے کیوں فرض کئے آپؐ نے فرمایا: تاکہ غنی و توکر بھوک کا ذائقہ چکھ لیں اور کمزور و نادار پر شفقت کریں۔ (۸۲)

۱۸۔ آپؐ سے سوال کیا گیا کہ آپؐ حدیث کو مرسل چھوڑ دیتے ہیں اور کسی کی طرف اس کی اسناد نہیں

فرماتے۔ آپؐ نے فرمایا: جب میں کوئی حدیث بیان کروں اور اس کی اسناد کسی کی طرف نہ دوں تو میری سند اس میں میرے والد علیؑ زین العابدینؑ ہی اور ان کے والد حسینؑ شہیدؑ سے ان کے والد علیؑ بن ابی طالبؑ سے رسول اللہؐ سے جبرائیل اللہ عزوجل سے (۸۳)

۱۹۔ آپؐ سے سوال کیا گیا کہ کل کونجات کیسے ہوگی؟

آپؐ نے فرمایا نجات صرف اس میں ہے کہ تم خدا کو دھوکہ نہ دو جو خدا کو دھوکہ دے، وہ اسے دھوکہ کی سزا دے گا اور ایمان کا زور اس سے اتار لے گا۔ اگر اس میں شعور ہو تو وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ عرض کیا گیا کس طرح خدا کو دھوکہ دیتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا عمل تو وہی کرتا ہے، جس کا خدا نے حکم دیا ہے لیکن اس سے مراد اس کی کوئی اور ہوتا ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اور ریا کاری نہ کرو۔ کیونکہ وہ اللہ عزوجل سے شرک کرتا ہے ریا کاری کرنے والے کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ اے کافر، اے فاجر، اے غادر (دھوکہ باز) اور اے خاسر (گھٹا اٹھانے والے) تیرا عمل حبط اور اجر باطل ہو گیا۔ آج کے لیے تیرا کوئی حصہ نہیں۔ اپنا اجر اس سے طلب کر جس کے لیے عمل کرتا تھا۔ (۸۴)

۲۰۔ آپؐ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں کی تہائی کب ہلاک ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے ابو عبد الرحمن! لوگوں کی تہائی کبھی بھی ہلاک نہیں ہوئی۔ اے شیخ! تو یہ کہنا چاہتا تھا کہ لوگوں کی چوتھائی کب ہلاک ہوئی؟ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، اس روز چار افراد تھے آدم و حوا ہابیل و قابیل پس چوتھائی ہلاک ہو گئی۔ طاووس نے عرض کیا۔ لوگوں کا باپ کون تھا قاتل یا مقتول؟ فرمایا ان میں سے کوئی نہ تھا بلکہ شیث علیہ السلام تھے (۸۵)

آپؐ کی دعائیں

آئمہ معصومین علیہم السلام کے مسنون طریقوں میں ایک طریقہ وہ دعائیں ہیں جنہیں ان حضرات نے اپنے جد امجد رسول اعظمؐ سے سیکھا اور امت کو سکھلایا۔ یہ دعائیں دعوت الی اللہ، عدالت و فضیلت کی طرف متوجہ کرنے اور معاشرے کے لیے خیر و صلاح کے وسیلوں میں سے اہم وسیلہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، اس کی تقدیس و تجید کے بیان اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے، اسے تشبیہ دینے اور اس کے اوصاف جسمانی کے قائل لوگوں کے وہم و گمان کو دور کرنے کا موثر ذریعہ ہیں۔ اخلاقی تعلیم، بلند معارف اور آداب عالی کا فیضان کرتی ہیں۔ یہاں ہم امام محمد باقر علیہ السلام کی بعض دعائیں ثبت کرتے ہیں۔

۱۔ گھر سے باہر نکلتے وقت پڑھنے کے لیے آپ کی ایک دعا:

”اعوذ بما عاذت به ملائکہ اللہ من شر هذا اليوم الجديد الذي ان غابت شمسہ لم تعد من شر نفسی ومن شر غیري، ومن شر الشیطان ومن شر من نصب لاولیاء اللہ، ومن شر الجن والانس، ومن شر البساع والهوام، ومن شر رکوب المحارم کلها، اجیر نفسی باللہ من کل سوء“ (۸۶)

میں پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے ساتھ جس کے ذریعے ملائکہ نے پناہ مانگی، اس نئے دن جس کا سورج جب غروب ہوگا تو وہ دن دوبارہ نہ آئے گا، اپنے نفس اور غیر کے شر سے، شیطان کے شر سے، اولیاء اللہ کے دشمن کے شر سے، جن وانس کے شر سے، درندوں اور حشرات الارض کے شر سے، اور تمام محارم کے ارتکاب کے شر سے، میں اپنے نفس کو ہر برائی سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

۲۔ آپ کی ایک دعا جس کی آپ نے محمد بن مسلم کو تعلیم دی اور تاکید کی کہ اس کی یوں حفاظت کرنا جس طرح تم اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتے ہو۔

”سبحان اللہ ولا الہ الا اللہ والحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل، وکبرۃ تکبیرا“ (۸۷)

منزلہ اور پاک ہے خدا، نہیں کوئی معبود مگر اللہ حمد ہے اس کی جس نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا۔ نہ ہی کوئی ملک میں اس کا شریک ہے اور نہ ہی ذلت سے بچنے کے لیے کوئی اس کا ولی و سرپرست ہے۔ اس کی بزرگی بیان کر جس طرح بزرگی بیان کرنے کا حق ہے۔

۳۔ آپ کی ایک دعا، بعد نماز عشاء:

اللہم بحق محمد وآل محمد، صلی علی محمد وآل محمد ولا تو مننا مکرا ولا تنسنا ذکرا ولا تکشف عنا سترک، ولا تحرمنا فضلك ولا تحل علینا فضلك، ولا تنزع حل علینا غضبک، ولا تباعدنا من جوارک، ولا تنقصنا من رحمتک، ولا تنزع عنا برکاتک، ولا تمنعنا عافیتک، واصلح لنا ما اعطیتنا وزدنا من فضلك من فضلك المبارک الطیب، الحسن الجمیل ولا تغیر ما بنا من نعمتک، ولا تویسنا من

روحك، ولا تنهنا بكر امتك، ولا تضلنا بعد اذ هديتنا، وهب لنا من لدنك رحمة، انك انت الوهاب۔ اللهم اجعل قلوبنا سالمة، واروحنا طيبة، والسنة صادقة وایماننا دائما، ویقیننا صادقا وتجارتنا لا تبور ربنا اتنا فی الدنيا حسنة، وفي الآخرة حسنة وقنا برحمتك عذاب النار“ (۸۸)

خدایا! محمدؐ و آل محمدؐ کے حق کی قسم، محمدؐ و آل محمدؐ پر درد نازل فرما۔ ہمیں اپنے عذاب سے بے خوف نہ رکھ اپنا ذکر ہمیں نہ بھلا دے، ہم سے اپنا پردہ نہ ہٹا دے، اپنے فضل و کرم سے ہمیں محروم نہ رکھ، ہم پر اپنا غضب نازل نہ کر، ہمیں اپنے جوار سے دور نہ رکھ، ہم پر اپنی رحمت میں کمی نہ کر، ہم پر اپنی برکات ہم سے نہ چھین لے، اپنی عافیت کو ہم سے نہ روک لے، جو کچھ ہمیں عطا فرمائے اسے ہمارے لیے درست اور صالح قرار دینا، اپنے مبارک اپنے پاکیزہ حسین و جمیل فضل سے ہمارے لیے اپنے فضل کا اضافہ فرما، جو تیری رحمت ہمارے پاس ہے اس میں تبدیلی نہ کرنا، اپنی رحمت کی وسعت سے ہمیں مایوس نہ کرنا، اپنی کرامت و بزرگی کی بنا پر ہماری توہین نہ کرنا ہمیں راہ ہدایت دکھانے کے بعد گمراہ نہ کرنا، اپنی کرامت و بزرگی کی بنا پر ہماری توہین نہ کرنا، ہمیں راہ ہدایت دکھانے کے بعد گمراہ نہ کرنا، ہمیں اپنی طرف سے رحمت ہبہ کرنا، پیشک تو بخشنے اور ہبہ کرنے والا ہے۔ خدایا! ہمارے دل صحیح سالم کر دے، ہماری ارواح پاکیزہ زبانیں سچی، ایمان دائمی اور یقین کو پختہ کر دے اور ہماری تجارت کو نقصان ہلاکت سے بچا۔ دنیا آخرت میں نیکیاں عطا کر۔ اپنی رحمت کے صدقے میں عذاب کی آگ سے بچالے۔

۴۔ آپؐ کی ایک دعا سوتے وقت:

”بسم الله، اللهم الى اسلمت نفسي اليك ووجهت وجهي اليك وفوضت امري اليك، والجات ظهري اليك وتوكلت عليك رهبه منك ورغبه اليك لا منجا ولا ملجا منك الا اليك، امنك بكتابك الذي انزلت وبرسونك الذي ارسلت ثم يسبح الذهراء عليها السلام“ (۸۹)

خدایا! میں اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتا ہوں، اپنا رخ تیری طرف کئے ہوئے ہوں، اپنا معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں اور تجھے اپنی پشت کا سہارا قرار دیتا ہوں۔ تجھ سے ڈرتے ہوئے۔ تیری طرف رغبت کرتے ہوئے تجھ پر توکل کرتا ہوں۔ تجھ سے کوئی نجات و پناہ کی جگہ نہیں ہے مگر تیری ہی طرف۔ میں تیری کتاب پر ایمان رکھتا ہوں جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے رسولؐ پر جسے تو نے بھیجا ہے۔ اس کے بعد تسبیح زہراؑ پڑھے۔

۵۔ آپ کی دعا جسے آپ بعد نماز تہجد پڑھتے تھے:

”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ لہ البلیک ولہ الحمد، یحی ویمیت، ویمیت ویحی، وهو حی لاموت بیدہ الخیر، وهو علی کل شیء قذیر، اللہم لک الحمد یا رب انت نور السموات والارض فلک الحمد، وانت قوام السموات والارض فلک الحمد، وانت جمال السموات والارض فلک الحمد، وانت الصریح المسرخیں فلک الحمد، وانت غیاث المستعیتین فلک الحمد، وانت تجیب دعوة المضطربین فلک الحمد، وانت ارحم الراحمین فلک الحمد اللہم بک تنزل کل حاجہ فلک الحمد ووعدک الحق، وانت ملک الحق، اشہدان لقائک الحق، وان الساعیہ لاتیہ لاریب فیہا، وانک تبعث من فی القبور اللہم لک اسلمت، وبک امت، وعلیک توکلت، وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفر لی ما قد مت واخرت واسررت والنت، انک الحئی وعلیک توکلت، وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفر لی ما قد مت واخرت واسررت واعلنت، انک الحی الذی لا الہ الا انت“ (۹۰)

نہیں معبود مگر اللہ جو ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ سلطنت اور حمد اسی کو زیبا ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے۔ وہ ایسا زندہ ہے کہ مرے گا نہیں۔ اس کے ہاتھ میں خیر و برکت ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے خدایا! تیرے لیے حمد ہے۔ اے پروردگار! تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ تیرے لیے حمد ہے۔ تو آسمانوں اور زمینوں کا جمال ہے پس تیرے لیے حمد ہے۔ تو فریاد کرنے والوں کا فریاد اس ہے، پس تیرے لیے حمد ہے۔ تو مضطرب و مجبور کی دعا قبول کرتا ہے، پس تیرے لیے حمد ہے۔ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ پس تیرے لیے حمد ہے۔ خدایا! ہر حاجت تیری بارگاہ میں نازل ہوتی ہے، پس تیرے لیے حمد ہے اور اپنی حاجت آج کی رات میں نے تیرے حضور پیش کی ہیں پس انہیں میرے لیے پورا کر دے اے حاجتوں کو پورا کرنے والے۔ خدایا! تو حق ہے۔ تیرا قول حق ہے۔ تیرا وعدہ حق ہے اور تو حق بادشاہ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری ملاقات حق ہے اور قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ جو قبروں میں ہیں تو انہیں اٹھائے گا۔ میں تیرے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں، تجھ پر ایمان رکھتا ہوں، تجھ پر ہی توکل کرتا ہوں، تیرے ہی ذریعے کسی سے مخاصمت کرتا ہوں اور تیرے پاس محاکمہ کرتا ہوں۔

پس مجھے بخشش دے وہ گناہ جو میں نے مقدم کئے ہیں یا موخر کئے ہیں۔ چھپا کے کئے ہیں، یا اعلانیہ کئے

ہیں۔ بے شک تو زندہ ہے، نہیں کوئی معبود مگر تو۔

آپؐ کے اشعار کا اقتباس

ہم آئمہ علیہم السلام کی زندگیوں کے بارے میں اس سے قبل بھی گفتگو کر چکے ہیں کہ وہ عامۃ المسلمین کی اصلاح و بہبود کی مسلسل و متصل کڑیاں ہیں جو ہدایت و ارشاد کے لیے پیش ہوئی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے رشد و ہدایت کو پیش نظر رکھا کبھی خطبوں کے ذریعے کبھی وصایا کی صورت میں، کبھی درس کے وسیلے سے اور کبھی حکم و معارف کے موتی رول کر۔ شعر عربوں کا دیوان، مجالس کامیوہ اور نفوس کا انیس ہے۔ اسے سن کر انسان راحت و سکون محسوس کرتا اور اس کے بہاؤ کے ساتھ مانوس رہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کی اس راہ کے سفر میں آئمہ کے اشعار بھی ملتے ہیں مگر ان تو جہات کے ساتھ چلتے ہوئے، خیر و اصلاح کی دعوت دینے کے لیے فضیلت و منقبت پر اکسانے اور مکارم اخلاق کا حکم دینے کے لیے۔

تاریخ ہمارے آئمہ کا اشعار میں یہ رنگ و طرز محفوظ رکھتی ہے اور دوسرے لوگوں کے اشعار بھی پیش کرتی ہے جو غزل، عشق، مزاح، تمسخر، نکتہ چینی اور ہجو پر مشتمل ہیں۔ بس یہی ایک چیز آئمہ اور دوسروں لوگوں کے درمیان ایک فرق عظیم کا واضح اور مبین ثبوت ہے۔ ہم یہاں آپؐ کے بعض اشعار پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؐ نے اہل بیتؑ کے بارے میں فرمایا:

فنحن	علی	الحوض	ذو اده
ندود	و	یسعد	راده
فما	فاز	من	فاز
وما	خاب	من	جینا
فمن	سر نال	منا	السرور
ومن	ساء	نا	ساء
ومن	کان	غاصبنا	حقنا
فیوم	القیامہ	میعادہ (۹۱)	

ہم حوض کوثر پر اس سے دور ہٹانے والے ہوں گے کہ کچھ لوگوں کو اس سے دور ہٹائیں گے۔ سعید و نیک بخت تو وہ ہوں گے جو اس پر وارد ہوں۔ جو بھی کامیاب ہوا ہماری وجہ سے ہوا۔ جس کا زاد رہ ہماری محبت ہو وہ کبھی نامراد نہیں ہوتا۔

جو ہمیں خوش کرے۔ اسے ہماری طرف سے خوشی نصیب ہوگی اور جو ہم سے برائی کرے، اس کی ولادت ہی بری ہے۔

جو شخص ہمارے حقوق کا غاصب ہے اس کی وعدہ گاہ قیامت کا دن ہے۔

۲۔ آپؐ ہی کے اشعار عجب کے بارے میں۔

عجبت	من	معجب	بصورته
وكان	من	قبل	نطفه
عجبت	من	معجب	بصورته
يصير	في	القبر	جيفه
وهو	على	عجبه	ونخوته
ما بين	جنبه	يحمل	العدرة (۹۲)

مجھے اس پر تعجب ہے جو اپنی شکل و صورت پر اتراتا ہے حالانکہ اس سے پیشتر وہ ایک گندہ نطفہ تھا۔ کل اس کا چہرہ قبر میں فاسد، مردار اور خراب و سیاہ ہو جائے گا۔

اپنے عجب و نخوت کے باوجود اپنے دونوں پہلوؤں میں پاخانہ اٹھائے پھرتا ہے۔

۳۔ آپؐ کے اشعار نافرمانوں کو خطاب کرتے ہوئے۔

تعصى	الاله	وانت	تظهر حبه
هذا	العبرك	في	الفعال
لو كان	حبك	صادقا	لاطعته
ان	المحب	لن	احب
			مطيع (۹۳)

تو خدا کی نافرمانی کرتا ہے حالانکہ اس کی محبت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ تیری جان کی قسم! یہ بات بہت عجیب معلوم ہوتی ہے۔

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا کیوں کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔

۴۔ آپؐ نے اپنی انگوٹھی پر نقش کرایا تھا۔

ظنی بالله حسن

والبی

وبالوصی

المومن

ذی

وبالحسین

والحسن (۹۴)

مجھے اللہ پر اور اس کے نبی کے بارے میں کہ جسے امین بنایا گیا ہے اور بہت سے احسانات کرنے والے وصی کے بارے میں اور حسین و حسن کے متعلق حسن ظن ہے۔

آپ کا عبد الملک بن مروان کو دراہم اور یناروں کے سکے بنانے کی تعلیم دینا

رجال، تاریخ اور سیر کا اجماع ہے کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام اپنے سے پہلے خلفاء کے دور میں ان کی مہمات و مشکلات میں جائے پناہ اور شدا ید میں طباء و ماویٰ تھے۔ کتنی ہی مرتبہ آپ سے پہلوں پر ایسی مشکلات آتی تھیں جن کے مقابلے سے وہ عاجز ہوتے اور تمام مسلمان بھی۔ پس وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ ان کی مشکلات و شدا ید کو دور فرما دیتے۔ اہل سیر و اہل تراجم اور سوانح نگاروں نے حضرت عمر بن خطاب کے اس بارے میں اقوال بیان کئے ہیں مثلاً ان کا قول۔ ”ولا اباقنی اللہ بعد ابن ابی طالب“ مجھے فرزند ابوطالب کے بعد خدا باقی نہ رکھے اور ”لولا علی لہلک عمر“ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ ”لا بقیت لمعضلہ لیس لہا ابو الحسن“ میں اس مشکل کے لیے باقی نہ رہوں کہ جس کی مشکل کشائی کے لیے ابو الحسن نہ ہوں۔

چنانچہ وہ مشکلات جو آپ سے پہلے افراد پر وارد ہوئیں ان کے حل اور جوابات اور فیصلوں کے بارے میں علماء کی ایک جماعت نے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں۔ بالکل اسی طرح آپ کی اولاد بھی ایسے سخت ترین مسائل و مشکلات میں، جو ان کے زمانے کے حکام اور بادشاہوں کو درپیش آئے اور ان کے حل سے عاجز و لاچار ہوئے، طباء و ماویٰ بنے رہے۔ ان صفحات میں ہم وہ واقعہ پیش کرتے ہیں جو عبد الملک بن مروان کو پیش آیا۔ اس نے امام علیہ السلام سے رجوع کیا اور اسے جو حضرت نے مشورہ دیا اس پر عمل پیرا ہو کر اس سے استفادہ کیا۔

کسانی کہتے ہیں میں ایک دن رشید کے پاس گیا۔ وہ اپنے ایوان میں بیٹھا تھا اور اس کے سامنے بہت سا مال رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے ایک تھیلی کو اس نے توڑا اور حکم دیا کہ اسے اس کے مخصوص خادموں میں تقسیم کیا جائے۔ اس کے ہاتھ میں ایک درہم تھا جس کی کتابت واضح و ظاہر تھی۔ وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اکثر اوقات مجھ سے باتیں کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ سب سے پہلے کس نے سونے اور چاندی میں

اس کتاب کی بنیادی رکھی اور اس سنت کو جاری کیا؟ میں نے کہا میرے آقا یہ عبدالملک بن مروان تھا۔ اس نے کہا اس کا سبب کیا تھا؟ میں نے کہا مجھے اس کا علم نہیں سوائے اس کے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ کتابت ایجاد کی۔ ہارون رشید نے کہا میں تجھے عنقریب بتاتا ہوں۔ کاغذ روم کے استعمال ہوتے تھے۔ اور مصر میں زیادہ آبادی عیسائیوں کی تھی۔ عوام بادشاہ روم کے دین کے پیروکار تھے۔ ان پر رومی زبان میں (ٹریڈ مارک) ضرب لگی ہوئی تھی اور وہ چھاپ باپ، بیٹا اور روح القدس تھی۔ پس یہ علامت سارے صدر اسلام میں اسی طرح چلتی رہی۔ یہاں تک عبدالملک بادشاہ ہوا۔ وہ متنبہ ہوا۔ زیرک آدمی تھا ایک دن بیٹھا تھا کہ اس کے سامنے سے ایک کاغذ گزرا۔ اس نے اسے اس کی ضرب کی طرف دیکھا اور حکم دیا کہ اس کا عربی میں ترجمہ کیا جائے۔ جب ترجمہ کیا گیا تو اس نے اسے بر محسوس کیا اور کہا کہ دین اور اسلام کے بارے میں یہ کتنی سخت چیز ہے کہ کاغذوں کی یہ چھاپ ہو۔ یہی چھاپ برتنوں اور کپڑوں پر لگتی تھی اور یہ دونوں کام مصر میں ہوتے۔ اس کے علاوہ پردوں پر بھی، جو بڑی مقدار میں شہر میں بنتے جہاں بہت زیادہ ساز و سامان اور بہت بڑی آبادی ہے، جس کے ہاتھوں سے یہ سامان تمام دنیا کے ملکوں اور شہروں میں جا کر خدید و فروخت ہوتا، ان سب پر یہی شرک کی چھاپ ہے۔ پس اس نے عبدالعزیز بن مروان حاکم مصر کے حکم نامہ بھیجا کہ اس چھاپ کو کاغذ، برتنوں، کپڑوں اور پردوں پر سے اور جس شے پر بھی یہ چھاپ لگتی ہو، ختم کر دیا جائے اور کاغذ پر سورہ توحید اور ”شہد الا للہ انہ لا الہ الا هو“ تحریر کیا جائے۔ یہی چھاپ اب تک ہے جس میں کوئی کمی زیادتی نہیں ہوئی اور نہ ہی اسے بدلا گیا۔ اپنی سلطنت کے تمام گورنروں کو حکم بھیجا، ان کے صوبوں میں جن کاغذوں پر رومی چھاپ ہے، انہیں باطل کیا جائے۔ اس ممانعت کے بعد جس کے پاس اس میں سے کوئی چیز ہو اسے طویل قید، دردناک مار پیٹ اور سخت سزائیں دی جائیں۔ جس وقت کاغذ نئی اور توحید کی چھاپ کے ساتھ بنائے گئے او وہ روم کے شہروں میں پہنچے تو تمام جگہ پر خبر پھیل گئی اور بادشاہ مطلع ہوا۔ اس کے سامنے اس چھاپ کا ترجمہ کیا گیا تو اس نے اس کا بہت زیادہ برا منایا اور آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے عبدالملک کو لکھا کہ مصر میں کاغذ کا کارخانہ اور باقی چیزیں جن پر یہ ٹھپہ لگتا ہے وہ روم کی ہیں۔ اور ہمیشہ سے روم کا ہی ٹھپہ اور چھاپ لگتی رہی ہے۔ یہاں تک کہ تو نے اسے باطل کیا اگر تجھ سے پہلے خلفاء کا عمل درست تھا تو تو نے غلطی کی ہے اور اگر تو نے ٹھیک کام کیا ہے تو انہوں نے غلطی کی ہے۔ ان دو صورتوں میں سے جسے چاہو پسند و اختیار کر دو۔ میں نے تمہارے مقام و مرتبہ کے لائق ایک ہدیہ بھیجا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس چھاپ اور ٹھپہ کو پھر سے بحال کر دو۔ میری خواہش ہے جس کیلئے میں شکر گزار ہوں گا اور اس ہدیہ کو قبول کر لو۔ یہ ہدیہ بہت زیادہ قیمتی تھا لیکن عبدالملک نے خط پڑھا تو قاصد کو واپس کر دیا اور اسے متنبہ کیا کہ ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں اور اس کا ہدیہ بھی واپس کر دیا۔ قاصد نے ہدیہ و پیغام پہنچایا تو شاہ روم نے ہدیہ دگنا کر کے دوبار بھیجا اور لکھا کہ شاید تم نے اس ہدیہ کو کم سمجھا ہے اس لئے قبول نہ کیا اور خط کا جواب دیا پس میں نے دو چند کر دیا ہے

اور اس کے ساتھ اپنی سابقہ خواہش کو دہراتا ہوں۔ عبد الملک نے خط پڑھا، ہدیہ واپس کر دیا اور کچھ خواب نہ دیا اس دفعہ بادشاہ روم نے ہدیہ کو مزید دگنا کیا، خطوط کے جو با کا تقاضا کیا ٹھپہ اور چھاپ کی بحالی پر بہت زیادہ اصرار کیا اور لکھا کہ میں مسیح کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم نے اگر میری خواہش کو رد کیا تو میں درہموں اور دیناروں پر نقش کرنے کا حکم دوں گا اور وہ نقش میرے ملک کے رسم و رواج کے مطابق ہوگا۔ (اس وقت تک درہم و دینار اسلامی حکومت نے نقش نہیں کئے تھے) اور تمہارے نبی پر سب و شتم کے ساتھ یہ نقش کئے جائیں گے۔ جب تو انہیں پڑھے گا تو تیری پیشانی پر پسینہ آجائے گا۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ تو میرا ہدیہ قبول کر لے اور ٹھپہ اور چھاپ کو اپنی سابقہ حالت پر لانے کا حکم دے، اپنے اس نیک عمل کو میرے لئے ہدیہ قرار دے، میرے اور تیرے درمیان کے تعلق و حالات جو پہلے تھے انہیں باقی رکھ۔

جب عبد الملک نے خط پڑھا تو سخت پریشانی میں مبتلا ہوا۔ زمین اس کے لیے تنگ ہو گئی اور اس نے کہا اولاً میں اپنی ذات کو منحوس گمان کرتا ہوں کہ میں وہ بچہ اسلام میں پیدا ہوا ہوں جس نے رسول اللہ کے حق میں خیانت کی یہ کافر آپ کو رہتی دنیا تک سب و شتم کرے گا کیونکہ رومی درہم و دینار عرب ممالک میں رائج ہیں، انہیں نہیں ہٹایا جاسکتا۔

اس نے اکابرین و عقلاء اسلام کو جمع کیا لیکن ان میں کوئی ایسی رائے نہ دے سکا جو قابل عمل ہو۔ اس سے روح بن زباع نے کہا تو اس معاملہ سے نکلنے کا راستہ جانتا ہے مگر جان بوجھ کر اسے چھوڑے ہوئے ہے۔

عبد الملک نے کہا وائے ہو تجھ پر کون ہے وہ؟

اس نے کہا اہل بیت نبی کے باقر علیہ السلام۔

اس نے کہا: تو نے سچ کہا میں ان سے رائے لیتا ہوں بس مدینہ میں اپنے گورنر کو لکھا کہ محمد بن علی کو احترام و اکرام کے ساتھ میرے پاس بھیجوا انہیں دولا کھ درہم سامان سفر کے لیے اور تین لاکھ گھریلو اخراجات کے لیے دے دو ان کی تیاری سفر، ان کے ساتھ آنے والے ان کے اصحاب کی تیاری سفر کی تمام رکاوٹوں اور دشواریوں کو دور کرو، قاصد کو ان کی روانگی تک اپنے پاس روکے رکھ۔ اسی طرح خود بھی عبد الملک نے شاہ روم کے قاصد کو روک رکھا تھا۔ یہاں تک کہ آپ عبد الملک کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے تمام واقعہ آپ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ معاملہ تمہارے نزدیک کوئی عظیم معاملہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ دو جوہات کی بنا پر کچھ بھی نہیں۔ ایک یہ کہ اللہ عز وجل اس کو نہیں چھوڑے گا اس چیز میں کہ جس کی بادشاہ روم دھمکی دیتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کے لیے چارہ کار موجود ہے۔ عبد الملک نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اسی وقت کاریگروں کو بلاؤ جو درہم و دینار ڈاھالیں اروان پر سورہ تو حید ایک طرف اور رسول اللہ کے ذکر کی دوسری طرف چھاپ لگائیں دائرہ میں اس شہر کے نام کا ٹھپہ لگائیں جہاں وہ سکے اور ڈھالا گیا ہو اور تیاری کا سال و سن تحریر کیا جائے۔

تیس درہم لوجو تین اقسام پر بنائے گئے ہیں۔ جن میں سے دس، دس مثقال کے دوسرے دس چھ مثقال کے اور تیرے دس پانچ مثقال کے۔ ان کے اوزان اکیس مثقال ہوئے۔ پھر ان کو تین پر تقسیم کرو تو حاصل تقسیم سات مثقال ہوں گے۔ انہیں شیشے کے سانچے بنا کر، جو زیادتی و نقصان میں نہ بدلیں ڈھالو۔ پس درہم دس کے وزن پر اور دینار سات کے وزن پر بنالے۔

اس زمانے میں درہم کسروی تھے۔ جنہیں موجودہ زمانہ میں بغلیہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ راس البغل عمر بن خطاب نے کسروی سکے اسلام میں ڈھالے تھے کہ جن پر بادشاہ کی تصویر ہوتی تھی اور کرسی کے نیچے فارسی زبان میں (نوش خر) لکھا ہوتا تھا، یعنی خوش گواری کے ساتھ کھاؤ۔ اسلام سے پہلے ایک درہم کا وزن ایک مثقال اور وہ درہم جن کے دس درہموں کا وزن چھ مثقال تھا اور دوسرے وہ جن میں سے دس کا وزن پانچ مثقال تھا، وہ سمیری خفاف و ثقال کہلاتے تھے۔ ان کا نقش فارسی نقش تھا۔

پس عبد الملک نے ایسا ہی کیا اور اس کو محمد بن علیؑ نے حکم دیا کہ ان سکوں کو بلاد اسلامی میں رواج دیا جائے، لوگوں کو پیش کش کی جائے کہ وہ ان سکوں سے لین دین کریں اور تہدید کی جائے کہ جو دوسرے سکوں سے معاملہ کرے گا اسے قتل کر دیا جائیگا۔ اس کے علاوہ جو سکے ہیں انہیں باطل کیا جائے اور نکال دیا جائے تاکہ انہیں اسلامی سکوں میں تبدیل کیا جاسکے۔ پس عبد الملک نے ایسا ہی کیا۔ روم کے سفیر کو واپس کر دیا کہ بادشاہ کو یہ سب کچھ بتادے اور یہ بھی کہلوایا کہ خدائے عزوجل نے تجھے روک دیا ہے جس کا تو نے خیال کیا تھا اور میں نے اپنی سلطنت کے اطراف میں حکم جاری کر دیا ہے کہ وہ تعمیل کریں۔ سابقہ سکے اور رمی چھاپ کو باطل کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

پس بادشاہ روم سے کہا گیا کہ وہ کچھ کرو جس کی عربوں کے بادشاہ کو دھمکی دی تھی اس نے کہا کہ میں نے چاہا تھا کہ اپنی تحریر سے اسے غصہ دلاؤں سب مال کا غزوہ غیرہ رومی رسموں کے مطابق تھا۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ اس سکے سے تو اہل اسلام معاملہ نہیں کریں گے۔

وہ اپنے قول پر عمل کرنے سے باز رہا اور جو مشورہ محمد بن علیؑ نے دیا تھا وہ آج تک برقرار ہے۔ کسائی کہتا ہے کہ پھر رشید نے وہ درہم ایک خادم کی طرف پھینکا اور کہا کہ خزانچی کو میرے پاس لے آؤ۔ الخ (۹۵)

آپؐ اور ہشام بن عبد الملک

اللہ اور اس کے رسولؐ نے آئمہ علیہم السلام کو جس مقام کے لیے نصب فرمایا تھا لوگوں نے چاہا کہ انہیں ان مناصب سے ہمیشہ دور رکھا جائے اور انہیں گھروں میں مقید کر دیا جائے تاکہ یہ امر وہی نہ کر سکیں، اور امر و حکم طلقاء کی اولاد اور مروان (چھپکلی) کے پوتوں میں باقی رہے۔ ظالم حکام نے صرف آئمہ کے مقام کو غصب کرنے اور

ان کا حق چھیننے پر اکتفا نہیں کی بلکہ انہیں قتل، قید اور جلاوطن کرنے کے لیے ان کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ امام زین العادینؑ نے فرمایا: اگر نبی اکرمؐ انہیں ہم سے جنگ کرنے اور ہمیں قتل کرنے کا حکم دے جاتے جب کہ انہوں نے ہمارے لیے نیکی وہ احسان اور محبت کرنے کی وصیت فرمائی تھی، تو اس سے زیادہ نہ کر پاتے جو کچھ انہوں نے ہم سے کیا (۹۶)

امام ابو جعفر علیہ السلام نے کئی اموی بادشاہوں کا دور دیکھا۔ ان میں سے زیادہ سخت دور ہشام بن عبد الملک کا تھا جس نے آپؑ کے بھائی زیدؑ کو شہید کر دیا، خود آپؑ کو شام کھینچ لے گیا اور آپؑ کو وہ سنایا جسے آپؑ ناپسند کرتے تھے۔

مورخین نے ان سوالات و حوادث اور گفتگو کو، جو ان کے درمیان ہوئی نقل کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم اس کتاب میں صرف ایک حادثہ کا ذکر کرتے ہیں جو امامؑ اور ہشام کے درمیان پیش آیا جس سے اہل بیتؑ کی عظمت اور ان کا دوسرے لوگوں سے ہر فضیلت و کمال میں سبقت لے جانا واضح و ثابت ہو جائے گا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہشام نے مدینہ کے گورنر کے پاس والد بزرگوار کو شام روانہ کرنے کی غرض سے ایک قاصد بھیجا۔ چنانچہ ہمیں اس قاصد کے ساتھ شام روانہ کیا گیا۔ ہم شہر دمشق میں داخل ہوئے تو تین دن تک ہم سے ملاقات نہ کی۔ چوتھے دن ہمیں اجازت ملی۔ دربار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ تخت سلطنت پر بیٹھا اس کے محافظ و خواص دورویہ کھڑے ہیں اور اس نے ایک ہدف نصب کیا ہوا تھا۔ اس کی قوم کے اکابر تیر اندازی کر رہے تھے۔ جب ہم داخل ہوئے تو میرے والد آگے اور میں ان کے پیچھے تھا۔ اس نے والد محترم سے پکار کر کہا کہ اے محمدؑ آپؑ بھی اپنی قوم کے بزرگوں کے ساتھ اس نشانہ پر تیر لگاؤ۔ والد صاحب نے فرمایا میں تیر اندازی کی عمر سے تجاوز کر گیا (بوڑھا ہو گیا) ہوں۔ اگر تمہارے رائے ہو تو مجھے معاف رکھو۔ اس نے کہا: اس کے حق کی قسم! جس نے ہمیں اپنے دین اور اپنے نبی محمدؑ کے ساتھ عزت بخشی ہے، میں آپؑ کو معاف نہیں کروں گا۔

پھر اس نے ایک اموی بزرگ کی طرف اشارہ کیا کہ آپؑ کو اپنی کمان دے دے۔ پس اس وقت والد محترم نے کمان لے لی۔ پھر ایک تیر لے کر کمان پر چڑھایا پھر اسے کھینچ کر ہدف کے عین وسط میں مارا پس اسے وہاں نصب کر دیا۔ پھر اس میں دوسرا تیر مارا جو پہلے تیر کے فواق کو چیرتا ہوا اس کے پھل تک پہنچ گیا۔ پھر آپؑ مسلسل تیر مارتے رہے۔ یہاں تک کہ نو تیر چلائے جن میں سے بعض دوسرے کے شکم میں لگے تھے۔ ہشام اپنی جگہ پر مضطرب ہو رہا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے اوپر ضبط نہ رکھ سکا اور کہا: بہت عمدہ اے ابو جعفرؑ! آپؑ تو تیر اندازی میں عرب و عجم سے زیادہ ماہر ہیں۔ کیا آپؑ نے یہ گمان نہیں کیا تھا کہ آپؑ تیر اندازی کے سن سے بڑے ہو گئے ہیں؟ پھر اس کو اپنے قول سے ندامت ہوئی ہشام ایک ایسا شخص تھا کہ اس کی خلافت کے دور میں کوئی بھی میرے

والد سے پہلے اور ان کے بعد اسے سمجھ نہیں سکا۔ اس نے سر نیچے کیا ہوا تھا اور غور فکر میں غرق تھا۔ میرے والد بزرگوار کو اس کی طرف منہ کئے کھڑے کھڑے دیر ہو گئی تو میرے والد صاحب غضبناک ہوئے اور اسکے بارے میں کچھ ٹھان لیا۔ میرے والد جب غصہ میں آتے تو آسمان کی طرف غصہ سے دیکھتے تو دیکھنے والے آپ کے چہرے سے غصہ کے آثار دیکھتے۔ جب ہشام نے میرے والد کی یہ کیفیت دیکھی تو ان سے کہا: اے محمد میری طرف تشریف لائیے۔ پس میرے والد تخت کی طرف بڑھے۔ میں آپ کے پیچھے تھا۔ جب آپ ہشام کے قریب پہنچے تو وہ تعظیم کے لیے کھڑا ہوا آپ سے گلے ملا اور آپ کو اپنی دائیں طرف بٹھایا۔ پھر مجھ سے گلے ملا اور مجھے والد صاحب کی دائیں طرف بٹھایا۔ پھر والد محترم کی طرف رخ کر کے کہنے لگا اے محمد ہمیشہ عرب پر قریش سرداری کرتے رہیں گے جب تک ان میں آپ جیسی ہستیاں رہیں گی کیا کہنا آپ کا۔ آپ کو یہ تیر اندازی کس نے سکھائی اور کتنی مدت میں سیکھی؟

والد بزرگوار نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اہل مدینہ تیر اندازی کرتے رہتے ہیں۔ میں نے بھی جوانی کے دنوں میں کچھ تیر اندازی کی پھر چھوڑ دی جب تو نے مجھ سے اس کی خواہش کی تو میں نے اس کا مظاہرہ کیا۔ اس نے عرض کیا جب سے میں نے ہوش سنبھالا اس قسم کی تیر اندازی میں نے کبھی نہیں دیکھی اور میں گمان بھی نہیں کرتا کہ کوئی شخص اس قسم کی تیر اندازی کر سکے۔ کیا جعفر بھی آپ کی طرح تیر اندازی کر سکتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ہم تمام وکمال کے یکے بعد دیگرے وارث ہوتے رہتے ہیں کہ جسے خدا نے اپنے نبی پر اپنے اس قول میں ”والیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔“ (آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا) نازل کیا اور زمین ایسے شخص سے خالی نہیں رہتی جو ان امور کی تکمیل کرے جن سے دوسرے لوگ قاصر ہیں۔

آپ فرماتے ہیں جس وقت اس نے میرے والد محترم سے یہ بات سنی تو اس کی دائیں آنکھ الٹ کر بھینگی ہو گئی اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ یہ اس کے غضبناک ہونے کی علامت تھی۔ وہ کچھ دیر تو سر جھکائے رہا۔ پھر اس نے سراٹھایا اور میرے والد سے کہا: کیا ہم سب عبد مناف کی اولاد نہیں اور ہماری اور آپ کا نسب ایک نہیں؟ میرے والد محترم نے فرمایا: ہم ہیں تو اسی طرح لیکن اللہ جل شانہ نے ہمیں اپنے مکنون، پوشیدہ راز سر بستہ اور خالص علم کے ساتھ مخصوص کیا ہے جس سے ہمارے علاوہ کسی کو مخصوص نہیں کیا۔

اس نے کہا: کیا اللہ جل شانہ نے محمد کو عبد مناف کے شجرہ سے تمام سفید و سیاہ و سرخ لوگوں کی طرف نہیں بھیج؟ پھر آپ کس طرح اس چیز کے وارث بنے جو آپ کے غیر کے لیے نہیں؟ رسول خدا سب کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلیل ہے۔ ”اللہ میراث السموات

والارض“ (آخر آیت تک) پھر آپ اس علم کے کس طرح وارث ہو گئے جب کہ محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی آپ حضرات نبی ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: اس قول سے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے لیے فرمایا: ”لا تحرك به لسانك لتعجل به“ وہ کہ جس کی زبان ہمارے غیر کے لیے حرکت نہیں کرتی تھی اس کو اللہ نے حکم دیا کہ ہمارے غیر کو چھوڑ کر ہمیں اس کے ساتھ مخصوص کر دے۔ پس اسی لیے آپؐ تو اپنے بھائی علیؑ کے ساتھ باقی اصحاب کو چھوڑ کر سرگوشی کرتے تھے اور اسی بارے میں اپنے اس ارشاد کے ساتھ قرآن نازل فرمایا: ”وتعيا اذن واعية“ (اور اس کو یاد رکھنے والے کان ہی یاد رکھتے ہیں) پس رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب کے سامنے فرمایا: اے علیؑ! میں نے اللہ سے سوال کیا ہے کہ اسے (یاد رکھنے والا) تیرا کان قرار دے۔ پس اسی بنیاد پر حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام نے کوفہ میں فرمایا کہ رسول اللہؐ نے مجھے علم کے ہزار باب کی تعلیم دی جس کے ہر ایک باب سے میرے لیے ہزار باب کھلتے ہیں۔ جس طرح خدا نے اپنے نبیؐ کو مخصوص کیا تھا اسی طرح اس کے نبیؐ نے اپنے بھائی علیؑ کو اپنے اسرار مکنونہ اور راز ہائے سربستہ کے ساتھ مخصوص فرمایا اور نہ مخصوص کیا کسی دوسری فرد کو یہاں تک کہ وہ رموز ہم تک پہنچے۔ پس باقی خاندان کے علاوہ ہم اس کے وارث ہوئے۔

ہشام بن عبد الملک نے کہا: حضرت علیؑ علم غیب کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ خدا نے اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کیا۔ تو پھر انہوں نے یہ دعویٰ کہاں سے کیا؟ والد بزرگوار نے فرمایا: بیشک اللہ جل ذکرہ، نے اپنے نبیؐ پر ایک کتاب نازل کی ہے۔ جس میں جو کچھ ہو چکا ہے، یا قیامت تک ہونے والا ہے، اس سب کو بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں۔ ”ونزلنا عليك الكتاب تبیاناً لكل شی وھدی وموعظہ للمتقین“ (ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ہر چیز کے لیے واضح بیان ہے اور ہدایت وموعظہ ہے متقیوں کے لیے) اور اللہ کے اس قول میں ”وما فرطنا فی الكتاب من شی“ (ہم نے کتاب میں کوئی چیز بھی چھوڑ نہیں رکھی) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو وحی کی کہ وہ اللہ کے غیب، اسرار، رموز اور مکنون و پوشیدہ علم میں سے کوئی چیز باقی نہ رکھیں، مگر یہ کہ اس بارے میں علیؑ سے سرگوشی کریں حضورؐ پاک نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ وہ آپؐ لے بعد قرآن کو جمع کریں اور باقی قوم کو چھوڑ کر آپؐ غسل و کفن و حنوط کے متولی آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے اصحاب اور میرے خاندان کے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ میری شرم گاہ کی طرف نہ دیکھیں سوائے میرے بھائی علیؑ کیوں کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

جو چیز میرے فائدے میں ہے ان کے بھی فائدے میں ہے اور جو میرے برخلاف ہے وہ ان کے بھی برخلاف ہے۔ وہی میرے قرض کو ادا کرنے والے اور میرے وعدے کو پورا کرنے والے ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ علیؑ ابن ابی طالب تاویل قرآن پر جنگ کریں گے جیسے کہ میں نے اس کی تزیل پر

جنگ کی اور کسی کے پاس بھی تمام مکمل قرآن کی تاویل نہیں تھی مگر حضرت علیؑ کے پاس۔ اسی لیے تو رسول اللہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ ”واقضاکم علیؑ“ تم میں سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں۔ یعنی وہی تمہارے درمیان فیصلے کریں گے۔ عمر بن خطاب نے کہا اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔ عمرؓ تو ان کے لیے گواہی دیتا ہے اور دوسرے اس کا انکار کرتے ہیں۔ پس ہشام کافی دیر تک سر جھکائے رہا۔ پھر اس نے سراٹھایا اور کہا: آپ اپنی حاجت طلب کریں۔

آپؐ نے فرمایا میں نے اپنے اہل خانہ کو اس سفر کے باعث وحشت زدہ چھوڑا تھا۔ اس نے کہا آپؐ کی واپسی سے خدا ان کی وحشت کو انس میں تبدیل کرے گا، لہذا آپؐ یہاں نہ ٹھہریئے۔ آج ہی آپؐ تشریف لے جایئے۔ پس والد بزرگوار نے اس سے معاف کیا اور عادی اور میں نے بھی والد بزرگوار کی طرح ان امور کو انجام دیا۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ ہم بھی اس کے ساتھ ہی کھڑے ہو گئے اور وہاں سے باہر آ گئے (۹۷)

آپؐ علماء و عظماء کی نظر میں

صدر اول سے آج تک تمام امت مسلمہ آئمہ اہل بیتؑ کے باقی تمام مسلمانوں سے افضل ومنصب خلافت کے زیادہ حقدار ہونے پر مجتمع و متفق ہے اور تمام کتب تاریخ، سیر، سوانح اور تراجم آئمہ اہل بیتؑ کی تعریف و توصیف مدح و ثناء، فضائل و مناقب ان کے درجات کی بلندی و رفعت پر علماء و عظماء کے حسین اقوال و کلمات سے معمور ہیں۔ ان اقوال و کلمات کو اگر جمع کیا جائے تو ضخیم جلدیں تیار کرنی پڑیں گی۔ تاہم امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام کے بارے میں ہم ان کے بعض اقوال و کلمات ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ آپؐ سے جابر بن عبد اللہ نے عرض کیا آپؐ مخلوق خدا کی بہترین شخصیت کے فرزند ہیں۔ آپؐ کے دادا جنت کے سردار ہیں اور آپؐ کی دادی نساء عالمین کی سردار ہیں (۹۸)

۲۔ ابن عمرؓ سے کسی شخص نے ایک مسئلہ پوچھا جسے وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا جواب دے۔ اس نے کہا: اس لڑکے کے پاس جا کر اس سے سوال کر اور مجھے بھی آ کر بتانا کہ انہوں نے کیا جواب دیا ہے، اور محمد باقرؑ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شخص آیا اور آپؐ سے سوال کیا۔ آپؐ نے اسے جواب دیا۔ پھر وہ ابن عمرؓ کے پاس آیا اور اسے جواب بتایا۔ ابن عمرؓ نے کہا: یہ اہل بیتؑ ہیں۔ جنہیں دین سمجھا دیا گیا ہے۔ (۹۹)

۳۔ جابر بن یزید یعنی جب محمد بن علی علیہما السلام سے کوئی روایت کرتے تو کہتے (حدثنی وصی الاوصیاء وارث علم انبیاء محمد بن علی ابن الحسین علیہم السلام) مجھ سے اوصیاء کے وصی، علم انبیاء کے وارث محمد بن علی بن الحسینؑ نے روایت کی ہے۔ (۱۰۰)

۴۔ ایرش کلبی نے آپؐ سے کچھ سوالات کئے۔ آپؐ نے مناسب جواب دیئے۔ اس کے بعد اس

نے عرض کیا بیشک آپ رسول اللہ کے فرزند ہیں۔ پھر وہ ہشام کے پاس گیا اور کہا اے بنو امیہ ہمیں چھوڑو۔ یہ اہل زمین میں سے زمین و آسمان کی اشیاء کا دوسروں کے نسبت زیادہ علم رکھتے ہیں۔ یہ رسول اللہ کے فرزند ہیں۔ (۱۰۱)

۵۔ ابو اسحق کہتے ہیں: میں نے ان جیسا انسان کبھی نہیں دیکھا۔ (۱۰۲)

۶۔ عبد اللہ بن عطا کی کہتے ہیں: میں نے علماء کو کسی کے سامنے اتنا حقیر و پست نہیں دیکھا۔ جتنا ابو جعفر محمد بن علی ابن الحسین کے سامنے دیکھا۔ حکم بن عتبہ کو اپنی قوم میں جلالت و بزرگی کے باوجود آپ کے سامنے ایسے دیکھا جیسے بچہ استاد کے سامنے ہوتا ہے۔ (۱۰۳)

۷۔ حکم بن عتبہ نے خدائے تعالیٰ کے اس ارشاد ”ان فی ذلک لآیات للملتو سمین“ (اس میں ان کے لیے آیات ہیں جن پر علامت و نشانی لگائی گئی ہے) کے بارے میں کہا: خدا کی قسم! محمد بن علی انہی میں سے تھے۔ (۱۰۴)

۸۔ مدینہ کے گورنر کو عبد الملک نے لکھا کہ محمد بن علی کو قید کر کے میرے پاس بھیج دو۔ گورنر نے اس کے جواب میں لکھا کہ میرا یہ خط ”امیر المومنین“ کی مخالفت میں نہیں ہے اور نہ ہی میں آپ کے حکم کو رد کر رہا ہوں میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کے ساتھ خلوص اور شفقت کی بنا پر خط ہذا کے ذریعے مراجعہ کروں۔ جس شخص کے بارے میں آپ نے ارادہ کیا ہے روئے زمین پر اس وقت اس سے زیادہ پاک دامن، زاہد، پرہیزگار اور زیادہ صاحب ورع کوئی نہیں ہے۔ وہ سب لوگوں سے زیادہ عالم سخی و نرم دل ہیں اور عبادت و راہ خدا میں زیادہ سختی سے جدوجہد کرنے والے ہیں۔ میں امیر المومنین کے لیے پسند نہیں کرتا کہ وہ ان سے معترض ہوں۔ بے شک خدا اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جو خود اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہ کرے۔ عبد الملک اس جواب سے خوش ہوا اور سمجھ لیا کہ وہ میرے ساتھ فی الواقع مخلص ہے۔ (۱۰۵)

۹۔ اموی خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے آپ سے عرض کیا: خدا کی قسم! مجھے آپ کی طرف سے کبھی جھوٹ بولنے کا تجربہ نہیں ہوا۔ (۱۰۶)

نیزی بھی کہا کہ ہمیشہ عرب و عجم پر قریش سرداری کرتے رہیں گے جب تک آپ جیسا شخص ان میں موجود رہے گا۔ (۱۰۷)

۱۰۔ قتادہ بن وعامۃ البصری کہتے ہیں کہ میں اکثر فقہاء کے سامنے بیٹھتا رہا ہوں اور ابن عباس کے سامنے بھی لیکن میرا دل کبھی مضطرب نہیں ہوا ان میں سے کسی کے سامنے بھی جیسا کہ باقر علیہ السلام کے سامنے مضطرب ہوتا اور دھڑکتا ہے۔ (۱۰۸)

۱۱۔ آپ سے عبد اللہ بن عمر لیشی نے عرض کیا۔ میں آپ کے سینہ کو گمان نہیں کرتا مگر مزرعہ علم (علم

کے درخت اگنے کی جگہ) پس آپؐ کے لیے اس کے پھل ہیں اور لوگوں کے لیے اس کے پتے (۱۰۹)

۱۲۔ ابو زر عہ کہتے ہیں: بے شک ابو جعفر سب علماء سے بڑے ہیں۔ (۱۱۰)

۱۳۔ شمس الدین بن طولون نے کہا ہے کہ ان میں سے پانچویں ابو جعفر محمد بن زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں جن کا لقب باقر ہے اور وہ والد ہیں۔ جعفر صادقؑ کے۔ باقرؑ عالم، سید اور بہت بزرگ ہستی تھے اور انہیں باقر اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ بقر کرتے تھے یعنی علم میں وسعت پیدا کرتے تھے۔ تبقر کے معنی توسیع کرنا ہے۔ اسی سلسلہ میں شاعر کہتا ہے۔ ”یا باقر العلم اہل التقی وخیر من سما علی الاجبل“ اے اہل تقویٰ کے لیے علم کی گھٹیاں کھولنے والے اور ان میں سے بہترین شخص جو مکہ کی پہاڑیوں پر بلند ہوتے ہیں (۱۱۱)

۱۴۔ محمد بن طلحہ شافعی کہتے ہیں کہ آپؐ علم کی وسعت اور اس کا مجموعہ ہیں، علم کو ظاہر اور بلند کرنے والے ہیں اس کے دودھ کو زیادہ مقدار سے پینے والے ہیں اس کی مکمل رضاعت والے ہیں۔ آپؐ کا دل صاف و شفاف اور عمل پاک و پاکیزہ ہے۔ آپؐ کا نفس طاہر و مطاہر ہے۔ آپؐ کے اخلاق با شرف اور اوقات، اطاعت خدا میں آباد ہیں۔ مقام تقویٰ میں آپؐ کے قدم جمے ہوئے ہیں اور آپؐ پر قرب الہی اور اجتناء کی طہارت کے علامات و نشانیاں ظاہر ہیں (۱۱۲)

۱۵۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں کہ محمدؐ بن علیؑ بن الحسینؑ حجاز کے فقہا کے سردار تھے اور آپؐ سے اور آپؐ کے بیٹے جعفرؑ سے تمام لوگوں نے فقیہ کی تعلیم حاصل کی (۱۱۳)

۱۶۔ ابو نعیم اصفہانی کہتے ہیں ان میں سے سلالہ نبوت ابو جعفر محمد بن علی باقر علیہم السلام نہایت خاشع و خاضع اور صبر کرنے والے ہیں جن میں حسب و ابوت و نسب جمع ہیں۔ عوارض و خطرات میں گفتگو کرنے اور خوف سے گریہ کرنے والے ہیں اور انہوں نے جھگڑنے اور خصومات سے منع فرمایا ہے (۱۱۴)

۱۷۔ احمد بن یوسف و مشقی فرمائی کہتے ہیں چوتھی فصل منیع فضائل و متاخر امام محمد بن علی باقر علیہما السلام کے ذکر میں۔ آپؐ کو باقر کا لقب اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ آپؐ نے علم کو وسعت دی اور بعض نے کہا ہے کہ آپؐ باقر کے لفظ سے اس لیے ملقب ہوئے کہ جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اے جابر! قریب ہے تم اولاد حسینؑ میں سے میرے ایک بیٹے سے ملو گے جس کا نام میرے نام پر محمدؑ ہوگا، وہ علم کو وسعت دیں گے اور پھیلائیں گے پس جب تم ان سے ملو تو ان سے میرا سلام کہنا۔ آپؐ اپنے بھائیوں میں اپنے والد کے خلیفہ و جانشین اور ان کے وصی اور ان کے بعد امامت کے ساتھ قائم ہوئے۔ (۱۱۵)

۱۸۔ علی بن محمد بن احمد مالکی المشہور صباغ کہتے ہیں۔ محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام باوجود اس علم، فضل سرداری، ریاست اور امامت کے خواص و عام میں جو دو سخا، کرم، فضل و احسان میں معروف تھے جب کہ آپؐ

متوسط الحال اور کثیر العیال بھی تھے۔ (۱۱۶)

۱۹۔ شمس الدین احمد بن محمد بن ابوبکر بن خلکان کہتے ہیں: ابو جعفر محمد بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام جو باقر کے لقب سے مشہور تھے بارہ اماموں میں سے ایک ہیں اور حضرت باقر سید و سردار اور بہت بڑے عالم تھے، علم کو وسعت دینے کی وجہ سے آپ کو باقر کا لقب دیا گیا کیونکہ تنقیر کے معنی وسعت دینا ہے اور آپ کے بارے میں شاعر نے کہا ہے۔ ”یا باقر العلم لاهل التقی وخیر من لبی علی الاجبل“ اے اہل تقویٰ کے لیے علم کو وسعت دینے والے اور پہاڑوں پر لیک کہنے والوں میں سب سے بہتر (۱۱۷)

۲۰۔ احمد بن حجر کہتے ہیں: امام زین العابدینؑ کی اولاد میں سے عبادت، علم اور زہد و تقویٰ کی بنا پر ابو جعفر محمد باقرؑ ان کے وارث ہوئے۔ بقر الارض کے معنی زمین میں شگاف کرنا اور اس میں ڈھکی چھپی چیزوں کو باہر نکالنا ہے۔ آپؑ نے چونکہ علوم کو شگافتہ کیا اس لیے باقر العلوم کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آپؑ نے معارف کے چھپے ہوئے خزانوں، احکام کے حقائق اور حکم و لطائف کو ظاہر فرمایا۔ آپؑ کے ان اوصاف سے ہر وہ شخص واقف ہے جس کی عقل پر پردہ پڑا ہوا نہ ہو یا جس کا ضمیر اور باطن فاسد نہ ہو۔ آپؑ کا دل صاف و شفاف اور عمل پاکیزہ تھا۔ نفس طاہر، خلق باشراف، اوقات اطاعت خدا سے معمور ہیں۔ عارفین میں جو مقام آپؑ کو حاصل ہے اس میں آپؑ بلند نشان ہیں کہ آپؑ کی توصیف میں رہائیں عاجز ہیں سلوک و معارف میں آپؑ کے بے شمار ارشادات و کلمات ہیں جن کو احاطہ تحریر میں لانے کا یہ جلدی میں لکھا جانے والا رسالہ متحمل نہیں ہے۔ آپؑ کی بزرگی و شرافت کے لیے یہ لکھنا کافی ہوگا کہ ابن مدینی نے جابر سے روایت کی ہے کہ جابرؑ نے آپؑ سے کہا کہ جب آپؑ بچے تھے رسول اللہؐ نے آپؑ کو سلام کہا جابر سے پوچھا گیا یہ واقعہ کس طرح ہے؟ فرمایا کہ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھا اور حسینؑ ان کی گود میں تھے آپؑ ان سے باتیں کرتے ہوئے دل بہلا رہے تھے۔ فرمایا اے جابرؑ اس کا ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام علیؑ ہوگا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو منادی ندا کرے گا کہ سید العابدینؑ کو کھڑا ہو جانا چاہیے پس وہ کھڑے ہو جائیں گے پھر اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام محمدؑ ہوگا جس وقت تم ان سے ملو تو انہیں میری طرف سے سلام کہنا۔ (۱۱۸)

۲۱۔ یوسف بن اسماعیل نبھانی نے کہا ہے محمد باقر بن علی زین العابدین بن الحسین علیہم السلام ہمارے سادات و آقا، اہل بیت کرام کے آئمہ اور عظیم علماء میں سے ایک ہیں (۱۱۹)

۲۲۔ محمد بن ابوبکر شبلی کہتے ہیں: امام کبیر، عالم شہیر، صاحب فضل واسع و ذکر شاسع (وسیع) مدینہ میں پیدا ہوئے۔ آپؑ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔ آپؑ کے علم کی وسعت کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔ ”یا باقر العلم لاهل التقی وخیر من لبی علی الاجبل“ اور فرمایا کہ آپؑ متوسط الحال اور کثیر العیال ہونے کے باوجود ہزاروں درہم و دینار عطا فرماتے تھے (۱۲۰)

۲۳۔ محمد امین بغدادی سویدی کہتے ہیں: اپنے بھائیوں میں سے آپؑ اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ و وصی اور

ان کے بعد قائم بالا مرتھے۔ اولاد حسینؑ میں سے کسی سے اتنا علم دین، سنن، سیر اور فنون و ادب ظاہر نہیں ہوئے جتنے ابو جعفرؑ سے ظاہر ہوئے اور مزید کہا کہ آپؑ کے مناقب بہت زیادہ ہیں جو اس مختصر رسالہ کی گنجائش سے بالاتر ہیں۔

۲۴۔ استاد علی جلال حسینی کہتے ہیں کہ آپؑ وسیع علم اور وافر حلم کے مالک تھے۔

۲۵۔ احمد فہمی محمد کہتے ہیں کہ ابو جعفر محمد باقر عزاۃ الدہر (زمانہ کے لیے روشنی) اور درۃ العصر (زمانہ کے

نایاب موتی) تھے پہلی صفر ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپؑ ایسے ہاشمی ہیں جو دو ہاشمیوں سے، ایسے علوی ہیں جو دو علویوں سے، ایسے فاطمی ہیں جو دو فاطمیوں سے پیدا ہوئے ہیں اور پہلے وہ شخص ہیں کہ جن میں حسنؑ و حسینؑ سے ولادت اور ان کی اولاد ہونا جمع ہے۔ آپؑ کا لقب باقر ہے، علم میں وسعت دینے اور علمی تبحر کی بنا پر۔ کتاب لسان العرب میں ہے کہ آپؑ کا لقب باقر اس لیے ہے کہ آپؑ نے علم و ظاہر کو وسیع کیا، اس کی اصل کو پہچانا، اس کی فروعات کو استنباط کیا اور اس میں وسعت دی جب کہ تبقیر کے معنی توسیع و وسعت دینا ہے۔

باب ۶

امام جعفر صادق علیہ السلام

مختصر تعارف

آپ کا نام: جعفرؑ ہے۔

آپ کے والد: امام محمد باقر علیہ السلام ہیں۔

آپ کے دادا: امام علی زین العابدین ہیں۔

آپ کی ولادت: سترہ ربیع الاول ۸۰ھ، بقولے ۸۳ھ جمعہ یاپیر کے دن طلوع فجر کے قریب، مدینہ میں اپنے جد امجد رسول اعظمؐ کی ولادت کے دن پیدا ہوئے۔

آپ کا حلیہ مبارک: مربع جسامت، درمیانہ قد و قامت، روشن و نوارنی سفید چہرہ، چمک ایسی گویا چراغ روشن ہے، سیاہ گھنگریا لے بال، ستواں اور اونچی ناک، پیشانی کشادہ، اوپر کے بال گر گئے تھے، رخسار پر سیاہ خال تھا۔ (۱)

آپ کی کنیت: زیادہ مشہور پہلی کنیت ہے ابو عبد اللہ، ابو اسماعیل، ابو موسیٰ۔

آپ کے القاب: صادق فاضل، طاہر، قائم، کافل (۲) منجی اور صابر ہیں۔ پہلا لقب سب سے زیادہ مشہور ہے۔

آپ کی انگلی کا نقش ”ما شاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ استغفر اللہ“

آپ کی ازواج: زیادہ جانی پچانی جناب حمیدہ بنت صاعد مغزلی اور فاطمہ بنت حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب۔

آپ کے بیٹے: اسماعیل، عبد اللہ، موسیٰ کاظمؑ، اسحاق، محمد دیاج، عباس، علی۔

آپ کی بیٹیاں: بناتہ، ام فروہ، اسماء فاطمہ۔

آپ کے شاعر: سید حمیری، اشجع سلمیٰ کیت، ابو ہریرہ الابار، عبدی، جعفر بن عفان۔

آپ کا دربان: مفضل بن عمر تھا۔

آپ کی تالیفات: شیخ مظفری کہتے ہیں کہ جو کتب آپ سے بلا واسطہ روایت ہوئیں ان کی تعداد اسی

(۸۰) ہے اور جو بالواسطہ ہیں وہ ستر (۷۰) ہیں۔ (۳)

آپؐ کے شاگرد: آپؐ سے علم و حدیث چار ہزار سے زائد افراد نے حاصل کیا۔ (۴)
آپؐ کے مصنف شاگرد: آپؐ کے سینکڑوں شاگردوں نے مختلف علوم و فنون پر سینکڑوں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ (۵)

آپؐ کا عراق کی طرف آنا: آپؐ کو منصور عباسی نے کئی مرتبہ زبردستی مدینہ سے عراق کی طرف نکالا اور کئی مرتبہ آپؐ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ علم کی نشر و اشاعت کے لیے آپؐ عراق میں قیام کو غنیمت سمجھتے تھے، یہاں تک کہ ”حسن بن علی و ثناء“ کہتے ہیں کہ میں نے مسجد کوفہ میں نوسو بزرگ عالم ایسے دیکھے جن میں سے ہر ایک کہتا تھا کہ ”حدیثی جعفر بن محمد“ (مجھ سے جعفر بن محمدؓ نے حدیث بیان کی)

آپؐ کے زمانے کے بادشاہ: بنی امیہ میں سے ہشام بن عبدالملک، یزید بن عبدالملک لقب ناقص، ابراہیم بن ولید، مروان بن محمد لقب حمار، بنی عباسی میں سے سفاح اور منصور۔

آپؐ کا عرصہ امامت: چونتیس سال

آپؐ کے اوصیائے: آپؐ نے اپنے دو بیٹوں عبداللہ اور موسیٰ اور اپنی زوجہ جناب حمیدہ، محمد بن سلیمان گورنر مدینہ اور منصور عباسی کو وصی بنایا۔ (۶)

آپؐ کی وفات: پچیس شوال ۱۴۸ھ، اس زہر کے اثر سے جو منصور عباسی نے اپنے گورنر مدینہ محمد بن سلیمان کے ذریعہ بھیجوا یا۔ آپؐ کی شہادت واقع ہوئی۔

آپؐ کی قبر: آپؐ جنت البقیع میں اپنے والد امام محمد باقرؑ اور اپنے دادا امام زین العابدینؑ اور اپنے چچا امام حسنؑ سبط اکبر صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپؐ کی عمر: آپؐ تمام آئمہ میں سن کے اعتبار سے سب سے بڑے ہیں۔ آپؐ کی عمر شریف پہلی روایت کی بنا پر ۶۸ سال ہے اور دوسری روایت کے مطابق ۶۵ سال ہے۔

آپؐ کی قبر کا انہدام: آٹھ شوال ۱۳۴۴ھ میں وہابیوں نے آپؐ کی اور دوسرے آئمہ اہل بیتؑ کی قبریں منہدم کر دیں۔

آپؐ کی نص خلافت

سلف صالح رضوان اللہ علیہم نے آئمہ اطہارؑ پر رسول اللہؐ کی نصوص کو محفوظ رکھا ہے، یہاں تک کہ ہم نے اپنی کتاب ”الامام المہدی علیہ السلام“ میں پچاس صحابیوں اور پچاس تابعین کے نام ثبت کئے ہیں جنہوں نے امام مہدی علیہ السلام پر نص روایت کی ہے۔ (۷)

آئمہ اپنے دور میں ہر سابق، لاحق پر اور سلف خلف پر اس کے نام کو بلند کرنے، دوسرے بھائیوں میں امام کی تشخیص و انتخاب کرنے، بزرگوں کے سامنے تعین اور امت کے لیے نشان ہدایت نصب کرنے، اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کی ہدایت کے لیے نص کرتے تھے۔ ہم نے اس کتاب کتب میں بعض نصوص کو ثبت کیا ہے جو آئمہ سے وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس فصل میں ہم وہ نصوص تحریر کرتے ہیں جو امام جعفر صادقؑ پر ان کے والد امام محمد باقرؑ سے وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ جابر بن یزید جعفی کہتے ہیں کہ ابو جعفرؑ سے ان کے بعد والے قائم کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے ابو عبد اللہؑ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: یہ، خدا کی قسم! یہ قائم آل محمدؑ ہیں (۸)

۲۔ طاہر، صحابی ابو جعفر کہتے ہیں: میں آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جعفرؑ آئے تو ابو جعفرؑ نے فرمایا: یہ بہترین خلایق ہے۔ (۹)

۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے کمیت نے آئمہ کے بارے میں سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا: ان کے پہلے علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں ان کے بعد حسنؑ ہیں ان کے بعد حسینؑ ہیں، حسینؑ کے بعد پھر میں اور میرے بعد یہ ہیں اور آپؑ نے اپنا ہاتھ جعفرؑ کے کندھے پر رکھا۔ (۱۰)

۴۔ نافع کہتے ہیں: امام ابو جعفر محمد باقرؑ نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا: جب تم مجھے مفقود پاؤ تو پھر اس کیا اقتداء کرنا۔ یہ ہی میرے بعد امام اور خلیفہ ہیں (۱۱)

۵۔ ابوصباح کنانی کہتے ہیں کہ ابو جعفرؑ نے اپنے بیٹے ابو عبد اللہؑ کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: اسے دیکھو، پھر فرمایا: اسے دیکھ رہے ہو۔ یہ ان افراد میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”زید ان نمن علی الذی استضعفوا فی الارض“ جعلہم آئمہ و جعلہم الوارثین: (اور ہم چاہتے ہیں کہ ان پر احسان کریں جنہیں زمین میں کمزور کر دیا گیا تھا۔ پس انہیں ورہر بنائیں اور انہیں وارث قرار دیں)

آپؑ کی عبادت

اہل بیت علیہما السلام نے کثرت عبادت اپنے نانا رسول اعظم سے میراث پائی ہے۔ آپؑ کے قدم! مبارک پر نماز میں بہت دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے ورم آ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ خدائے جلیل نے آپؑ سے خطاب فرمایا۔ طہ ما نزلنا علیک القرآن لتشتقی۔ اے پاک و پاکیزہ رسول! ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔“

آپؑ سے سوال کیا گیا۔ کیا آپؑ کی گزشتہ اور آئندہ خطائیں (۱۲) معاف نہیں کی گئیں؟ فرمایا کیوں نہیں لیکن کیا مناسب نہیں کہ میں اس کا شکر گزار بندہ بنوں اور اسی راستے پر امیر المومنینؑ چلتے رہے۔ آپؑ شب

وروز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور مشاہدہ کیا گیا جنگ صفین میں بھی دونوں صفوں کے درمیان آپؐ اپنے ورد کی نمازیں پڑھتے رہے، جب کہ تیر آپؐ کی کنپٹیوں کے قریب سے بارش کے قطروں کی طرح گزرتے رہے، لیکن آپؐ خاطر میں نہ لاتے تھے۔ (۱۳)

امام صادقؑ اگرچہ اپنے نانا رسول اعظمؐ اور دادا امیر المومنینؑ کی عبادتِ پنجشم خود نہ دیکھ سکے تھے لیکن اپنے دادا زین العابدین علیؑ بن الحسینؑ کی عبادت کا مشاہدہ تو کیا تھا، جن کے القاب ہی ان کی عبادت سے لے گئے تھے اور زین العابدین، سجاد سید الساجدین، ذوالشفقات (گھٹوں والے) کے القابات سے ملقب تھے۔ متواتر منقول ہے کہ آپؐ شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ آپؐ کے پانچ سو کھجور کے درخت تھے۔ ہر ایک کے پاس دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ (۱۴)

امام صادق علیہ السلام اسی شجرہ مبارکہ کی شاخ ہیں اور اس عظیم علوی درخت کی فرع ہیں۔ پھر مقامِ تعجب نہیں ہے کہ آپؐ کی عبادت بھی ان کی عبادت کی طرح ہو۔ اہل تاریخ و سیر نے آپؐ کی عبادت میں گفتگو کی ہے اور آپؐ کی بہت سی عبادات کو بیان کیا ہے۔

کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی کہتے ہیں کہ آپؐ عظماء اہل بیتؑ اور ان کے سادات میں سے ہیں۔ بہت سے علوم، کثیر عبادات، مسلسل اوراد، واضح زہد و تقویٰ اور بہت زیادہ تلاوت قرآن کے حامل ہیں۔ قرآن کے معانی کی اتباع و پیروی کرتے ہیں۔ اس جوہر کے سمندر سے موتی رولتے ہیں۔ اس کے عجائبات کے نتائج اخذ فرماتے ہیں اپنے اوقاف کو مختلف اطاعتوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے اپنے نفس کا مکمل حساب رکھتے ہیں۔ جوان کو دیکھتا آخرت کی یاد تازہ کرتا، ان کی گفتگو سننے سے دنیا سے زہد و پرہیزگاری پیدا ہوتی اور ان کی ہدایت کی اقتدا حصولِ جنت کا سبب بنتی۔ (۱۵)

وزیر ابوالفتح اربلی کہتے ہیں آپؐ نے اپنے نفس شریفہ کو عبادت کے لیے وقف کر دیا تھا اور اطاعت و زہد کا پابند بنا رکھا تھا۔ آپؐ اوراد و تہجد اور نماز و دیگر عبادات میں مشغول رہتے تھے۔ (۱۶)

ابونعیم اصفہانی کہتے ہیں: آپؐ گوشہ نشینی اور خشوع کو ترجیح دیتے اور عبادت و خضوع کی طرف بڑھتے رہتے تھے۔ (۱۷)

سبط ابن جوزی کہتے ہیں علماء سیر نے کہا کہ آپؐ عبادت میں ریاست کی طلب کے مقابلہ میں مشغول تھے۔ (۱۸۰)

استاد سید الابل نے کہا ہے کہ آپؐ زہد و پرہیزگار تھے اور زہد و تقویٰ کی تعلیم دیتے تھے۔ (۱۹)

جو کچھ علماء نے آپؐ کی عبادت کے بارے میں ذکر کیا ہے ہم اسے یہاں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ مالک بن انس، امام مذہب، نے کہا ہے کہ ایک زمانہ تک میری آپؐ کے یہاں آمد و رفت رہی

میں ہمیشہ آپؐ کو تین میں سے کسی ایک حالت میں دیکھتا۔ نماز پڑھتے ہوئے، روزے کی حالت میں، تلاوت وقرات کلام پاک کرتے ہوئے۔ (۲۰)

۲۔ منصور صیقل کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہؑ کو سجدہ کی حالت میں دیکھا۔ پس میں بیٹھ گیا۔ آپؐ نے سجدہ کو اتنا طول دیا تو میں نے چاہا کہ جب تک آپؐ سجدہ میں ہیں میں تسبیح کرتا رہوں۔ بس میں نے ”سبحان ربی وبحمدہ استغفر اللہ ربی واتوب الیہ“ تین سو ساٹھ اور چند مرتبہ کہا۔ پھر آپؐ نے سر اٹھایا۔ (۲۱)

اس امت پر واجب ہے جس میں جعفر صادقؑ بن محمدؑ جیسے صاحب ورع وعبادت ہوں کہ اس کا ہر فرد فرائض و واجبات، اور جو عبادتیں خدا نے فرض کی ہیں، ان کو توادا کرے اور اس روشن سیرت کو بطور دلیل مرشد اخذ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے! آمین۔

آپؐ کی سیرت کے کچھ گوشے

جس کسی نے رسول اعظمؐ کی زندگی اور ابتداء اسلام کا درس لیا ہے۔ وہ یقین کامل رکھتا ہے کہ رسول کریمؐ کی سیرت اور صفات حمیدہ و خلق عظیم کا وہ تحفہ جو مولیٰ کریم جل شانہ، نے عطا فرمایا تھا کا پوری دنیا میں اسلام کی نشرو اشاعت و وسعت میں بہت بڑا حصہ تھا۔ پس کتنی ہی مرتبہ آپؐ کسی زعیم و سردار قوم یا کسی محترم شخص سے کسی مجمع میں حسن اخلاق و حسن صفات کے ساتھ پیش آتے تھے کہ ابھی وہ مجمع منتشر نہ ہوتا کہ وہ شخص آپؐ کی سیرت سے متاثر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کر دیتا ہے۔

اہل سیر کا اجماع ہے کہ ”عدی بن حاتم“ کا قبول اسلام رہیں منت تھا اس کا جو اس نے آپؐ سے اخلاق کا مشاہدہ کیا اور آپؐ نے اس سے احترام و اجلال کا اظہار فرمایا تھا۔

پس آئمہ اہل بیتؑ بھی اس سنت میں ہو بہو آپؐ کی تصویر تھے۔ مسلمانوں کی صفوں میں فضیلت کی نشرو اشاعت، اخلاق اعلیٰ کی تعلیم، پاکیزہ عمل اور صراط مستقیم کی طرف دعوت دینے میں، ان کی سیرت کا بہت بڑا اثر تھا۔

ہم یہاں امام صادق علیہ السلام کے بعض گوشے پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ آپؐ نے اپنے ایک غلام کو کسی کام کے لیے بھیجا۔ وہ دیر تک واپس نہ آیا۔ آپؐ اس کی تلاش میں نکلے تو اسے ایک جگہ سویا ہوا پایا۔ آپؐ اس کے سر ہانے بیٹھ کر پنکھا جھلنے لگے، یہاں تک کہ وہ بیدار ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: اے فلاں! یہ کیا معاملہ ہے کہ تم رات دن سوتے ہو، جب کہ رات تمہارے لیے ہے اور تمہارا دن ہمارے لیے ہے۔ (۲۲)

۲۔ آپؐ کا بیٹا اسماعیل آپؐ کی اولاد میں سب سے بڑا تھا اور ایسے افراد سے تھا جس میں فضیلت

و عقل اور عبادت جمع تھے حضرت صادق کو اس سے شدید انس و محبت تھی، یہاں تک کہ بعض لوگوں کو گمان ہونے لگا کہ باپ کے بعد امامت انہی میں ہے۔ جب اسمعیل فوت ہو گئے اور حضرت صادق ان کی بیماری میں بہت محزون و مغموم تھے تو آپ نے اپنے اصحاب کو جمع دسترخوان پر فرمایا مگر اب وہ آپ میں حزن و ملال کے آثار نہیں دیکھ رہے تھے، حالانکہ ان کا خیال تھا کہ اسمعیل کی موت پر جزع و فزع کریں گے، گریہ و زاری سے متاثر ہوں گے اور دکھ درد کا اظہار فرمائیں گے۔ لہذا ان حضرات نے اس بارے میں آپ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: ایسا کیوں نہ کروں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو حالانکہ ”اصدق الصادقین“ کی خبر میں آیا ہے ”انی میت و انکم میتون“ میں بھی مرنے والا ہوں اور تمہیں بھی موت آئے گی۔ (۲۳)

۳۔ ابو عبد اللہ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا جب کہ آپ ایک جنازہ میں شریک تھے۔ ایک شخص اپنا تسمہ لے کر آیا اور پیش خدمت کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ تسمہ اپنے پاس رہنے دو۔ جو شخص مبتلائے مصیبت و تکلیف ہو وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس پر صبر کرے۔ (۲۴)

۴۔ جب آپ کو منصور عباسی نے حیرہ سے رہا کیا تو رہائی کے فوراً بعد ہی روانہ ہو گئے ابتدائے شب میں آپ مسلح فوجیوں کے متفرق پہنچ گئے تو آپ کو عاشر (چوگی والا) سے جو مسلح فوج کی چھاؤنی میں تھا، ابتداءً سابقہ پڑا۔ اس نے آپ سے کہا کہ میں آپ کو ہرگز گزرنے نہ دوں گا۔ آپ نے اس سے اصرار کیا اور راہداری کی خواہش کی، مگر وہ سختی سے انکاری ہوا۔ آپ کے ہمراہ اصحاب میں سے ”مرازم“ اور غلاموں میں سے ”مصادف“ تھا۔ مصادف نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں یہ تو ایک کتا ہے جو آپ کو تکلیف دے رہا ہے مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آپ کو واپس نہ کر دے اور میں نہیں جانتا کہ ابو جعفر (منظور) آپ سے کیا سلوک کرے۔ میں اور مرازم موجود ہیں ہمیں اجازت دیجئے ہم اس کی گردن اڑا دیں اور نہر میں پھینک دیں۔ آپ نے فرمایا: ٹھہرو اے مصادف! آپ اس شخص سے گزرنے کی خواہش کرتے رہے۔ رات کا بیشتر حصہ گزر گیا تو اس نے اجازت دی اور آپ اس شخص سے گزرنے کی خواہش کرتے رہے۔ رات کا بیشتر حصہ گزر گیا تو اس نے اجازت دی اور آپ عازم سفر ہوئے۔ پھر فرمایا! یہ بہتر ہے یا وہ کہ جو تم دونوں کہتے تھے میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں یہی بہتر تھا۔ فرمایا اے مرازم! انسان چھوٹی ذلت سے نکلنا چاہتا ہے مگر وہ اسے بہت بڑی ذلت میں داخل کر دیتی ہے۔ (۲۵)

۵۔ سفیان ثوری جناب امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے آپ کا رنگ اڑا ہوا دیکھا۔ اس نے حال دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: میں نے اہل خانہ کو چھت پر چڑھنے سے منع کیا ہوا تھا۔ میں گھر میں گیا تو اپنی ایک کنیز کو دیکھا جو میرے ایک بچہ کی تربیت کرتی ہے، وہ سیڑھی پر چڑھی ہوئی تھی اور بچہ اس کے ساتھ تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تو پریشان ہوئی اور کانپ گئی۔ بچہ زمین پر گرا اور مر گیا۔ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔

میرا رنگ بچہ کی موت پر متغیر نہیں ہوا۔ بلکہ کنیز کے مرعوب ہونے اور کانپنے سے ہوا۔ آپؐ نے اس کنیز سے کہا کہ تو اللہ کی رضا میں آزاد ہے تجھ پر کوئی حرج نہیں۔ یہ آپؐ نے دو مرتبہ فرمایا: (۲۶)

۶۔ جب آپؐ کی رحلت کا وقت قریب تھا آپؐ نے اپنے اعزاء کو جمع کرنے کا حکم دیا جب وہ اکٹھے ہو گئے تو آپؐ نے آنکھیں کھول کر انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ہماری شفاعت اسے نہیں پہنچے گی جو نماز کو خفیف سمجھے۔ (۲۷)

آپؐ کا کرم و احسان

جب آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا ذکر ہو تو ذہن افزونی علم، بلند اخلاق، مثالی شجاعت، بے مثال کرم و احسان اور بے نظیر جو دوسخا کی طرف منعطف ہو جاتا ہے، گویا یہ حضرات ان فضائل کو ساتھ لے کر پیدا ہوئے ہیں۔

امام ابو عبد اللہ صادق علیہ السلام کے کرم و احسان نے کتب تاریخ و سیر کے بہت سے صفحات کو متاثر کیا ہے۔ امت پر آپؐ کے واضح احسانات ہیں جن میں سے بعض کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ ہشام بن سالم کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ جب نماز عشاء سے فارغ ہوتے اور رات کا حصہ گزر جاتا ہے تو ایک تھیلے میں روٹیاں، گوشت اور درہم بھر کر پشت پر، پس گردن رکھ لیتے، مدینہ کے حاجت مند لوگوں کے یہاں جاتے، حسب ضرورت اشیاء ان میں تقسیم فرماتے اور وہ آپؐ کو پہچان نہ سکتے تھے۔ جب آپؐ کی وفات ہو گئی اور لوگوں نے اس روزی کو مفقود پایا تو سمجھ گئے کہ وہ ابو عبد اللہ ہی تھے۔ (۲۸)

۲۔ سعید بن بیان کہتے ہیں کہ مفضل بن عمر ہمارے قریب سے گزرے جب کہ میں اور میرا ایک داماد میراث میں جھگڑا کر رہے تھے مفضل کچھ دیر تک کرے رہے پھر کہا تم لوگ میرے گھر چلو پس ہم وہاں گئے تو انہوں نے چار سو درہم اپنے پاس سے دے کر صلح کرادی۔ جب ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اپنے اعتماد میں لے لیا تو مفضل نے کہا: یہ درہم میرے مال سے نہیں ہیں بلکہ امام صادقؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کے درمیان جھگڑا ہو جائے تو آپؐ کے مال میں سے معاوضہ دے کر ان کے درمیان صلح کرادوں پس میں نے ایسا ہی کیا اور یہ ابو عبد اللہ کا مال ہے۔ (۲۹)

۳۔ آپؐ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آپؐ سے عرض کیا: آپؐ پر قربان جاؤں! مجھے خبر ملی ہے کہ آپؐ عین زباد (اپنی جاگیر) میں کچھ کام کرتے ہیں۔ میں آپؐ سے سننا چاہتا ہوں کہ کیا یہ درست ہے۔ فرمایا: ہاں میں حکم دیا کرتا ہوں کہ جب پھل پک جائے تو اس کے احاطہ کی دیاروں میں کچھ رخنے (گھاٹیاں) ڈال دیئے جائیں تاکہ لوگ اندر داخل ہو کر کھا سکیں اور یہ حکم دیا کرتا ہوں کہ جب پھل پک

جائے تو اس کے احاطہ کی دیواروں میں کچھ رخنے (گھاٹیاں) ڈال دیئے جائیں تاکہ لوگ اندر داخل ہو کر کھاسکیں اور یہ حکم بھی دیتا ہوں کہ اس میں دس بیٹھنے کی جگہیں بنادی جائیں جس میں سے ہر ایک پردس آدمی بیٹھ سکیں۔ جب دس آدمی کھا چکیں تو دس اور آجائیں اور ہر ایک کے لیے ایک مدتازہ کھجوریں وہاں رکھی جائیں۔ اس جاگیر کے پڑوس میں آباد بوڑھے مرد، عورتیں، بیمار، بچے اور وہ جو کسی وجہ سے یہاں آ نہیں سکتا؟ کو ایک ایک مد پہنچایا جائے۔ جب نگران اور وکلا کو ان کی اجرتیں دے دی جائیں اور باقی پھل اٹھا کر مدینہ لایا جائے تو شرفا و مستحقین میں حسب استحقاق تقسیم کیا جائے۔ اس کے بعد مجھے اس میں سے چار سو دینار حاصل ہوتے اور اس کا غلہ چار ہزار دینار ہوتا تھا (۳۰)

۴۔ وفات کے وقت آپؐ پر غشی سی طاری ہوئی۔ جب اس سے افاقہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ حسن افسس کو ستر دینار دے دو اور فلاں کو اتنا۔ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ آپؐ اس کو دے رہے ہیں جس نے آپؐ پر چھری سے حملہ کیا تھا اور شہید کرنا چاہتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں ان لوگوں میں شمار نہ ہوں جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے ”والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربہم ویخافون سوء الحساب“ (وہ جو وصل کرتے ہیں اس کے درمیان جس کے وصل کا خدا نے حکم دیا ہے اور اپنے خدا سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے خوف کھاتے ہیں) خدا نے جنت کو پیدا کیا ہے، اسے پاکیزہ بنایا اور اس کی خوشبو کو پاکیزہ بنایا ہے، ایسی خوشبو جو دو ہزار سال کی راہ سے سونگھی جاسکتی ہے۔ لیکن والدین کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا اس کی خوشبو نہیں پاسکتا ہے۔ (۳۱)

آپؐ کا علم

امام جعفر بن محمد صادق علیہما السلام کی زندگی کے چند سالوں میں دینا آپؐ کے علوم سے معمور اور احادیث و آراء سے روشن و تابندہ ہو گئی۔ آپؐ نے اپنے طالب علموں میں مختلف علوم القاء کئے اور انہیں معارف کے کئی اصناف کی تعلیم دی۔ ایک حلقہ حدیث کا، دوسرا فقہ کا، تیسرا تفسیر کا، چوتھا فلسفہ اور الہیات کا، پانچواں افلاک اور سورج، چاند، ستاروں کے مدار کا، حتیٰ کہ آپؐ کے گھر کو ایک یونیورسٹی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

استاد محمد صادق نشات جو جامعہ الازہر قاہرہ میں کلیۃ الآداب کے استاد ہیں، کہتے ہیں: خلاصہ یہ کہ صادقؑ کا گھر ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھا جو حکماء و فلاسفہ اور اہل علم کے ہجوم سے چھلک رہا تھا۔ آپؐ ان کے سوالوں کا جواب دیتے۔ ان کے مذاہب و فرق و مکاتب فکر اور مقاصد کی طرف متوجہ کئے بغیر ان کی مشکلات کو حل فرماتے تھے۔ آپؐ کے قریبی اصحاب نے آپؐ کے دروس کو چار سو کتب میں جمع کیا ہے۔ ان کا نام ”الاصول الاربع ماتہ“ ہے، اور وہ رسالہ جو آپؐ نے منضل بن عمر کو ایک دہری عالم ”ابن ابی العوجا“ کی رد میں لکھوایا، وہ

جناب صادق کی عجیب و غریب انواع و اقسام کے معارف و فنون پر احاطہ علمی اور آپ کی قدر و منزلت پر دلالت کرتا ہے۔ (۳۲)

مسلمانوں نے امام جعفر صادق کا تمام اقطار اسلامی سے قصد کیا۔ آپ کے صاف و شفاف و فیاض چشمہ علم سے سیراب ہوئے۔ اس بیٹھے گھاٹ سے حسب استعداد اپنی طلب کے مشکیزے بھر لئے۔

استاد عبدالعزیز سید الاہل کہتے ہیں کہ کوفہ، بصرہ، واسط اور حجاز نے تحصیل علم کے لیے ہر قبیلہ سے اپنے جگر کے ٹکڑے جعفر بن محمد کے پاس بھیجے۔ بنی اسد، مخارق، طے، سلیم، غطفان، غفار، ازد، خزاعیہ، خثعم، مخزوم، بنی ضبہ، قریش، خصوصاً بنی حارث بن عبدالمطلب اور بنی حسن بن علی کے افراد نے اپنی علمی پیاس بجھائی، آزادوں اور غلاموں کی اولاد میں سے جمہور نے جو اس امت کے اعیان و بزرگ تھے، عرب و فارس میں سے اور خصوصاً شہر قم (۳۳) سے آپ کی طرف کوچ کیا اور مقام تعجب نہیں ہے کہ آپ کے مدرسہ کا معیار فیض علم یہ ہو کہ مسلمان ہر علاقہ و مقام سے اس کا قصہ کریں اور آپ کے شریں چشمہ علم سے سیراب ہوں، آپ کے خالص عطر سے معطر زاد راہ حاصل کریں۔ کیونکہ بانی مدرسہ وہ ذات والا صفات ہے، جاحظ کے قول کے مطابق، جس کے علم و فقہ نے تمام دنیا کو نور علم سے منور کر دیا ہے۔

امام صادق کے علم کی گفتگو نے مورخین و ناقلین آثار کے اہتمام کو متاثر کیا ہے۔ عصر اول سے آج تک جس کسی نے علم کی بات کی ہے اس نے آپ کے علم کثیر کا تذکرہ ضرور کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کے اکابر علماء بانیان مذہب اسلامی میں سے کس کس نے آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔

احمد بن حجر پیشی کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق سے اتنے علوم نقل ہوئے جنہیں قافلے لے کر چلے، ان کی صدا تمام شہروں میں گونجی اور آپ سے بڑے بڑے اماموں نے روایت کی مثلاً یحییٰ بن سعید، ابن جریج، مالک، سفیان بن عیینہ، ابو حنیفہ، شعبہ اور ایوب سجستانی (۳۴)

اور ابو نعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ جعفر بن محمد سے کئی ایک تابعین، یحییٰ بن سعید انصاری، ایوب سجستانی، ابان بن تغلب، ابو عمرو بن علا، یزید بن عبد اللہ بن الہاد نے روایت کی ہے اور آئمہ اعلام نے آپ سے حدیث لی ہے۔ مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، سفیان ثوری، ابن جریج، عبد اللہ بن عمر، روح بن قاسم، سفیان بن عیینہ، سلیمان بن بلال، اسماعیل بن جعفر، حاتم بن اسماعیل، عبدالعزیز بن مختار، وہب بن خالد، ابراہیم بن طہمان اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں۔ مسلم بن حجاج نے صحیح میں آپ سے احادیث کا اخراج کیا ہے اور آپ کی حدیث کو حجت قرار دیا ہے۔ (۳۵)

ابوالعباس احمد بن یوسف و مشقی القرمانی کہتے ہیں کہ آپ اپنے بھائیوں میں اپنے باپ کے خلیفہ و جانشین اور وصی تھے۔ آپ سے اتنے علوم نقل ہوئے ہیں کہ آپ کے علاوہ کسی سے منقول نہیں ہیں۔ آپ حدیث کے

راس ورنیس تھے۔ آپ سے یحییٰ بن سعید، ابن جریج، مالک بن انس ثوری، ابن عیینہ، شعبہ، ابویوب سجستانی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ (۳۶)

احمد شہاب الدین حجاجی مصری نے کہا کہ امام جعفر صادق ابو عبد اللہ بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام وہ ہیں جن سے بہت سے لوگوں مثلاً مالک بن انس، سفیانین، ابن جریج اور ابن اسحاق نے روایت کی ہے اور آپ کی امامت، جلالت اور سیادت و بزرگی پر اتفاق کیا ہے۔ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور ۱۲۸ھ میں آپ نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ آپ کوزہ ہر دیا گیا۔ آپ کو شافعی، ابن معین ابو حاتم اور ذہبی نے روایت میں موثق قرار دیا ہے اور آپ اہل بیت کے فضلاء و علماء علیہم السلام میں سے ہیں (۳۷)

جمال الدین ابوالحسن بن تعزی اتاکی نے آپ کی فضیلت و بزرگی ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ آپ سے ابوحنیفہ، ابن جریج، شعبہ، سفیانیاں اور مالک وغیرہ نے روایت کی ہے۔

ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ میں نے جعفر بن محمد سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا (۳۸)

محمود بن وہیب بغدادی حنفی نے کہا ہے: لوگوں نے آپ سے اتنے علوم نقل کئے ہیں۔ جنہیں قافلے لے کر لے اور آپ کی شہرت کا آوازہ شہر در شہر پہنچا۔ بڑے بڑے آئمہ فن مثل یحییٰ بن سعید، ابن جریج، مالک، سفیانین، ابوحنیفہ، شعبہ، ابویوب سختیانی اور ابن عیینہ وغیرہ نے آپ سے روایت کی۔ (۳۹)

ابوزکریا محمّد بن الدین بن شرف نودی نے کہا ہے کہ آپ سے محمد بن اسحق، یحییٰ انصاری، مالک سفیانیاں، ابن جریج، شعبہ، یحییٰ قطان اور دوسرے لوگوں نے روایت لی ہے، جن میں یحییٰ بن سعید بھی ہیں۔ (۴۱)

شہرستانی نے کہا ہے کہ آنجناب ادب کامل، زہد بالغ، ورع تام اور علم و حکمت کے حامل ہیں۔ الخ (۴۲)

سید امیر علی کہتے ہیں: اس میں مضائقہ نہیں کہ اس وقت علم کی نشر و اشاعت نے مساعادت کی کہ فکر و نظر کی بیڑیاں کھل گئیں، فلسفی مناقشات دنیاۓ اسلام کی ہر محفل میں عام ہو گئے۔ لیکن یاد رکھئے کہ جس شخص نے اس تحریک کی قیادت و ریاست کی ہے وہ علی ابن ابی طالب کے پوتے ہیں جن کا اسم گرامی ”جعفر“ اور لقب ”صادق“ ہیں۔ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے افق فکر کو بہت گہری وسعت دی۔ آپ نہایت عمیق فکر و عقل کے مالک تھے۔ اپنے زمانے کے علوم پر عبور حاصل تھا۔ فی الواقع وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں فلسفہ کے مدارس کی بنیاد رکھی۔ ان کے حلقہ درس میں نہ صرف وہ جو موسس مذاہب فقہیہ ہوئے حاضر ہوتے تھے، بلکہ فلسفہ کے وہ طالب علم جو اپنے آپ کو فلسفہ کے لباس میں دیکھنا چاہتے تھے، اطراف و جوانب اور ممالک دور دراز سے آتے تھے۔ (۴۳)

ڈاکٹر احمد امین نے کہا ہے، شیعہ تو ان سے بہت کچھ روایت کرتے ہیں، یہاں تک کہ چار (۴۰۰) سو مسائل کے جوابات میں ”الاصول“ نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ آئمہ اہل بیت میں کسی سے اتنی روایت نہیں

ہوئی۔ جتنی آپ سے ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ امام رضاؑ کے صحابی حسن بن علی لوشانہ نے کہا کہ میں نے مسجد کوفہ میں نو سو شیوخ کو دیکھا جن میں ہر ایک کہتا تھا ”حدثنی جعفر بن محمد“ مجھ سے جعفر بن محمدؑ نے حدیث بیان کی اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ (۴۴)

ابن ابی الحدید نے تمام آئمہ اہل سنت کی فقہ کو آپ سے نسبت دی ہے، ان کے علم کو آپ سے اقتباس شدہ بتایا ہے۔ آپ ہی ان کے استاد اعظم ہیں جن سے فقہ اور دوسرے علم اقتباس کئے ہیں۔ شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے ”رہ ابو حنیفہ کے اصحاب ابو یوسف اور محمد وغیرہ انہوں نے ابو حنیفہ سے فقہ حاصل کی اور شافعی نے محمد بن حسن سے درس لیا۔ اس کی فقہ بھی ابو حنیفہ کی طرف لوٹی ہے احمد بن حنبل نے شافعی سے پڑھا ہے۔ اس کی فقہ بھی ابو حنیفہ کے زیر اثر ہے اور ابو حنیفہ نے جعفر بن محمدؑ سے پڑھا ہے“ (۴۵)

اور ابو حنیفہ نے خود عبد اللہ امام صادق سے تلمذ و شاگردی کا اعزاز حاصل کرنے اور علوم اخذ کرنے کو بیان کیا ہے اور کہا ہے۔ ”لولا السنن لہلک النعمان“ ان دوسالوں کی طرف اشارہ ہے جن میں آپ سے شرف شاگردی حاصل رہا۔ (۴۶)

اگر مسلمان امام جعفر صادق سے انصاف کریں تو انہیں شریعت محمدیہ کا نگہبان، ناشر علوم اسلامی اور موسس علوم جدید پائیں گے۔ عنقریب آئندہ فصل میں آپ مطالعہ کریں گے کہ امام جعفر صادق علم کیمیا کے ملہم (موجد) ہیں۔ یہ علم صرف ان کی طرف ہی منسوب ہے اور ان سے ہی ماخوذ ہے۔ اور بہت سے علوم ہیں جو آپ ہی سے لیے گئے ہیں۔ ”جو مانی رح“ نے کہا ہے: معلوم کو مجہول سے استخراج کرنا ایک خاص علم ہے۔ جس نے اپنے استاد امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہوئے اس علم کی بنیاد رکھی اور اس نے کہا کہ وہ ذرہ جس کا پورا اور مکمل انکشاف ہمارے زمانہ کا مرہون منت ہے، یہ اس زمانے اور اس کے عقول کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ یہ جبارہ کے عقول کی پیداوار ہے، جن پر بحث کرتے صدیاں گزر گئی ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس پر ”الجوہر الفرد“ اور ”الجزء الذی لا یجزء“ کے نام کا اطلاق کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اس زمانہ کے علماء و ماہرین کی نگاہ میں عمدہ چیز یا ان کا زیادہ تر اعتماد ذرہ تک پہنچنے کے لیے انہی آراء و نظریات پر تھا جنہیں جابر بن حیان نے اپنے رموز میں جمع کر دیا ہے۔ وہ رموز جنہوں نے مغرب کے علماء کو ان کے استخراج کرنے اور ان پر متمکن ہونے نے حیران کر دیا ہے۔

مزید کہتے ہیں کہ ان سے ڈاکٹر یحییٰ ہاشمی نے کہا کہ جابر بن حیان کی چند قلمی کتب ایسی ہیں جنہوں نے علمائے المان کو ان کے رموز و اشارات حل کرنے پر معتکف اور مشغول کر رکھا ہے۔ (۴۷)

بجالت تمام یہ چند اخذ شدہ چیزیں ہیں جن کا آپ سے تعلق ہے۔ شاید زمانہ ہمارے لیے امام جعفر صادق کی زندگی کے جدید علمی پہلو منکشف کرے اور آپ کی غیر معلومہ و مکتونہ عظمت کی بعض بلندیوں واضح و روشن ہوں۔

امام صادق علیہ السلام کا مدرسہ

تاریخ اسلامی نے کسی ایسے مدرسہ کا مشاہدہ نہیں کیا جو امام جعفر صادقؑ کے مدرسہ سے بڑا ہو، باعتبار طلباء کی کثرت اور انواع علوم کے، جن کی وہاں تدریس ہوتی تھی اور یہ بھی کہ آپؑ اکیلے ہی مدرسہ استاد تھے۔ ہزار ہا طلباء اور بہت سے علوم وفنون و معارف کے لیے گزشتہ فصل میں آپؑ نے جناب امام جعفر صادقؑ کے علم کی کچھ باتیں مطالعہ کی ہیں۔ یہاں آپؑ کے مدرسہ کے بارے میں گفتگو ہے۔

متواتر نقل ہوا ہے کہ ابو عبد اللہ صادقؑ سے روایت کرنے والوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی تھی (۴۸) طبری کہتے ہیں کہ نقل منظر فرہے کہ جن لوگوں نے امام صادقؑ جعفر بن محمدؑ سے روایت کی ہے مشہور اہل علم ہیں۔ ان کی تعداد چار ہزار ہے (۴۹)

محقق نے فرمایا ہے: آپؑ سے قریباً چار ہزار افراد نے روایت کی ہے اور آپؑ کی تعلیم سے فقہاء کی ایک بڑی جماعت وجود میں آئی، مثلاً زرارہ بن اعین اور ان کے دو بھائی، بکیر اور جرمان، جمیل بن صالح، جمیل بن دراج، محمد بن مسلم، دونو ہشام، ابوبصیر، عبد اللہ محمد عمران، حلبین، اور ان کے علاوہ اعیان فضلاء (۵۰)

سید امین کہتے ہیں کہ ان راویوں کے نام جنہوں نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے حافظ ابن عقدہ زیدی نے جمع کئے ہیں۔ وہ چار ہزار افراد ہیں اور ابن عظامری نے ابن عقدہ پر استدارک کیا ہے۔ پس ان میں اضافہ کیا ہے۔ (۵۱)

بعض اوقات آپؑ نے اپنے مدرسہ کی بعض اسلامی علاقوں میں شاخیں کھولی ہیں۔ حسن بن علی و شاکتے ہیں: میں نے مسجد کوفہ میں نو سو شیوخ بزرگ علماء کو پایا، جن میں سے ہر ایک کہتا تھا ”حدیثی جعفر بن محمدؑ“ حالانکہ آپؑ کوفہ میں مجبور و مقہور ہو کر جاتے اور حکومت کی سخت نگرانی میں آپؑ کا وہاں قیام ہوتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ آپؑ کے ہم عصر اکثر علماء مسلمین نے آپؑ سے شرف تلمذ حاصل کیا، آپؑ سے علم حاصل کرنے کو اپنی منقبت سمجھا اور اپنی فضیلت شمار کیا۔ (۵۲)

آج قریباً تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ہمیشہ علوم اسلامی، فقہ یا حدیث، تفسیر، فلسفہ، اخلاق اور دوسرے علوم آپؑ کے مدرسہ کے پروردہ ہیں جو اس مدرسہ کے موسس کی حکیمانہ آراء اور قیمتی آراء اور قیمتی توجیہات سے مدد لیتے ہیں۔ نہ صرف علوم اسلامیہ ہی امام جعفر صادقؑ کے مدرسہ کے پروردہ ہیں بلکہ بہت سے جدید علوم کی تاسیس اور نشوونما میں بھی اس مدرسہ کے موسس کو ید طولیٰ اوکمال حاصل تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کیسے کے ملہم

امام صادق کا گھرا ایک یونیورسٹی کی طرح تھا، جس میں حکماء و فلاسفہ اور اہل علم کا ایک بحر عظیم موجیں مار رہا تھا۔ استاد محمد صادق نشات کہتے ہیں کہ آپؑ اپنے طالب علموں پر علاوہ فقہ و حدیث و تفسیر کے مختلف علوم القاء کرتے اور ان کی مختلف معارف سے تربیت فرماتے۔ جس میں قابلیت دیکھتے اسے جدید علوم کے ساتھ مختص کر دیتے۔ آپؑ نے اپنے شاگرد و جابر بن حیان میں استعداد و لیاقت دیکھی تو اسے مخصوص وقت دیا جس میں اسے علم کیمیا، اور دیگر علوم تعلیم فرمائے۔ یہاں تک کہ جابر نے امامؑ کے مختلف وروس اجلاس سے کئی سو سائل ”تحریر کئے جن میں پانچ سو سائل آلمانی میں تین سو سال قبل یاس سے پہلے چھپ چکے ہیں وہ رسائل برلین“ کی سرکاری لائبریری میں اور پیرس کی لائبریری میں موجود ہیں (۵۳) جابر کی تالیفات ۳۹۰۰ رسالوں تک پہنچ گئی ہیں۔ (۵۴)

ہم نے ان صفحات میں اس علم کی امام جعفر صادق کی طرف نسبت کے سلسلہ میں مشرق مغرب کے بعض اعلام کے اقوال و کلمات کو جمع کیا ہے کہ جابر بن حیان نے آپؑ ہی سے اخذ کیا اور اس سے علمائے یورپ نے تعلیم حاصل کی ہے۔

بعض اقوال ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

- ۱۔ شمس الدین احمد بن ابوبکر بن خلکان المتوفی ۲۸۱ھ نے امام جعفر صادق کے بارے میں گفتگو کرنے کے بعد کہا ہے کہ آپؑ کے شاگرد ابوموسیٰ جابر بن حیان صوفی طرطوسی نے ایک کتاب لکھی جو ہزاروں، اوراق پر مشتمل تھی جس میں امام جعفر صادق سے حاصل کردہ پانچ سو سائل بھی سموئے ہوئے تھے۔ (۵۵)
- ۲۔ پطرس بستانی نے کہا ہے: آپؑ سچ بولنے کے باعث صادق کے لقب سے ملقب تھے، بہت عظیم فضل کے مالک تھے اور کیمیا کی حرفت و صنعت میں ان کے متعدد مقالات ہیں۔ (۵۶)
- ۳۔ جریدہ ”الثورہ“ بغدادیہ نشر ہوا ہے شمارہ نمبر ۱۹ کا نون الاول ۱۹۶۱ ”العرب رواد الخصارہ الاولوبیتہ“ عنوان کے تحت لکھا ہے۔

امام جعفر صادق پہلے شخص ہیں جنہوں نے ”خامض التریک“ اور ”الماء المملکی“ کا انکشاف کیا۔ جریدہ میں مزید کہا ہے کہ مغربی کیمیائی عالم امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ کو ”برستی“ اور لافواد بیہ کے زمانوں کے مساوی سمجھتا ہے عربی عملاق کی کتب (جابر بن حیان) کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہو جاتا ہے۔ جس وقت وہاں پہنچتی ہیں اور ”برستی“ انگریز کیمیادان عربی زبان سیکھ رہا ہے تاکہ وہ خود جابر بن حیان کے مطالب و مقاصد پر مطلع ہو سکے۔ (۵۷)

- ۴۔ خیر الدین زرکلی امام جعفر صادق کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ آپؑ کے شاگرد جابر بن حیان

نے ہزار ورق میں ایک کتاب لکھی جو امام صادق کے پانچ سو رسائل کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے (۵۸)

۵۔ ”رونالڈس“ نے کہا ہے کہ جابر بن حیان امام جعفر صادق کا شاگرد ہے جیسے تاریخ الادب میں آپ کا شاگرد ”لہوارٹ“ ہے مزید کہا ہے کہ جابر نے اپنے استاد کے عمل سے دو ہزار صفحات تیار کئے اور اسی طرح ”ماکدونالد“ دائرۃ المعارف اسلامیہ میں ذکر کرتا ہے۔ (۵۹)

۶۔ عبد اللہ بن اسعد یافعی امام صادق کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ کے شاگرد جابر بن حیان صوفی نے ایک کتاب تالیف کی ہزاروں ورق پر مشتمل ہے، جو آپ کے لکھے ہوئے پانچ سو رسائل کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ (۶۰)

۷۔ فاندیک الہولندی نے کہا کہ جابر ”عرب کیمیا گر“ کے نام سے مشہور ہے، حالانکہ اس نے یہ شرف امام جعفر صادق کی تلمذ و شاگردی سے حاصل کیا ہے۔ (۶۱)

۸۔ سید محسن امین نے جابر کے ترجمہ اور حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وہ امام جعفر صادق کے اصحاب، دربانوں اور شیعوں میں سے ہے۔ اس کی متعدد تالیفات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے، کہ دنیا کے عجائبات اور نوادرد ہر میں سے تھا۔ اس میں شک نہیں کہ جو عالم ۳۹۰۰ سے زیادہ کتب تالیف کرے، جن میں اکثر عقلی اور فلسفی ہوں، وہ یقیناً کون کے عجائب میں سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ صنعت کیمیا میں بھی مشغول ہو، یہاں تک کہ زیادہ شہرت یہ ہے کہ یہ علم اس کی طرف منسوب ہے۔ یہ علم طویل زمانہ اور عظیم جدوجہد کا محتاج ہے اور اس شخص کی انفرادیت کے لیے کافی ہے کہ اس کی کتب میں سے بہت سی مغرب و مشرق کے کتب خانوں میں محفوظ رہ گئی ہیں۔ ان میں سے بعض چھپ چکی ہیں اور کئی ایک کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ (۶۲)

۹۔ محمد ابوزہرہ نے سید بیتہ الدین شہرستانی کا کلام نقل کیا ہے کہ جابر امام جعفر صادق کا شاگرد ہے اور اس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام جعفر صادق سے اتصال رکھتا تھا۔ آپ اسے انفرادی طور پر درس دیتے تھے جو بحث و درس ان دونوں کے درمیان ہوتی تھی دوسرے طلباء اس درس کی گہرائی، غور و فکر اور حقائق کی باریکیوں کی صلاحیت و طاقت نہیں رکھتے تھے جس فکر و نظر کا وہ محتاج تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو رسالے جابر نے لکھے ہیں ان میں امام جعفر صادق کی فکری شرکت موجود ہے۔ ان پچاس رسالوں میں سے ہر ایک رسالہ کا تب اور امام جعفر صادق کے درمیان اتصال فکری پر دلالت کرتا ہے۔ قطع نظر اس طویل بحث کے یہ کہنا کافی ہے کہ امام جعفر صادق اس زمانہ کی قوت فکری تھے جنہوں نے دراسات اسلامی، علوم قرآن و سنت اور عقیدہ پر اکتفا نہیں کی بلکہ عالم کون و مکان اور اس کے اسرار کی درست (تحصیل علم کے لیے توجہ سے مطالعہ کرنے) کی طرف متوجہ ہوئے، پھر اپنی قوی و مستحکم عقل کے ذریعہ سماء الافلاک، مدارات شمس و قمر و نجوم و ستاروں پر کمند ڈالی اور اس ذریعہ سے بندہ پر اللہ کی نازل شدہ نعمات کو پہچانا کہ عالم کون میں جو کچھ ہے وہ انسان کے لیے مسخر ہے۔ پھر خلقت کی

ابداع و عمدگی، تعداد اشکال والوان اور حادث اشیاء کی قوت و استعداد سے خالق کی وحدانیت کا ادراک کیا۔ (۶۳)
نیز کہتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ علوم کونیہ اور طبیعہ کو ایک دوسرے کے قریب کر دیتے ہیں کیونکہ آپؑ کبھی تو جابر کے وسائل پر سچ اور درست ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور کبھی مبہم اور گجک ہونے کا۔ اور یہ احکام لگانا موضوع پر حاوی ہونے کا تصرف ہے، نہ جاہل موضوع کا۔ (۶۴)

۱۰۔ فرید وجدی امامؑ کی مدح میں اپنی گفتگو کے بعد کہتا ہے کہ صناعت کیمیا پر آپؑ کے بہت سے مقالات ہیں اور آپؑ کے شاگرد ابو موسیٰ جابر بن حیان صوفی طرطوسی نے ہزار کتابیں تالیف کی ہیں جو ہزار اوراق پر مشتمل ہیں اور ان میں امام جعفر صادقؑ کے پانچ سو رسالے اور خطوط سموئے ہوئے ہیں (۶۵)

۱۱۔ سید ہبۃ الدین شہرستانی کہتے ہیں ابو موسیٰ جابر بن حیان صوفی کوئی امام جعفر بن محمد صادق علیہما السلام کے مشہور ترین شاگردوں میں ہے۔ وہ خراسان کے شہر طرطوس میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ اس نے علوم ریاضی و نجوم میں کمال حاصل کیا اور ان پر بہت کچھ لکھا۔ ابوالفرج ابن ندیم نے اپنی فہرست میں جو یورپ کے شہر لندن میں چھپی ہے۔ جابر کے ایک ہزار تین سو رسالے انکے ناموں کے ساتھ شمار کئے ہیں اور یہ کہ جابر کی امام صادقؑ سے شاگردی و تلمذ ثابت ہے۔ اس کا امامؑ سے علوم حاصل کرنے کے لیے مخصوص وقت معین تھا جس میں کوئی دوسرا طالب شریک نہ ہوتا تھا۔ اس میں سے اکثر رسالے اس کے استاد امام جعفرؑ کے نام سے شروع ہوتے ہیں میں نے ان میں سے پچاس رسالے دیکھے ہیں جو قدیم خط میں لکھے ہوئے ہیں جن میں وہ لکھتا ہے ”قال لی جعفر علیہ السلام“ (مجھ سے جناب جعفرؑ نے فرمایا) ”القی علی جعفر“ (مجھ پر جناب جعفرؑ نے القاء کیا) یا وحدثنی مولائی جعفر (میرے مولانا جعفرؑ نے مجھ سے حدیث بیان کی) اس نے رسالہ ”المنفعہ“ نامی میں کہا ہے۔ ”اخذت هذا العلم من سیدی جعفر بن محمد سید اہل زمانہ الخ“ (میں نے یہ علم اپنے آقا اور سردار زمانہ جعفر بن محمدؑ سے حاصل کیا ہے) ان میں پانچ سو رسالے تین سو سال قبل یا اس سے بھی پہلے المانیا میں چھپ چکے ہیں اور وہ ”برلین“ کی سرکاری لائبریری میں اور پیرس کی لائبریری میں موجود ہیں۔

جابر کے حالات زندگی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں بیان کئے ہیں اور اس کے ان رسائل کا بھی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ”المقتطف“ والوں نے اپنے مجلہ کے پہلے سال کی تحریر میں ان رسائل کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اہل یورپ نے اسے حکمت و فلسفہ کے استاد کا نام دیا ہے اور اس کا ذکر جلالت و بزرگی کے ساتھ کرتے ہیں انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ اس نے مادہ کے انیس عناصر منکشف کئے ہیں جن کی تعداد اب سو سے اوپر ہو گئی۔ علم ہیئت و نجوم پر اس کی بہت سی کتابیں ہیں، جو کئی سو سال پیشتر المانیا میں چھپ چکی ہیں۔

یہ بھی کہا ہے کہ ریڈیم کے انکشاف کی نسبت بھی انہوں نے جابر کی طرف دی ہے کیونکہ اس نے اپنے بعض رسائل میں کہا ہے کہ جو شخص چاہے کہ روشن سورج کو تاریک آدھی رات میں دیکھے اسے اس طرح کرنا

چاہے۔ مذکورہ ”ریڈیم“ کو ہمارے زمانہ میں مادام ”البولونیہ“ نے کشف کیا ہے کہ وہ ہمیشہ سفید نور کی شعاع دیتا ہے۔ اور وہ اس کے کرے کو وزن، حجم اور حرارت میں کمی کیے بغیر بیس درجہ حرارت تک گرم کرتا ہے۔ علماء نے وحدت عناصر کے قول کی نسبت بھی اسی کی طرف دی ہے نیز یہ کہ تمام عناصر آگ کے عنصر کی طرف لوٹتے ہیں جو مادہ کے ذرات میں سے کسی ذرہ کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ یورپ نے ابھی طاقت ور آگ الکٹرونیکہ کا ذرہ (ایٹم) کے باطن میں انکشاف کیا ہے اور مجھے خبر ملی ہے کہ علمائے مغرب نے ایک ”مدرسہ جابر یہ“ قائم کیا ہے جو اس کے علوم و آراء اور رموز و اسرار کے ساتھ مخصوص ہے۔ الخ۔ (۶۶)

۱۲۔ ”ہولمیارڈ“ انگریز نے کہا ہے کہ جابر جو امام جعفر صادق کا صحابی اور شاگرد ہے، اس نے اپنے منفرد امام و رہبر میں سند پائی ہے ”معین و مددگار“ ہادی و امین“ اور ایسا مرکز توجہ کہ جس سے استغنا نہیں ہو سکتا۔ جابر نے کوشش کی کہ وہ اپنے استاد کی ہدایت کے مطابق گزشتہ لوگوں کی کتب سے، جو اس سے تعلق رکھتی تھیں، علم کیمیا کو تحریر میں لائے۔ پس وہ اس راہ میں بے حد کامیاب ہوا۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ دنیا میں جابر کا نام اس فن کے اساطین اور بزرگوں مثلاً ”بویلہ“ بریٹلہ“ اور فوازیہ جیسے اعلام کے ساتھ لیا اور لکھا جائے۔ (۶۷)

۱۳۔ یوسف یعقوب مسکونی کہتے ہیں کہ یہ امام جو اپنے دین اور تقویٰ کے علاوہ کئی امور کے ساتھ شہرت رکھتے ہیں کیمیا کی صنعت اس امام کے علوم کی ایک مثال ہے۔ (۲۸)

بہت سے مفکرین نے جابر کے حالات زندگی اور اس کا کیمیا کے ساتھ مشغول ہونا لکھا ہے۔ اور اس سلسلہ میں اس کی مولفات کو ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض کو ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ابن ندیم نے کہا ہے کہ ہم اس کی کچھ کتب کا تذکرہ کرتے ہیں جنہیں خود ہم نے دیکھا، یا ثقہ افراد نے انہیں دیکھا اور ہمارے سامنے ذکر کیا ہے۔ پھر اس نے تین سو کتب کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس نے ۳۰۰ کتب فلسفہ میں، ۱۳۰۰ کتب جبل میں ۱۳۰۰ کتب مختلف صنائع، فنون اور آلات حرب و جنگ میں اور ۵۰۰ کتب طب میں تالیف کی ہیں۔ (۶۹)

۲۔ اسماعیل مظہر نے کہا ہے کہ شاید جابر بن حیان بن عبد اللہ اس سے زیادہ مشہور ہے کہ تاریخ اسے عصر عربی علماء میں ذکر کرے۔ اس کا نام شہرت و نفع مند آثار کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ان بڑے لوگوں سے مقرون ہو جو تمدن و عمرانیات کے ماہر ہیں۔

اس کے بارے میں استاد بریتلو (فرانسیسی مولف) مصنف تاریخ الکیمیاء فی قرون الوسطی لکھتے ہیں کہ اس کا نام تاریخ کیمیا میں اس مقام پر ہے جیسے ارسطو طالیس کا نام تاریخ منطق میں ہے۔ ”بریتلو“ کے نزدیک جابر وہ پہلا شخص ہے جس نے علم کیمیا کے قواعد علمی وضع کئے ہیں جو اس کے نام کو دنیا کی تاریخ کے ساتھ مقرون کر دیتے ہیں۔

جابر بن حیان لاطینی دنیا میں ”جبر“ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ پھر اس نے اس کی ۹۲ کتب کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے طبع شدہ اور ان کی تاریخ طباعت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے (۷۰)

۳۔ خیر الدین زرکلی کہتے ہیں کہ جابر بن حیان بن عبد اللہ کوفی ابو موسیٰ جو کیمیائی فیلسوف ہے۔ صوفی کے لقب سے معروف تھا۔ اہل کوفہ میں اس کی بہت سی تصانیف میں۔ ۲۳۲ کتابیں اور بعض کے بقول پانچ سو کتب ہیں جن میں اکثر ضائع ہو گئی ہیں اور جوان میں سے باقی رہ گئی ہیں ان کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ پھر اس نے اس کی بعض مطبوعہ و مخطوطہ کتب کا ذکر کیا ہے۔ (۷۱)

۴۔ جمال الدین علی قفطی نے کہا ہے کہ جابر بن حیان صوفی کوفی علوم طبعی میں آگے بڑھا ہوا تھا اور صناعت کیمیا کا بڑا ماہر تھا۔ اس میں اس کی بہت سی تصنیفات و تالیفات مشہور ہیں اور ساتھ ہی بہت سے علوم فلسفہ کا شغف بھی رکھتا تھا۔

محمد بن سعد سر قسطی جو ابن مشاط اصطرلابی اندلسی کے نام سے مشہور ہے، اس نے شہر مصر میں جابر بن حیان کی ایک تالیف عمل اصطرلاب میں دیکھی ہے، جو ہزار مسائل پر مشتمل ہے جس کی کوئی نظیر نہیں۔ (۷۲)

۵۔ جی خلیفہ نے کہا ہے کہ جابر بن حیان نے علم کیمیا کو بہت سی کتب میں تقسیم کر دیا ہے لیکن اس نے حق کو اس کے اہل تک پہنچا دیا ہے، ہر چیز کو اس کی جگہ رکھا ہے وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ، نے جسے منزل پر پہنچنے کا سبب قرار دیا وہ پہنچا ہے لیکن اس نے انہیں انواع و اقسام کی دہشتوں اور ناممکن و محال چیزوں میں مشغول کیا ہے۔ کسی حکمت و مصلحت کی وجہ سے جسے زمانہ کے لحاظ سے اس کی عقل و رائے نے پسند کیا۔ اس کے باوجود اس کی کتاب کئی ایک فوائد سے خالی نہیں ہے۔ (۷۳)

۶۔ ”تلو“ نے کہا ہے کہ جابر کا کیمیا میں وہ مقام ہے جو اس سے پہلے ارسطو طالیس کا منطق میں ہے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے حامض الکبیر متیک کا استخراج کیا اور اس کا نام زیت الزاج رکھا وہ پہلا شخص ہے جس نے الصودا الکادیہ (سواؤ کاویہ) دریافت کیا ہے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے سونے کا پانی مستحضر کیا۔ اس کی طرف اور مرکبات کا استحضار بھی منسوب ہے۔ مثلاً کربونات البوتاسیم..... اور کربونات الصودییم..... اس نے زہیق کے مرکبات کے خصائص کی تدریس کی ہے اور انہیں استحضار کیا ہے۔ (۷۴)

۷۔ ”لویون“ کہتے ہیں کہ جابر کی کتب سے ایک ایسا علمی مجموعہ ترکیب پاتا ہے جو مشتمل ہے ان تمام چیزوں کے خلاصہ پر جو علم کیمیا کے بارے میں اس تک اور اس کے زمانے کے عربوں تک پہنچی ہیں اس کی کتاب ان کیمیائی مرکبات کے بیان پر مشتمل ہیں جو اس سے پہلے نہ معلوم و مجہول تھے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے تعفیر..... تبلور..... تذویب..... اور تجوہیل کو عملی شکل دی ہے۔ الخ (۷۵)

جابر نے امام جعفر صادقؑ سے نہ صرف علم کیمیا کی تعلیم کی بلکہ بعض دوسرے علوم بھی حاصل کئے سید امینؒ

کہتے ہیں اسے امام جعفر صادقؑ نے چمکنے والی سیاہی بنانے کا طریقہ سکھایا جس سے وہ قیمتی کتب کے مخطوطات پڑھنے میں فائدہ اٹھاتا تھا کیوں کہ انہیں تاریکی میں پڑھا جاسکتا تھا۔ نیز آپؑ نے اسے ایسا ورق بنانے کی تعلیم بھی دی جو جل نہیں سکتا تھا۔ جواز بست ہے (۷۶)

رہتی دنیا تک جناب امام صادق علیہ السلام زمانے اور صدیاں گزر جانے کے باوجود فکری شعاعوں کے مصدر و ماخذ انکشافات علوم اور امتوں کے لیے مشعل راہ کے طور پر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

آپؑ کی بعض وصیتیں

صرف امامؑ کی وصیتوں کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کی جاسکتی ہے۔ ہر وہ کتاب جس میں امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ کی سیرت کو بیان کیا گیا ہے اس میں آپؑ کی بہت سی پند و نصائح، وصایا اور توجیہات کو مطالعہ کریں گے یہ وصایا و توجیہات مختلف ہیں۔ کبھی فرد اور کبھی جماعت کو متوجہ کرنے کے لیے اور کبھی وہ وصیتیں جن کو اپنے شیعوں اصحاب اور عوام تک پہنچانے کے لیے اپنے خاص اصحاب کو ذمہ دار بنایا ہے؟ جیسا کہ آپ ان کی زید شحام اور مفصل بن عمر کو کی وصیتیں ملاحظہ کریں گے۔

اس دور میں ہمیں آپؑ کی نصائح اور وصایا کی کتنی شدید ضرورت ہے کہ ہم اسلام کے ذریعہ اپنے بزرگ و عظیم ماضی اور قدیمی عزت کے پیغام کے ساتھ شاندار مستقبل کی طرف راہ سپارہوں۔ میرے خیال میں ان وصایا کی تلاوت و قرات، یا انہیں زبان زد کر لینا اہم نہیں ہے بلکہ ان پر عمل کرنا اور نفس کو ان کے متعلق ڈھالنا زیادہ اہم ہے۔

ہم یہاں آپؑ کی بعض وصیتیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؑ کی ایک وصیت اپنے فرزند موسیٰ کاظمؑ کے لیے:

اے بیٹا! میری وصیت کو قبول کر اور میری بات کو یاد رکھ کیونکہ اسے یاد رکھا تو سعادت کی زندگی بسر کرے گا اور حمد و ثناء و تعریف کے ساتھ اس دنیا سے جائے گا۔

اے بیٹا! جو شخص اس رزق پر راضی رہا جو اس کے لیے تقسیم کیا گیا ہے وہ مستغنی و توکمر ہے۔ جو اپنی آنکھ اس چیز کی طرف اٹھائے جو اس کے غیر کے ہاتھ میں ہو، فقیر مرے گا اور جو اس پر راضی نہیں جو کچھ اللہ عز و جل نے اس کے لیے تقسیم کیا ہے تو وہ اللہ کو متہم سمجھتا ہے اس کے فیصلہ میں جو اپنے نفس کی لغزش کو حقیر و کم تر سمجھے گا وہ دوسرے نفس کی لغزش کو عظیم اور بڑی سمجھے گا اور جو دوسرے کی لغزش کو چھوٹا سمجھے وہ اپنے گناہ کو بڑا سمجھے گا۔

اے بیٹا! جو دوسروں کی پردہ دری کرے اس کے گھر کے عیوب منکشف ہوں گے جو بغاوت کی تلوار میان سے نکالے وہ اسی سے قتل ہوگا۔ جو اپنے بھائی کیلئے کنواں کھودے گا وہ خود اس میں گرے گا۔ جو نا سمجھ اور برے

لوگوں کی صحبت میں رہے گا وہ حقیر و ذلیل ہوگا اور جو علماء کے ساتھ میل جول رکھے گا اس کی عزت و توقیر ہوگی اور بدنام جگہوں میں داخل ہوگا، وہ مہتمم ۲ ہوگا۔

اے بیٹا! لوگوں کی عیب جوئی سے بچو ورنہ تمہاری عیب جوئی ہوگی۔ بے ہودہ امور سے پرہیز کرو ورنہ ان کی وجہ سے ذلیل ہو جاؤ گے۔

اے بیٹا! حق بات کہنے سے وہ چاہے تمہارے نفع میں ہو یا نقصان میں اپنے ہم سنوں میں عزت و وقار سے رہو گے۔

اے بیٹا! کتاب خدا کی تلاوت، سلام کو عام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ جو تم سے قطع رحمی کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو۔ جو تم سے خاموش رہے اس سے ابتداء کلام اور جو تم سے سوال کرے اسے عطا کرنے والے بنو اور چغل خوری سے بچو۔ یہ لوگوں کے دلوں میں بغض و کینہ کا بیج بوئے گی لوگوں کے عیوب سے معترض نہ ہو کیونکہ ایسا آدمی ہدف و نشانہ کے بمنزلہ ہے۔

اے بیٹا! جب تم جو دوست کو طلب کرنا چاہو تو اس کے معاون اور کانیں تلاش کرو، کیونکہ جو دستا کی کانیں اور معاون ہیں، کانوں کے اصول اور جڑیں ہیں، اصول کی فرعیں، شاخوں کے پھل ہیں اور پھل پاکیزہ نہیں ہو سکتا۔ مگر پاک فرع سے، فرع پاک نہیں ہو سکتی مگر پاکیزہ اصل سے اور کوئی پاک اصل ثابت نہیں ہو سکتی مگر پاک معدن سے۔

اے بیٹا! جب کسی زیارت کرنا چاہو تو اختیار اور نیک لوگوں کی زیارت کرو۔ فاجر و فاسق سے ملاقات نہ کرو کیونکہ وہ ایسے پتھر ہیں جن سے پانی نہیں پھوٹ سکتا، ایسا درخت ہیں جس کے پتے سرسبز نہیں ہو سکتے اور ایسی زمین ہیں جس میں سبزہ نہیں اگتا۔ علی ابن موسیٰ علیہما السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد نے ان وصایا کو مرتے دم تک نہیں چھوڑا۔ (۷۷)

۲۔ آپ کی وصیت حمران بن اعین سے۔

اس کی طرف دیکھو جو تم سے قدرت و طاقت میں کم ہے۔ اس کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہے کیونکہ یہ بات تمہیں زیادہ قانع کرنے والی ہے اور اس چیز پر جو خدا نے تمہارے لیے تقسیم کی ہے۔

یقین رکھو کہ تھوڑا سادائی عمل جو یقین کے ساتھ ہو اللہ کے نزدیک افضل ہے اس زیادہ عمل سے جو بغیر یقین کے ہو۔ یقین جانو کہ کوئی ورع و پرہیزگاری خدا کے محرکات سے بچنے مومنین کو اذیت نہ دینے اور ان کی غیبت نہ کرنے سے زیادہ نفع بخش نہیں ہے۔ کوئی زندگی اچھے اخلاق سے زیادہ خوشگوار نہیں اور کوئی دولت تھوڑے سے مجزی مال پر قناعت کرنے سے زیادہ سودمند نہیں ہے۔ کوئی جہالت عجب (غرور و خود بینی) اور اترانے سے زیادہ مضرت نہیں ہے (۷۸)

۳۔ آپؐ کی وصیت زید شحام کے لیے جسے تبلیغ کرنے کا آپؐ نے حکم دیا۔

زید شحام کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: جسے میری اطاعت اور میرے قول کو اخذ کرتے ہوئے دیکھو اسے میرا سلام کہنا۔ میں تمہیں اللہ عزوجل کے تقویٰ، دین میں ورع جہاد فی سبیل اللہ، سچ بولنے، سجدوں کو طول دینے اور ہمسائیوں سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہی چیزیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔

ان لوگوں کی امانتیں ادا کرو جو تمہیں امین بنائیں خواہ وہ نیک ہوں یا برے کیونکہ رسول اللہ دھاگا اور سوئی تک ادا کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ اپنے قبائل کے ساتھ صلہ رحمی کرو، ان کے جنازوں میں مشایعت کیا کرو، بیماریوں کی عیادت کیا کرو اور ان کے حقوق ادا کیا کرو کیونکہ تم سے جو شخص اپنے دین کے معاملہ میں باورع ہوا، سچ بولا امانت ادا کی لوگوں کے ساتھ اس کا برتاؤ اچھا ہوا تو کہا جائے گا کہ یہ جعفری ہے۔ یہ عمل میری خوشی کا باعث ہوگا اور اس کی طرف سے مجھ پر خوشی و سرور وارد ہوگا اور کہا جائے گا کہ یہ جعفرؑ کے آداب ہیں اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو اس کی بلا، و عار مجھ پر داخل اور کہا جائے گا کہ یہ جعفرؑ کا ادب ہے خدا کی قسم! مجھ سے میرے والد بزرگوار نے بیان کیا کہ ایک شخص قبیلہ میں حضرت علیؑ کا شیعہ ہوتا تو اس قبیلہ کے لیے زینت بنتا، ان میں سے امانت کو زیادہ ادا کرنے والا، حقوق ادا کرنے والا اور ان میں زیادہ سچا ہوتا، ان کی وصایا اور امانتیں اسی کے پاس ہوتیں۔ جب اس کے بارے میں قبیلہ سے سوال کرتے تو وہ کہتے اس جیسا کون ہے۔ وہ ہم میں زیادہ امانت ادا کرنے والا اور زیادہ سچا ہے (۷۹)

۴۔ آپؐ کی وصیت مفضل بن عمر سے۔

میں تمہیں چھ چیزوں کی وصیت کرتا ہوں، وہ میرے شیعوں کو پہنچا دو۔ اس کی امانت ادا کرو جو تمہیں امین بنائے اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور یقین جانو کہ معاملات و امور کے انجام و اواخر ہوتے ہیں پس عواقب سے ڈرو۔ کچھ امور اچانک ہوتے ہیں، لہذا ڈرتے رہو۔ اس پہاڑ سے ڈرو جس پر چڑھنا تو آسان ہو لیکن اترنا اور ڈھلان سخت ہو۔ اپنے بھائی سے ایسا وعدہ نہ کرو جس کو پورا کرنا تمہارے اختیار میں نہ ہو۔ (۸۰)

۵۔ آپؐ کی وصیت سفیان ثوری سے۔

سفیان ثوری نے کہا ہے کہ میں صادق ابن صادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے ملا۔ میں نے عرض کیا، فرزند رسول خدا! مجھے وصیت کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: اے سفیان! جھوٹے کے لیے مروت نہیں ملول اور ہر وقت ناراض ہونے والے کا کوئی بھائی نہیں ہے زیادہ حاسد کے لیے راحت و آرام نہیں اور بدخلق کے لیے سرداری نہیں۔ میں نے عرض کیا مزید فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا: اے سفیان! اللہ پر بھروسہ کرو تو ان میں رہو گے۔ جو

رزق خدا نے تقسیم کیا ہے اس پر راضی رہو تو غنی و تو نگر ہو گے۔ پڑوسی سے اچھے ہمسایہ والا سلوک کرو تو سلامتی میں رہو گے۔ برے کی صحبت اختیار نہ کرو، وہ تمہیں بھی اپنی برائیاں سکھائے گا۔ اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ کرو، جو اللہ عز و جل سے ڈرتے ہیں۔

میں نے پھر عرض کیا: اے فرزند رسول اللہ! مزید ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: جو قبیلہ بغیر عزت، مال کے بغیر تو نگری اور ملک و سلطنت کے بغیر ہیبت و بدبہ چاہتا ہے، تو وہ اللہ کی معصیت و نافرمانی کی ذلت سے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی عزت میں داخل ہو جائے گا۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسول اللہ! مزید وصیت فرمائیے فرمایا: اے سفیان! مجھے میرے والد گرامی نے تین چیزوں کا ادب سکھایا اور تین چیزوں سے منع فرمایا۔ وہ تین جن کا ادب سکھایا فرمایا اے بیٹا جو برے ساتھی کا ساتھ دے وہ سالم نہیں رہ سکتا۔ جو اپنی زبان پر ضبط و قابو نہ رکھے وہ پشیمان ہوتا ہے اور جو بری جگہ جاتا ہے وہ متمم ہوتا ہے عرض کیا جن سے منع فرمایا: نعمت پر حسد کرنے۔ مصیبت پر خوش ہونے اور چغل خور کی صحبت سے منع فرمایا۔ پھر آپؐ نے میرے لیے یہ اشعار پڑھے۔

عود لسانك قول الخیر تحظ بہ
ان اللسان لها عودت معتاد
موکل بتقاضی ماسنت له
فی الخیر والمشر فانظر کیف تعتاد (۸۱)

اپنی زبان کو اچھی بات کا عادی بنا، تو اس سے اپنے نصیب پائے گا کیونکہ زبان کو جس چیز کا عادی بناؤ اس کی عادی بنتی ہے۔ وہ ان چیزوں کو پورا کرنے پر موکل ہے خیر و شر میں سے جو راستے تو نے اس کے لیے مقرر کیے ہیں۔ یہ دیکھو کہ اسے کس چیز کا عادی بنا رہے ہو۔

۶۔ آپؐ کی وصیت ابواسامہ سے۔

تجھ پر لازمی ہے اللہ کا تقویٰ، ورع، اجتہاد، صدق حدیث، ادائے امانت، حسن خلق حسن جوار (پڑوسی) اپنے نفسوں کی طرف اپنی زبانوں کے علاوہ دعوت اور زینت بنو۔ عیب نہ بنو اور طویل رکوع و سجود تم پر لازم ہے۔ (۸۲)

۷۔ آپؐ کی وصیت منصور عباسی کو:

جس وقت اس نے آپؐ سے عرض کیا کہ کوئی ایسی حدیث بیان فرمائیے جس سے وعظ و نصیحت حاصل کروں اور وہ مجھے ہلاک کرنے والی چیزوں پر زجر و توبیخ کرے۔ آپؐ نے فرمایا: تجھ پر حلم و بردباری ضروری

ہے کیونکہ وہ علم کا ستون ہے اور قدرت و طاقت کے وقت اپنے نفس پر ضبط و قابو رکھے۔ پس اگر تو وہ کام کرے جس پر قدرت رکھتا ہے تو تو ایسا شخص ہے جو اپنے غیظ و غضب کو شفا دے، یا بغض و کینہ کا علاج کرے، یا صولت و دبدبہ سے اپنے ذکر کو درست رکھے۔ اور جان لے کہ اگر تو کسی مستحق کو سزا دے تو عدل کے ساتھ تیری توصیف ہوگی اور وہ حالت کی جو موجب شکر ہو، اس حالت سے زیادہ افضل ہے جو موجب صبر بنتی ہے۔

منصور نے کہا آپؐ نے مختصر الفاظ میں بہت اچھا وعظ فرمایا۔ (۸۳)

۸۔ آپؐ کی وصیت اپنے اصحاب کے لیے۔

صدقہ کے ذریعہ رزق کا نزول چاہو اور زکوٰۃ کے ذریعہ مال کی حفاظت کرو فقر سے بچنے کے لیے میانہ روی اختیار کرو۔ تدبیر آدھی معیشت ہے۔ اپنے نفس کو لوگوں کو محبوب بنانا آدھی عقل ہے۔ اہل و عیال میں کمی و کثافتوں میں سے ایک ضرور ہے۔ جو اپنے والدین کو محزون کرے وہ ان کا عاق و نافرمان ہے۔ جو مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارے تو اس کا اجر حبط و ساقط ہو جائے گا۔ نیکی نیکی نہیں ہوتی مگر صاحب حسب و دین کے نزدیک۔ خدائے تعالیٰ مونت و خرچ کے مطابق رزق نازل کرتا ہے اور صبر مصیبت کی تعداد سے اتارتا ہے جس کو خلف (موجود رزق کی جگہ نئے رزق) کا یقین ہو وہ عطیہ میں سخاوت کرتا ہے جو اپنی معیشت و مخارج کو معین و مقرر کر لے، خدا اس کو رزق دیتا ہے۔ اور جو اپنی معیشت میں اسراف و فضول خرچی کرے، خدا اسے محروم کر دے گا۔ (۸۴)

۹۔ آپؐ کی وصیت اپنے بعض اصحاب کو۔

جب تم میں سے کوئی چاہتا ہو کہ وہ چیز جس کا خدا سے سوال کرے، وہ اسے عطا کرے، تو وہ تمام لوگوں سے مایوس ہو جائے گا اور وہ خدا کے سوا کسی سے امید نہ رکھے۔ جب اللہ عز و جل اس سے یہ جان لے تو پھر اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کرے گا مگر وہ اسے دے گا۔ پس اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے، کیونکہ قیامت کے پچاس موقف ہیں اور ہر موقف کی تعداد ہزار سال ہے۔ پھر آپؐ نے ”فی یوم کان مقداره خمسین الف ستہ ہما تعدون“ کی تلاوت فرمائی اس دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے اس میں سے کہ جسے تم شمار کرتے ہو۔

۱۰۔ آپؐ کی وصیت اپنے بعض اصحاب کو جو ایک خط کے جواب میں تحریر فرمائی۔

اما بعد میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ سے تقویٰ اختیار کرنے کی۔ جو اس کا تقویٰ اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کی ناپسندیدہ حالت کی طرف منتقل نہ کرنے کا ضامن ہوا ہے ورنہ اسے اس جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہ رکھتا ہو۔ لوگوں کے گناہوں سے خوف کھانے اور اپنے گناہ سے مامون رہنے کے خیال سے بچو کیونکہ خدا عز و جل کو اس کی جنت کے بارے میں دھوکہ نہیں دیا جاسکتا ہے اور جو اس کے پاس اچھا اجر ہے

اس کی اطاعت حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ انشاء اللہ۔ (۸۶)

آپؐ کے بعض کلمات قصار

آئمہ اہل بیتؑ کے درمیان نشر و اشاعت علم اور کثرت حدیث کے اعتبار سے امام جعفر صادق علیہ السلام کو خصوصیت خاص ہے۔ حالانکہ ان سب کا علم ایک ہی ہے۔ لیکن حالات آپؐ کے سازگار تھے کیونکہ بنی امیہ و بنی عباس ملک و سلطنت کے قواعد و ارکان کو ثابت کرنے میں مشغول تھے لہذا آپؐ نے قواعد علم کو ثابت کرنے اور دین کے جھنڈوں کو پھیلانے کے لیے موقع کو غنیمت سمجھا۔ پس آپؐ نے طالبان علم اور راویان حدیث کی بہت بڑی تعداد کو جمع کر لیا۔

وہ احادیث جو آپؐ سے اخذ کی گئی ہیں وہ بے شمار ہیں۔ اکیلے ابان بن تغلب نے آپؐ سے تیس ہزار اور محمد بن مسلم نے سولہ ہزار احادیث روایت کی ہیں۔

ہم ان صفحات میں آپؐ کے کلمات کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؐ نے فرمایا موت کے بعد انسان کے لیے تین چیزیں مفید ہیں، ایک وہ صدقہ جسے خدا نے اس کی زندگی میں اس سے جاری کرایا۔ وہ اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ دوسرے ہدایت کا وہ راستہ جس پر عمل کیا جا رہا ہو۔ تیسرے نیک اور صالح بیٹا جو اس کے لیے دعا کرتا ہو۔ (۸۷)

۲۔ فرمایا: جس کی زبان سچی ہے، اس کا عمل پاکیزہ ہے اور نیت اچھی ہے اللہ عز و جل اس کے رزق میں زیادتی کرتا ہے اور جو اپنے اہل خانہ سے نیک سلوک کرتا ہے اور اس کی عمر زیادہ کر دیتا ہے (۸۸)

۳۔ آپؐ نے فرمایا: انسان کے اہل و عیال اس کے قیدی ہیں جس پر خدا نے احسان کیا ہے۔ اسے اپنے قیدیوں پر وسعت دینی چاہیے۔ پس اگر ایسا نہ کرے تو قریب ہے کہ وہ نعمت اس سے زائل ہو جائے۔

۴۔ آپؐ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جو شخص ان سے تمسک رکھے وہ دنیا و آخرت میں اپنی طلب و خواہش کو پالے گا۔ جو اللہ کے ذریعہ اپنے آپ کو محفوظ کر لے، جو اللہ کی قضا و فیصلہ پر راضی ہو اور جو اللہ سے حسن ظن رکھے۔

۵۔ آپؐ نے فرمایا: بندہ ایمان کی حقیقت کو مکمل نہیں کر سکتا ہے جب تک اس میں تین چیزیں نہ ہوں دین میں فقہ اور سمجھ، حسن تقدیر اور اچھا انداز اور مصیبتوں پر صبر کرنا۔

۶۔ آپؐ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں ہوں وہ منافق ہے، چاہے وہ روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھا ہو بات کرے تو جھوٹ بولے وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اسے امین بناؤ تو خیانت کرے۔

۷۔ ایمان کی پاکیزگی میں قابل وثوق یہ ہے کہ تو اللہ کی رضا میں کسی سے محبت کرے اور اللہ کے

- لیے کسی سے بغض رکھے۔ اسی کی راہ میں عطا کرے اور اسی کی خاطر کسی کو دینے سے ہاتھ کورو کے (۸۹)
- ۸۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی زاد راہ تقویٰ سے بہتر نہیں ہے۔ خاموشی سے زیادہ کوئی چیز خوبصورت نہیں ہے۔ کوئی دشمن جہالت سے زیادہ نقصان رساں نہیں ہے اور جھوٹ کی بیماری سے کوئی بیماری بڑی نہیں ہے۔
- ۹۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے سب لوگوں کے علم کو چار چیزوں میں پایا ہے۔ اول یہ کہ تو اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کرے۔ دوسرے یہ کہ تو پہچانے کہ اس نے تیرے ساتھ کیا نیکی کی ہے تیسرے یہ کہ تو یہ معلوم کرے کہ وہ تجھ سے کیا چاہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ تو پہچانے کہ کون سی چیز تجھے دین سے نکال دے گی۔
- ۱۰۔ آپؐ نے فرمایا: جب چار چیزیں عام ہو جائیں تو چار چیزیں ظاہر ہوں گی۔ جب زنا اور بدکاری عام ہو تو زلزلے ظاہر ہوں گے۔ جب زکوٰۃ روک لی جائے گی تو چوپائے ہلاک ہونے لگیں گے۔ جب حاکم، قضاوت و فیصلہ میں ظلم و جور کرے گا تو آسمان سے بارش رک جائے گی اور جب جزیہ و ذمہ معاف کر دیا گیا تو مشرک مسلمانوں کے خلاف (کفار کی) مدد کریں گے۔
- ۱۱۔ آپؐ نے فرمایا: توبہ میں تاخیر کرنا دھوکہ میں مبتلا ہونا ہے۔ توبہ میں طویل تاخیر حیرت و پریشانی کا باعث ہے۔ اللہ کے خلاف علتیں تلاش کرنا ہلاکت ہے۔ دنیا پر اصرار کرنا اللہ کے عذاب سے نڈر ہونا ہے، اور اللہ کے عذاب سے نڈر نہیں ہوتی مگر وہ قوم جو خسارے اور نقصان میں ہو۔
- ۱۲۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص فتنہ کو جگائے وہی اس کا لقمہ بنتا ہے۔
- ۱۳۔ آپؐ نے فرمایا: خدا چھ کوچھ چیزوں سے ہلاک کرے گا۔ امراء کو ظلم و جور کی وجہ سے، عربوں کو تعصب کی بنا پر، کسانوں کو تکبر کی وجہ سے تاجروں کو خیانت کی بنا پر دیہاتیوں کو جہالت کی وجہ سے فقہاء و علما کو حسد کی بنا پر (۹۰)
- ۱۴۔ آپؐ نے فرمایا: شراب ہر گناہ کا سر، ہر برائی کی چابی ہے اور خدا کی نافرمانی شدت کے ساتھ نہیں ہوتی مگر نشہ والی چیز پینے کی وجہ سے۔ (۹۱)
- ۱۵۔ آپؐ نے فرمایا: میں کبھی تنگ دست ہو جاتا ہوں تو صدقہ کے ذریعہ اللہ سے تجارت کرتا ہوں۔
- ۱۶۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک مخلوق میں سے جو سب سے زیادہ اس سے دور ہو، اللہ کے لیے اس سے محبت نہ کرے اور سب مخلوق سے اپنے زیادہ قریبی سے اللہ کے لیے بغض نہ رکھے (۹۲)
- ۱۷۔ آپؐ نے فرمایا: خوف و رجاء میں مومن پر لازم ہے کہ خدا تعالیٰ سے اس طرح ڈرے گویا آگ کے دہانے پر کھڑا ہے اللہ سے اس قدر امید رکھے گویا وہ اہل جنت میں سے ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: خدا اپنے مومن بندے کے ظن و گمان کے پاس ہے۔ اگر گمان اچھا ہے تو اچھائی اور برا ہے تو برائی نصیب ہوتی ہے۔

۱۸۔ آپؐ نے فرمایا: جو اللہ سے ڈرے اللہ ہر چیز میں اس کا خوف پیدا کرے گا۔ جو اللہ سے نہیں ڈرتا اسے ہر چیز ڈرائے گی۔

۱۹۔ آپؐ نے فرمایا: جو میانہ روی اختیار کرے تو میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ وہ کبھی فقیر نہیں ہوگا۔

۲۰۔ آپؐ نے فرمایا: جو دنیا پر حرص ہے وہ رشیم کے کیڑے کی طرح ہے کہ جتنا رشیم اپنے اوپر پلیٹا ہے اتنا ہی باہر نکلنے سے مجبور ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسی رنج و غم میں مر جاتا ہے۔ (۹۳)

۲۱۔ آپؐ نے فرمایا: صلہ رحمی اور نیکی کرنا حساب کو آسان کر دیتے ہیں اور گناہ سے بچاتے ہیں۔ پس اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اور اپنے بھائیوں سے نیکی کرو، اگرچہ وہ اچھی گفتگو اور بہتر جواب سلام کے ساتھ ہو۔

۲۲۔ آپؐ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے آدمی اپنے دین و دنیا کو فاسد کر لیتا ہے۔ جو ہر ایک کے بارے میں سوء ظن رکھے، جو اپنی سماعت ہر چیز کے لیے کھول دے اور اپنی مہار و قیادت اپنی بیوی کے ہاتھ میں دے دے (۹۴)

۲۳۔ آپؐ نے فرمایا: تم پر لازم ہے اللہ کی مخلوق میں اللہ کے لیے خلوص برتو کیونکہ اس کی ملاقات کے لیے اس سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔

۲۴۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص کسی مومن کے قتل پر ایک لفظ کے کسی جز سے بھی اعانت کرے، تو وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ (۹۵)

۲۵۔ آپؐ نے فرمایا: غصہ و غضب ہر شر اور برائی کی چابی ہے۔ (۹۶)

آپؐ کے بعض جوابات

ہمارے آئمہ مشکل امور میں جائے پناہ اور مصائب میں ملجا و ماویٰ تھے۔ امت مسلمہ طلب علم، معالم دین کی وضاحت، شبہات کے انکشاف، دفاع شکوک اور مجہول امور کی وضاحت چاہنے کے لیے ان کے پاس آتی جاتی تھی اور وہاں ایسے سوالات پیش ہوتے جن کا جواب کسی کے علم میں نہ ہوتا۔ انہیں کیسے علم ہو سکتا ہے آسمانوں اور ان میں رہنے والوں کا زمین اور اس کی جڑوں کا ستاروں، سیاروں اور ان کے مداروں کا۔

آئمہ علیہم السلام نہایت خنداں پیشانی کشادہ روئی، محبت و مودت اور عالی اخلاق سے طلب علم کے لیے حوصلہ افزائی اور دل بڑھانے کی خاطر سائلین کا استقبال کرتے تھے۔ اس فصل میں امام صادق کے کچھ جوابات پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ آپؐ سے سوال کیا گیا: کون سا جہاد افضل ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ظالم امام وقائد کے سامنے حق بات کہنا۔ (۹۷)

۲۔ آپؐ سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں کہ اس میں خوف خدا اس قدر ہو کہ اس نے عورتیں، کھانا، خوشبو، چھوڑ دی ہو اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و بزرگی کے پیش نظر آسمان کی طرف سر اٹھانے کی مجال نہ رکھتا ہو۔

آپؐ نے فرمایا: تیرا قول عورتوں کو ترک کرنے میں ہے تو تجھے علم ہے کہ رسول اللہ کا ان کے ساتھ کیا معاملہ تھا دیگر یہ کہ تیرا قول کھانے اور خوشبو کو ترک کرنے کے بارے میں تو رسول اللہؐ گوشت اور شہد کھاتے تھے، تیرا یہ قول کہ اس میں اتنا خوف پیدا ہو گیا ہے کہ وہ آسمان کی طرف سر نہیں اٹھا سکتا تو خشوع و خضوع دل میں ہوتا ہے اور کون ہے کہ جس کا خشوع و خضوع اور خوف و حذر رسول اللہؐ سے زیادہ ہوگا۔ آپؐ تو ایسا نہیں کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر“ اور تمہارے لیے رسول اللہؐ میں بہترین اسوہ اور نمونہ ہے کہ جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے۔ (۹۸)

۳۔ آپؐ سے سوال کیا گیا کہ لقمان کی وصیت میں کیا تھا۔

آپؐ نے فرمایا: اس میں عجیب و غریب چیزیں تھیں اور سب سے زیادہ عجیب یہ کہ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اللہ کا خوف تجھے، اس قدر ہونا چاہیے کہ اگر تو جن و انس کی نیکیاں بھی لے کر آئے تو وہ تجھے عذاب کر سکتا ہے، اور اللہ سے اس قدر امید رکھ کہ اگر تو جن و انس کے گناہوں کے ساتھ اس کے پاس آئے تو وہ تجھ پر رحم کرے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کوئی مومن نہیں مگر یہ کہ اس کے دل میں دونور ہوتے ہیں، ایک خوف کا نور اور ایک رجاء امید کا نور۔ اگر اس کا وزن کیا جائے تو اس سے زیادہ نہ ہوگا، اگر اس کو تولا جائے تو اس سے زیادہ نہ ہوگا۔ (۹۹)

۴۔ آپؐ سے سوال کیا: کہ سود کو کیوں حرام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تاکہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی و احسان کرنا نہ چھوڑ دیں اور روک دیں (۱۰۰)

۵۔ آپؐ سے مکارم کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مکارم دس ہیں۔ سچ بولنا، امانت ادا کرنا، صلہ رحمی کرنا، مہمان نوازی، سائل کو کھانا کھلانا، نیکیوں کا بدلہ دینا، ساتھی کی ذمہ داری لینا، اور ان سب کا سر شرم و حیا ہے۔ (۱۰۱)

۶۔ آپؐ سے آپؐ کے بعض اصحاب نے سوال کیا کہ اے فرزند رسول خدا! آپؐ نے اپنے امرا اور معاملہ کی بنیاد کس چیز پر رکھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: چار چیزوں پر۔ پہلی یہ کہ مجھے علم و یقین ہوا کہ میرا عمل میرے

علاوہ کوئی نہیں کرے گا۔ پس میں نے پوری کوشش کی اور اجتہاد کیا۔ دوسری یہ کہ مجھے علم ہے کہ خدا مجھ پر مطلع ہے پس میں نے شرم و حیا کو اپنایا۔ تیسری یہ کہ میں نے جان لیا کہ میرا رزق میرے علاوہ کوئی نہیں کھائے گا۔ پس میں مطمئن ہو گیا۔ چوتھی یہ کہ میں نے جان لیا کہ میرا انجام کار موت ہے۔ پس میں نے اس کے لیے تیاری کی۔ (۱۰۲)

۷۔ آپ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ ایسی تعلیم دیجئے کہ میں دنیا و آخرت کی بھلائی کر لوں لیکن کلام میں طول نہ دیجئے۔ فرمایا جھوٹ نہ بولو۔ (۱۰۳)

۸۔ آپ سے عرض کیا گیا: اللہ کے نزدیک مخلوق میں زیادہ مکرم و محترم کون ہے فرمایا: جو سب سے زیادہ خدا کا ذکر کرے اور اللہ کی اطاعت میں زیادہ عمل کرے۔

عرض کیا گیا: مخلوق میں سے اللہ کے یہاں زیادہ مغضوب کون ہے۔ فرمایا: جو خدا کو متہم سمجھے تو میں نے عرض کیا کہ کیا کوئی خدا کو متہم سمجھ سکتا ہے؟ فرمایا ہاں! جو شخص اللہ سے استخارہ کرے اور استخارہ اس کی امید کے برخلاف آئے تو وہ ناراض ہو۔ ایسا شخص اللہ کو متہم سمجھتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ اور کون؟ فرمایا: جو اللہ کی شکایت کرتا ہے۔ میں نے کہا کیا خدا کی بھی کوئی شکایت کرتا ہے؟ فرمایا ہاں! وہ جو جب مبتلا ہو تو اس سے زیادہ شکایت کرے کہ جو مصیبت اس کو پہنچی ہے میں نے عرض کیا: اور کون؟ فرمایا: وہ کہ جسے جب دیا جائے تو شکایت کرے کہ جو مصیبت اس کو پہنچی ہے۔ میں نے عرض کیا: اور کون؟ فرمایا: وہ کہ جسے جب دیا جائے تو شکر ادا نہ کرے اور جب مبتلا ہو تو صبر نہ کرے۔

میں نے عرض کیا کہ اللہ کے یہاں مخلوق میں سے زیادہ مکرم و محترم کون ہے؟ فرمایا وہ جسے جب دیا جائے تو شکر ادا کرے اور جب مبتلا مصیبت ہو تو صبر کرے (۱۰۴)

۹۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ خدا نے زنا و بدکاری کو کیوں حرام کیا؟ فرمایا: چونکہ اس میں فتنہ و فساد، مواردِ گمراہی کا غلط جگہوں میں چلا جانا اور انساب کا منقطع ہونا ہے۔ زنا کی صورت میں عورت نہیں جانتی کہ وہ کس سے حاملہ ہوئی ہے۔ نہ ہی بچہ جان سکتا ہے کہ اس کا باپ کون ہے، نہ ہی صلہ رحمی ہو سکتی ہے اور نہ ہی قرابت و رشتہ داری متعارف ہو سکتی ہے۔

آپ سے عرض کیا گیا کہ لواطت کو کیوں حرام کیا گیا؟ فرمایا اگر لڑکوں سے بد فعلی حلال ہوتی تو مرد و عورتوں سے بے نیاز ہو جاتے اور اس میں قطع نسل اور تعطیل فروج ہوتی اور اس کی اجازت دینے میں بہت ہی بڑا فساد اور خرابی ہوتی۔ (۱۰۵)

۱۰۔ آپ سے ایک شخص نے عرض کیا خدا آپ کو صالح اور درست رکھے، کیا شراب پینا زیادہ برا ہے یا نماز ترک کرنا آپ نے فرمایا: کہ شراب پینا۔ پھر اس سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہے؟ اس نے عرض

کیا نہیں! فرمایا: کیونکہ شراب پینے والا ایسی حالت میں ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو بھی نہیں پہچانتا (۱۰۶)

آپؐ گناہان کبیرہ کو شمار کرتے ہیں

گناہان کبیرہ وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے شدت اختیار کی اور آگ کی دھمکی دی ہے۔ علماء نے اس کی تعداد میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سات ہیں اور دوسرے انہیں ستر تک شمار کرتے ہیں۔ عمرو بن عبیدہ فقیہ بصرہ امام جعفر صادقؑ کی پناہ میں جاتا ہے تاکہ آپؐ اسے گناہان کبیرہ سے آگاہ فرمائیں اور ان پر کتاب خدا سے شہادت لائیں۔

امامؑ اسے اس کے سوال کا جواب بھی دیتے ہیں جس میں گناہ کبیرہ کو شمار کرتے ہیں کبھی قرآن کریم سے اور کبھی حدیث رسولؐ سے اس پر شاہد لاتے ہیں۔ گویا آنجنابؐ نے ان کو ایک عرصہ سے اس کے لیے تیار کر رکھا تھا اور میرا گمان غالب ہے کہ ان کبار کو جاننا ہمارے لیے اہم نہیں ہے، بلکہ ان سے اجتناب و گریز کرنا اور ان سے ہمیشہ دور رہنا اہم ہے۔

عمرو بن عبیدہ امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ”ان تجتنبوا کبار ما تنھون عنہ“ (اجتناب کرو ان کبار سے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے) کی تلاوت کی اور عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ گناہان کبیرہ کو کتاب خدا سے پہچانوں۔

آپؐ نے فرمایا: ہاں! اے عمر پھر آپؐ نے ان کی تفصیل بیان فرمائی۔

۱۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ”ان الله لا يغفر ان يشرك به“ بے شک اللہ نہیں بخشنے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے

۲۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا۔ ”ولا يياس من روح الله الا القوم الكافرون“ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں مگر کافروں کی قوم۔

۳۔ حقوق والدین

ماں باپ کی نافرمانی۔ کیونکہ عاق والدین جبار شقی ہے۔ ”بر ابو الدی ولم يجعلنی جباراً شقیاً“ در آنحالیکہ میں نیکی کرنے والا ہوں اپنی والدہ کے ساتھ اور مجھے جبر کرنے والا اور شقی و بد بخت قرار نہیں دیا۔

۴۔ قتل نفس

ومن يقتل مومناً متعمداً فجزاؤه جهنم خالداً فيها وغضب الله عليه ولعنه

واعدله عذاباً عظيماً“ جو شخص جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور خدا کی لعنت اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۵۔ قذف محصنات‘

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا ”ان الذين يرمون المحصنات الغلافات المومنات لعنوا في الدنيا والاخرة ولهم عذاب عظيم“ جو لوگ پاک دامن غافل مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں انہیں دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے۔

۶۔ یتیم کا مال کھانا ”ان الذين ياكلون اموال اليتامى ظلماً انما ياكلون في بطونهم ناراً وسيصلون سعيراً“ وہ جو یتیموں کے مال ظلم کر کے کھاتے ہیں، وہ اپنے شکموں میں آگ بھرتے ہیں عنقریب وہ جہنم کی آگ میں جلیں گے۔

۸۔ میدان جنگ سے بھاگ جانا۔

”ومن يولهم يومئذ دبره الا متحرراً لقتال او متحيزاً الى فئة فقد باء بغضب من الله وماواه جہنم وبئس المصير“ اور وہ کہ جو اس دن پشت دے جائے مگر جو جنگ کے لیے کنارہ کشی کرے، یا کسی دستہ کے اندر جانا چاہے، تو اس نے اللہ کے غضب میں اپنی جگہ بنائی اور اس کی پناہ گاہ جہنم ہے اور وہ بری بازگشت ہے۔

۸۔ سود کھانا۔

”ولذين ياكلون الربا لا يقومون الا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس“ سود کھاتے ہیں وہ نہیں اٹھ سکیں گے مگر اس طرح کی جنہیں شیطان چھو کر مجبوط الحواس کر دے۔

۹۔ جادو۔

”وقد علموا المن اشتراة ماله في الاخرة من خلاق“ اور وہ جان گئے ہیں کہ جو بھی اسے خریدے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

۱۰۔ زنا و بدکاری۔

”ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشه وساء سبيلاً“ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں مگر کافروں کی قوم۔

۱۱۔ جھوٹی قسم کھانا۔

”الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمناً قليلاً اولئک لا خلاق لہم فی الآخرۃ ولا یکلہم اللہ ولا ینظر علیہم یوم القیامہ ولا یزکیہم ولہم عذاب الیم“
لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑے سے پیسے لے لینے میں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں خدا ان سے بات نہیں کرے گا، نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت کی جائے گی، نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۱۲۔ ملاوٹ کرنا۔

”وَمَن یَغْلُلْ یَأْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَہ“ اور جو ملاوٹ و دھوکہ بازی کرتے ہیں قیامت کے دن اس چیز کے ساتھ آئیں گے جس میں ملاوٹ کی تھی۔

۱۳۔ زکوٰۃ دینا۔

”والذین یکنزون الذهب والفضہ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم۔ یوم یحییٰ علیہا فی نار جہنم فتکوابہا جباہم وجنوبہم وظہورہم ہذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون“

وہ جو سونے چاندی کو خزانہ بناتے ہیں، انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے اس دن جب انہیں آگ میں گرم کیا جائے گا اور ان کے ساتھ ان کی پیشانیاں اور پہلو اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا کہ یہ وہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا۔ پس اب انہیں چکھو۔ جنہیں خزانہ بناتے تھے۔

۱۴۔ جھوٹی گواہی۔

”والذین لا یشہدون الزور“ اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

۱۶۔ شراب پینا۔

آنحضرت کا ارشاد ہے۔ ”شارب الخمر کعابد الوثن“ شراب پینے والا بت کی پوجا کرنے والے کے مانند ہے۔

۱۷۔ نماز چھوڑ دینا۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔ ”مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعِدًّا أَفْقَدَ بَرِيَّ مِنْ ذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ“ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے تو وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ذمہ سے بری ہے۔

۱۸۔ معاہدہ توڑنا اور قطع رحمی کرنا۔

”وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ“ اور وہ لوگ کے عہد و میثاق کو اس کے پختہ ہونے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور قطع کر دیتے ہیں، جس کے وصل کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد کرتے ہیں تو وہ خسارے میں ہیں۔

۱۹۔ جھوٹ بولنا۔

”وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ“ اور جھوٹ بولنے سے اجتناب کرو۔

۲۰۔ اللہ کے خلاف جرات کرنا۔

”إِنَّمَا نُوَلِّهِمْ أَصْفَادًا“ اور ”وَلَا يَأْمُرُ اللَّهُ بِالْعِصْيَانِ وَالنَّكَاحِ الْمَحْظُورِ“ کیا وہ اللہ کے عذاب سے نڈر ہو گئے، حالانکہ اللہ کے عذاب سے خسارے والی قوم کے علاوہ کوئی نڈر نہیں ہوتا۔

کفرانِ نعمت:

”وَلَا تَكْفُرْ بِالْعِزِّ وَالْجَلَالِ“ اور اگر تم کفران کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔

۲۲۔ کیل اور وزن میں کمی کرنا۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ہلاکت ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے۔

۲۳۔ لواطت۔

”الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كِبَائرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ“ وہ کہ جو بڑے گناہوں اور فواحش سے اجتناب کرتے ہیں۔

۲۴۔ بدعت۔

آنحضرت کا ارشاد ہے ”مَنْ بَتَسَمَّ فِي وَجْهِهِ مَبْتَدِعٌ فَقَدْ اَعَانَ عَلَى هُدْمِ دِينِهِ“ جو شخص کسی بدعت گھڑنے والے کے منہ کے سامنے ہنسنے، تو اس نے اس کے دین کو منہدم کرنے میں تعاون کیا۔ پس عمرو بن عبید آپ کی بارگاہ سے نکلا، اس حالت میں کہ وہ چیخ چیخ کر رو رہا تھا کہ ہلاک ہو اوہ جس نے آپ کی میراث چھینی اور آپ لوگوں کے ساتھ علم و فضل میں نزاع کی۔ (۱۰۷)

آپ کے بعض مناظرے

امام صادق علیہ السلام کے زمانہ میں ترجمہ کرنے والے شروع ہو گئے جنہوں نے فلسفہ کو اغریق سے ترجمہ کیا اور متکلمین کے درمیان اس کا بازار گرم ہوا۔ مذہبی نزاعیں اور جھگڑے بھی اس وقت قوت پکڑ گئے اور تخیل کے پردے پر نئے مذاہب اور فقہی آراء ظاہر ہوئیں یہ سب چیزیں مسلمانوں کے درمیان کثرت مناظرہ کا باعث ہوئیں۔ اس کے ساتھ زمانہ میں کفر والحاد اور انکار خدا کی قوی و طاقتور لہر دوڑی جو مسلمانوں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس شہر کی کمان ”ابن ابی العوجا“ ابوشاکر ویصانی، عبداللہ بن مقفع عبدالملک بصری، میں سے ہر ایک کر رہا تھا۔ یہ جماعت ایک خاصے عرصہ تک کھیل کھیلتی رہی یہاں تک کہ حکومت نے اہتمام کیا، ان پر پابندی لگادی، ان کا پیچھا کرنے لگی۔ اور ان میں سے جو مل جاتا اسے قتل کر دیتی۔

متکلمین ارباب مذاہب اور ملحدین اپنے شہاب دور کرنے اور اپنے علم و استعداد کے بل پر مناظرہ کرنے کے لیے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے آنجناب ہر ایک کے ساتھ اس کے مسلک کے مطابق گفتگو کرتے، اس کے کلام کے ساتھ اسے پابند کرتے، مسلمانوں کے ساتھ کتاب و سنت سے، فلسفیوں کے ساتھ فلسفہ و حکمت سے، طبعی و مادہ پرستوں سے طبیعت و مادہ سے طیب کے ساتھ طب کے ذریعہ گفتگو فرماتے۔ بعض اوقات اظہار حق، عذر کو منقطع اور حجت کو قائم کرنے کے لیے آپ خود کسی سے مناظرہ کی ابتداء فرماتے تھے۔

ڈاکٹر کیالی کہتے ہیں کہ مناظرہ اور جدل میں آپ کا موقف ایک مناظر، عالم اور مومن فیلسوف کا ہوتا جو اپنی حجت و برہان میں قوی اور عقل و استدلال میں بھاری تھا آپ اپنے علم و آراء کو صراحت کے ساتھ بیان فرماتے اور واضح بلاغت و قطعی ادلہ کے ساتھ اپنے مد مقابل کی رد و تردید کرتے تھے۔ (۱۰۸)

استاد کبیر محمد ابو زہرہ نے کہا ہے کہ امام صادق کے مناظرے مشہور ہیں۔ یہاں تک کہ آپ علماء کے درمیان عرفان کا مصدر تھے زندگیوں کے سوالات اور توجیہات ہر اس مسئلہ میں کہ جس کا جواب دینا علماء کے لیے مشکل تھا آپ ان کے مرجع قرار پا چکے تھے۔ وہ ہر چیز میں شک کو ابھارتے تھے اور بیہودہ و واہی عبارات

سے تمسک پکڑتے تھے تاکہ حقائق اسلامی اور وجدانیت کے گرد کہ جو اسلام کے خواص تھے، غبار کھڑا کر دیں۔ (۱۰۹)

اگر وہ تمام مناظرے ہم جن کی واقفیت رکھتے ہیں جمع کریں تو ایک مستقل کتاب تیار کرنی پڑے گی، لہذا اس کتاب کے حجم کی مناسبت سے اختصار کر کے چند ایک کو بیان کرتے ہیں۔

۱ ڈاکٹر احمد امین کہتے ہیں کہ آپؐ نے رائے (وقیاس) کے بارے میں ابوحنیفہ سے مناظرہ کیا۔ اس سے پوچھا کہ قتل نفس اور زنا میں کون زیادہ بُرا ہے۔ اس نے کہا کہ قتل نفس، آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے قتل نفس میں تو دو گواہ قبول فرمائے ہیں اور زنا میں چار سے کم قبول نہیں کئے۔

پھر سوال کیا، نماز و روہ میں سے کون زیادہ بڑا ہے۔ اس نے کہا کہ نماز۔ آپؐ نے فرمایا: پھر حائض عورت کو کیا ہوا کہ وہ روزہ کی قضا تو کرتی ہے لیکن نماز کی قضا نہیں کرتی۔ تیرا قیاس کس طرح کھڑا ہو سکتا ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اور قیاس نہ کیا کرو۔ (۱۱۰)

۲ ابوحنیفہؒ نے آپؐ سے ”واللہ ربنا ما کنا مشرکین“ (اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے مشرک نہیں ہیں) کے بارے میں سوال کیا آپؐ نے فرمایا: اے ابوحنیفہ! تم کیا کہتے ہو؟ کہا میں کہتا ہوں وہ ہرگز مشرکین سے نہ تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے۔ ”انظر کیف کذبوا علی انفسہم“ دیکھو انہوں نے کس طرح اپنے آپ کی تکذیب کی۔ اس نے کہا: اے رسول اللہؐ کے فرزند! آپؐ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ اہل قبلہ سے ایک قسم تھی جنہوں نے اس طرح سے شرک کیا کہ انہیں معلوم نہیں ہوا۔ (۱۱۱)

۳ ابو شاکر و یصانی زندیق و منکر خدا ابو عبد اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: اے جعفر بن محمد! مجھے میرے معبود پر رہبری فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ اچانک وہاں ایک چھوٹا بچہ آیا جو ہاتھ میں انڈا لیے ہوئے اس سے کھیل رہا تھا۔ آپؐ نے لڑکے سے فرمایا یہ انڈا مجھے دیدو۔ اس نے دے دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے دیصانی! یہ ایک محفوظ و مکنون قلعہ ہے۔ اس پر سخت چڑا ہے اور اس چڑے کے نیچے ایک پتلا چمڑا اور جلد ہے اور اس نیلی جلد کے نیچے بہنے والا سونا اور بہنے والی چاندی ہے۔ نہ تو بہنے والا سونا پگھلی ہوئی چاندی سے ملتا ہے اور نہ پگھلی ہوئی چاندی بہنے والے سونے سے خلط ملط ہوتی ہے۔ پس یہ اپنی حالت پر برقرار ہے اس میں سے کوئی اس کی اصلاح و درستی کرنے والا باہر نہ آیا کہ جو اس کی درست کی خبر دے اور نہ ہی کوئی اسے خراب کرنے والا اس میں داخل ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کے خراب ہونے کی خبر دے یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ نر کے لی پیدا کیا گیا ہے یا مادہ کے لیے یہ طاؤسوں، موروں جیسے رنگوں کے ساتھ پھٹتا ہے کیا تو سمجھتا ہے کہ اس کا کوئی مدبر ہے؟ اس نے کچھ دیر سر نیچے جھکائے رکھا پھر کہا۔ ”اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھدان

محمدًا عبداہ و سولہ و اطک امام و حجة من اللہ علی خلقہ و اناتائب ہما کنت فیہ۔“ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں اور آپؐ امام اور اللہ کی طرف سے اس کی مخلوق پر حجت ہیں۔ میں اس سے توبہ کرتا ہوں کہ جس میں میں تھا۔ (۱۱۲)

حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں مسجد الحرام میں داخل ہوا۔ ابن ابی العوجاء نے ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ سے خدائے تعالیٰ کے فرمان۔ ”کلما نضجت جلودہم بدلناھا جلودا غیرھا لیز و قوال عذاب۔“ (جب ان کے چمڑے کچکھاتے تو ہم انہیں دوسرے چمڑوں میں بدل دیتے تاکہ وہ عذاب کو چکھیں) کے بارے میں سوال کیا کہ اس دوسرے چمڑے کا کیا گناہ ہے۔

۵۔ آپؐ سے ابن ابی العوجاء نے سوال کیا کہ اگر معاملہ یہی ہے کہ جیسے آپؐ نے بیان کیا تو پھر خدا کے لیے کون سی چیز مانع ہے تمام مخلوق کے سامنے اپنے ظہور اور اپنی عبادت کی طرف دعوت دینے کے لیے تاکہ دو آدمی بھی اختلاف نہ کریں تو وہ کیوں ان سے چھپا ہوا ہے اور اس کے باوجود اس نے رسول بھیجے ہیں۔ اگر وہ بذاتہ ظاہر ہو جاتا تو اس کے بارے میں اعتقاد رکھنے کے لیے زیادہ سہولت ہوتی۔

حضرت جعفرؑ نے جواب دیا کہ وہ تجھ سے کس طرح چھپا ہوا ہے کہ جس نے اپنی قدرت کا خود تجھ میں اور تیری نشوونما میں اظہار کیا ہے۔ الخ۔ آپؐ کا جواب بہت بلیغ تھا۔ یہاں تک کہ ابن ابی العوجاء نے اپنے ساتھی سے کہا کہ وہ مسلسل میرے لیے اللہ کی وہ قدرت شمار کرتے رہے جو میرے نفس میں تھی اور جس کی میں نفی نہیں کر سکتا تھا یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ اللہ آپؐ کے اور میرے درمیان اتر آیا ہے۔ (۱۱۳)

۶۔ ربیع کہتا ہے کہ ایک ہندی نے منصور کے پاس طب کی کتاب کی قرات کی۔ جناب صادقؑ بھی منصور کے پاس موجود تھے۔ آپؐ اس کی قرات کو خاموشی سے سنتے رہے جب وہ فارغ ہوا تو اس نے عرض کیا اے ابابعد اللہؑ کیا آپؐ اس میں سے کچھ چاہتے ہیں جو میرے پاس ہے؟ فرمایا نہیں کیونکہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تیرے پاس ہے اس نے کہا وہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں گرم کا سردے اور سرد کا گرم سے، تر کا خشک سے اور خشک کا تر سے علاج کرتا ہوں اور ہر چیز کو میں خدا کی طرف پلٹاتا ہوں۔ میں اس پر عمل کرتا ہوں جو کچھ رسول اللہؐ نے فرمایا جان لے کر معدہ بیمار یوں کا گھر ہے اور احتیاط ہی بہت بڑی دوا ہے اور میں بدن کو جس چیز کا چاہتا ہوں عادی بناتا ہوں۔ اس نے کہا۔ تو کیا طب میں اس کے علاوہ کچھ ہے؟

جناب صادقؑ نے فرمایا: کیا تو سمجھتا ہے کہ میں نے یہ چیزیں کتب طب سے لی ہیں، اس نے کہا ہاں! فرمایا نہیں! خدا کی قسم! میں نے یہ سب کچھ نہیں لیا مگر خدا سبحانہ و تعالیٰ سے پس مجھے بتاؤ کہ میں طب کو زیادہ جانتا ہوں یا تم اسنے کہا میں زیادہ جانتا ہوں فرمایا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اس نے کہا۔ سوال کیجئے۔ آپؐ نے اس

سے بیس مسئلوں کے بارے میں سوال کیا اس نے کہا میں نہیں جانتا صادق علیہ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں اور یہ ان کے جواب ہیں سر میں کئی حالتیں ہیں کیونکہ مجوف (جو اندر سے کھوکھلا ہے) جب اس میں فاصلہ نہ ہو تو اس کی طرف درد و تکلیف جلدی سے آتی ہے۔ جب اس میں فاصلہ ہوں تو درد اس سے دور رہتا ہے۔ اس کے اوپر بال اس لیے قرار دیئے تاکہ ان کی جڑوں ذریعہ تیل دماغ تک پہنچ جائے اور اس کے اطراف سے اس سے بخار نکلے، اس پر وارد ہونے والی گرمی سردی اس سے دور ہو سکے۔ پیشانی بالوں سے اس لیے خالی ہے کیونکہ آنکھوں کی طرف روشنی پڑنے کی جگہ ہے اور اس میں خطوط اور شکنیں جھریاں اس لیے قرار دیں تاکہ وہ پسینہ جو سر سے آتا ہے آنکھ میں جانے سے اس قدر رک جائے کہ انسان اس کو اپنے آپ سے دور کر سکے مثل زمین کی نہروں کے کہ جو پانی نیچے جذب کر لیتی ہیں۔ دوا برو دونوں آنکھوں کے اوپر قرار دیئے ہیں تاکہ وہ دونوں آنکھوں پر بقدر ضرورت روشنی داخل کریں۔

اے ہندی کیا تو نے دیکھا نہیں کہ جس پر روشنی کا غلبہ ہو جائے وہ اپنا ہاتھ دونوں آنکھوں پر رکھ دیتا ہے تاکہ وہ ان میں بقدر کفایت نور جانے دے۔ ان دونوں کے درمیان ناک کو قرار دیا ہے تاکہ وہ روشنی کو دو حصوں میں آنکھوں کے لیے برابر تقسیم کر دے۔ آنکھ کو بادام کی طرح بنایا ہے تاکہ دوا کے ساتھ سلائی پھر سکے اور بیماری اس سے نکل جائے۔ اگر وہ مربع یا مدور ہوتی تو نہ اس میں سلائی پھر سکتی، نہ دوا جاسکتی نہ خوشبو مثام میں پہنچ پاتی۔ مونچھیں اور ہونٹ منہ کے اوپر قرار دیئے ہیں تاکہ یہ دونوں دماغ سے نکلنے والی چیز کو منہ میں داخل ہونے سے روکیں اور انسان کے لیے اس کا کھانا پینا ناخوش گوار نہ ہو جائے۔ وہ ایسی چیز کو اپنے سے دور کر سکے۔ مرد کے لیے ڈاڑھی قرار دی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے منظر کو ظاہر کرنے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اس کے ذریعہ مرد عورت سے پہچانا جاتا ہے۔ اگلے دانت تیز قرار دیئے کیونکہ ان ہی سے کاٹنا پڑتا ہے۔ ڈاڑھی چوڑی بنائیں کیونکہ ان سے غذا کو پسینا اور چبانا پڑتا ہے ناب (اگلے دانتوں اور داڑھوں کے درمیانی دانت) لمبے بنائے جیسا کسی مکان میں ستون ہوتا ہے۔

دونوں ہتھیلیاں بالوں سے خالی رکھیں کیوں کہ ان سے اشیاء کو چھونا ہوتا ہے اگر دونوں میں بال ہوتے تو انسان کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس چیز کو الٹ پلٹ رہا ہے۔ اور کسے چھو رہا ہے۔ بال و ناخن کو حیاۃ دروہ سے خالی رکھا ہے کیونکہ دونوں کا لمبا ہونا فتنہ ہے اور کاٹنا اچھا ہے۔ اگر ان میں روح و حیاۃ ہوتی تو انہیں کاٹنا تکلیف دہ ہوتا دل صنوبر کے دانہ کی طرح ہے اور الٹا ہے اس کا سر پتلا بنایا گیا کہ وہ پھیپھڑے میں داخل ہو۔ بس اس کی ٹھنڈک سے راحت و سکون ملے تاکہ دماغ اس کی گرمی سے جلنے نہ لگے۔ پھیپھڑے میں داخل ہو بس اس کی ٹھنڈک سے راحت و سکون ملے تاکہ دماغ اس کی گرمی سے جلنے نہ لگے۔ پھیپھڑے دو ٹکڑوں میں بنائے تاکہ دل ان کے درمیان رہے اور اس کی حرکت کے وقت اسے سکون ہو۔ جگر کو محدب بنایا تاکہ وہ معدہ پر بوجھ ڈالے۔ وہ تمام

کا تمام اسی پر پڑتا ہے اسے نچوڑتا ہے اور اس میں جو بخارات ہوتے ہیں انہیں خارج کرتا ہے۔ گردہ لویئے کے دانے کی شکل کا ہے کہ منی (انسانی نطفہ) پشت ک جانب سے اس میں ایک ایک قطرہ بن کر آتی ہے۔ اگر وہ مربع یا مدور ہوتا تو پہلا نطفہ دوسرے سے رک جاتا تو اس کے نکلنے سے لذت حاصل نہ ہوتی کیونکہ منی پشت کے مہروں سے نکلتی ہے وہ مثل کیڑے کے ہے جو سکڑتا اور پھیلتا ہے، وہ تھوڑی تھوڑی مٹانے پر پڑتی ہے جیسا کہ گولی اپنے مرکز سے نکلتی ہے۔

گھٹنے پیچھے کی طرف اس لیے جھکتے ہیں کیونکہ انسان آگے کی طرف چلتا ہے پس اس کی حرکات معتدل رہتی ہیں۔ اگر ایسے نہ ہوتو چلنے میں گر پڑے۔ پیروں کے تلوے درمیان سے اس لے خالی ہیں کہ اگر کوئی چیز ساری کی ساری زمین پر جا پڑے تو اس کا بوجھ چکی کے پتھر کی طرح ہو۔ لیکن اگر بوجھ کنارے پر پڑے تو اسے بچہ بھی اٹھا سکتا ہے اور اگر منہ کے بل پڑے تو پھر مرد کے لیے بھی اس کا اٹھانا مشکل ہو۔

وہ ہندوستانی نے کہا۔ آپؐ نے سچ فرمایا۔ ”وانا اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وعبدہ وانک اعلم اہل زمانک (۱۱۵) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں آپؐ اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے زیادہ صاحب علم ہیں۔

۷۔ ایک زندیق نے ابو عبد اللہؑ سے بہت سے مسائل دریافت کئے جن میں سے ایک یہ تھا۔ کس طرح مخلوق اللہ کی عبادت کرے جب کہ اسے دیکھا ہی نہیں۔

آپؐ نے فرمایا: اسے دلوں نے نور ایمان کے ساتھ دیکھا ہے اور عقلوں نے اپنی بیداری کے ساتھ ثابت کیا ہے عینی طور پر اثبات کی طرح۔ آنکھوں نے حسن ترکیب اور تالیف مستحکم کے ذریعہ دیکھا ہے۔ پھر انبیاء نے معجزات کے ذریعہ اور کتب اور ان کے محکمت کے واسطے سے علماء نے اقتصار کیا اس چیز پر جسے انہوں نے اس کی عظمت و بزرگی میں سے دیکھا ہے اس کی ذات کو دیکھے بغیر زندیق نے کہا کہ کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ ان کے سامنے ظاہر ہوتا کہ وہ دیکھ کر اس کی معرفت حاصل کریں اور یقینی طور پر اس کی عبادت ہو سکے؟

آپؐ نے فرمایا: جو چیز محال ہے اس کا جواب نہیں۔

زندیق نے کہا: تو پھر آپؐ نے انبیاء و رسل کو کس طرح ثابت کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہم جب ثابت کر چکے کہ ہمارا ایک خالق اور صانع ہے جو ہم سے اور تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے اور یہ صانع حکیم و انا بھی ہے، مخلوق کے لیے اس کا مشاہدہ ممکن نہیں، نہ ہی وہ اسے لمس کر سکتی ہے نہ وہ ان سے ملاپ رکھ سکتا ہے نہ یہ اس سے مل سکتے ہیں وہ ان سے حجت و دلیل پیش کرے اور وہ اس سے حجت بازی کر سکیں تو اس سے ثابت ہوا کہ اس کے کچھ سفیر اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان ہیں جو لوگوں کو ان کے مصالح و مضافع پر دلالت کرتے ہیں اور ان چیزوں پر جن میں ان کی بقاء ہے اور اس کے ترک کرنے میں فنا اور تباہی ہے۔

تو حکیم و عظیم ذات کی طرف سے اس کی مخلوق میں امر و نہی کرنے والے ثابت ہوئے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کے لیے خالق کی طرف سے کچھ تعبیر و تفسیر کرنے والے ہیں وہی اللہ کے انبیاء اور مخلوق میں سے اس کے مصطفیٰ بندے اور حکیم و دانایان ہیں جن کی حکمت کے ساتھ تادیب کی گئی ہے مردوں کو زندہ کرنے، مادر زاد اندھوں اور مبروص (کوڑھی افراد) کو شفا بخشنے کے ساتھ۔ پس زمین خالی نہیں رہتی ایک حجت سے اور حجت خدا نہیں ہوتا مگر انبیاء کی اولاد میں سے خدا نے کبھی بھی کوئی نبی نہیں بھیجا مگر انبیاء کی نسل سے الخ۔ (۱۱۶)

۸۔ آپؐ سے ایک زندیق نے سوال کیا کہ مجھے خدا کے اس قول سے مطلع کرو۔ ”فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع فان خفتم ان لاتعدلو افواحدة“ اور سورۃ کے آخر میں یہ قول۔ ”ولن تستطيعوا ان تعدلو ابين النساء ولو حرصتم فلا تميلوا كل الميل“ پس نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں پسند آئیں دو، تین اور چار سے اگر تمہیں خوف ہو کہ عدل نہیں کر پاؤ گے تو پھر ایک ہی سے اور تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ عورتوں کے درمیان عدل کرو، چاہے طمع و حرص کرو تو پھر پورے طور پر کسی ایک طرف مائل نہ ہو جاؤ۔

جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا یہ ارشاد (اگر تم ڈرتے ہو کہ عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک) تو اس سے مراد نفقہ ہے اور خدائے تعالیٰ کا یہ قول (اور تم ہرگز استطاعت نہیں رکھتے کہ عورتوں کے درمیان عدل کر سکو گے چاہے تم حرص بھی کرو۔ تو اس سے مراد محبت ہے۔ کیونکہ کوئی بھی قدرت نہیں رکھتا کہ دو عورتوں کے درمیان محبت و مودت میں عدل کر سکے۔ (۱۱۷)

آپؐ کی مختصر دعائیں

کسی سے اس قدر دعائیں اور اذکار نقل نہیں ہوئے جتنے آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں۔ یہ ایسی خوبی ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ایسی کرامت و بزرگی ہے جس کے ساتھ یہ حضرات مخصوص ہیں۔

سیدالاہل کہتے ہیں کہ کوئی شخص صنعت دعاء میں اہل بیتؑ سے زیادہ قدرت نہیں رکھتا (۱۱۸) اہل بیتؑ کی دعاؤں کو بہت سے علماء نے کئی سو جلدوں میں جمع کیا ہے۔

کچھ علماء نے ان میں سے بعض دعاؤں کی شرحیں لکھی ہیں اور ان چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے جنہیں یہ نفیس آثار (دعائیں) علوم اور معارف الہی میں سے اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہیں اور وہ چیزیں کہ موجودہ دور میں ہمیں جن کی بے حد ضرورت ہے، اس لیے کہ وہ اہم عامل ہیں اخلاق اور کمال تہذیب نفس اور اس کی اصلاح کے لیے۔

امام جعفر صادقؑ سے بہت سی دعائیں نقل ہوئی ہیں۔ جناب آقائے مرحوم الشیخ محمد حسین مظفری مولف کتاب الصادق علیہ السلام نے ادعیہ الامام الصادق علیہ السلام کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کی ہیں جو ایک خطی (قلمی) نسخہ میں ابھی تک ہمارے دوسرے بہت سے نفیس میراث علمی کی طرح موجود ہے جیسا کہ شیخ احمد بن صالح بن طعان البحرانی نے امام صادقؑ کی وہ دعائیں جو وہ جمع کر سکے، ایک بڑی کتاب میں الصحیفہ الصادقیہ کے نام سے تحریر کی ہیں۔ یہ کتاب ابھی تک خطی (قلمی) نسخہ کی صورت میں ہے (۱۱۹)

ہم یہاں امام جعفر صادق علیہ السلام کی مختصر دعاؤں کو ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ آپؑ کی ایک دعا جسے محمد بن زید شحام نے روایت کیا ہے۔

”بسم الله الرحمن الرحيم، يا من ارجوه لكل خير وامن سخطه عند كل عثرة يا من يعطي الكثير بالقليل ويا من يعطي من ساله تحننا منه ورحمة ويا من اعطى من لم يساله، ومن لعفره، وصل على محمد واهل بيته واعطني بمسالتى اياك خير الدنيا وجميع خير الاخرة فانه غير منقوص ما اعطيت وزدني من سعه فضلك يا كريم۔“

اے وہ کہ جس سے میں ہر خیر و اچھائی کی امید رکھتا ہوں اور لغزش کے وقت اس کی ناراضگی سے مامون ہوں۔ اے وہ کہ جو تھوڑے کے بدلہ میں زیادہ دیتا ہے، اے وہ کہ جو ہر سوال کرنے والے کو شفقت و رحمت کرتے ہوئے عطا کرتا ہے اور اے وہ کہ جو اس کو دیتا ہے جو اسے سوال نہیں کرتا اور اسے نہیں پہچانتا۔ محمدؐ آل محمدؑ پر رحمت بھیج۔ میرے سوال کرنے پر مجھے دنیا و آخرت کی سب بھلائیاں عطا فرما۔ جو کچھ تو عطا کرتا ہے اس میں کمی واقع نہیں ہوتی اے کریم! اپنے فضل و کرم کی وسعت میں سے مجھے اور عطا فرما۔ پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ بلند فرمایا اور عرض کیا۔ ”یا ذا المن والطول یا ذا الجلال والا کرام یا ذا النعماء والجود ارحم شیتی من النار“ احسان و بخشش، اے صاحب جلال و اکرام، اے صاحب نعمات و جود و سخا! میری ڈاڑھی پر رحم کر اس سے کہ وہ جہنم کی آگ میں جائے۔ پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ ریش مبارک پر رکھا اور اسے نہیں اٹھایا جب تک آپؑ کی ہتھیلی آنسوؤں سے تر نہ ہوگئی۔

۲۔ آپؑ کی دعا:

”اللهم لك الحمد ان اطعتك ولك الحجة ان عصيتك لا صنع لي، ولا لغیری فی احسان ولا حجة لی ولا لغیری فی اسائة“ (۱۲۰)

خدا یا! اگر میں تیری اطاعت کروں تو میرے لیے تعریف ہے اور اگر تیری نافرمانی کروں تو تیرے لیے

حجت و دلیل۔ نیکی کرنے میں نہ میری کوئی کارکردگی ہے، نہ میرے غیر کی اور گناہ کرنے کی صورت میں نہ میرے پاس کوئی حجت و دلیل ہے، نہ میرے غیر کے لیے۔

۳۔ آپؐ کی دعا۔ واجب نماز کے بعد:

”اللھم صل علی محمد و آل محمد اللھم انی اسئلك من كل خير احاط به علمك، واعوذ بک من كل سوء احاط به علمک اللھم انی اسئلك العافیہ فی اموری کلھا، واعوذ بک من خزی الدنیا، وعذاب الاخرہ، واعوذ بوجهک الکریم، وسلطانک القدیم، وعزتک التی لا ترام، وبقدرتک التی لا یمتنع منها شیء من شر الدنیا، وعذاب الاخرہ ومن شر الاوجاع کلھا، ومن شر کل دابہ هو اخذ بنا صیبتها۔ ان ربی علی صراط مستقیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، توکلت علی الحی الذی لا یموت، وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له ولی من الذل وکبرۃ تکبیرا۔“ (۱۲۱)

خدایا: محمد و آل محمدؐ پر صلوات بھیج دیا! میں تجھ سے ہر اس خیر کا سوال کرتا ہوں جس کو تیرے علم نے گھیرا ہوا ہے اور تجھ سے ہر اس برائی سے بھی پناہ مانگتا ہوں جسے تیرے علم نے گھیرا ہوا ہے۔ خدیا! میں تجھ سے اپنے تمام امور میں عافیت چاہتا ہوں، تجھ سے دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں، تیری کریم ذات، قدیم سلطانی اور تیری عزت و غلبہ سے جس کا قصد نہیں کیا جاسکتا ہے اور تیری ایسی قدرت سے جس سے کوئی چیز امتناع نہیں کرسکتی، پناہ مانگتا ہوں دنیا کے شر اور آخرت کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں تیری کریم ذات، قدیم سلطانی اور تیری عزت و غلبہ سے جس کا قصد نہیں کیا جاسکتا اور تیری ایسی قدرت سے جس سے کوئی چیز امتناع نہیں کرسکتی، پناہ مانگتا ہوں دنیا کے شر اور آخرت کے عذاب اور ہر دور کی برائی اور ہر جاندار کے شر سے جس کی پیشانی کو وہ پکڑے ہوئے ہے۔ بے شک میرا پروردگار صراط مستقیم پر ہے اور نہیں حول و قوت مگر اللہ کے ساتھ، جو بلند و عظیم ہے۔ میں توکل کرتا ہوں اس زندہ پر جس کے لیے موت نہیں اور کہو حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے کسی کو بیٹا بنایا ہے نہ ملک میں کوئی اس کا شریک ہے، نہ ہی اس کا عجز سے کوئی دلی ہے اور اسکی بزرگی بیان کرو جو بزرگی بیان کرنے کا حق ہے۔

۴۔ آپؐ کی دعا جب منصور نے آپؐ کو بلایا اور خدا نے اس کے شر سے کفایت کی:

”اللھم احرسنی بعینک التی لا تنام واکفی برکنک الذی لا یرام، واغفر لی

بقدرتك على، ولا اهلك وانت رجائي۔ اللهم انت اكبر، واجل مما اخاف واحذر
اللهم بك ادفع في نحره، واستعذبك من شره“ (۱۲۲)

خدا یا! میری حفاظت فرما اس آنکھ سے جس کے لیے نیند نہیں، میرے کفایت فرما اس رکن کے ذریعہ جس کا قصد کیا جاسکتا۔ مجھے بخش دے اس قدرت کی وجہ سے جو تجھے حاصل ہے، میں ہلاک نہ ہونے پاؤں جب کہ تو میری امید ہے۔ خدا یا! اس سے بڑا اور اجل ہے جس سے میں خوف کھاتا اور ڈرتا ہوں۔ خدا یا! میں تیری ذریعہ اس کی گردن پر ضرب لگاتا ہوں اور تیرے ذریعہ اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

۵۔ منصور کے دربار میں داخل ہونے سے پہلے آپ کی دعاء جب اس نے آپ کو طلب کیا پس خدا نے اس کے شر سے کفایت کی۔

”حسبى الرب من المربوبين وحسبى الخالق من المخلوقين وحسبى الرازق من
المرزوقين وحسبى الله رب العالمين حسبى من هو حسبى من يزل حسبى، حسبى الله
لا اله الا هو، عليه توكلت، وهو رب العرش العظيم“ (۱۲۳)

پروردگار میرے لیے کافی ہے ان سے جن کا وہ پروردگار ہے، خالق میرے لیے کافی ہے مخلوق کے مقابلہ میں، رازق کافی ہے رزق دیئے جانے والے سے۔ اور میرے لیے کافی ہے جو عالمین کا پروردگار ہے۔ میرے لیے کافی ہے اللہ کہ نہیں کوئی معبود مگر وہ اسی پر میں توکل کرتا ہوں اور وہ عرش عظیم کا پروردگار ہے۔

۶۔ ”الحمد لله ادعوه فيجيبني وان كنت بطيئاً حين يدعوني، والحمد لله الذى
اسئله فيعطيني وان كنت بخيلاً حين يستقر ضنتي والحمد لله الذى استوجب
الشكر على بفضله، وان كنت قليل شكرى، والحمد لله الذى وكلنى الناس اليه
فاكرمنى ولم يكنى اليهم فيهيئولى فرضيت بلطفك يارب لطفاء وبكفايتك
خلفاً اللهم يارب ما اعطيتنى مما احب فاجعله قوۃ لى فيما تحب، اللهم وما زويت
عنى مما احب، وجعله قوا مالى فيما تحب اللهم اعطنى ما احب واجعله خير الى اللهم
ما غيت عنى من الامور فلا تغيينى عن حفظك وما فقدت فلا افقد عونك وما
نيسيت فلا انسى ذكرك، وما مللت فلا امل شكرك، عليك توكلت، حسبى الله
ونعم الوكيل“ (۱۲۴)

حمد ہے اس خدا کی جس میں پکارتا ہوں تو وہ جواب دیتا ہے اگرچہ میں سستی کرتا ہوں جب تو مجھے پکارتا ہے حمد ہے

اس خدا کی جو اپنے فضل کی وجہ سے مستوجب شکر ہے اگرچہ بہت کم اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ حمد ہے اس اللہ کے لیے کہ مجھے لوگوں نے اس کے سپرد کر دیا ہے اس نے میری عزت و تکریم کی ہے اور اس نے مجھے ان کے سپرد نہیں کیا کہ وہ میری اہانت کرتے۔ پس میرے اللہ! میں تیرے لطف بالائے لطف ہونے کی وجہ سے راضی ہوں اور تیری کفایت پر (ان کی کفایت کی) جانشینی پر خوش ہوں۔ میرے اللہ! میرے پروردگار! جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے ان چیزوں میں سے جنہیں میں پسند کرتا ہوں انہیں میرے لیے قوت قرار دے ان چیزوں میں سے جنہیں تو پسند کرتا ہے۔ خدایا! جنہیں تو نے مجھ سے دور رکھا ہے ان چیزوں سے جو مجھے پسند ہیں۔ انہیں میرے لیے قوام قرار دے، ان چیزوں کے لیے کہ جو تجھے پسند ہیں، خدایا! مجھے وہ کچھ عطا کر جسے میں پسند کرتا ہوں۔ انہیں میرے لیے خیر و بہتر قرار دے اور خدایا! جن امور کو تو مجھ سے غائب رکھے تو مجھے اپنی حفاظت سے نہ رکھ۔ جو کچھ میں مفقود پاؤں اور جن چیزوں کو میں بھول جاؤں، لیکن تیرے ذکر کو نہ بھولوں اور جس چیز سے میں ملول ورنجیدہ خاطر ہوں تیرے شکر سے ملول نہ ہو جاؤں اور تجھ پر میں توکل کرتا ہوں۔ میرے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔

آپؐ کی قبولیت دعاء

آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اپنے مقدس نفوس کو اللہ، اعلیٰ کلمۃ اللہ اور اس کے بندوں کی ہدایت کے لیے ہبہ کر دیا تھا۔ اللہ نے انہیں کمال و عصمت ہبہ کی، علم و معرفت عطا کی، اخلاق اعلیٰ اور صفات علیا کی رہبری فرمائی اور دین کا معاملہ ان کے سپرد کر دیا، دین کا محافظ اور اس پر قیام کرنے والے قرار دیا غرض کہ ان پر اپنی نعمتیں اور الطاف و اکرام تمام کر دیئے جو کچھ انبیاء کو دیا تھا اس میں کمی نہیں کی سوائے نبوت کے۔

اللہ نے اپنے انبیاء کو جو کچھ عطا فرمایا ان میں ایک ”استجاب دعا“ تھی اور یہ امر ہمارے لیے اپنی کتاب عزیز میں بیان فرمایا: ”وَنوحًا اِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلِ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ“ اور نوحؑ کہ جس نے پہلے ہمیں پکارا تھا تو ہم نے اس کی دعاء قبول کی اسے اور اس کے ساتھیوں کو عظیم مصیبت سے نجات بخشی اللہ کے مزید فرمایا با ثجشی و اهل ما يعملون فنجیناہ والہ اجمعین۔ پر وردگار مجھے و امیرے ساتھیوں کو نجات دے اس سے کہ جو عمل وہ کرتے ہیں۔ پس ہم نے انہیں اور ان کے سارے خاندان کو نجات دی نیز خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔ ”وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلْنَعْمِ الْمَجِيبُونَ وَنَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ“۔ (۱۲۵) ہمیں نوحؑ نے پکارا پس ہم بہترین جواب دینے والے ہیں۔ ہم نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو مصیبت عظیم سے نجات بخشی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ صفت آئمہ علیہم السلام کو مرحمت فرمائی۔ جن علماء نے آئمہ کے حالات قلمبند کئے ہیں انہوں نے آپؐ کی اس صفت کا بھی ذکر کیا ہے اور بعض ان واقعات کو نقل کیا ہے جو ان میں سے ہر ایک کے لیے وارد ہوئے ہیں۔

اہل تاریخ و سیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ آپؐ مستجاب الدعوات (جن کی دعا قبول ہوئی تھی) تھے۔ پس جس وقت آپؐ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرتے تو آپؐ کی بات مکمل ہونے سے پہلے وہ امر مقبول ہو جاتا۔ (۱۲۶)

زید شحام کہتے ہیں میں خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا اور میرا ہاتھ ابو عبد اللہ کے ہاتھ میں تھا۔ آپؐ کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اے اشحام! میں نے دیکھا کہ میرے پروردگار نے میرے ساتھ کیا احسانات کئے ہیں۔ پھر آپؐ رونے لگے اور دعاء کی۔ پھر فرمایا: اشحام! میں نے اپنے خدا سے دعا کی ہے زید اور عبد السلام بن عبد الرحمن کے بارے میں اور وہ دونوں قید میں تھے۔ پس خدا نے وہ مجھے بخش دیئے ہیں اور انہیں چھوڑ دیا ہے (۱۲۸)

ہم ان صفحات میں آپؐ کی مقبول دعاؤں میں سے بعض کو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جب حکم بن عباس کلبی بنی امیہ کے شاعر نے کہا:

صلبنا لکم زیدا علی جذع تخله
ولم نرمھدیا علی الجذع یصلب
وقستم یعثمان علیا سقاہ
وعثمان خیر من علی واطیب

ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر پھانسی پر لٹکایا اور ہم نے کسی مہدی کو نہیں دیکھا کہ وہ کھجور کے تنے پر لٹکایا گیا ہو۔ اور تم نے علیؑ کا عثمانؓ سے بیوقوفی کی بنا پر قیاس کیا ہے۔ حالانکہ عثمانؓ علیؑ سے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ ابو عبد اللہؑ تک اس کا یہ قول پہنچا تو آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے جب کہ وہ کانپ رہے تھے اور آپؐ یہ کہہ رہے تھے خدایا! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اس پر اپنا کوئی کتا مسلط کر دے۔ پس اسے بنی امیہ نے کوفہ کی طرف بھیجا تو اسے شیر نے پھاڑ کھایا۔ یہ خبر حضرت صادقؑ تک پہنچی تو آپؑ سجدہ میں گر پڑے اور فرمایا: حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے ہم سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کیا۔ (۱۲۸)

۲۔ عبد اللہ بن ابی لیلیٰ نے کہا ہے کہ میں ربذہ میں منصور کے ساتھ تھا۔ اس نے کسی کو ابو عبد اللہؑ کے پاس بھیجا۔ پس وہ آپؑ کو لے آیا۔ جب آپؑ کو لایا گیا تو منصور بھیجا کہ اسے جلدی لاؤ۔ خدا مجھے قتل کر دے اگر میں اسے قتل نہ کروں۔ پس آپؑ کو اس کے پاس چند شاہی سپاہیوں کے ساتھ لائے۔ جب آپؑ دروازے پر پہنچے تو میں نے دیکھا کہ آپؑ کے لب ہائے مبارک حرکت کر رہے تھے۔ جب دروازہ میں داخل ہوئے تو منصور نے آپؑ کو دیکھا اور کہا: مرحبا اے فرزند رسول اللہؐ! اور آپؑ نے منصور کے پاس جاتے وقت کون سی دعا پڑھی تھی۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے کہا تھا ”ماشاء اللہ ماشاء اللہ لایاتی بالخیر الا اللہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ کل نعمہ فمن اللہ ماشاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (۱۲۹) جو کچھ اللہ چاہے، جو کچھ اللہ چاہے خیر و بھلائی کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں لاسکتا۔ جو کچھ اللہ چاہے۔ ہر نعمت اللہ ہی کی طرف سے ہے، جو کچھ اللہ نے چاہا ہے۔ کوئی طاقت و قدرت نہیں مگر اللہ کے ساتھ۔

۳۔ جس وقت داؤد بن علی مدینہ کے گورنر نے معلیٰ بن خنیس (۱۳۰) کو شہید کر دیا اور ان کا مال بھی قبضہ میں کر لیا تو آپؑ اس کے پاس گئے۔ آپؑ اپنی ردا کو کھینچ رہے تھے۔ اس سے فرمایا: تو نے میرے غلام کو قتل کر دیا ہے اور اس کے مال پر قبضہ کر لیا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ انسان بیٹے کے مرجانے پر سو جاتا ہے لیکن جنگ کی صورت میں نہیں سوتا؟ یاد رکھ! خدا کی قسم! میں تیرے لیے بد دعا کروں گا۔ داؤد نے آپؑ سے آپؑ کی بات کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: آپؑ مجھے بد دعا کی دھمکی دیتے ہیں۔ پس ابو عبد اللہؑ اپنے گھر جانے کے لیے وہاں سے نکلے اور تمام رات قیام و قعود میں گزاری، یہاں تک کہ جب وقت سحر ہوا تو آپؑ اپنی مناجات میں فرما رہے تھے۔

”يَا ذَا الْقُوَّةِ الْقَوِيَّةِ، يَا ذَا الْمَحَالِ الشَّدِيدِ، وَيَا ذَا الْعِزَّةِ الَّتِي كُلُّ خَلْقٍ لَهَا ذَلِيلٌ
اَكْفِنِي هَذَا الطَّغْيِيهَ وَانْتَقِمْ لِي مِنْهُ۔“

اے قوی قوت والے! اے سخت تدبیر کرنے والے! اے اس عزت کے مالک جس کے سامنے تیری کل مخلوق ذلیل ہے اس سرکش کی میرے لیے کفایت فرما اور اس سے میرا انتقام لے۔
تھوڑی دیر گزری کہ چیخ و پکار کی آواز بلند ہوئی اور کہا گیا کہ داؤد بن علی مرگیا۔ (۱۳۱) شیخ کلینی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آپ داؤد بن علی کے لیے بددعا کرتے ہوئے فرما رہے تھے۔

”اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِنُورِكَ الَّذِیْ لَا یُطْفِئُ وَبِعِزَّتِكَ الَّتِیْ لَا تُخْفِیْ وَبِعِزَّتِكَ الَّذِیْ لَا یَنْقُضِیْ، وَبِنِعْمَتِكَ الَّتِیْ لَا تُحْصِیْ وَبِسُلْطَانِكَ الَّذِیْ كَفَفْتَ بِهِ فِرْعَوْنَ عَنْ
مُوسٰی“ (۱۳۲)

خدا یا! میں تیرے اس نور کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جو کبھی بجھتا نہیں تیرے ان عزائم کا واسطہ جو مخفی نہیں رہتے، تیری اس عزت کا واسطہ جو ختم نہیں ہوتی، تیری نعمتوں کا واسطہ جو شمار نہیں ہو سکتیں، تیری سلطنت کا واسطہ جس کے ذریعہ تو نے فرعون کو موسیٰ سے روکا۔

۴۔ آپ کے پاس ایک بوڑھا آدمی آیا جب آپ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ خانہ کعبہ کے میزاب (پرنا لہ) کے نیچے بیٹھے تھے۔ اس نے آپ پر سلام کیا پھر کہا: اے فرزند رسول خدا! میں آپ اہل بیت سے محبت رکھتا ہوں۔ پھر وہ رونے لگا، حضرت صادقؑ پر گر پڑا اور آپ کے سر اور دونوں پاؤں کے بوسے لینے لگا۔ حضرت صادقؑ اس سے پیچھے ہٹ گئے اور اس پر رحم کھاتے ہوئے آبدیدہ ہوئے۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: یہ تمہارا بھائی ہے اور تمہارے پاس تم سے پناہ لینے آیا ہے۔ پس تم اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ ان لوگوں نے ہاتھ بلند کئے پھر آپ نے فرمایا:

”اللَّهُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَ هَذِهِ الْاَنْفُسَ مِنْ طِينِهِ اَخْلَصْتَهَا وَجَعَلْتَ مِنْهَا اَوْلِيَاءَكَ
وَاَوْلِيَاءَ اَوْلِيَاءِكَ وَاَنْ شِئْتَ اَنْ تَنْحِیْ عَنْهُمْ الْاَفَاتَ فَعَلْتَ۔ اللَّهُمَّ وَقَدْ تَعَوَّذْنَا بِبَيْتِكَ الْحَرَامِ الَّذِیْ یَاْمَنُ بِهِ كُلُّ شَیْءٍ وَقَدْ تَعَوَّذْنَا وَاَنَا اَسْئَلُكَ یَا مَنْ اَحْتَجِبَ
بِنُورِهِ عَنْ خَلْفِهِ، وَاسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ، وَعَلِیٍّ، وَفَاطِمَةَ وَالحَسَنِ، وَالحُسَيْنِ، یَا غَايَةَ
كُلِّ مَحْزُونٍ، وَمَلْهُوفٍ، وَمَكْرُوبٍ، وَمُضْطَرٍّ، مَبْتَلٰی اِنْ تَوْمَنَهُ بِاَمْنِنَا، هَمَّ یَجِدُ وَاِنْ
تَمَحْوٍ مِنْ طِیْنَتِهِ هَمَّ اَقْدَرُ عَلَیْهَا مِنْ الْبَلَاءِ وَاِنْ تَفَرَّجَ كَرْبَتَهُ یَا رَحِمَ الرَّاحِمِیْنَ۔“

خدا یا: تو نے ان نفوس کو پیدا کیا ایسی طینت سے کہ جسے تو نے خالص کیا اور تو نے اس سے اپنے اولیاء کے اولیاء قرار دیئے۔ اگر تو چاہے ان آفات و بلیات کو دور کر دے۔ خدا یا! تو ایسا کر سکتا ہے اور ہم نے تیرے بیت الحرام سے پناہ لی، وہ کہ جس سے ہر چیز ماموں ہے اور اس نے ہم سے پناہ لی ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسینؑ کے حق کا واسطہ دے کر، اے ہر مخزون و مغموم، مصیبت زدہ اور مضطرب و مبتلا کی غایت و انتہا یہ کہ ہمارے امن کی وجہ سے اسے امن دے اس مصیبت سے جس میں وہ دکھی و مبتلا ہے، اس کی طینت سے وہ بلا جو مقدر ہو چکی ہے محو کر دے اور اس کی مصیبت کو دور کر دے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

جب آپؐ دعا سے فارغ ہوئے تو وہ شخص چلا گیا۔ جب وہ مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو واپس آ گیا اور رونے لگا، اور کہا: خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے رہا ہے۔ خدا کی قسم! میں مسجد کے دروازہ تک نہیں پہنچا کہ اس دکھ درد میں سے تھوڑا یا بہت کچھ بھی مجھ میں باقی نہیں رہا۔ (۱۳۳)

۵۔ آپؐ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا: میں آپؐ پر قربان جاؤں! میرا باپ، میری ماں اور میرا خاندان ہم سب آپؐ کی ولایت کا دم بھرتے ہیں اور آپؐ سے محبت رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم سچ کہتی ہو۔ پھر تم کیا چاہتی ہو۔ عرض کیا: اے رسولؐ خدا! کے فرزند میں آپؐ پر قربان جاؤں! میرے کندھے میں شدید درد ہے۔ آپؐ اللہ سے دعا فرمائیے کہ اسے مجھ سے دور کر دے آپؐ نے فرمایا:

”اللهم انک تبری الاکمه والابرص، وتحي العظام هی رميم، البسها عفوک

وعافیتک“

خداوند! تو نابینا اور مبرص (کوڑھی) کو صحت دیتا ہے اور بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کر دیتا ہے اس کو اپنی عفو و عافیت کا لباس پہنا دے۔ پس وہ عورت کہتی ہے کہ خدا کی قسم! میں کھڑی ہوئی تو اس تکلیف میں سے تھوڑا بہت کچھ بھی باقی نہ رہا۔ (۱۳۴)

یونس کے چہرے پر برص پھیلنی شروع ہوئی۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے اس کی پریشانی کی طرف دیکھا۔ آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اللہ کی حمد و ثنا کی اور نبی پاکؐ اور ان کی آل پر درود بھیجا۔ پھر بارگاہ خدا میں عرض کیا۔

”یا اللہ یا اللہ یا اللہ: یا رحمن یا رحمن یا رحیم یا رحیم یا رحیم یا رحیم

الراحمین یا سمیع الدعوات یا معطی الخیرات صل علی محمد و علی اہل بیتہ

الطاہرین الطیبین و اصرف عنی شر الدنیا و شر الاخرۃ و اذهب عنی مابی فقد

غاضنی ذلک و حزنتی“

اے اللہ، اے اللہ، اے رحمن اے رحمن، اے رحمن! اے رحیم، اے رحیم، اے رحیم! اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، اے دعاؤں کو سننے والے، اے خیرات اور نیکیاں عطا کرنے والے رحمت نازل فرما محمدؐ و آل محمدؐ پر ان کے پاک و پاکیزہ اہل بیت پر، مجھ سے دنیا و آخرت کی برائیوں کو دور کر دے اور مجھ سے وہ مصیبت جو مجھ پر ہے اور اس نے مجھے غیظ و غضب میں مبتلا کر رکھا ہے، دور کر دے۔ وہ کہتا ہے خدا قسم! ہم مدینہ سے نہیں نکلے تھے کہ برص کے نشانات و داغ مٹنے لگے، یہاں تک کہ بالکل ختم ہو گئے۔ (۱۳۵)

آپؐ سے حماد بن عیسیٰ نے عرض کیا کہ آپؐ میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اس قدر مال عطا کرے کہ میں بہت سے حج کروں اور مجھے اچھی جاگیر، اچھا گھر، اچھی بیوی، جو نیک گھرانے سے ہو اور اچھی اولاد عطا کرے۔ پس حضرت امام صادقؑ نے اس کی مطلوبہ تمام چیزوں کے لیے اس کے حق دعا فرمائی۔ البتہ آپؐ نے حج کو مقید کیا پچاس سال کے ساتھ پس خدا نے اسے وہ تمام چیزیں عطا کیں جن کا اس نے سوال کیا تھا اور اس نے پچاس حج کئے۔ جب اکاون دیں حج پر جانے لگا اور وادی حنفہ (مکہ و مدینہ کے درمیان) پہنچے تو سیلاب آیا اور وہ اسے بہا لے گیا تو اس کے غلاموں نے اسے مردہ حالت میں نکالا۔ پس اس کا نام ”حماد غریق الحنفہ“ ہو گیا۔ (۱۳۶)

آپؐ کے اشعار

شعر نفس کا آئینہ ہے۔ اس میں تمام وہ چیزیں منعکس ہوتی ہیں جو نفس انسان میں موجود ہوتی ہیں۔ خیر و شر میں سے جسے وہ اپنے اندر لئے ہوتا ہے اور وہ فضیلتیں و زالتیں جو اس کے سینہ میں چھپی ہوتی ہیں بحث و تمحیص کرنے والے حضرات کسی شخصیت کے لیے اس کے اشعار و کلام کا تحلیل و تجزیہ کر کے اس بنیاد پر اس کے حق میں حکم لگاتے ہیں۔

آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ السلام کمال الہی اور عرفان محمدی کی تمثیل و تصویر ہیں جن میں فضائل مجسم ہو کر سامنے آئے ہیں ان کے نفوس مقدسہ میں اخلاق اعلیٰ اور صفات حمیدہ کی چھاپ ہوتی ہے۔ ان کے جدا مجد نے انہیں اپنے اخلاق و محاسن کا وارث بنایا ہے۔ پس خیر کثیر ان کی جبلت، خلق عظیم ان کی فطرت، ان کی گفتگو و انائی و حکمت اور ان کا نطق و وعظ و نصیحت ہے۔

اسی طرح جو اشعار ان کی طرف منسوب ہیں وہ اخلاق، کمالات و وعظ و ارشاد، موت کی یاد دہانی اور دیگر آداب و اخلاق کے آسمانوں میں گردش کرتے ہیں۔

یہاں ہم وہ اشعار پیش کرتے ہیں جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب ہو کر وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ آپؐ نے معصیت و نافرمانی کے بارے میں فرمایا:

تعصى الاله وانت تظهر حبه

هذا العبرك فى الفعال بدیع

تو اللہ کی نافرمانی کرتا اور اس کی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ تیری جان کی قسم! یہ عمل دنیا میں بڑی عجیب سی

بات ہے۔

توكان حبك صادقا لاطعته

ان المحب لمن احب مطيع

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اس کی اطاعت کرتا۔ بے شک محبت کرنے والا اپنے محبوب کا مطیع ہوتا

ہے (۱۳۷)

۲۔ صبر و تحمل کے بارے میں:

واذا بليت بعسرة فاصبر لها

صبر الكريم فان ذلك احزم

جب تو تنگی میں مبتلا ہو تو اس کے بارے میں صبر سے کام لے، جس طرح ایک کریم و شریف صبر کرتا ہے۔

یہی زیادہ عقل مندی کی بات ہے۔

لا تشكون الى العباد فانما

تشكو الرحيم الى الذى لا يرحم

کبھی بھی مخلوق کی طرف شکایت نہ لے جا کیونکہ تو رحیم کی شکایت کر رہا ہے۔ اس سے کہ جو رحم نہیں کرتا۔

۳۔ تجار میں سے ایک تاجر کی آپ کے پاس آمد و رفت تھی اور وہ اپنی بہتر مالی حالت سے اپنا

تعارف کراتا تھا۔ مگر حالات بگڑ گئے تو وہ آپ کی خدمت میں شکایت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا:

فلا تجزع وان اعسرت يوما

فقد ايسرت فى زمن طويل

اگر تو کسی دن تنگ ہو گیا تو جزع و فزع نہ کر کیونکہ تو طویل مدت تک خوش حال رہا ہے۔

ولا تياس فان الياس كفر

لعل الله يغنى عن قليل

مایوس نہ ہو۔ مایوسی کفرانِ نعمت ہے ہو سکتا ہے کہ خدا تجھے کچھ مدت بعد پھر غنی و تو نگر بنا دے۔

ولا تظنن بربك ظن سوء

فان الله اولی بالجميل

تو اپنے پروردگار کے بارے میں براگمان نہ رکھ کیونکہ اللہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے اچھا گمان رکھا جائے (۱۳۸)

۴۔ وفا کے بارے میں آپؐ کے اشعار:

وفینا یقیننا بعد الوفاء

وفینا تفرخ افراخہ

اور ہم میں ہی یقینا وفا تیار ہوتی ہے اور ہم میں ہی پھلتی پھولتی ہے۔

رایت الوفاء بذین الرجال

کمازین العذق شراخہ

میں نے دیکھا کہ وفامردوں کو زینت بخشی ہے جس طرح درخت کے تنے کو اس کی شاخیں زینت دیتی ہیں (۱۳۹)

۵۔ آپؐ کے اشعار تحذیر و ترغیب پر۔

اتامن النفس النفیسه رہا

فلیس لها فی الخلق کلهم ثمن

کیا نفس اپنے پروردگار کے عذاب سے مامون ہے جب کہ ساری مخلوق میں کوئی چیز اس کی قیمت نہیں بن سکتی؟

بہا یشتري الجنات ان انا بعثها

بشئ سواها ان ذالکم غبن

اس کے ساتھ جنتیں خریدی جاتی ہیں اور اگر میں نے کسی اور چیز کے بدلے اسے بیچ دیا تو یہ خسارہ ہے۔

اذا ذهبت نفسی بدنیا اصبثها

قد ذهبت نفسی وقد ذهب الثمن

جب میرا نفس دنیا کے بدلے چلا گیا تو میں سمجھوں گا کہ نفس بھی گیا اور اس کی قیمت بھی گئی (۱۴۰)

۶۔ آپؐ سے ثوری نے کہا: اے فرزند رسول اللہ! آپؐ لوگوں سے الگ تھلک رہتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: اے سفیان! زمانہ خراب ہو گیا ہے، بھائیوں میں تغیر و تبدیلی آ گئی ہے۔ تو میں نے دیکھا کہ اکیلا رہنا دل کے زیادہ سکون کا باعث ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

ذهب الوفاء ذهاب امس الذاهب

والناس بین مختال وموارب

وفا گزرے ہوئے کل کی طرح چلی گئی۔ لوگ دھوکہ بازی یا خود غرض ہیں۔

يفشون بینم البوده والصفاء

وقلوبهم محشوة بعقارب

آپس میں محبت و خلوص کا اظہار تو کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں کچھ بھرے ہوئے ہیں۔ (۱۴۱)

يفشون بینهم البوده والصفاء

وقلوبهم محشوة بعقارب

۷۔ آپ کے اشعار موت کی یاد دہانی کے لیے:

اعمل علی مهل فانك میت

واختر لنفسك ایها الانسان

مہلتوں کے بیچ عمل کر لے اور اپنے نفس کے لیے اچھے اعمال کا انتخاب کر لے، اے انسان کیونکہ تو مرنے

والا ہے۔

فكان ماقد كان لم يك اذمضی

وكانما هو كائن قد كان

پس گو وہ کہ جو کچھ تھا وہ نہیں تھا۔ جب وہ گزر گیا اور جو ہونے والا ہے گویا وہ پہلے ہی تھا (۱۴۲)

منصور عباسی کے ساتھ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے بنی امیہ و بنی عباس دو حکومتوں کے ادوار دیکھے۔ ان سے جو مصائب آپؑ کو پہنچے سو پہنچے لیکن منصور عباسی کے دور میں آپؑ پر بے حد شدائد و مصائب وارد ہوئے۔ منصور نے آپؑ کے بعض اصحاب (۱۴۳) کو قید میں رکھا اور بعض کو شہید کر دیا۔ (۱۴۴) اس کے علاوہ طالبین کو (۱۴۵) شہید کرنا اور امامؑ کو کبھی ربذہ اور کبھی مختلف نوبتوں میں عراق لے جانا شدید مصائب تھے۔

بہر حال منصور کے دور حکومت میں آپؑ پر بہت سختیاں ہوئیں۔ اس نے کئی بار آپؑ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا لیکن اللہ نے آپؑ کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

منفصل بن عمر کہتے ہیں کہ منصور نے ابو عبد اللہؑ کو کئی مرتبہ شہید کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب آپؑ کو شہید

کرنے کی غرض سے بلانے کے لیے آپؐ کے پاس کسی کو بھیجتا، آپؐ لائے جاتے اور وہ آپؐ کو دیکھتا تو ڈرجاتا اور آپؐ کو قتل نہ سکتا۔ (۱۴۶)

منصور کا امام جعفر صادق پر شداوند کرنے کا سبب اس کا وہ بغض و حسد تھا جو علم اسلام کی علمبرداری اسلام کی نشر و اشاعت اور آپؐ کے علم و فضل کی خبریں سننے اور اپنے مقابلے میں عوام کی نگاہ میں آپؐ کو خلافت کا زیادہ حقدار پانے کی وجہ سے تھا۔ پس وہ اس کینہ و طغیان کی بنا پر آپؐ کے قتل پر آمادہ ہوتا اور طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کرتا، مگر اس کی قسادت و شدت اور قوت و طاقت آپؐ کو مرغوب نہ کر سکتی۔ اس زمانہ کو آپؐ علوم کے پھیلائے اور احادیث بیان کرنے کے لیے غنیمت سمجھتے، جیسا کہ آپؐ نے حسن بن علی و ثمالی کی گفتگو میں مطالعہ کیا کہ اس نے کوفہ میں نو سو سا تہ و شیوخ میں سے ہر ایک کو جعفر بن محمدؑ سے حدیث کرتے سنا ہے۔

آپؐ کا منصور کے ساتھ ایک خاص نچ تھا۔ آپؐ اسے مسلمانوں کے سامنے عریاں کرتے، جسے وہ ناپسند کرتا تھا، اس سے مقابلہ کرتے اور امت اسلامی کو ظالموں سے خواہ وہ جس قدر بھی سرکش و جابر ہوں معارفہ و مبارزہ کرنے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور زبان کے ساتھ جہاد کرنے کی ترغیب و تعلیم دیتے۔ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ کونسا جہاد افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ظالم امام و قائد کے سامنے کلمہ حق کہنا۔ (۱۴۸)

ہم یہاں بعض وہ واقعات بیان کرتے ہیں جو امام علیہ السلام اور منصور کے درمیان پیش آئے۔

۱۔ احمد بن عمرو بن مقدم رازی کہتا ہے کہ منصور کے منہ پر مکھی آ بیٹھی۔ اس نے اسے ہٹایا وہ پھر آ بیٹھی۔ اس نے اسے ہٹایا۔ وہ پھر آ بیٹھی۔ یہاں تک کہ اس نے اسے پریشان کر دیا۔ حضرت جعفر بن محمدؑ اس کے دربار میں تشریف لائے۔ منصور نے دریافت کیا۔ اے ابو عبد اللہ! اللہ نے مکھی کو کیوں پیدا کیا؟ آپؐ نے فرمایا! تاکہ جبارہ (جابر بادشاہوں) کو ذلیل کرے۔ (۱۴۹)

۲۔ ابن حمدون نے تذکرہ میں کہا ہے کہ منصور نے جعفر بن محمدؑ کو لکھا کہ آپؐ ہم سے اس طرح کیوں نہیں ڈرتے جس طرح دوسرے لوگ ہم سے ڈرتے ہیں۔ آپؐ نے جواب میں لکھا: ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم تجھ سے ڈریں، نہ ہی تیرے پاس آخرت کے امور میں سے کچھ ہے جس کی تجھ سے امید رکھیں، نہ ہی تو کسی خاص نعمت کا حامل ہے کہ تجھے مبارک باد دیں اور نہ ہی ہم تجھے کس مصیبت میں مبتلا دیکھتے ہیں کہ تجھ سے تعزیت کریں۔ پس ہم تیرے پاس کس لیے آئیں۔ اس نے جواب میں لکھا: آپؐ اس لیے ہمارے ساتھ رہیں کہ ہمیں وعظ و نصیحت کریں۔

آپؐ نے اسے جواب دیا: جو دنیا چاہتا ہے وہ تجھے نصیحت نہیں کرے گا اور جو آخرت چاہتا ہے وہ تیرے ساتھ نہیں رہے گا۔

منصور نے کہا: خدا کی قسم! انہوں نے میرے لیے لوگوں کے درمیان کی منازل میں امتیاز پیدا کر دیا کہ

کون دنیا کو چاہتا ہے ان کے مقابلہ میں جو آخرت کو چاہتے ہیں۔ (۱۵۰)

۳۔ آپؐ نے اس سے کہا: ہمارے خاندان قریش میں سے کسی نے کوئی خون نہیں بہایا مگر وہ کہ خدا نے اس سے ملک چھین لیا ہے۔ (۱۵۶) ہمیشہ امام جعفر صادقؑ کی تصویر منصور کے لیے باعث خوف رہی، یہاں تک کہ اس نے مخفی طور پر انہیں زہر دلو کر شہید کر دیا۔ (۱۵۳)

آپؐ علماء عظماء و اکابرین کی نظر میں

کوئی مولف اگر چاہے تو امام جعفر صادق علیہ السلام کے بارے میں علماء و اکابرین علماء کے کلمات و آراء کو جمع کر کے اور آپؐ کے حالات پر تصنیف و تالیف کی گئی کتب کے اقتضارات کو اکٹھا کر کے ایک نئی تالیف کرے تو وہ یقیناً ایک بہت ضخیم کتاب ہوگی۔ یہ آپؐ جیسی شخصیت کے لیے کچھ زیادہ نہیں ہے جس کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار سے زیادہ ہو، جس نے علوم و فنون کی اتنی نشر و اشاعت کی ہو کہ جس سے دنیا معمور ہوگئی ہو، جس نے فقہ، تفسیر، حدیث پہلے سے مروجہ علوم کے علاوہ بہت سے علوم کی بنیاد رکھی ہو اور ان علوم میں قابل قدر و شہرت یافتہ شاگرد پیدا کئے ہوں۔ ہم اپنے ہمیشہ کے طریقہ اختصار کے مطابق یہاں امام جعفر صادقؑ کے بارے میں کچھ کلمات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ زید بن علی بن الحسین علیہما السلام نے کہا ہر زمانہ میں ہم اہل بیتؑ میں سے کوئی ایسا مرد ہوتا ہے جس کے ذریعہ خدا اپنی مخلوق پر رحمت قائم کرتا ہے اور ہمارے زمانہ میں حجت خدا میرے بھائی کے فرزند جعفر بن محمدؑ ہیں۔ جو ان کی اتباع و پیروی کرے گمراہ نہیں ہوگا اور جو ان کی مخالفت کرے ہدایت نہیں پاسکتا۔ (۱۵۴)

۲۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ جعفر بن محمدؑ ان سب سے زیادہ فقیہ ہیں جنہیں میں نے دیکھا ہے۔ (۱۵۵) مزید کہا کہ میں نے جعفر بن محمدؑ سے زیادہ فقہی کوئی نہیں دیکھا۔ (۱۵۶) نیز امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ ”لولا السنن لہلک لنعمان“ اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان (ابوحنیفہ) ہلاک ہو جاتا۔ ان کا اشارہ ان دو سالوں کی طرف ہے جن میں وہ تحصیل علم کے لیے امام جعفر صادقؑ کی صحبت میں رہے۔ (۱۵۷)

امام ابوحنیفہؒ نے منصور عباسی کے دربار میں بعض مسائل دریافت کئے تو امامؑ نے یہ فرماتے ہوئے جواب دیا کہ تم (مراد اہل کوفہ) اس طرح کہتے ہو اور اہل مدینہ اس طرح۔ پھر آپؑ اپنی رائے کو بیان فرماتے جو ان میں سے کسی ایک کو موافق ہوتی یا دونوں کے مخالف ہوتی۔ ابوحنیفہؒ اس کے بعد کہا کرتے تھے کیا: ہمیں یہ روایت نہیں کی گئی (ان علم الناس انہم باختلاف الناس) ”سب لوگوں سے زیادہ عالم وہ ہے جو لوگ کے اختلاف کے بارے میں زیادہ علم رکھتا ہو۔“ (۱۵۸)

ابوحنیفہؒ سے ایک شخص نے سوال کیا: اے ابوحنیفہ! ایک شخص اپنا مال امام کے لیے وقف کرنا چاہتا ہے۔

آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں کہ کون مستحق ہے جس کے نام وقف کرے؟ ابوحنیفہ نعمان نے کہا کہ مستحق جعفر بن محمد ہیں، وہی امام برحق ہیں۔ (۱۵۹)

۳۔ مالک بن انس (ایک مذہب کے امام) نے کہا: میں بڑی مدت تک جعفر بن محمد کے یہاں آتا جاتا رہا ہوں۔ پس میں آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا یا روزے کی حالت میں، قرآن پاک کی قرات میں مشغول پاتا۔ (۱۶۰)

امام مالک نے مزید کہا کہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں فتور ہوا ہے کہ کوئی شخص علم، عبادت اور ورع میں جعفر بن محمد صادق سے افضل ہو۔ (۱۶۱)

۴۔ عمرو بن مقدم نے کہا ہے کہ جس وقت میں جعفر بن محمد کی طرف دیکھتا تو مجھے یقین ہو جاتا کہ آپ انبیاء کے سلالہ اور اولاد میں سے ہیں (۱۶۲)

۵۔ ایک دن ابوشامہ کردیصانی ابو عبد اللہ علیہ السلام کی مجلس میں کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ آپ چمکتے ہوئے ستاروں میں سے ایک ہیں، آپ کے آباؤ اجداد واضح چودھویں کا چاند تھے، آپ کی مائیں عقل مند اور پاکیزہ خوشبو تھیں، آپ کی اصل کریم ترین اصل ہے۔ اور جب علماء کا ذکر ہو تو آپ کی طرف ہی آنکھیں اٹھتی ہیں۔ پس اے بحر ذخار! ہمیں مطلع کیجئے۔ (۱۶۳)

۲۔ عبد اللہ بن مقفع نے کہا ہے: اس مخلوق کو تم دیکھ رہے ہو، اور اس نے اشارہ کیا مقام طواف کی طرف۔ ان میں سے ایک بھی نہیں جس کے لیے انسانیت کے نام کو میں ضروری سمجھوں، سوائے اس بیٹھے ہوئے بزرگ یعنی جناب امام جعفر صادق کے۔ (۱۶۴)

۷۔ منصور عباسی نے ابن مہاجر سے کہا: جان لے کہ کوئی اہل بیت نبوت میں سے نہیں مگر یہ کہ ان میں ایک مورث ہوتا ہے اور اس وقت ہمارے مورث جعفر بن محمد ہیں (۱۶۵)

نیز منصور نے کہا کہ آپ ان لوگوں میں ہیں جنہیں اللہ نے مصطفیٰ کیا ہے اور آپ خیرات اور نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والوں میں سے ہیں (۱۶۶)

اس نے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم ہمیشہ آپ کے علم کے سمندر سے چلو بھرتے رہے اور آپ کے قریب ہوتے رہے۔ آپ اندھے پن سے بصارت بخشے ہیں اور اپنے نور سے گھٹا ٹوپ تاریکی کو جلا بخشتے ہیں۔ پس ہم آپ کے بھرے ہوئے سمندر اور مقدس بادل سے ناز و نعمت میں رہتے ہیں۔ (۱۶۷)

نیز اس نے کہا: آپ اہل بیت کے سردار، عالم اور بقیۃ الاخیار (نیک لوگوں کے وارث) ہیں۔ (۱۶۸)

یہ بھی اس نے کہا کہ یہ وہ ہیں جو آخرت کے خواہاں ہیں، نہ کہ دنیا کے (۱۶۹)

اس نے اپنے دربان ربیع سے کہا: یہ بنی فاطمہ میں سے وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق سے ناواقف نہیں، مگر

نادان اور جن کا شریعت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ (۱۷۰)

اسماعیل بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے کہا: جعفرؑ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے۔

”ثم اور ثنا الكتب الذين اصطفينا من عبادنا۔“ پھر ہم نے کتاب کا وارث انہیں بنایا جنہیں بندوں میں سے چن لیا اور آپؑ ان میں سے ہیں جنہیں اللہ نے چن لیا ہے آپؑ نیکوں کی طرف سبقت کرنے والوں میں سے ہیں (۱۷۶)

۸۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی نے کہا ہے: آپؑ اہل بیت رسولؐ کے عظماء و اکابرین اور سرداروں میں سے ہیں۔ (۱۷۶)

۸۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی نے کہا ہے: آپؑ اہل بیت رسولؐ کے عظماء و اکابرین اور سرداروں میں سے ایک ہیں۔ عالم جلیل، قاری قرآن، اور ادمتصلہ پر کار بند، زہد و تقویٰ کے حامل اور معنی قرآن کے پیرو کار ہیں۔ قرآن کے سمندر سے معنی کے موتی و جواہر چننے والے اور عجائبات قرآن سے نتائج اخذ کرنے والے ہیں۔ آپؑ نے اپنے اوقات کو مختلف اطاعتوں اور عبادتوں کے لیے تقسیم کیا ہوا ہے۔ آپؑ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے۔ آپؑ کی زیارت کرنا آخرت کو یاد دلاتا۔ آپؑ کا کلام سن کر لوگ دنیا میں متقی و پرہیزگار بنتے اور آپؑ کی ہدایت کی اقتداء جنت کا وارث بناتی ہے۔ (۱۷۳)

۹۔ ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شہرستانی کہتے ہیں جعفر بن محمد صادق علیہما السلام دین کے بہت بڑے عالم، حکمت میں ادب کامل کے مالک اور دنیا میں بلند مرتبہ زاہد و پرہیزگار ہیں۔ شہوات و خواہشات سے ورع تام رکھتے ہیں۔ آپؑ ایک مدت تک مدینہ میں مقیم رہے اور مولیوں پر علوم کے اسرار کا فیضان کرتے رہے۔ (۱۷۴)

۱۰۔ علی بن محمد بن احمد مالکی ملقب بہ ابن احمد مالکی ملقب بہ ابن الصباغ نے کہا ہے کہ آپؑ اپنے بھائیوں میں سے اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ و وصی اور ان کے بعد امامت کے ساتھ قائم تھے۔ اپنی جماعت میں بلند مرتبہ اور مال و علم کا بار بار فیضان کرنے میں جلیل القدر تھے۔

پھر مزید کہا کہ لوگوں نے آپؑ سے اس قدر علوم نقل کئے جنہیں قافلہ لے کر چلے۔ ان کی آواز اور تذکرہ تمام شہروں میں پھیلا اور علما نے جتنی احادیث آپؑ سے ہیں اہل بیتؑ میں سے کسی سے بھی اتنی

احادیث نقل نہیں کیں۔

مزید کہا ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ مناقب و فضائل، صفات و شرف میں کامل ہیں۔ آپؑ کی بزرگی زمانوں کی پیشانی پر پسینہ کی طرح بہ رہی ہے اور مجد و بزرگی، عزت و احترام کی محفلیں آپؑ کے مغاخر و مآثر سے آباد ہیں۔ (۱۷۵)

۱۱۔ فرید الدین عطار کہتے ہیں کہ آپؑ ملت مصطفیٰ کے سلطان، حجت نبوی کی برہان عالم باعمل ہیں۔ یہ تحقیق کے عالم، یہ انبیاء کے دلوں کا میوہ، یہ سردار انبیاء کا دل، یہ نافذ علم و حکم، علیؑ و نبیؑ کے وارث، یہ عارف عاشق اور یہ جعفر صادقؑ ہیں۔ (۱۷۶)

۱۲۔ احمد شہاب الدین خفاجی نے کہا ہے۔ جعفر بن محمدؑ سے بہت سے لوگوں، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، ابن جریج اور ابن اسحاق نے روایت کی ہے اور ان کی جلالت، سیادت اور امامت پر ان کا اتفاق ہے۔ آپؑ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں وفات پائی کہا گیا ہے۔ کہ انہیں زہر دیا گیا۔ شافعی، ابن معین، ابو حاتم اور ذہبی نے انہیں روایت میں موثق قرار دیا ہے۔ آپؑ فضلاء و علماء اہل بیتؑ سے تھے۔ (۱۷۷)

۱۳۔ جمال الدین ابوالحسن یوسف بن تعزلی اتاکی کہتے ہیں: ابو عبد اللہؑ، ہاشمی، علوی، مدنی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپؑ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ آپؑ اہل مدینہ میں تابعین کے طبقہ سے ہیں۔ آپؑ کا لقب صابر، فاضل، طاہر ہے۔ زیادہ مشہور صادق ہے۔

مزید کہا ہے ان سے ابو حنیفہ، ابن جریج، شعبہ، سفیان بن مالک وغیرہ نے حدیث لی ہے۔ ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ میں نے جعفر بن محمدؑ سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا۔ (۱۷۸)

۱۴۔ عبد اللہ بن اسعد یافعی نے کہا ہے: امام، سید جلیل، سلالہ نبوت، معدن فتوت و جوانمردی، ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ..... صادق کا لقب آپؑ سے اظہار صداقت کے سبب دیا گیا۔ توحید اور دوسرے موضوعات میں آپؑ کا نفیس کلام ہے۔ آپؑ کے شاگرد جابر بن حیان نے ہزاروں اوراق پر مشتمل ایک کتاب تالیف کی ہے۔ جس میں آپؑ کے پانچ سو رسائل اور خطوط بھی جمع ہیں۔ (۱۷۹)

۱۵۔ عبد اللہ شبرادی الشافعی کہتے ہیں: آئمہ میں چھٹے جعفر صادقؑ ہیں جو بہت سے مناقب و مشہور فضائل کے حامل ہیں۔ ان سے بہت سے آئمہ مثلاً مالک بن انس، ابو حنیفہ، یحییٰ بن سعد، ابن جریج، ثوری، ابن عیینہ، اور شعبہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے حدیث کی روایت کی ہے۔ آپؑ کی ولادت بمقام مدینہ منورہ ۸۰ھ میں ہوئی۔ آپؑ کے فضائل اور شرف انوار زمانہ کی پیشانی سے ہویدا ہیں۔ مجد و بزرگی اور عزت و احترام کی محافل آپؑ کے مغاخر و مآثر سے معمور و آباد ہیں۔ آپؑ کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ (۱۸۰)

۱۶۔ عبد الرحمن بن محمد حنفی بسطامی نے کہا ہے کہ جعفر بن محمدؑ کے دروازہ پر علماء کا اثر دھام ہوتا۔ آپؑ

کے فانوس انوار سے اصفیا روشنی حاصل کرتے اور آپؑ اسرار کے غوامض اور حقائق کی بلندی پر اس وقت گفتگو کرتے تھے جب آپؑ کی عمر سات سال تھی (۱۸۱)

۱۷۔ محمد بن حبان بستی کہتے ہیں: جعفر بن محمد جنہیں صادقؑ کہا جاتا ہے اہل بیتؑ کے سادات اور عباد میں سے ہیں اور آپؑ تبع تابعین اور اہل مدینہ کے علما سے ہیں (۱۸۶)

۱۸۔ محمد امین بغدادی سیدی نے کہا ہے۔ جعفر صادقؑ اپنے بھائیوں میں اپنے والد کے خلیفہ اور وصی تھے۔ ان سے وہ علوم منقول ہوئے ہیں جو کسی دوسرے سے منقول نہیں ہوئے۔ آپؑ حدیث کے امام تھے..... آپؑ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ (۱۸۳)

۱۹۔ ش سامی نے کہا: ہے جعفر صادقؑ کے حلقہ تدریس اور افادات میں امام اعظم ابوحنیفہ مسلسل حاضر ہوتے رہے اور سب سے پہلے آپؑ سے معارف ظاہری باطنی کا استفادہ کیا امام علیہ السلام کی علم جبر اور کیمیا میں ید طولیٰ حاصل تھا اور دوسرے علوم سے بھی واقف تھے۔ جن لوگوں نے امامؑ کی شاگردی کا شرف و فخر حاصل کیا ان میں سے فن کیمیا کا موجد جابر بھی ہے۔ زہد و تقویٰ و قناعت و حسن اخلاق میں کوئی آپؑ کی نظیر نہ تھا۔ آپؑ کے حسب و کردار کی بنا پر آپؑ کا لقب صادقؑ ہو گیا۔

مزید کہا ہے کہ ابتداء میں ابو مسلم خراسانی نے امام جعفر صادقؑ کو خلافت پیش کی، لیکن آپؑ نے قبول نہ فرمایا (۱۸۴)

۲۰۔ محمد خضریٰ کہتے ہیں: ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ اہل بیتؑ کے سادات میں سے تھے اور آپؑ کو صدق مقال کی بنا پر صادقؑ سے ملقب کیا گیا۔ آپؑ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپؑ سے مالک بن انس، ابوحنیفہ اور بہت علمائے مدینہ نے روایت کی ہے۔ (۱۸۵)

۲۱۔ محمد فرید وجدی نے کہا ہے: آپؑ اہل بیت نبویؑ کے سادات میں سے تھے۔ اپنے کلام صداقت کے باعث صادق کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آپؑ افضل ترین لوگوں میں سے تھے۔ صنعت کیمیا میں آپؑ کے مقالات ہیں۔ آپؑ کے شاگرد ابو موسیٰ جابر بن حیان صوفی طرطوسی نے ہزاروں اوراق پر مشتمل ایک کتاب تالیف کی جس کے اندر جناب جعفر بن محمدؑ کے پانچ سو رسائل بھی ہیں۔ (۱۸۶)

۲۲۔ ڈاکٹر احمد امین نے آپؑ کے علم، آپؑ کے مدرسہ اور آپؑ سے روایت کرنے والوں کے بارے میں طویل گفتگو کرنے کے بعد کہا ہے: خلاصہ یہ کہ جعفر عظیم ترین شخصیات میں سے ہیں جو اپنے زمانہ میں اور اپنے زمانہ کے بعد صاحب آثار تھے۔ آپؑ کی وفات منصور کی حکومت کے دسویں سال میں ہوئی (۱۸۷)

۲۳۔ عبد العزیز سید الاہل نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے مفاخرین سے ایک قابل فخر ہستی جس کا فخر بھی ختم نہیں ہوا بلکہ تاقیامت ہر آنے والے کل میں باقی رہے گا، جو زاہدوں کو زہد کی تعلیم دیتے ہیں، علماء ان سے علم

کسب کرتے ہیں، مضطرب و پریشان حال کو سکون و اطمینان بخشتے ہیں، بزدل کو شجاع بناتے ہیں، تاریکیوں میں ہدایت کرتے ہیں اور عدل و انصاف کو قائم کرتے ہیں، وہ تمام مسلمانوں کو پکارتے ہیں آؤ متفق و مجتمع ہو جاؤ، وہ امام جعفرؑ ہیں جن کا اپنے پروردگار، اس کی کتاب اور اس کے نبیؐ میں اختلاف نہیں ہے۔ وہ جتنے بھی اختلاف رکھتے ہوں، عنقریب جمع ہو کر رہیں گے۔ (۱۸۸)

۲۴۔ ڈاکٹر عبدالرحمن کیالی نے کہا ہے کہ امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ ایک نمونہ اور ایک کامل و جامع ہستی تھے۔ رسولؐ، ان کے اہل بیتؑ کے مجاہد، اپنی اولاد اور اپنے بعد کے آئمہ اہل بیتؑ کے لیے ایک مصطفیٰ و چنی ہوئی چمکنے والی روشنی کے مینار تھے۔ آپؑ اپنی ذات میں تمام کے تمام ظاہری و باطنی حقائق اسلام کی تصویر تھے (۱۸۹)

۲۵۔ خیر الدین زرکلی نے کہا ہے آپؑ تابعین میں سے جلیل ترین ہستی تھے اور علم میں مقام بلند کے حامل تھے۔ ایک جماعت نے آپؑ سے علم حاصل کیا ہے، جن میں دو آئمہ ابو حنیفہ و مالک ہیں۔ آپؑ کو صادق کا لقب اس لیے دیا گیا کہ آپؑ سے کبھی بھی کذب و جھوٹ پہچانا نہیں گیا۔ خلفائے بنی عباس کے ساتھ آپؑ کے کچھ واقعات ہیں۔ آپؑ ان کے خلاف بہت جری تھے اور حق کو وضاحت سے بیان فرماتے تھے۔ (۱۹۰)

باب ۷

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

مختصر تعارف:

آپؑ کے دادا: امام محمد باقر
 آپؑ کے والد گرامی: امام جعفر صادق علیہ السلام
 آپؑ کی والدہ: حمیدہ بنت صاعد مغربی
 آپؑ مقام ایواء: مکہ اور مدینے کے درمیان ایک جگہ..... اتوار کے دن، ۷ صفر ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔
 امام جعفر صادقؑ نے ان کے ولادت کے وقت ولیمہ کیا اور تین دن تک لوگوں کو کھانا کھلایا۔
 آپؑ کا حلیہ مبارک: آپؑ کا چمکیلا رنگ، مربع قامت تھی۔ گھنی ڈاڑھی رکھتے تھے۔
 آپؑ کی کنیت: ابوابراہیم، ابوعلی اور ابواسمعیل تھی۔
 آپؑ کے القاب: عبداللہ صالح، کاظم صابر، الصالح الامین، باب الحوائج، ذوقفس، ذکیہ، زین المجتہدین،
 الوفی، الزاہر، المامون، طیب، سید۔
 آپؑ کی انگوٹھی کا نقش: الملک اللہ وحدہ
 آپؑ کے صاحبزادے: علی الرضا، ابراہیم، عباس، قاسم، اسماعیل، ہارون، حسن، احمد، حمزہ، عبداللہ،
 اسحاق، عبید اللہ، زید، فضل اور سلیمان۔
 آپؑ کی صاحبزادیاں: فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ، رقیہ حکیم، ام ایہیا، رقیہ صغریٰ، کلثوم، مام جعفر لبانہ،
 زینب، خدیجہ، علیہ، آمنہ، حسنہ۔
 آپؑ کے شاعر: سید حمیری
 آپؑ کے دربان: محمد بن مفضل
 آپؑ کے زمانے کے بادشاہ: منصور، محمد مہدی، موسیٰ ہادی، ہارون الرشید۔
 آپؑ نے اپنی زندگی کا ایک حصہ قید خانوں کی تاریکیوں میں گزارا۔ آپؑ کو مہدی عباسی نے قید کیا، بعد
 میں چھوڑ دیا۔ ہارون رشید نے آپؑ کو بصرے میں عیسیٰ بن جعفر کے یہاں قید رکھا، وہاں سے بغداد میں فضل بن
 ربیع کے پاس قید کیا، پھر فضل بن یحییٰ کے پاس اور پھر سندی بن شاہک کے پاس قید رکھا۔ (۱)
 آپؑ کی شہادت: ہارون رشید کی طرف سے بھیجے ہوئے زہر سے جمعہ ۲۵ رجب ۱۸۲ھ کو شہید ہوئے۔

آپؐ کی امامت کی مدت: ۳۵ سال

آپؐ کی قبر: آپؐ کرخ کی جانب مقابر قریش میں دفن ہوئے۔ آج آپؐ کا مزار مبارک بلندی اور نورانیت میں آسمان کا مقابل ہے۔ آپؐ کے مزار کے چوکھٹوں پر سونا تہہ بہ تہہ چڑھا ہوا۔ وہاں ساری دنیا کے مسلمانوں کا ہمہ وقت اژدھام رہتا ہے جو آپؐ کی ضریح اقدس کے گرد طواف کرتے ہیں۔

آپؐ کی خلافت کی نص

جس کا دعویٰ ہمارا غیر کرتا ہے وہ بات عجیب و غریب ہے کہ نبی کریمؐ فوت ہو گئے مگر اپنے بعد کسی کو وصی نہیں بنایا جو آپؐ کا قائم مقام ہو اور آپؐ کی جگہ پر کرے۔ یعنی آپؐ اپنے بعد امت کو بغیر کسی امام کے چھوڑ گئے جو امت کے معاملات کا انتظام کرے، اس کے انتشار کو دور کرے، گمراہ کو ہدایت کرے، حدود الہی کو قائم کرے، اس کی کجی کو دور کرے اور سنن اور طریق کو واضح کرے۔

مگر امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اپنی زندگی میں آپؐ مدینے سے کہیں جاتے وقت کسی نہ کسی کو ضرور اپنا جانشین بناتے۔ جب لشکر روانہ کرتے تو اس کا قائد مقرر فرماتے۔ بعض اوقات آپؐ نے ایک لشکر کے لیے ایک سے زیادہ سالار مقرر فرمائے۔ (۲)

افسوس اس بات کا ہے کہ جب ہم کسی شخص یا کسی گروہ کو اچھا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے لیے ایک سے ایک اچھے اعمال اختراع کرتے ہیں، ان کی طرف سے بڑے بڑے غدر پیش کرتے ہیں، ان کے اعمال کو صحیح بنانے کے لیے اسلام اور اس کی تعلیمات کے بارے میں خوب زور شور سے ذکر کرتے ہیں۔ کبھی ہم ان باتوں کی نسبت اللہ اور رسولؐ کی طرف دیتے ہیں کہ جن کے بارے میں کوئی حجت نازل نہیں ہوئی۔ یہ ساری کوشش اور سعی اس عمل کو درست ثابت کرنے کے لیے ہوتی ہے جو گذشتہ لوگوں سے سرزد ہوئے۔

اللہ سبحانہ، و تعالیٰ فرماتا ہے۔

”والحق الحق ان یتبع“

زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔

اگر لوگ امام امیر المؤمنین علیہ السلام سے انصاف کرتے تو دوسری بہت سی نصوص کو چھوڑ کے صرف غدیر کی نص ان کے لیے کافی ہوتی۔ غدیر کے دن کی بیعت کو اکثر مسلمانوں نے دیکھا تھا۔ ان مراسم کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، جن کو اس دن رسول اعظمؐ نے جاری فرمایا اور پھر جو کچھ اس سلسلے میں قرآن کریم میں نازل

ہوا۔

وفات رسولؐ کے بعد امت کا اس دن کو بھول جانا عجیب سی بات ہے۔

مگر ہوا یہی۔ حالانکہ عہد کا وقت قریب تھا۔ رسولؐ ابھی دفن نہیں ہوئے تھے اور سب گواہ بھی موجود تھے۔ یہ گفتگو بہت طویل ہے اور اتنی ہی دردناک بھی کیونکہ مسلمانوں کے سر پر جو کچھ آیا وہ یہیں سے آیا، ان میں جو افتراق اور فرقہ بندی ہوئی وہ اسی اختلاف کی وجہ سے۔

امام امیر المومنینؑ اکیلے ہی رسولؐ کی طرف سے خلافت کے لیے منصوص علیہ ہیں۔ اس طرح ان کی اولاد علیہم السلام والصلوٰۃ (۳)۔ آئمہ علیہم السلام میں سے بعض نے دوسرے بعض پر نص کی ہے سابق نے اس پر نص کی جو لاحق ہو باپ نے بیٹے پر نص کی تاکہ حجت کو قائم کرے اور امت کے عذر کو دور کرے۔

اس باب میں ہم بعض وہ نصوص پیش کرتے ہیں جو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے لیے ان کے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے آئی ہیں۔

۱۔ محمد بن ولید کہتا ہے کہ میں نے علی بن جعفر بن محمد صادق سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد جعفر بن محمدؑ کو اپنے خواص اور اصحاب کی ایک جماعت سے یہ کہتے سنا کہ میرے بیٹے موسیٰ کے لیے خیر کی وصیت کرو کیونکہ وہ میری اولاد میں سب افضل۔ اس کو میں اپنے بعد اپنا خلیفہ مقرر کئے جا رہا ہوں۔ وہی میرا قائم مقام ہے اور میرے بعد اس کی ساری مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ (۴)

عیسیٰ بن عبد اللہ بن عمر بن علی بن ابی طالب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ اگر کچھ ہو گیا، اور خدا مجھے وہ کچھ نہ دکھائے تو میں کس کو امام سمجھوں، تو آپؑ نے اپنے ہاتھ سے موسیٰ کی طرف اشارہ کیا۔

اس نے آپؑ سے سوال کیا کہ اگر موسیٰ کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو پھر کس کو امام مانوں؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے بیٹے کو۔ (۵)

۳۔ فیض بن مختار کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہؑ سے عرض کیا کہ جہنم کی آگ سے میرا ہاتھ پکڑیں، آپؑ کے بعد ہمارے لیے کون ہے؟ اتنے میں ابوابراہیم داخل ہوئے اور وہ اس وقت نوخیز تھے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ تمہارے صاحب ہیں۔ ان سے تمسک کرو۔ (۶)

نصر بن قاموس کے واسطے سے ابو عبد اللہؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: موسیٰ بن جعفرؑ میرا بیٹا میرے بعد امام ہے۔ (۷)

۵۔ سلیمان بن خالد کہتا ہے کہ ابو عبد اللہؑ نے ایک دن ابوالحسنؑ (موسیٰ) کو بلایا۔ ہم لوگ آپؑ کے پاس حاضر تھے۔ ہم سے فرمایا: تم پر لازم ہے اس کا دامن پکڑنا، یہی خدا کی قسم تمہارا میرے بعد صاحب ہے۔ (۸)

آپؐ کی عبادت

جب بھی آئمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی کا ذکر ہوتا ہے تو ذہن میں بہت ہی زیادہ علم، مسلسل عبادت، بے شمار اور ادو وظائف، صدقات کثیرہ، اخلاق عالیہ، آداب رفیعہ، جو برائی کرے اس سے حلم و بردباری اور جو گناہ کرے اس سے چشم پوشی کی تصویر ابھرتی ہے۔ یہ حضرات اور مکارم اخلاق و اعمال لازم و ملزوم ہیں۔ گویا رفعت اور بلندی وہ لباس ہے جو آپ حضرات ہی کے لیے سلا ہے اور وہ اس کو زیب تن کئے ہوئے ہیں۔

ان صفحات میں امام موسیٰ بن جعفر کی عبادت کا ذکر ہے جس کے گواہ آپ کے القاب ہیں زین المجتہدین، عبد صالح، نفس ذکیہ، صابر اور دیگر القابات جو آپ کی صفات مقدسہ اور آپ کی ایک دوسرے سے متصل عبادات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

تاریخ میں کوئی قیدی سوائے موسیٰ بن جعفر کے نہیں ملتا جو قید خانے کی تنگ چہار دیواری کے درمیان اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ادا کرتا ہے کہ قید میں آ کر اس کو عبادت کے لیے فارغ ہونے کی نعمت عطا ہوئی۔ آپ ہی ہیں کہ اس قید کو نعمت سمجھ کر اس پر شکر کرنا واجب اور ضروری خیال کیا۔

ابن صباغ مالکی کہتا ہے کہ قید خانے میں جو جاسوس آپ پر متعین تھے ان کے ذریعے عیسیٰ بن جعفر کو یہ اطلاع پہنچی کہ انہوں نے آپ کو یہ دعا کرتے سنا۔

”اللهم انک تعلم انی کنت اسئلك ان تفرغنی لعبادتک وقد فعلت فلك

الحمد“ (۹)

آپ کی عبادت کے سلسلے میں چند واقعات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ہمارے علماء سے روایت ہے کہ آپ مسجد نبوی میں آئے، آپ نے ابتدائے شب سے سجدہ کیا اور سنا گیا کہ آپ سجدہ میں کہہ رہے تھے۔

”عظم الذنب عندی فلیحسن العفو عندک یا اہل التقویٰ و یا اہل المغفرۃ“

مجھ سے عظیم لغزش ہوئی ہے۔ تو اپنی طرف سے اچھی عفو و بخشش کر دے، اے اہل تقویٰ اور اے اہل مغفرت۔ آپ یہ بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی (۱۰)

۲۔ امام ابو حنیفہ، ابو عبد اللہ کی بارگاہ میں داخل ہوئے اور کہا کہ میں نے آپ کے بیٹے موسیٰ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ جب کہ لوگ ان کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ ابو عبد اللہ نے اپنے فرزند کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آپ نے اس سلسلے میں بات کی۔ انہوں نے کہا جی ہاں، بابا جان! بے شک وہ ذات جس کے لیے میں نماز

پڑھ رہا تھا وہ ان لوگوں کی نسبت مجھ سے زیادہ قریب تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَمَنْ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ“

ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

ابو عبد اللہ نے یہ سن کر ان کو اپنے سینے سے لگایا اور پھر فرمایا:

میرے ماں باپ تیرے صدقے، اے وہ کہ اسرار (الہی) جس کے سپرد کئے گئے ہیں (۱۱)

آپؐ نماز شب (تہجد) پڑھتے اور ان کو نماز صبح کے ساتھ ملا دیتے۔ پھر تعقیبات پڑھتے رہتے، یہاں تک کہ سورج نکل آتا۔ پھر آپؐ اللہ کے سامنے سجدے میں گر جاتے اور دعا اور حمد و ثنا کرتے کرتے سر نہ اٹھاتے، جب تک سورج کے زوال کا وقت قریب نہ ہوتا۔ آپؐ بہت دعائیں کرتے اور کہتے:

”اللهم انی اسئلك الرحمة عند الموت والعفو عند الحساب“

خدا یا! میں تجھ سے موت کے وقت راحت و آرام اور حساب کتاب کے وقت عفو و بخشش کا سوال کرتا

ہوں۔ اس کو بار بار دہراتے رہتے (۱۲)

۴۔ ہشام بن احمد کہتا ہے کہ میں ابو الحسنؑ (موسیٰ) کے ساتھ مدینہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا۔ اچانک آپؐ نے اپنا پاؤں اپنی سواری سے نکالا اور سجدے میں گر پڑے۔ سجدے کو طول دیا۔ آپؐ نے فرمایا: ابھی سواری پر بیٹھے ہی مجھے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ایک نعمت یاد آگئی تو میں نے چاہا کہ اپنے پروردگار کا شکر ادا کروں۔ (۱۳)

۵۔ آپؐ خوف خدا سے اتنا روتے کہ آپؐ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی (۱۴)

۶۔ کثرت سجد کی وجہ سے آپؐ کا ایک غلام آپؐ کی پیشانی سے گوشت کا ٹٹا تھا۔ ایک شاعر نے اس نکتے کو اپنے اشعار میں اس طرح نظم کیا۔

طالت طول سجود منه ثفتة

فقرحت جبهه منه و عرنینا

رای فراغتہ فی السجن منیة

ونعبته شکر الباری بها حینا (۱۵)

آپؐ کے طویل سجدوں کی وجہ سے آپؐ کے گھٹے پڑ گئے۔ جس سے آپؐ کی پیشانی اور ناک کی بینی زخمی ہو گئی۔ آپؐ نے قید میں اپنی فراغت کو اپنی آرزو سمجھا اور ایک ایسی نعمت سمجھا جس کا باری تعالیٰ کا شکر ایک عرصے تک بجالاتے رہے۔

۷۔ علی بن جعفر کا کہنا ہے کہ ہم لوگ میرے بھائی موسیٰ بن جعفر کے ساتھ چار مرتبہ عمرے کے سفر کے لیے نکلے۔ آپ اس کے لیے اپنے اہل و عیال کے ساتھ پیادہ سفر کرتے تھے۔ ان میں سے ایک میں آپ ۲۶ دن، دوسرے میں ۲۵ دن، تیسرے سفر میں ۲۴ دن اور چوتھے سفر میں ۲۱ دن، آپ پیدل چلتے رہے (۱۶)

۸۔ آپ قرآن مجید بہت اچھی آواز میں تلاوت فرماتے۔ قرآن پڑھتے وقت آپ پر حزن و ملال طاری ہو جاتا۔ سننے والے آپ کی تلاوت سن کر رونے لگتے۔ آپ خود خوف خدا سے اتنا روتے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ (۱۷)

۹۔ ابراہیم بن ابوالبلاد کا کہنا ہے کہ مجھ سے ابو الحسن نے فرمایا کہ میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے پانچ ہزار مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (۱۸)

۱۰۔ موسیٰ بن جعفر دس سال سے اوپر روزانہ سورج کے سفید ہونے سے لے کر زوال تک ایک طولانی سجدہ کرتے رہے۔ (۱۹)

۱۱۔ ہارون رشید قید خانے میں جھانک کر دیکھتا جہاں آپ کو قید کیا ہوا تھا۔ آپ سجدے میں ہوتے۔ ربیع سے کہتا کہ یہ کیسا کپڑا ہے جس کو میں ہر روز اسی جگہ دیکھتا ہوں۔ ربیع نے بتایا کہ یہ کپڑا نہیں پڑا ہے بلکہ موسیٰ بن جعفر سجدے کی حالت میں ہیں۔ وہ ہر روز اسی طرح سورج کے طلوع سے لیکر زوال تک سجدے میں رہتے ہیں۔ ہارون کہنے لگا کہ یہ شخص بنی ہاشم کے راہبوں اور عبادت گزاروں میں سے ہے۔ (۲۰)

۱۲۔ فضل بن ربیع نے عبد اللہ قزوینی سے کہا کہ جب امام میرے پاس قید میں تھے، میں دن رات ان کے حالات کی جستجو میں رہتا۔ میں نے ہمیشہ انہیں اس حال میں دیکھا جو میں تجھ سے بیان کر رہا ہوں۔ وہ صبح کی نماز کے بعد ایک گھنٹہ تعقیبات پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سورج نکل آتا ہے وہ پھر سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ پھر اس قدر طول دیتے ہیں کہ زوال کا وقت آ جاتا ہے۔

انہوں نے کسی سے کہہ رکھا ہے کہ آپ کو زوال کی خبر دے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ لڑکا ان کو کب بتاتا ہے کہ زوال کا وقت ہو گیا۔ وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور تجدید وضو کئے بغیر نماز شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ آپ سجدے کے دوران سوئے نہیں اور نہ ہی اونگھ آئی۔ اس حالت میں نماز عصر سے فارغ ہوتے ہیں نماز عصر کے بعد پھر سجدے میں چلے جاتے ہیں اور مسلسل سجدے میں رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جاتا ہے۔ پھر سجدے سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور نماز مغرب ادا کرتے ہیں۔ نماز و تعقیبات میں مشغول رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز عشاء پڑھنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نماز عشاء پڑھ کر ان بھونی ہوئی چیزوں سے افطار کرتے ہیں جو ان کے لیے لائی جاتی ہیں۔ پھر تجدید وضو کر کے سجدے میں چلے جاتے ہیں اس سے سراٹھاتے ہیں اور پھر کچھ دیر کے لیے سو جاتے ہیں۔ اٹھ کر تجدید وضو کرتے ہیں اور کھڑے ہو کر رات کی تاریکی میں مسلسل

نماز پڑھتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جاتی ہے۔ میں نہیں جانتا وہ لڑکا کب کہتا ہے کہ طلوع فجر ہوئی وہ نماز صبح کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

جب سے وہ میرے یہاں منتقل ہوئے ہیں ان کا روزمرہ کا یہ معمول ہے۔

عبداللہ قزوینی نے فضل بن ربیع سے یہ سن کر کہا: خدا سے ڈرو اور ان کے معاملے میں کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے تمہاری نعمت میں زوال آجائے۔ تم یہ تو جانتے ہو کسی نے بھی ان میں سے کسی (امام) کے ساتھ برائی نہیں کی مگر یہ کہ اس کی نعمت اس سے زائل ہو گئی۔

فضل کہنے لگا کہ ان لوگوں نے کئی مرتبہ مجھے پیغام بھیجا جس میں مجھے حکم دیا گیا تھا کہ ان کو قتل کر دوں میں نے اس حکم کو قبول نہیں کیا۔ ان کو یقین دلادیا ہے کہ وہ خواہ مجھے خود قتل کرنے پر آمادہ ہو جائیں لیکن میں ان کو قتل نہیں کروں گا اور کسی صورت میں اس فرمائش اور ان کی اس خواہش پر عمل درآمد نہیں کروں گا (۲۱)

۱۳۔ سندی کی بہن کہتی ہے کہ جب امام اس کے بھائی کے گھر قید تھے۔ آپ نماز عشاء پڑھتے اور اللہ کی حمد و ثنا کرتے اور اس کی مجد و بزرگی بیان کرتے، دعائیں کرتے رہتے، یہاں تک کہ رات ڈھل جاتی۔ آپ دوبارہ کھڑے ہو کر نماز شروع کرتے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ پھر کچھ دیر آپ ذکر کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ سورج نکل آتا۔ آپ روشنی کے پھیلنے تک بیٹھے رہتے، پھر اٹھتے اور مسواک کر کے کچھ کھانا کھاتے۔ پھر آپ زوال سے پہلے تک کے لیے لیٹ جاتے، اٹھتے اور وضو کر کے نماز پڑھتے رہتے، یہاں تک کہ عصر کی نماز سے فارغ ہوتے، قبلہ رخ بیٹھ کر ذکر کرتے رہتے، یہاں تک کہ مغرب کی نماز پڑھتے، پھر عشاء تک نمازیں پڑھتے رہتے۔ یہ آپ کا طریقہ تھا۔

سندی کی بہن جب آپ کی طرف دیکھتی تو کہتی:

”وہ قوم اللہ کی رحمت سے مایوس ہے جو اس شخص کو ستائے اور دق کرے“

آپ کی سیرت کا ایک گوشہ

امام موسیٰ کاظم کی سیرت کے چند پہلو قارئین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ کی بے مثال خوبیوں اور اخلاق حمیدہ پر نظر کرنے اور آپ کی نورانی سیرت کی رہنمائی میں زندگی گزارنے اور آپ کے خلق کریم کو اپنانے کے آج ہم کس قدر محتاج ہیں کہ اس وسیلے سے خیر و سعادت کے مستحق بن سکیں جس کی ہم آرزو کرتے ہیں۔ یہی وہ ذریعہ ہے کہ ہم اپنے عظیم ماضی کو لوٹا سکیں۔

آپ کی سیرت کے سلسلے میں کچھ روایات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ مدینے میں ایک شخص حضرت ابوالحسن موسیٰ کو اذیت دیا کرتا تھا۔ جب آپ کو دیکھتا آپ کو سب

کرتا اور حضرت علیؑ پر شتم کرتا۔ اس صورت حال پر آپؐ کے اصحاب نے آپؐ سے کہا کہ اگر آپؐ اجازت دیں تو اس فاجر کو ہم قتل کر دیں۔ آپؐ نے سختی سے منع کر دیا۔ آپؐ نے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ اپنے کھیتوں پر گیا ہوا ہے۔ آپؐ اس طرف روانہ ہوئے اور اپنے گدھے پر سوار اس کے کھیت میں داخل ہو گئے وہ یہ دیکھ کر چیخنے لگا کہ میرے کھیت کو اس طرح نہ روندو۔ مگر ابوالحسنؑ اسی طرح گزرتے ہوئے اس کے قریب پہنچے اور سواری سے اتر کر اس کے پاس بیٹھ گئے، اس سے کشادہ روئی سے ہنس کر باتیں کرتے رہے۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تو نے اس کھیت پر کتنا خرچ کیا ہے؟ کہنے لگا۔

ایک سو دینار!

آپؐ نے پوچھا:

”اس سے آمدنی کی تجھ کو کتنی امید ہے؟“

کہنے لگا: ”میں غیب داں نہیں“

آپؐ نے فرمایا: ”میں نے پوچھا تھا کہ تجھے کتنی امید ہے اس کھیت سے کمانے کی؟“

کہنے لگا: ”میں اس سے دو سو دینار کی امید رکھتا ہوں۔“

ابوالحسنؑ نے ایک تھیلی نکالی جس میں تین سو دینار تھے اور فرمایا کہ تیرا یہ کھیت اپنی حالت پر برقرار ہے۔ خدا تجھ کو وہ رزق دے جس کی تو امید رکھتا ہے۔ اس نے اٹھ کر آپؐ کے سر کا بوسہ لیا اور آپؐ سے التجا کی جو کچھ وہ زیادتی کرتا رہا ہے۔ اس سے درگزر کریں۔ آپؐ اس کو دیکھ کر مسکرائے اور وہاں سے اٹھ آئے۔

مسجد کی طرف جب گئے تو وہاں اس شخص کو بیٹھا پایا۔ آپؐ کو دیکھ کر کہنے لگا کہ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھ رہا ہے۔ اس کے ساتھی یہ سن کر اس کے پیچھے پڑ گئے کہ تو ان کے بارے میں اس کے برعکس کہا کرتا تھا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ جو کچھ میں نے اب کہا ہے وہ بھی تم نے سن لیا۔ یہ کہہ کر ابوالحسنؑ کو دعائیں دینے لگا اس کے ساتھی اس سے جھگڑتے رہے، مگر یہ شخص اپنی بات کو دہراتا رہا۔

ابوالحسنؑ اپنے گھر آئے تو اپنے اصحاب سے جنہوں نے اس شخص کے قتل کا مشورہ دیا تھا کہا کہ تم نے دیکھا کس طرح میں نے اس کی حالت کی اصلاح کر دی اور خود اس کے شر سے بچ گیا؟ (۲۲)

۲۔ آپؐ اہل سواد میں سے ایک بد صورت شخص کے پاس سے گزرے تو اس کو سلام کیا، سواری سے اتر آئے اور دیر تک اس سے باتیں کرتے رہے۔ پھر اس سے پوچھا کہ کوئی ضرورت ہو تو بتائیے۔ تاکہ آپؐ اس کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

لوگوں نے آپؐ سے پوچھا کہ اے فرزند رسول اللہؐ! آپؐ اس شخص کے یہاں جاتے ہیں۔ پھر اس سے اس کی احتیاجات کے بارے میں سوال کرتے ہیں، حالانکہ اس کے برعکس ہونا چاہیے کہ وہ آپؐ کے پاس آئے

اور اپنی ضرورت بیان کرے۔

آپؐ نے فرمایا: وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے کتاب اللہ کے مطابق ہمارا بھائی ہے، اللہ کے شہروں میں ہمسایہ ہے ہم کو اور اس کو بہترین باپ آدمؑ نے اور سب افضل دین اسلام نے یکجا کر دیا ہے۔ شاید زمانہ ایک وقت ہم کو اس کا محتاج کر دے اور اس پر تکبر کرنے کے بعد اس کے سامنے عاجزی کرتا ہوا دیکھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

نواصل من لا يستحق وصالنا
محافہ ان نبی بغیر صدیق (۲۳)

ترجمہ:

ہم اس سے وصل کرتے ہیں جو وصل و پیوند کاری کا مستحق نہیں، اس خوف سے کہ کہیں ہم بے دوست کے نہ رہ جائیں۔

۳۔ ہارون رشید نے حج کیا تو قبر نبیؐ پر زیارت کے لیے آیا۔ اس کے چاروں طرف قریش تھے اور دوسرے قبائل کے سردار بھی تھے۔ وہاں موسیٰ بن جعفر بھی تھے۔

جب ہارون رشید قبر رسولؐ پر پہنچا تو کہنے لگا۔

آپؐ پر سلام ہو، اے رسول اللہؐ، اے میرے چچا کے بیٹے!

اور یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کی طرف فخر سے دیکھا۔

حضرت موسیٰ بن جعفر بھی قبر مبارک کی طرف بڑھے اور عرض کیا:

السلام عليك يا اباہ

اے بابا جان! میرا سلام

ہارون کا چہرہ سن کر متغیر ہوا۔ کہنے لگا: اے ابوالحسن! حقیقت میں فخر کی یہی بات ہے (۲۴)

۴۔ آپؐ نے ایک ہزار غلام آزاد کئے۔ (۲۵)

۵۔ حسن بن علی بن حمزہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے ابوالحسنؑ کو دیکھا

کہ وہ زمینوں میں کام کر رہے تھے اور پسینے میں شرابور تھے۔ میں نے عرض کیا: میں آپؐ پر قربان ہو جاؤں، کام

کرنے والے لوگ کہاں ہیں؟ فرمایا: اے علی! اس شخص نے زمینوں میں کام کیا ہے جو مجھ سے اور میرے باپ

سے بہتر تھا۔ میں نے عرض کیا وہ کون تھا؟ آپؐ نے فرمایا: رسول اللہؐ اور امیر المومنین۔ میرے سب آباؤ اجداد

اپنے ہاتھوں سے کام کیا کرتے تھے، یہ انبیاء المرسلین، اوصیاء اور صالحین کا عمل ہے۔ (۲۶)

۲۔ معتب سے روایت ہے کہ ابوالحسنؑ ہم کو حکم دیا کرتے تھے کہ جب پھل پک جائے تو ہم اس کو

نکال کر فروخت کریں اور مسلمانوں کے لیے روزانہ خرید بھی کریں۔ (۲۷)

یحییٰ بن خالد نے اپنے کسی قابل اعتماد آدمی سے آل ابوطالب میں سے ایسے شخص کی تفتیش کی جو خوشحال نہ ہو۔ وہ ایسے ضرورت مند شخص کے ذریعے حضرت موسیٰ کاظمؑ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا جو اس کا قرابت دار بھی ہو۔

اس کو علی بن اسماعیل بن جعفر بن محمد کا نام بتایا گیا۔ یحییٰ بن خالد نے اس کے پاس خوب مال بھیجا۔ حضرت موسیٰ کاظمؑ اس سے صلہ رحمی کرتے اور بعض اوقات اپنے ذاتی معاملات پر بھی اس سے گفتگو کرتے۔ یحییٰ نے خط لکھا کہ اس کو بغداد روانہ کیا جائے۔

حضرت موسیٰ کو اندازہ ہوا تو آپؑ نے اس کو بلا بھیجا۔ پوچھا: کہاں کا قصد ہے۔ کہا کہ بغداد جا رہا ہوں۔ پوچھا وہاں جا کر کیا کرو گے؟ وہ کہنے لگا مجھ پر کچھ قرض ہے اور قرض خواہ مجھ سے اصرار کر رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا، تم سے نیکی سے پیش آؤں گا اور احسان کروں گا۔ مگر اس نے آپؑ کی باد نہ مانی۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: اے میرے بھتیجے! میری اولاد کو یتیم نہ کرو۔ آپؑ نے اس کے لیے تین سو دینار اور چار ہزار درہم منگوائے۔ جب وہ آپؑ کے سامنے سے اٹھ کر جانے لگا تو ابوالحسنؑ حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگے خدا کی قسم! یہ میرا خون بہانے میں ضرور سعی کرے گا اور میری اولاد کو یتیم کرے گا۔

لوگوں نے عرض کیا: خدا ہم کو آپؑ پر قربان کرے۔ آپؑ اس کا یہ کردار جانتے ہوئے بھی اسے روپیہ دیتے اور اس سے صلہ رحمی کرتے ہیں آپؑ نے فرمایا مجھ سے میری والد نے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے رسول اللہؐ سے حدیث بیان کی ہے کہ رحم جب منقطع ہو جائے تو اس کو وصل کیا جائے اور پھر وہ منقطع ہو جائے تو خدا اس کو منقطع کر دیتا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ اس کو وصل کر دوں، اس کے بعد کہ اس (بھتیجے) نے قطع کر دیا ہے تاکہ جب وہ قطع کرے تو خدا بھی اس کو قطع کر دے۔

چنانچہ علی بن اسماعیل یحییٰ بن خالد کے پاس پہنچ گیا جہاں اس نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے حالات پوچھے اور ہارون تک پہنچائے۔ اس میں کچھ مبالغہ آرائی سے بھی کام لیا۔

علی کو لے کر ہارون رشید کے پاس گیا جہاں اس کے چچا کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے خوب چغل خوری کی اور بہتان تراشی کی۔

ہارون سے اس نے کہا:

مشرق و مغرب سے حضرت امام جعفرؑ کے پاس اموال لائے جاتے ہیں۔ جس سے انہوں نے ۳۰ ہزار

دینار میں ”یسریا“ نام کی جاگیر خریدی ہے۔ زمین کے مالک نے وہ سکہ لینے سے انکار کیا جو آپؐ نے پیش کیا تھا۔ پھر آپؐ نے تیس ہزار وہی مخصوص سکے ادا کئے جو اس نے مانگے تھے۔

ہارون رشید نے کہا: علی بن اسماعیل کو اس خبر رسانی کے عوض جس علاقے سے یہ پسند کرے وہاں سے دو لاکھ درہم دیئے جائیں۔ اس نے مشرق کے بعض علاقوں کا انتخاب کیا۔ اس کے کارندے وہاں سے مال وصول کرنے کے لیے گئے اور وہ ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگا اسی دوران اس کو شدید درد کے ساتھ اسہال شروع ہوئے۔ بیت الخلاء گیا تو اس کی انتڑیاں باہر آ گئیں اور وہ گر پڑا۔ لوگوں نے پوری کوشش کی کہ انتڑیوں کو واپس شکم میں لوٹا دیں لیکن یہ ممکن نہیں ہوا۔

جب مال اس کے پاس سے وصول ہو کر آیا تو وہ نزع کی حالت میں تھا۔ کہنے لگا اب میں اس مال کا کیا کروں گا۔ میں تو مر رہا ہوں۔

چنانچہ وہ مال ہارون رشید کے خزانے میں جمع کر دیا گیا اور علی بن اسماعیل کو دنیا اور آخرت دونوں کا خسار نصیب ہوا۔ (۲۸)

عطیات و صدقات

معاشرے کے تمام طبقات خصوصاً ضعیف اور محروم و مجبور لوگوں پر اپنے فضل و عطیات کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی خصوصیت میں سے ہے۔ رات کو ان کے گھروں پر خورد و نوش اور نقدی لے جا کر پہنچانا ان کا معمول تھا۔ جن کے یہاں یہ سب کچھ پہنچایا جاتا۔ ان کو اس کی خبر نہ ہوتی کہ میرا محسن کون ہے۔

مورخین نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سیرت میں بھی ذکر کیا ہے کہ آپؑ رات کی تاریکی میں مدینے کے محروم اور مستضعف لوگوں کو دیکھ بھال کرتے اور ان کے پاس سونا، چاندی، آٹا اور کھجوریں پہنچاتے، مگر ان کو خبر نہ ہوتی کہ یہ سب کچھ کہاں سے آتا ہے۔ (۲۹)

اس سلسلے کے بعض واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ابن صباغ مالکی کہتا ہے کہ موسیٰ کاظمؑ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ عالم، زیادہ سخی و جواد اور زیادہ کریم النفس تھے۔ مدینہ کے غرباء کی دیکھ بھال کرتے، ان کے گھروں پر درہم و دینار اور دوسری ضروریات لے جاتے، مگر ان کو پتہ نہ چلتا کہ یہ چیزیں ان کو کون دے جاتا ہے۔ اس کا علم ان کو آپؑ کی وفات کے بعد ہی ہوسکا۔ (۳۰)

۲۔ خطیب اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ آپؑ سخی و کریم تھے۔ آپؑ کو کسی شخص کے متعلق معلوم ہوتا کہ

وہ آپؐ کو اذیت دیتا ہے تو آپؐ اس کو ایک ہزار دینار کی تھیلی بھیجتے۔

آپؐ کی تھیلیاں تین سودینار، چار سودینار، اور دو سودینار کی ہوتیں جو آپؐ مدینے میں تقسیم کرتے موسیٰ بن جعفرؑ کی تھیلیاں ضرب المثل تھیں۔ جن کے پاس آپؐ کی تھیلی آتی اس کی محتاجی دور ہو جاتی اور وہ مستغنی ہو جاتا۔ (۳۱)

۳۔ محمد بن عبد اللہ الکبریٰ کہتا ہے کہ میں مدینہ قرض لینے آیا مگر ناکام رہا۔ میں نے سوچا کیوں نہ ابوالحسن موسیٰ کے پاس چلوں اور ان سے اپنی ضرورت بیان کروں۔ چنانچہ میں آپؐ کی ایک جاگیر میں آیا اور آپؐ سے سارا معاملہ بیان کیا۔ آپؐ گھر میں گئے اور کچھ ہی دیر میں باہر آئے۔ غلام سے فرمایا جاؤ۔ پھر مجھے ایک تھیلی اٹھا کر دی جس میں تین سودینار تھے۔ پھر آپؐ اندر چلے گئے میں بھی اپنی سواری پر واپس آ گیا۔ (۳۲)

۴۔ عیسیٰ بن محمد مغیث قرطبی کہتا ہے کہ میں نے جوانیہ کی ایک جگہ ایک کنوئیں کے قریب جس کو ’ام عظام‘ کہا جاتا تھا تر بوز، لکڑی اور کدو کی زراعت کی۔ جب خیر و برکت کا وقت آیا تو ٹڈی دل نے حملہ کیا اور ساری زراعت خاک میں ملا دی۔ میں نے اس کھیتی پر اور آبپاشی کے لیے دو اونٹوں پر ایک سو بیس دینار خرچ کئے تھے۔ اب میں پریشان حال بیٹھا تھا۔ اچانک موسیٰ بن جعفرؑ آتے دکھائی دیئے۔ قریب آئے تو سلام کیا اور میرا حال پوچھا۔ میں نے جواب میں کہا کہ ٹڈی دل کے اس حملے نے مجھے فقیر اور مسکین بنا ڈالا ہے۔ میری ساری کھیتی باڑی کھا گئی ہیں۔ آپؐ نے دریافت کیا کہ تیرا اس پر کتنا خرچ آیا تھا۔ میں نے عرض کیا دو اونٹوں کو ملا کر ایک سو بیس دینار۔

آپؐ نے فرمایا اے عرفہ! ابوالمغیث کے لیے ایک سو پچاس دینار گنو۔ تمہارا منافع اس میں تیس دینار اور دو اونٹ ہوئے۔

میں نے عرض کیا اے بابرکت ہستی! آپؐ اس کھیت میں تشریف لے چلیں اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائیں آپؐ تشریف لے گئے اور دعا فرمائی۔ پھر مجھ سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کی۔ آپؐ نے فرمایا:

تمسکوا ببقایا البصائب

باقی ماندہ مصائب سے تمسک کرو!

میں نے ان دو اونٹوں کو اس کھیت پر لگا دیا اور اس کو خوب سیراب کیا۔ خدا نے اس میں برکت دی۔ اس میں خوب افراط غلہ اگا جو میں نے دس ہزار میں فروخت کیا۔ (۳۳)

۵۔ آپؐ سودینار سے لے کر تین سودینار تک صلہ رحمی فرماتے۔ (۳۴)

۶۔ آپؐ کی خدمت میں ایک غریب آدمی آیا اور سوال کیا۔ آپؐ نے اس کو ایک ہزار دینار

دیئے۔ (۳۵)

۷۔ ایک حبشی غلام نے ایک قسم کا حلوہ اور لکڑی کا ایک گٹھ آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ آپ نے وہ غلام اس جاگیر کے ساتھ جس میں وہ کام کرتا تھا، اس کے مالک سے خرید لیا، اس غلام کو آزاد کیا وہ جاگیر اس کو بخش دی۔ (۳۲)

آپؐ کی وصیتیں

حدیث اور حالات زندگی کی کتابوں میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اپنی اولاد اور بعض شیعوں کے لیے بہت سی وصیتیں موجود ہیں۔ یہ نفیس ترین میراث اسلامی ہیں جو ہمیشہ تازہ رہیں گی۔ ان میں اخلاق، مواعظ و آداب اور مختلف قسم کے معارف درج ہیں جن کے زمانے میں مسلمان بے انتہا ضرورت مند ہیں۔ ان کے ذریعہ اور ان ہدایات کی زہری میں مسلمان اپنا عظیم ماضی لوٹا سکتے ہیں اور اپنی عظمت بحال کر سکتے ہیں۔

یہاں آپؐ کی وصیتوں میں سے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آپؐ کی اپنے ایک صاحبزادے کو وصیت:

اے فرزند! اس سے بچو کہ خدام کو اس معصیت میں دیکھے جس سے اس نے تم کو منع کیا ہے اور اس سے بچو کہ خدام کو اس اطاعت میں تیرا نفس کوتاہی نہ کرے کیونکہ اللہ کی عبادت جو عبادت کا حق ہے۔ اس طرح نہیں ہو سکتی۔

مزاح اور تمسخر سے بچو وہ تمہارے ایمان کے نور کو ختم کر دے گا اور تمہاری مروت میں کمی کر دے گا۔ کبیدہ خاطر ہونے اور سستی سے بچو۔ یہ دونوں تمہاری دنیا اور آخرت کے حصے میں رکاوٹ بنیں گے۔ (۳۷)

۲۔ ہشام بن حکم کو عقل و اخلاق کے بارے میں وصیت ہے جس کا کچھ حصہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

اے ہشام! خداوند تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسلؑ کو اپنے بندوں کی طرف اس لیے بھیجا کہ وہ اللہ کی معرفت حاصل کریں۔ چنانچہ ان کی دعوت کو بہتر طور سے انہوں نے قبول کیا جن کو اللہ کی زیادہ معرفت تھی۔ اللہ کے امر و حکم کو زیادہ بہتر طریقے سے جاننے والے وہی تھے جن میں عقل و فہم بہتر تھی۔ جو بہتر فہم و عقل رکھتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں زیادہ بلند درجہ رکھتے ہیں۔

اے ہشام! کوئی بندہ ایسا نہیں جس کی پیشانی ایک فرشتہ نہ پکڑے رہتا ہو وہ بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ اس کو بلند کرتا ہے اور وہ بندہ جب اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے تو خدا اس کو پست کر دیتا ہے۔

اے ہشام! لوگوں پر اللہ کی طرف سے دو محبتیں ہیں، ایک محبت ظاہری اور ایک حجت باطنی۔ حجت ظاہری

رسولؐ، انبیاء اور آئمہ علیہم السلام ہیں۔

حجت باطنی: عقول ہیں۔

اے ہشام! عاقل وہ ہے جس کو حلال اس کے شکر سے مشغول نہیں رکھتا اور حرام اس کے صبر پر غالب نہیں آتا۔
اے ہشام: جو شخص تین چیزوں کو تین پر مسلط کر دے گویا اس نے اپنی عقل کو ماؤف کرنے میں خواہش کی مدد کی ہے۔

الف: جس نے اپنی طویل امید باندھ کر اپنے تفکر کی روشنی کو بجھا دیا ہو۔

ب: اپنی فضول گفتگو سے اپنی حکمت کی عمدہ باتوں کو محو کر دیا ہو۔

ج: جس نے اپنی شہوات نفسی سے اپنی عبرت کے نور کو بجھا دیا ہو۔

ایسے شخص نے اپنی عقل کو ماؤف کرنے میں اپنی خواہش کی اعانت کی ہے۔ جو اپنی عقل کو ماؤف کر دے۔
اس نے اپنے دین و دنیا دونوں خراب کر لیے۔

اے ہشام! اللہ کے یہاں تمہارا عمل کس طرح پاکیزہ شمار ہوگا جب تم نے اپنی عقل کو اپنے پروردگار کے حکم سے مشغول کر رکھا ہے اور تم نے اپنی عقل پر غالب آنے کے لیے اپنی خواہش کی اطاعت کی ہے۔
اے ہشام: تنہائی پر صبر کرنا عقل کی قوت کی علامت ہے۔

جو اللہ تبارک و تعالیٰ کو پہنچاتا ہے اور اس کا تعقل رکھتا ہے وہ اہل دنیا اور اس سے رغبت رکھنے والے سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے اور ان چیزوں سے رغبت رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔
اللہ وحشت میں اس کا انیس تنہائی میں اس کا ساتھی، فقر و فاقہ میں اس کی تو نگری ہوتا ہے۔ اور قبیلے کے بغیر اس کو عزت بخشتا ہے۔

اے ہشام! حق کو اللہ کی اطاعت کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اطاعت کے بغیر نجات نہیں۔ اطاعت علم کے ساتھ ہے۔ علم تعلم کے ساتھ ہے۔ تعلم عقل کے ساتھ ہے۔ علم ہی سے اعتقاد ہوتا ہے، علم حاصل نہیں ہو سکتا بجز عالم ربانی سے۔ علم کی پہچان عقل کے ذریعہ ہوتی ہے۔

اے ہشام! عاقل حکمت کی وجہ سے تھوڑی سی دنیا پر بھی راضی ہو جاتا ہے۔ مگر دنیا کے ساتھ تھوڑی سی حکمت پر راضی نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ یہ تجارت نفع بخش نہیں۔

اے ہشام! اگر جو کچھ تمہارے لیے کافی ہے وہ تم کو تو نگراور غنی کر سکتا ہے۔ تو دنیا میں کم سے کم تمہارے لیے کافی ہے۔ اگر جو تمہارے لیے کافی ہے وہ تم کو غنی نہیں کر سکتا تو پھر دنیا کی کوئی چیز بھی تم کو غنی اور تو نگر نہیں کر سکتی۔
اے ہشام! عقلاء نے تو دنیا کی زیادتی کو چھوڑ دیا تو کس طرح گناہ کو (نہیں چھوڑیں گے) جب کہ دنیا کو ترک کرنا فضیلت ہے اور گناہوں کو ترک کرنا فرض اور واجب ہے۔

اے ہشام! عقلاء نے دنیا میں زہد اختیار کیا ہے۔ اور آخرت کی طرف جھکے ہیں کیونکہ ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا طالب بھی ہے اور مطلوب بھی۔ اس طرح آخرت طالب بھی ہے اور مطلوب بھی۔

جب وہ آخرت کو طلب کرتا ہے تو دنیا اس کو طلب کرتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے اپنا سارا رزق پورا کر لیتا ہے۔ جو دنیا کو طلب کرے اس کو آخرت طلب کرتی ہے اور اس کی موت آ جاتی ہے۔ جو اس کی دنیا اور آخرت دونوں کو ناقص اور خراب کر دیتی ہے۔

اے ہشام! جو شخص مال کے بغیر تو نگری چاہتا ہے، حسد سے دل کو راحت و سکون چاہتا ہے اور دین میں سلامتی چاہتا ہے۔ وہ اللہ سے تضرع اور زاری سے سوال کرے کہ وہ اس کی عقل کو کامل کر دے۔

چنانچہ جو عقل رکھتا ہے وہ اس پر قناعت کرتا ہے۔ جو اس کے لئے کافی ہے اور اسی سے تو نگری اور غنی حاصل کر لیتا ہے۔ مگر جو اتنے پر قناعت نہ کرے جو اس کے لیے کافی ہے وہ شخص غنی اور تو نگری کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔

اے ہشام! اللہ عزوجل نے ایک صالح قوم کی حکایت بیان کی ہے۔ جنہوں نے کہا کہ:

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمہ انک انت الوھاب

ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دینا، بعد اس کے کہ تو ہماری ہدایت کر چکا ہے۔ اپنی طرف سے ہم کو رحمت کا ہبہ کر، بیشک تو ہبہ کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

یعنی اس قوم کو معلوم ہوا کہ دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور اپنی ناپیدائنی اور ہلاکت کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔ جو اللہ کی معرفت اور اس کا تعقل نہیں رکھتا وہ اللہ کا خوف نہیں رکھتا۔ اس کا دل ثابت معرفت پر نہیں بندھ سکتا نہ اس سے جڑ سکتا ہے کہ جس کو وہ دیکھ سکے اور جس حقیقت کا اپنے دل میں وجدان بھی ہو۔

وہی شخص ایسا ہو سکتا ہے جس کا قول اس کے فعل کی تصدیق کرے۔ اس کا سر (راز) اور باطن اس کے ظاہر اور اعلانیہ کے مطابق ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ عقل سے انسان کے باطن اور مخفی پر دلیل نہیں بتاتا بلکہ اس کے ظاہر کو اور عقل کے ذریعہ نطق کرنے والے کو۔

اے ہشام! امیر المومنینؑ کہا کرتے تھے کہ:

اللہ کی عبادت عقل سے افضل کسی چیز سے نہیں کی گئی۔ کسی شخص کی عقل اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس میں مختلف خصلتیں اور عادات حسنہ نہ پائی جائیں۔ کفر، شر اور برائی اس سے مامون ہو اور رشد و ہدایت اور خیر اور اچھائی کی اس سے امید ہے۔ جو اس کے مال سے بچ جائے وہ خرچ ہوا، اسکی فضول بات رکی ہوئی ہو، دنیا میں اس کا حصہ قوت لایموت ہو، عمر بھر وہ علم سے سیر نہ ہو، اللہ کے سامنے ذلت اس کو اللہ کے غیر کے ساتھ عزت سے زیادہ محبوب ہو۔ شرف اور بڑائی سے تواضع اور انکساری اس کے نزدیک زیادہ محبوب ہو

الخ۔ (۳۸)

۳۔ ایک شیعہ کو آپؐ کی وصیت:

اللہ سے ڈرو اور حق بات کیا کرو، خواہ اس میں تمہاری ہلاکت ہو کیونکہ اسی میں تمہاری نجات ہے۔ اللہ سے ڈرو اور باطل کو چھوڑ دو جس میں تمہاری ہلاکت ہے۔ (۳۹)

۴۔ آپؐ کی وصیت:

جو وہ چاہتے ہیں ان کو دے کر حلال میں سے اپنے نفسوں کے لیے (دنیا میں سے) ایک حصہ قرار دو، ایسا جس سے مروت میں رخنہ نہ پڑے اور اسراف بھی نہ ہو۔ اس دین کے کاموں میں مددلو کیونکہ روایت میں ہے کہ ہم میں سے نہیں جو اپنی دنیا کو اپنے دین کے لیے چھوڑ دے یا اپنے دین کو اپنی دنیا کے لیے چھوڑ دے۔ (۴۰)

۵۔ اپنے ایک فرزند کو وصیت:

مزاح کرنے سے بچو، کیونکہ یہ تمہارے ایمان کے نور کو کم کر دے گا اور تمہاری مروت میں کمی کا باعث بنے گا۔ (۴۱)

۶۔ آپؐ کی ایک وصیت:

دین میں غور و غوض کرو کیونکہ فقہ اور دین کا فہم ہی بصیرت کی کلید ہے۔ یہی فہم عبادت کی تکمیل، بلند درجات اور مقامات اور دنیا اور آخرت کے مراتب جلیلہ کا سبب بنتی ہے۔
فقہ اور علم دین کے حامل کو عبادت کرنے والے (عابد) پر اتنی فضیلت ہے جتنی سورج کی فضیلت ستاروں پر ہے۔ جو دین کا فہم نہیں رکھتا خدا اس کے کسی عمل پر راضی نہیں ہوتا۔ (۴۲)

آپؐ کے چند خطوط

امامؑ کی سیرت کے سارے پہلو ہمارے لیے اعلیٰ مثال بھی ہیں۔ ان سے ہمیں تعلیمات اسلامی میں مدد بھی ملتی ہے اور ہم اپنی عملی زندگی کے لیے فائدہ مند درس بھی حاصل کرتے ہیں۔

یہاں ہم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعض خطوط پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ آپؑ نے اپنے شیعوں کو بھیجے تھے اور کچھ اپنے دشمنوں کو۔ مگر یہ سب ہی تعلیمات اور نصیحتوں کا خزانہ ہیں۔

۱۔ آپؑ کا خط ”رے“ کے گورنر کو کسی شخص کو ٹیکس سے معاف رکھنے کے سلسلے میں: جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے ایک سایہ ہے جس میں صرف وہی ٹھہر سکے گا جس نے اپنے بھائی سے کوئی نیکی کی ہوگی، یا اس سے کوئی مصیبت دور کی ہوگی، یا اس کے دل کو خوش اور مسرور کیا ہوگا۔ اور یہ شخص تیرا بھائی ہے۔

والسلام

چنانچہ اس افسر نے اس شخص کا مالیہ معاف کر دیا اور اس سے اپنا مال آدھا آدھا کر کے تقسیم کیا۔ (۴۳)
۲۔ ہارون رشید نے خط لکھا کہ آپ اس کو مختصر الفاظ میں نصیحت کریں۔ اس کے جواب میں آپؑ

نے لکھا:

کسی چیز کو تو نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس میں موعظہ اور نصیحت ہے۔
۳۔ آپؑ نے قید خانے سے علی بن سوید کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله العلي العظيم

اسی کی عظمت اور نور سے مومنین کے دلوں میں بصیرت آئی۔ اس کی عظمت و نور کی وجہ سے جاہلوں نے اس کی مخالفت کی۔ اس کی عظمت کی بنا پر آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں نے اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کیا مختلف اعمال اور مختلف مذاہب کے ذریعے۔ چنانچہ کوئی مصیبت اور راستباز ہے، کوئی خطا کار ہے۔ کوئی ہدایت یافتہ ہے، اور کوئی گمراہ۔ اور کوئی سننے والا ہے۔ اور کوئی بہرا ہے، کوئی اندھا ہے اور کوئی بینا، اور کوئی حیران و پریشان ہے۔

پس حمد ہے اس اللہ کے لیے جو پہچانا گیا اور اس نے اپنا دین محمد ﷺ کی طرف موڑ دیا۔
اما بعد! تو ایک ایسا شخص ہے کہ خدا نے تجھے آل محمدؑ کے یہاں ایک مخصوص قدر و منزلت دی ہے اس مودت کی وجہ سے جس سے تیری رشد و ہدایت کا تجھ کو الہام کیا ہے اور ان ہی کے فضل کی وجہ سے تجھ کو تیرے دین کے معاملے میں بالبصیرت، تمام امور ان کے پاس لے جانے والا اور جو کچھ وہ کہیں اس پر راضی رہنے والا بنایا ہے۔
ہر اس شخص کو، جس سے تجھ کو قبول کرنے کی امید ہو، اپنے پروردگار کے راستے پر دعوت دے دے۔ ریا اور دکھاوے کے قلعہ میں بند نہ ہو جا۔ آل محمدؑ سے محبت رکھ۔

جو کچھ ہماری طرف سے تجھ کو پہنچے یا ہماری طرف منسوب ہو اس کے بارے میں نہ کہنا کہ یہ باطل ہے، خواہ کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔ کیونکہ تو نہیں جانتا کہ ہم نے وہ بات کیوں کہی اور کیوں بیان کی ہے۔
جس چیز کی میں تجھے خبر دوں، اس پر ایمان رکھ اور اس چیز کی جستجو نہ کر جس کو ہم نے تجھ سے پوشیدہ رکھا ہے۔ میں تجھے یہ خبر دے رہا ہوں کہ تیرے بھائی کے واجب حقوق میں سے یہ ہے کہ اس سے اس چیز کو نہ چھپانا جو اس کے لیے نفع بخش ہو، خواہ وہ اس کی دنیا کے معاملے میں ہو یا اس کی آخرت کے معاملے میں (سود مند ہو) (۴۴)

۴۔ ہارون رشید کے نام آپؑ کا قید خانے سے خط:

مجھ سے بلا اور مصیبت کا کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ اسی کے ساتھ ساتھ تیرا آرام اور خوشحالی کا دن گزرتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم سب ایک ایسے دن کی طرف جائیں گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ وہاں باطل کام کرنے والے

خسارے اور نقصان میں ہوں گے۔ (۴۵)

حکیمانہ کلمات

آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اپنی ان احادیث سے، جو انسان کو اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہیں اور اپنی نفع بخش تعلیمات اور حکمت عالی سے، دنیا کو پرکھ دیا۔

انہوں نے امت کو خیر اور فلاح کی طرف متوجہ کرنے، اسلام کی نشر و اشاعت اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے فرصت کو غنیمت سمجھا۔ اللہ کی طرف ہر راستہ سے متوسل ہوئے۔ انہوں نے تعلیم و تعلم کے میدان میں درس دینے، خطبے پڑھنے اور وصیتیں کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے معاشرے کے افراد کو اپنی قیمتی توجیہات اور حکیمانہ کلمات سے بھی نوازا ہے جن میں بہت گہرے معانی سموئے ہیں۔ یہ خیر، اخلاق اور نصیحتوں کے پہلو کو لئے ہوئے ہے۔ ان میں سے ہر ایک حکیمانہ قول کی تفصیل بیان کی جائے تو اپنی جگہ ایک مستقل کتاب بن جائے۔

یہاں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے کچھ حکیمانہ اقوال نقل کئے جاتے ہیں:

۱۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے تمام لوگوں کے علم کو چار چیزوں میں پایا:

اول یہ کہ تم اپنے پروردگار کو پہچانو۔

دوم تم یہ پہچانو کہ اس نے تمہارے ساتھ کیا احسانات کئے ہیں۔

سوم تم پہچانو کہ وہ تم سے کیا چاہتا ہے۔

چہارم تم پہچانو کہ کیا چیزیں تم کو دین سے خارج کر دیتی ہیں۔

۲۔ ایک قبر پر آئے تو فرمایا:

بیشک وہ چیز جس کا انجام اور آخر یہ ہو وہ اس لائق ہے کہ اس کے اول اور آغاز میں زہد اور دوری اختیار کی جائے۔ اور وہ چیز جس کی ابتداء یہ ہے اس لائق ہے کہ اس کے آخر سے خوف کیا جائے۔ اچھی ہمسائیگی صرف یہ نہیں کہ ہمسائے کو اذیت اور تکلیف نہ پہنچائی جائے بلکہ یہ اذیت اور تکلیف پر صبر کرنا ہے۔

۴۔ کوشش کرو کہ تم اپنے اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کرو:

ایک ساعت امر معاش کے لیے۔

ایک ساعت بھائیوں اور قابل لوگوں سے معاشرت اور ملنے جلنے کے لیے، جو تمہارے عیوب تم کو بتائیں

اور حقیقت میں تمہارے مخلص ہوں۔

ایک ساعت تمہاری غیر حرام لذتوں کے لیے ہو اور اس ساعت کے ساتھ تم باقی تین اوقات پر قدرت

حاصل کر سکو گے۔

۵۔ علی بن یقطین سے فرمایا: بادشاہ اور حکومت کے لیے کام کرنے کا کفارہ بھائیوں سے احسان اور نیکی کرنا ہے۔

۶۔ آپؐ نے فرمایا قیامت کے روز ایک منادی ندا کرے گا کہ جس کا اللہ پر کوئی اجر ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ صرف وہ کھڑا ہو سکے گا جس نے لوگوں کو معاف کیا ہوگا اور ان کی اصلاح کی ہوگی۔ اس کا اجر اللہ پر ہے۔ (۴۶)

۷۔ تم وہ نہ بنو جس کی اپنی کوئی رائے نہ ہو اور تم کہو کہ میں لوگوں کے ساتھ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صرف دو راستے ہیں ایک خیر کا اور دوسرا شر کا راستہ۔ خیر اور بھلائی کے راستے کے مقابلے میں تم کو شر اور برائی کا راستہ زیادہ پسند نہیں ہونا چاہیے۔

۸۔ جس کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارے میں ہے جس کا دو میں سے آخری دن خراب ہو وہ ملعون ہے۔

جو اپنے نفس میں زیادتی کو نہ پہچانے وہ نقصان میں ہے۔ جو نقصان اٹھا رہا ہو اس کے لیے زندگی سے موت بہتر ہے (۴۷)

۹۔ جو شخص خدا کا فہم اور اس کی معرفت رکھتا ہو اس کو خدا کو اس کے رزق میں تاخیر کرنے والا نہیں سمجھنا چاہیے اور اس کو قضا اور فیصلے کا برا نہیں ماننا چاہیے۔

۱۰۔ اس سے بچو کہ تم اطاعت خدا سے منع کرو اور اس سے دگنا خدا کی نافرمانی میں خرچ کرو۔
۱۱۔ اپنے اور اپنے بھائی کے درمیان حشمت اور وقار کو بالکل ختم نہ ہونے دو۔ اس کا ختم ہونا دراصل حیا اور شرم کا ختم ہونا ہے۔

۱۲۔ سخی جس کا اخلاق اچھا ہو اللہ کی رحمت کے سائے میں ہے خدا اس کے ساتھ ہے جب تک اس کو جنت میں داخل نہ کر لے۔ خدا نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہ سخی ضرور تھا۔

سخاوت اور حسن خلق کے بارے میں میرے والد مجھے ہمیشہ وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

۱۳۔ آپؐ نے فرمایا تمہارا کسی ضعیف اور کمزور کی مدد کرنا افضل ترین صدقہ ہے۔ (۴۸)
۱۴۔ زیادہ اچھائی کرنے کو اچھا نہ سمجھو اور تھوڑے گناہوں کو تھوڑا نہ سمجھو۔ تھوڑے گناہ جمع ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ زیادہ ہو جاتے ہیں۔

تنہائی میں بھی خوف خدا رکھو تا کہ اپنے نفس سے انصاف کر سکو۔

- ۱۵۔ دعا کرنا تمہارے لیے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور اس کی بارگاہ سے طلب کرنا بلا اور مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ وہ تقدیر اور فیصلے تو کر چکا ہوتا ہے صرف امضاء (دستخط) باقی رہتا ہے، چنانچہ جب اللہ عزوجل سے دعا کی جائے اور اس سے سوال کیا جائے تو وہ بلا اور مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ (۴۹)
- ۱۶۔ اللہ کی نعمتوں کے بارے میں گفتگو اور ان کا ذکر شکر ہے۔ اس کو ترک کرنا کفران نعمت ہے اپنے پروردگار کی نعمتوں کو شکر کے ذریعے محکم کر لو۔ اپنے مال کی زکوٰۃ کے ذریعے اور بلا و مصیبت کو دعا کے ذریعے دور کر دو۔ دعا ایک نجات دینے والی ڈھال ہے۔ وہ اس بلا کو بھی رد کر دیتی ہے جو محکم ہو چکی ہوتی ہے۔ (۵۰)
- ۱۷۔ جو اللہ کے بارے میں گفتگو کرے وہ ہلاک ہوا، جو ریاست کا طالب ہے وہ ہلاک ہوا۔ جس میں عجب پیدا ہوا اور وہ اپنے آپ پر اترا نے لگا وہ ہلاک ہوا۔
- ۱۸۔ دنیا اور دین کے حصول کی کوششیں تیز تر ہو گئی ہیں۔
- دنیا کے حاصل کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ تم جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھاؤ گے تو تم کو پتہ چلے گا کہ ایک فاسق و فاجر پہلے ہی اس کی طرف تم سے سبقت کر چکا ہے۔
- دنیا کے حاصل کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ تم کو دوست اور مددگار نہیں ملیں گے جو آخرت کے حصول میں تمہارے ساتھ تعاون کریں۔
- ۱۹۔ نیکی ایک بیڑی اور طوق ہے جس کو صرف مکافات کے ذریعے ہٹایا جاسکتا ہے۔ نیکی کا نیکی سے بدلہ یا شکر۔
- ۲۰۔ اگر اجل ظاہر ہو جائے تو امیدیں رسوا ہو جائیں۔
- ۲۱۔ جس کو فقر نے پیدا کیا ہو اس کو غنی اور تو نگری سرکش اور متکبر بنا دے گا۔
- ۲۲۔ جو شخص برائی کی تکلیف نہ محسوس کرے تو اس کے یہاں احسان اور نیکی کرنے کا کوئی موقع نہیں۔
- ۲۳۔ آدمی ایک دوسرے کو برا بھلا نہیں کہتے مگر یہ کہ ان میں سے بلند تر مرتبہ والا پست تر مرتبہ کی طرف گرجاتا ہے (۵۱)
- ۲۴۔ تیرے لیے اعلیٰ اور زیادہ مستحق علم وہ ہے جس کے بغیر تیرے عمل کی اصلاح نہ ہو سکے۔ تجھ پر زیادہ واجب عمل وہ ہے جس پر عمل کرنے کا تجھ سے سوال کیا جائے گا۔ تیرے لیے لازمی علم وہ ہے جو تیرے دل کی سعی کی طرف تیری رہبری کرے اور اس کی خرابی اور فساد کو تیرے سامنے ظاہر کر دے۔ انجام کے لحاظ سے زیادہ قابل تعریف وہ علم ہے جو تیرے فوری علم میں اضافہ کرے۔ چنانچہ اس عمل میں مشغول نہ ہو جس کی جہالت تیرے لیے نقصان دہ نہ ہو اور اس علم سے غافل نہ ہو جس کا ترک کرنا تیری جہالت میں اضافے کا باعث ہو (۵۲)

۲۵۔ صبر کرنے والے کے لیے ایک ہی مصیبت ہوتی ہے۔ جزع فزع اور فریاد کرنے والے کے لیے کئی ہوتی ہیں۔

۲۶۔ ظلم و جور کی شدت کو وہی جانتا ہے جس کے خلاف حکم کیا گیا ہے۔ (۵۳)

آپ کے بعض جوابات

یہاں ہم امام کے بعض ان جوابات کو پیش کرتے ہیں جو آپ نے مختلف اوقات میں سوال کرنے والوں کو دیئے۔ یہ سوالات مختلف مسائل میں ہیں۔ یہ کبھی عقائد کے بارے میں کئے گئے ہیں۔ کبھی فقہ کے سلسلے میں اور کبھی اخلاق سے متعلق ہیں۔

سوال کی طرح سوال کرنے والے بھی مختلف ہیں۔ کبھی سرکش بادشاہ ہیں، کبھی عناد رکھنے والے دشمن۔ کبھی ایسا شخص سوال کرتا ہے جو سمجھنا چاہتا ہے۔ مگر یہ سب ہی امام کے جوابات کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ وہ جوابات یہ ہیں۔

۱۔ ابوحنیفہؒ مسلمانوں کے مشہور مکتبہ فکر کے امام کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ کے زمانے میں حج کیا۔ جب مدینہ آیا تو انجناب کے گھر گیا اور وہاں آپ کی اجازت کے انتظار میں دہلیز پر بیٹھ گیا۔ ایک بچہ گھر سے نکلا تو میں نے کہا: اے بچے! یہ مسافر تمہارے شہر میں رفع حاجت کہاں کرے۔ انہوں نے جواب دیا تمہارے طریقہ پر۔ یہ کہا اور دیوار کی ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ کہنے لگے کہ نہروں کے کنارے، پھلوں کے گرنے کی جگہ، مسجدوں کے سامنے کے میدانوں، وسیع راستوں اور شارع عام سے بچ کر دیوار کے پیچھے چھپ کر بیٹھو۔ اپنے کپڑے کو اٹھاؤ۔ قبلہ کی طرف رخ یا پشت نہ کرو۔ پھر جہاں چاہو رفع حاجت کرو۔ جو کچھ میں نے اس بچے سے سنا مجھے بہت تعجب ہوا۔ میں نے ان سے ان کا نام پوچھا تو فرمایا میں موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں۔

میں نے ان سے سوال کیا کہ اے لڑکے گناہ کس کی طرف سے ہے؟

فرمایا: برائیاں تین میں سے کسی ایک صورت میں ممکن ہیں۔

یا تو اللہ کی طرف سے ہیں اور انسان کی طرف سے نہیں تو پروردگار کو بندے کو اس چیز پر عذاب نہیں کرنا چاہیے جس کا وہ مرتکب ہی نہیں ہوا۔

یا پھر پروردگار اور بندے دونوں کی طرف سے ہیں۔ ایسا نہیں کیونکہ قوی شریک کو کمزور شریک پر ظلم نہیں کرنا چاہیے۔

یا پھر بندے کی طرف سے ہیں اور حقیقت میں بندے ہی کی طرف سے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ معاف

کرے تو اس کا کرم ہے اور اگر عذاب دے تو وہ بندے کے گناہ اور جرم کی وجہ سے ہے۔
ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں ابو عبد اللہ جعفرؑ سے ملاقات کئے بغیر آ گیا۔ اس بچے سے جو کچھ سنا اسی سے میں
مستغنی ہو گیا (۵۴)

۲۔ آپؐ سے ہارون رشید نے پوچھا کہ آپ حضرات نے عوام و خاص کے لیے یہ کیوں جائز قرار
دیا ہے کہ وہ آپؐ کو رسول اللہ ﷺ سے منسوب کریں اور آپؐ کو یا بن رسول اللہ (رسول اللہ کے بیٹے) کہہ کر
مخاطب کریں جب کہ آپؐ حضرت علیؑ کی اولاد ہیں۔ لوگ اپنے باپ سے منسوب ہوتے ہیں۔ فاطمہؑ تو ایک ظرف
کی حیثیت رکھتی ہیں اور نبی کریم ﷺ آپؐ کے نانا ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: اے مسلمانوں کے امیر! اگر نبی کریم ﷺ اس وقت قبر سے اٹھیں اور تجھ سے تیری بیٹی
کا رشتہ مانگیں تو کیا تو آپؐ کے اس پیغام کو قبول کرے گا۔؟

ہارون رشید کہنے لگا سبحان اللہ میں کیوں نہیں قبول کروں گا۔ بلکہ میں دنیائے عرب و عجم پر فخر کروں گا کہ یہ
آپؐ نے فرمایا مگر آنحضرتؐ مجھ سے خواست گاری نہیں کر سکتے اور نہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ دے سکتا ہوں۔

ہارون نے پوچھا: کیوں؟

تو آپؐ نے فرمایا کہ حضورؐ سے میں پیدا ہوا ہوں تو پیدا نہیں ہوا۔

پھر کہنے لگا کہ آپؐ لوگ اپنے کو نبی اکرم ﷺ کی ذریت کس طرح کہتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ
نے کوئی اولاد نہ پینے پیچھے نہیں چھوڑی جب کہ ذریت تو اولاد نہ پینے سے چلتی ہے اناٹ سے نہیں آپؐ لوگ تو ان کی
لڑکی کی اولاد ہیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ میں تجھے قرابت کا اور قبر کا واسطہ دیتا ہوں تو مجھ سے یہ سوال نہ کر۔ کہنے لگا کہ اے اولاد
علیؑ! مجھے خبر ملی ہے کہ اے موسیٰ! آپؐ ان کے (اولاد علیؑ کے) سردار اور ان کے امام زمانہ ہیں۔ چنانچہ جب تک
آپؐ مجھے اپنی حجت دلیل کی خبر نہ دیں میں معاف نہیں کروں گا۔ ہر اس مسئلے میں جس کے بارے میں میں آپؐ
سے سوال کروں، آپؐ کتاب اللہ سے حجت اور دلیل پیش کریں۔

آپؐ نے فرمایا تو مجھے جواب کی اجازت ہے؟

کہنے لگا کہ پیش کیجئے۔

آپؐ نے فرمایا:

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ومن ذریتہ دائود وسلیمن وایوب ویوسف وموسیٰ وهارون وکذٰلک نجری
المحسنین وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ۔

اے مسلمانوں کے امیر! حضرت عیسیٰؑ کے باپ کون ہیں؟ ہارون نے کہا کہ عیسیٰؑ کا تو کوئی باپ نہیں۔
آپؐ نے فرمایا: ہم نے عیسیٰؑ کو انبیاء کی ذریت اور اولاد سے ملحق کیا ہے۔ مریم علیہا السلام کے
واسطے سے۔ اس طرح ہم نبی کریم ﷺ کی ذریت اور اولاد سے ملحق ہوئے ہیں اپنی ماں فاطمہ علیہا السلام
کی طرف سے۔

اے مسلمانوں کے امیر! مزید دلیل پیش کروں۔

ہارون کہنے لگا۔ لے آئیے۔

آپؐ نے فرمایا: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

فمن حاجک فیہ من بعد ما جائک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناء
کم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتلہ فنجعل اللہ علی
الکاذبین۔

جو تم سے تمہارے پاس علم آجانے کے بعد کٹ جیتی کرے تو کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں
کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو ہم اپنے نفوس کو اور تم اپنے نفوس کو بلائیں۔ پھر گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں
اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت قرار دیتے ہیں۔

کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ پیغمبرؐ نے نصاریٰ سے مباہلے کے وقت اپنی چادر میں کسی کو داخل کیا ہو۔ بجز علیؑ
بن ابی طالب فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کے۔

خدا عزوجل کے قول ”ابناءنا“ کی تاویل حسنؑ و حسنؑ ہیں اور ”انفسنا“ کی علیؑ بن ابی طالب ہیں (۵۷)
۳۔ ابوحنیفہ کے ساتھی محمد بن حسن نے ہارون رشید کی موجودگی میں مکہ میں ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ سے
سوال کیا کہ کیا محرم کے لیے جائز ہے کہ اپنے اوپر محمل کا سایہ کرے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اختیاری صورت
میں جائز نہیں ہے۔

محمد بن حسن پھر کہنے لگا کہ یہ جائز ہے کہ اختیاری صورت میں محمل کے نیچے چلے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ محمد
بن حسن سن کر ہنسنے لگا۔

آپؐ نے فرمایا کیا تو نبی ﷺ کی سنت پر تعجب کرتا ہے اور اس کا استہزاء کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ
نے اپنے احرام میں اپنا سایہ ہٹا دیا تھا اور سائے کے نیچے آپؐ چلے جب کہ آپؐ محرم تھے۔

اے محمد بن حسن دین کے احکام کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جو شخص ان میں سے بعض کو بعض پر قیاس کرے تو وہ سیدھے راستے سے ہٹ گیا۔

محمد بن حسن خاموش ہو گیا اور اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ (۵۶)

۴۔ کلینی نے کافی میں روایت کی ہے کہ کسی شخص نے ایک کنیز سے ہم بستری کی جس نے ابھی تک ماہواری نہیں دیکھی تھی۔ اس کا خون جاری ہو گیا جو تقریباً دس دن نہ رکا۔ دانیوں نے اختلاف کیا کہ یہ حیض کا خون ہے یا بکارت کا۔

ابوحنیفہ سے اس کے متعلق سوال ہوا تو اس نے کہا کہ یہ بہت مشکل امر ہے اس کو وضو کرنا چاہیے اور اس کا شوہر اس کے پاس نہ جائے۔ جب تک وہ پاک نہ ہو جائے۔

حلف بن حماد نے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے پوچھا، آپؑ نے فرمایا: وہ اپنی شرمگاہ میں روئی داخل کرے۔ اور کچھ دیر رہنے دے پھر روئی آہستہ سے نکالے اگر خون روئی میں طوق کی طرح گردا گرد ہو تو وہ بکارت کا خون ہے اگر روئی میں ڈوب جائے تو وہ حیض کا ہے۔

خلف فسد یا اور کہنے لگائیں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے علاوہ اتنا اچھا جواب اور کون دے سکتا ہے۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا: میں بخدا تجھے خبر نہیں دے رہا مگر رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ (۵۷)

۵۔ ایک عیسائی راہب نے آپؑ سے سوال کیا کہ شجر طوبیٰ کی جڑ حضرت عیسیٰؑ کے گھر میں ہے اور آپ کے عقیدے کے مطابق حضرت محمدؐ کے گھر میں ہے تو پھر اس کی شاخیں ہر گھر میں کس طرح آپؑ نے فرمایا یا سورج کی روشنی ہر گھر میں پہنچتی ہے جب کہ وہ خود آسمان میں ہے اس راہب نے کہا کہ جنت کے کھانے ختم نہیں ہوں گے جب کہ جنتی ان سے کھاتے رہیں گے تو استعمال کے بعد بھی اس کی کسی چیز میں کمی نہیں ہوگی۔ آپؑ نے فرمایا: دنیا میں چراغ سے دوسرے چراغ روشن کئے جاتے ہیں مگر اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

راہب کہنے لگا کہ جنت میں سایہ ہر جگہ پھیلا ہوگا۔ فرمایا: سورج کے نکلنے سے پہلے سایہ ہر جگہ پھیلا رہتا ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

الم تری الی ربك کیف مذلزل

کیا تو اپنے پروردگار کی طرف نہیں دیکھتا کہ اس نے سائے کو کس طرح پھیلا یا ہے۔

اس نے کہا کہ جنت میں جتنا بھی کھایا پیاجائے گا مگر پیشاب پاخانہ نہیں ہوگا۔ آپؑ نے فرمایا کہ شکم میں بچے کی ایسی ہی حالت ہوتی ہے۔ اس نے کہا: اہل جنت کے خادم ان کے لیے ہر چیز لے آئیں گے جس کی وہ خواہش کریں گے بغیر حکم دیئے۔

آپؐ نے فرمایا: جس وقت انسان کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اس کے اعضاء اور جوارح کو یہ معلوم ہوتا ہے اور وہ اس کی خواہش کو بر لاتے ہیں کسی حکم کے بغیر۔

اس نے پوچھا۔ جنت کی چابیاں سونے کی ہیں۔ یا چاندی کی۔ آپؐ نے فرمایا: جنت کی چابی بندے کا زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ راہب کہنے لگا: آپؐ نے سچ فرمایا وہ اپنی ایک جماعت کے ساتھ ایمان لے آیا۔ (۵۸)

۶۔ آپؐ سے یقین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا انسان اللہ پر توکل کرے اور اللہ کے سامنے تسلیم خم کر دے، اللہ کی قضاء و فیصلہ پر راضی ہو اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے (۵۹)

۷۔ آپؐ سے اللہ کے معنی کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ جو ہر چھوٹی بڑی چیز پر کنٹرول اور غلبہ رکھتا ہے (۶۰)

۸۔ آپؐ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا، جس نے قسم کھائی تھی کہ میں مال کثیر صدقہ کروں گا تو وہ کیا صدقہ کرے۔

آپؐ نے فرمایا: قسم کھانے والا اگر بھیڑ بکریوں کا مالک ہے تو چور اسی بکریاں صدقے میں دے، اگر وہ اونٹوں کا مالک ہے تو چور اسی اونٹ صدقہ دے، اگر درہم کا مالک ہے تو چور اسی درہم دے اس پر دلیل خداوند تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرہ

ہم نے رسول اللہ کے مدد کئے جانے کے مواقع شمار کئے تو وہ چور اسی نکلے۔ (۶۱)

۹۔ آپؐ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے ایک میت کی قبر اکھاڑی اور مردے کا سر کاٹ لیا اور اس کا کفن اتار لیا۔

آپؐ نے فرمایا: چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ اس نے ایک محفوظ جگہ سے کفن چرایا ہے۔ اور سودینا رکاز ملزم اس کو قرار دیا جائے گا۔ اس لیے کہ اس نے مردے کا سر کاٹا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مردہ بچے کے ماں کے شکم میں ہونے کے مثل ہے اس سے پہلے کہ اس میں روح پھونکی جائے۔ (۲۶)

۱۰۔ آپؐ سے ابو احمد خراسانی نے سوال کیا کہ کفر پہلے ہے یا شرک؟ آپؐ نے فرمایا: تجھ کو اس سے کیا کام میں نے تجھے لوگوں سے ایسی باتیں کرتے پہلے نہیں دیکھا۔

ابو احمد کہنے لگا مجھے ہشام بن حکم نے حکم دیا ہے کہ یہ سوال آپؐ سے کروں۔ آپؐ نے فرمایا: تو اس سے کہو کہ کفر پہلے ہے۔ سب سے پہلے جس نے کفر اختیار کیا وہ ابلیس ہے۔

اس نے انکار کیا، تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔

کفر ایک ہی چیز ہے۔ شرک ایک کو ثابت کرتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کرتا ہے۔ (۶۳)

۱۱۔ ہارون رشید کے پاس انصار میں سے ایک شخص نفیع نامی آیا۔ یہ پچھلی روایات سے واقفیت

رکھتا تھا۔ یہ ہارون رشید کے دروازے پر آیا۔ اسی کے ساتھ عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز بھی پہنچا۔ حضرت موسیٰ بن جعفر بھی اپنی سواری پر تشریف لائے۔ حاجب نے جب آپ کا عزت و احترام سے استقبال کیا تو جو لوگ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے بھی بڑھ کر آپ کی تعظیم و تکریم کی۔ حاجب نے فوراً آپ کے لیے اجازت لی۔

نفیع نے عبدالعزیز سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ اس نے کہا: کیا تم نہیں جانتے، یہ آل ابو طالب کے بزرگ موسیٰ بن جعفر ہیں۔

نفیع کہنے لگا کہ میں نے ان لوگوں سے زیادہ عجیب کوئی نہیں دیکھا۔ یہ سلوک وہ ایسے شخص سے کرتے ہیں کہ اگر اس کو ان کو تخت سے اتارنے کی قدرت مل جائے تو اتار دے۔ دیکھنا جب یہ باہر آئیں گے تو میں ان سے کیسا سلوک کرتا ہوں۔

عبدالعزیز کہنے لگا کہ ایسا نہ کرنا کیونکہ یہ ایسے اہل بیت ہیں (یعنی ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں) کہ جب بھی کسی نے ان سے خطاب میں گستاخی کی ہے اور ستایا ہے تو یہ جواب میں ایسی بات کہہ دیتے ہیں جس کی عار رہتی دنیا تک باقی رہتی ہے۔

بہر حال جب حضرت موسیٰ باہر تشریف لائے تو نفیع اٹھ کر آگے آیا اور آپ کی سواری کی لگام پکڑ کر کہنے لگا کہ تم کون ہو؟

آپ نے فرمایا: اے شخص! اگر تو نسب کے بارے میں پوچھتا ہے تو میں اللہ کے حبیب محمد بن اسماعیل ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ کا فرزند ہوں۔

اگر تو شہر کے متعلق سوال کرتا ہے تو وہ وہی شہر ہے جس کی طرف اللہ عز و جل نے حج کے لیے جانا تمام مسلمانوں پر اور تجھ پر، اگر تو ان میں سے ہے فرض کیا ہے۔

اگر تو فخر و مباہات چاہتا ہے تو بخدا میری قوم کے مشرک راضی نہیں ہوئے کہ تیری قوم کے مشرک ان کے کفو اور ہم پلہ قرار پائیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے کہا کہ اے محمد! قریش میں سے ہمارے کفو اور ہم پلہ افراد کو میدان میں نکالیں، سواری کا راستہ چھوڑ دے۔ اس نے سواری کی باگ چھوڑ دی۔ اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا اور ذلیل و رسوا خاموش کھڑا تھا۔ عبدالعزیز نے اس سے کہا کہ میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا۔ (۶۴)

۱۲۔ فضل بن ربیع سے روایت ہے کہ ہارون رشید حج کو گیا اور طواف شروع کیا۔ باقی مسلمانوں کو طواف سے روک دیا گیا کہ تنہا با آسانی طواف کر سکے۔ اسی دوران بیت اللہ میں ایک اعرابی آیا اور اس نے بھی

طواف شروع کر دیا۔ حاجب اور محافظ نے کہا کہ اے شخص! خلیفہ کے سامنے سے ہٹ جا۔ اعرابی نے اس کو جھڑک دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ سب کو برابر قرار دیا ہے اور کہا:

سواء العاکف فیہ والباد

یعنی اس میں ٹھہرا ہوا اور دیہاتی سب برابر ہیں۔

ہارون رشید نے حاجب کو روک دیا۔

چنانچہ جب ہارون رشید طواف کرتا تو اعرابی اس کے آگے طواف کرتا۔ ہارون رشید حجر اسود کی طرف بڑھتا تو اس سے پہلے اعرابی بڑھ کر حجر اسود کا بوسہ لیتا۔ ہارون مقام ابراہیم کی طرف نماز کے لیے آیا تو اعرابی نے اس سے پہلے آگے بڑھ کر نماز پڑھی۔

ہارون نماز سے فارغ ہوا۔ اعرابی کو بلا بھیجا۔ جب آیا اور کہنے لگا کہ امیر المؤمنین کے بلاوے کو قبول کرو۔ اعرابی نے کہا: مجھے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ میں اس کے پاس جاؤں۔ ہاں اس کو ضرورت ہو تو وہ میرے پاس آ سکتا ہے۔

ہارون نے کہا اس نے سچ کہا ہے چنانچہ ہارون اس کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ ہارون نے کہا اے اعرابی! میں یہاں بیٹھ جاؤں۔ اس نے جواب دیا۔ یہ جگہ میری نہیں ہے کہ تو مجھ سے یہاں بیٹھنے کی اجازت مانگے۔ یہ اللہ کا گھر ہے جس نے اپنے بندوں کے لیے قائم کیا ہے اگر چاہتا ہے تو بیٹھ جا اور واپس جانا چاہتا ہے تو واپس چلا جا۔

ہارون بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ وائے ہو تجھ پر تو کون ہے جو بادشاہوں سے مزاحم ہوتا ہے اور ان سے ٹکر لیتا ہے؟

اس نے جواب دیا: میں ہر بات سننے کو تیار ہوں۔

ہارون کہنے لگا: میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں اگر تو جواب نہ دے سکا تو میں تجھ کو اذیت دوں گا۔

اس نے پوچھا: تیرا یہ سوال متعلم اور طالب علم کی حیثیت سے ہے یا صرف بحث اور جھگڑے کی خاطر ہے؟ ہارون نے کہا کہ متعلم کی حیثیت سے سوال کرتا ہوں۔

جواب ملا تو پھر اس طرح بیٹھ جس طرح سوال کرنے والا اس کے سامنے بیٹھتا ہے جس سے وہ سوال کرتا ہے اور اس طرح سوال کر جو سوال کرنے کا سلیقہ اور طریقہ ہے۔

ہارون نے کہا کہ تیرے فرائض کون کون سے ہیں۔

جواب دیا: خدا تجھ پر رحم کرے۔ فرض ایک ہے اور پانچ ہیں اور سترہ ہیں اور چونتیس ہیں اور چورانوے

ہیں اور ایک سو تیرہ ہیں۔

اور بارہ میں سے ایک ہے اور چالیس میں سے ایک ہے اور دو میں سے پانچ ہیں، ساری زندگی میں سے ایک ہے۔ ایک کے بدلے ایک ہے۔

فضل کہتا ہے کہ ہارون رشید زور سے ہنسا اور کہنے لگا کہ میں تجھ سے تیرے فرائض کے بارے میں پوچھتا ہوں اور تو میرے سامنے حساب کی گنتی کرنے لگا ہے۔

کہنے لگا کہ تجھ کو اس کا پتہ نہیں کہ دین سارے کا سارا حساب و کتاب ہے اگر سارا دین حساب و کتاب نہ ہوتا تو خدا مخلوق سے حساب لینے کا عہد نہ لیتا اور تلاوت کی۔

وان کان مثقال حبه من خردل اتینا بہا و کفی بنا حاسبین۔

اگر رائی کے دانے کے وزن کے برابر بھی ہوا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ہارون کہنے لگا جو کچھ تو نے کہا ہے اس کی تفصیل بیان کرو ورنہ میں صفا اور مردہ کے درمیان تیرے قتل کا حکم دوں گا۔

حاجب کہنے لگا۔ اللہ اور اس کے مقام کے صدقے میں اس کو بخش دیجئے۔ اعرابی اس کی اس بات پر ہنس دیا۔

ہارون نے دریافت کیا کہ آخر ہنسا کیوں؟

کہنے لگا تم دونوں پر تعجب کی وجہ سے کہ میں نہیں جانتا کہ تم دونوں میں سے زیادہ جاہل کون ہے وہ جو اس اجل کا حصہ چاہتا ہے جو آن پہنچی ہے یا وہ جو اس اجل میں جلدی چاہتا ہے کہ جس کا وقت ابھی نہیں آیا۔ ہارون نے کہا: جو کچھ تو نے کہا اس کی تفصیل اور تشریح بیان کر۔

اس نے کہا جب میں نے کہا کہ فرض ایک ہے تو دین اسلام سارے کا سارا ایک ہے، اور پانچ نمازیں ہیں، جن مرستہ رکعتیں ہیں، جن میں ۳۴ سجدے ہیں، چورانوے تکبیریں ہیں اور ایک سو ترپن تسبیحیں ہیں۔

جب میں نے کہا کہ بارہ میں سے ایک ہے تو وہ بارہ مہینوں میں سے ایک ماہ رمضان کے روزے ہیں۔ چالیس میں سے ایک سے مراد یہ ہے کہ جو چالیس دینار کا مالک ہے اس پر خدا نے ایک دینار زکوٰۃ کے واجب کئے ہیں دو سو میں سے پانچ ہیں تو جو دو سو درہم کا مالک ہے خدا نے اس پر پانچ درہم واجب کئے ہیں۔

ساری زندگی میں ایک ہے تو وہ حج ہے۔ ایک کے بدلے ایک سے مراد یہ ہے کہ جو شخص بغیر حق کے کسی کا خون بہائے تو واجب ہے کہ اس کا خون بہایا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

النفس بالنفس

نفس کے بدلے نفس

ہارون نے کہا خدا تیرا بھلا کرے۔ یہ کہہ کر اس اعرابی کو ایک تھیلی دی۔ کہنے لگے کہ میں اس تھیلی کا کس طرح مستحق ہوا ہوں۔ گفتگو کرنے کی وجہ سے یا سوال کے جواب دینے کی وجہ سے؟ اس نے کہا گفتگو کرنے کی وجہ سے۔

آپؐ نے کہا کہ اب میں تجھ سے ایک سوال پوچھتا ہوں اگر تو نے اس کا جواب دیا تو یہ تھیلی تیری ہو جائے گی۔ تو چاہے تو اس مقام شریف میں صدقے میں دے دے۔ اگر اس جواب نہ دے سکا تو پھر اس تھیلی کے ساتھ ایک اور تھیلی کا اضافہ کرنا ہوگا، تاکہ اس رقم کو میں اپنی قوم اور قبیلے کے فقراء اور تصدق کردوں۔ ہارون رشید نے ایک اور تھیلی لانے کا حکم دیا اور کہا جو چاہو سوال کرو۔

اس نے سوال کیا کہ مجھے چھپکلیوں کے بارے میں بتاؤ کہ وہ اپنے بچوں کو چگاتی ہیں یا دودھ پلاتی ہیں؟ ہارون غصے میں آ گیا، کہنے لگا وائے ہو تجھ پر، اے اعرابی! ایسے مسئلے کون پوچھا کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس سے سنا ہے کہ جس نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص قوموں کا والی اور حاکم بنے اس کو ان سب کے جتنی عقل دی جاتی ہیں۔ تم اس امت کے حاکم ہو لہذا ضروری ہے کہ تم سے تمہارے دین کے بارے میں اور فرائض اور واجبات کے بارے میں سوال ہو تو تم جواب دے سکو، کیا تمہارے پاس اس کا جواب ہے۔

ہارون رشید نے کہا خدا تم پر رحم کرے میرے پاس اس سوال کا جواب نہیں۔ جو کچھ اس کی تفصیل ہے وہ بیان کرو اور یہ دونوں تھیلیاں لے لو۔

اس نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو اس نے زمین ہی سے بغیر گوبر اور خون کے مٹی سے ایسے جانور پیدا کئے۔ ان کا رزق اور ان کی زندگی اسی سے قرار دی۔ جب بچہ شکم مادر سے الگ ہوتا ہے تو ماں نہ اس کو دانہ چگاتی ہے اور نہ ہی دودھ پلاتی ہے۔ ان کی زندگی مٹی میں ہوتی ہے۔

اعرابی نے دونوں تھیلیاں لیں اور چلا گیا۔ لوگ اس کے پیچھے گئے اور نام پوچھا تو پتہ چلا وہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ تھے۔

ہارون کو اس کی خبر دی گئی تو کہنے لگا: خدا کی قسم! اس قسم کا پتہ اسی درخت کا ہونا چاہیے (۶۵)

۱۳۔ آپؐ کے سامنے کچھ ایسے لوگوں کا ذکر ہوا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نچلے آسمان کی طرف اترتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نہ تو اترتا ہے اور نہ ہی اترنے کا محتاج ہے بلکہ دوسری ساری چیزیں اس کی محتاج ہیں۔ اس کا منظر قرب و بعد میں برابر ہے۔ کوئی بعید اس سے بعید نہیں نہ ہی کوئی قریب اس سے قریب ہے۔ وہ صاحب احسان و بخشش ہے۔ کوئی معبود نہیں بجز اس کے وہ غالب اور حکیم ہے۔

اس کے اوصاف بیان کرنے والوں کا یہ قول کہ (وہ اترتا ہے) تو یہ بات اللہ کے بارے میں وہ کہتا ہے

جو اس کی طرف نقص یا زیادتی کی نسبت دیتا ہے۔ اس لیے کہ ہر متحرک اس کا محتاج ہے جو اس کو حرکت دے یا جس کی وجہ سے وہ حرکت میں آئے۔

جو اللہ کے بارے میں ایسے گمان کرے وہ یقیناً ہلاک ہوا۔ خدا کی صفات کے بارے میں اس سے بچو کہ تم اس کو کسی حد تک محدود کر دو، کسی نقص یا زیادتی کے ساتھ یا متحرک و تحریک اور زوال اور اترنے، اٹھنے اور بیٹھنے کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ اجل اور زیادہ عزیز و غالب ہے وصف کرنے والوں کی صفت اور وہم کرنے والوں کی صفت اور وہم و خیال کرنے والوں کے توہمات سے (۶۶)

۱۴۔ داؤد بن قبضہ کی روایت ہے کہ میں نے امام رضاؑ کو یہ کہتے سنا کہ میرے والد سے سوال کیا گیا کہ کیا خدا نے اس چیز سے منع کیا ہے جن کا اس نے حکم دیا ہے۔
کیا اس سے نہیں کی ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔
کیا اس نے اس چیز پر اعانت کی ہے جس کا وہ ارادہ نہیں کرتا۔

آپؑ نے فرمایا کہ تو نے سوال کیا کہ کیا اللہ نے اس چیز سے منع کیا ہے کہ جس کا حکم دیا ہے تو یہ جائز نہیں ہے اگر جائز ہوتا تو وہ ابلیس کو آدمؑ کے سجدے سے منع کرتا۔ اگر منع کیا ہوتا تو اس کو معذور سمجھتا اور اسے لعنت نہ کرتا۔

یہ سوال کہ کیا اس نے اس چیز سے منع کیا ہے کہ جسے اس نے چاہا ہے تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ اگر یہ جائز ہوتا تو پھر جب آدمؑ کو درخت سے کھانے سے منع کیا تھا تو ان سے کھانے کا ارادہ کیا تھا۔ اگر ان سے کھانے کا ارادہ کیا تھا تو پھر مکتب کے بچے کیوں پکارتے ہیں۔

وعصی آدم ربہ فغوی

خدا تعالیٰ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک چیز کا حکم دے اور اس کے برعکس چاہتا ہو۔
یہ سوال کہ، کیا اس نے اعانت کی ہے اس پر جس کا ارادہ نہیں کیا۔ تو یہ بھی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے اجل اور ارفع ہے کہ وہ انبیاء کو قتل کرنے اور ان کی تکذیب اور حسین ابن علی علیہما السلام اور ان کی بافضیلت اولاد کے قتل پر اعانت کرے اور وہ کس طرح اس چیز پر اعانت کر سکتا ہے۔ جس کو چاہتا نہیں، حالانکہ اس نے اپنے مخالفین کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے۔ اور ان کو اس کی اطاعت کی تکذیب اور جھٹلانے اور اس کی مخالفت کے ارتکاب پر لعنت کی ہے۔ اگر جائز ہوتا کہ وہ اعانت کرے اس چیز پر کہ جس کو نہیں چاہتا تو پھر اس نے فرعون کی اس کے کفر اور اس کا دعویٰ کرنے پر کہ وہ عالمین کا پروردگار ہے، اعانت کی ہوتی۔

کیا تو سمجھتا ہے کہ خدا نے فرعون سے یہ چاہا تھا کہ وہ ربوبیت کا دعویٰ کرے؟ ایسی بات کرنے والے کو توبہ کرنی چاہیے پس وہ اگر خدا پر جھوٹ بولنے کی وجہ سے توبہ کرے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کی گردن

اڑادی جائے (۶۷)

۱۵۔ مہدی عباسی نے حج کیا جب لوگ فتنہ العبادی کے مقام پر پہنچے تو پیاس سے چیخ اٹھے مہدی نے حکم دیا کہ کنواں کھودا جائے۔ کنوئیں کی کھدائی کے دوران زمین سے ایسی گیس نکلی کہ لوگ کام چھوڑ کر اوپر آ گئے۔ علی بن یقطین نے کام کرنے والوں کو زیادہ رقم کی ترغیب دی۔ وہ دوبارہ اترے۔ کچھ دیر کے بعد وہ بہت زیادہ گھبرائے ہوئے نکلے کہ ان کے رنگ اڑے ہوئے تھے علی نے ان سے ماجرا دریافت کیا تو ان لوگوں نے کہا کہ نیچے ہم نے کچھ آثار قدیمہ اور مال و اسباب اور مرد اور عورتیں دیکھی ہیں۔ جب ہم ان میں سے کسی چیز کی طرف اشارہ کرتے تو وہ چیز راگھ ہو جاتی۔

مہدی اس بارے میں لوگوں سے دریافت کرنے لگا لیکن کوئی کچھ نہ بتا سکا۔

موسیٰ بن جعفرؑ نے فرمایا کہ یہ اصحاب الاحقاف ہیں جن پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوا اور وہ اپنے گھروں سمیت زمین میں دھنس گئے۔ (۶۸)

۱۶۔ آپؐ سے ہارون رشید نے سوال کیا کہ آپؐ حضرات کو ہم پر کیوں فضیلت دی گئی ہے جب کہ ہم اور آپؐ ایک ہی شجرہ سے عبدالمطلب کی اولاد ہیں۔ ہم اور آپؐ ایک ہیں۔ ہم عباس کی اولاد اور آپؐ ابوطالب کی اولاد۔ وہ دونوں رسول اللہ کے چچا تھے اور دونوں کی آپؐ سے قرابت برابر کی تھی۔

آپؐ نے جواب دیا ہم زیادہ قریبی ہیں۔ ہارون نے پوچھا وہ کیسے؟ آپؐ نے فرمایا کہ عبد اللہ اور ابوطالب ایک ماں باپ کی اولاد تھے۔ جب کہ عباس، عبد اللہ اور ابوطالب کی والدہ سے نہیں تھے۔ ہارون نے کہا کہ آپؐ حضرات کس طرح دعویٰ کرتے ہیں کہ آپؐ نبی کریم کے وارث ہیں۔ چچا، چچا زاد بھائی کے لیے میراث سے مانع ہوتا ہے۔ ابوطالب تو پہلے فوت ہو گئے تھے اور عباس آنحضرتؐ کے چچا زندہ تھے۔

آپؐ نے فرمایا اگر مسلمانوں کے امیر کی رائے ہو تو مجھے اس مسئلے سے معاف رکھے اس کے علاوہ جو چاہے سوال کرے۔ وہ کہنے لگا نہیں آپؐ اس کا جواب ضرور دیں۔

آپؐ نے فرمایا تو پھر مجھے جان کی امان دے ہارون نے کہا گفتگو سے پہلے ہی امان دے چکا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کا ارشاد ہے کہ صلیبی اولاد کے ہوتے ہوئے وہ مذکر ہو یا مونث کسی دوسرے کا کوئی حصہ میراث میں سے نہیں ہے، مگر ماں باپ، زوج یا زوجہ اور چچا کے لیے۔

صلیبی اولاد کے ہوتے ہوئے کوئی میراث نہیں ہے۔ نہ کتاب عزیز نے یہ کہا ہے اور نہ سنت نے۔ یہ بنی تیم وعدی اور بنی امیہ نے کہا کہ چچا باپ ہوتا ہے۔ یہ ان کی اپنی رائے ہے بغیر کسی حقیقت یا رسول اللہ کی حدیث کے۔

وہ علماء جو حضرت علیؑ کے قول پر ہیں ان کے فیصلے ان لوگوں کے فیصلے کے خلاف ہیں۔ نوح بن دراج اس

مسئلے میں حضرت علیؑ کے قول کا قائل ہے اور اسی کے مطابق اس نے فیصلہ کیا ہے اس کو حضرت علیؑ نے دوشہروں (کوفہ اور بصرہ) کا حاکم بنایا اور اس نے یہی فیصلہ کیا۔

چنانچہ ہارون نے ان لوگوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جو اس قول کے خلاف تھے۔ مثلاً سفیان ثوری ابراہیم مازنی، اور فضیل بن عیاض۔ انہوں نے گواہی دی کہ اس مسئلے میں حضرت علیؑ کا یہی قول ہے۔

ہارون نے ان سے پوچھا کہ تم کیوں نہیں فتویٰ دیتے جب کہ نوح بن دراج نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ نوح نے جرات کی اور ہم نے بزدلی سے کام لیا۔

قدماء عامہ کے قول کے مطابق امیر المومنینؑ کے اس فیصلے کو امضاء کیا نبی کریمؐ سے کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے سب سے بڑا قاضی علیؑ ہیں۔

عمر بن خطاب نے کہا کہ علیؑ اقضانا..... علیؑ ہم میں سب سے بڑے قاضی ہیں۔

یہ ایک جامع نام اور صفت ہے۔ ساری وہ تعریفیں جو پیغمبرؐ نے اپنے اصحاب کی ہیں، جیسے قرابت، فرائض اور علم، وہ سب قضاوت میں داخل ہیں۔

ہارون نے کہا: مجھے مزید کچھ بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا: مجالس امانتیں ہیں، خصوصاً تیری مجلس۔ اس نے کہا: کوئی بات نہیں۔

آپؐ نے فرمایا: نبی اکرمؐ نے کسی کو وارث نہیں بنایا جب تک اس نے ہجرت نہیں کی۔ نہ ہی اس کے لیے کوئی ولایت ثابت کی ہے جب تک ہجرت نہ کرے۔

ہارون نے کہا کہ اس سلسلے میں آپؐ کی دلیل کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَهَاجِرُوا أَمْالَهُمْ مِنْ وَلَا يَتَّبِعُهُمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يَهَاجِرُوا

ترجمہ:

وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی وہ تمہاری ولایت میں سے کچھ نہیں رکھتے جب تک ہجرت نہ کریں۔

اور چچا عباس نے ہجرت نہیں کی۔

ہارون نے کہا: اے موسیٰ! کیا آپؐ نے ہمارے دشمنوں میں سے کسی کو یہ فتویٰ دیا ہے یا فقہاء میں سے کسی کو اس مسئلہ میں کوئی بات بتائی ہے۔

آپؐ نے فرمایا: خدا گواہ ہے کہ نہیں مسلمانوں کے امیر کے علاوہ کسی نے مجھ سے یہ سوال کیا بھی نہیں (۶۹)

۱۷۔ علی بن یقطین کہتے ہیں کہ مہدی عباسی نے ابوالحسن علیہ السلام سے شراب کے بارے میں

پوچھا کہ کیا وہ کتاب اللہ عزوجل میں حرام کی گئی ہے۔ کیونکہ لوگ اس کے بارے میں نہی (اور منع کرنے) کو تو جانتے ہیں مگر اس کی حرمت کو نہیں جانتے۔ ابوالحسنؑ نے فرمایا کہ ہاں یہ کتاب اللہ عزوجل میں حرام کی گئی ہے۔ مہدی عباسی نے پوچھا کس جگہ ذکر ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن ولا ثم والبغی بغیر الحق

میرے پروردگار نے جو فواحش ظاہر ہیں یا چھپے ہیں اور گناہ اور حق کے بغیر بغاوت کرنے کو حرام کیا ہے۔ خدا کا یہ ارشاد کہ ما ظہر منہا (جو اس میں سے ظاہر ہے) سے مراد الانیہ زنا اور بدکاری ہے اور ان جھنڈوں کو نصب کرنا ہے جو زمانہ جاہلیت میں فاحشہ عورتیں اپنے گھروں پر لگاتی تھیں۔ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد و ما بطن (اور جو چھپا ہوا ہے) سے مراد وہ ہیں جن سے باپ دادا نکاح کریں۔ لوگ پیغمبر کے مبعوث ہونے سے پہلے کوئی مرتا تو اس کی بیوی سے بیٹا باپ کے بعد شادی کر لیتا بشرطیکہ وہ اس کی حقیقی ماں نہ ہوتی۔

چنانچہ اللہ عزوجل نے اس کو حرام کیا۔

اور، ”الاثم“ (گناہ) تو یہی بعینہ شراب ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔

یسئالونک عن الخمر والمسکر قل فیہما اثم کبیر

آپؑ سے شراب اور جوئے کے بارے میں لوگ سول کرتے ہیں کہہ دیں کہ ان بہت بڑا گناہ ہے۔ کتاب اللہ میں ”الاثم“ (گناہ) سے مراد شراب اور جو ہے۔ ان دونوں کا بہت بڑا گناہ ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مہدی نے کہا: اے علی بن یقطین! بخدا یہ ہاشمی فتویٰ ہے۔

علی بن یقطین نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! آپؑ نے سچ کہا۔ حمد ہے اس خدا کی جس نے یہ علم آپ اہل بیت سے خارج نہیں کیا۔

علی کہتے ہیں مہدی صبر نہ کر سکا اور کہنے لگا کہ تو نے سچ کہا ہے ”اے راضی“ (۷۰)

آپؑ کی دعائیں

آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام بہت سی خوبیوں اور محاسن میں منفرد ہیں دوسرے ان خوبیوں میں ان کے ساتھ شریک نہیں۔ وہ مکارم اخلاق و کردار میں ممتاز ہیں اور سب سے الگ ہیں۔ ان کی دعائیں بھی دوسرے مسلمانوں سے ان کے امتیازات میں سے ہیں۔ اس میں صحابہ تابعین اور باقی

اسلاف ان کے ساتھ شریک نہیں۔ آپؐ میں سے ہر ایک سے بہت سی دعائیں منقول ہیں جن کو ہمارے علماء رضوان اللہ علیہم نے سینکڑوں صفحات میں کتابوں کی شکل میں جمع کیا ہے۔

درحقیقت ان ہی ہستیوں نے سب سے پہلے اس لب و لہجہ کی تعلیم دی ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے کہ بندہ اپنے مولا سبحانہ، و تعالیٰ سے مخاطب ہو، تذل اور توسل سے اور اللہ جل شانہ، کی طرف متوجہ ہو۔ اسی کتاب میں ”عبادت“ کے باب میں آپؐ کی کچھ دعائیں گزر چکی ہیں۔ بعض دوسری درج کی جا رہی ہیں۔

۱۔ آپؐ کی ایک دعا ہے۔

بسم اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد اعبداہ ورسولہ، وان الاسلام
کما وصف، وان الدین کما شرح، وان الکتاب کما انزل، والقول کما حدیث،
وان اللہ هو الحق المبین وصلوات اللہ وسلامہ علی محمد والہ اصبحت اللہم فی
امانک اسلمت الیک نفسی، ووجهت الیک وجہی وفوضت الیک امنت
بکتابک الذی انزلت، ورسولک الذی ارسلت اللہم انی فقیر الیک فارزقنی
بغیر حساب انک ترزق من تشاء بغیر حساب اللہم انی اسألك الطیبات من
الرزق وترکت المنکرات، وان تنوب علی اللہم انی اسئلك بکرامتک التی
انت اهلها وان تتجاوز عن سوء ما عندی بحسن ما عندک وان تعطينی من
جزیل عطائک افضل ما اعطیتہ احدا من عبادک۔

اللہم انی اعوذبک من مال یکون علی فتنہ، ومن ولدی کون لی عدوا، اللہم
قد تری مکانی، وتسبع دعائی، وکلامی، وتعلم حاجتی، اسئلك بجميع اسمائک
ان تقضی لی کل حاجہ من حوائج الدنیا والاخرۃ۔

اللہم انی ادعوك دعاء عبد ضعف قوته، واشتدت فاقته وعظم جرمه، وقل
عذره وضعف عمله دعاء من لا یجد لفاته سادا غیرک، ولا لضعفه عوناسواک،
اسئلك جوامع الخیر، وخواتمه، وسوابقه، وفوائده، وجميع ذلك بدوام فضلك،
واحسانک ومنک، ورحمتک فارحمنی، واعتقنی من النار، یا من کبس الارض
علی الباء ویا من سمک المساء بالهواء، ویا واحد اقبل کل واحد، ویا واحد بعد

اٰكَلْ شَيْءٍ وَيَاْمَنُ لَا يَعْْلَمُ ، وَلَا يَدْرِي ، كَيْفَ هُوَ ، اِلَا هُوَ ، وَيَاْمَنُ لَا يَقْدِرُ قُوَّةَ
اِلَا هُوَ ، يَاْمَنُ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ يَاْمَنُ لَا يَشْغَلُهُ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ ، وَيَا غُوثُ
الْمُسْتَغِيثِيْنَ ، يَا صَرِيحَ الْبُكْرُوْبِيْنَ ، وَيَا مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ ، يَا رَحْمَانَ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ وَرَحِيْبَهَا ، رَبِّ ارْحَمْنِي رَحْمَةً لَا تَضِلُّنِي وَلَا تَشْقِيْنِي بَعْدَهَا اَبَدًا اِنَّكَ
حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ (۱)

ترجمہ:

بسم اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسول
ہیں۔ اسلام اسی طرح ہے جس طرح اس نے اس کی توصیف کی ہے۔ دین اسی طرح ہے جیسے اس نے اسے تشریح
کیا ہے۔ کتاب ویسی ہی ہے جیسی اس نے نازل کی ہے۔ اس کی گفتگو ویسی ہے جس طرح اس نے بات کی ہے۔
اللہ واضح حقیقت ہے اور اللہ کی صلوات اور سلام ہو محمدؐ اور ان کی آل پر۔

خدا یا! میں نے تیری امان میں صبح کی ہے (اور) اپنا نفس تیرے سپرد کیا ہے، اپنا چہرہ تیری طرف موڑا
ہے، اپنا معاملہ تجھے تفویض کیا ہے، اپنی پشت کا سہارا تجھے قرار دیا ہے، تجھ سے ڈرتے ہوئے اور تیرے طرف
مائل ہوتے ہوئے۔

تیرے علاوہ نہ کوئی ملجاء و ماویٰ ہے اور نہ تجھ سے نجات حاصل کرنے کی جگہ ہے۔
تیری اس کتاب پر ایمان رکھتا ہوں جو تو نے نازل فرمائی ہے اور تیرے اس رسولؐ پر جن کو تو نے
بھیجا ہے۔ خدا یا! میں تیرا محتاج و فقیر ہوں، پس مجھے بغیر حساب کے دے۔ تو ہی جیسے چاہتا ہے بغیر حساب
کے رزق دیتا ہے۔

خدا یا! میں تجھ سے طیبات کا رزق اور منکرات کے ترک کرنے کا سوال کرتا ہوں۔
پروردگار! تو میری توبہ قبول فرما۔
خدا یا! میں تجھ سے تیری اس کی کرامت کے بدلے سوال کرتا ہوں جس کا تو اہل ہے۔
پروردگار! درگزر کر اس برائی سے جو میرے پاس ہے، اس خوبی کو بنا پر جو تیرے پاس ہے۔ مجھے وہ زائد
عطیہ عطا فرمایا جو تو نے اپنے بندوں میں سے ان کو عطا کیا جو افضل ہیں۔
خدا یا! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس مال سے جو میرے لیے باعث فتنہ اور آزمائش ہو اور اس اولاد سے
جو میری دشمن ہو۔

خدا یا! تو میری جگہ کو دیکھ رہا ہے، میری دعا اور میری بات کو سن رہا ہے۔ میری حاجت کو تو جانتا ہے۔

میں تجھ سے تیرے تمام اسماء کے صدقے سوال کرتا ہوں کہ دنیا اور آخرت کی میری تمام حاجات کو پورا کر دے۔

خدا یا! میں تجھ سے اس بندہ جیسی دعا کرتا ہوں جو ضعیف و کمزور ہے اس کی حاجت شدید ہے، اس کا جرم عظیم ہے، اس کے پاس عذر کم ہے، اس کا عمل کمزور ہے، اس شخص کی سی دعا جو تیرے سوا کسی کو اپنے فقر و فاقہ کو ختم کرنے والا اور تیرے سوا اپنی کمزوری پر کسی کو مددگار نہیں پاتا۔

خدا یا! میں تجھ سے خیر کے جوامع، اس کے خواتم، اس کے سوابق اور اس کے فوائد کا سوال کرتا ہوں، یہ سب کچھ تیرے فضل، تیرے احسان اور تیری رحمت کے دوام کے ساتھ۔

پس مجھ پر رحم فرما اور مجھ کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے۔ اے وہ ذات جس نے زمین کو پانی پر بچھایا۔ اے وہ جس نے آسمان کو ہوا و فضا میں بلند کیا۔ اے وہ جو ہر ایک سے پہلے ایک ہے۔ اے وہ جو ہر چیز سے بعد ایک ہے۔ اے وہ جس کو کوئی نہیں معلوم کر سکتا ہے کہ وہ کس طرح ہے بجز خود اس کے۔ اے وہ جس کی قدر کا اندازہ خود اس کے علاوہ کوئی نہیں لگا سکتا ہے۔ اے وہ جو ہر دن ایک نئی شان میں ہے۔ اے وہ کہ جس کو ایک شان و حالت دوسری شان و حالت سے مشغول نہیں رکھ سکتی۔

اے فریاد کرنے والوں کے فریادرس، اے مصیبت زدوں کی چیخ و پکار سننے والے، اے مضطرب و مجبوروں کی دعا قبول کرنے والے، اے دنیا و آخرت کے رحمن و رحیم، اے پروردگار! مجھ پر ایسی رحمت فرما جس میں تو مجھے گمراہ نہ ہونے دے۔ اس کے بعد مجھے کبھی بھی بدبختی کا شکار نہ ہونے دے۔

تو لائق حمد اور لائق مجد و بزرگی ہے

یا اللہ درود و سلام ہو محمدؐ اور ان کی آل پر۔

۲۔ محمد بن سلیمان کے ذریعے اس کے والد سے روایت ہے کہ میں (سلیمان) ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کے ساتھ ان کے بعض املاک پر گیا۔ آپؑ وہاں نماز ظہر تک رہے۔ جب اس کام سے فارغ ہوئے تو آپؑ سجدے میں گر پڑے اور میں نے آپؑ کو آنسوؤں سے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ غمزہ آواز میں کہتے سنا۔

رب عصیتک بلسانی ولوشئت وعزتک لاخرستنی ، وعصیتک ببصری

ولوشئت وعزتک لکبھتنی وعصیتک بسعی ولوشئت وعزتک لاصمتنی ،

وعصیتک بیدی ولوشئت وعزتک لکنعتنی وعصیتک برجلی ولوشئت

وعزتک لجدذمتنی وعصیتک بفرجی ولوشئت وعزتک لعقمتنی ، وعصیتک

جميع جوارحی، التي انعمت بها علی و ليس هذا جزءا و لك منی۔

راوی کہتا ہے: پھر میں نے ایک ہزار مرتبہ شمار کیا کہ آپؐ العفو، العفو کہہ رہے تھے۔ پھر آپؐ نے اپنا دایاں رخسار زمین پر رکھ دیا اور میں نے آپؐ کو نمکین آواز میں کہتے سنا:

**بوت الیک بذنبی، عملت سوء وظلمت لنفسی فاغفر لی، فانه لا یغفر الذبوب
غیرک یا مولای یا مولای۔**

میں تیری طرف گناہ سے لوٹا۔ میں نے برا کہا اور اپنے نفس پر ظلم کیا۔ پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا
اے میرے مولا، اے میرے مولا! یہ آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا۔ پھر بایاں رخسار زمین پر رکھ دیا
اور کہنے لگے:

ارحم من اساء واقترف، واستکان واعترف

اس پر رحم فرما جس نے برائی کی، اور زیادہ برائی کی، اور جب ذلیل و خوار ہوا تو اعتراف گناہ کیا۔
تین مرتبہ کہا اور پھر سر اٹھایا۔ (۷۳)
۳۔ آپؐ کی دعا ہے:

**یا سابق کل فوت، یا سامع کل صوت، قوی او خفی، یا محی النفوس بعد الموت،
لا تغشاک الظلمات الحند سیتہ، ولا تشابہ علیک اللغات المختلفہ، ولا
یشغلك شئی عن شئی، یا من لا یشغله دعوة داع دعاہ من السماء یا من له
عند کل شئی من خلقه سمع سامع، وبصر نافذ یا من لا تغلظه کثرة المسائل،
ولا یبرمه الحاح الملحین، یا حی حین لا حی فی دیمومتہ ملکہ وبقائہ، یا من سکن
العلی، واحتجب عن خلقه بنورہ، یا من اشرفق لنورہ دجا الظلم، اسالک
باسمک الواحد الاحد، الفرد الصمد الذی هو من جمیع ارکانک صلی علی محمد
واہل بیتہ۔**

ترجمہ: اے ہر فوت ہو جانے والی اور نکل جانے والی چیز سے پہلے۔ اے ہر آواز کے سننے والے، وہ
آواز قوی ہو یا خفی، اے نفسوں کو موت کے بعد زندہ کرنے والے، تجھے تاریک اندھیرے نہیں چھپا سکتے، مختلف
زبانیں تجھ پر اشتباہ نہیں کرتیں۔ کوئی چیز تجھ کو دوسری چیز سے مشغول نہیں رکھتی۔ اے وہ جس کو کسی پکارنے والے
کی آسمان میں پکار مشغول نہیں رکھتی۔ اے وہ جس کے لیے اپنی مخلوق میں سے ہر چیز کے پاس سننے والی سماعت

اور آپاردیکھنے والی بصارت ہے۔

اے وہ جس کو مسائل کی کثرت مغالطہ میں نہیں ڈالتی نہ اصرار کرنیوالوں کا اصرار جس کو ملول ورنجیدہ کرتا ہے۔ اے وہ زندہ جس کے ملک کے دوام و بقا میں کوئی زندہ نہیں۔

اے وہ جو بلندیوں میں رہتا ہے اور اپنے نور کی وجہ سے اپنی مخلوق سے پوشیدہ ہے۔
اے وہ جس کے نور سے تاریکیاں جگمگا اٹھتی ہیں، میں تجھ سے واحد اور احد اور فرد اور صمد نام کے ذریعے، جو تیرے تمام ارکان میں سے ہیں سوال کرتا ہوں کہ محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت و صلوات کا نزول فرما۔ پھر انسان اپنی حاجات کے بارے میں سوال کرے۔ (۷۴)

۴۔ آپ کی دعائے قنوت:

يَا مُفْزِعَ الْفَازِعِ، وَمَا مَنِ الْهَالِعِ، وَمَطْمَعِ الطَّامِعِ وَمُلْجَا الضَّارِعِ، يَا غُوثَ
اللَّهِفَانِ، وَمَاوِيَ الْحَيَوَانِ، وَمَرْوِيَ الظُّبَانِ، وَمَشْبِعَ الْجُوعَانِ، وَكَاسِيَ الْعَرِيَانِ،
وَحَاضِرَ كُلِّ مَكَانٍ، بِلَادِرِكَ وَلَا عِيَانِ، وَلَا صَفْهَ وَلَا بَطَانَ عَجَزَتِ الْإِفْهَامِ
وَضَلَّتِ الْإِوْهَامُ عَنْ مُوَافَقِهِ صَفْهَ دَابَّتِهِ مِنَ الْهُوَامِ فَضْلًا عَنْ الْإِجْرَامِ
الْعَظَامَا انْشَاتِ حَجَابًا لِعَظْمَتِكَ وَأَنِي يَتَغَلَّغِلُ إِلَى مَا وَرَاءَ ذَلِكَ بِمَا لَا يُرَامُ
تَقْدُسَتْ يَا قُدُّوسُ عَنِ الظُّنُونِ وَالْحُدُوسِ وَأَنْتَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ بَارِي
الْأَجْسَامِ وَالنَّفُوسِ، وَمَنْخَرُ الْعِظَامِ، وَهَمِيَّتُ الْإِنَامِ وَمَعِيدُهَا بَعْدَ الْفَنَاءِ
وَالنَّتْطَبِيسِ اسْأَلُكَ يَا ذَا الْقُدْرَةِ وَالنَّفُوسِ، وَمَنْخَرُ الْعِظَامِ، وَهَمِيَّتُ الْإِنَامِ
وَمَعِيدُهَا بَعْدَ الْفَنَاءِ وَالنَّتْطَبِيسِ، اسْأَلُكَ يَا ذَا الْقُدْرَةِ وَالْعِلَاوِ وَالْعِزِّ وَالشَّانِ
أَنْ تَصْلِيَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ أُولَى النَّهْيِ وَالْمَحَلِّ الْأَوْفَى وَالْمَقَامِ الْأَعْلَى وَأَنْ تَعْجَلَ
مَا قَدْ تَأَجَّلَ وَتَقْدِمَ مَا قَدْ تَأَخَّرَ وَتَأْتِي بِمَا قَدْ أُوجِبَتْ اثْبَاتُهُ وَتَقْرِبَ مَا قَدْ تَأَخَّرَ فِي
النَّفُوسِ الْحَصْرَةَ أَوَانَهُ، وَتَكْشِفَ الْبَاسَ وَسُوءَ الْبَاسِ، وَعَوَارِضَ
الْوَسْوَاسِ الْخَنَاسِ فِي صُدُورِ النَّاسِ، صُدُورِ النَّاسِ، وَتَكْفِينَا مَا قَدْ
رَهْتَمْنَا، وَتَصْرِفَ عَنَّا مَا قَدْ رَكِبْنَا وَتُبَادِرَ أَصْطِلَامِ الظَّالِمِينَ،
وَنَصْرَ الْبُؤْمِنِينَ، وَلَا دَالَتَهُ مِنَ الْمَعَانِدِينَ أَمِينَ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۷۵)

ترجمہ:

اے گھبرائے ہوئے کی جائے پناہ! اے پریشان کی جائے امن، اے طمع اور لالچ رکھنے والے کی طمع کی جگہ اور تضرع اور زاری کرنے والوں کا بلاء اے دکھی کے فریاد رس اور حیران و سرگرداں کے ماویٰ اے پیاسے کو سیراب کرنے والے، بھوکے کو سیر کرنے والے برہنہ کو لباس پہنانے والے۔

کسی کے ادراک کئے اور دیکھے بغیر اے ہر جگہ حاضر اور کسی صفت اور پوشیدہ ہوئے بغیر۔ کیڑے مکوڑوں میں سے کسی جاندار کی پوری تعریف کرنے سے فہم عاجز ہیں اور ذہن گم ہیں۔ وہ بڑے بڑے اجرام فلکی تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ انہوں نے تیری عظمت کے لیے حجاب پیدا کئے ہیں ان کے آگے کاتو قصد وار وہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

تو منزہ اور پاک ہے اور گمانوں اور قیاس آرائیوں سے پاک اور منزہ، تو مقدس شہنشاہ ہے، جسموں اور نفسوں کو پیدا کرنے والا ہڈیوں کو بوسیدہ، لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والا، ان کو فنا ہو جانے اور مٹ جانے کے بعد واپس لوٹانے والا۔

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے صاحب قدرت، بلند عزت اور ثنا و حمد کے لائق کہ محمدؐ اور ان کی آلؑ پر درود بھیج، جو صاحبان عقل و خرد اور زیادہ صحیح منصب اور اعلیٰ مقام والے ہیں۔

اسے جلدی کر دے جو دیر میں ہے، اسے مقدم کر دے جو موخر ہے۔ اس کو لے آ جس کو ثابت کرنا تو ضروری سمجھتا ہے۔ اس کو قریب کر دے جو ان نفوس میں موخر ہے، جن کا وقت محدود ہے۔ شدت کو دور کر دے لوگوں کے سینوں سے خناس کے وسوسوں کو دور کر دے۔

ہماری کفایت کر ان باتوں میں جنہوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے ہم سے دور کر دے جن کے ہم مرتکب ہوئے ہیں۔

ظالموں کے ظلم کے روکنے اور مومنین کی نصرت کرنے اور معاندین (خود سروں) کی حکومت و سلطنت کو منتقل کرنے میں جلدی فرما۔

آمین یا رب العالمین!

۵۔ آپؐ کی دعا۔

توكلت على الحى الذى لا يموت وتحصنت بذى العزة والجبروت، واستعنت
بذى الكبرياء والملكوت۔ مولای استلمنى، وتوكلت عليك فلا تخذلتى،
ولجات الى ظلك البسيط فلا تظرنى، انت البطل واليك المهرب، تعلم
ما اخفى وما اعلن، وتعلم خائنته الاعين وما تخفى الصدور، فامسك عني

اللهم ایدی الظالمین، من الجن والانس اجمعین، واشفنی یا ارحم الراحمین (۴۲)

میں اس زندہ پر توکل کرتا ہوں جو مرتا نہیں۔ اپنے آپ کو صاحب عزت و جبروت کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ صاحب کبریائی و ملکوت سے اعانت چاہتا ہوں۔
میرے مولا! میں تیری سپردگی چاہتا ہوں، تو مجھے کسی کے سپرد نہ کرنا۔ میں تجھ پر توکل کرتا ہوں، تو مجھے تنہا نہ چھوڑنا۔

تیرے وسیع سایہ کی پناہ لیتا ہوں، مجھے دور نہ کر دینا۔ تو ہی مطلوب ہے، تیری ہی طرف بھاگ کر آنا ہے۔

اے وہ جو اس کو جانتا ہے جس کو مین چھپاتا ہوں۔ اور اعلانہ کرتا ہوں۔ تو خیانت کرنے والی آنکھوں اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے، اس کو جانتا ہے۔ خدایا! مجھ سے ظالموں کے ہاتھ روک لے خواہ جن و انس میں سے ہوں۔ مجھے شقا بخش دے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

۶۔ آپ کی دعا

یا اللہ یا اللہ اسئلک بحق من حقہ علیک عظیم ان تصلی علی محمد و آل محمد، وان ترزقنی العمل بما علمتني من معرفته حق، وان تبسط علی ما حظرت من رزقك (۴۳)

یا اللہ، یا اللہ، یا اللہ! میں تجھ سے اس کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس کا حق تجھ پر بہت بڑا ہے کہ محمدؐ اور آل محمدؐ پر درود بھیج اور مجھے تو نے جو اپنے حق کی معرفت کا علم دیا ہے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، جو اپنا رزق تو نے مجھ سے روک رکھا ہے اس میں وسعت دے دے۔

۷۔ آپ کی وہ دعا جو آپؐ نے اپنے ایک صحابی کو قرض ادا کرنے کے بارے میں تعلیم فرمائی۔

اللهم اردد علی جمیع خلقك مظالمهم التي قبلي، صغیرها وکبیرها فی یسر منك وعافیہ، وما لم تبلغه قوتي ولم تسعه ذات یدی، ولم یقعو علیہ بدنی ویقینی، ونفسی، فاده عني من جزیل ما عندك، من فضلك ثم لا تخلف علی منه شیئا، تقضیه من حسناتی یا ارحم الراحمین اشهد ان لا اله الا الله، وحده لا شریک له واشهد ان محمد عبده ورسوله۔ (۴۴)

خدا یا! تیری تمام مخلوق کے چھوٹے یا بڑے مظالم جو میری طرف ہیں، ان کو اپنی کشائش اور عافیت میں لوٹا دے جن تک میری قوت نہیں پہنچتی میرا مال ان کی وسعت نہیں رکھتا، اس پر میرا بدن، میرا یقین اور میرا نفس قوت نہیں رکھتا۔ ان کو اپنے عظیم فضل میں سے جو تیرے پاس ہے ادا فرما دے اور اس میں سے کچھ بھی مجھ پر نہ رہنے دے جو تو میری حسنت اور نیکیوں سے پورا کرے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو وحدہ لا شریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔

آپؐ کی دعاؤں کی قبولیت

آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بنی امیہ کی طویل ظالم و غاصب حکومت کے دور میں بڑے مصائب اور سختیوں میں زندگیاں گزاریں۔ ان کے بعد امید ہو چلی تھی کہ عباسی حکومت کے ہاتھوں ان سختیوں اور دشواریوں میں کمی ہوگی اور ظلم و زیادتی اور امیہ دور کی اذیتوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔

یہ خیال بلاوجہ نہیں تھا۔ ان دونوں گھرانوں میں قریبی رشتہ داری تھی اور عباسی علویوں کے نام پر حکومت لے سکے تھے۔ ابومسلم خراسانی کے جھنڈے علویوں ہی کی نصرت کے نام سے آگے آئے تھے اور انہی کے شہداء کے خون کا بدلہ لینے اور ان پر کئے گئے ظلم و ستم کا انتقام لینے بڑھے تھے۔

مگر جب عباسی برسر اقتدار آئے اور انہوں نے اپنی حکومت مستحکم تو معاملہ برعکس نکلا۔ یعنی عباسی حکومت تواتر کے ساتھ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو قید کرنے، جلاوطن کرنے اور قتل کرنے پر مستعد ہو گئی۔ ان کی حکمرانی کا زمانہ بنی امیہ کے مقابلے میں آئمہ اہل بیت علیہم السلام پر زیادہ سخت تھا۔

تَاللّٰہِ مَا فَعَلْتَ اُمَیّہَ عَلَوِجِ

مَعَاشَرَ مَا فَعَلْتَ بَنُو عَبَّاسٍ

خدا کی قسم! بنی امیہ کے سرکشوں نے اس کا عشر عشر بھی نہیں کیا، جو کچھ بنی عباس کے ہاتھوں ہوا۔

آئمہ اطہار علیہم السلام نے ان ظلم و ستم کرنے والوں کو کبھی بددعا نہیں دی۔ آپؐ اسی وقت بددعا دینے پر مجبور ہوئے جب ظلم و جور کی انتہا ہو گئی اور اس کی شدت اپنی آخری حدود پر پہنچ گئی۔ آگے کلمات علماء و عظماء کے اب میں وہ خط آپؐ کی نظر سے گزرے گا جو عیسیٰ بن جعفر نے، جس کے پاس امام قید تھے، ہارون رشید کو لکھا تھا۔ اس خط میں تھا کہ میں نے کچھ لوگ مقرر کئے ہیں جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی دعاؤں تک کو سنتے ہیں مگر انہوں نے کبھی تجھ کو یا ہم لوگوں کو بددعا نہیں دی نہ کبھی ہمارا برا تذکرہ کیا۔

اس پس منظر میں اندازہ ہو سکتا ہے کہ پھر وہ کیسے موقع ہوتے ہوں گے جب آپؐ حضرات ان ظالموں کو

بددعا دینے پر مجبور ہو جاتے ہوں گے۔

ان صفحات میں وہ بعض واقعات ذکر کئے جاتے ہیں جو آپؐ کی دعا کی قبولیت کے سلسلے میں درج کئے گئے ہیں۔

۱۔ کتاب ”نثر الدرر“ کا مصنف لکھتا ہے کہ موسیٰ بن جعفر کاظمؑ کے سامنے ذکر ہوا کہ ہادی عباسی آپؑ کو شہید کرنے کا قصد رکھتا ہے۔ آپؑ نے اپنے گھر والوں اور عزیزوں سے پوچھا کہ تم لوگ اس سلسلے میں کیا مشورہ دیتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپؑ اس سے دور چلے جائیں اور خود کو اس کی دسترس سے غائب کر لیں کیونکہ آپؑ اس کے شر سے مامون نہیں ہیں۔ یہ سن کر آپؑ نے تبسم فرمایا اور کہا:

زعمت شخینہ ان ستغلب

ولیغلبن مغالب الخلاب رہا

(بغض و عداوت رکھنے والی) گمان کرتی ہے کہ وہ اپنے پروردگار پر غالب آ جائے گی، حالانکہ وہ سب پر غالب آنے والوں پر بھی غالب ہے۔

پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے عرض کیا:

الہی کم من عدو، شحذلی ظبه مدیتہ، وداف لی قوا تل سموہ، ولم تنم عنی
عین حراستہ، فلما رایت ضعفی عن احتمال الفو ادح وعجزی عن کلمات
الجوانح صرفت ذلک عنی بحولک وقوتک لا بحولی وقوتی والقیتہ فی الحفیرۃ التی
احتفر ہالی خائباً مما املہ فی دنیاہ متباعد اعمایر جوہ فی اخراہ فلک الحمد
علی قدر ما عمیتنی فیہ نعبک، وما تولیتنی من جودک و کرمک اللہم فخذہ
بقوتک، وافلل حدہ عنی بقدر تک واجعل لہ شغلا فیما یلیہ، وعجزاہ
عماینتویہ، اللہم واعدنی علیہ عدوۃ حاضرة تكون من غیظی شفاء، ومن
حنقی علیہ وفاء، وصل اللہم دعائی بالاجابہ، وانظم شکایتی بالتعبیر وعرفہ
عما قلیل ما وعدت بہ من الاجابہ لعبیدک المضطربین انک ذو الفضل
العظیم، والامن الجسیم۔

ترجمہ:

خدا یا! کتنے دشمن ہیں جنہوں نے میرے لیے اپنی چھری کی دھارتیز کی، اور میرے لیے زہر پانی میں

گھولے تو تیری نگرانی آنکھ میری نگرانی سے غافل نہیں ہوئی۔ جب تو نے مجھ سے مصیبتوں اور سختیوں کو برداشت کرنے کا یا راند دیکھا اور میری کمزوری، ناتوانی اور میرے اعضاء و جوارح کو زخموں سے چور دیکھا تو اس کو میری طاقت و قوت سے نہیں بلکہ اپنی قدرت و طاقت سے مجھ سے دور کر دیا۔ اس کو گڑھے میں پھینکا جو اس نے میرے لیے کھودا تھا۔ وہ ناامید ہو گیا اس سے جس کی اس نے دنیا میں خواہش کی تھی اور دور ہو گیا اس سے جس کی اس نے آخرت میں آرزو کی تھی۔

تیرے لیے حمد و ثنا ہے اسی انداز میں جس انداز میں تو نے اپنی نعمتیں مجھ پر عام کر دی ہیں اور جتنا کچھ کہ تو نے مجھے اپنے جود و کرم سے دیا۔ خدایا! اس شخص کو اپنی قوت سے اپنی گرفت میں لے لے، اپنی قدرت سے اس کی تیز دھار کو کند کر دے، اس کو ایسے شغل میں بھجوا دے جو اس کو اس چیز سے روک دے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔

خدایا! مجھے اس پر ابھی غلبہ دے جو میرے غیظ و غضب کے لیے شفا ہوا اور میرے غصے کو ٹھنڈا کر دے۔ خدایا! میری دعا کو اجابت سے وصل کر دے اور قبول کر لے۔ میری شکایت کو عبرت میں پرودے۔ جو تو نے اپنے مضطر بندوں کو دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے اس کو جلد ظاہر کر دے۔ تو صاحب فضل عظیم اور بڑے احسان والا۔

آپؐ کے عزیز و رشتہ دار کچھ ہی مدت بعد دوبارہ اس خط کو پڑھنے جمع ہوئے جو امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس ہادی عباسی کی موت کے بارے میں آیا تھا۔ اسی کے متعلق کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ:

وساریہ لم تسر فی الارض
محلا ولم یقع بہا الارض قاطع تبتغی

ترجمہ:

کتنے رات کو چلنے والے ہیں جو زمین میں کوئی جگہ تلاش کرنے کے لیے نہیں چلتے اور نہ زمین ان کے سفر کو منقطع کرتی ہے۔

یہ ان اشعار میں سے ایک ہے جو قبولیت دعا کے بارے میں کہے گئے ہیں۔ (۷۹)

۲۔ عبد اللہ بن صالح سے روایت ہے کہ ہم سے فضل بن ربیع کے ساتھی نے یہ واقعہ بیان کیا:

ایک رات میں اپنے بستر پر کنیز کے ساتھ لیٹا تھا۔ آدھی رات کے قریب مسرور کبیر میری خواب گاہ کا دروازہ کھول کر داخل ہوا اور بغیر سلام کے کہنے لگا کہ ہارون رشید نے بلایا ہے۔

میں یہ دیکھ کر بہت خوفزدہ ہوا کہ بغیر اجازت کمرے میں داخل ہونا اور سلام نہ کرنا کچھ اچھی علامت نہیں۔

یہ تو قتل کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ مجھ میں اتنی بھی ہمت نہ ہوئی کہ اس سے غسل کی مہلت مانگ لوں۔ کنیز نے یہ کیفیت دیکھی تو کہا کہ اللہ عز وجل پر توکل کرو اور کھڑے ہو جاؤ۔ میں نے کپڑے پہنے اور اس کے ساتھ ہارون رشید کے محل پہنچا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں تھا۔ میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں اس کے سامنے گر پڑا۔ وہ کہنے لگا تو خوفزدہ معلوم ہوتا ہے۔ میں نے حامی بھری۔ کچھ دیر کے لیے اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ میں حواس میں آ گیا۔

پھر مجھ سے کہنے لگا کہ قید خانے میں جا کر موسیٰ بن محمدؑ کو رہا کر دو۔ ان کو تین ہزار درہم، پانچ خلعتیں، تین سواریاں دو اور ان سے دریافت کرو کہ وہ ہمارے پاس رہنا چاہتے ہیں یا کسی اور اپنی پسند کے شہر جانا چاہتے ہیں۔

میں نے اس سے پوچھا: اے مسلمانوں کے امیر! کیا تم موسیٰ بن جعفرؑ کو چھوڑنے کا حکم دے رہے ہو؟
کہنے لگا: وائے ہوتجھ پر! کیا تو چاہتا ہے کہ میں اپنے عہد و پیمان کو توڑ دوں۔
میں نے پوچھا، وہ کون سا عہد و پیمان ہے؟

کہنے لگا کہ میں اس خواب گاہ میں لیٹا تھا کہ اچانک مجھ پر ایسے شیر نے حملہ کر دیا جس سے بڑا شیر میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ وہ میرے سینے پر سوار ہو گیا اور گلا پکڑ لیا۔ مجھ سے کہا تو نے موسیٰ بن جعفرؑ کو ظلم و زبردستی سے قید کر رکھا ہے میں نے کہا میں انہیں ابھی چھوڑ رہا ہوں، ان کو ہبہ کروں گا اور خلعتیں دوں گا۔ اس نے مجھ سے اللہ عز وجل کا عہد لیا، تب میرے سینے سے اترا۔ قریب تھا کہ میری جان نکل جائے۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں ہارون رشید کے پاس سے اٹھ کر موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس قید خانے میں پہنچا۔ آپؑ نماز ادا فرما رہے تھے۔ سلام پھیر لیا تو میں نے آپؑ کو ہارون رشید کا سلام پہنچایا، رہائی کی خوشخبری دی اور باقی جو کچھ اس نے حکم دیا تھا وہ سب پیش کیا۔ آپؑ نے فرمایا اس کے علاوہ اگر کچھ حکم تجھے ملا ہو تو وہ بھی بیان کر۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپؑ کے جدر رسول اللہ کے حق کی قسم! مجھے صرف ان ہی چیزوں کا حکم ہوا ہے۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: مجھے خلعتوں، سواریوں اور مال کی ضرورت نہیں۔ اس میں امت کے حقوق ہیں۔ میں نے عرض کیا: میں آپؑ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں آپؑ ان چیزوں کو واپس نہ کریں، ورنہ وہ آگ بگولہ ہو جائے گا۔ آپؑ نے سن کر فرمایا: تو جو چاہو تم عمل کرو۔

میں نے آپؑ کا دست مبارک تھاما اور قید خانے کے باہر لے آیا۔

پھر عرض کیا: فرزند رسول! اس کرامت کی خبر دیجئے۔ میں ہی آپؑ کے لیے یہ خوشخبری لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ میرے ہاتھوں انجام کو پہنچایا ہے۔ اس لیے میں آپؑ سے پوچھ سکتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے بدھ کی رات رسول اللہ کو خواب میں دیکھا۔ آپؑ نے فرمایا: اے موسیٰ! تم قید

میں ہوا اور مظلوم ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں یا رسول اللہ۔ میں قید میں بھی ہوں اور مظلوم بھی ہوں۔ آپؐ نے اس کا تین مرتبہ تکرار کیا اور فرمایا۔

لعلہ فتنہ لکم ومتاع الی حین

شاید یہ تمہارے لیے فتنہ ہے اور ایک مدت کے لیے متاع ہے۔

کل تم روزے کی حالت میں صبح کرنا، پھر جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھنا، جب افطار کا وقت ہو تو بارہ رکعت نماز پڑھنا، ہر رکعت میں الحمد اور بارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھنا۔

یا سابق الفوت یا سامع کل صوت ویامحی العظام وہی رمیم بعدا لموت

اسئالک باسمک العظیم الاعظم ان تصلی علی محمد عبدک ورسولک وعلی

اہل بیتہ الطاہرین وان تعجل لی افرج مما انا فیہ۔

ترجمہ:

اے فوت ہونے والے اور ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے سبقت کرنے والے۔ اے ہر آواز کو سننے والے، اے بوسیدہ ہڈیوں کو موت کے بعد زندہ کرنے والے، میں تیرے عظیم واعظم نام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ محمدؐ اپنے بندے اور اپنے رسولؐ اور ان کے پاکیزہ اہل بیتؑ پر درود و صلوات بھیج اور میرے لیے اس چیز سے جس میں اس وقت ہوں، جلد کشائش فرما۔

میں نے اس پر عمل کیا۔ باقی جو کچھ ہو وہ تو نے خود دیکھا۔ (۸۰)

آپؐ کے چند اشعار

آئمہ طاہرین علیہم السلام سے جو کچھ بھی خطبوں، وصیتوں، خطوط یا اشعار کے طور پر آیا ہے، وہ سب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے، اس کی اطاعت پر آمادہ کرنے، تعلیمات اسلامی کی نشر و اشاعت اور مکارم اخلاق اور بلند انسانی صفات پر راغب کرنے کے لیے ہے۔

یہ حضرات امت مسلمہ کی ہدایت اور تعلیم و تعلم کی جدوجہد اور سعی کرتے رہے، مسلمانوں کی رشد و ہدایت میں زندگی بسر کی۔

آپؐ حضرات نے شعر و شاعری بھی اسی کے لیے وقف کی ہوئی تھی جبکہ عام طور سے لہو و لعب، خرافات، عشق و معاشقہ کے مضامین اشعار میں باندھے جاتے ہیں۔ آپؐ کے اشعار عقائد، اخلاق اور نیکیوں کی طرف دعوت سے پر ہیں۔

یہاں امام موسیٰ کاظمؑ کے کچھ اشعار پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ آپؑ بچہ تھے کہ جب آپؑ اپنے والد کی خدمت میں آئے۔ آپؑ کے ہاتھ میں تختی تھی۔ والد نے ان سے لکھنے کو کہا۔

تنح عن القبیح ولا تردہ

فعل فتیح سے دور ہو اور اس کا ارادہ تک نہ کرو

اور فرمایا اس پر مصرعہ لگاؤ

آپؑ نے فرمایا:

ومن اولیتہ حسنا فزدہ

جس سے نیکی کی ہے۔ اس میں اضافہ کرو

فرمایا:

ستلقی من عدو ک کل کید

تجھے دشمن سے ہر قسم کا دھوکہ اور فریب ملے گا

آپؑ نے کہا:

اذا کاد العدو فلا تکدہ

جب دشمن مکر و فریب کرے تو تو اس سے مکاری نہ کر

آپؑ نے فرمایا:

یہ ایسی ذریت ہے جن میں سے بعض بعض سے ہیں (۸۱)

۲۔ بندوں کے افعال و کردار کے بارے میں آپؑ کے اشعار:

لم تخل افعالنا التي نذم بها

احدی ثلاث حین نبذیہا

اما تفرد بارینا بصنعتہا

فیسقط اللوم عاحین ناتیہا

او کان یشرکنا فیہا فیلحقہ

ماکان یلعقنا من لائم فیہا

اولم یکن لا لھی فی جنایتھا
ذنب فما الذنب الا ذنب جانیھا (۸۲)

ترجمہ:

ہمارے افعال جن کی وجہ سے ہماری مذمت کی جاتی ہے۔ وہ تین حالتیں ہیں، جب ہم سے وہ افعال ظاہر ہوتے ہیں تو یا تو ہمارا خالق ہی ان افعال کا بھی اکیلا خالق ہے۔ تو پھر ہماری ملامت نہیں ہونی چاہتے۔ جب ہم ان اعمال کو بجالائیں گے اور ان میں ہمارے ساتھ شریک ہوگا تو پھر جو کچھ ملامت ان اعمال کو بجالائیں گے اور وہ ان میں ہمارے ساتھ شریک ہوگا۔ تو پھر جو کچھ ملامت ان اعمال کے لیے ہماری ہوتی ہے وہ اس کی بھی برابر سے ہوگی۔ یا پھر میرے معبود کا بندہ کے غلط کام میں کوئی حصہ نہیں، تو پھر سارا گناہ اس گناہ گار بندے کا ہے۔

۳۔ صبر و اور تسلی کے بارے میں آپؐ کے اشعار:

کن للمکارہ بالعزاء مدافعاً
فلعل یوما لا تری ماتکرہ
فلربما استنر الفتی فتناً فست
فیہ العیون وانہ لمبوء
ولربما خزن الادیب لسانہ
حذر الجواب وانہ لمفوء
ولربما ابتسم الوقور من الاذی
و ضمیر من حرۃ یتاؤء (۸۳)

ترجمہ: مصائب کو صبر اور تسلی سے دور کرو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لینے سے متعلق آپؐ کا شعر:

انت ربی اذا ظمت الی الباء
وقتی اذا اردت الطعاما

تو میرا پروردگار ہے جب میں پانی کا پیاسا ہو
تو میرا رازق ہے جب میں کھانا چاہتا ہوں

۵۔ آپؐ کی سیرت میں ایک شعر:

نواصل من لا يستحق وصالنا
مخافہ ان نبقی بغیر صدیق

ترجمہ:

ہم اس سے صلہ رحمی کرتے ہیں جو صلہ
رحمی کا مستحق نہیں اس خوف سے کہ ہم
دوست کے بغیر نہ رہ جائیں۔

آپؐ علماء اور عظماء کی نظر میں

مسلمانوں کے سارے مکاتب فکر کا اہل بیت علیہم السلام کی افضلیت، بلندی مقام، ان کی منزلت اور
تقدس اور ان کی رسول اکرمؐ سے قربت پر اجماع و اتفاق ہے۔

علماء نے ان کے فضائل لکھنے ان کی شان میں رسول اللہ کی احادیث ذکر کرنے، ان کی سیرت و اخلاق
بیان کرنے اور ان کے ارشادات و تعلیمات پیش کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت کی ہے۔

اس میں کوئی تعجب بھی نہیں کہ رسول اعظمؐ نے ان کو حدیث ثقلین کے مطابق قرآن کریم کا قرین کہا ہے۔
آپؐ نے ان کی سفینہ نوحؑ سے مثال دی ہے کہ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا، اور جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوا اور تباہ
ہوا۔ باب حطہ سے مثال دی ہے جس میں جو داخل ہو گیا وہ امن میں رہا۔ ایسی اور بھی بہت سی احادیث آپؐ
حضرات کی فضیلت میں موجود ہیں۔

اس فصل میں ہم امام موسیٰ کاظمؑ کے بارے میں بعض علمائے کرام کے کلمات پیش کرتے ہیں:

۱۔ امام صادقؑ نے فرمایا: اس میں حکم کا علم و فہم اور سخاوت ہے، ان امور کی معرفت ہے جن کے
لوگ محتاج ہیں۔ وہ ایسے امور دین ہیں جن میں لوگ اختلاف کیا کرتے ہیں۔ اس میں حسن خلق ہے اور حسن
جواز۔

وہ اللہ عزوجل کے ابواب میں سے ایک باب اور دروازہ ہیں۔ (۸۴)

۲۔ ہارون رشید نے کہا: یاد رکھو یہ بنی ہاشم کے عابدوں اور زاہدوں میں سے ہیں (۸۵) ہارون نے
اپنے بیٹے مامون سے (اس کے آپؐ کے بارے میں سوال کے جواب میں) کہا: یہ لوگوں کے امام ہیں۔ اللہ کی
مخلوق پر اس کی حجت ہیں، اس کے بندوں میں اس کے خلیفہ ہیں (۸۶)۔ اور کہا کہ اے بیٹا! یہ انبیاء کے علم کے

وارث موسیٰ بن جعفرؑ ہیں۔ اگر صحیح علم چاہتے ہو تو وہ ان کے پاس ہے (۸۷)

۳۔ مامون عباسی نے آپؑ کی تعریف میں کہا: وہ شب زندہ دار بزرگ ہیں جن کو عبادت گزاری نے نحیف کر دیا جیسے وہ پرانی مشک ہو گئے ہیں۔ سجدوں نے ان کے چہرے اور ناک کو زخمی کر دیا ہے۔ (۸۸)

۴۔ عیسیٰ بن جعفر نے ہارون رشید کو لکھا تھا کہ موسیٰ بن جعفر کا معاملہ طویل ہو گیا ہے۔ وہ کافی عرصے سے میری قید میں ہیں۔ میں نے ان کے حالات کی نگرانی کی، ان پر جاسوس مقرر کئے۔ اس طویل مدت میں میں نے دیکھا کہ وہ عبادت سے تھکتے نہیں۔ میں نے ایک آدمی مقرر کیا کہ وہ ان کی دعاؤں پر نظر رکھے۔ پتہ چلا کہ آپؑ نے کبھی تم کو یا مجھے بددعا نہیں دی، نہ ہی کبھی ہمارا براؤ اذ کر کیا۔ وہ اپنی مغفرت اور اللہ کی رحمت کے علاوہ کوئی دعا نہیں مانگتے۔

تم کسی کو بھیج دو جو آپؑ کو اپنی تحویل میں لے لے، ورنہ میں ان کو رہا کر دوں گا۔ میں ان کو قید میں رکھنا تکلیف دہ اور باعث ضرر سمجھتا ہوں (۸۹)

۵۔ ابوعلی خلال (شیخ حنبل) کہتا ہے کہ مجھے جب کسی معاملے میں رنج و غم ہوا تو میں نے موسیٰ بن جعفرؑ کی قبر کا ارادہ کیا اور ان سے متوسل ہوا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو، جس طرح میں چاہتا تھا۔ سہل و آسان کر دیا۔ (۹۰)

۶۔ شافعی کہتا ہے موسیٰ بن جعفرؑ کی قبر مجرب تریاق ہے (یعنی حاجات برآتی ہیں۔ مترجم) (۹۱)

۷۔ ابو حاتم کہتا ہے کہ آپؑ ثقہ اور بہت سچے تھے۔ مسلمانوں کے آئمہ میں سے ایک امام اور راہنما ہیں۔ (۹۲)

۸۔ عبدالرحمن بن جوزی کہتا ہے کہ آپؑ کو آپؑ کی عبادت، اجتہاد، راتوں میں قیام کی وجہ سے عبد صالح کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ آپؑ کریم اور حلیم تھے۔

جب آپؑ کو کسی کے بارے میں خبر ملتی کہ وہ آپؑ کو اذیت پہنچاتا ہے۔ تو آپؑ اس کے پاس مال بھیجتے۔ (۹۳)

۹۔ خطیب بغدادی کہتا ہے کہ آپؑ سخی اور کریم تھے۔

جب آپؑ سنتے کہ کوئی شخص آپؑ کو اذیت پہنچاتا ہے تو آپؑ اس کو ہزار دینار کی تھیلی بھیجتے۔ آپؑ دوسو، تین سو اور چار سو دینار کی تھیلیاں تیار کرواتے اور ان کو مدینہ کے لوگوں میں تقسیم کرتے۔

موسیٰ بن جعفرؑ کی تھیلیاں ضرب المثل تھیں۔ جب کسی انسان کے پاس آپؑ کی تھیلی آتی تو وہ غنی اور تو نگر ہو جاتا۔ (۹۴)

۱۰۔ علی بن محمد احمد مالکی، ابن صباغ کہتا ہے کہ آپؑ کے مناقب، آپؑ کی واضح کرامات، آپؑ کے

فضائل اور روشن صفات اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ شرافت، خوبیوں اور اوج کی بلندیوں پر فائز تھے آپ کے سامنے سیادت کے کندھے جھکے ہوئے تھے۔ آپ کو مجرب و بزرگی کی غنیمتوں میں حاکم مقرر کیا گیا جن میں منتخب غنائم کو آپ نے اختیار کیا (۹۵)

۱۱۔ یوسف بن قزاعلی سبط ابن جوزی کا کہنا ہے کہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کا لقب کاظم، مامون، طیب اور سید ہے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ اپنی عبادت و اجتہاد اور ساری ساری رات عبادت کے لیے قیام کرنے..... کی وجہ سے آپ کو کسی سے کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ اس کو مال بھیجتے..... (۹۶)

۱۲۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی کہتا ہے کہ امام بڑی قدر و منزلت کے مالک، عظیم بزرگ، نیکیوں میں بہت جدوجہد کرنے والے، عبادت کے لیے مشہور اطاعتوں پر برقرار کرامتوں کے لیے معروف، ساری ساری رات سجدوں میں گزارتے۔ بے مثال حلم اور بردباری کے مالک تھے۔ اپنے آپ پر زیادتی کرنے والوں سے چشم پوشی فرماتے۔ اسی بنا پر آپ کو کاظم کے لقب سے پکارا جاتا۔ جو برائی کرتا اس کو احسان اور نیکی سے بدلہ دیتے۔ زیادتی کرنے والے کے جواب میں اس کو معاف کر دیتے۔

عبادت کی کثرت کی وجہ سے عبد صالح کے لقب سے پکارے جاتے۔

عراق میں آپ ”باب الحوائج الی اللہ“ کے نام سے مشہور ہیں کیونکہ آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف متوسل ہونے والوں کے مطالب برآتے ہیں۔

آپ کی کرامات عقل کو حیران کر دیتی ہی اور ثابت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ کا ایسا سچا مقام ہے جس میں کمی بیشی کا سوال نہیں۔ (۹۷)

۱۳۔ احمد بن یوسف و مشقی کرمانی کہتا ہے کہ موسیٰ وہ امام ہیں جو بڑی قدر و منزلت والے ہیں، منفرد شخصیت کے مالک اور حجت خدا ہیں اپنی رات بیدار رہ کر قیام میں گزارنے والے اور اپنے دن روزے میں کاٹنے والے ہیں۔ بہت زیادہ حلیم و بردبار ہیں۔ زیادتی کرنے والوں سے چشم پوشی کرنے کی وجہ سے آپ کا نام کاظم ہو گیا۔ آپ اہل عراق میں ”باب الحوائج“ کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان سے متوسل ہونے والے کی حاجت ہمیشہ پوری ہوئی،..... ان کی کرامات آشکار اور مناقب واضح ہیں۔ آپ نے شرافت کی اوج پائی اور خوبیوں کی رفعت پا کر اعلیٰ مقام تک پہنچے۔ (۹۸)

۱۴۔ محمد بن احمد ذہبی کہتا ہے کہ موسیٰ اعلیٰ ترین حکماء اور عقلاء میں سے تھے۔ پاکیزہ عابد و زاہد تھے۔ آپ کو مشہد و مرقد بغداد میں مشہور ہے۔ ۵۵ سال کی عمر میں آپ کی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی۔ (۹۹)

۱۵۔ ابن ساعی کہتا ہے امام کاظم عظیم الشان اور صاحب افتخار تھے۔ کثرت سے نماز تہجد پڑھنے

والے، نیکیوں میں حد سے زیادہ کوشاں، آپؐ کی کرامات کی گواہی دی گئی ہے۔ آپؐ عبادت کے لیے مشہور تھے۔ مسلسل اطاعتوں پر برقرار رہنے والے تھے۔ ساری ساری رات سجدے اور قیام میں گزارنے والے اور دن صدقہ دینے اور روزہ رکھنے میں گزارنے والے تھے۔ (۱۰۰)

۱۶۔ مومن شہنشاہی کہتا ہے کہ موسیٰ کاظمؑ اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ عابد، عالم، سخی اور کریم النفس تھے۔ آنجنابؑ اہل مدینہ کے فقراء کی دیکھ بھال کرتے۔ رات کو ان کے گھروں میں درہم و دینار اور اجناس پہنچاتے۔ خود ان حاجت مندوں کو یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ یہ کچھ ان کو کس نے پہنچایا۔ آپؐ کی وفات کے بعد ان کو پتہ چلا کہ ہمارے ساتھ احسان کرنے والا کون تھا؟ آپؐ اکثر یہ دعا مانگتے۔

اللہم انی اسئلك الراحة عند الموت والعفو عند الحساب

خدایا! موت کے وقت راحت و آرام اور حساب کے وقت تجھ سے عفو اور بخشش کا سوال کرتا ہوں (۱۰۱)

۱۷۔ عبد الوہاب شعرانی کہتا ہے کہ موسیٰ بارہ اماموں میں سے ایک جو جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کے فرزند ہیں۔ آپؐ عبادت کی کثرت، اجتہاد اور ساری رات عبادت میں قیام کی وجہ سے عبد صالح کے نام سے پکارے جاتے۔

جب آپؐ کو کسی شخص کے بارے میں پتہ چلتا کہ وہ آپؐ کو اذیت اور تکلیف پہنچاتا ہے۔ تو آپ اس کو مال بھیجتے۔ (۱۰۶)

۱۸۔ عبد اللہ شہراوی شافعی کہتا ہے کہ آپؐ بزرگوں اور سخی لوگوں میں سے تھے۔ آپؐ کے والد حضرت جعفرؑ آپؐ سے بہت محبت اور پیار کرتے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپؐ کو موسیٰ سے کتنی محبت ہے، تو فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اس کے علاوہ میرا کوئی بیٹا نہ ہوتا تاکہ مجھے اس سے جو محبت ہے اس میں کوئی شریک نہ ہوتا۔ (پھر اس نے امام کے بارے میں کچھ تحریر کیا ہے اور آپؐ کی کچھ گفتگو نقل کی ہے) (۱۰۳)

۱۹۔ محمد خواجہ بخاری کہتا ہے کہ ابوالحسن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق علیہما السلام آئمہ اہل بیت میں سے ہیں۔ آپؐ صالح، جواد، سخی اور بڑی قدر و منزلت والے ہیں۔ آپؐ کثیر علم کے مالک تھے۔ آپؐ کو عبد صالح کے نام سے پکارا جاتا۔ ہر روز سورج نکلنے سے لے کر زوال تک اللہ کے لئے ایک طویل سجدہ کرتے۔ جس شخص نے آپؐ کو اذیت اور تکلیف پہنچائی تھی اس کو آپؐ نے ایک ہزار دینار کی تھیلی بھیجی۔ مہدی بن منصور عباسی نے مدینہ سے بغداد بلا کر قید کر دیا۔ مہدی نے خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کو یہ کہتے سنا کہ اے مہدیؑ وفہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم فاطلقہ۔ یعنی کیا قریب ہے کہ اگر تم کو والی اور حاکم بنا دیا جائے تو تم زمین پر فساد کرو گے اور قطع رحمی کرو گے؟ چنانچہ اس نے آپؐ کو چھوڑ دیا۔ (۱۰۴)

۲۰۔ عبد اللہ بن اسد یافعی کہتا ہے کہ آپؐ صالح، عابد، جواد، حلیم الطبع اور بڑی قدر و منزلت والے تھے۔ آپؐ بارہ امانوں میں سے ایک تھے جو امامیہ کے اعتقاد کے مطابق معصوم ہیں۔ عبادات اور اجتہاد کی بناء پر آپؐ کو عبد صالح کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ آپؐ سخی اور کریم تھے آپؐ کو پتہ چلتا کہ کوئی شخص آپؐ کو اذیت دیتا ہے تو آپؐ اس کو ایک ہزار دینار کی تھیلی بھیجتے۔ (۱۰۵)

۲۱۔ محمد امین سویدی کہتا ہے کہ امام بہت بڑی قدر و منزلت والے، کثیر الخیر انسان تھے۔ ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتے۔ دن کو روزہ رکھتے، اپنے آپؐ سے زیادتی کرنے والوں سے چشم پوشی کرتے۔ اسی لیے آپؐ کا لقب کاظمؑ پڑ گیا..... آپؐ کی واضح کرامات ہیں۔ آپؐ کے مناقب ایسی ہیں کہ یہاں ان کا ذکر سہا نہیں سکتا۔ (۱۰۶)

۲۲۔ محمود وہیب قرانغولی بغدادی حنفی کہتا ہے کہ آپؐ موسیٰ بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔ آپؐ کی کیفیت ابوالحسن ہے۔ آپؐ کے چار القاب ہیں..... کاظم، صابر، صالح اور امین، جن میں زیادہ مشہور لقب کاظمؑ ہے۔ آپؐ درمیان قد اور گندم گوں رنگ کے تھے۔ آپؐ اپنے والد کے علم و معرفت، کمال و فضل کے وارث تھے علیہما السلام غیظ و غصہ کو پی جانے والے۔ بہت زیادہ چشم پوشی کرنے اور حلم و بردباری کی وجہ سے آپؐ کا نام ”کاظمؑ“ پڑ گیا۔

اہل عراق میں آپؐ ”باب قضاء الحوائج عند اللہ“ کے لقب سے مشہور ہیں۔ اپنے زمانہ میں سب لوگوں سے زیادہ عابد، عالم اور سخی تھے۔ (۱۰۷)

۲۳۔ علی جلال حسینی کہتا ہے کہ آپؐ فقہ، دین، عبادات، حلم اور صبر کے اتنے جامع تھے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ (۱۰۸)

۲۴۔ محمد امین غالب الطویل کہتا ہے کہ علوی ایک عظیم القدر شخص یعنی امام موسیٰ کاظمؑ کی اقتداء کرتے تھے۔ آپؐ تقویٰ اور کثرت عبادت کے لیے مشہور تھے، حتیٰ کہ مسلمانوں نے آپؐ کو عبد الصالح پکارنا شروع کر دیا، کبھی رجل صالح بھی کہتے، یہ تشبیہ ان سے ہوتی جن کا قرآن میں موسیٰ بن عمران کے ساتھی کے طور پر ذکر ہے۔ امام کاظمؑ کریم اور سخی تھے..... (۱۰۹)

۲۵۔ یوسف اسماعیل نبھانی کہتا ہے وہ موسیٰ اکابر آئمہ، ہمارے سادات اہل بیت کرام اور ہادیان اسلام رضی اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک تھے۔

خداوند عالم ہمیں ان اہل بیت کی برکات سے مستفید فرمائے اور ان کی محبت ان کے جدا عظم کی محبت پر

ہمیں موت دے..... (۱۱۰)

۲۶۔ ڈاکٹر زکی مبارک کہتا ہے کہ موسیٰ بن جعفر سادات بنی ہاشم میں سے سید و سردار تھے۔ علم اور دین

میں سب سے آگے تھے۔ (۱۱۱)

۲۷۔ ڈاکٹر عبدالجبار جو مر د کہتا ہے۔

امام کاظمؑ ہی موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابی طالب ہیں۔ زہد و تقویٰ اور اخلاق کی عمدگی اور نرمی سے آپؑ کی زندگی بھری پڑی ہے۔ آپؑ کو کاظم کا لقب اس لیے ملا کہ آپؑ ہر اس شخص سے حسن سلوک کرتے جو آپؑ کے ساتھ برا سلوک کرتا۔ (۱۱۲)

۲۸۔ ڈاکٹر محمد یوسف کہتا ہے کہ ہم یہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے فقہ میں کتاب لکھی وہ

امام موسیٰ کاظمؑ ہیں۔ آپؑ کی وفات (بغداد) قید خانے میں ۱۸۳ھ میں ہوئی تھی۔ آپؑ سے ”حلال و حرام“ کے عنوان سے جن مسائل کو دریافت کیا گیا تھا، یہ ان کے جوابات تھے جو آپؑ نے تحریر فرمائے تھے۔ (۱۱۳)

باب ۸

مختصر تعارف

امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام

آپؑ کے دادا: امام جعفر صادق علیہ السلام

آپؑ کے والد: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

آپؑ کی والدہ: بکتیم یا طاہرہ کنیت، ام البنینؑ

آپؑ کی ولادت: آپؑ مدینہ منورہ میں بروز جمعرات ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۸ھ میں تولد ہوئے (۱)

آپؑ کی کنیت: ابوالحسنؑ

آپؑ کے القاب: رضا، صابر، رضی، وفی، صادق اور فاضل

آپؑ کی انگوٹھی پر نقش: ”ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ“

آپؑ کی ازواج: سبیکہ نوبیہ، امام حبیبہ بنت مامون عباسی۔

آپؑ کی اولاد: امام محمد جواد (تقی) علیہ السلام

آپؑ کے شعرائی: وعل خزاعی، ابونواس، ابراہیم بن عباس صولی۔

آپؑ کی تالیفات: سات عدد۔ (۲)

آپؑ کے دربان: محمد بن فرات

ولی عہدی: آپؑ کی ولی عہد کے عنوان سے ۲۰۱ھ میں بیعت کی گئی۔ (۳)

سکہ رضویہ: امامؑ کی ولی عہدی کی بیعت کے بعد آپؑ کے نام کے درہم و دینار کے سکے ڈھالے گئے

تھے (۴)

آپؑ کے زمانے کے بادشاہ: ہارون رشید، امین اور مامون۔

آپؑ کی شہادت: آپؑ نے منگل کے دن ۱۷ صفر ۲۰۳ھ میں مامون کے دیئے ہوئے زہر کے اثر سے

وفات پائی۔

آپؑ کی امامت کی مدت: ۲۰ سال۔

آپؑ کی عمر: ۵۵ سال۔

آپؐ کی قبر مطہر: خراسان میں بلند نورانیت اور روشنی میں آسمان سے باتیں کرتی ہے جس کی چوکھٹوں پر سونے کے ڈھیر لگے ہیں۔ مشرق و مغرب سے مسلمان آپؐ کی زیارت کے لیے، آپؐ کے پاس نماز پڑھنے اور آپؐ کی ضریح اقدس کے گرد طواف کے لیے امڈے چلے آتے ہیں۔

آپؐ کی خلافت پر نص

اپنے بندوں پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مہربانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے اپنی اول مخلوق کو زمین میں اپنا خلیفہ اور اپنے بندوں کا مرشد اور سبیل رشد و ہدایت کا ہادی خلق کیا، حجت کو قائم کرنے اور عذروں کو قطع کرنے کے لیے۔

”اللہ الحجة البالغہ“

پس اللہ کے لیے ہے واضح اور بلیغ حجت

ہمیشہ خداوند تعالیٰ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے انبیاء بھیجتا رہا۔ ان کے خاتم ہمارے نبی محمدؐ تھے۔ چنانچہ اس کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ آپؐ کے ساتھ انبیاء کو ختم کرے، آپؐ کی شریعت خاتم اور آپؐ کے دین کو ادیان کی تکمیل کرنے والا بنائے۔

رسول اعظمؐ ایک آسان شریعت لے کر اور پختہ اور سیدھا راستہ لے کر تشریف لائے۔ آپؐ نے ایسی اذیتیں برداشت کیں کہ آپؐ کو کہنا پڑا۔

”ما و ذی نبی بمثل ما و ذیت“

کسی نبی کو اس طرح اذیت نہیں دی گئی جس طرح مجھے دی گئی

حتیٰ کہ قریش نے آپؐ کو قتل کرنے پر ایکا کر لیا۔

اپنی آخری بیماری کے دنوں میں آپؐ نے لشکر اسامہ کو تیار کرنے اور اس کے روانہ کرنے کا حکم دیا تاکہ امامؐ کے مخالفین اور ان کے مقابلے میں آنے والوں اور خلافت میں طمع کرنے والوں کو مدینہ سے دور رکھا جائے۔ لشکر سے پیچھے رہ جانے والوں پر آپؐ نے سختی کی اور ان پر لعنت کی۔ سب ہی کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

”جهزوا جيش اسامه لعن الله من تخلف عن جيش اسامه“

ترجمہ: تیار کر کے اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو۔ خدا لعنت کرے اس شخص پر جو لشکر اسامہ سے پیچھے رہ جائے۔

مسلمانوں میں سے بعض نے آپؐ کی لشکرِ سامہ کی تیاری اور روانگی کے سلسلے میں اس تہدید کی کوئی پروا نہ کی۔ جب آپؐ اس سے مایوس ہو گئے تو آپؐ نے ایک نیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہا جس کے ذریعے امام کا خلافت تک پہنچنا ممکن ہو جاتا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ کنف (چمڑا جس پر تحریر لکھی جاتی تھی) اور دواتِ حاضر کی جائے تاکہ مسلمانوں کو ایک ایسی تحریر لکھ دیں جس کی وجہ سے وہ آپؐ کے بعد کبھی بھی گمراہ نہ ہوں۔

اس وقت اسلام کے فرائض میں سے ایسا کوئی نیا فرض نہیں تھا جس کو آپؐ نہ پہنچا پائے تھے کیونکہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہو چکا تھا کہ۔

”الیوم اکملت لکم دینکم“

ظاہر ہے کہ آپؐ مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے کوئی طلسمات یا تعویذ بھی نہیں لکھ کر دینا چاہتے تھے۔ پھر آپؐ کیا لکھ کر دینا چاہتے تھے؟

یقیناً آپؐ چاہتے تھے کہ عہدِ خلافت لکھ کر دے جائیں اور اس پر عامۃ المسلمین کو گواہ اور شاہد بنائیں۔ سامنے والے آپؐ کے مقصد کو سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب پیغمبرؐ رہے تھے ان کے سامنے چیخ کر ایک شخص نے کہا کہ یتو (معاذ اللہ) ہذیاتی بات کر رہے ہیں۔

اور کہا کہ حسینا کتاب اللہ، اللہ کی کتاب ہمارے لیے کافی ہے۔ کچھ اور لوگوں نے ساتھ دیا اور اس کے پہلو میں آکھڑے ہوئے۔

مسلمانوں نے رسولِ اعظمؐ سے ایسے تعرض کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ وہ جانتے تھے کہ آپؐ کوئی بات اپنی خواہش اور نفس کے تحت نہیں کرتے تھے۔ قرآن کی تصریح اس سلسلے میں موجود تھی اور ہے کہ:

”وما اتاکم الرسول فخذوه وما نہا کم عنہ فانتہوا“

جو کچھ رسولؐ تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

مسلمانوں کے درمیان اس سرعت سے غلبہ حاصل کرنے کا مظاہرہ اور ان کے درمیان پہلا اختلاف اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ دیکھ کر ان کو سامنے سے ہٹ جانے اور باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ نبیؐ کے پاس نزاع اور جھگڑا کرنا خود آنحضرتؐ کی تعبیر کے مطابق صحیح نہیں۔

بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ اگر ایک بار لکھنے سے روکا گیا تو بعد میں آپؐ نے لکھ کر کیوں نہیں دیا اس لیے پتہ نہیں چلا کہ وہ کیا چیز تھی جس کو آپؐ چاہتے تھے۔ مگر اعتراض کی وجہ سے آپؐ نے چھوڑ دیا اور پھر معلوم نہ ہو سکا۔

بات یہ ہے کہ آپؐ کے لیے جو کہا گیا اس کے بعد تحریر کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہا تھا۔ یہ لوگ اس وثیقہ کی کس طرح تصدیق کرتے جب کہ آپؐ کے متعلق وہ ایسی منحوس بات کہہ چکے تھے۔ اگر آپؐ تحریر پر اصرار کرتے تو اس کا نتیجہ برعکس نکلتا۔ یعنی جلدی ہی وہ ابتدائے رسالت پر طعن و اعتراض شروع کر دیتے جس طرح انہوں نے

اختتام پر طعن و طنز کیا تھا۔ اس کے نتیجے میں دین سے فوج در فوج نکل جاتے۔

رسول اعظمؐ کا مقصد صرف یہی نہیں تھا کہ امام میرا المؤمنینؑ کو ان کی اپنی جگہ پر قائم کریں بلکہ آپؐ چاہتے تھے کہ وہ آسمانی حکومت جو آپؐ نے قائم کی تھی وہ ترقی کرے اور آئمہ یکے بعد دیگرے مستقلاً خلافت کے منصب کے ساتھ قیام کریں۔ خلافت بنو امیہ اور اولاد دوزخ (بنی مروان مینڈک کی اولاد ہیں) تک نہ پہنچے کہ وہ کتاب خدا میں دخل اندازی کریں، بیت المال کی دولت کو ایک دوسرے کی دولت بنائیں اللہ کے بندوں کو غلام بنائیں بنی عباس تک خلافت نہ پہنچے تاکہ وہ خدا کی طرف سے نازل شدہ احکام کے خلاف فیصلے کریں، بری باتوں کا حکم دیں اور اچھی چیزوں سے منع کریں۔

یہ بات نظر میں رہے کہ آئمہ اس زمانے میں مقہور و مظلوم تھے۔ ظالم حکومتیں ان کو قتل و قید اور جلاوطن کرنے کے لیے ان کے پیچھے لگی ہوئی تھیں۔

مگر آئمہ طاہرینؑ نے اس طویل مدت کے دوران مسلمانوں کی نگرانی، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے اور اس کی طرف دعوت دینے کو موقوف نہیں کیا۔

بیشک ”نص“ کے موضوع کو آئمہ نے بہت زیادہ اہمیت دی۔ ان میں سے کچھ بعض دوسروں پر نص کرتے تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہو اور اس لیے بھی کہ امام زمانہ کی معرفت مسلمانوں کے لیے سہل اور آسان ہو جائے تاکہ وہ ان سے احکام حاصل کر سکیں۔

اس کتاب میں اس سے پہلے آئمہ کی نصوص گذر چکی ہیں۔ اب ہم بعض ان نصوص کا ذکر سنتے ہیں جو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اپنے فرزند امام علی رضا علیہ السلام کے حق میں آئی ہیں۔

واؤ در قی کہتے ہیں کہ میں نے ابو ابراہیم (موسیٰ کاظم) علیہ السلام سے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں۔ میری عمر بہت ہو گئی ہے۔ اب میرا ہاتھ پکڑیں اور مجھے جہنم کی آگ سے نکالیں۔ آپؑ کے بعد ہمارا صاحب (اور امام) کون ہے۔ آپؑ نے اپنے فرزند ابوالحسن (رضا) کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ میرے بعد یہ تمہارا صاحب ہے۔ (۵)

۲۔ محمد بن اسماعیل بن فضل ہاشمی کہتے ہیں کہ میں ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ شدید بیمار تھے میں نے کہا اگر خدا نہ کرے وہ کچھ ہو گیا جس کے متعلق ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں نہ دکھائے، (یعنی اگر آپؑ کا انتقال ہو گیا) تو پھر کس کی طرف (رجوع کیا جائے؟) آپؑ نے فرمایا میرے فرزند علیؑ کی طرف۔ اس کی تحریر میری تحریر ہے۔ وہی میرا وصی اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ (۶)

۳۔ مخزومی سے روایت ہے، (اس کی والدہ جعفر بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھیں) وہ کہتے ہیں کہ ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام نے کسی کو بھیج کر ہم لوگوں کو بلوایا، ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم

کو کیوں یکجا کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ یقیناً میرا یہ فرزند میرا وصی، میرے امورات کا قیم، متولی اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے (۷)

۴۔ علی بن جعفرؑ کہتے ہیں کہ میں اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس تھا۔ آپؐ میرے والد صلوات اللہ علیہ کے بعد خدا کی حجت تھے، کہ اچانک ان کا فرزند علیؑ آ گیا تو آپؐ نے مجھ سے کہا کہ اے علی یہ تیرا صاحب (امام) ہے۔ اس کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو مجھے میرے والد سے تھی۔ خدا تجھے اپنے دین پر ثابت قدم رکھے۔ (۸)

آنجنابؐ کی عبادت

سیرت اور تراجم کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام عبادت کے عاشق تھے۔ اپنے دن اور رات نماز، روزہ اور قرأت قرآن میں صرف کرتے۔ ہم یہاں بعض ان واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو آپؐ کی عبادت کے سلسلے میں کتابوں میں نقل ہوئے ہیں۔

۱۔ ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ آپؐ کا کلام، آپؐ کے جواب اور آپؐ جو مثالیں دیتے وہ قرآن سے ماخوذ ہوتی تھیں۔ آپؐ ہر تین دن میں ایک قرآن مکمل کرتے۔ کہا کرتے کہ اگر چاہوں تو تین دن سے پہلے بھی ختم کر سکتا ہوں، مگر میں کبھی کسی آیت سے بغیر غور و تامل کے نہیں گزرتا۔ یہ بھی سوچتا اور فکر کرتا ہوں کہ یہ کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۹)

۲۔ رجاء بن ابی ضحاک کو مامون نے امام رضاؑ کو مدینے سے (خراسان) لانے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ کہتا ہے: خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس میں آپؐ سے زیادہ خدا کا تقویٰ ہو، نہ ایسا شخص دیکھا جو آپؐ سے زیادہ اپنے تمام اوقات میں ذکر خدا کرتا ہو، اور نہ ہی ایسا شخص دیکھا جو آپؐ سے زیادہ شدید خوف خدا رکھنے والا ہو۔

جب آپؐ صبح کرتے تو نماز فجر پڑھ کر سلام پھیر کر اپنے مصلے پر بیٹھتے اللہ کی تسبیح، اس کی حمد، اس کی تکبیر اور تہلیل اور نبیؐ پر صلوات بھیجتے رہتے، یہاں تک کہ سورج طلوع کرتا۔ پھر آپؐ سجدے میں جاتے اور اسی حالت میں رہتے یہاں تک کہ دن اونچا ہو جاتا۔

پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور زوال کے قریب ہونے تک ان سے باتیں کرتے رہتے اور ان کو وعظ و نصیحت کرتے رہتے۔

پھر تجدد وضو کر کے اپنے مصلے کی طرف لوٹ جاتے۔ جب زوال ہوتا تو کھڑے ہو کر چھ رکعت نماز پڑھتے پھر اذان کہتے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے۔ پھر اقامت کہتے اور نماز ظہر پڑھتے۔ سلام پھیر کر

اللہ کی تسبیح، اس کی حمد اور تکبیر و تہلیل کرتے رہتے جب تک خدا چاہتا۔ پھر سجدہ شکر بجالاتے۔ سجدہ سے سراٹھا کر اٹھ کھڑے ہوتے اور چھ رکعت نوافل پڑھتے۔ دوبارہ اذان کہتے۔ پھر دو رکعت نماز نافلہ پڑھتے۔ سلام پھیر کر کھڑے ہوتے اور نماز عصر پڑھتے۔ سلام پھیر کر اپنے مصلے پر ہی بیٹھ کر خدا کی تسبیح، اس کی حمد و ثنا اور تکبیر و تہلیل کا ورد کرتے رہتے جب تک خدا چاہتا۔ اس کے بعد سجدہ کرتے۔ جب سورج غروب ہو جاتا تو وضو کر کے نماز مغرب پڑھتے۔ سلام پھیرتے تو اپنے مصلے پر بیٹھے ہوئے اللہ کی تسبیح، تحمید، تکبیر اور تہلیل کا ورد کرتے رہتے جب تک خدا چاہتا۔ سلام پھیرتے تو اپنے مصلے پر بیٹھے ہوئے اللہ کی تسبیح، تحمید تکبیر اور تہلیل کا ورد کرتے رہتے جب تک خدا چاہتا۔ پھر سجدہ شکر کرتے۔ سراٹھا کر کسی سے بات کئے بغیر کھڑے ہو جاتے اور چار رکعت نماز نوافل ادا کرتے۔ پھر تعقیب نماز میں بیٹھے رہتے جب تک خدا چاہتا۔ یہاں تک کہ رات کی تاریکی چھا جاتی۔ پھر آپ افطار کرتے۔

جب رات کی تقریباً ایک تہائی گزر جاتی تو پھر کھڑے ہو کر نماز عشاء پڑھتے، سلام پھیر کر مصلے پر بیٹھے ہوئے اللہ عز و جل کا ذکر اور اس کی تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کرتے رہتے، جب تک خدا چاہتا۔ تعقیب کے بعد سجدہ شکر بجالاتے۔ پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ جاتے۔

جب رات کی آخری تہائی ہوتی تو آپ تسبیح، تحمید، تہلیل اور استغفار کرتے ہوئے اپنے بستر سے اٹھ کھڑے مسواک کرتے، وضو کرتے، نماز تہجد کے لیے کھڑے ہو جاتے اور جعفر بن ابی طالب کی نماز (نماز جعفر طیار) پڑھتے۔ پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت نماز وتر پڑھتے (۱۰) سلام پھیر کر تعقیبات کے لیے بیٹھ جاتے۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہوتا۔ سجدہ شکر بجالاتے یہاں تک کہ دن بلند ہوتا۔

جب آپ کسی شہر میں (دوران سفر) دس دن قیام فرماتے تو روزہ رکھتے اور درمیان میں کسی دن افطار نہ کرتے۔ جب رات ہو جاتی تو افطار سے پہلے نماز پڑھتے۔

راستے میں (دوران سفر) تمام فرائض دو دو رکعت پڑھتے، سوائے مغرب کے جو تین رکعت پڑھتے۔ مغرب کے نوافل ترک نہ کرتے اور نہ ہی نماز تہجد، شفع اور وتر اور دو رکعتیں صبح کی نہ سفر میں حضر میں۔

سفر میں دن کے نوافل میں سے کوئی چیز نہ پڑھتے۔ آپ کو میں نے چاشت کی نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا، نہ سفر میں نہ حضر میں۔

سفر میں آپ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ اپنی دعائیں محمد و آل محمد پر صلوات سے ابتداء کرتے۔ نماز میں اور نماز کے علاوہ بھی صلوات کثرت سے پڑھتے تھے۔

رات کے وقت اپنے بستر پر تلاوت قرآن زیادہ کرتے۔ جب کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں جنت کا ذکر یا جہنم کی آگ کا ذکر ہوتا، تو گریہ کرتے، خدا سے جنت کا سوال کرتے اور جہنم کی آگ سے پناہ

مانگتے۔

آپؐ جس شہر میں بھی نزول اجلال فرماتے وہاں کے لوگ آپؐ کے پاس آ کر اپنے معاملہ دین کے سلسلے میں سوالات کرتے۔ آپؐ ان کو جواب دیتے۔ زیادہ تر ان کے اپنے والد اور اپنے اجداد سے حضرت علی علیہ السلام سے رسول اللہ سے حدیث بیان فرماتے۔

جب میں آپؐ کو لے کر مامون کے پاس پہنچا تو اس نے سفر کے دوران آپؐ کے حالات مجھ سے پوچھے۔ جو کچھ میں نے رات دن اور کوچ و اقامت میں مشاہدہ کیا تھا، وہ بیان کیا۔ مامون کہنے لگا کہ ہاں اے ابنِ ”ضحاک“ یہ سارے اہل زمین بہتر، ان سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ عابد ہیں۔ (۱۱)

۳۔ آپؐ نے وعبیل شاعر کو اون اور ریشم کے کپڑے (خز) کی قمیض بطور خلعت دی اور اس سے کہا: اس قمیض کو محفوظ رکھنا کیوں کہ میں نے اس میں ہزار رات نماز پڑھی ہے۔ ہر رات میں ہزار رکعت پڑھی ہے اور اس میں ایک ہزار ختم قرآن کیا ہے۔ (۱۲)

۴۔ ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ آپؐ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے ہر ماہ کے تین روزے آپؐ سے کبھی نہیں چھوٹے۔ فرماتے تھے کہ یہ روزے پوری عمر کے روزوں کے برابر ہیں۔ (۱۳)

۵۔ روایت ہے کہ بعض اوقات آپؐ دن اور رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے۔ آپؐ دن کے ابتدائی حصے میں زوال سے پہلے اور سورج کے زرد ہو جانے کے وقت نماز تو نہیں پڑھتے تھے مگر ان اوقات میں بھی اپنے مصلے پر بیٹھ کر اپنے پروردگار سے مناجات کرتے رہتے۔ (۱۴)

۶۔ میں نے آپؐ کی بعض کنیزوں سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ فجر کی نماز اول وقت پڑھتے۔ نماز ختم کر کے سجدے میں چلے جاتے اور اپنا سر نہ اٹھاتے جب تک کہ سورج نہ بلند ہو جاتا۔ اس کے بعد یا تو لوگوں سے ملاقات کے لیے بیٹھ جاتے یا سوار ہو کر کہیں باہر جاتے۔ (۱۵)

۷۔ عبدالسلام بن صالح ہروی کہتا ہے کہ جب علی بن موسیٰ رضا علیہما السلام مامون کی طرف جانے کے لیے نکلے..... تو حمید بن قحطبہ طائی کے گھر میں داخل ہوئے۔ قبلہ رو ہو کر کئی رکعت نماز پڑھی اور دعائیں پڑھیں۔

اس سے فارغ ہو کر ایک طویل سجدہ کیا جس میں میں نے پانچ سو تسبیحیں گنیں۔ پھر آپؐ وہاں سے واپس مڑے (۱۶)

آپؐ کی سیرت کا ایک گوشہ

آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرت ان کے جد امجد رسولؐ اعظم ہی کی سیرت ہے۔ ان کے اخلاق آپؐ کے اخلاق ہیں اور ان کے عادات و خصائل آنحضرت ﷺ کے عادات و خصائل ہیں۔

آئمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کی طرف رجوع کرنے، ان کے اخلاق کے حامل ہونے اور ان کے آداب کے اپنانے سے زیادہ آج کے دور میں امت مسلمہ کے لیے کوئی چیز سودمند نہیں۔ اس کے ذریعہ اس کو عزت و سعادت اور بزرگی حاصل ہوگی۔

قارئین کرام کے لیے یہاں ہم امام رضا علیہ السلام کی سیرت کا ایک گوشہ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جلودی وہ شخص تھا جو ہارون رشید کے حکم سے مدینہ گیا تھا کہ آل ابوطالبؑ کی عورتوں کو لوٹے اور ان کے پاس ایک کپڑے کے علاوہ کچھ نہ رہنے دے۔ اس نے مامون کے زمانے میں امام رضاؑ کی بیعت بھی نہیں کی تھی۔ مامون نے اس کو قید کر دیا تھا۔

آپؑ نے جلودی کے بارے میں مامون سے سفارش کی۔ مامون اس سے پہلے دو افراد کو قتل کر چکا تھا۔

امام رضاؑ نے فرمایا: اے امیر! اس شیخ کو مجھے بخش دے۔

جلودی نے گمان کیا کہ آپؑ اس کے خلاف کاروائی کریں گے۔ چنانچہ اس نے مامون کو قسم دی کہ اس کے بارے میں آنجنابؑ کی کوئی بات قبول نہ کرے۔

مامون نے کہا: خدا کی قسم! میں تیرے بارے میں ان کی بات قبول نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ جلودی

کا سراڑ ادا دیا جائے۔ (۱۷)

۲۔ ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن رضا علیہ السلام سے افضل کوئی شخص دیکھا ہے نہ

سنایا ہے۔

میں نے آپؑ سے وہ کچھ مشاہدہ کیا ہے جو کسی سے مشاہدہ نہیں کیا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپؑ نے گفتگو میں کسی پر زیادتی کی ہو، یا کسی کی بات کاٹی ہو جب تک اس نے اپنی گفتگو خود ختم نہ کی ہو۔ کسی کی ایسی حاجت کو رد نہیں کیا جس کے پورا کرنے کی آپؑ میں قدرت تھی۔ آپؑ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے کے سامنے کبھی پاؤں نہیں پھیلائے۔ نہ ہی اپنے سامنے بیٹھے ہوئے کے پاس آپؑ نے کبھی تکیہ لگایا۔ نہ میں نے آپؑ کو اپنے غلاموں اور خدمت گاروں کو برا بھلا کہتے سنا نہ میں نے کبھی آپؑ کو تھوکتے دیکھا، نہ قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے دیکھا۔ آپؑ کا ہنسنا تبسم تھا۔ جب آپؑ خلوت میں جاتے اور دسترخوان پچھتا تو اپنے غلاموں اور خدمت گاروں کو دسترخوان پر ساتھ بٹھاتے، حتیٰ کہ دربان اور سائیس کو بھی۔ (۱۸)

۳۔ امام رضاؑ حمام تشریف لے گئے۔ آپؑ سے کسی نے کہا کہ مجھے (میل کچیل بدن سے زائل کرنے کے لیے) کیسہ کیجئے۔ آپؑ نے اسے کیسہ کرنا شروع کر دیا۔ بعض لوگوں نے آپؑ کو پہچان لیا تو وہ شخص آپؑ سے شرمندہ ہوا اور معذرت کرنے لگا۔ آپؑ اسے تسلی دیتے اور کیسہ کرتے جاتے تھے (۱۹)

۴۔ ابوالحسنؑ کے یہاں ایک مہمان آیا ہوا تھا۔ وہ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ چراغ میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی۔ اس شخص نے چراغ درست کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ تو آپؑ نے اسے منع کیا۔ خود چراغ درست کیا اور فرمایا: ہم لوگ وہ ہیں کہ اپنے مہمانوں سے خدمت نہیں لیتے۔ (۲۰)

۵۔ امام رضاؑ نے فرمایا کہ میں مدینہ کی سڑکوں پر اپنے گھوڑے پر سوار گزرتا تو مدینہ کے لوگ اور دوسرے افراد اپنی ضروریات کا ذکر مجھ سے کرتے۔ میں ان کو پورا کرتا تو وہ لوگ میرے چچاؤں کی مانند ہو جاتے۔ (۲۱)

۶۔ آپؑ کا خادم یا سرروایت کرتا ہے کہ جس دن آپؑ نے دنیا سے کوچ کیا آپؑ بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ نماز ظہر پڑھ کر مجھ سے دریافت فرمایا کہ اے یاسر! لوگوں نے کچھ کھانا کھایا؟ میں نے عرض کیا: اے میرے آقا و سردار! آپؑ اس حالت میں ہیں، یہاں کون کچھ کھائے گا؟ آپؑ سیدھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا دسترخوان لاؤ۔ اپنے خدم و حشم میں سے سب کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بیٹھایا۔ ایک ایک کے بارے میں پوچھا جب سب کھا چکے تو آپؑ نے فرمایا کہ عورتوں کے پاس کھانا بھیجو۔ عورتوں کے پاس کھانا بھیجا گیا۔ جب سب کھا چکے تو آپؑ پر غشی کی کیفیت طاری ہو گئی، ضعف بڑھ گیا اور آخر کار داعی اجل کو لبیک کہا۔ (۲۲)

امام رضا علی بن موسیٰ خلوت میں مامون کو بہت وعظ و نصیحت کرتے۔ اس کو خوف خدا دلاتے۔ جو غلط کام اس سے سرزد ہوتے اس کی برائی ظاہر کرتے۔ مامون ظاہر میں تو قبول کرتا لیکن دل میں اسے پسند نہ کرتا۔ اس نصیحت کو اپنے لیے بوجھ سمجھتا۔

ایک دن امام رضاؑ اس کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ نماز کے لیے وضو کر رہا ہے۔ وضو کے لیے غلام اس کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ مامون نے غلام کو روک دیا اور خود اپنا وضو تمام کیا۔ لیکن یہ بات اس کے غیظ و غضب میں اضافے کا سبب بن گئی۔ (۲۳)

۸۔ بزنطی سے روایت ہے کہ امام رضاؑ نے میرے پاس ایک سواری بھیجی تو میں ”صریا“ آیا۔ ساری رات میں آپؑ کے پاس رہا۔ رات کا کھانا میرے لیے لایا گیا۔ کھانے کے بعد آپؑ نے فرمایا کہ اس کے لیے بستر بچھاؤ۔ میرے لیے طبری خوشبودار تکیہ، موٹی چادر اور مرزی لحاف رکھا گیا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا ”کیا سونا نہیں چاہتے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں آپؑ پر قربان جاؤں۔ آپؑ نے مجھ پر لحاف اور چادر ڈال دی اور دعا

فرمائی کہ خدا تیری رات عافیت میں گزارے۔ (۲۴)

۹۔ ابو عباد کا کہنا ہے کہ امام رضا علیہ السلام گرمیوں میں بوریا اور چٹائی پر بیٹھتے، سردیوں میں بالوں سے بنے ہوئے فرش پر۔ آپؑ موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے۔ جب لوگوں کے لیے باہر نکلتے تو پھر ان کے لیے زینت کرتے اور اچھا لباس پہن لیتے۔ (۲۵)

۱۰۔ آپؑ سے سفیان ثوری نے ملاقات کی۔ اس وقت آپؑ نے خز (اون اور ریشم ملا ہوا) لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے کہا: اے فرزند رسول اللہ! اگر آپؑ اونی لباس پہنتے (تو بہتر تھا) آپؑ نے فرمایا اپنا ہاتھ لاؤ۔ آپؑ نے اس کا ہاتھ اپنی آستین میں داخل کیا تو اس کے نیچے بالوں سے بنا ہوا موٹا جھوٹا لباس تھا۔ آپؑ نے فرمایا اے سفیان خز! مخلوق کے لیے ہے۔ اور ”مسخ“ (بالوں کا لباس) حق کے لیے ہے۔ (۲۶)

۱۱۔ مامون کے دربار میں ایک شخص کو پیش کیا گیا۔ مامون نے چاہا کہ اس کو قتل کروادے مگر امام رضاؑ وہاں موجود تھے۔ چنانچہ مامون نے دریافت کیا کہ اے ابوالحسن! اس کے بارے میں آپؑ کیا کہتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا بے شک خدا حسن عفو سے تجھے عزت کے علاوہ کچھ نہیں دے گا۔ مامون نے اسے معاف کر دیا۔ (۲۷)

۱۲۔ معمر بن خلاد سے روایت ہے کہ ابوالحسن رضاؑ کا دستور تھا کہ جب آپؑ کھانا کھانے لگتے تو ایک بڑا پیالہ لایا جاتا۔ جب دسترخوان لگ جاتا ہے تو جو سب سے عمدہ کھانا لایا جاتا ہر ایک کھانے میں سے کچھ حصہ لے کر آپؑ اس پیالے میں ڈالتے اور پھر حکم فرماتے کہ یہ فقراء اور مساکین کو دے دیا جائے۔ پھر یہ آیت پڑھتے۔

فلا اقتحم العقبة

پس وہ گھاٹی پر سے نہیں گزرا

اس کے بعد فرماتے کہ خدائے عزوجل جانتا ہے کہ ہر شخص غلام آزاد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اس لیے اس نے اس کے لیے جنت میں جانے کی سبیل قرار دی ہے۔ (۲۸)

آپؑ کا اپنے غلاموں اور خادموں کے ساتھ رویہ:

آئمہ اہل بیت علیہم السلام مکارم اخلاق میں اپنے جد امجد رسول اعظمؐ کے وارث ہوتے ہیں۔ ان کے اخلاق، ان کی سیرت اور خون کی خوبیاں آنحضرتؐ سے حاصل ہوئی تھیں۔

اب ہم قارئین کے لیے وہ امور تحریر کرتے ہیں جو آپؑ کی اپنے غلاموں اور خادموں سے متعلق سیرت کہی جائے گی۔

۱۔ کلینی کافی میں اپنی سند کے ساتھ بلخ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ

خراسان کے سفر میں امام رضاؑ کے ساتھ تھا۔ ایک دن آپؑ نے دسترخوان منگوایا۔ دسترخوان بچھا تو اس پر آپؑ نے سیاہ فام اور دوسرے غلاموں کو بھی بیٹھایا۔ آپؑ کے بعض اصحاب نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں، ان کے لیے آپؑ علیحدہ دسترخوان کیوں نہیں لگوادیتے؟ آپؑ نے فرمایا: پروردگار تبارک تعالیٰ ایک ہے، ماں سب کی ایک ہے اور باپ بھی ایک ہے۔ جزا اعمال پر ملے گی (۲۹)

۲۔ ابراہیم بن عباس امام رضاؑ سے اپنی حدیث و گفتگو میں کہتا ہے کہ جب آپؑ تنہا ہوتے اور دسترخوان بچھایا جاتا تو اپنے غلاموں اور خادموں کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھاتے، یہاں تک کہ دربان اور سائیس کو بھی۔ (۳۰)

۳۔ آپؑ کے خادم یا سر سے روایت ہے کہ امام رضاؑ جب اکیلے ہوتے تو اپنے تمام خدم و حشم چھوٹے اور بڑے کو اکٹھا کرتے، ان سے باتیں کرتے، ان سے مانوس ہوتے اور انہیں مانوس کرتے (۳۱)

۴۔ آپؑ کا نادرنامی خادم کہتا ہے کہ ابوالحسنؑ کا دستور تھا کہ جب ہم میں سے کوئی کھانا کھا رہا ہوتا تو اس سے کوئی خدمت طلب نہ فرماتے جب تک کہ وہ کھانے سے فارغ نہ ہو جاتا۔ (۳۲)

۵۔ امام رضاؑ کے دو خادموں یا سر اور نادر سے روایت ہے۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم سے ابوالحسن صلوٰۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر میں تمہارے سروں کے اوپر آکھڑا ہوں۔ جب کہ تم کھانا کھا رہے ہو تو اس وقت تک نہ کھڑے ہونا جب تک کھانے سے فارغ نہ ہو جاؤ۔ بعض اوقات ہم میں سے کسی کو آپؑ بلاتے مگر وہ کھانا کھا رہا ہوتا تو آپؑ فرماتے: رہنے دو جب تک کہ وہ کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں۔ (۳۳)

آپؑ کے عطیات و صدقات

اہل بیت علیہم السلام کی تاریخ ان کے جود و سخا لطف و کرم اور احسان کے واقعات سے بھری پڑی ہے، یہاں تک کہ ان کا فضل و عطا ان کے دشمنوں، ان سے برا سلوک کرنے والوں اور ان کے حقوق کا انکار کرنے والوں کو بھی شامل تھا۔

یہاں ہم بعض ان واقعات کا ذکر کریں گے جو امام رضاؑ کے لطف و کرم عطیات اور بخششوں کے سلسلے میں منقول ہیں۔ دعا ہے کہ امامؑ کی سیرت کی برکت سے یہ باندسیم محسنین اور اچھا کام کرنے والوں کے لیے محرک بنے تاکہ وہ ان حقوق کو ادا کریں جو اللہ نے کمزور اور محتاج لوگوں کو قوی کرنے اور اس امت کے کمزور طبقے کو نگہبانی کرنے کے لیے واجب کئے ہیں۔ حدیث میں ہے:

”تم ان لوگوں پر رحم کرو جو زمین میں ہیں، تم پر آسمان والا رحم کرے گا“

۱۔ غفاری سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ کے غلام ابو رافع کی آل و ذریت میں سے ایک

شخص کا مجھ پر ایک حق تھا۔ اس نے مجھ سے اس کا تقاضا کیا اور اس پر بہت اصرار کیا۔ میں نے یہ کیفیت دیکھی تو نماز فجر مسجد نبوی میں پڑھ کر میں امام رضا کی طرف گیا۔ آپؑ ان دنوں مقام عریض میں تھے۔ جب میں گھر کے قریب پہنچا تو یکا یک آپؑ ایک سواری پر نمودار ہوئے۔ آپؑ پر قمیص اور رواء تھی۔ جب میری نظر آپؑ پر پڑی تو مجھے خجالت محسوس ہوئی۔ آپؑ میرے قریب آ کر رک گئے اور مجھے دیکھا تو میں نے سلام کیا۔ رمضان کا زمانہ تھا میں نے عرض کیا میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں۔ آپؑ کے فلاں غلام کا میرے ذمے حق ہے۔ بخدا اس نے مجھے رسوا کر رکھا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ آپؑ اس کو مجھ سے مطالبہ کرنے سے باز رکھیں گے۔

میں نے اس رقم کا ذکر کیا تھا اور نہ کسی اور چیز کا نام لیا تھا۔ آپؑ نے اپنے گھر واپس آنے تک مجھے وہاں انتظار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں وہاں بیٹھا رہا، حتیٰ کہ نماز مغرب پڑھی۔ میرا روزہ بھی تھا۔ وقت کافی ہو چکا تھا تو میں نے سوچا کہ واپس جاؤں کہ اتنے میں آپؑ آتے دکھائی دیئے۔ آپؑ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے کچھ لوگ آپؑ سے سوال کرنے کو آپؑ کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ آپؑ نے لوگوں کو صدقات دیئے اور پھر گھر میں داخل ہو گئے۔ کچھ دیر بعد باہر تشریف لائے اور مجھے بلایا۔ میں آپؑ کے پیچھے پیچھے گھر کے اندر گیا۔ خود بھی بیٹھ گئے اور مجھے بٹھالیا۔ میں آپؑ سے ابن مسیب کی باتیں کرنے لگا۔ میں اکثر آپؑ سے اس کی باتیں کرتا تھا۔ میری گفتگو ختم ہوئی تو آپؑ نے دریافت فرمایا کہ تم نے ابھی تک افطار نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ اس پر آپؑ نے میرے لیے کھانا منگوایا۔ دسترخوان بچھا تو ایک نوجوان کو حکم دیا کہ وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے۔ جب ہم دونوں کھانے سے فارغ ہو چکے تو آپؑ نے فرمایا کہ تکیہ اٹھاؤ اور اس کے نیچے جو کچھ ہے لے لو۔ میں نے تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے دینار تھے وہ سب میں نے اٹھالے۔

آپؑ نے اپنے چار غلاموں کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ جائیں اور مجھے میرے گھر تک پہنچا آئیں۔ الخ (۳۴)

۲۔ آپؑ نیکی، احسان اور صدقہ بہت کرتے تھے اور یہ عمل زیادہ تر آپؑ تاریک راتوں میں انجام دیتے۔ (۳۵)

۳۔ آپؑ نے عرفہ کے دن خراسان میں اپنا سارا مال (فقراء اور مساکین میں) تقسیم کر دیا۔ اس پر فضل بن سہل نے آپؑ سے کہا کہ یہ تو خسارہ ہے۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا بلکہ یہ غنیمت اور سود مند بات ہے۔ اس چیز کو خسارہ اور تاوان نہ خیال کرو جس سے تم کو اجر و کم کی امید ہو۔ (۳۶)

۴۔ یسع بن حمزہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپؑ سے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! میں آپؑ کا اور آپؑ کے آباء و اجداد کا محب ہوں۔ میں حج سے واپس آ رہا ہوں۔ اس دوران میرا زادرہ ختم ہو گیا اور میرے پاس اتنا نہیں کہ میں اگلی منزل تک سفر کر سکوں۔ اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو اتنا سفر خرچ مہیا کر دین کہ میں اپنے

وطن پہنچ سکوں۔

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے (یعنی یہ تنگی سفر کے دوران ہو گئی ہے) اپنے شہر پہنچ کر جو کچھ آپؐ نے مجھے عطا کیا وہ رقم وہاں آپؐ کی طرف سے صدقہ دے دوں گا۔ میں خود صدقے کا مستحق نہیں۔

آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حجرے میں جا کر کچھ دیر وہاں رہے۔ باہر آئے اور دروازے کے کواڑ کے پیچھے سے اپنا ہاتھ نکال کر فرمایا کہ یہ دو سو دینار لے لو اور زاد راہ کے طور پر خرچ کر لو۔ اس کو مبارک سمجھو۔ میری طرف سے صدقہ نہ کرنا، اب چلے جاؤ تا کہ نہ میں تم کو دیکھ سکوں اور نہ تم مجھ کو دیکھ سکو۔

اس کے جانے کے بعد کسی نے آپؐ سے اس سلسلے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ اس کی حاجت پوری ہونے میں سوال کرنے کی ذلت میں اس کے چہرے پر نہ دیکھوں۔ کیا تم نے رسول اللہ کی یہ حدیث نہیں سنی۔

”چھپ کر نیکی کرنا سترج کے برابر ہے۔ برائی کو ظاہر کرنے والا مخدول ہے (یعنی کوئی اس کا ساتھ نہیں دیتا) چھپا کے صدقہ کرنے والوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

کیا تم نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

متی انہ یوماً اطالب حاجہ
رجعت الی اہلی ووجہی بمائہ (۳۷)

ترجمہ:

جب میں کوئی حاجت طلب کرنے کبھی اس کے پاس آتا ہوں تو میں اپنے گھر والوں کی طرف عزت و آبرو کے ساتھ لوٹتا ہوں!

آپؐ کے چند خطبات

افسوس اس بات کا ہے کہ آئمہ اہل بیتؑ پر ایسا زمانہ گزرا کہ وہ منبر پر نہیں جاسکے۔ جب کہ اس صورت میں وہ مسلمانوں کو دینی جہات اور ارشادات سے نواز سکتے۔

اگر زمانے نے ان کو اس کی اجازت دی ہوتی تو ان میں سے ہر ایک سے ایک نہج البلاغہ اور فصاحت کا چشمہ آج موجود ہوتا۔ مگر حالات نے مجبور کیا ہوا تھا کہ وہ اپنے گھروں کے گوشوں میں زندگی گزاریں یا ظالموں جابروں کے قید خانوں میں زندگی بسر کریں۔ دوسری طرف امر حکومت عورتوں اور خادموں کی ملکیت سمجھا جائے۔

امام رضاؑ کی ولی عہدی کے زمانے کے بعد کے خطبے ہیں جن سے کچھ یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ مامون نے آپؑ کی ولی عہدی کی بیعت کے بعد آپؑ سے کہا کہ آپ خطبہ ارشاد فرمائیں۔ آپؑ

نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا کہ یقیناً ہمارا تم پر حق ہے رسول اللہ کی وجہ سے اور تمہارا بھی ہم پر حق ہے آنحضرتؐ کی وجہ سے۔ تو جب تم ہمیں ہمارا حق ادا کرو گے تو ہم پر بھی تمہارا حق واجب ہو جائے گا۔ (۳۸)

۲۔ مامون کے دربار میں آپؐ سے بنو ہاشم نے کہا کہ اے ابوالحسنؑ! آپؐ منبر پر جا کر ہمارے لیے کوئی ایسا علم نصب کیجئے کہ جس بنا پر ہم اللہ کی عبادت کر سکیں۔

آپؐ منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ اس کے بعد نبی اکرمؐ اور ان کے اہل بیت صلوٰۃ اللہ علیہم پر صلوٰۃ درود بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا:

اللہ کی عبادت کی ابتدا اس کی معرفت ہے اور اللہ کی معرفت کی اصل و بنیاد اس کی توحید ہے۔ اس کی توحید کا نظام اس سے صفات کی نفی ہے۔ عقل گواہی دیتی ہے کہ ہر صفت و موصوف مخلوق ہیں۔ ہر مخلوق گواہی دیتی ہے کہ اس کا ایک خالق ہے۔ جو صفت و موصوف نہیں ہے۔ ہر صفت و موصوف مخلوق ہیں۔ ہر مخلوق گواہی دیتی ہے۔ قرین ہونا حدوث کی گواہی دیتا ہے اور حدوث ازلی انتاع کی گواہی دیتا ہے..... الخ۔ (۳۹)

۳۔ آپؐ نماز استسقاء (بارش کے لیے نماز) کے لیے نکلے۔ لوگ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد عرض کیا:

اے اللہ! اے پروردگار! تو نے ہم اہل بیتؑ کے حق کو عظمت بخشی ہے۔ یہ لوگ ہم سے متوسل ہوتے ہیں جیسا کہ تو نے رحم دیا ہے انہوں نے تیرے فضل اور تیری رحمت کی امید رکھی ہے۔ تیرے احسان اور تیری نعمت کی توقع رکھتے ہیں۔ پس ان کو سیراب کر۔ ایسی سیرابی جو نفع بخش اور سب کے لیے عام ہو۔ نہ اس میں تاخیر ہو اور نہ مضر ہو۔ ان کے لیے بارش کی ابتدا یہاں سے ان کے واپس گھروں تک پہنچنے کے بعد ہو۔ (۴۰)

چنانچہ ایسی بارش ہوئی جس نے وادیوں، حوضوں اور گڑھوں تالابوں کو بھر دیا۔

آپؐ کے چند پسند و نصائح

آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے معاشرے کی اصلاح کے لیے اور امت کو حق کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہر نوع کی کوششیں کی ہیں۔

آپؐ جو اپنے شاگردوں کو درس دیا کرتے اور اسلامی اجتماعات میں جو تعلیمات پھیلاتے۔ اس کے علاوہ آپؐ اپنے بعض شیعوں اور جو لوگ ان کے اقوال اخذ کرتے، ان کو مفید وصیت کرتے اور ان پر لازم قرار دیتے کہ ان کی قیمتی توجیہات پر عمل کریں۔

آج مسلمان اگر ان تعلیمات کی طرف رجوع کریں جو آئمہ علیہم السلام نے اپنی وصیتوں اور احادیث میں پیش کی ہیں تو اپنی خواہش کے مطابق خیر و سعادت حاصل کر لیں۔

۱۔ آپؐ کی وصیت ہے: اپنے قریبی سے صلہ رحمی کر گرچہ پانی کے ایک گھونٹ سے ہو۔ اپنے کسی قرابت دار سے صلہ رحمی کا افضل طریقہ اس سے اذیت و تکلیف کو روکنا ہے:

”ولا تبطلوا صدقاتکم بالمن ولا ذی“

اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور اذیت و تکلیف دے کر باطل نہ کرو۔ (۴۱)

۲۔ علی بن شعیب کا بیان ہے کہ میں ابو الحسن رضاؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اے علی! لوگوں میں معاش کے لحاظ سے کون زیادہ اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے آقا و سید! آپؑ اس چیز کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: جو اپنے غیر کے معاش کو اپنے معاش میں اچھا بنادے۔ اے علی! لوگوں میں کون زیادہ بری معیشت والا ہے۔ میں نے عرض کیا: آپؑ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اے علی!

لوگوں میں معاش کے لحاظ سے کون زیادہ اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے آقا و سید! آپؑ اس چیز کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: جو اپنے غیر کے معاش کو اپنے معاش میں اچھا بنادے۔ اے علی! لوگوں میں کون زیادہ بری معیشت والا ہے۔ میں نے عرض کیا: آپؑ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: وہ جس کی معیشت میں دوسرے کی معیشت نہ ہو۔

اے علی! نعمتوں کے ساتھ اچھی ہمسائیگی کرو کیونکہ یہ وحشی ہوتی ہیں۔ جب ایک قوم سے دور ہو جائیں تو پھر اس کی طرف پلٹ کر نہیں آتیں۔

اے علی! سب سے برا وہ ہے جو اپنی عطا و بخشش کو روکے، اکیلا کھانا کھائے اور اور اپنے غلام پر سختی کرے۔

خدا سے حسن ظن رکھو۔ جو شخص اللہ سے حسن ظن رکھے گا تو خدا اس کے ظن و گمان کے نزدیک ہے۔ جو تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے تو خدا بھی اس کا تھوڑا عمل قبول کر لے گا۔ جو تھوڑے سے حلال پر راضی ہو جائے تو اس کے اخراجات میں تخفیف ہوگی۔ اس کے اہل خانہ خوشحال ہوں گے اور وسعت میں رہیں گے۔ خداوند تعالیٰ اس کو دنیا کی بیماری اور اس کی دوا سے باہر ت کر دے گا۔ اور اس کو صحیح و سالم دنیا سے دارالاسلام کی طرف لے جائے گا۔

بخیل کے لیے آرام نہیں۔ زیادہ حسد کرنے والے کے لیے لذت نہیں۔ ملول و رنجیدہ خاطر کے لیے وفا نہیں ہے۔ جھوٹ بولنے والے میں مروت اور انسانیت نہیں ہے۔ (۴۲)

۳۔ آپؑ نے شاہزادے عبدالعظیم کو وصیت فرمائی:

میری طرف سے میرے اولیاء اور دوستوں کو سلام پہنچانا۔ ان سے کہنا کہ اپنے نفسوں پر شیطان کو راہ نہ

دو۔ ان کو گفتگو میں صدق و سچائی اور ادائے امانت کا حکم دو۔ ان کو خاموش رہنے اور لایعنی باتوں میں جنگ و جدال اور جھگڑے سے اجتناب کا حکم دو۔ بعض کو بعض کی طرف جانے اور ایک دوسرے کی زیارت کرنے کا حکم دو۔ یہ جی میرے قرب کا باعث ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک دوسرے سے توڑنے میں مشغول نہ رکھیں کیونکہ میں نے قسم کھا رکھی ہے۔ کہ جو ایسا کرے گا یا میرے دوستوں میں سے کسی کو ناراض کرے گا تو میں اس کے لیے بدو عاکروں کا کہ اللہ اس کو دنیا میں شدید ترین عذاب کرے اور آخرت میں وہ خاسرین و گھٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ (۴۳)

آپؐ کے بعض خطوط اور تحریریں۔

امام رضاؑ کی زندگی بڑے بڑے اعمال و کردار سے بھری ہوئی ہے۔ آپؑ کی مثالی سیرت، آپؑ کے ہمیشہ باقی رہنے والے آثار اور آپؑ کی کریم زندگی کا ہر پہلو عظمت سے پر ہے۔ آپؑ کے آثار میں سے ہر ایک بلند مثال اور فیضان کی تصویر ہے۔

اب ہم یہاں آپؑ کی وہ نصیحتیں اور وضاحتیں پیش کر رہے ہیں جن کی آج کے زمانے میں بہت زیادہ ضرورت ہے وہ زمانہ ہے جب مادہ پرستی عام ہے اور اچھے اخلاق و بلند آداب کمیاب ہیں۔ ہم آپؑ کے بعض رسائل اور خطوط، جو موجود ہیں، پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؑ کا وہ خط جو آپؑ نے اپنے فرزند ارجمند ابو جعفر (امام محمد تقی علیہ السلام) کو لکھا: اے ابا جعفر! مجھے اطلاع ملی ہے کہ جب آپؑ سوار ہوتے ہیں تو موالی اور غلام آپؑ کو چھوٹے دروازے سے باہر لے جاتے ہیں۔ یہ ان کے بخیل ہونے کی وجہ سے ہے تاکہ آپؑ کا نکلنا اور واپس آنا بڑے دروازے ہی سے ہونا چاہیے۔ جب آپؑ کے چچاؤں میں سے جو آپؑ سے سوال کرے تو ان کو پچاس دینار سے کم نہ دیں۔ اس سے زیادہ کا آپؑ کو اختیار ہے۔ آپؑ کی پھوپھیوں میں سے جو آپؑ سے سوال کرے تو ان کو پچیس دینار سے کم نہ دینا۔ اس سے زیادہ آپؑ کی مرضی پر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ خداوند عالم آپؑ کو رفعت و بلندی عطا کرے۔ صاحب عرش خدا سے فقر و فاقہ کا خوف نہ رکھنا (۴۴)

۲۔ فتح بن یزید جرجانی نے آپؑ سے ایک خط میں توحید کے بعض مسائل کے بارے میں سوال کیا تھا۔ آپؑ نے جواب میں لکھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

حمد و تعریف ہے اس اللہ کی جس نے بندوں کو حمد و ثنا کا الہام کیا ہے۔ ان کو اپنی ربوبیت کی معرفت پر خلق کیا ہے۔ جس نے اپنی مخلوق کے ذریعے اپنے وجود پر دلالت کی ہے۔ اپنی مخلوق کے حدوث سے اپنے ازلی ہونے پر اور ان کو ایک دوسرے کا مشابہ بنا کر اس بات پر کہ اس کے مشابہ کوئی نہیں دلیل دی ہے۔ اس نے اپنی

آیات و نشانیوں سے اپنی قدرت کی شہادت و گواہی چاہی ہے۔ وہ جس کی ذات صفات سے ممتنع ہے اس کی روایت دیکھنا نگاہوں سے اس کا احاطہ کرنا اوہام سے ممکن نہیں۔ اس کے ہونے کی مدت نہیں۔ اس کی بقا کی کوئی انتہا نہیں۔ نہ مشاعر اس کو شامل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی حجاب اس کے لیے حاجب بن سکتے ہیں۔ اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک حاجب ہے کیونکہ وہ ان سے اس کی ذات کا اتناغ ہے، اس لیے بھی کہ صانع و مصنوع اور رب و مربوب حد بندی کرنے والے اور محدود میں فرق ہے۔

وہ ایک ہے مگر عدد کی تاویل میں نہیں وہ خالق ہے مگر حرکت کے معنی میں نہیں۔ وہ سننے والا ہے مگر آ لے کے ذریعے نہیں۔ وہ دیکھنے والا ہے مگر آ لے کی تفریق کے ساتھ نہیں۔ وہ مشاہدہ کرتا ہے مگر اس کرنے کے ذریعے نہیں۔ وہ جدا ہونے والا ہے مگر مسافت طے کر کے نہیں وہ باطن اور چھپا ہوا ہے مگر کسی چیز میں چھپ جانے سے نہیں وہ ظاہر ہے مگر اس کی حد بندی نہیں کی جاسکتی۔ اس کی کنہ اور حقیقت تک پہنچنے سے پہلے ناقدانہ نگاہیں تھک جاتی ہیں۔ اس کے وجود نے جولان کرنے والے اوہام و تخیل کو روک دیا ہے۔

دین و دیانت کی ابتدا اس کی معرفت ہے، کمال معرفت اس کی توحید ہے کمال توحید اس سے صفات کی نفی کرنا ہے اس لیے کہ ہر صفت گواہی دیتی ہے۔ کہ وہ موصوف کی غیر ہے۔ اور ہر موصوف گواہی دیتا ہے کہ وہ صفت کا غیر ہے۔ وہ دونوں مل کر خود ایک دوسرے سے جدائی کی گواہی دیتے ہیں۔ ایسی جدائی جس میں ازلیت محال ہے۔

چنانچہ جو خدا کو وصف کرے اس نے اس کی حد بندی کی جس نے حد بندی کی وہ اس کو شمار میں لایا (جو اس کو شمار میں لایا) اس نے اس کی ازلیت کو باطل کر دیا۔

جس نے کہا وہ کیسا ہے تو اس کا وصف کرنا چاہا۔ جس نے کہا وہ کس چیز پر ہے اس نے اس کو محمول قرار دیا۔ جس نے کہا کہاں ہے اس نے کچھ جگہوں کو اس سے خالی قرار دیا ہے۔ جس نے کہا وہ کب تک ہے اس نے اس کا وقت مقرر کیا۔ وہ عالم تھا جب کوئی معلوم نہیں تھا۔ وہ خالق تھا جب کوئی مخلوق نہیں تھی وہ تب تھا جب کوئی مربوب نہیں تھا۔ وہ الہ (پناہ گاہ) تھا جب کوئی پناہ لینے والا نہ تھا۔

اس طور پر ہمارے پروردگار کی تعریف کی جاسکتی ہے۔ جب کہ وہ اس سے بالا ہے جو اس کی تعریف و توصیف کرنے والے توصیف و تعریف کرتے ہیں (۴۵)

آپ کے کلمات اور حکمت کی باتیں

یہاں ہم بعض وہ حکمت کے کلمات پیش کرتے ہیں جو امام رضاؑ سے منقول ہیں۔

یہ مختصر مگر جامع کلمات معرفت، اخلاق، ہدایت اور حق کی دعوت کے خزانے ہیں۔ بڑی سے بڑی کتابیں

ان کی حامل نہیں۔

اس کا امکان ہے کہ ان میں سے ہر کلمہ کی ایک متقل کتاب میں تشریح کر سکتے ہیں جس میں ان علوم و تعلیمات کو مفصل بیان کیا جائے جو ان جملوں اور کلمات میں چھپے ہوئے ہیں۔

ہم ان سے ایک نہج اور طرز سیکھ کر اور ایک راہ اور طریق معین کر کے اس کا اتباع کر سکتے ہیں، ان سے ایسی دلیل بنائیں جس کی ہدایت پر ہم چلیں۔ اس طرح اہل بیت علیہم السلام کے بتائے ہوئے طرز پر اپنے کردار کو ڈھال سکیں اور اس طرح رخ کریں جس جہت پر انہوں نے ہمیں متوجہ کیا ہے۔

وہ کلمات درج ذیل ہیں:

- ۱۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دے وہ مشرک ہے اور جو اللہ کی طرف اس چیز کی نسبت دے جس سے اس نے منع کیا ہے وہ کافر ہے۔
- ۲۔ آپؐ نے فرمایا علم و علم اور خاموشی فقیہ کی علامات میں سے ہیں خاموش رہنا حکمت و دانائی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے خاموشی بلاشبہ محبت لاتی ہے اور وہ ہر خیر اور اچھائی دلیل ہے۔
- ۳۔ ہر شخص کا دوست اس کی عقل ہے اور اس کا دشمن اس کی جہالت ہے۔
- ۴۔ بندہ اللہ عز و جل سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد اس بات پر دلالت کرتا ہے۔

”واسجد واقترب“

سجدہ کر اور قرب حاصل کر

- ۵۔ نماز ہر متقی کے لیے قرب الہی کا باعث ہے۔
- ۶۔ سخی اللہ سے قریب ہوتا ہے، لوگوں سے قریب ہوتا ہے اور جہنم کی آگ سے دور ہوتا ہے۔
- بخیل جنت سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے دور ہوتا ہے اور جہنم کی آگ سے قریب ہوتا ہے۔
- ۷۔ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے، اس کی ٹہنیاں دنیا میں ہیں۔ جو شخص اس کی کسی ٹہنی سے چمٹ جائے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

- ۸۔ خدا نے کوئی نبی معبود نہیں کیا مگر شراب کی حرمت کے ساتھ۔
- ۹۔ آپؐ نے فرمایا: مومن جب کوئی اچھا کام کرتا ہے تو خوشی محسوس کرتا ہے اور جب برا کام کرتا ہے تو استغفار کرتا ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سالم رہیں۔
- وہ شخص ہم میں سے نہیں جس کا پڑوسی اس کے شر اور برائی سے مامون نہیں۔ (۴۲)
- ۱۰۔ آپؐ نے فرمایا: ایمان کے چار رکن ہیں۔ اللہ پر توکل کرنا، اللہ کی قضاء اور فیصلے پر راضی رہنا،

اللہ کے امر کو تسلیم کرنا اور اپنے معاملات اللہ کے سپرد کرنا۔

۱۱۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص دنیا میں (مخلوقات میں سے) اپنے منعم کا شکریہ ادا نہیں کرتا اس نے اللہ عزوجل کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

۱۲۔ آپؐ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں عافیت کے دس جزو ہوں گے جن میں سے نو جزو لوگوں سے الگ تھلگ رہنے میں اور ایک خاموش رہنے میں ہوگا۔

۱۳۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کی تکمیل نہیں کر سکتا جب تک اس میں تین صفات نہ پیدا ہوں۔ دین میں تفقہ (یعنی دینی فہم)، معشیت میں حسن تقدیر و اندازہ اور مصائب و آلام پر صبر کرنا۔

۱۴۔ آپؐ نے فرمایا: خداوند عالم نے تین چیزوں کا حکم دیا ہے۔ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا حکم ہے۔ جو شخص نماز پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔

اپنے شکر کے ساتھ والدین کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو شخص والدین کا شکر گزا نہیں اس نے خدا کا شکر ادا نہیں کیا۔

اللہ سے ڈرنے اور اس کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔ جو اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی نہیں کرتا اس میں اللہ عزوجل کا تقویٰ اور خوف نہیں۔

۱۵۔ آپؐ نے فرمایا: جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے وہ فائدے میں رہا اور جو اس سے غافل رہا اور وہ خسارے میں رہا۔ جو خوف رکھے وہ مامون ہے۔ جو عبرت حاصل کرے وہ بالبصیرت ہے۔ جو فہم رکھتا ہے وہ علم حاصل کر لے گا۔ جاہل کا دوست تعب اور مشقت میں پڑ جاتا ہے۔

بہترین مال وہ ہے جس سے عزت پچائی جاسکے۔ بہترین عقل انسان کا اپنی معرفت حاصل کرنا اور خود شناسی ہے۔

مومن جب غصہ میں ہوتا ہے تو اس کا غصہ اس کو حق سے دور نہیں کر دیتا اور وہ جب راضی ہوتا ہے تو اس کی رضا اس کو باطل کے قریب نہیں کرتے۔

جب مومن قدرت اور طاقت رکھتا ہے تو وہ اپنے حق سے زیادہ نہیں لیتا۔ (۴۷)

۱۶۔ آپؐ نے فرمایا: کسی شخص کی عقل اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس میں دس صفات نہ پائی جائیں۔ اس سے خیر و بھلائی کی امید کی جائے اور وہ شر اور برائی کے کام کرنے سے مامون ہو۔ اپنے غیر کی تھوڑی سی خیر و بھلائی کو زیادہ سمجھے۔ اس سے حاجت طلب کی جائے تو اس سے نہ تھکے۔ ساری زندگی طلب علم سے ملول نہ ہو۔ اللہ کی راہ میں اس کو فقر و فاقہ، غنی اور تو نگری سے زیادہ محبوب ہو۔

اللہ کی راہ میں اس کو ذلت و خواری، عزت سے زیادہ پسند ہو۔

وہ شہرت سے زیادہ گمنامی کو چاہتا ہو۔

جب دوسرے کو دیکھے تو یہ کہے کہ وہ مجھ سے بہتر اور زیادہ پرہیزگار ہے۔

۱۷۔ معاش کے لحاظ سے سب سے اچھا وہ شخص ہے جس کی معاش میں اس کے غیر کی معاش چھپی ہو۔

۱۸۔ دلوں کے لیے اقبال (آگے بڑھنا) اور ادبار (پیچھے ہٹنا) اور کبھی نشاط و خوشی اور کبھی سستی اور

کاہلی ہوتی ہے چنانچہ جب وہ آگے بڑھیں تو ان میں بصیرت اور فہم اور سوجھ بوجھ ہوتی ہے، جب وہ پیچھے ہٹیں تو تھکے ماندے اور ملول و رنجیدہ ہوتے ہیں۔

ان کو ان کے اقبال اور آگے بڑھنے اور نشاط کے موقع پر پکڑ لو۔ ان کے ادبار، پیٹ پھیرنے اور سستی اور

کاہلی کے موقع پر چھوڑ دو۔ (۴۸)

۱۹۔ آپؐ نے فرمایا: مردوں کا کسی مرد کے پیچھے چلنا اس کا اتباع ہے، جس کے پیچھے وہ چل رہے ہیں

اس کے لیے فتنہ اور امتحان ہے۔ تابع اور پیچھے چلنے والے کے لیے ذلت و رسوائی ہے۔ (۴۹)

۲۰۔ آپؐ نے فرمایا: اس مخلوق (انسان) کو تین موقعوں پر سب سے زیادہ وحشت ہوتی ہے۔ اول

جس دن وہ پیدا ہوتا ہے، نومولود شکم مادر سے باہر دنیا میں آتا ہے اور دنیا کو دیکھتا ہے۔

دوسرے جس دن مرتا ہے اور آخرت اور اس کی حقیقت کو دیکھتا ہے۔

تیسرے جس دن وہ قبر سے اٹھے گا اور ایسے احکام دیکھے گا جو اس نے دار دنیا میں نہیں دیکھے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہی تین موقعوں پر حضرت یحییٰؑ پر سلام بھیجا ہے۔ اور ان مواقع کے خوف کو امن میں

بدلا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

”وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا“

اس پر سلامتی ہے جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ مرے اور جس دن زندہ ہو کر اٹھیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ نے اپنے اوپر ان ہی تین موقعوں پر سلام بھیجا ہے اور کہا ہے:

”وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا“

اور مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ ہو کر قبر سے نکلوں

گا۔ (۵۰)

۲۱۔ صاحب نعمت کو چاہیے کہ اپنے اہل و عیال کو وسعت و فراخی میں رکھے۔

۲۲۔ عبادت زیادہ روزے رکھنا اور نماز پڑھنا نہیں۔ عبادت تو امر خدا میں زیادہ غور و فکر کرنا ہے۔

۲۳۔ بخیل کے لیے راحت نہیں۔ حاسد کے لیے کسی چیز میں لذت نہیں۔ ملول اور رنجیدہ کے لیے وفا

- اور کسی کار خیر کی تکمیل نہیں۔ جھوٹے شخص میں مروت اور انسانیت نہیں۔ (۵۱)
- ۲۴۔ وہ شخص سزا سے نہیں بچ سکتا جو ظلم اور زیادتی کے ذریعے کھاتا ہے۔
- ۲۵۔ ایک شخص کا عجب اور اپنے اوپر اترانا یہ بھی ہے کہ اس کے برے عمل کو اچھا بنا کر پیش کیا جائے تو وہ اس کو اچھا سمجھ کر اس پر اترائے۔ اور خیال کرے کہ اس نے کوئی اچھا عمل کیا ہے۔ وہ اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتائے۔ جب کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ہی اس پر احسان ہے۔
- ۲۶۔ جو شخص چغل خوری کر کے تجھ کو نصیحت کرنا چاہتا ہے اس کے لیے وہ حساب و کتاب کافی ہے۔ جو عاقبت میں پائے گا۔ (۵۲)
- ۲۷۔ خداوند تعالیٰ بلاشبہ قیل و قال کو اور مال و متاع کو ضائع کرنے کو اور زیادہ سوال کرنے کو باعث غضب سمجھتا ہے۔
- ۲۸۔ شادی بیاہ کے موقع پر کھانا کھلانا سنت ہے۔
- ۲۹۔ جو شخص فاضل مال اس لیے طلب کرتا ہے کہ اپنے اہل و عیال کی عزت و آبرو محفوظ رکھ سکے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے سے کہیں برتر ہے۔
- ۳۰۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص میں یہ پانچ چیزیں نہ ہوں اس سے دنیا و آخرت کی کسی چیز کی امید نہ رکھو۔
- قابل اطمینان ہونا جس کی اصل اور حسب میں، کرم جس کی طبیعت اور مزاج میں، پختگی جس کے اخلاق میں، عطا اور بخشش کرنا جس کے نفس میں اور اپنے پروردگار کا خوف جس میں پہچانا نہ جائے (۵۳)

آپؐ کے بعض مناظرے

امام رضاؑ کا زمانہ علم کی وسعت اور علم کلام کے سامنے مختلف مذاہب اور ادیان کے علماء کے عقائد اور دوسری علمی مسائل میں غور و خوض میں وسعت کے لیے ممتاز ہے۔

چنانچہ مناظروں میں فلسفیوں اور دوسرے علماء کے لیے امامؑ ہی مرجع اور مادی تھے۔ مامون عباسی مختلف ادیان کے علماء اور متکلمین کو امامؑ کے مقابلے میں کھینچ کر لاتا اور خیال کرتا کہیں کسی سوال و جواب میں امامؑ عاجز رہ جائیں تو جمہور مسلمین کی نظروں سے گر جائیں گے۔ آپؑ پر درود و صلوة ہو، آپؑ سب کو کاٹ دیتے، ان پر حجت اور دلیل قائم کرتے اور آخر کار ان سے حق کا اقرار کرا لیتے۔ آپؑ سب پر غالب آ جاتے ان میں سے بعض افراد آپؑ کے ہاتھ پر اسلام لے آتے، ان حجج اور دلائل کے نتیجے میں جو وہ آپؑ سے سنتے۔

محترم قاری شیخ طبری علیہ الرحمۃ کی کتاب ”الاحتجاج“ میں تفصیل ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ جہاں شیخ نے ایک

الگ باب میں آپ کے جوابات اور مناظروں کی تفصیل پیش کی ہے۔

۱۔ ابوصلت ہروی کہتے ہیں کہ جب مامون نے علی بن موسیٰ رضا علیہما السلام کے لیے اہل اسلام اور دوسرے ادیان جیسے یہود و نصاریٰ مجوسی اور صائبین کے متکلمین اور دوسرے مناظرہ کرنے والوں کو جمع کیا تو وہاں سے جو بھی اٹھا اس کو آپ نے اپنی حجت اور دلیل سے لا جواب کر دیا، اس طرح جیسے اس کے منہ میں پتھر بھر دیا گیا ہو۔

علی بن محمد جہم کھڑا ہوا اور آپ سے سوال کیا کہ اے فرزند رسول اللہ! کیا آپ انبیاء کی عصمت کے قائل ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے پوچھا کہ پھر آپ اللہ عزوجل کے اس قول میں کیا کریں گے:

وعصی آدم ربہ فغوی

اور عزوجل کے اس قول میں:

واذا النون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر عليه

اور حضرت یوسفؑ کے بارے میں اس عزوجل کے اس قوم میں:

ولقد هبت به وهم بها

اور حضرت داؤدؑ کے بارے میں عزوجل کے اس قوم میں:

وظن داؤد انما فتناه

اور اللہ تعالیٰ کے اپنے بنی محمدؐ کے بارے میں اس قول میں:

”تخفى فى نفسك ما الله مبديه“

امام رضاؑ نے فرمایا: وائے اور ہلاکت ہو تو تیرے لیے اللہ سے ڈرا اور اللہ کے انبیاء کی طرف فواحش اور برے کاموں کی نسبت نہ دے۔ اپنی رائے سے اللہ کی کتاب کی تاویل نہ کریں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

”ولا يعلم تاويله الا الله والراسخون فى العلم“

اس کی تاویل کو نہیں جانتے بجز اللہ اور راسخین فی العلم کے۔

خدا عزوجل کا آدمؑ کے بارے میں یہ ارشاد:

”وعصی آدم ربہ فغوی“

اللہ عزوجل نے آدمؑ کو اپنی زمین میں حجت اور اپنے شہروں میں خلیفہ کے طور پر پیدا کیا تھا۔ ان کو جنت کے لیے خلق نہیں فرمایا تھا۔ آدمؑ سے یہ حکم عدولی (ترک اولیٰ) جنت میں ہوئی نہ کہ زمین میں۔ آدمؑ کی عصمت زمین میں ہونی ضروری اور واجب ہے تاکہ اللہ کے امر اور حکم کی تقدیریں تکمیل کو پہنچیں۔ جب ان کو زمین کی

طرف اتارا اور زمین میں حجت اور اپنا خلیفہ قرار دیا تو ان کو معصوم بنایا۔ عزوجل کے اس قول کے مطابق۔

”ان الله اصطفى آدم ونوحاً وآل ابراهيم وآل عمران على العالمين“

بیشک اللہ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم و آل عمران کو سب جہانوں پر مصطفیٰ قرار دیا۔

اللہ عزوجل کا یہ قول:

”واذا النون اذ ذهب مغاضباً وظن ان لن نقدر عليه“

یہاں ظن کا معنی ہے یقین پیدا کیا کہ خدا اس پر رزق میں تنگی نہیں کرے گا۔

کیا تو نے اللہ عزوجل کا یہ قول نہیں سنا:

”وما اذا ما ابتلا ربه فقد ر عليه رزقه“

اور جب اس کے پروردگار نے اس کا امتحان لیا تو اس پر اس کے رزق میں تنگی کر دی۔

یعنی اس کی روزی کو تنگ کر دیا۔ اگر وہ گمان کرتا کہ خدا اس پر قدرت نہیں رکھتا تو کافر ہو جاتا۔

اب اللہ عزوجل کا حضرت یوسفؑ کے بارے میں یہ قول:

”ولقد همت به وهم بها“

زلیخا نے معصیت اور نافرمانی کا ارادہ کیا اور یوسف علی السلام نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، یعنی وہ اگر

ان کو اس گناہ پر مجبور کرے۔ حضرت یوسفؑ کے دل میں یہ گناہ اس قدر بھیا نک اور برا تھا۔ مگر خدا نے یوسفؑ سے

اس کے قتل کو اور اس برائی کو ہٹا دیا۔ خدا عزوجل کا یہ قول اس کی تائید کرتا ہے کہ۔

”كذلك لنصرف عنه السوء والفحشاء“

اس طرح ہوا تا کہ ہم برائی اور قبیح فعل کو اس سے پھر دیں، یعنی قتل کو بھی اور زنا کو بھی ان سے دور کر دیا۔

امام رضاؑ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام محراب عبادت میں نماز میں مشغول تھے کہ ابلیس ایک

خوبصورت پرندے کی شکل میں ان کے سامنے آیا۔ حضرت داؤدؑ نے نماز توڑ دی اور اس پرندے کو پکڑنے کے

لیے بھاگے۔ وہ ایک گھر کی چھت پر جا بیٹھا آپ بھی اس کو پکڑنے کے لیے اس گھر کی چھت پر چڑھ گئے۔ وہ

پرندہ یا بن حنان کے گھر کے اندر جا بیٹھا۔ اس وقت اور یا کی بیوی نہا رہی تھی۔ داؤدؑ اس کو دیکھ کر اس پر فریفتہ

ہو گئے۔

اس دوران حضرت داؤدؑ نے اور یا کو کسی جنگ پر بھیجا ہوا تھا اس دستے کے کمانڈر کو لکھا کہ اور یا کو تابوت

کے آگے رکھا کرو۔ اور یا تابوت کے آگے ہو کر مشرکوں کے خلاف جنگ میں فتیاب ہوا۔ یہ بات داؤدؑ پر گراں

گزری۔ دوبارہ کمانڈر کو لکھا کہ اور یا کو اب بھی تابوت سے آگے رکھے۔ اس دفعہ اور یا مارا گیا۔ اس طور پر داؤدؑ

نے اس کی بیوہ سے شادی کر لی۔

راوی کہتا ہے کہ امام رضاؑ نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور فرمایا:

”اَنَا لِلّٰهِ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ“

تم نے اللہ کے ایک نبی کے لیے نماز کو حقیر سمجھنے، پرندے کے پیچھے بھاگنے، ایک برائی، فحشاء اور پھر قتل کی نسبت دی ہے۔

اس نے پوچھا: اے فرزند رسول اللہ! تو پھر ان سے خطا اور غلطی ہوئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر دراصل داؤدؑ نے یہ گمان کیا کہ اللہ عزوجل نے کوئی مخلوق ان سے زیادہ صاحب علم پیدا نہیں کی۔ تو خدا عزوجل نے دو فرشتے ان کے پاس بھیجے جو مخراب کی دیوار کے اوپر آگئے اور کہا:

خَصْبَانِ بَغِي بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تَشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ

الصِّرَاطِ إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِي نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفَلْنِيهَا

وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ۔

ترجمہ:

ہم دونوں ایک مقدمے کے فریق ہیں۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپؐ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھاک فیصلہ کر دیجئے اور انصاف سے نہ گزریئے۔ ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت کیجئے۔ یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں۔ میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ پھر بھی یہ کہتا ہے یہ دنبی مجھ ہی کو دے دو۔ مجھ سے سخت رویہ رکھتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ دے دیا اور کہا کہ اس نے تیری دنبی کا اپنی دنبیوں میں ملانے کی بات کر کے تجھے کیا کہنا ہے۔

چنانچہ فیصلہ کرنے کے بارے میں یہ وہ غلطی تھی نہ کہ وہ جس کا تم نے ابھی ذکر کیا اور تصور کر لیا ہے۔ کیا اللہ عزوجل کا یہ قول نہیں سنا۔

”يَا دَاوُدَ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

الْهَوٰى“

اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرو۔

پھر اس نے سوال کیا کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اور یا کے ساتھ حضرت داؤدؑ کا کیا واقعہ تھا؟

امام رضاؑ نے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ کے زمانے میں جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا، یا قتل ہو جاتا، تو وہ پھر شادی بالکل نہیں کرتی (باقی بیوگی کی زندگی گزار دیتی) تھی۔

سب سے پہلے شخص جن کے لیے خدا نے مباح قرار دیا کہ مقتول کی بیوی سے شادی کرے وہ حضرت داؤدؑ تھے۔ آپؑ نے اور یا کے قتل ہونے کے بعد اس کی بیوہ سے شادی کی، مدت پوری ہونے کے بعد، یہ وہ بات تھی جو اور یا کے لوگوں پر شاق گزری۔ اب رہے محمدؐ اور خدا عزوجل کا یہ ارشاد:

”و تخفى في نفسك ما الله مبديه وتخش الناس والله احق ان تخشاً“

اور تو اپنے نفس میں اس چیز کو چھپائے ہوئے ہے جس کو خدا ظاہر کرنے والا ہے۔ تو لوگوں سے ڈرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ تو اس سے ڈرے۔

اللہ عزوجل نے اپنی نبیؐ کو ان بیویوں کے ناموں سے متعارف کرایا تھا جو دنیا میں تھیں اور ان بیویوں کے ناموں سے بھی جو آخرت میں تھیں۔ وہ مومنوں کی مائیں ہیں۔ ان میں سے ایک جن کا نام آپؐ کو بتایا گیا تھا؟ زینب بن جحش تھیں۔ وہ ان دنوں زید بن حارثہ کی بیوی تھیں۔ آپؐ نے ان کا نام دل میں ہی رکھا۔ کسی سے اس کا اظہار نہیں کیا تا کہ منافقین میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ آپؐ نے اس عورت کے متعلق، جو ایک شخص کے گھر میں ہے، یہ کہا ہے کہ وہ بھی میری بیوی ہے اور امہات المومنین میں سے ہے۔ آپؐ منافقین کی قیل و قال سے ڈرے تو اللہ عزوجل نے فرمایا: تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے ڈرو یعنی اپنے نفس میں ڈریں۔

خدا عزوجل اپنی مخلوق میں سے کسی کی تزویج کا خود نگران اور متولی نہیں بنا مگر حوا کی آدمؑ سے اور زینب کی رسول اللہؐ سے، اس قول کے مطابق:

”فلما فضیٰ ازید منها وطرا زوجنا کہا“

جب زید اپنی حاجت پوری کر چکا (یعنی طلاق دے چکا) تو ہم نے اس کا نکاح تم سے کر دیا۔ اور فاطمہؑ کی حضرت علیؑ سے تزویج کا۔

روای کہتا ہے کہ علی بن محمد بن جہم روپڑ اور کہنے لگا۔ اے فرزند رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد سے اللہ کے انبیاء کے بارے میں کوئی بات کروں بجز اس کے جو آپؐ نے ذکر فرمایا۔ (۵۴)

۲۔ ایک عیسائی بڑا پادری مسلمان متکلمین سے مناظرہ کرتا تھا کہ ہم سب یعنی عیسائی اور مسلمان حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کتاب (انجیل) پر متفق ہیں، اس پر بھی کہ وہ آسمان میں زندہ اور سلامت ہیں۔ لیکن محمدؐ کی

بعثت میں ہمیں اختلاف ہے اور آپؐ کی موت پر اتفاق ہے۔ اس صورت میں کون سی چیز آپؐ کی نبوت پر دلالت کرتی ہے۔ ان باتوں سے مسلمان متکلمین حیران و پریشان ہوتے۔

اسے امام رضا علیہ السلام اور مامون کے پاس حاضر کیا گیا۔

اس نے آکر سوال کیا کہ آپؐ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت اور ان کی کتاب کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ کیا آپؐ ان دونوں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہیں۔

امام رضاؑ نے فرمایا: میں اس عیسیٰؑ کی نبوت اور کتاب کا اقرار کرتا ہوں۔ جنہوں نے اپنی امت کو محمدؐ کی نبوت کی بشارت دی اور اس کا حواریوں نے اقرار کیا اور اسی عیسیٰؑ کی نبوت کا انکار کرتا ہوں جس نے محمدؐ کی نبوت اور ان کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور اس کی بشارت اپنی امت کو نہیں دی۔

وہ پادری یہ سن کر لا جواب ہو گیا۔

پھر امام رضاؑ نے فرمایا: اے نصرانی خدا کی قسم! ہم اس عیسیٰؑ پر ایمان رکھتے ہیں جو محمدؐ پر ایمان لے آئے۔ ہم تمہارے عیسیٰؑ میں کوئی عیب نہیں لگاتے مگر اس کی کمزوری اور روزے نماز کی کمی کا۔

پادری نے کہا: خدا کی قسم! حضرت عیسیٰؑ ہمیشہ دن کے روزے رکھتے اور رات کو عبادت میں بسر کرتے۔

امامؑ نے سوال کیا کہ کس کی نماز پڑھتے تھے اور کس کے لیے روزے رکھتے تھے؟ یہ سن کر وہ مبہوت ہو گیا۔

پادری کہنے لگا کہ جو مردوں کو زندہ کر دے اور اندھوں اور برص کے مریضوں کو اچھا کر دے وہ اس کا مستحق ہے اور اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

امام رضاؑ نے جواب میں فرمایا کہ ”لیسع“ نے بھی وہ کچھ جو حضرت عیسیٰؑ نے کیا۔ وہ بھی پانی پر چلتا تھا۔ اندھوں اور برص کے مریضوں کو اچھا کر دیتا تھا۔ حزقیل نے ۳۵ ہزار افراد کو ان کے مرنے کے ساٹھ سال بعد زندہ کیا۔

بنی اسرائیل کی ایک قوم طاعون کی وبا کے دوران موت کے خوف سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے شہروں سے نکلی۔ خدا نے ان کو ایک ہی وقت میں مار دیا۔ کئی سالوں کے بعد ایک نبیؐ کا ان کی ہڈیوں کے قریب سے گزر ہوا۔ خدا نے اس نبیؐ کی طرف وحی کی کہ وہ ان کو پکاریں۔ نبیؐ نے آواز دی! اے بوسیدہ ہڈیو! اذن خدا سے اٹھ کھڑے ہو۔ یہ کہنا تھا کہ وہ لوگ کھڑے ہو گئے۔

آپؐ نے حضرت ابراہیمؑ اور پرندوں والا واقعہ بھی بیان کیا:

”فصر هن الیک“

ان کو اپنے پاس بلا لو۔

اور حضرت موسیٰؑ کا قصہ

”واختار موسیٰ“

اور انہوں نے کہا:

”لن نومن لك حتى نرى الله جهره“

ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک صاف صاف ہم خدا کو دیکھ نہ لیں۔ چنانچہ وہ سب جل گئے۔
خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کے اس قول کے بعد:

”لوشئت اهلكتم“

اگر تو چاہتا تو پہلے انہیں ہلاک کر دیتا۔

ان سب کو زندہ کر دیا۔

قریش کا رسول اللہ سے سوال کرنا کہ آپؐ مردوں کو زندہ کریں، تورات، انجیل، زبور اور قرآن نے یہ خبریں دی ہیں۔ تو جو مردوں کو زندہ کر دے اور اللہ کے علاوہ اس کو پروردگار بنایا جائے تو پھر ان سب ہی کو ارباب اور پروردگار ماننا پڑے گا۔

یہ دلائل سن کر وہ نصرانی مسلمان ہو گیا۔ (۵۵)

۳۔ جب علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام مامون کے یہاں تشریف لائے تو وہاں عراق اور خراسان کے علماء کا ایک گروہ موجود تھا۔

مامون نے ان سے کہا کہ اس آیت کے معنی بتاؤ:

”ثم اور ثنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا“

علماء نے جواب میں کہا کہ خدا نے پوری امت کا ارادہ کیا ہے۔

مامون نے پوچھا: اے ابوالحسن! آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

امام رضاؑ نے فرمایا: میں وہ نہیں کہتا جو یہ کہتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سے عنترت طاہرہ علیہم السلام مراد لی ہے۔

مامون نے پوچھا: وہ کس طرح۔ امت نہیں بلکہ عنترت مراد لی ہے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: اگر ساری امت کا ارادہ کیا ہوتا تو پھر ساری امت ہی جنت میں جاتی۔ اللہ کے اس

قول

”فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق الخيرات باذن الله ذلك“

هو الفضل الكبير۔

پس ان میں سے بعض اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں، بعض میانہ رو ہیں اور بعض اللہ کے اذن سے خیرات میں سبقت کرنے والے ہیں، اور یہی بہت بڑا فضل ہے۔

اس کے بعد ان سب کو جنت میں قرار دیا ہے پس اللہ عزوجل نے کہا ہے:

جنات عدن یدخلونہا

(اس کے مطابق) تو وراثت عترت طاہرہ کے لیے ہوئی نہ کہ ان کے غیر کے لیے۔

پھر امام رضاؑ نے فرمایا کہ وہی ہیں جن کی خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تعریف و توصیف کی ہے اور کہا ہے کہ

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا

اللہ کا یہ ارادہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تم کو پاک رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے۔

اور وہی ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا:

”انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی لن یفترقا حتی یرداعلی

الحوض انظر و کیف تخلفونی فیہما ایہا الناس لا تعلموہم فانہم اعلم منکم“

ترجمہ: ”میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اپنی عترت جو میرے اہل بیت ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر کے کنارے میرے پاس پہنچیں۔ دیکھنا کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کیا سلوک کرتے ہو۔ اے لوگو! ان (اہل بیت) کو تعلیم دینے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔“

علماء کہنے لگے کہ اے ابوالحسن! یہ عترت آل ہیں یا غیر آل۔

امام رضاؑ نے فرمایا: وہ آل ہیں۔

علماء جواب میں کہنے لگے کہ رسول اللہ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میری آل ہے اور یہ آپؐ کے اصحاب خبر مستفیض کے ذریعے کہتے ہیں جس کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی آل محمد امتہ (آل محمد آپؐ کی امت ہے)

امام رضاؑ نے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ کیا صدقہ آل محمدؐ پر حرام ہے؟۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ تو آپؑ نے فرمایا پھر امت پر بھی حرام ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا: یہی فرق ہے آل اور امت میں

- وائے ہو تم پر تمہیں کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ کیا تم نے ذکر سے منہ پھیر لیا ہے، یا تم ایک مسرف قوم ہو؟
کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہ روایت ظاہر میں صرف مصطفیٰ اور ہدایت یافتہ افراد کے لیے ہے۔ نہ کہ دوسروں کے لیے؟

انہوں نے پوچھا: اے ابوالحسن! آپؐ نے یہ کہاں سے کہا؟
آپؐ نے فرمایا: خدا کے اس قول کی بنا پر:

”لقد ارسلنا نوحاً و ابراہیم وجعلنا فی ذریعتہما النبوة والکتاب فمنہم
مہتدو کثیر منہم فاسقون“

بیشک ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا اور ان دونوں کی ذریت میں نبوت اور کتاب قرار دی۔
ان میں سے بعض ہدایت یافتہ ہیں اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں۔
چنانچہ نبوت اور کتاب کی وراثت ہدایت یافتہ لوگوں میں جاری ہوئی ہے نہ کہ فاسقین میں کیا تمہیں نہیں
معلوم کہ حضرت نوحؑ نے اپنے پروردگار سے سوال کیا اور کہا:

”رب انی ابنی من اہلی وان وعدک الحق“

پروردگار میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ حق ہے؟
یہ اس لیے (کہا) کیونکہ خداوند تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ان کو اور ان کے اہل اور گھر والوں کو
نجات دے گا۔ ان سے ان کے رب تبارک و تعالیٰ نے کہا:

”انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن مالیس لک بہ علم انی

اعظک ان تکن من الجاہلین“

یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ یہ غیر صالح عمل رکھتا ہے۔ اس چیز کے بارے میں مجھ سے سوال نہ
کرجس کا تجھے علم نہیں۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں میں سے نہ ہونا۔
مامون نے سوال کیا: تو کیا اللہ نے عترت کو باقی لوگوں پر فضیلت دی ہے؟
امام رضاؑ نے فرمایا بے شک اللہ عزیز جبار نے اپنی محکم کتاب میں عترت کو باقی لوگوں پر
فضیلت دی ہے۔

مامون نے پوچھا یہ بات اللہ کی کتاب میں کہاں ہے؟
امام رضاؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے اس قول میں:

”ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضہا

”من بعض“

بے شک اللہ نے آدمؑ و نوحؑ کو اور آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو عالمین پر چین لیا ہے۔ ایسی ذریت ہے جن میں سے بعض دوسرے بعض میں سے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ کہا ہے:

”ام یحسدون الناس علی ما اتاہم اللہ من فضله فقد اتینا آل ابراہیم

الکتاب والحکمہ واتیناہم ملکاً عظیماً“

کیا تم ان لوگوں پر حسد کرتے ہو جنہیں خدا نے اپنے فضل سے دیا؟ بے شک ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت دی ہے۔ اور ان کو عظیم ملک دیا ہے۔
یعنی اطاعت مصطفیٰ اور طاہرین کے لیے ہے۔ اور ملک سے یہاں مراد ان کی اطاعت ہی ہے..... الخ (۵۶)

۴۔ محمد بن زید رازی کہتا ہے کہ میں نے ایک خارجی کے پاس زہر آلود چھری دیکھی اور یہ کہتے سنا کہ میں اس شخص کے پاس جاتا ہوں جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ رسولؐ کا فرزند ہے اور اس سے اس طاغوت کی ولی عہدی کی موافقت کرنے کے بارے میں سوال کرتا ہوں اگر اس کے پاس کوئی دلیل ہوئی تو ٹھیک ہے، ورنہ میں لوگوں کو اس سے راحت و آرام بخشوں گا۔

جب وہ امامؑ کی بارگاہ میں آیا تو اس کے بات کرنے سے پہلے امامؑ نے کہا کہ میں تیرے مسئلے کا جواب دیتا مگر ایک شرط ہے۔ خارجی نے پوچھا وہ شرط کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا: جب تو جواب سے مطمئن ہو جائے تو اس چیز کو توڑ دینا جو تیرے پاس ہے۔

خارجی یہ سن کر مبہوت ہو گیا۔ اس نے چھری نکالی اور توڑ کر پھینک دی۔

اب اس نے سوال کیا کہ آپ مجھے اس طاغوت سے موافقت کرنے کے بارے میں بتائیں۔ آپ رسول اللہؐ کے فرزند ہیں اور یہ لوگ آپؐ کے نزدیک کفار ہیں۔

ابو الحسنؑ نے دریافت فرمایا: تیری کیا رائے ہے؟ یہ زیادہ کافر ہیں یا عزیز مصر اور اس کے ملک کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں یہ لوگ موحد ہیں جب کہ مصر والے نہ اللہ کی توحید کا اقرار کرتے تھے اور نہ ہی اس کی معرفت رکھتے تھے۔ اور یوسفؑ بن یعقوبؑ خود نبی اور نبی کے فرزند تھے۔ انہوں نے عزیز مصر سے کہا:

”اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم“

مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے۔ میں بہتر حفاظت کرنے والا اور زیادہ جاننے والا ہوں۔

چنانچہ حضرت یوسفؑ فراعنہ کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے جب کہ مجھے اس امر پر مجبور کیا گیا اور میں خود اس میں شریک ہونے کو ناپسند کرتا تھا۔ اس صورت میں تجھے کیا اعتراض ہے۔

خارجی نے کہا: آپؐ پر کوئی عیب نہیں۔ آپؐ سچے ہیں اور اللہ کے نبیؐ کے فرزند ہیں۔ (۵۷)

۵۔ مامون نے ایک دفعہ امام رضاؑ سے کہا کہ میں نے ایک مسئلے میں غور فکر کیا ہے اور میں ایک صحیح نتیجے تک پہنچا ہوں۔ میں نے اپنے اور آپؑ کے نسب کے بارے میں سوچا تو ایک جیسی فضیلت پائی۔ میری رائے میں ہمارے شیعوں کا اس میں اختلاف محض ہوا وہوس اور تعصب پر مبنی ہے۔

ابوالحسنؑ نے اس سے فرمایا کہ اس بات کا ایک جواب ہے۔ اگر تو چاہے تو اس کا ذکر کروں اور اگر تو چاہے تو میں خاموش رہوں اور وہ بات زبان پر نہ لاؤں۔

مامون نے کہا: میں نے یہ بات اسی لیے آپؑ سے کی ہے کہ آپؑ اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔

امام رضاؑ نے فرمایا: میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں اے امیر! اگر خدا محمدؐ کو مبعوث کرتا اور آپؑ ان پہاڑیوں میں سے کسی پہاڑی کے پیچھے سے نکلتے اور تجھ سے تیری بیٹی کی خواستگاری کرتے تو تو اپنی لڑکی کی شادی ان سے کرتا؟

مامون نے کہا: سبحان اللہ۔ کیا کوئی رسول اللہؐ سے بھی اعراض کر سکتا ہے۔

امام رضاؑ نے اس سے فرمایا: تیری کیا رائے ہے۔ کیا آنحضرتؐ کے لیے یہ حلال اور جائز ہے کہ آپؐ مجھ سے خواستگاری کریں۔

مامون تھوڑی دیر خاموش رہا اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم! آپؑ لوگ رسول اللہؐ سے زیادہ قریبی رشتہ رکھتے ہیں۔ (۵۸)

۶۔ ایک دن مامون نے امام رضاؑ سے کہا کہ مجھے امیر المومنینؑ کی سب سے بڑی فضیلت بتائیں جس پر قرآن بھی دلالت کرتا ہو۔

امام رضاؑ نے فرمایا کہ وہ مباہلہ کی فضیلت ہے۔ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے۔

”فَمَنْ حَاكَمَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعِ ابْنَاءَنَا وَابْنَاءَ

كَمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَ كَمْ وَانْفُسَنَا وَانْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى

الكَاذِبِينَ“

پس جو شخص اس سلسلے میں تم سے حجت کرے تمہارے پاس علم آ جانے کے بعد تو کہہ دیں کہ آؤ ہم بلائیں

اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو۔ پھر گڑگڑا کے دعائیں کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں۔

چنانچہ رسول اللہ نے حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا۔ وہ آپؐ کے دو بیٹے تھے اور فاطمہ علیہا السلام کو بلایا پس وہ آپؐ کے یہاں آپؐ کی نساء کی جگہ تھیں اور امیر المومنین کو بلایا۔ وہ خدا عزوجل کے حکم سے آپؐ کے نفس اور جان تھے۔

یہ امر طے شدہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی رسول اللہ سے اجل و افضل نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کے حکم سے جو رسول اللہ کا نفس ہے اس سے بھی کوئی افضل نہ ہوا۔

مامون نے پھر سوال کیا۔ اللہ نے (الابناء) بیٹے کو جمع کے لفظ سے ذکر کیا اور رسول اللہ نے خصوصیت سے اپنے دو بیٹوں کو بلایا اور ”نسائی“ کو بھی جمع کے لفظ سے ذکر کیا اور رسول اللہ نے صرف اپنی اکیلی بیٹی کو بلایا پھر یہ کیوں جائز نہیں کہ ذکرے دعا اور بلانے کو اس کو جو آپؐ کا نفس ہو اور اس سے مراد آنحضرتؐ کا حقیقتاً نفس ہو نہ کہ آپؐ کا غیر۔ اس صورت میں امیر المومنینؑ کے لیے جو فضیلت آپؐ نے ذکر کی ہے وہ نہ ہو۔

امام رضاؑ نے فرمایا: جو کچھ تو نے ذکر کیا ہے اے امیر! وہ صحیح نہیں کیونکہ بلانے والا اپنے غیر ہی کو بلاتا ہے جس طرح حکم کرنے والا اپنے غیر کو حکم کرتا ہے۔ صحیح نہیں کہ اپنے نفس حقیقی کو بلائے جیسا کہ حقیقتاً اپنے نفس کے لیے امر و حکم دینے والا خود نہیں ہوتا۔

مباہلہ میں جب رسول اللہ نے امیر المومنینؑ کے علاوہ کسی مرد کو نہیں بلایا تو اس سے ثابت ہوا کہ وہی جناب نفس رسول اللہؐ تھے جن کو خدا نے اپنی کتاب میں نفس مراد لیا ہے اور اس کا حکم اپنی تنزیل میں قرار دیا ہے۔

مامون نے کہا کہ جب جواب دیا جا چکا تو سوال ساقط ہو جاتا۔ (۵۹)

۷۔ آنجنابؐ سے صباح بن نصر ہندی اور عمران صابی نے مامون کے دربار میں سوال کیا۔ عمران نے پوچھا کہ آنکھ نور مرکب یا روح چیزوں کو اس کے منظر سے دیکھتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آنکھ تو چربی اور سفید وسیاہ ہے۔ اور نظر اور دیکھنا روح کا ہی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ تو اس میں دیکھے تو تجھے اپنا چہرہ اس کے وسط میں نظر آئے گا۔ انسان اپنا چہرہ یا پانی میں دیکھتا ہے یا آئینہ میں یا اس قسم کی چیز میں۔

صبح نے پوچھا کہ جب آنکھ اندھی ہو جائے تو پھر روح کس طرح قائم ہے جب کہ نظر چلی گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا طلوع کرنے والے سورج کی طرح جس کی تاریکی نے ڈھانپ رکھا ہو۔

اس نے دریافت کیا کہ پھر روح کہاں چلی جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ روشنی کہاں چلی جاتی ہے جو کمرے کے سوراخ سے جھانک رہی ہوتی ہے، جب وہ سوراخ بند کر دیا جائے۔

اس نے کہا ذرا اس کی وضاحت فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ روح کا مسکن دماغ میں ہے۔ اس کی شعاع اور روشنی سارے بدن میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے جو سورج کے بمنزلہ ہے جس کا دائرہ (مدار) آسمان میں ہے اور اس کی شعاع زمین میں پھیلی ہوئی ہے۔ اب اگر دائرہ غائب ہو گیا تو سورج باقی نہیں رہے گا۔ اور جب سرکاٹ دیا جائے تو روح باقی نہیں رہتی۔

ان دونوں نے پھر نماز کے سبب کے بارے میں سوال کیا۔

آپؐ نے فرمایا: ایک اطاعت ہے جس کا خدا نے ان کو حکم دیا ہے اور ایک شریعت ہے جس پر ان کو راغب کیا ہے۔ نماز میں اس کی توقیر، عظمت اور بزرگی ہے اور بندے کی طرف سے خضوع، خشوع اور انکساری ہے۔ جب وہ سجدہ کرتا ہے اس بات کا اقرار ہے کہ اس کے اوپر ایک رب اور پروردگار ہے اور یہ اسی کے لیے سجدہ کرتا ہے۔

ان لوگوں نے روزہ کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے اس قسم کی عبادت سے ان کا امتحان لیا ہے کہ اس کے ذریعے وہ اس کے یہاں درجات حاصل کر سکیں اور جس فضل و کرم کا ان پر اس نے انعام کیا ہے اس کو پہنچوائے پانی کی لذت اور کھانے سے سیری کی اہمیت کا اندازہ ہو۔ جب ان کو روزوں میں پیاس لگے تو وہ آخرت میں پیاس کے سب سے بڑے دن کو بھی یاد کریں۔ اس ذریعے سے اطاعت کی طرف میلان اور جھکاؤ اور زیادہ بڑھے۔

ان دونوں اشخاص نے آپؐ سے پھر سوال کیا کہ زنا و بدکاری کو خدا نے کیوں حرام کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس لیے کہ اس میں فتنہ و فساد ہے۔ اس سے وراثت چلی جاتی ہے اور نسب منقطع ہو جاتا ہے۔ زنا کی صورت میں عورت کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس سے حاملہ ہوئی۔ نہ ہی بچے کو علم ہوتا ہے کہ اس کا باپ کون ہے۔ نہ ارحام موصولہ اور قرابت معروضہ کا کسی کو پتہ ہوتا ہے (۶۰)

۸۔ مامون دل ہی دل میں اس کو خواہشمند تھا کہ مناظروں اور بحثوں میں امام رضاؑ کو شکست ہو اور دوسرا ان پر بحث میں غالب آجائے۔ مگر بہر حال اظہار اس کے برعکس کرتا تھا۔

چنانچہ اس کے پاس فقہاء اور متکلمین جمع ہوئے تو پوشیدہ طور پر ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپؑ سے امانت کے مسئلے پر مناظرہ کریں۔

امام رضاؑ نے ان کے سوال پر ان سے کہا کہ اپنے میں سے کسی ایک شخص کو منتخب کرو۔ جو چیز اس پر لازم آئے گی وہی تم سب پر بھی لازم آئے گی۔ ان لوگوں نے اپنی طرف سے بات کرنے کے لیے یحییٰ بن ضحاک سمر قندی کو آگے کیا۔ اس وقت خراسان میں اس کا کوئی مثل اور ہم پلہ نہیں تھا۔

امام رضاؑ نے اس سے کہا جس چیز میں تو چاہیے سوال کر۔ اس نے کہا کہ آپؑ امامت کے مسئلے میں گفتگو کیجئے۔ آپؑ نے کس طرح اس کی امامت کا دعویٰ کیا جس کو امام نہیں بنایا گیا اور اس کو چھوڑ دیا جس کو امام چن لیا گیا

اور جس پر سب لوگ راضی ہو گئے۔

آپؐ نے فرمایا: اے یحییٰ! مجھے اس شخص کے متعلق بتاؤ جو اس کو سچا مانے جو اپنے نفس کے بارے میں جھوٹ بولے اور وہ جھوٹا مانے اس کو جو اپنے بارے میں سچ کہے۔ تو کیا وہ حق پر اور راستی پر ہوگا یا باطل پر اور خطا کا رہوگا؟“

یہ سن کر یحییٰ خاموش ہو گیا۔

مامون نے اس سے کہا کہ جواب دو تو کہنے لگا۔ امیر المومنین مجھے اس کے جواب سے معاف رکھے پھر مامون آپؐ سے کہنے لگا: اے ابوالحسن! ہمیں اس سوال کا مقصد بتائیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ یحییٰ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آئمہ کے بارے میں یہ بتائے کہ انہوں نے اپنے بارے میں جھوٹ بولا ہے یا سچ کہا ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ تو جھوٹے کے لیے امانت نہیں۔ اگر خیال کرے کہ انہوں نے سچ بولا ہے تو پھر ان میں سے پہلے نے کہا ہے کہ ”تم نے مجھے والی وحاکم تو بنایا لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔“

اس کے بعد آنے والے نے کہا کہ پہلے کی بیعت فلتناً اور اچانک بے سوچے سمجھے تھی۔ اگر کوئی دوبارہ اس قسم کا کام کرے تو اس کو قتل کر دو۔ یعنی وہ اس کے لیے قتل سے کم پر راضی نہیں تھا جو ان جیسا کام کرے اور وہ باقی لوگوں سے بہتر نہ ہوں“

اس کے بعد آنے والے نے کہا کہ پہلے کی بیعت فلتناً اور اچانک بے سوچے سمجھے تھی۔ اگر کوئی دوبارہ اس قسم کا کام کرے تو اس کو قتل کر دو۔ یعنی وہ اس کے لیے قتل سے کم پر راضی نہیں تھا جو ان جیسا کام کرے اور وہ باقی لوگوں سے بہتر نہ ہو۔ بہتری صفات سے ہوتی ہے مثلاً علم، جہاد اور ان جیسے دوسرے فضائل۔ اور یہ اس میں نہیں ہیں جس کی بیعت فلتناً یعنی بغیر سوچے سمجھے ہوئی ہو اور جو اس قسم کا کام کرے اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ ایسا شخص اگر دوسرے کو عہد امانت سپرد کرے تو کس طرح اس کو قبول کر لیا جائے پھر وہ منبر پر بیٹھ کر کہے کہ بیشک میرے لیے ایک شیطان ہے جو مجھے گھیرے رہتا ہے۔ جب وہ مجھے ٹیڑھا کر دے تو تم مجھے سیدھا کر دینا۔ اور جب مجھ سے خطا اور غلطی ہو جائے تو تم مجھے ہدایت کرنا۔

چنانچہ وہ خود اپنے قول کی بنا پر آئمہ نہیں ہیں۔ انہوں نے سچ کہا تھا یا جھوٹ بولا تھا۔ اس سوال کا جواب یحییٰ کے پاس نہیں تھا۔

آپؐ کی گفتگو سے مامون بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا۔ اے ابوالحسن! زمین پر آپؐ کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں جو اس مسئلے کو اس حسن و خوبی سے بیان کرے۔ (۶۱)

بعض جوابات

ہمارے آئمہ علیہم السلام نے گو حکومت اور ریاست سے دور رہ کر زندگی بسر کی اور سلطنت اور قیادت سے الگ رہے مگر مصیبتوں اور عمومی آفات کے وقت وہی جائے پناہ ہوتے تھے اور اہم معاملات میں ملجا و ماویٰ اور تکالیف میں فریادرس بھی آپؐ ہی ہوتے تھے۔

مسلمان حکام ہوں یا رعایا، علماء ہوں یا عوام، دوست ہوں یا دشمن، اپنی مشکلات کے حل میں اور اپنے اہم معاملات کے سلجھانے میں جن چیزوں کا سمجھنا ان کے لیے دشوار ہوتا اور جاننا بھی ضروری ہوتا، ساتھ ساتھ مسائل کا حل نہ کر پاتے۔ خصوصاً دین کے امور اور کتاب و سنت کے احکام میں، تو وہ ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

اس میں تعجب بھی نہیں کیونکہ آئمہؑ تھے بھی ایسے ہی وہ معدن علم اور خزانہ وحی تھے۔ رسول اعظمؐ نے اپنا علم ان ہی کو ودیعت کیا تھا، ان ہی کے پاس امانت رکھا تھا اور ان ہی کو اپنے فہم و ادراک کا وارث بنایا تھا۔ وہ اللہ کی طرف دلیل تھے اور رہبری اور ہدایت کرنے والے تھے اللہ کی طرف مخلوق کی قیادت کرنے والے اور ان کو کھینچ کر لے جانے والے تھے۔

امام رضاؑ کے زمانے کے حالات دوسرے زمانوں کے حالات سے اس معنی میں ممتاز تھے کہ اس وقت علم کی نشر اشاعت زیادہ ہو رہی تھی اور متکلمین کی کثرت تھی پھر آپؑ کی ولی عہدی بھی اس کی ایک بڑی وجہ تھی۔ چنانچہ آپؑ سے بہت سے سوالات مختلف موضوعات پر اس دور میں کئے گئے۔

محمد بن عیسیٰ بقطینی کہتا ہے کہ جب ابوالحسن رضاؑ کے امر میں لوگوں کا آنا جانا شروع ہوا تو آپؑ نے جن مسائل کے جوابات دیئے ان میں سے اٹھارہ ہزار مسائل کے سوال و جواب میں نے جمع کئے۔ (۲۶)

شیخ صدوق تک جو آپؑ کی احادیث اور مسائل کے سلسلے میں آپؑ کے جوابات پہنچے، وہ انہوں نے بھی جمع کئے اور اس کا نام ”عیون اخبار الرضا“ رکھا۔

یہاں ان میں سے کچھ جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔

حسین بن خالد نے آپؑ سے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر خلق کیا۔

آپؑ نے فرمایا: خدا ان کو قتل کرے۔ انہوں نے اول حدیث کو حذف کر دیا ہے دو آدمی ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ رسول اللہ ان کے قریب سے گزرے تو آپؑ نے سنا کہ ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔

کہ خدا تیرے چہرے کو اور تیرے جیسے چہرے کو مسخ کرے۔ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ کے بندے! اپنے بھائی کو یہ نہ کہو کیوں کہ خدا نے آدمؑ کو اس کی صورت و شکل میں پیدا کیا تھا۔ (۶۳)

۲۔ آپؐ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کہا تھا کہ ہر وہ غلام جو میرے ملک میں قدیم ہے، وہ آزاد ہے۔ وہ آزاد ہے۔

آپؐ نے فرمایا: جس کو اس کی ملکیت میں چھ ماہ گزر گئے ہیں، وہ آزاد ہو جائے گا اور وہ خداوند تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر:

”والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم“

چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ یہاں تک کہ ہر پھر کر (آخر ماہ میں) کھجور کی پرانی ٹہنی کا سا (پتلا اور کج) ہو جاتا ہے کھجور کی قدیم اور جدید ٹہنی کے درمیان ۶ ماہ کا فاصلہ ہے (۶۴)

۳۔ آپؐ سے سفلہ (اوباش) لوگوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: وہ جس کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جو اس کو خدا سے مشغول رکھے (۶۵)

۴۔ ایک دفعہ آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ آپؐ نے کس حالت میں صبح کی۔

آپؐ نے فرمایا: میں نے صبح کی ہے کم ہونے والی مدت کے محفوظ عمل کے ساتھ۔ موت ہمارے انتظار میں ہے۔ آگ ہمارے پیچھے ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ہم سے کیا سلوک کیا جائے گا۔ (۶۶)

۵۔ آپؐ سے کسی نے کہا کہ خدا بندوں کو ایسی چیز کی ذمہ داری سونپتا ہے جس کی وہ طاقت نہ رکھتے ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: خدا اس سے زیادہ عادل ہے۔

اس نے کہا: جو وہ ارادہ کریں اس کے کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: وہ اس سے زیادہ عاجز ہیں۔

امین علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ خدا بہتر جانتا ہے کہ اللہ کے قدرت عطا کرنے سے مستغنی اور بے پرواہ ہو کر وہ جو کچھ کرنا چاہیں اس کی وہ استطاعت نہیں رکھتے۔ (۶۷)

۶۔ ابن سکیت نے آپؐ سے سوال کیا کہ خدا نے موسیٰ بن عمران کو ید بیضا اور جادو جیسے معجزے کے ساتھ، حضرت عیسیٰ کو طب کے معجزے کے ساتھ اور محمدؐ کو کلام اور خطبات کے معجزے کے ساتھ کیوں مبعوث فرمایا؟

آپؐ نے فرمایا: جب خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کو مبعوث کیا تو آپؐ کے زمانے والوں میں جادو کا بہت زور تھا۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کے پاس اللہ کی طرف سے ایسا معجزہ لے کر آئے جس کا مقابلہ ان کی قوم نہ

کر سکی۔ اس کے ذریعے انہوں نے ان کے جادو کو باطل کر دیا اور ان پر حجت ثابت کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ایسے وقت میں مبعوث کیا جب مزمن (CHRONIC) بیماریاں پھیل گئی تھیں اور لوگ علاج کے محتاج تھے۔ چنانچہ اللہ کے یہاں سے وہ ان کے پاس ایسا معجزہ لے کر آئے جس کی مثال ان کے پاس نہیں تھی۔ اس سے انہوں نے اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کیا، نابیناؤں کو بینائی دی اور برص کے مریضوں کو شفا یاب کیا۔ اس طرح ان پر حجت ثابت اور قائم کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو ایسے دور میں مبعوث کیا جب لوگوں میں خطبات اور کلام کا زیادہ غلبہ تھا۔ چنانچہ آپؐ ان کے پاس اللہ کی طرف سے اس کے مواعظ اور احکام لے کر آئے جن کے ذریعے ان کے قول کو باطل کیا اور ان پر حجت ثابت اور قائم کر دی

پھر ابن سکیت نے پوچھا کہ اس وقت مخلوق پر کیا چیز حجت ہے؟

آپؐ نے فرمایا: عقل جس سے اللہ پر سچ بولنے والا پہنچانا جاتا ہے۔ اور وہ اس کی تصدیق کرتی ہے۔ اللہ پر جھوٹ بولنے والا بھی پہنچانا جاتا ہے اور وہ اس کی تکذیب کرتی ہے۔

ابن سکیت کہنے لگا: خدا کی قسم! یہی جواب ہے۔ (۶۸)

۷۔ حسین بن فضال نے آپؐ سے سوال کیا کہ خدائے عزوجل نے مخلوقات کو مختلف انواع اور قسموں میں کیوں خلق کیا ہے، ایک ہی نوع کیوں نہیں خلق کی؟

آپؐ نے فرمایا: اس لیے کہ ذہنوں میں یہ بات آئے کہ وہ عاجز ہے۔ کسی ملحد کے وہم و گمان میں کوئی شکل نہیں آتی مگر یہ کہ خدائے عزوجل نے اس پر مخلوق پیدا کی ہے۔ کوئی کہنے والا کہے کہ کیا اللہ تبارک و تعالیٰ قدرت رکھتا ہے اس قسم کی صورت و شکل کو پیدا کرنے کی مگر یہ کہ وہ اے اللہ عزوجل کی مخلوق میں مل جائے گی۔

چنانچہ انواع و اقسام کی مخلوق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (۶۹)

۸۔ حسین بن خالد کہتا ہے کہ آپؐ کی بارگاہ میں ایک شخص داخل ہوا اور آپؐ سے کہنے لگا: اے فرزند رسول اللہ! عالم کے حادث ہونے پر کیا دلیل ہے؟

آپؐ نے فرمایا: تو نہیں تھا پھر ہو گیا۔ تو جانتا ہے کہ تو نے خود اپنے آپ کو وجود نہیں دیا نہ ہی تجھے کسی تیرے جیسے نے وجود دیا ہے۔ (۷۰)

۹۔ ابوصلت ہروی کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ایمان دل کے ساتھ عقد و گرہ لگانا، زبان سے لفظ کہنا اور اعضاء اور جوراح سے عمل کرنا ہے ایمان ممکن نہیں مگر اس طرح (۷۱)

۱۰۔ تاریخ نیشاپور کے مصنف نے لکھا ہے کہ علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد الباقر بن

علی بن الحسین علیہم السلام جب نیشاپور میں داخل ہوئے تو آپ ایک قبہ میں تھے جس پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ آپ خاکستری رنگ کے خنجر پر سوار تھے۔ وہاں کا بازار اس کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

آپ کی خدمت میں دو امام فن اور حافظ حدیث ابو زرعہ اور ابو مسلم طوسی پیش ہوئے۔ ان دونوں کے ساتھ بے شمار اہل علم و حدیث تھے ان دونوں نے عرض کیا: اے سید جلیل سادات آئمہ کے فرزند! اپنے اطہر آباء و اجداد اور زیادہ مکرم و محترم اسلاف کے صدقے اپنا رخ مبارک ومنہ ہم کو دکھائیں اور اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے اپنا نانا سے ہمارے لیے روایت کیجئے کہ ہم اس کے وسیلے سے آپ کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

آپ نے غلاموں کو ٹھہرنے اور پردے کو ہٹانے کا حکم دیا۔ اپنے نورانی چہرے کی زیارت سے خلایق کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔

اچانک لوگوں نے دیکھا آپ کی دوزلیں تھیں جو آپ کے کندھوں پر پڑی تھیں اور لوگ اپنے اپنے طبقوں اور درجوں پر کھڑے تھے کچھ گریہ اور چیخ و پکار کر رہے تھے کچھ خاک پر لوٹ پوٹ رہے تھے۔ کچھ آپ کے خنجر کے کھروں کو بوسہ دے رہے تھے اور چیخ و پکار کی آواز بلند تھی۔

امام رضاؑ نے پکار کر کہا: اے لوگو! خاموش ہو جاؤ۔ وہ کچھ سنو جو تمہارے لیے نفع بخش ہے اپنی چیخ و پکار سے ہم کو اذیت نہ دو اور دکھ نہ پہنچاؤ۔

ابو زرعہ اور محمد بن اسلم طوسی نے حدیث لکھوانے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے حدیث بیان کی میرے والد موسیٰ کاظمؑ انہوں نے اپنے والد جعفر الصادقؑ سے (انہوں نے) اپنے والد علی المرتضیٰؑ سے انہوں نے فرمایا مجھ سے مرے حبیب، میری آنکھ کی ٹھنڈک، رسول اللہؐ نے حدیث بیان کی وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جبرئیلؑ نے حدیث بیان کی رب العزت سبحانہ، و تعالیٰ خداوند عالم نے فرمایا:

”کلمہ لا الہ الا اللہ حصنی، فمن قالہ داخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابہ“

کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو یہ کہے وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جاتا ہے اور جو میرے قلعے میں داخل ہو جائے وہ میرے عذاب سے مامون ہو جاتا ہے۔

پھر آپ نے سایہ کرنے والے (قبہ یا چھتری) پر پردہ ڈالا اور آگے روانہ ہوئے۔

راوی کہتا ہے کہ اس حدیث کو جواہل (قلم) دوات اور اہل دفتر اور دواہن لکھ رہے تھے ان کو شمار کیا گیا تو وہ بیس ہزار سے بھی زیادہ نکلے۔

احمد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ بعض سامانیہ امراء تک پہنچی تو انہوں نے اس کو سونے سے لکھوایا اور وصیت کی کہ اس کو اس کی قبر میں اس کے ساتھ دفن کیا جائے۔ اس کی موت کے بعد اس کو خواب میں کسی نے دیکھا اور پوچھا کہ مرنے کے بعد خدا نے تیرے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ اس نے کہا کہ خدا نے

مجھے بخش دیا لا الہ الا اللہ سے میرے تلفظ کرنے اور محمد رسول اللہ کی میرے تصدیق کرنے کی وجہ سے (۷۲)
۱۱۔ مامون نے امام رضاؑ سے دریافت کیا کہ مجھے اپنے جد امجد علیؑ بن ابی طالبؑ کے بارے میں
بتائیں کہ وہ قاسم الجنۃ والنار کس وجہ سے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے امیر! کیا تم اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے، عبد اللہ بن عباس سے روایت نہیں
کرتے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا:
علیؑ کی محبت ایمان ہے اور ان سے بغض وعداوت کفر ہے۔
مامون نے کہا جی ہاں:

امام رضاؑ نے فرمایا: اس طور انجناب تقسیم الجنۃ والنار ہوئے۔
مامون کہنے لگا کہ اے ابوالحسنؑ خدا مجھے آپؑ کے بعد باقی نہ رکھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ رسول
اللہ کے علم کے وارث ہیں۔

ابوصلت ہروی کہتا ہے کہ جب امام رضاؑ اپنے مکان پر واپس آ گئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
میں نے کہا کہ اے رسول خداؑ کے فرزند کیا ہی عمدہ جواب آپؑ نے امیر کو دیا۔
آپؑ نے فرمایا: اے ابوصلت! میں نے اس سے گفتگو اسی کے آباؤ اجداد کے حوالے سے کی ہے۔ میں
نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا، انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے حضرت علیؑ سے حدیث بیان کی۔ آپؑ
نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اکرمؐ نے فرمایا:
اے علیؑ! تم تقسیم الجنۃ والنار ہو۔ قیامت کے دن تم جہنم کو آگ سے کہو گے کہ یہ میرا ہے اور یہ تیرا
ہے۔ (۷۳)

۱۲۔ آپؑ سے فضل بن سہل نے سوال کیا: اے ابوالحسنؑ! (کیا) مخلوق مجبور ہے؟ آپؑ نے فرمایا
اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عادل ہے کہ مجبور کرے پھر عذاب بھی کرے۔ پھر پوچھنے لگا کہ وہ آزاد ہیں؟ تو آپؑ نے
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ قادر ہے کہ وہ اپنے بندے کو فضول چھوڑ دے اور اس کو اس کے نفس کے حوالے
کردے (۷۴)

۱۳۔ آپؑ سے توکل کے معنی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ تو خدا کے علاوہ کسی
سے نہ ڈرے۔

(۷۵)

۱۴۔ احمد بن نجم نے آپؑ سے عجب (اترانی) کے بارے میں سوال کیا جو انسان کے عمل کو فاسد
کردیتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: عجب (اپنے اوپر اترانا) کے کئی درجے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی بندے

کے لیے اس کے برے عمل کو اچھا بنا کر پیش کیا جائے اور وہ اس کو اچھا سمجھ کر اس پر اترائے اور خیال کرے کہ اس نے کوئی اچھا کام کیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار پر ایمان رکھے ہوئے ہو اور اس کا احسان اللہ پر جتائے، حالانکہ اس میں اللہ ہی کا اس پر احسان ہے۔ (۷۶)

۱۵۔ محمد بن عرفہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے دریافت کیا: اے فرزند رسول اللہ! آپؐ کو ولی عہدی میں داخل ہونے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟

آپؐ نے فرمایا: جس چیز نے میرے جد امجد امیر المومنین کو شوریٰ میں داخل ہونے پر آمادہ کیا تھا (۷۷)۔

۱۶۔ آپؐ سے بندوں کے باختیار ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا۔

آپؐ نے فرمایا جو لوگ نیک کام کرتے ہیں تو خوشی محسوس کرتے ہیں۔ جب برا کام کرتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں۔

جب ان کو عطا و بخشش ہو تو شکر ادا کرتے ہیں۔

جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو صبر کرتے ہیں۔

اور ان کو غضبناک کیا جائے تو معاف و درگزر کرتے ہیں (۷۸)

آپؐ کی بعض دعائیں

آئمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں بھی امت مسلمہ کے قیام کرنے کے ان کے دیگر وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے۔ یہ ان فکری تحریکوں کے راستے میں بھرپور رکاوٹ ہیں جو صحیح عقائد کے خلاف اٹھتی رہتی ہیں۔

یہ دعائیں توحید اور فضیلت، خیر اور بھلائی اور مکارم اخلاق کی طرف دعوت کا سرچشمہ ہیں۔ یہ دعائیں ایسے بلند پایہ اور اعلیٰ درس ہیں جن سے ہم بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

ممکن ہے ایسے لوگ بھی آگے آئیں جو ان پر سیر حاصل بحث اور تحقیق کریں اور ان علوم و تعلیمات کو واضح و عام کریں جو ان دعاؤں میں موجود ہیں۔

ہمیں ان کی بہت ضرورت ہے۔

یہاں ہم آپؐ کی بعض موجود دعا ہیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۱۔ آپؐ کی ایک دعا ہے:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، سبحان اللہ کہا ینبغی اللہ، والحمد للہ کہا ینبغی اللہ
ولا الہ الا اللہ کہا ینبغی اللہ، واللہ اکبر کہا ینبغی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

وصلی اللہ علی محمد و اہل بیتہ، وصلی اللہ علی جمیع المرسلین والنبین حتی
یرضی اللہ“ (۷۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ:

اللہ کی تسبیح کی جاتی ہے اور اس کی پاکی بیان کی جاتی ہے۔ جس طرح اللہ کے لیے کی جانی چاہیے۔ اس کی حمد کی جاتی ہے۔ جیسی اس کے لیے مناسب ہے۔ نہیں کوئی معبود مگر اللہ، جس طرح کی عبادت اس کے لائق ہے۔ اللہ اس سے بالاتر ہے کہ اس کی توصیف کی جاسکے جیسا کہ اس کی بڑائی ہونی چاہیے۔ نہیں کوئی طاقت و قدرت مگر اللہ کی جانب سے۔ اللہ رحمت نازل کرے محمدؐ اور ان کے اہل بیتؑ پر۔ اللہ کی رحمت اور صلوات ہو تمام مرسلینؑ اور انبیاءؑ پر جہاں تک وہ راضی ہو۔

۲۔ آپؐ کی ایک دعا ہے:

”اللهم اعطنی الهدی وثبتنی علیہ، واحشرنی علیہ امناً، امن من لا خوف

علیہ، ولا حزن ولا جزع، انک اهل التقوی و اهل المغفرۃ“ (۸۰)

خدایا! مجھے ہدایت عطا کر اور اس پر مجھے ثابت قدم رکھ، مجھے اسی پر امن و امان کے ساتھ محسوس کر، اس شخص ایسا امن جس پر نہ خوف ہو اور نہ حزن و ملال، نہ جزع و فزع۔ بیشک تو اہل تقویٰ اور اہل مغفرت ہے۔

۳۔ آپؐ کی ایک دعا:

”اللهم یا ذا القدرۃ الجامعہ، والرحمۃ الواسعہ، والبنن المتتابعہ، والا لاء

المتوالیہ، والا یادی الجمیلہ، والمواہب الجزیلہ، یا من لا یوصف بتمثیل، ولا

یمثل بنظیر ولا یغلب بظہیر، یا من خلق فرزق، والهم فأنطق وابتدع فشرع،

وعلا فار تقع، وقدر فاحسن، وصور فأتقن واجنع فابلغ، انعم فأسبغ واعطی

فاجزل، ومنح فافضل، یا من سما فی العز ففاق خواطف الابصار ودنا فی الطف

فحاز ہوا جس الافکار، یا من تفرد بالملک فلا تدلہ فی ملکوت سلطانہ وتوحد

فی کبریائہ فلا ضد لہ فی جبروت شانہ یا من حارث فی کبریاء ہیئہ دقائق

لطائف الاوہام، وانحسرت دون ادراک عظمتہ خطائف ابصار الانام یا

عالم خطرات قلوب العالمین، وشاهد لحظات ابصار الناظرین یا من عنت
الوجوه لهيبته وخضعت الرقاب لعظمته وجلالته وو جلت القلوب من
خيفته وارتعدت الفرائص من فرقه یابدی یابدیع یاقوت، یا منیع، یا علی ایہ
رفیع صلی علی من شرفت بالصلوة علیہ وانتقم لی ممن ظلمنی واستخفف بی،
وطرد الشیعه عن یابی، وازقه مرارة الذل والهوان کما ازقنیہا واجعله طرید
الارجاس وشرید الانجاس“ (۸۱)

ترجمہ:

خدا یا! اے جامع قدرت والے، وسیع رحمت والے، پے در پے احسانات کرنے والے، ایک دوسری کی
طرف پیچھے آنے والی نعمتوں کے دینے والے، جمیل احسانات والے، جزیل بخششوں والے، اے وہ کہ جس کی
مثال سے توصیف نہیں ہو سکتی جس کی کسی نظیر کی مثال نہیں دی جاسکتی، جو کسی مددگار کی وجہ سے غالب نہیں آتا۔
اے وہ جس نے خلق کیا اور رزق دیا، الہام کیا اور نطق دیا۔ جس نے پہلے خلق کرنا چاہا اور پیدا کرنا شروع کر دیا۔
بلند ہوا، پس بہت بلند ہوا اس نے تقدیر اور اندازہ کیا تو اچھا اندازہ کیا۔ اس نے تصویر کشی کی اور پختہ و محکم بنایا۔
وہ (خلقت اور اس پر شفقت کی طرف) مائل ہوا اور انتہا کر دی۔ احسان کیا اور عطا کیا تو بہت دیا اور بخشش کی اور
فضل و کرم کیا۔

اے وہ جو عزت میں بلند ہوا تو تیز نگاہ آنکھوں سے بلند ہے۔ لطف میں قریب ہوا تو اس نے دماغ میں
کھٹکنے والے افکار کا احاطہ کر لیا۔

اے وہ جو اکیلا ملک کا مالک ہے۔ اس کی سلطنت میں کوئی مالک ہونے میں اس کا شریک نہیں۔
وہ جو اپنی کبریائی میں تنہا ہے۔ اس کی شان جبروتی میں کوئی اس کا مقابل نہیں۔ اے وہ جس کی
کبریائی کی ہیبت کے سامنے لطیف اذہان کی باریکیاں حیران ہیں۔ لوگوں کی تیز نگاہیں جس کے ادارک سے
پہلے تھک جاتی ہیں۔

اے وہ جو عالمین کے دلوں میں کھٹکنے والی چیزوں کو جانتا ہے اور دیکھنے والی آنکھوں کے دیکھنے
کا گواہ ہے۔

اے وہ جس کی ہیبت سے چہرے سرنگوں ہیں، جس کی عظمت و جلالت کے مقابلے میں گردنیں جھکی ہوئی
ہیں، جس کے خوف سے دل دھڑکتے ہیں۔ جس کے ڈر سے کندھے لرزتے ہیں۔ اے ابتدا کرنے والے، اے
اختراع کرنے والے، اے قوی اور طاقتور، اے حفاظت کرنے والے، اے بلند ترین، اے زیادہ رفعت والے

اس پر رحمت نازل فرما جس پر رحمت بھیج کر اسے شرف بخشا ہے۔ میرا انتقام لے اس سے جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ مجھے خفیف سمجھا ہے اور شیعوں کو میرے دروازے سے دور دھکیلا ہے۔

ذلت و خواری اس کو چکھا جس طرح اس نے مجھے چکھائی ہے۔ جس والے افراد کی طرح اور جس چیزوں کی طرح دور کر دے۔

۴۔

”الفرع الفرع اليك يا ذا المحاضر والربيه اليك يا من به المفخرة وانت اللهم مشاهد هوا جس النفوس وامر اصدحر كرات القلوب، ومطالع مسرات السرائر من غير تكلف ولا تعسف، وقدر ترى اللهم ما ليس عنك بمنطوى ولكن حلك ام اهلك عليه جراحة وتمرد او عتوا وعنادا وما يعانيه اولياؤك من تعفيه آثار الحق ودروس معالیه وتزید الفواحش، واستمرار اهلها عليها، وظهور الباطل وعموم التغاشم، والتراضی بذلك في المعاملات والمتصرفات مذجرت به العادات وصار كاليفروضات والمسنونات اللهم فبادر الذي من اعنته به فاز ومن ايدته لم يخف ليل لبا ز وخذ الظالم اخذى عنيفا ولا تكن له راحما، ولا به روفاً، اللهم اللهم اللهم بادرهم، اللهم عاجلهم، اللهم لا تمهلهم اللهم غادرهم بكرة وهجيرة، وسحرة وبياتا وهم نائمون وضحي وهم يلعبون، ومكراوهم يمكرون، وفجاة وهم آمنون اللهم بددهم وبداعونهم، وافلل اعضاءهم واهزم جنودهم وافلل حدهم واجثث سنامهم، واضعف عزائمهم اللهم امنحنا كفافهم، وملكنا اكتافهم وبدلهم بالنعم النقم، وبدلنا من محاذرتهم الاسلامه، واغنيناهم اكمل المغنم۔ اللهم لا ترد عنهم باسك الذي اذا حل يقوم فساء صباح المنذرين“ (۸۲)

ترجمہ:

تیری ہی طرف پناہ فریاد ہے۔ اے وہ جس کی طرف کھینچ کر آنا اور رغبت کرنا ہے، تیری ہی طرف رغبت ہے۔ اے وہ جس پر فخر کیا جاسکتا ہے۔ تو ہی اے اللہ دلوں میں آنے والے امور کا مشاہدہ کرتا

ہے اور دلوں کی حرکت کا نگران ہے۔ تو بغیر کسی تکلف و سوچ بچار کے چھپے ہوئے اسرار کو جانتا ہے۔
تو دیکھ رہا ہے اے میرے اللہ، جو تجھ سے مخفی نہیں لیکن تیرے حلم نے اس کو مامون کیا ہوا ہے، جو
جرات، سرکشی، تکبر اور عناد کو رہا ہے باوجود یکہ تیرے اولیاء جھیل رہے ہیں حق کے آثار کے مٹ
جانے کو اور اس کی نشانیوں کے محو ہو جانے کو، فواحش و برائیوں کے زیادہ عام ہونے کو اور ان کو کرنے
والوں کے آزادانہ تسلسل کو، باطل کے ظہور کو، تاریکی اور بے بصیرتی کے عام ہونے کو، لوگوں کے
معاملات اور تصرفات میں ان چیزوں پر راضی ہونے کو جب یہ ان کی عادت بن گئی ہے اور یہ
معمولات دراصل واجبات اور مستحبات کی طرح ہو گئے ہیں۔

خدایا! جلدی کر اس چیز میں جس کے ذریعے تو نے کسی کی مردکی تو وہ کامیاب ہوا، جس کو تو نے تائید کی
تو وہ کسی عیب لگانے والے کے عیب لگانے سے نہیں ڈرا۔ ظالم کا سختی سے مواخذہ کر۔ اس پر رحم
کرنے والا اور اس پر روف و مہربان نہ ہوا۔

خدایا، خدایا، خدایا! ان کے مواخذہ کرنے میں جلدی کر۔ خدایا! ان کو پکڑنے میں عجلت فرما۔ خدایا! ان کو
مہلت نہ دے۔

خدایا! ان کو صبح کے وقت، دوپہر کے وقت، سحر کے وقت، رات کو جب وہ سوئے ہوئے ہوں اور دن
چڑھے، جب وہ کھیل کود میں مصروف ہوں مکرو حیلہ کرتے ہوئے جب وہ مکرو فریب کر رہے ہوں، اچانک جب کہ
وہ امن و امان میں خدا ہوں، خدایا! ان کو اور ان کے دوستوں اور مدگاروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

ان کے دست و بازو اور ان کے لشکروں کو شکست دے دے۔ ان کے دار کی تیزی کو کند کر دے۔ ان
کی بلندی کی بیخ کنی کر دے۔ ان کے عزائم کو کمزور کر دے۔

خدایا! ان کے اطراف و جوانب ہمیں عطا فرما۔ ان کے کندھوں کا ہمیں مالک بنادے۔ ان کو نعمتوں کے
بدلے عذاب دے۔ ہمیں ان کے خوف اور اس سے احتیاط اور ظلم و ستم کے بدلے سلامتی عطا فرما۔ انہیں ہمارے
لیے مکمل طور پر مال غنیمت بنادے۔

خدایا! ان سے اپنے عذاب کو نہ لوٹانا، جو جب کسی قوم نازل ہوتا ہے تو ڈرائے جانے والی کی صبح بہت بری
ہوتی ہے۔

۵۔ یہ دعا بھی قنوت سے متعلق ہے۔

”رب اغفر وارحم و تجاوز عما تعلم، انک انت الاعز الاجل الاکرم“ (۸۳)

ترجمہ:

پروردگار! بخش دے اور رحم فرما۔ جو کچھ تو جانتا ہے اس سے درگزر کر۔ بے شک تو ہی زیادہ غالب، زیادہ جلیل اور زیادہ کریم ہے۔

۶۔ آپ کی سجدے کی دعا ہے:

لک الحمد ان اطعتک، ولا حجه لی ان عصیتک ولا صنع لی ولا لغیری فی احسانک
ولا عذر لی ان اسات ما اصابنی من حسنہ فممنک، یا کریم اغفر لمن فی مشارق
الارض ومغاربها، من المومنین والمومنات“ (۸۴)
ترجمہ:

اگر میں تیری اطاعت کروں تو اس میں تیرے ہی لیے حمد و تعریف ہے۔ اگر میں تیری ہے۔ اگر میں تیری تیری نافرمانی کروں تو میرے پاس اس کی کوئی حجت و دلیل نہیں۔ تیرے احسان کرنے میں نہ میری نہ میرے علاوہ کسی دوسرے کی پکار کر دگی ہے۔ میرے لیے کوئی عذر نہیں اگر میں نہیں اگر میں عصیان و نافرمانی کروں۔ جو نیکی اور اچھائی مجھ تک پہنچی وہ تیری طرف سے ہے۔ اے کریم! بخش دے ان مومنین و مومنات کو جو زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں ہیں۔
۷۔ آپ کی دعا ہے:

”سبحان من خلق الخلق بقدرتہ، ونقن ما خلق بحکمتہ، ووضع کل شئی منہ
موضعه بعلیہ سبحان من یعلم خائنه الاعین وما تخفی الصدور، لیس کمثلہ
شئی وهو السميع البصیر“ (۸۵)

ترجمہ: منزہ اور پاک ہے وہ جس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے خلق کیا۔ جو کچھ خلق کیا اس کو اپنی حکمت و دانائی سے پختگی عطا کی۔ اس کی ہر چیز کو اپنے علم کے ذریعے اس کی جگہ رکھا۔
منزہ اور پاک ہے وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہوا ہے۔
اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

۸۔ آپ کی دعائے قنوت:

”اللهم اهدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن وتولنا فیمن تولیت وبارک لنا فیما
اعطیت وقنا شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ یذل من ولیت
ولا یعز من عادیت، تبارکت وتعالیت“ (۸۶)

ترجمہ: خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت اور دُور و دُکا نزول فرما۔ جن جن کو تو نے ہدایت کہے ان میں ہمیں بھی شامل کر لے۔ جن کی عافیت بخشی ہے ان کی فہرست میں ہمارا بھی اضافہ کر دے، جن کو اپنی سرپرستی میں لیا ہے ان میں ہمیں بھی داخل کر لے، جو کچھ تو ہمیں عطا کرے اس میں ہمیں برکت عطا کر۔ ہمیں اپنے فیصلے کی برائی اور عذاب سے بچا کیونکہ تو ہی فیصلہ کر سکتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ذلیل نہیں ہو سکتا جس کو تیری سرپرستی حاصل ہو۔ اسے عزت نہیں مل سکتی جس سے تجھے دشمنی ہو۔ تو برکتوں والا اور بلندیوں والا ہے۔

۹۔ طواف کے دوران آپؐ کی دعا:

یا اللہ یا ولی العافیہ، ویا خلق العافیہ، ویا رزاق العافیہ، ویا المنعم بالعافیہ،
والمنان بالعافیہ، ویا المتفضل بالعافیہ علی وعلی جمیع خلقک، یا رحمن الدنیا
ولا اخرۃ ورحیمہما صلی علی محمد وآل محمد، وارزقنا العافیہ، ودوام العافیہ
وتمام العافیہ، وشکر العافیہ فی الدنیا ولا اخرۃ یا رحم الرحیم“ (۸۷)

ترجمہ: اے اللہ، اے عافیت کے مالک، اے عافیت کے خالق، اے عافیت کے رازق اور اے عافیت کا انعام کرنے والے، عافیت کا احسان کرنے والے، مجھ پر اور اپنی ساری مخلوق پر عافیت کا فضل و کرم کرنے والے، اے دنیا اور آخرت کے رحمن اور دونوں کے رحیم، محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما۔ ہمیں عافیت عافیت کا دوام، عافیت کی تکمیل اور عافیت کا دنیا و آخرت میں شکر ادا کرنا عطا کرنا، اے رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والے!

آپؐ کی دعاؤں کی قبولیت

سینکڑوں برس تک مسلم ممالک کے احکام اور بادشاہ اہل بیت علیہم السلام کے خلاف اپنے دلوں میں بغض کو لیے رہے اور ان سے بدترین سلوک کرتے رہے۔

”انسان علی دین ملوکھم“ کے مطابق لوگ بھی اپنے بادشاہوں کی روش پر چلتے رہے اور ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اہل بیت علیہم السلام پر دراز ہوتے گئے۔

آئمہ علیہم السلام ہمیشہ برائی کے مقابلے میں نیکی اور احسان ہی کرتے۔ شاذ و نادر کبھی کبھار ایسا ہوا کہ جب دشمنوں نے ان کو زیادہ تنگ کیا تو انہوں نے اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کے خلاف گڑگڑا کر دعا کی۔ ایسے موقعوں پر اللہ نے فوراً ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے دشمنوں کو عذاب اور ذلت و خواری

میں مبتلا کیا۔

یہاں بعض وہ دعائیں درج کی اور فرمایا: خدا تیرے نور و روشنی کو بجھائے دے۔ تیرے گھر میں فقر و فاقہ داخل کرے۔

وہ مرتے دم تک فقیر رہا اس کے پاس ایک رات گزارنے کی جگہ نہ رہی۔ (۸۸)

۲۔ بکارزبیری نے حضرت علی بن موسیٰ رضاؑ پر کسی چیز میں ظلم کیا۔ آپؑ نے اس کے لیے بددعا کی۔

آپؑ کے دعا مانگتے ہی قصر سے ایک پتھر اس پر گرا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ (۸۹)

۳۔ آپؑ نے فرمایا کہ برا ملہ نے میرے والد پر جو مظالم ڈھائے ہیں اس پر میں خدا تعالیٰ سے برا ملہ کے لیے بددعا کرتا تھا۔

خدا نے آج میری دعا ان کے بارے میں قبول کی ہے۔

آپؑ کے چند اشعار

ہم جب ان اشعار کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے منسوب ہیں تو ان میں فضیلت، اخلاق، مکارم اور بزرگیوں کی طرف دعوت کے موضوعات اور موت، جنت اور جہنم کے تذکرے ملتے ہیں۔

اس کے برعکس بادشاہوں اور امراء سے جو اشعار منسوب ہیں وہ سب ہی بے حیائی، بے شرمی، عشق و دیوانگی کے تذکروں اور لہو و لعب سے بھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ اشعار کا اسلوب اور انداز بھی آئمہ گود و سروں سے ممتاز کرتا ہے۔

یہاں آپؑ کے کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

اعذر	اخاك	علی	زنوبہ
واصبر	وعظ	علی	عیوبہ
واصبر	علی	سفہ	السفیہ
والزمان	علی	خطوبہ	
ودع	الجواب	تفضلا	
وكل	الطلوم	الی	حسیبہ (۹۱)

ترجمہ:

اپنے بھائی سے اس کے گناہوں پر عذر قبول کر لے۔
 صبر کر اور اس کے عیبوں پر پردہ ڈال دے۔
 کسی نادان کی نادانی پر اور زمانے کے مصائب پر صبر کر۔
 فضل و کرم کی بنا پر جواب دینا چھوڑ دے۔
 سب ظلم ان کے حساب کرنے والے پر چھوڑ دے۔
 ۲۔ مامون نے آپؐ کی خدمت میں لکھا کہ مجھے وعظ و نصیحت کیجئے۔ تو آپؐ نے یہ اشعار لکھ بھیجے۔

انک	فی	دنیا	لہا	مدۃ
یقبل	فیہاء	عمل	العامل	
اماتری	الموت	محیطا بہا		
یسلب	منہا	امل	الامل	
تعجل	الذنب	بما	تشتہی	
وتأمل	التوبہ	من	قابل	
والموت	یاتی	اہلہ	بغته	
ما ذاک	فعل	الحازم	العاقل (۹۲)	

ترجمہ:

تو ایسی دنیا میں ہے جس کے لیے ایک مدت ہے،
 جس میں عمل کرنے والے کا عمل قبول ہو سکتا ہے۔
 کیا تو دیکھتا نہیں کہ موت اس مدت کے گھیرے ہوئے ہے؟
 اس (دنیا) سے امید کرنے والے کی امید کو (یہ موت) چھین لیتی ہے۔
 تو جو چاہتا ہے گناہ تو فوراً کر لیتا ہے۔
 مگر توبہ کی آئندہ زمانے میں امید رکھتا ہے،
 حالانکہ اہل دنیا پر موت اچانک آ جاتی ہے۔
 یہ کسی عقلمند کا فعل نہیں!!!

۳۔ مامون نے آپؐ کی خدمت میں کنیز بھیجی۔ اس نے آپؐ پر جب بڑھاپے کے آثار دیکھے تو
 ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ آپؐ نے اس کو مامون کے پاس واپس بھیج دیا۔ یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

نعی نفسی الی نفسی المشیب
 وعند الشیب یتعظ اللبیت
 فقد ولی الشباب الی مداه
 فلست اری مواضعه تووب
 سابکیہ وانه به طویلا
 وادعوه الی عسی یحیب
 وهیهات الذی قد فات منه
 تمنینی به النفس الکذوب
 وارع الغانیات بیاض راسی
 ومن مدالبقاء له یشیب
 اری البیض الحسان یحدن عنی
 وفی هجرا نهن لنا نصیب
 فان یکن الشباب مضی حبیا
 فان الشیب لی ایضاً حبیب
 سا صحبه یتقوی الله سی
 یفرق بیننا الاجل القریب (۹۳)

ترجمہ:

برہا پے نے مجھے موت کی خبر دی ہے۔
 بڑھا پے سے عقلمند نصیحت حاصل کرتا ہے۔
 شباب اپنی انتہا کی طرف پلٹ گیا،
 اب میں نہیں سمجھتا کہ واپس آئے
 عنقریب میں طویل زمانے تک اس پر گریہ کروں گا
 اور اس کو اپنی طرف بلاؤں گا کہ شاید لوٹ آئے۔
 بعید ہے کہ جو چیز ہاتھ سے نکل گئی وہ واپس آئے۔

میرا جھوٹا نفس آرزو دلاتا ہے۔

خوبصورت عورتوں کو میرے سر کے بالوں کی سفیدی نے ڈرایا۔

جو طویل عرصے تک زندہ رہے وہ بوڑھا ہی ہو جاتا ہے

میں خوبصورت اور حسین عورتوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے دور رہنا چاہتی ہے۔

ان کی جدائی میں ہمارا حصہ ہے۔

اگر شباب ہمارا محبوب بن کر گزر گیا ہے تو بڑھا پا بھی ہمارا محبوب ہے۔

عنقریب میں اللہ کے تقویٰ کے ساتھ اس کا ساتھ نبھاؤں گا،

یہاں تک کہ اجل قریب ہمارے درمیان جدائی ڈال دے۔

۴۔ آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے:

اذا كنت في خير فلا تغربه
ولكن قل اللهم سلم وتمم (۹۳)

ترجمہ:

جب تو خیر اور اچھائی میں مشغول ہے تو اس پر معزور نہ ہو جا،

بلکہ کہہ، خدا یا! سلامتی رکھنا اور اس کو تکمیل تک پہنچانا۔

۵۔ آپ نے برائی کرنے والے سے چشم پوشی کرنے کے بارے میں فرمایا:

اذا كان من دولى بليت مجله
ابيت لنفسي ان اقابل بالجهل
وان كان مثلى في محل من النهي
عرفت له حق التقدم والفضل (۹۵)
وان كنت ادنى منه في الفضل واجبى

ترجمہ:

اگر میں اپنے سے پست شخص کی جہالت میں مبتلا ہو جاؤں۔

تو میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا کہ جہالت کا مقابلہ جہالت سے کروں۔

اگر میرے جیسا کسی نہی اور ممنوع مقام پر ہوتا ہے۔

تو میں صبر و تحمل سے کام لیتا ہوں۔

تاکہ میں اپنے جیسے سے ارفع ہو جاؤں۔
 اگر میں اس سے فضل و عقلمندی میں کم ہوں۔
 اس کے حق تقدیم اور فضیلت کا میں اعتراف کرتا ہوں۔
 ۶۔ آپؐ نے اسی معنی و مفہوم کے سلسلے میں کہا:

وذی	غیلہ	سالمتہ	فقہرتہ
فاوقرتہ	منی	بعفو	التحمل
ولم	ارلاشیاء	اسرع	مہلکا
لخمر	قدیم	من	وداد
			معجل

ترجمہ:

کتنے دھوکے باز ہیں جن سے میں نے صلح کر کے ان پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس پر اپنا بچا ہوا
 بوجھ ڈال دیا۔

میں نے چیزوں کو اس سے زیادہ جلدی ہلاک کرنے والا نہیں دیکھا۔
 یعنی فوری مودت پرانے بغض اور کینے سے (زیادہ مہلک ثابت ہوتی ہے)
 ۷۔ آپؐ نے امید کے سلسلے میں فرمایا:

کلنا	یامل	مدأ	فی	الاجل
والمنا یاھن	آفات	الامل		
لاتغرک	اباطیل	المنی		
والزم	القصد	ودع	عنک	العلل
انما	الدنیا	اکطل	زائل!	
حل	فیہ	راکب	ثم	ارتحل (۹۶)

ترجمہ:

ہم میں سے ہر شخص اجل اور مدت کے بڑھنے کو چاہتا ہے۔
 موتیں ہی امید کے لیے آفتیں ہیں۔
 تجھے باطل امیدیں مغرور نہ کر دیں۔
 میانہ روزی اختیار کر اور۔

دنیا ڈھلتے سائے کی طرح ہے،
جس میں مسافر تھوڑی دیر اترتا ہے اور پھر وہاں سے کوچ کرتا ہے۔

ولی عہدی

عالم تشیع کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مامون کی ولی عہدی ایک سیاسی عمل ہے جس کے ذریعے مامون اپنی حکومت کے خلاف علویوں کا جوش و خروش ٹھنڈا کرنا چاہتا تھا۔ اس طور پر وہ اپنے مخالفین سے اپنے تخت و تاج کو محفوظ اور پائیدار کرنا چاہ رہا تھا۔

چنانچہ کوفہ میں محمد بن ابراہیم بن حسن بن علی بن ابی طالب نے آل محمد کے امام رضا کی طرف بلائے کی تحریک چلا رکھی تھی۔

بصرے میں زید بن امام موسیٰ کاظمؑ نے قیام کیا تھا، بنی عباس کے گھروں کو جلا ڈالا تھا۔
یمن میں ابراہیم بن امام موسیٰ کاظمؑ نے شورش برپا کر رکھی تھی۔

حرمین میں حسن بن حسین افسس نے حکومت کے خلاف ہنگامہ آرائی کر رکھی تھی۔

خود خراسان بھی ایسی تحریکوں سے محفوظ نہیں تھا۔ یہاں حسین بن ہرش نے تحریک چلائی ہوئی تھی۔ وہ بھی آل محمد کے امام رضا کی طرف دعوت دے رہا تھا۔

عباسی حکومت کا تخت ان تحریکوں کے سامنے متزلزل تھا۔ یہ تحریکیں محض طاقت سے نہیں دبائی جاسکتی تھیں۔ ان سلسلہ وار اور سلطنت کے مختلف گوشوں میں تحریکوں کے ختم کرنے کے لیے ایک سیاسی عمل کی ضرورت تھی۔

چنانچہ مامون نے اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لیے اس بات کو ترجیح دی کہ امام رضا کے لیے ولی عہدی کا اعلان کرے۔ اس ذریعے سے علوی خود بخود خاموش بیٹھ جائیں گے۔

مامون کے ارادے شروع سے صحیح نہیں تھے۔ اس سلسلے میں اس کا کردار سیاسی تھا دینی نہیں۔ اس کا اصرار تھا کہ امام اس کے پاس (مدینے سے شمالی ایران) آئیں چنانچہ اس نے سفر میں ساتھ رہنے کے لیے اور راستے متعین کرنے کے لیے ایک نگران اور راہنمائی کرنے والوں کو مامون نے حکم دیا تھا کہ وہ آپ کو بصرے اور اہواز کے راستے سے لائیں، اور جبل قم کے راستے سے نہ لائیں کہ وہاں شیعوں کی آبادی زیادہ تھی۔ پھر امام کے ساتھ اہل تشیع کے اجتماعات کے بارے میں بہت ہی زیادہ محتاط رہتا تھا۔

ربیع کہتا ہے کہ مامون نے اسے لکھا کہ جبل قم کے راستے نہ آنا بلکہ بصرہ، اہواز اور فارس کا راستہ اختیار

کرنا۔

کوفہ جانے سے بھی اس کو روکا اس کو اندازہ تھا کہ ان شہروں میں شیعوں کی کثرت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے خلاف کوئی فتنہ کھڑا ہو جائے۔ (۹۷)

دوسری بات جو مورخین کی نگاہوں میں مامون کے ارادے کو مشکوک بناتی ہے۔ وہ امام کو ولی عہدی کے لیے اس کا مجبور کرنا ہے۔

ابوالفرج اصفہانی نے روایت کی ہے کہ سہل کے دونوں بیٹوں فضل اور حسن کو مامون نے بلا کر ولی عہدی کی پیشکش کا ذکر کیا اور اس پیش کش کے ساتھ علی بن موسیٰ الرضا کے پاس بھیجا۔ ان دونوں نے جب ولی عہدی پیش کی تو آپؑ نے انکار کر دیا۔ وہ بار بار اصرار کرتے رہے اور آپؑ انکار، یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ آپؑ یہ قبول کریں ورنہ ہم آپؑ کے ساتھ کچھ کر گزریں گے۔ دوسرے نے کہا بخدا اگر آپؑ نے مخالفت کی تو اس نے مجھے آپؑ کی گردن اڑانے کا حکم دیا ہے۔ (۹۸)

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بھی اس سلسلے کے مذاکرات کے کچھ حصول کی روایت کی ہے۔
آپؑ سے مامون نے کہا کہ میں اپنے بعد کے لیے آپؑ کو ولی عہد بنانا چاہتا ہوں۔ آپؑ نے جواب دیا:
اے امیر! مجھے اس سے معاف رکھ۔

جواب میں مامون نے ایک ایسی بات کی کہ انکار کرنے کی صورت میں دھمکی مضمتر تھی۔ اس نے اپنی گفتگو کے دوران کہا کہ عمر بن خطاب نے چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ مقرر کی تھی جس کے ایک رکن آپؑ کے جد امجد امیر المومنین علی بن ابی طالب بھی تھے۔ اس نے شرط رکھی تھی کہ جو مخالفت کرے اس کی گردن اڑادی جائے۔
جو کچھ میں آپؑ سے چاہتا ہوں اسے آپؑ قبول فرمائیں۔ میں اسکے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں دیکھتا۔
اس گفتگو کے اندازے محقق کو پتہ چل جاتا ہے کہ مامون کا ارادہ صحیح نہیں تھا اس کے مقاصد ٹھیک ہوتے تو وہ امام کا عذر قبول کر لیتا اور آپؑ کو ولی عہدی پر مجبور نہ کرتا۔

علاوہ ازیں امامؑ نے اس سے یہ بھی کہا کہ مجھے میرے والد نے اپنے آباؤ اجداد امیر المومنین کے واسطے سے رسول اللہ سے خبر دی ہے کہ میں تجھ سے پہلے ہی اس دنیا سے چلا جاؤں گا۔ (۹۹)
اس پس منظر میں اور یہ جانتے ہوئے کہ آنجنابؑ (یعنی ولی عہد) مامون سے پہلے وفات پا جائیں گے مامون کا آپؑ کی ولی عہدی پر اصرار معنی خیز ہے۔

اس نے امامؑ سے کہا کہ آپؑ ہمیشہ مجھ سے ایسا سامنا کرتے ہیں جو مجھے ناپسند ہو۔ آپؑ میرے دبدبہ اور سطوت سے مامون ہیں۔ خدا کی قسم! اگر آپؑ نے ولی عہدی قبول کر لی (تو ٹھیک) ورنہ میں آپؑ کو اس پر مجبور کروں گا۔ آپؑ نے اس پر قبول کر لیا تو ٹھیک ہے ورنہ میں آپؑ کی گردن اڑا دوں گا۔
آپؑ نے فرمایا: خدا عزوجل مجھے اپنی پناہ میں رکھے کہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالوں، اگر معاملہ

ایسا ہی ہے جیسا تم نے بیان کیا تو پھر جو تمہارے دل میں ہے وہ کر گزرو۔ میں اس (ولی عہد) کو اس شرط قبول کرتا ہوں کہ نہ تو میں کسی کو والی و حاکم بناؤں گا اور نہ کسی رسم اور طور طریقے کو بدلوں گا۔ میں ان معاملات سے دور ایک مشیر کی حیثیت میں رہوں گا۔

وہ اس پر راضی ہو گیا اور آپ کے اس کو ناپسند کرنے کے اپنے ولی عہد بنالیا (۱۰۰) آپ نے ریان بن صلت سے فرمایا: خدا میری اس (ولی عہدی) سے ناپسندیدگی کو جانتا ہے۔ جب مجھے اس کے قبول کرنے اور قتل کئے جانے کے درمیان اختیار کر دیا گیا۔ اور میں نے قتل کئے جانے پر ولی عہدی قبول کرنے کو منتخب کیا (۱۰۱)

یہ بھی عجیب و غریب بات ہے کہ ایک طرف مامون ملک و سلطنت پر تنہائی فرماوائی کے لیے اپنے آپ بھائی امین کو قتل کر دیتا ہے تو دوسری طرف اس سلطنت کو جب استقرار حاصل ہوتا ہے تو پھر امام رضا کو ولی عہدی کی پیش کش کر بیٹھتا ہے، آپ کے حق میں اسی خلافت سے دستبردار ہوتا ہے (۱۰۲) پھر آپ کو ولی عہدی قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

یہ چیز صاف اور واضح ہوشیاری اور چالاکی اور تدبیر کی نشاندہی کرتی ہے۔

مامون کے بعض مقربین بھی اس کی نیت پر شک کرنے لگے۔ ان میں سے ایک عبداللہ بن سہل بن نوبخت، مامون کا منجم خاص بھی تھا جس نے اس معاملے کو شک کی نگاہ سے دیکھا۔

عبداللہ بن سہل حقیقت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: میں چاہا کہ معلوم کروں کہ بیعت جو ایک بہت بڑا معاملہ ہے۔ کے بارے میں مامون کی نیت کا اندازہ کروں کہ اس کا باطن بھی وہی ہے جو اس کا ظاہر ہے۔

میں نے اس کے پاس اس کے چند خادموں کے ہاتھ میں رقعہ بھیجا۔ یہ رقعہ اس کے لیے اہمیت بھی رکھتا تھا۔ میں نے اس کو لکھا کہ یہ بیعت، جس ”وقت“ ذوالریاستین نے انتخاب کی ہے۔ تکمیل کو نہیں پہنچے گی بلکہ ٹوٹ جائے گی کیونکہ مشتری ستارہ گر چہ طالع میں اپنے بیت شرف میں ہے، مگر سرطان برج منقلب ہے اور وہ چوتھے گھر میں ہے۔ مرتخ کا آخری گھر ہے اور نحس ہے۔ اس نے ذوالریاستین کو غافل کر رکھا ہے۔

مامون نے مجھے جواب میں لکھا کہ میں اس پر مطلع ہوا ہوں۔ خدا تجھے جزائے خیر دے۔ پورے طور پر اس سے ڈر کہ ذوالریاستین اس سے مطلع ہو۔ اگر وہ اپنی رائے سے ہٹ گیا تو میں یہی سمجھوں گا کہ تو نے اسے متنبہ کیا ہے۔

عبداللہ بن سہل کا کہنا ہے کہ ذوالریاستین نے اس کام کا ارادہ کیا تو ہمیشہ اس پہلی رائے کو درست کہتا رہا مجھے خوف تھا کہ مامون مجھ پر الزام نہ رکھے اور آخر وقت تک میں نے اپنے معاملے میں کان کھلے رکے۔ یہاں تک کہ بیعت کا معاملہ گزر گیا۔ اس طرح میں مامون سے بچ سکا۔ (۱۰۳)

ولی عہدی کے قبول ہونے کے بعد مامون ہمیشہ بیچ و تاب میں ہی رہا۔ ایک طرف وہ چاہتا تھا کہ امام رضا

کو بہت سی ذمہ داریاں سونپے اور اس طرح اس کو علویوں کی طرف سے خاموشی کی ضمانت ملے۔ دوسری طرف وہ ڈرتا بھی تھا کہ کہیں ملک میں آپؐ کی فضیلتوں اور علم و کردار کا چرچا نہ ہو جائے۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ فوج میں انقلاب آجائے جو خود کو معزول کر دے۔ اس کی جگہ خون امامؑ کو یا جس کو آپؐ پسند کریں خلیفہ بنالیں۔ (۱۰۴)

غرض اس ادھیڑ بن میں مامونؑ کبھی کسی کام کے لیے قدم آگے بڑھاتا اور پھر خود ہی کھینچ لیتا۔ کبھی کوئی کام اس کی مناسب سمجھ میں آتا تو اس کا حکم دیتا ہے اور پھر اس حکم کو واپس بھی لے لیتا۔

ان واقعات میں سے ایک اہم واقعہ نماز عید سے متعلق تھا۔ مامون نے ایک عید الفطر کے موقع پر امامؑ سے اصرار کیا کہ آپؐ نماز عید پڑھائیں۔ مگر پھر آپؐ کو اس سے روک بھی دیا۔

علی بن ابراہیم نے یاسر (خادم) اور ریان بن صلت دونوں سے یہ روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مامون امام رضاؑ کے لیے ولی عہدی کا معاہدہ کر چکا تھا۔ جب عید آئی تو مامون نے آپؐ کو پیغام کہلوا دیا کہ آپؐ عید گاہ سوار ہو کر تشریف لے جائیں اور وہاں لوگوں کو نماز عید پڑھائیں اور خطبہ دیں۔

آپؐ نے جواب میں کہا کہ تمہارے علم میں وہ شرائط ہوں گی جن کی بنا پر یہ امر (ولی عہدی) میرے اور تمہارے درمیان طے پایا تھا۔ ان کو مد نظر رکھتے ہوئے مجھے لوگوں کو عید کی نماز پڑھانے سے معاف رکھو۔

مامون کا کہنا تھا کہ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے دل مطمئن ہوں اور آپؐ کے فضل و کمال کا ان کو عرفان ہو۔

چنانچہ دونوں طرف مسلسل قاصد آتے جاتے رہے۔ جب مامون نے بہت اصرار کیا تو آپؐ نے پیغام بھیجا کہ اگر مجھے اس سے معاف رکھو تو یہ مجھے زیادہ پسند ہوگا، نہیں تو پھر میں اس طرح عید کی نماز کے لیے نکلوں گا جس طرح رسول اللہؐ! اور امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب نکلتے تھے۔ مامون نے جواب دیا کہ جس طرح آپؐ کا دل چاہے۔

مامون نے امراء سلطنت، قائدین لشکر، دربانوں اور عام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ صبح سویرے امام رضاؑ کے دروازے پر جمع ہوں۔

یہ سن کر لوگ ابوالحسنؑ کے انتظار میں راستوں اور مکانوں کی چھتوں پر بیٹھ گئے۔ عورتیں اور بچے بھی آپؐ کے منتظر رہے یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔

ابوالحسنؑ نے غسل کیا۔ لباس زیب تن کیا۔ سوتی سفید عمامہ سر پر باندھا جس کا ایک کنارہ ایک طرف سینے پر ڈالا اور دوسرا شانے کے درمیان رکھا۔ کچھ خوشبو لگائی ہاتھ میں عصا لیا جس میں نیچے پھل لگا ہوا تھا۔

اپنے خادموں سے بھی یہی کرنے کو کہا۔ چنانچہ انہوں نے وہی انداز اختیار کیا جو آپؐ کا تھا۔ یہ سب آپؐ کے آگے نکلے۔ آپؐ پاؤں سے ننگے تھے۔ اپنی شلوار آدھی پنڈلی آدھی پنڈلی تک چڑھائی ہوئی تھی۔ لباس بھی

سمٹا ہوا تھا۔

کچھ دور چلے تو آپؐ نے آسمان کی طرف رخ کر کے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ آپؐ کے خادموں اور غلاموں نے بھی آپؐ کے ساتھ تکبیر کہی۔ آپؐ کچھ اور آگے بڑھے اور دروازے پر آ کر رک گئے۔ جب قائدین لشکر اور فوج نے آپؐ (یعنی ولی عہد) کو اس شکل میں دیکھا تو سب کے سب اپنے گھوڑوں سے نیچے اتر آئے۔ جس کے پاس چھری تھی اس نے اپنے جوتے کے تسمے کاٹ دیئے اور اتار کر ایک طرف کر دیا اور سب ننگے پاؤں ہو گئے۔

امام رضاؑ نے دروازے پر تکبیر کہی۔ لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ تکبیر کہی تو گمان ہونے لگا آسمان اور دیواریں آپؐ کا جواب دے رہی ہیں۔ مرو شہر کے لوگوں نے جب ابوالحسنؑ کو اس جلوس میں اس طور بڑھتے دیکھا تو ان کے گریہ و بکا اور چیخ و پکار سے وہ شہر لرزنے لگا۔

یہ خبر مامون تک پہنچی تو اس سے فضل بن سہل ذوالریاستین نے کہا: اے امیر المومنین! اگر امامؑ اس طریقے سے مصلے (عیدگا) تک پہنچ گئے تو لوگ آپؐ کے فریفتہ ہو جائیں گے اور ہم سب کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

اس لیے کسی کو ان کے پاس بھیجیں کہ وہ واپس آ جائیں۔

چنانچہ مامون نے آپؐ کے پاس آدمی بھیجا کہ ہم نے آپؐ کو بلا وجہ تکلیف دی اور تھکایا۔ ہم پسند نہیں کرتے کہ آپؐ مشقت و زحمت میں پڑیں۔ بہتر یہ ہے کہ واپس تشریف لے آئیں۔ لوگوں کو نماز وہی پڑھائے گا جو ہمیشہ ان کی پڑھاتا ہے۔

ابوالحسنؑ نے اپنا جوتا منگوایا۔ اس کو پہنا اور سوار ہو کر واپس لوٹ گئے۔

اس واقعے پر اس دن لوگوں میں مختلف چیمگیوئیاں ہوئیں۔ (۱۰۵)

اس کے بعد امامؑ پر رابلطوں کے راستے تنگ کئے گئے۔ آپؐ کے تمام حرکات و سکنات واقفیت مامون کے لیے ضروری ہو گئی۔ چنانچہ اس نے امام رضاؑ کا حاجب اور دربان ہشام بن ابراہیم کو مقرر کیا۔ اس کے ایماء کے بغیر امامؑ سے کوئی نہیں مل سکتا تھا (۱۰۲)

آپؐ پر اس قدر تنگی کی گئی کہ آپؐ کے مولیوں میں سے اکثر آپؐ سے ملاقات نہ کر پاتے۔

امام رضاؑ گھر میں کوئی بات نہیں کرتے تھے مگر وہ ہشام حاجب مامون اور ذوالریاستین تک پہنچاتا۔

مامون عباسی نے اپنا بیٹا ہشام کی گود میں دے دیا تو اس کا نام ہشام عباسی ہو گیا۔ (۱۰۷)

شیخ صدوق ایک خط کا ذکر کرتے ہیں جو آپؐ نے احمد بن محمد بن زبلی کو بھیجا تھا۔ آپؐ لکھتے ہیں: باقی رہا جو تو نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی ہے۔ تو کہنا یہ ہے کہ میرے پاس آنا بہت مشکل ہے۔ ان لوگوں

نے ملنے جلنے کے سلسلے میں مجھ پر تنگی کی ہوئی ہے۔ اب میں اس پر قدرت نہیں رکھتا۔ عنقریب ہو جائے گا انشاء اللہ (۱۰۸)

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ مامون تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ ابوالحسن علی بن موسیٰ کلام و گفتگو کی مجالس منعقد کرتے ہیں اور لوگ آپ کی مجلس میں جانے سے روک دیئے۔ مامون نے اس کو اپنے پاس بلایا۔ جب مامون کی نظر پڑی تو اسے جھڑکا اور اس کی اہانت کی۔ (۱۰۹)

ولی عہدی سے مامون کی غرض تو پوری ہو گئی۔ اس کی حکومت مضبوط ہو گئی اور جم گئی۔ اس نے علوی اصحاب کی محبت و الفت بھی حاصل کر لی۔ یہاں تک کہ ان کی بہت بڑی تعداد عباسیوں کی طرح اس کے دار الحکومت میں رہنے لگی۔

مگر وہ ایک مخمخ میں پھنس گیا۔ ساری دنیا کے سامنے امام رضا کی فضیلت و بزرگی ظاہر ہو گئی۔ دل آپ کی طرف جھکنے لگے۔ زبانیں آپ کی مدح و ثنا میں کھلنے لگیں تو لوگوں کی آپ کی مدح و ثنا میں گفتگو نے مامون کو گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ چنانچہ وہ آپ سے چھٹکارا پانے کی سوچ میں ڈوبا رہتا۔

مامون نے سوچا کہ امام رضا کو جو بڑائی اور عظمت لوگوں میں حاصل ہو گئی ہے اس کو کسی طرح کم کیا جائے۔ لوگوں میں آپ کی مرکزیت کو متزلزل کیا جائے۔

اس مقصد کے تحت اس نے مختلف ادیان کے علماء متکلمین اور اکابرین کو مجادلہ اور مناظرہ کے لیے جمع کیا اور عمومی جلسوں کا اہتمام کیا۔ اس طرح وہ چاہتا تھا کہ مد مقابل کو امام پر غلبہ حاصل ہو اور لوگوں کی نظروں سے آپ گرجائیں۔

احمد بن علی انصاری کہتا ہے کہ میں نے ابوصلت ہروی سے دریافت کیا کہ مامون امام کا اس قدر اکرام و احترام کرتا تھا اور ان سے محبت کا اظہار کرتا تھا کہ اس نے آپ کو اپنی ولی عہدی کے لیے منتخب کیا پھر کیا ہوا کہ مامون کا نفس طیب خاطر سے امام رضا کے قتل پر راضی ہوا؟

اس نے جواب دیا کہ مامون آپ کی عزت و احترام و اکرام کرتا اور آپ سے اظہار محبت کرتا تو یہ آپ کے فضل و کمال کے پہچاننے کی وجہ سے تھا۔

اس نے اپنے بعد ولی عہدی آپ کے لیے قرار دی تاکہ لوگ سمجھیں کہ آنجناب دنیا کی طرف راغب ہیں۔ اس طرح لوگوں کے دلوں سے آپ کی قدر و منزلت گرجائے گی۔ مگر جب اس سے لوگوں میں آپ کا فضل و کمال اور قدر و منزلت مزید بڑھی تو مامون سے مختلف شہروں سے علماء جمع کئے کہ ان میں سے کوئی شاید آپ کو مناظروں میں کاٹ دے۔ اس طرح علماء میں آپ کی قدر و منزلت گرجائے اور عامۃ الناس میں یہ بات مشہور کر دی جائے۔ (۱۱۰)

بعض اوقات مامون نے ان مناظروں کی غرض و غایت کا اظہار بھی کیا۔ اس نے سلیمان مروزی سے کہا کہ میں نے تجھے اس لیے بلایا ہے کہ میں تیری قوت علمی سے واقف ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ تو ان کو ایک ہی دلیل و حجت میں کاٹ دے۔ (۱۱۱)

اس سلسلے میں مامون کو شکست فاش ہوئی۔ ان سب علماء پر غالب رہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (۱۱۲) مامون کی امید خاک میں مل گئی، معاملہ اس کی خواہش کے برعکس نکلا۔ امامؑ پر بھی مامون کے برپا کئے ہوئے ان مناظروں کا مقصد چھپا ہوا نہیں تھا۔ جب مامون نے آپؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپؑ عیسائی علماء اور دوسرے ادیان کے متکلمین سے مناظرہ کیجئے تو آپؑ نے حسن بن محمد نوفلی سے فرمایا کہ کیا تم جاننا چاہو گے کہ مامون کس وقت نادم و پشیمان ہوگا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: جب وہ اہل تورات پران کی تورات سے، اہل انجیل پران کی انجیل سے اہل زبور پران کی زبور سے صائبین پران کی عبرانی زبان میں، اہل ہراہزہ پران کی فارسی میں، اہل انجیل سے، اہل زبور سے، صائبین پران کی عبرانی زبان میں، اہل ہراہزہ پران کی فارسی میں، اہل روم پران کی رومی زبان میں اور دوسرے نظریات پران کی زبان میں میرا احتجاج سنے گا۔

جب اس میں سے ہر صنف کے لوگ لا جواب ہو جائیں گے اور ان کی دلیل و حجت باطل ہو جائے گی تو وہ اپنا نظریہ چھوڑ کر میرے نظریے اور عقیدے کی طرف پلٹ آئے گا۔ اس وقت مامون کو اندازہ ہوگا کہ جس مقصد کو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ محض خام خیالی ہے۔ اسے اس کے نتیجے میں ندامت اور پشیمانی ہوگی۔ (۱۱۳)

یہ وہ اہم حوادث و واقعات تھے جو امام رضاؑ پر مامون کے دار الحکومت مرو میں گزرے۔ اس دوران جب بغداد کی حالت دگرگوں ہونے لگی اور وہاں کے لوگوں نے مامون کے خلاف ہو کر اور اس کی بیعت کا بوجھ اپنے کندھوں سے اتار کر ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر لی تو مامون کو مرو چھوڑ کر بغداد کی طرف روانہ ہونا پڑا۔

سارے ہی عباسی مامون سے ناراض تھے کہ اس نے امام رضاؑ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا اور فضل بن سہل کو اپنا وزیر بتایا تھا۔

بغداد سے نپٹنے سے پہلے مامون چاہتا تھا کہ ان دونوں عناصر سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔ اس کو خوف تھا کہ امامؑ لوگوں کے دلوں میں اور جگہ پیدائہ کر لیں اور فضل بن سہل معاملات سلطنت پر مزید قابو نہ کر لے۔ چنانچہ مامون نے پختہ ارادہ کر لیا کہ ان دونوں کو دھوکے سے قتل کرادے۔ اس کے لیے تفصیلی پروگرام بنائے جن پر یکے بعد دیگرے عملدرآمد ہوا۔

مامون مرد سے روانہ ہو کر سرخس پہنچا۔ وہاں کچھ لوگوں نے حمام میں فضل بن سہل پر حملہ کیا۔ اس پر تلوار کے اتنے وار کئے کہ وہ دم توڑ گیا۔ یہ ۲ شعبان ۲۰۲ھ کی بات ہے۔ اس کے قاتل پکڑے گئے اور مامون کے سامنے لائے گئے۔ یہ چاروں مامون کے خادم تھے۔ انہوں نے کہا تو نے ہی فضل کو قتل کرنے اور اس کو مار ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ مامون کے حکم سے ان کی بھی گردنیں اڑا دی گئیں۔ سابقہ کاروائیاں خصوصی طور سے مامون کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ سب مامون ہی کی تدبیر کا کرشمہ تھا۔

مامون نے محسوس کر لیا تھا کہ فضل کا ہاتھ اس پر جو بھل پڑ رہا تھا۔ اور وہ اسے دھوکے میں رکھتا تھا۔ اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ جب تک وہ اس کے ساتھ ہے اہل بغداد اس کی اطاعت نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس نے اپنے خادموں کے ہاتھوں فضل کو قتل کروادیا۔ ان کے سر حسن بن سہل کے پاس بھیج دیتے۔ اسے تعزیت کھلوائی اور اسے خبر دی کہ اس نے حسن کو اس کی جگہ مقرر کر دیا۔ (۱۱۴)

اس نے اپنا بغداد کا سفر جاری رکھا اور جب وہ خراسان پہنچا تو اس نے ارادہ کیا کہ امام کو دھوکے سے قتل کر دے۔ مگر اس بات سے ڈرا کہ اگر فضل کے جیسا معاملہ ہو تو بات کھل جائے گی۔ اس کے نتیجے میں اور دوسری مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

چنانچہ اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور مامون نے امام رضا کو پوشیدہ طور پر زہر دے دیا جس سے آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔ (۱۱۵)

مامون کا جب مقصد پورا ہو گیا تو اس نے بنی عباس کو خط لکھا کہ تم مجھ پر عیب لگاتے تھے کہ میں نے اپنے بعد علی بن موسیٰ رضا کو اپنا ولی عہد بنالیا ہے۔ اب تو وہ مر گئے۔ لہذا سمع و طاعت، (یعنی بات سننے اور اطاعت کرنے) کی طرف پلٹ آؤ۔ (۱۱۶)

یہ چند صفحات اس موضوع کے بعض پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہ مامون کے جرم، اس کے مقاصد کی پستی اور اس کے برے ارادوں کے گواہ ہیں۔

آپ کی شہادت

پوری شیعہ دنیا کا اس پر اتفاق ہے کہ مامون ہی نے امام رضا کو زہر دیا تھا (۱۱۷)

ان کے ساتھ بعض غیر شیعہ مورخین اور محقق بھی شریک ہیں۔ (۱۱۸)

مامون کے امام رضا کو دھوکے سے مخفی طور پر شہید کرنے کا موضوع کوئی ڈھکا چھپا نہیں۔ یہ ایسا نہیں کہ بہت بعد کے آنے والوں نے اپنا اظہار خیال کیا ہو یا تاریخ اور حوادث سے بحث کرنے والوں نے یہ نتیجہ نکالا ہو۔ آپ کی وفات نے خراسان میں ہنگامہ پیدا کر دیا۔ قریب تھا کہ مامون کا کام تمام کر دیا جاتا مگر وہ اپنی

سیاست اور تجربہ کاری سے بچ نکلا۔

شیخ فقی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جب آپؐ کی وفات کی صبح ہوئی تو لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ رسول خدا کے فرزند کو قتل کر دیا گیا ہے۔ انبؤہ کثیر جمع ہو گیا اور طرح طرح کی باتیں کرنے لگا۔

محمد بن جعفر بن محمدؒ نے جو حضرت امام رضاؑ کے چچا تھے، مامون سے امان لی ہوئی تھی اور وہ خراسان آئے ہوئے تھے۔ مامون نے اس سے کہا: اے ابوجعفر لوگوں سے جا کر کہو کہ ابوالحسنؑ کا جنازہ آج نہیں اٹھایا جائے گا۔ اس نے مناسب نہیں سمجھا کہ آپؑ کا جنازہ باہر آئے اور لوگ مشتعل ہو کر فساد کر دیں۔

محمد بن جعفر بن محمدؒ عوام کے سامنے آئے اور ان سے کہا کہ لوگو منتشر ہو جاؤ ابوالحسنؑ کا جنازہ آج نہیں اٹھایا جائے گا۔ یہ سن کر لوگ اپنے گھر کو چلے گئے۔ ابوالحسنؑ کورات کو غسل دیا گیا اور دفن کر دیا گیا (۱۱۹)

آپؐ کی وفات سے عالم اسلام میں ایک شور مچا۔ مامون کے خلاف ناپسندیدگی کا بھی اظہار ہوا۔ آپؐ کے زمانے کے بڑے بڑے شعرا نے آپؐ کا مرثیہ کہا۔
دعبل بن علی خزاعی کہتا ہے:

اری امیہ معذورین ان قتلوا
ولا اری لبنی العباس من عذر
ولاد حرب و مروان واسرہم
بنو معیط ولایة الحقد والوغر
قوم قتلتم علی الاسلام اولہم
حتی اذا اسمسکوا جازوا علی الفکر
اربع بطوس علی قبر الزکی بہ
ان کنت تریع من دین علی خطر
قبر ان فی طوس خیر الناس کلہم
وقبر شرہم هذا من العبر
ما ینفع الرجس من قبر الزکی وما
علی الذکی بقرب الرجس من ضرر
ھیئات کل امری رهن بما کسبت
لہ یداہ فخذ ماشئت اوفذر (۱۲۰)

ترجمہ:

میں بنی امیہ کو معذور سمجھا لیتا ہوں اگر انہوں نے قتل کیا۔
 لیکن بن عباس کے لیے میں کوئی عذر قبول نہیں کرتا۔
 وہ تو حر، مروان کی اولاد ہے، ان کا قبیلہ بنی معیط ہے،
 جو کینہ، بغض اور دشمنی رکھتے ہیں۔ وہ ایسی قوم ہے جن کے پہلوں کو تو تم نے اسلام کے خلاف ہونے
 کی بنا پر قتل کیا،
 یہاں تک کہ جب انہوں نے ظاہراً اسلام سے تمسک پیدا کیا تو کفر کا بدلہ لیا۔
 طوس میں پاک و پاکیزہ شخص کی قبر پر ٹھہر جا جو وہاں ہے،
 اگر تو دین کے لیے کسی خطرے کے مقام پر ٹھہر سکتا ہے۔
 طوس میں دو قبریں ہیں۔ ایک تو سب لوگوں سے بہترین شخص کی قبر ہے
 اور دوسری بدترین شخص کی۔ یہ عبرتوں میں سے ایک عبرت ہے۔
 پلیدی کو پاکیزہ شخص کی قبر سے کیا نفع مل سکتا ہے۔
 نہ ہی پاکیزہ شخص کے لیے پلیدی کی قبر کے قریب ہونے میں کوئی ضرر ہے
 ہیہات ہر شخص اپنے کئے کا گروی ہے۔ جس کو تو چاہے لے لے اور جس کو چاہے چھوڑ دے۔
 علی بن ابوعبداللہ خوانی کہتا ہے۔

یا ارض طوس سقاك الله رحمة
 ما ذ احويت من الخيرات يا طوس
 طابت بقاعك في الدنيا وطاب بها
 شخص ثوی بسنا باد مرموس
 شخص عزیز علی الاسلام مصرعه
 فی رحمہ اللہ مغبور ومغوس
 یا قبرہ انت قبر قد تضمنہ
 حلم وعلم وتطہیر وتقديس
 فخراً فانك مغبوط بحشہ

محروس (۱۲۱)

الابرار

وباللائکہ

ترجمہ:

اے طوس کی سرزمین خدا تجھے اپنی رحمت سے سیراب رکھے۔
کس قسم کی خوبیوں کو تو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔
اے طوس دنیا میں تیرے ٹکڑے پاکیزہ ہیں اور ان میں پاکیزہ وہ شخص ہے جو سنا آباد کی قبر میں دفن ہے۔

وہ ایسا شخص ہے جس کا چھڑنا اسلام پر دشوار ہے۔
جو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں مستغرق ہے۔
اے اس کی قبر! تو ایسی قبر ہے جس میں حلم، علم، تطہیر اور تقدیس ہے۔
تجھے فخر کرنا چاہیے کیونکہ تجھ پر رشک کیا جاتا ہے اس کے جسم کی وجہ سے ابرار اور نیک فرشتوں سے تیری حفاظت کی جاتی ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ آپ کی شہادت کے سلسلے میں ذکر کرتے ہیں:
منصور بن بشیر سے اس کے بھائی عبداللہ بن بشیر سے روایت ہے، وہ کہتا ہے کہ مجھے مامون نے حکم دیا کہ میں اپنے ناخن عادت سے زیادہ بڑھالوں، مگر اس کا کسی کے سامنے اظہار نہ کروں۔ جب ناخن بڑھ گئے تو اس نے مجھے بلایا اور میرے سامنے ایک ایسی چیز نکالی جو تمر ہندی (املی) سے ملتی جلتی تھی۔ مجھ سے کہا اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر مل لو۔ میں نے اس کے کہنے کے مطابق ہاتھوں پر مل لیا۔

پھر مجھے وہاں چھوڑ کر امام علی رضاؑ کے پاس گیا اور ان کی مزاج پرسی کی۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں ٹھیک ہی ہوں۔ مامون نے کہا کہ میں بھی آج الحمد للہ ٹھیک ہوں۔ کیا آج کوئی خدمت گار (طیب) دیکھ بھال کرنے والا آیا ہے؟
آپؑ نے فرمایا نہیں۔

مامون غصہ ہو گیا اور غلاموں پر چیخنے لگا۔ کہا کہ ابھی انار کا عرق نکالو۔ (۱۲۲) پھر مجھ سے کہا کہ انار لے آؤ تو میں وہ اس کے پاس لایا۔ کہنے لگا کہ اس کو اپنے دونوں ہاتھوں سے نچوڑو۔ میں نے نچوڑ کر پیش کیا۔ مامون نے وہ انار کا شربت اپنے ہاتھ سے امام رضاؑ کو پلایا۔ یہی آپؑ کی وفات کا سبب بنا۔ آپؑ دو دن بھی زندہ رہ سکے اور آپؑ کی شہادت ہو گئی۔ (۱۲۳)

آپؐ علماء و عظماء کی نظر میں

آئمہ علیہم السلام کے بارے میں علماء اور عظماء کے اقوال پیش کرنے سے یہ مراد نہیں کہ اس سے ہم ان کی عظمت و جلالت پر دلیل لائیں۔ اس لیے کہ آئمہ طاہرینؑ کی شان اس سے بالا اور ان کا مقام اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ رسول اللہؐ نے ان کو امامت کا وارث بنایا ہے۔ یہ منصب ان کے لیے کافی ہے۔ آپؐ نے ان کو قرآن کریم کا قرین و ہم پلہ قرار دیا ہے اور یہ بات ان کے فضل و شرف کے لیے بہت ہے۔ آئمہ کی شان میں علماء اور عظماء کے کلمات پیش کرنے سے مقصد ان کے فضل و شرف پر امت کا اجماع اور اتفاق کی نشاندہی ہے۔

سارے مسلمان کسی بھی پاکیزگی اور تزکیہ پر اس طور متحد و متفق نہیں جیسا ان آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تزکیہ اور پاکیزگی پر اس طور متحد و متفق نہیں جیسا ان کا آئمہ ال بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تزکیہ اور پاکیزگی پر اتفاق اور اجماع ہے۔

ابوالحسن رضا علیہ السلام کے بارے میں علماء اور فضلاء کے کچھ اقوال یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

- ۱۔ حمد بن جعفر بن محمد (امام رضاؑ کے چچا) سے مامون نے آپؐ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا، وہ ایسے عالم ہیں جن کو ہم نے کسی اہل علم کے پاس (حصول علم کے لیے) آتے جاتے نہیں دیکھا (۱۲۴)
- ۲۔ ابو صلت عبد السلام بن صالح ہروی کہتا ہے کہ میں نے علی بن موسیٰ رضاؑ سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا اور جس عالم نے بھی آپؐ کو دیکھا اس نے میری ہی طرح آپؐ کے بارے میں گواہی دی۔
- مامون نے ایک دفعہ مختلف مذاہب کے علماء فقہائے شریعت اور متکلمین کی بڑی تعداد جمع کی۔ آپؐ بحث و مناظرے میں ان سب پر غالب آتے حتیٰ کہ ان میں سے ایک بھی نہیں تھا جس نے آپؐ کے علمی فضل کا اقرار نہ کیا ہو اور خود اپنی کم علمی کا اعتراف نہ کیا ہو۔ (۱۲۵)

۳۔ مامون عباسی نے آپؐ کے متعلق کہا کہ تمام بنی ہاشم میں زیادہ صاحب علم ہیں۔ (۱۲۶)

مامون نے یہ بھی کہا اے محمد بن جعفر آپؐ کا بھتیجا پیغمبر کے ان اہل بیت میں سے ہے جن کے بارے میں نبی اکرمؐ نے فرمایا:

- ”یاد رکھو کہ میری عزت کے ابرار اور میرے اصل بچپن میں سب لوگوں سے زیادہ حلیم و بردبار، جب بڑے ہوں تو سب لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ ان کو تعلیم دینے کی کوشش نہ کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ وہ تم کو باب ہدایت سے خارج نہیں کریں گے۔ اور ضلالت و گمراہی کے باب میں داخل نہیں کریں گے (۱۲۷)
- ۴۔ رجا بن ابی ضحاک نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس میں آپؐ سے

زیادہ اللہ کا تقویٰ ہو، اپنے تمام اوقات میں آپؐ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرتا ہو اور اللہ عزوجل کا آپؐ سے زیادہ خوف رکھتا ہو..... الخ۔ (۱۲۸)

۵۔ ابراہیم بن عباس صولی کہتا ہے کہ میں نے نہ ایسا کوئی شخص دیکھا اور نہ سنا جو ابوالحسن رضاؑ سے افضل و برتر ہو۔ میں نے آپؐ سے ایسی چیزوں کا مشاہدہ کیا ہے جن کا اور کسی سے نہیں کیا..... آپؐ بہت زیادہ نیکی اور احسان کرتے، چھپا کے صدقہ دیتے جو زیادہ تر تاریک راتوں میں انجام دیتے۔ اگر کوئی کہے کہ میں نے فضل و کرم میں ان جیسا آدمی دیکھا ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ (۱۲۹)

۶۔ عبد اللہ بن مطرق بن ماہان ایک بار مامون کے دربار میں آیا۔ وہاں علی بن موسیٰ رضاؑ بھی تشریف رکھتے تھے۔ مامون نے اس سے پوچھا کہ تو ان اہل بیتؑ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ عبد اللہ نے کہا:

ما قول فی طینہ عجنت بما الرسالہ وغرست بماء الوحی، هل ینفخ منها

الامسک الہدی، وعند التقی

ترجمہ:

”میں اس نیک طینت کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں جس کو رسالت کے پانی سے گوندھا گیا ہو۔ وحی کے چشمے سے اس کا درخت لگایا گیا ہو، پھر ہدایت کی کستوری اور تقویٰ کے عنبر کے علاوہ اس سے کوئی اور خوشبو آ سکتی ہے؟“ مامون نے ایسا ڈبہ منگوایا جس میں موتی تھے اور موتیوں سے عبد اللہ کا منہ بھر دیا (۱۳۰)

۷۔ جاثلیق یعنی بڑے پادری نے امامؑ سے مناظرہ اور لا جواب ہونے کے بعد کہا کہ مسیح کے حق کی قسم! میں نہیں سمجھتا تھا کہ مسلمانوں میں آپؐ جیسی شخصیت بھی ہوگی۔ (۱۳۱)

۸۔ واقدی کہتا ہے کہ آپؐ ثقہ تھے۔ آپؐ رسول اللہ کی مسجد (مسجد نبویؐ، مدینہ) میں بیٹھ کر اس وقت فتویٰ دیا کرتے تھے جب آپؐ کی عمر بیس، بائیس سال تھی۔ آپؐ اہل مدینہ میں تابعین کے آٹھویں طبقے سے تھے۔ (۱۳۲)

۹۔ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان کہتا ہے کہ ابوالحسن علیؑ رضا بن موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدینؑ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں۔ مامون نے اپنی بیٹی ام حبیب کی آپؐ سے شادی کی تھی اور آپؐ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ دینار کے سکوں پر آپؐ کا نام کندہ کیا تھا۔

مامون نے عباس کی اولاد میں سے مردوں اور عورتوں کو مرد شہر، اپنے دار الخلافہ میں بلایا۔ ان کی تعداد ۳۳ ہزار تھی۔ دوسری طرف حضرت علی رضاؑ کو بھی بلایا۔ ان کی اچھی قدر و منزلت کی اپنے خواص اور احباب کو جمع کیا اور کہا کہ عباس اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی اولاد میں اس نے غور و فکر کر کے دیکھا تو علی رضاؑ سے زیادہ کسی کو بھی افضل اور امر خلافت کا حق دار نہیں پایا۔ چنانچہ آپؐ کی بیعت کرائی اور حکم دیا کہ لباس اور جھنڈوں سے سیاہ

رنگ ہٹا دیا جائے۔ (۱۳۳)

۱۰۔ احمد بن حجر ثعالبی کہتا ہے کہ علی رضاؑ ان سب میں زیادہ شریف اور شہرت کے مالک ہیں، زیادہ جلیل القدر ہیں۔ اس بنا پر مامون نے ان کو اپنی جان اور روح کی جگہ قرار دیا۔ اپنی بیٹی کی آپ سے شادی کی۔ اپنی سلطنت و حکومت میں ان کو شریک کیا اور اپنی خلافت کا معاملہ ان کے سپرد کیا..... الخ (۱۳۴)

۱۱۔ احمد بن یوسف دمشقی قزمانی کہتا ہے کہ آپ کے فضائل و مناقب بلند ہیں اور آپ کے صفات اعلیٰ ہیں..... آپ بہت کم سوتے تھے اور زیادہ روزے رکھتے تھے (۱۳۵)

۱۲۔ یوسف بن قزاعلی، سبط بن جوزی کہتا ہے کہ علی بن موسیٰ رضاؑ فضلاء اور اتقیاء اور بہت زیادہ سخی اور جواد لوگوں میں سے تھے..... الخ (۱۳۶)

۱۳۔ یوسف اسماعیل مہمانی کہتا ہے کہ علی رضا بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ اکابر آئمہ اور امت کے ہدایت کے چراغوں میں سے ایک تھے۔ اہل بیت نبوت معاون علم و عرفان و کرم و جواں مردوں میں سے تھے۔ آپ عظیم القدر اور معروف الذکر تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں..... الخ (۱۳۸)

۱۵۔ عبد اللہ شیراوی شافعی کہتا ہے کہ آپ کریم، جلیل، صاحب ہیبت و قار تھے۔ کہا جاتا ہے کہ امام علی رضاؑ نے ایک ہزار غلام آزاد کئے۔ آپ ہر وقت با وضو رہتے (زیادہ وقت) نماز میں گزارتے۔ ساری رات با وضو رہتے اور نماز پڑھتے رہتے۔ کچھ دیر کے لیے سو جاتے۔ پھر اٹھ کر وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جاتے۔

آپ کی جماعت کے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نے جب بھی آپؑ کو دیکھا تو ہمیں خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد آیا۔

”کانوا اقلیلا من اللیل ما یمہجعون“ (۱۳۹)

۱۶۔ محمد امین سویدی کا کہنا ہے کہ آپ اعلیٰ اور بلند صفات تھے۔ آپ مدینے میں پیدا ہوئے۔ آپ کی انگوٹھی پر لاحول و لا قوۃ الا باللہ کندہ تھا۔ آپ کی کنیت ابوالحسنؑ اور القاب راضی، صابر اور زکی تھے۔ آپ کی بہت زیادہ کرامات تھیں۔ آپ کے آثار مشہور تھے جن کے ذکر کے لئے اس مقام میں وسعت نہیں۔ آپ کی وفات خراسان کی ایک بستی طوس میں آخر ماہ صفر ۱۰۳ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ (۱۴۰)

۱۷۔ علی جلال حسینی کہتا ہے کہ آپ اپنے زمانے میں تمام لوگوں سے زیادہ عالم اور زیادہ سخی تھے۔ آپ کی ولادت ۱۲۸ھ میں ہوئی اور رحلت ۲۰۳ھ میں ہوئی جب آپ ۵۵ برس کے تھے۔ (۱۴۱)

۱۸۔ خیر الدین زرکلی کا کہنا ہے کہ علی بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ ابوالحسنؑ، جن کا لقب رضا اور ثامن ال آئمہ تھا..... اہل بیت کے اجل سادات میں اور ان کے فضلاء اور کامل افراد میں سے تھے..... الخ (۱۴۲)

۱۹۔ عبد اللہ عصفی کہتا ہے کہ علی بن موسیٰ رضاؑ اس گھرانے کے اکابر، سردار و زعماء اور سربراہ تھے۔ اہل

بیت میں سے امام مرتضیٰ تھے..... الخ (۱۴۳)

۲۰۔ عبدالقادر احمد یوسف کہتا ہے کہ ان امام کی زندگی بڑے جلیل القدر اعمال اور کردار سے بھری پڑی ہے۔ آپ کا علم وہ ہے جس کی انتہا تک نہیں پہنچا جاسکتا، عصمت وہ ہے جس کے یہ ایک دوسرے کے وارث ہوئے ہیں۔ آپ کا تقدس و پاکیزگی وہ ہے جس کے آپ کے بعد کے زمانے میں مشابہت نہیں بجز ان آئمہ معصومین کے جو آپ کے صلب سے ہیں۔ اپنے زمانے کے وہ ہدایت کے علم ہیں۔ تقویٰ اور ورع، حلم، خلق، عادات و اخلاق کی اعلیٰ مثال ہیں۔

میری مجال نہیں کہ میں اوصیاء اللہ میں سے کسی وصی کی زندگی کو بیان کروں، نہ میرے قلم میں طاقت ہے کہ ان کی تعریف لکھ سکے۔ کیا ان کے نام کا ذکر ہی اپنی جگہ ان کی پوری اور مکمل تعریف نہیں ہے۔ ان کا ذکر اللہ کے نور کا ایک شعلہ ہے جو اپنی پناہ میں آنے والے کو بہتر اور سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے، جو انسان کو عمومی فلاح تک پہنچاتا ہے۔

امام کی ساری زندگی اسلام کے ذریعے مسلمانوں کی شان بلند و بالا کرنے کے لیے وقف تھی۔ آپ سے جو بھی عمل صادر ہوتا وہ ایمانی عقیدے کے تحت ہوتا۔ اس کا ہدف و مقصد لوگوں کو درستی اور اصلاح تھی۔ اس کی انتہا اس طرف تھی جس میں عالمین کے پروردگار کی رضا تھی (۱۴۴)

باب ۹

امام محمد تقی علیہ السلام

مختصر تعارف

آپؑ کے دادا: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
 آپؑ کے والد: امام علی رضا علیہ السلام
 آپؑ کی والدہ: سبیکہ نوبیہ (آپؑ ابراہیم فرزند رسولؐ کی والدہ ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں)
 آپؑ کی ولادت: مدینہ میں شب جمعہ ۹ ماہ رمضان ۱۹۵ھ
 آپؑ کا حلیہ: معتدل، سفید رنگ تھے۔
 آپؑ کی کنیت: ابو جعفر۔ آپؑ ابو جعفر ثانی کہلاتے ہیں جب کہ حضرت محمد باقر علیہ السلام ابو جعفر اول ہوئے۔

آپؑ کے القاب: جواد، قانع، مرتضیٰ، نجیب، تقی، منتخب، مختار، متوکل، متقی، زکی اور عالم۔
 آپؑ کی انگوٹھی پر نقش: ”نعم القادر اللہ“
 آپؑ کی ازواج: سمانہ مغربیہ اور ام الفضل دختر مامون عباسی آپؑ کے صاحبزادے: امام علی نقی ہادی علیہ السلام اور موسیٰ۔

آپؑ کی صاحبزادیاں: فاطمہ اور امامہ (۱)
 آپؑ کے شعرا: حماد اور داؤد بن قاسم جعفری۔
 آپؑ کے دربان: عمر بن فرات (کتاب مناقب میں عثمان بن سعید سمان کا نام ہے)
 آپؑ کے زمانے کے بادشاہ: مامون عباسی اور معتصم عباسی۔
 آپؑ کو معتصم عباسی نے مدینے سے بلوایا تو آپؑ ۲۸ محرم ۲۲۰ھ کو بغداد پہنچے۔
 آپؑ کی شہادت: آپؑ نے آخر ذیقعدہ ۲۲۰ھ ہفتے کے دن بغداد میں معتصم عباسی کے خاموشی سے بھیجے ہوئے زہر سے اپنی بیوی مام الفضل بنت مامون عباسی کے ہاتھوں شہادت پائی۔
 آپؑ کی قبر مطہر: اپنے جد امجد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس دفن ہوئے۔ آج آپؑ کی قبر بلندی اور چمک دمک میں آسمان سے باتیں کرتی ہے۔ آپؑ کی چوکھٹ پر سونے کے ڈھیر لگے ہیں۔
 سارے ملکوں سے مسلمان کشاں کشاں آپؑ کی زیارت اور یہاں سے برکت حاصل کرنے آتے ہیں۔

آپؐ کی مدت امامت: سترہ سال

آپؐ کی خلافت پر نص

جس نے بھی لوگوں کی سوانح عمریاں پڑھی ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ مسلمان جس طرح آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی افضلیت پر اجماع اور اتفاق رکھتے ہیں وہ کسی دوسری شخصیت پر نہیں رکھتے۔

آپس کے مختلف نوع کے اختلافات کے باوجود کسی مسلمان کو آئمہ علیہم السلام کے تقویٰ، فضل و شرف، جلالت و رفعت مقام اور بلندی مرتبہ پر اختلاف نہیں۔ چنانچہ شیعہ مصنفین کی کتابوں کے علاوہ سارے مسلمان مورخین اور مؤلفین کی کتابیں آپؐ حضرات کے مناقب اور فضائل کے تذکروں سے بھری پڑی ہیں بلکہ اندازہ ہے کہ شیعوں کے مقابلے میں آئمہ کے بارے میں اہل سنت کی تحریریں کہیں زیادہ ہیں۔

چنانچہ جب میں نے ”الامام المہدی علیہ السلام“ نام کی کتاب لکھی تو امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں ۴۰۰ سنی مصادر دستیاب ہوئے۔ ان میں سے بعض نے صرف آپؐ ہی پر کتابیں لکھی ہیں۔ بعض مصنفین نے اپنی کتابوں میں آپؐ کے بارے میں الگ باب لکھے ہیں (۲)

آپؐ حجرات کی افضلیت پر امت کے اجماع اور اتفاق کی بنا پر آپؐ منصب خلافت کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ آپؐ حضرات علم و فہم و کمال اور عدل و اخلاق سے نوازے گئے تھے، اس لیے بھی آپؐ منصب خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ رسول اللہؐ سے قرابت کی بنا پر بھی منصب خلافت کے مستحق ہیں۔ سارے مسلمانوں میں یہی ہیں جن کو رسول اللہؐ کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

یہ حضرات منصب خلافت کے اس لیے بھی سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ رسول اللہؐ نے ان پر نص کی ہے۔ (۲)

اس لیے بھی منصب خلافت کے حقدار ہیں کہ ان میں سے بعض نے دوسرے بعض پر نص کی ہے۔ اس کتاب کے گذشتہ ابواب میں بعض نصوص آپؐ نے ملاحظہ کی ہوں گی۔ یہاں ہم ان نصوص کا ذکر کر رہے ہیں جو امام محمد تقیؑ جو اعلیٰ علیہ السلام کے لیے ان کے والد گرامی حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف سے کی گئیں۔

۱۔ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: ابو جعفرؑ میرے وصی ہیں اور میرے اہل بیت میں میرے خلیفہ و جانشین ہیں۔ (۴)

۲۔ شیخ محدث، فقیہ محمد بن ابراہیمؑ جو بنی شافعی نے اپنی کتاب ”فرائد السمطين“ میں وعبل خزاعی کے حوالے سے حضرت علی رضاؑ بن موسیٰ کاظمؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میرے بعد میرا بیٹا

جو اذنی امام ہے (۵)

معمر بن خلاد کہتا ہے کہ امام رضاؑ نے کسی چیز کا ذکر کیا اور فرمایا کہ تم کو اس چیز کی کیا ضرورت، یہ ابو جعفرؑ ہیں جن کو میں نے بٹھا دیا ہے اور ان کو اپنی جگہ مقرر کر دیا ہے۔ فرمایا کہ ہم اہل بیت ہیں کہ ہمارے چھوٹے ہمارے بڑوں کے وارث بنتے ہیں، تیر کے اک پر کے دوسرے پر کے قائم مقام ہونے کی طرح سے (۶)

۴۔ صفوان بن یحییٰ کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپؑ سے سوال کیا کرتے تھے۔ آپؑ فرماتے تھے کہ خدا مجھے ایک فرزند دے گا تو وہ خدا نے آپؑ کو دے دیا اور ان کی وجہ سے ہم سب کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔ خدا ہم کو ایسا دن نہ دکھائے کہ اگر کچھ ہو گیا تو پھر ہم کس کی طرف (رجوع کریں)؟

۴۔ صفوان بن یحییٰ کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپؑ سے سوال کیا کرتے تھے۔ آپؑ فرماتے تھے کہ خدا مجھے ایک فرزند دے گا تو وہ خدا نے آپؑ کو دے دیا اور ان کی وجہ سے ہم سب کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔ خدا ہم کو ایسا دن نہ دکھائے کہ اگر کچھ ہو گیا تو پھر ہم کس کی طرف (رجوع کریں)؟؟

آپؑ نے اپنے ہاتھ سے ابو جعفرؑ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سامنے کھڑے تھے میں نے عرض کیا۔ آپؑ پر قربان جاؤں وہ تو تین سال کے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس وقت حجت کے ساتھ قیام کیا جب وہ تین سال سے بھی کم عمر کے تھے (۷)

۵۔ محمد بن یعقوب سے حسن بن محمد نے، اس سے خیرانی نے اور اس سے اس کے باپ نے روایت کی کہ میں ابوالحسن رضاؑ کے پاس خراسان میں موجود تھا کہ کسی نے آپؑ سے سوال کیا: اے میرے آقا و سردار! اگر کچھ ہو گیا تو پھر کس کی طرف (ہم رجوع کریں گے)؟

آپؑ نے فرمایا: میرے بیٹے ابو جعفرؑ کی طرف (رجوع کرنا) سوال کرنے والے نے ابو جعفرؑ کے کم سن ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو اس سے بھی کم عمری میں رسول، نبی اور صاحب شریعت مبعوث فرمایا۔ (۸)

آپؑ کا احسان و کرم

عظیم اکابرین کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی شخصیت کے صرف ایک دو پہلو ہی اپنے کمال پر نہیں پہنچتے بلکہ وہ انسانی زندگی کے ہر پہلو میں رفعت اور بلندی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ ان نفوس مقدسہ میں جو چیز زیادہ جاذب توجہ ہے وہ یہ ہے کہ آپؑ حضرات میں متضاد صفات جمع تھیں، جو بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ یعنی اگر شجاعت ان میں اپنی انتہا پر نظر آتی ہے تو زہد و عبادت بھی اسی انداز سے ان کی شخصیت میں رچی بسی ہے۔ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی مدح میں شاعر نے اسی صفت کی طرف اشارہ کیا ہے:

هو البكاء في المحراب ليلا

هو الضراب اذا اشتد الضراب

رات کی تاریکی میں بہت گریہ کرنے والے، میدان جنگ میں جب شمشیر زنی میں شدت پیدا ہو جائے تو تلوار کی شدید ضرب لگانے والے۔

یہ بات آئمہ اہل بیتؑ کے لیے کوئی بڑی اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ وہ حضرات تو فضائل کے کہیں اعلیٰ درجات پر فائز ہیں۔ وہ سب سے زیادہ عالم، زاہد عابد، زیادہ متقی، زیادہ کرم زیادہ شجاع اور میدان جنگ میں سب سے زیادہ ثابت قدم ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر دوسرے صفات حمیدہ اور خصال حسنہ میں بھی یگانہ روزگار ہیں۔

یہاں ہم امام جواد علیہ السلام کے احسان و کرم کے کچھ واقعات درج کر رہے ہیں۔

۱۔ صفدی نے کہا ہے آپ ہر سال مدینہ کی طرف دس لاکھ درہم سے بھی زیادہ بھیجتے۔ آپ سخاوت کے لیے مشہور تھے اسی لیے آپ کا لقب جواد ہو گیا۔ (۹)

۲۔ احمد بن حدید کہتا ہے کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ حج کو نکلا۔ راستے میں ہم پر ڈاکہ پڑا۔ جب میں مدینہ پہنچا تو راستے میں حضرت ابو جعفرؑ سے میری ملاقات ہو گئی۔ میں آپ کے ساتھ ان کے بیت الشرف آیا۔ راستے میں ڈاکہ پڑنے کی ساری مصیبت آپ کو سنائی۔

یہ سن کر آپ نے میرے لیے کچھ کپڑوں کا حکم دیا۔ پھر مجھے کچھ مال عطا فرمایا اور کہا کہ اس کو اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دو۔ ان کو اتنا پہنچاؤ جتنا ان کا مال چوری ہوا ہے۔ جب میں نے وہ دینار اپنے ساتھیوں میں تقسیم کئے تو وہ اتنی ہی رقم تھی جتنا کہ نقصان ہوا تھا، نہ اس سے کم دینار تھے اور نہ زیادہ (۱۰)

۳۔ مسخل کہتا ہے کہ میں نے محمد بن علی علیہ السلام سے ملاقات کی اور آپ سے بیت المقدس تک کے اخراجات کا سوال کیا۔ آپ نے مجھے سودینار عطا فرمائے۔ (۱۱)

۴۔ داؤد بن قاسم جعفر کہتا ہے کہ مجھے ابو جعفر علیہ السلام نے تین سودینار دیئے اور حکم فرمایا کہ آپ کے بعض چچا زاد بھائیوں کے پاس انہیں لے جاؤں۔ (۱۲)

۵۔ آپ نے ابراہیم بن محمد کو لکھا کہ میں تجھے اتنے دینار اور اتنے کپڑے بھیج چکا ہوں۔ خدا تجھے ان میں اور جو دوسری نعمتیں اس نے تجھے عطا کی ہیں، برکت عطا فرمائے۔ (۱۳)

۶۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور سول کیا کہ اپنی مروت کے حساب سے مجھے دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میری وسعت میں نہیں۔ اس نے کہا کہ اچھا تو میری حیثیت کے مطابق دے دیں۔ آپ نے فرمایا: یہ

ممکن ہے۔ یہ کہہ کر اس کو دوسو دینا دیئے۔ (۱۴)

آپؐ کی وصیتیں

آپؐ کی وصیتوں اور پسند و نصائح کو یہاں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو پڑھنے والے ان کو اپنی ذات اور شخصیت میں سموئیں اور ان کو یاد کریں تاکہ ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔ اگر ایسا نہیں تو یہ کوشش ریگاں جائے گی اور سودمند ثابت نہ ہوگی۔

یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ آئمہ طاہرین کی وصیتوں پر عمل کرنے سے ہمیں دنیا میں سعادت اور آخرت میں بے بہا نعمتیں میسر ہوں گی۔ اس پر ہم سب کا اتفاق ہے۔ چنانچہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے توفیقات کی دعا مانگنی چاہئے کہ ہم ان وصیتوں کے مطابق عمل کریں اور ان پر کاربند ہوں۔

یہاں ہم حضرت ابو جعفر جوادی علیہ السلام کی چند وصیتیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؐ سے کسی نے وصیت کی فرمائش کی۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تو اس کو قبول کرے گا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا:

صبر کو تکیہ بنا۔ فقر کو گلے لگا کے، شہوات کو چھوڑ دے، ہوا و ہوس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو۔ یہ جان رکھ کہ تو کبھی خدا کی نگاہ سے دور اور چھپا ہوا نہیں۔

پھر دیکھ تو کس طرح کا آدمی بنتا ہے۔ (۱۵)

۲۔ شریعہ کی مصاحبت سے بچو۔ اس کو اپنا ساتھی نہ بناؤ اس لیے کہ وہ ننگی تلوار کی مانند ہے، دیکھنے میں خوبصورت اور دیدہ زیب مگر اس کے اثرات برے ہوتے ہیں (۱۶)

۳۔ اس وقت تک کسی سے عداوت اور دشمنی نہ رکھ جب تک اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ کو نہ سمجھ، اس لیے کہ اگر وہ اچھا ہے تو پھر وہ اس کو تیرے سپرد نہیں کرے گا۔ اگر برا ہے تو تیری یہ شناخت کافی ہے کہ تو اس سے دشمنی نہ کر (۱۷)

۴۔ کسی معاملے کو اس کی انتہا تک پہنچنے سے پہلے درست کر لو ورنہ پشیمان ہو گے۔ تمہاری مدت عمر زیادہ طویل نہ ہو جائے ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ اپنے ضعیف اور کمزوروں پر رحم کرو اور اللہ کی رحمت ان کے لیے مانگو۔ (۱۸)

۵۔ ظاہری طور پر اللہ کا دلی اور پوشیدہ طور پر اس کا دشمن نہ بن (۱۹)

۲۔ علی بن مہر یار کے خط کے جواب میں آپؐ نے لکھا:

جو کچھ تم نے ذکر کیا وہ سن کر مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔

میں خدائے کافی اور دافع سے امید رکھتا ہوں کہ وہ انشاء اللہ ہر مکر و فریب کرنے والے کے مکر و فریب سے مجھے بچائے گا اور میرے لیے کفایت کرے گا۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہر طرح اور ہر صورت میں تمہاری حفاظت کرے تمہیں بشارت ہو کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم سے ہر بلا دفع کرے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ تمہیں اس میں خیر عطا کرے جو تمہارے لیے اس نے ارادہ کیا ہے۔ ہفتے کے دن نکلنے کو پیر تک ملتوی کر دو۔ تمہارے سفر میں خدا تمہارا ساتھی ہو اور تمہارے اہل و عیال میں تمہارا جانشین ہو۔ تم سے تمہاری امانت ادا کرے۔ اپنی قدرت سے تمہیں صحت مند رکھے۔ تم اپنے گھر کی طرف جاؤ۔ خدا دنیا اور آخرت میں تمہیں اچھے گھر میں رکھے۔

قیموں کے معاملہ کا جو تم نے ذکر کیا ہے میں اس سے بھی مطلع ہوا۔ خدا ان کو چھٹکارا دے اور کشائش بخشنے۔ جو کچھ تم نے ذکر کیا وہ پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ یہ تم نے ہمیشہ کیا ہے خدا تمہیں جنت کی خوشی عطا کرے اور تم سے راضی ہو اس بنا پر کہ میں تم سے راضی ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے عفو و بخشش کی امید رکھتا ہوں۔ اور کہتا ہوں۔

”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“

تم نے جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس کے حلال کرنے کا جو سوال کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ تم کو اور تمہارے اہل و عیال کو، جن کے لیے تم نے وسعت کا سوال کیا ہے، وسعت دے۔

اے علی! تمہارے لیے جو میرے پاس ہے وہ وسعت رزق سے زیادہ ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ وسعت اور عافیت میں تمہاری نصرت کرے، اور اس پر تمہارے قدم آگے بڑھائے۔ بیشک وہ سمیع و علیم ہے۔

تم نے جو دعا کا سوال کیا ہے تو تم نہیں جانتے کہ خدا نے میری نظر میں تمہیں کیسا قرار دیا ہے۔ بعض اوقات میں تمہارا ذکر تمہارے نام و نسب کے ساتھ کرتا ہوں۔ تم پر میری بہت سے عنایات و شفقت و محبت ہے۔ جس جہت پر تم جارہے ہو اس سلسلے میں مجھے پورا اندازہ اور معلومات ہیں۔

خدا نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس سے ہمیشہ بہتر عطا کرے۔ تمہیں تمہارے گھر پہنچائے اور تمہیں فردوس اعلیٰ میں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا کرے۔ بیشک وہ دعاؤں کا سننے والا ہے خدا تمہاری حفاظت کرے، تمہاری سرپرستی کرے اور تم سے مصیبتوں اور سختیوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے (۲۲)

۴۔ بحسبستان کے گورنر حسین بن عبد اللہ نیشاپوری کے نام خط:

اما بعد! بیشک جو یہ خط لے کر جا رہا ہے اس نے تمہارے بارے میں ایک اچھے طرز فکر اور طریق کار کا ذکر کیا ہے جو بھی تمہارا منصب اور وائزہ کار رہا ہے اس میں تم نے اچھا کردار ادا کیا ہے۔

اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرو۔ جان رکھو کہ اللہ عز و جل کے سامنے تم یقیناً جوابدہ ہو۔ وہ تم

سے چیونٹی اور رائی کے دانے کی مقدار تک کے بارے میں پرسش کرے گا۔

۵۔ علی بن مہریار کے نام خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے علی! خدا تمہیں اچھی جزا عطا کرے، جنت میں جگہ دے، دنیا اور آخرت میں تمہیں رسوائی اور ذلت سے محفوظ رکھے اور تمہیں ہمارے ساتھ محشور کرے۔

اے علی! میں تمہیں خلوص، اطاعت، خدمت، عزت و توقیر کرنے اور جو بھی تم پر واجب ہے امیں آزمایا ہے اور تمہارا امتحان لیا ہے۔

اگر میں یہ کہوں کہ تم جیسا میں نے کوئی دوسرا نہیں دیکھا تو مجھے امید ہے کہ یہ میں نے سچ کہا۔ خدا تمہیں جنت الفردوس میں بطور مہمان نازل کرنے کی جزاء عطا فرمائے۔

تمہارا مقام اور تمہاری منزلت مجھ سے چھپی نہیں اور نہ ہی دن رات گرمی اور سردی میں تمہارا خدمت کرنا مجھ سے پوشیدہ ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جب قیامت کے دن وہ مخلوقات کو جمع کرے تو تمہیں ایسی رحمت سے نوازے جس پر دوسرے رشک کریں۔

”انہ سمیع الدعاء“ (۲۳)

۶۔ سعد الخیر کے نام خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد! میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ اس راہ میں ختم ہو جانے میں سلامتی ہے اور اس کو اپنانے میں ہی نفع اور فائدہ ہے۔

اللہ عز وجل تقویٰ ہی کے ذریعے بندہ کو وہ عقل و فہم عطا کرے گا جس سے وہ عاری ہے اور تقویٰ ہی کی وجہ سے بندہ کو وہ جلا اور روشنی بخشے گا جس سے جہالت نے اس کو دور رکھا ہے۔

تقویٰ ہی کی وجہ سے حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھیوں نے کشتی میں نجات پائی اور حضرت صالحؑ و ران کے ساتھی صاعقہ سے بچ سکے۔

تقویٰ کی وجہ سے صبر کرنے والے کامیاب ہوئے۔ ان لوگوں نے ہلاکتوں سے نجات پائی اور انہوں نے بھی جو اس فضیلت کے خواہشمند ہیں۔ کتاب میں جب ان کے برے انجام کا ذکر پڑھا تو انہوں نے سرکش شہوات کو اپنانے سے اپنے آپ کو بچا لیا۔

جو ان کو رزق ملا ہے اس پر اپنے پروردگار کی حمد ثنا کرتے ہیں اور وہی حمد کے لائق ہے۔

جب ان سے کوتاہی ہوئی تو انہوں نے اپنے نفسوں کی مذمت کی۔

انہوں نے سمجھ لیا کہ حلیم وعلیم اللہ تبارک وتعالیٰ کا غضب ان لوگوں پر ہے جو اس کی رضا کو قبول نہیں کرتے۔ جو اس کی عطا کو قبول نہیں کرتا اس سے وہ اپنی عطا و بخشش کو روک لیتا ہے۔ جو اس کی ہدایت کو قبول نہیں کرتا وہ گمراہ ہوتا ہے۔

اس نے برائی کرنے والوں کو توبہ کی قدرت دی ہے جس سے وہ کچھ حسنات میں بدل جاتی ہے۔ اپنی کتاب میں بندوں کو اس چیز (توبہ) کی طرف دعوت دی ہے، ایسی بلند آواز کے ساتھ جو آج سنائی دیتی ہے اپنے بندوں کو اس نے دعا سے منع نہیں کیا۔

خدا کی لعنت ہے ان لوگوں پر جو اس کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ اس نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم اور ضروری قرار دیا ہے وہ رحمت جو اس کے غضب سے پہلے ہے جس کی تکمیل صدق وعدل سے ہوئی ہے چنانچہ وہ پہلے پہلے بندوں پر غضب نہیں کرتا۔ یہ علم الیقین اور علم التقویٰ کی وجہ سے ہے۔

خداوند تعالیٰ نے امتوں سے کتاب کا علم اس وقت اٹھالیا جب انہوں نے اس کو اپنے سے دور کر دیا۔ ان کے دشمن کو اس وقت مسلط کیا جب انہوں نے اس کتاب سے پیٹھ موڑ لی۔

کتاب دور پھینکنے سے مراد ہے یہ کہ اس کے حرورف انہوں نے رہنے دیا مگر اس کے حدود میں تحریف اور کمی بیشی کر دی۔ اس کتاب کی روایت تو کرتے ہیں لیکن رعایت نہیں کرتے۔

جاہلوں کو اس کتاب کی روایت کو یاد رکھنا انہیں اچھا معلوم ہوتا ہے، مگر علماء کو ان کی رعایت کو ترک کرنا رنجیدہ کرتا ہے۔

کتاب کا دور پھینکنا یہ بھی تھا کہ اس کا مالک اور والی انہیں بنادیا گیا جو اس کتاب کا علم نہیں رکھتے۔ نتیجہ یہ کہ انہوں نے لوگوں کو ہوا ہوس کے حوالے کیا اور ہلاکت و تباہی تک پہنچا دیا۔ انہوں نے دین کے مضبوط راستوں کو تبدیل کر دیا۔ اس کی جگہ نادانی اور بچنے نے لے لی۔

اس طرح لوگوں کے حکم کے مطابق امت کو چلایا جانے لگا حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم چلتا تھا۔ اللہ کی ولایت کے بعد لوگوں کی ولایت ظالموں کے لیے برابر لہ اور متبادل ہے، اللہ کے اجر و ثواب سے ہٹ کر لوگوں کو اجر و ثواب دیا جانا اور اللہ کی رضا کے بجائے لوگوں کی رضامندی حاصل کرنا۔

امت نے اس گمراہی پر چلتے ہوئے صبح کی ہے اور ان ہی احوال میں کوشش و سعی میں مصروف ہے۔ عبادت کر کے خود پر اترتے ہیں۔ چنانچہ ان کی یہ عبادت ان کے لیے اور جو ان کی اقتداء کرتے ہیں، آزمائش اور فتنہ ہے۔

انبیاء اور رسل میں بھی عبادت کرنے والوں کا ذکر ہے۔

اللہ کا ایک نبی مکمل اطاعت کرتا تھا۔ کسی ایک باب میں اس سے ترک اولیٰ ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ

سے وہ جنت سے نکالا جاتا ہے۔ ایک نبیؐ مچھلی کے شکم میں پھینک دیا گیا۔ اس سے نجات صرف اعتراف اور توبہ ہی کے ذریعے ہے۔ یہ بات احبار اور رہبان جیسے لوگ بھی جانتے ہیں جو کتاب کی باتوں کو چھپانے اور اس کی تحریف کرنے میں دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی تجارت نے انہیں نفع نہیں پہنچایا اور نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

میں اس امت میں بھی ان کے ان مشکوک نظریات سے واقف ہوں کہ انہوں نے کتاب کے حروف کو تو قائم رکھا ہے، اس کے حدود میں تحریف کی۔ وہ سرداروں کے ساتھ اور لوگوں کی بڑی جماعت کا ساتھ دیتے ہیں۔ جب یہی ہوا وہاں کے رہنما مختلف گروہوں میں بٹ جائیں تو یہ ان کا ساتھ دیتے ہیں جن کے پاس دنیا زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ہے ان کے کل علم کا متاع۔ وہ مسلسل اسی طمع اور لالچ میں گھرے رہتے ہیں۔ یہی ان کا مزاج ہے اور یہی ان کی طبیعت بن گئی ہے۔

ان کی زبانوں سے باطل گفتگو میں شیطان کی آواز سنی جاتی ہے۔

علماء ان کی اذیت اور تکلیف اور سختی کے جواب میں صبر ہی کرتے ہیں جب کہ وہ علماء کو عیب لگاتے ہیں۔ علماء اگر نصیحت نہ کریں اور حقیقت کو چھپائیں تو گویا انہوں نے اپنے آپ سے خیانت کی ہے۔ اگر وہ کسی گمراہ کو دیکھیں اور اس کو ہدایت کا راستہ نہ دکھائیں کسی مردہ (جاہل) کو دیکھیں اور اس کو (علم کے ذریعے) زندہ نہ کر سکیں تو گویا انہوں نے بہت غلط کام کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سے اپنی کتاب میں عہد و میثاق لیا ہے کہ وہ ہر اس اچھی چیز کا حکم کریں جس کا انہیں امر کیا گیا ہے۔ اور جس چیز سے انہیں نہی کی گئی ہے، اس سے دوسروں کو بھی روکیں۔

اس کے علاوہ ایک دوسرے سے تقویٰ میں تعاون کریں اور گناہ و سرکشی میں تعاون نہ کریں۔

بے شک علماء جاہلوں سے سختی، شدت اور جہاد کی کیفیت میں ہیں۔ چنانچہ اگر یہ انہیں وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ یہ سرکش ہو گیا ہے۔ اگر اس حق کو ان کو پہنچوا دیا جاتا ہے جس کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ مخالفت کرتا ہے۔ اگر وہ ان سے الگ ہو جائیں تو کہتے ہیں کہ یہ تفرقہ ڈالتے ہیں۔ اگر علماء ان سے کہیں کہ جو کچھ تم کہتے ہو اس پر کوئی برہان و دلیل لے آؤ تو کہتے ہیں کہ یہ منافق ہو گیا ہے۔ ان کی اطاعت کریں تو کہتے ہیں کہ تو نے خدا کی نافرمانی کی ہے۔

غرض جاہل اس چیز کی وجہ سے ہلاک ہو گئے جس کو نہیں جانتے، اور وہ ان پڑھ بھی اس میں جس کی وہ تلاوت کرتے ہیں۔

وہ تعریف و توصیف میں قرآن کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کی تحریف کرتے وقت جھوٹ بولتے اور غلط بیانی سے کام لیتے ہیں، مگر کوئی انکار نہیں کرتا۔

یہ (یہودی) احبار اور رہبانوں کی طرح ہیں اور ظلم سرکشی کے رہنما و ہر ہیں، ہلاکت کے سردار ہیں۔

ان میں کچھ ایسے ہیں جو ضلالت، گمراہی اور ہدایت کے درمیان بسر کر رہے ہیں۔ یہ ایک جماعت کو دوسری جماعت سے شناخت نہیں کرتے۔

وہ تصدیق کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے انہیں ایسی روشنی میں چھوڑا جس کی رات اس کی دن سے روشن تھی۔ جس نے اس میں کوئی بدعت ظاہر نہیں کی اور نہ ہی ان میں کسی سنت کو تبدیل کیا ہے۔ اس تشخص میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

چنانچہ جب لوگوں کو ان کی خطاؤں کے اندھیروں نے گھیر لیا ہے تو وہ اس کے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف بلاتا تھا اور جو جہنم کی آگ کی طرف بلاتا تھا دونوں کے درمیان میں ہو گئے۔

اس وقت شیطان اپنے ولیوں کی زبان سے بول اٹھا جنہوں نے اپنی آواز بلند کی۔ شیطان کی فوج کے سوار اور پیادے بہت ہو گئے وہ ان کے مال اور اولاد میں شریک ہوا جس نے بھی اس کو شریک کر لیا۔

نتیجہ یہ کہ اس نے بدعت پر عمل کیا اور کتاب و سنت کو چھوڑ دیا۔

اللہ کے ولیوں نے حجت اور دلیل کے ساتھ گفتگو کی اور کتاب و حکمت کو اپنے ساتھ لے لیا تو اس دن سے اہل حق اور اہل باطل جدا ہو گئے۔ ہوا ہوس والوں نے حق کا ساتھ چھوڑ دیا۔ گمراہی میں ایک دوسرے سے تعاون کیا حتیٰ کہ یہ جماعت فلاں کے اور اس جیسوں کے ساتھ ہو گئی۔

اس گروہ کو پہچان لو۔ دوسری صف کو سرگوشی کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھ لو۔ ان کو ضروری سمجھو یہاں تک کہ تم اپنے اہل و عیال کے پاس پہنچ جاؤ۔

خسارے میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو قیامت کے دن خسارے میں رکھا۔ یاد رکھو۔ یہی واضح خسارہ اور گھاٹا ہے۔ (۲۴)

آپؐ کے حکیمانہ اقوال

یہاں امامؑ کے حکمت آمیز، پسند و نصائح سے بھرے ہوئے اور دین کی طرف متوجہ کرنے والے بعض ارشادات پیش کئے جا رہے ہیں۔

بظاہر یہ مختصر ہیں مگر ان میں معارف، اخلاق و آداب اور اللہ سبحانہ، تعالیٰ کی طرف دعوت اور فضیلتوں کے حصول پر راغب کرنے کی باتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔

ان میں ایسے رافع اور بلند معافی پوشیدہ ہیں جو بڑی بڑی کتابیں بیان نہیں کر پاتیں۔

آج کے دور میں ضروری ہے کہ ہم ان ارشادات اور پسند و نصائح کو مشعل راہ بنائیں، ان ہی کو اپنا طرز عمل قرار دیں، ان پر مشتمل ایک ایسا نظام ترتیب دیں جو ہماری زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہو اور اس سے مسلسل

رہنمائی ملتی رہے۔

وہ حکیمانہ کلمات یہ ہیں:

۱۔ توبہ میں دیر کرنا دراصل دھوکہ اور غرور ہے زیادہ عرصے تک توبہ کو ٹالتے رہنا انسان کو حیران اور سرگردان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے وضاحتیں پیش کرنا اور جواز قائم ہلاکت اور بردباری ہے۔ گناہ پر اصرار کرنا اللہ کے عذاب سے گویا نڈر ہونا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نڈر خسارے والی قوم ہی رہ سکتی ہے۔

۲۔ مومن تین چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔

اللہ کی توفیق، خود نفس کا نصیحت کرنا اور جو نصیحت کرے اسے قبول کرنا۔

۳۔ وہ شخص کیسے برباد ہو سکتا ہے جس کا کفیل خدا ہو۔ وہ شخص کیسے نجات پا سکتا ہے جو غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو جب اس کو خدا طلب کرے۔ اس صورت میں خدا اس کو اسی کے سپرد کر دیتا ہے جو علم سے دور ہو کر عمل کرے، جس طرح فاسد عمل کرتا ہے۔

فاسد کو دوست رکھنے والا عمل میں اس سے بدتر ہوگا۔ (۲۵)

۴۔ عمل میں اعضاء و جوارح کو تھکانے اور مشقت میں ڈالنے سے زیادہ اللہ کی طرف دل سے قصد اور ارادہ کرنا اس سے قربت کا باعث ہوتا ہے۔

۵۔ جس نے اپنی ہوا ہوس کی اطاعت کی اس نے گویا اپنے دشمن کی خواہش اور تمنا پوری کی۔

۶۔ جو شخص نرمی اور خاطر مدارت کو چھوڑ دے تو نا پسندیدگی اور ناگواری قریب ہوگی جو ہر طرف سے اس کو ستاتی رہے گی۔

۷۔ جو شہوات کی سواری پر سوار ہو گیا اس کی لغزشوں کو معاف نہیں کیا جاسکتا۔

۸۔ جب قضا نازل ہو جائے تو فضا تنگ ہو جاتی ہے۔

۹۔ مومن کے لیے یہی بڑی خیانت ہے کہ وہ خیانت کرنے والوں کا امین ہو۔

۱۰۔ مومن کی عزت اسی میں ہے کہ وہ سب سے بے پرواہ ہو۔

۱۱۔ اس کی ناراضی تمہارے لیے نقصان دہ نہیں جس کی رضامندی ظلم و جور برپا کرنے میں ہو۔

۱۲۔ جس چیز میں تو ہدایت کا خواہشمند ہے اس میں جس نے تجھ سے رشد و ہدایت کو چھپایا تو گویا اس نے تجھ سے دشمنی کی۔

۱۳۔ اللہ پر بھروسہ ہر اعلیٰ چیز کی قیمت اور بلندی کا زینہ ہے۔

۱۴۔ حاجتیں امید کے ساتھ مانگی جاتی ہیں جو قضا و قدر کے تحت نازل ہوتی ہیں اور بہترین عطیہ

عاقبت و انجام خیر ہے۔

- ۱۵۔ خوف اور ڈر کی مناسبت سے تحفظ اور بچاؤ بھی ہوتا ہے۔
- ۱۶۔ چھپے ہوئے راز زمانے کے ہاتھوں تمہارے سامنے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ (۲۶)
- ۱۷۔ جس کو اللہ کی راہ پر چلنے والا (مومن) بھائی مل گیا، اسے جنت میں ایک گھر مل گیا۔ (۲۷)
- ۱۸۔ تین چیزیں ہیں جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی (رضوان) تک پہنچا دیتی ہیں، زیادہ استغفار کرنا، پہلو کا نرم ہونا اور زیادہ صدقہ دینا (۲۸)
- ۱۹۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو وہ دائمی نعمتوں سے مخصوص کر دیتا ہے انہیں نعمتیں اس وقت تک مسلسل ملتی رہتی ہیں جب تک وہ اس میں سے خرچ کرتے رہیں۔ جب وہ روک لیتے ہیں تو خدا وہ نعمتیں ان سے چھین لیتا ہے اور انہیں ان کے غیر کے حوالے کر دیتا ہے۔
- ۲۰۔ اللہ کی نعمت جب کسی پر فروان ہوتی ہے تو لوگوں کی حاجات بھی اس کے لیے زیادہ ہو جاتی ہیں۔ جو اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا وہ اس نعمت کو زائل کر دیتا ہے۔
- ۲۱۔ نیکی کرنے والے بہ نسبت اہل حاجت کے خدا کے زیادہ محتاج ہیں، اس لیے کہ ان کے لیے اس نیکی کا اجر اس کا فخر اور اس کا ذکر ہے۔ چنانچہ جو شخص کسی نیکی کرتا ہے تو وہ خود اپنی ذات سے وہ نیکی شروع کرتا ہے۔
- ۲۲۔ عفت اور پاکدامنی فقر و فاقہ کی زینت ہے۔ شکر بلا اور مصیبت کی زینت ہے۔ کشادہ روی اور کھلا ہوا چہرہ قناعت کی زینت ہے۔ لایعنی اور فضول باتوں کو ترک کرنا زہد کی زینت ہے۔
- ۲۳۔ ظلم کرنے والا، ظلم میں اس کی مدد کرنے والا اور اس ظلم پر راضی ہونے والا سب اس میں شریک ہیں۔ (۲۹)
- ۲۴۔ جو موجود ہو اور کسی معاملہ کو گواہ ہو مگر وہ اس کو ناپسند کرتا ہو تو گویا وہ وہاں موجود نہیں۔ اس کے برعکس کوئی موجود نہ ہو مگر معاملہ پر راضی ہو تو وہ گویا شاہد اور موجود ہے۔ (۳۰)
- ۲۵۔ کسی چیز کو پختہ اور مستحکم ہونے سے پہلے ظاہر کرنا فساد کا باعث ہوتا ہے۔ (۳۱)
- ۲۶۔ جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا اور اسی کا سہارا لے گا، تو اللہ اسے اس کو ہر برائی سے نجات دے گا اور ہر دشمن سے اسے بچائے گا۔ اگر سارے آسمانوں کے دروازے اس پر بند ہو جائیں اور پھر وہ اللہ سے ملاقات کرے تو اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔
- ۲۷۔ تقویٰ عزت ہے، علم خزانہ ہے اور خاموشی نور اور روشنی ہے۔
- ۲۸۔ جس طرح بدعات و اختراعات نے دین کو مسخ کیا اور مسمار کیا کسی دوسری چیز نے نہیں کیا۔
- ۲۹۔ مومن کے نامہ اعمال کا عنوان اس کا حسن خلق ہے۔

۳۰۔ انسان کی سلامتی اس بات میں ہے کہ دوسری کے عیوب کم یاد رکھے اور اپنے عیوب کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دے۔ (۳۲)

۳۱۔ جو کسی بولنے والے کی آواز پر کان دھرے تو گویا اس نے اس کی عبادت کی ہے۔ چنانچہ بولنے والا خدا کی طرف سے بول رہا ہے تو اس نے اللہ کی عبادت کی ہے۔ اگر بولنے والا شیطان کی زبان سے بول رہا ہے تو اس نے ابلیس کی عبادت کی (۳۳)

آپؐ کے کچھ مناظرے

آئمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے ہر ایک پر سختی اور نرمی کے مختلف درگزرے ہیں اور یہ ان کے اپنے زمانے کے سلاطین اور حکما وقت کے مزاج اور تدابیر پر منحصر تھا۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے عمر کا بیشتر حصہ ہارون رشید عباسی کی قید میں گزارا جب کہ امام رضا علیہ السلام مامون عباسی کے ولی عہد رہے۔

بادشاہوں کے ان حضرات سے سلوک کے لحاظ سے مختلف دور رہے لوگوں کا بھی آئمہ طاہرینؑ کے ساتھ مختلف سلوک اور رویہ رہا ہے۔ اسی مناسبت سے سوالوں کا انداز اور مناظروں کی کیفیت بھی مختلف ادوار میں مختلف رہی ہے۔

امام جعفر صادقؑ کو الحاد و کفر کی موجوں کا سامنا تھا۔ چند ملحدین نے کفر کا سیلاب اٹھایا ہوا تھا۔ آپؑ کو اس کے خلاف تبلیغ کرنا پڑی اور لوگوں کے شکوک و شبہات دور کرنے، اور ان کے ذہن کو روشن کرنے اور انحراف کو ان سے دور کرنے کے لیے بار بار آپؑ کو مناظرہ کرنا پڑا۔

آپؑ نے اپنے شاگرد مفصل بن عمر کو توحید کے کئی باب لکھوائے جو علماء آج تک بڑے احترام و ادب سے ایک دوسرے سے حاصل کرتے ہیں۔

امام رضا علیہ السلام نے مختلف مذاہب اور مسالک اور فرقوں کے لوگوں کے بڑے بڑے طویل مناظرے کئے۔ ان میں سے بعض نے حق کی آواز پر لبیک بھی کہا اور اسلام قبول کیا۔ گذشتہ ابواب میں ان مناظروں کا ذکر آچکا ہے۔

امام جواد علیہ السلام کا دور دوسری نوعیت کا تھا۔ عباسیوں نے مامون خلیفہ کے یہاں آپؑ کی قدر و منزلت اور پھر اس کے اپنی بیٹی کی آپؑ سے شادی کرنے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ اس زمانے کے بڑے علماء اور قاضیوں کو آپؑ سے حسد اور بغض ہو گیا اور آپؑ کے علم و فضل کی قدر کرنے کے بجائے وہ آپؑ کو ضرر پہنچانے کے درپے ہو گئے۔ اس وقت آپؑ کی عمر کچھ زیادہ نہیں تھی۔

یہ علماء اور قاضی، فقہ و حدیث اور دوسرے علوم میں آپؐ سے مناظرے کرنے پر آمادہ ہوئے۔ مقصد یہ تھا کہ سوالوں کے جواب اگر آپؐ نہ دے سکے تو خود بخود مامون عباسی اور عامۃ المسلمین کی نظروں میں آپؐ کی وقعت کم ہو جائے گی۔

مگر ان حاسدوں کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا جب آپؐ ان کے ہر نوع کے موضوعات و سوالات کا مدلل و برجستہ جواب دیتے رہے اور خود ان سوال کرنے والوں ہی کو عاجز در ماندہ کر دیا۔ آپؐ کے مناظرے سے سینکڑوں برس تک مختلف لوگوں میں موضوع بحث رہے ہیں۔ ان کے تذکرے سے محفلیں اور مجلسیں پر رونق رہی ہیں۔ یہاں ہم ان میں سے بعض مناظروں کو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مامون عباسی نے جب اپنی بیٹی ام الفضل کو ابو جعفر محمد بن علی رضا علیہ السلام سے شادی کا ارادہ کیا تو اس کے خاندان کے قریبی رشتہ داروں نے اس کے پاس آ کر کہا: امیر المومنین! ہم آپ کو قسم دیتے ہیں کہ آپ اس خلافت کو، جس کے آج ہم مالک ہیں۔ ہم سے الگ نہ کیجئے۔ یہ عزت کا لباس جو ہم نے پہن رکھا ہے وہ ہم سے نہ اتاریئے اور وہ سلسلہ تو آپ جانتے ہی ہیں جو شروع سے آج تک ہمارے اور آل علیؑ کے درمیان رہا ہے۔

مامون نے ان کی یہ بات نہ سنی اور کہا کہ خدا کی قسم! میں اس معاملے میں تم میں سے کسی کی کوئی بات قبول کرنے کو تیار نہیں۔

انہوں نے پوچھا کہ امیر المومنین! کیا آپ اپنی نور دیدہ بیٹی کی شادی ایسے بچے سے کر رہے ہیں جو دین میں نہ کوئی سوجھ بوجھ رکھتا ہے نہ فہم رکھتا ہے اس کے حلال و حرام کو نہیں پہنچتا؟ نہ فرض و واجب کو سنت اور مستحب سے جدا سمجھتا ہے۔ اس وقت ابو جعفر کی عمر نو سال ہے آپ کچھ انتظار کرتے کہ وہ ادب و آداب سیکھ لیں، قرآن پڑ لیں اور انہیں حلال و حرام کی پہنچا ہو جائے۔

مامون نے جواب دیا کہ تم یقین رکھو وہ تم سے بڑا فقیہ ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام و سنت کو تم سے زیادہ جانتا ہے۔ تم سے زیادہ وہ قاری ہے۔ قرآن کے محکم و متشابہ، ناسخ و منسوخ، ظاہر و باطن، خاص و عام، اس کی تزیل و تاویل کا تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

اس سے جا کر سوال کرو۔ اگر تم صحیح کہتے ہو تو میں تمہاری بات کر لوں گا۔ اگر بات وہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں تو میں سمجھ لوں گا کہ وہ شخص تم سب سے بہتر ہے۔

یہ لوگ مامون کے یہاں سے آ گئے اور کسی کو بیچی بن اشم، قاضی القضاۃ کے پاس بھیجا اور صورتحال اس کے سامنے رکھی۔ اس کے علاوہ اس کو تحفے تحائف کا لالچ دیا کہ وہ ابو جعفرؑ کے سامنے فقہ کا کوئی ایسا مسئلہ رکھے (اور

حیلے اور بہانے کرے) جس کا جواب ان کے پاس نہ ہو۔

مامون کے پاس یہ لوگ دوبارہ جمع ہوئے اور ابو جعفرؑ بھی تشریف لائے تو انہوں نے کہا: میرا المؤمنین! یہ قاضی صاحب ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو یہ ابو جعفرؑ سے کچھ سوال کریں۔

مامون نے کہا: اے یحییٰ! تم ابو جعفرؑ سے فقہ کا کوئی مسئلہ پوچھو تا کہ تمہیں اندازہ ہو کہ ان کا فقہ میں کیا رتبہ ہے۔ یحییٰ نے کہا: اے ابو جعفرؑ اصلحک اللہ (خدا آپ کو درست دے اور اصلاح کرے) اس محرم (جس نے احرام باندھا ہوا ہو) کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو کسی شکار کو قتل کر دے؟ ابو جعفرؑ نے یحییٰ سے سوال کیا:

اس (احرام باندھے ہوئے) شخص نے اس شکار کو قتل کیا ہے یا حرم میں۔ وہ عالم تھا یا جاہل۔ اس نے عمداً (جان بوجھ کر) یا غلطی سے قتل کیا۔ وہ غلام تھا یا آزاد۔ چھوٹا تھا یا بڑا۔ ایسا پہلی مرتبہ کیا ہے یا دوبارہ وہ شکار پرندوں میں سے تھا یا کچھ اور۔ اگر پرندہ تھا تو چھوٹا پرندہ تھا یا بڑا۔ وہ اپنے اس فعل پر مصر تھا کہ نادم تھا۔ اس نے رات کو پرندے کے گھونسلے کو جا کر شکار کیا یا دن کو بر ملا۔ اس نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا یا عمرہ کا۔

راوی کہتا ہے کہ یحییٰ کی خفت ظاہر تھی۔ سارے لوگ ابو جعفرؑ کے جواب پر سخت تعجب کرنے لگے۔ مامون کہنے لگا۔ اے ابو جعفرؑ! خطبہ نکاح پڑھو۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں اے امیر! الحمد للہ اقرار انعمتہ۔ چنانچہ جب اکثر لوگ دربار سے جا چکے تو مامون نے پوچھا کہ اے ابو جعفرؑ اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو ہمیں بتائیں کہ شکار کے قتل کرنے کے سلسلے میں جو جو پہلو آپؑ نے بیان کئے ہیں ان پر کیا کیا واجب ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

محرم جب حل میں بڑا پرندہ شکار کرے۔ تو اسے ایک بکری فدیہ دینا ہے۔ اگر اس کو حرم میں قتل کیا ہے تو اس پر دگنا فدیہ ہوگا۔

اگر پرندے کا بچہ حل میں قتل کیا ہے تو اس پر بکری کا وہ بچہ ہے جس کا دودھ چھوٹ چکا ہو۔ لیکن اس پر اس کی قیمت بھی۔

اگر وہ شکار وحشی جانور ہے تو وحشی گدھے پر ایک گائے ہے۔ اگر شتر مرغ ہے تو اس پر اونٹ ہے۔ اگر استطاعت نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے۔ اگر اس پر بھی قادر نہیں تو ۱۸ دن روزے رکھے۔ اگر وحشی گائے تھی تو اس پر ایک گائے ہے۔ اگر استطاعت نہیں رکھتا تو ۳۰ مسکین کو کھانا کھلائے۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو ۹ دن روزے رکھے۔

اگر ہرن شکار کیا ہے تو اس پر ایک بکری ہے۔ اگر استطاعت نہیں رکھتا تو دس مسکین کو کھانا کھلائے۔ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو پھر تین دن روزے رکھے۔ اگر حرم میں قتل کیا ہے تو فدیہ دگنا ہوگا۔ یہ ہدیہ ہے جو کعبہ کو پہنچتا ہے۔

یہ واجب حق ہے جس کو پورا کرنا ہے۔ اگر حج کر رہا ہے تو منی میں جہاں لوگ ذبیحہ کرتے ہیں، اور اگر عمرہ کر رہا ہے تو مکہ میں کعبہ کے سامنے والے میدان میں ذبیحہ کرے، صدقہ کی رقم دگنی مقدار میں ہو۔

خرگوش یا لومڑی کے مارنے پر ایک بکری، بکری کی قیمت کے برابر صدقہ ہے۔ حرم میں قتل پر ایک درہم کا صدقہ دینا چاہیئے اور ایک درہم کا دانہ حرم کے کبوتروں کے لیے خرید دے۔ پرندے کے بچے کے لیے آدھا درہم ہے۔ انڈے کے لیے ایک چوتھائی درہم ہے۔

محرم جہالت کی وجہ سے یا غلطی سے جو کچھ کرے اس پر کوئی چیز نہیں بجز شکار کے جس کا فدیہ اس پر لازم ہے، خواہ شکار جہالت سے کرے یا علم سے، غلطی سے کرے یا جان بوجھ کر۔

اگر غلام کوئی شکار کرے تو اس کا کفارہ اس کے مالک پر ہے، جیسے خود مالک پر شکار کا کفارہ لازم ہے۔ نابالغ بچہ اگر شکار کرے تو اس پر کچھ نہیں۔

اگر کوئی شخص دوبارہ شکار کرے تو وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن سے خدا انتقام لے گا اگر کوئی شخص شکار پر رہبری اور اس کی دلالت کرے جب کہ وہ شخص محرم ہے اور شکار مارا جائے، تو اس پر بھی فدیہ ہے۔

جو شکار پر اصرار کرے اس پر فدیہ کے علاوہ آخرت میں عذاب مبتلا ہوگا۔ جو شخص نادم ہو اس پر فدیہ کے بعد آخرت میں کچھ نہیں۔

رات کو پرندے کے گھونسلے میں غلطی سے اس کو مار دے تو اس شخص پر کچھ نہیں مگر شکار کرے خواہ دن ہو یا رات تو اس پر اس کا فدیہ ہے جس نے حج کا احرام باندھ ہوا ہو وہ مکہ میں فدیہ دے۔۔

مامون نے سن کر حکم دیا کہ یہ سب کچھ ابو جعفرؑ کی طرف سے لکھ لیا جائے اپنے عزیز واقارب سے مخاطب ہو جو آپؐ کی ام فضل سے شادی پر راضی نہیں تھے اور کہا کہ تم میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو اس نوعیت کا جواب دے سکے۔

انہوں نے عاجزی کا اظہار کیا اور کہا کہ قاضی القضاۃ بھی ایسے جواب دینے سے عاجز ہے۔ آپ ان کے بارے میں ہم سے زیادہ واقفیت رکھتے اور صحیح کہتے ہیں۔

مامون کہنے لگا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اس گھرانے کے لوگ اور اہل بیت عام لوگوں جیسے نہیں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسنؑ و حسینؑ سے اس وقت بیعت لی جب وہ بچہ تھے جب کہ ان کے علاوہ کسی اور بچے سے بیعت نہیں لی؟

کیا تم نہیں جانتے کہ ان کے جد حضرت علیؑ رسول اللہؐ پر اس وقت ایمان لائے جب آپؐ کی عمر نو سال کی تھی اور اللہ اور اس کے رسولؐ نے آپؐ کے ایمان کو قبول کیا؟ آپؐ کے علاوہ کسی بچے کے ایمان کو قبول نہیں کیا نہ ہی ان کے علاوہ کسی بچے کو رسول اللہؐ نے اسلام اور ایمان کی دعوت دی۔

ایک دفعہ امام محمد تقی علیہ السلام نے یحییٰ سے ایک سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس مرد کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جس پر صبح کے وقت ایک عورت حرام تھی اور دن چڑھے حلال ہو گئی۔ دوپہر کے وقت اس پر حرام ہو گئی، پھر ظہر کے وقت حلال ہو گئی۔ عصر کے وقت حرام ہوئی اور مغرب کے وقت حلال ہو گئی۔ پھر نصف شب اس پر حرام اور طلوع فجر کے وقت حلال ہو گئی۔ دن چڑھے حرام ہوئی اور دوپہر کے وقت حلال ہو گئی۔

یحییٰ اور دوسرے فقہاء جو موجود تھے اس سوال پر سخت متحیر و گنگ ہو گئے اور جواب نہ دے سکے۔ مامون نے کہا: اے ابوجعفر! خدا آپؑ کی عزت و وقار کو اور زیادہ کرے۔ آپؑ یہ مسئلہ بھی ہمارے لیے بیان فرمادیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ وہ مرد ہے جس نے ایک لونڈی کی طرف دیکھا جو اس کے لیے حلال نہیں تھی۔ اس کو خرید لیا تو حلال ہو گئی۔ پھر اسے آزاد کر دیا تو وہ اس پر حرام ہو گئی۔ پھر اس سے شادی کر لی تو اس پر حلال ہو گئی۔ بعد میں اس سے اظہار کر لیا تو وہ پھر حرام ہو گئی۔ ظہار کا کفارہ دے دیا تو حلال ہو گئی۔ پھر اس کو طلاق دے دی تو حرام ہو گئی۔ اس کے بعد دوبارہ رجوع کر لیا تو حلال ہو گئی۔ وہ مرد خود اسلام سے مرتد ہو گیا تو وہ مسلمان عورت اس پر حرام ہو گئی۔ تو بہ کر کے اسلام کی طرف پلٹ آیا تو پہلے ہی نکاح سے وہ عورت اس پر حلال ہو گئی جس طرح رسول اللہؐ نے ابوالعاص بن ربیع کے زینب سے نکاح کو پہلے نکاح کی وجہ سے برقرار رکھا تھا۔ (۳۴)

۲۔ روایت میں ہے کہ مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی آپؑ سے کر دی تھی۔ ایک بہت بڑا مجمع اس کے دربار میں لگا ہوا تھا جس میں ابوجعفر علیہ السلام اور یحییٰ بن اکثم بھی موجود تھے۔ یحییٰ نے آپؑ سے کہا کہ اے فرزند رسول! آپؑ اس روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہؐ پر نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد! اللہ عزوجل آپؑ کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ابوبکر سے سوال کیجئے کہ کیا وہ مجھ سے راضی ہے میں تو اس سے راضی ہوں؟

ابوجعفرؑ نے فرمایا کہ میں ابوبکر کی فضیلت کا انکار نہیں کرتا مگر اس حدیث والے کو چاہیے کہ اس مثال کو مدنظر رکھے جو رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر پیش فرمائی۔

”قد کثرت علی الکذابہ، وستکثر بعدی، فمن کذب علی متعبد افلیتبا“

مقعدہ من النار۔ فاذا ثاکم الحدیث عنی فاعرضوہ علی کتاب اللہ وسنتی، فما

وافق کتاب اللہ وسنتی فخذوا بہ وما خلف کتاب اللہ وسنتی فلا تاخذوا بہ“

مجھ پر جھوٹ بولنے والے بہت ہو گئے اور بہت سے ہوں گے۔ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنی جگہ جہنم میں سمجھے۔ تمہارے پاس جب مجھ سے منسوب کوئی حدیث آئے تو اس کو اللہ کی کتاب اور میری

سنت کے سامنے پیش کرو۔ جو حدیث اللہ کی کتاب اور میری سنت کے مطابق ہو اس کو لے لو اور جو اللہ کی کتاب اور میری سنت کے خلاف ہو تو اس کو نہ لو (روکردو)

یہ حدیث اللہ کی کتاب سے موافق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسُّوْسُ بِهِ نَفْسَهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ“

ہم نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کا نفس جو وسوسہ اس میں ڈالتا ہے ہم اس کو جانتے ہیں۔ ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

تو کیا اللہ عزوجل سے ابوبکر کی رضا اس کی ناراضگی سے مخفی ہو گئی تھی کہ وہ اس کے سرکنون سے سوال کرتا۔ یہ عقل و فہم کے خلاف اور محال ہے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا: یہ بھی روایت ہے کہ ابوبکر اور عمر کی دنیا میں مثال آسمان میں جبرائیل و میکائیل جیسی ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ اس روایت پر بھی غور کرنا چاہیے۔ جبرائیل و میکائیل اللہ کے دو مقرب فرشتے ہیں جنہوں نے کبھی بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی۔ ایک لمحے کے لیے بھی اس کی اطاعت سے دور نہیں ہوئے۔ جب کہ ان دونوں (حضرات) نے اللہ سے شرک کیا اور شرک کے بعد اسلام لائے۔ ان کی زندگی کا اکثر حصہ شرک میں گزرا چنانچہ محال ہے کہ خداوند تعالیٰ دونوں کو ان دونوں فرشتوں کے مشابہ قرار دے۔

یحییٰ کہنے لگا کہ یہ روایت بھی ہے کہ یہ دونوں اہل جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔ آپؐ اس روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: یہ حدیث بھی محال ہے اس لیے اہل جنت سب کے سب جوان ہوں گے۔ وہاں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا۔ یہ حدیث بنی امیہ نے گھڑی ہے اور یہ اس حدیث کی ضد میں پیش کی گئی تھی جو رسول اللہؐ نے حسنؓ اور حسینؓ کے بارے میں فرمائی تھی کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا کہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عمر بن الخطابؓ اہل جنت کے چراغ ہیں۔

آپؐ نے فرمایا یہ بھی محال ہے کیونکہ جنت میں اللہ کے مقرب فرشتے، آدمؑ، محمدؐ اور تمام انبیاء و مرسلین ہوں گے۔ تو ان کے انوار سے جنت روشن نہیں ہوگی جب تک عمر کا نور روشنی نہ دے؟

یحییٰ نے کہا ایک روایت یہ بھی ہے کہ عمر کی زبان پر سکینہ اور وقار بولتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: میں حضرت عمرؓ کی فضیلت کا انکار نہیں کرتا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ عمرؓ سے افضل ہیں اور انہوں نے منبر سے کہا۔

”ان لی شیطانا یعتزینی، فاذا ملت فسد دولی“

ترجمہ:

مجھ پر ایک شیطان سوار رہتا ہے۔ جب میں ٹیڑھا ہونے لگوں تو مجھ کو سیدھا کر دینا۔
بیچلی نے کہا روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

”لو لم ابعث لبعث عمر“

اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو پھر عمر ہو جاتا۔
آپؐ نے فرمایا اللہ کی کتاب اس حدیث سے زیادہ سچی ہے۔ اللہ اپنی کتاب میں کہتا ہے۔

”واذا اخذنا من النبین میثاقهم ومنک ومن نوح“

خدا نے انبیاء سے میثاق وعہد لیا ہوا ہے تو کس طرح ممکن ہے کہ وہ اپنے عہد و میثاق کو بدل دے۔ (علاوہ
ازیں، کسی نبیؐ نے پلک چھپکنے کی مدت کے لیے بھی اللہ سے شرک نہیں کیا، وہ شخص مبعوث بہ نبوت کیسے ہو سکتا ہے جو
مذتوں مشرک رہا ہو، جس کی زندگی کے زیادہ دن شرک باللہ میں گزرے ہوں۔
رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ:

”نبئت آدم بین الروح والجسد“

میں اس وقت نبی بنایا گیا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔
بیچلی ابن اکثم نے کہا کہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

”ما احتبس عنی الوحی الا ظننتہ قد نزل علی آل الخطاب“

مجھ سے جب بھی وحی رکی رہی تو میں نے گمان کیا کہ آل خطاب پر نازل ہوئی۔
آپؐ نے فرمایا یہ بھی محال ہے کیونکہ یہ جائز نہیں کہ نبی اپنی نبوت میں شک کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اللہ یصطفیٰ من الملائکہ رسلا ومن الناس“

یہ کس طرح ممکن ہے کہ نبوت اس شخص سے منتقل ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ بنایا، اس کی طرف جس
نے اللہ سے شرک کیا۔

بیچلی نے کہا کہ یہ بھی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

”ولو نزل العذاب لما نجا منه الا عمر“

اگر عذاب نازل ہوتا تو عمرؓ کے علاوہ کوئی نجات نہ پاتا۔
آپؐ نے فرمایا یہ بھی محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون“

خدا ان پر عذاب نہیں لائے گا جب تک تم ان میں ہو اور نہ ہی اللہ ان کو عذاب کرے گا جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے تو خبر دی ہے کہ وہ کسی کو عذاب نہیں کرے گا جب تک رسول اللہ ان میں موجود ہیں اور جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے۔ (۳۵)

۳۔ مامون نے یحییٰ بن اکثم سے کہا کہ ابو جعفر محمد رضاؑ کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش کرو جس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکیں۔

چنانچہ یحییٰ نے پوچھا کہ اے ابو جعفرؑ! اس مرد کے بارے میں آپؑ کیا کہتے ہیں جس نے ایک عورت سے زنا کیا ہے کیا اس کے لئے حلال ہے کہ وہ مرد اس عورت سے شادی کر لے۔

آپؑ نے فرمایا: کچھ مدت کے لئے اس عورت کو چھوڑ دے تاکہ اس کا اس کے نطفہ اور دوسروں کے نطفہ سے استبراء ہو جائے اس لئے کہ اس عورت پر اعتبار نہیں کہ یہ کام کسی اور مرد سے بھی نہ کیا ہو جس طرح اس مرد سے کیا ہے۔

اس کے بعد چاہے تو اس سے نکاح اور شادی کر لے کیونکہ اس کی مثال کھجور کے درخت جیسی ہے جس سے کسی شخص نے حرام کھجوریں کھائی ہوں، پھر وہ اس درخت کو خرید لے اور اس سے حلال کھائے۔
یحییٰ یہ سن کر لا جواب ہو گیا۔ (۳۶)

آپؑ کے بعض جوابات

امام محمد تقی علیہ السلام کا زمانہ کئی خصوصیات کا حامل ہے ان میں سے بڑی خصوصیت آپؑ کا کم سن ہونا ہے، آپؑ ۸ سال کی عمر میں اپنے منصب امامت پر فائز ہوئے اس کم عمری میں آپؑ نے بڑے بڑے مسئلے حل کئے اور اس نوع کے بڑے کڑے امتحانوں سے گزرے، حتیٰ کہ ایک ہی مجلس میں آپؑ سے تیس ہزار مسئلے پوچھے گئے۔ (۳۷)

مامون عباسی کی نگاہوں میں آپؑ کی قدر و منزلت اور آپؑ سے اس کی قربت نے عباسیوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم کو تیار کریں کہ وہ امامؑ سے ایسے مشکل مسئلے پوچھے کہ آپؑ اس کے جواب نہ دے پائیں اور اس طرح آپؑ کو مامون کی نظروں سے گرا دیں۔

گزشتہ فصل میں ہم نے آپؑ کے بعض مناظروں کا ذکر کیا ہے یہاں کچھ مزید سوال و جواب پیش کئے جاتے ہیں جو آپؑ کی امامت پر دلالت کرتے ہیں، اس پر بھی کہ آپؑ اپنے آباؤ اجداد کے علم و فہم کے وارث ہیں

اور اس پر بھی کہ کم سنی خدا کی نعمتوں میں حارج نہیں ہوتی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عیسیٰ کو نبوت کے لئے اس وقت فائز کیا جب آپ طفولیت میں تھے۔

”فاتت به قومها تحمله فقالوا يا مريم لقد جئت شيئا فريا۔ يا اخت هارون ما

كان ابوك امر اسوء وما كانت امك“

جب وہ اسے (بچے کو) لے کر اپنے لوگوں میں آئیں تو انہوں نے کہا: اے مریم! تم یہ اپنے ساتھ کیا لائی ہو؟ اے ہارون کے بہن! تمہارا باپ برا آدمی نہیں اور نہ تمہاری ماں بدکار تھی۔

”فاشارت اليه قالوا كيف نكح من كان في المهد مبيا قال انى عبد الله اتانى

الكتاب وجعلنى نبيا“

مریم نے اس (بچے) کی طرف اشارہ کیا انہوں نے پوچھا کہ ہم اس نوازیدہ بچے سے کس طرح بات کریں، بچے نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔
اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں قوت فیصلہ عطا فرمائی۔

صبيا“

الحکم

”وآتيناه

یہاں ہم حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے بعض جواب پیش کرتے ہیں۔

۱۔ امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد بہت سے لوگ مختلف شہروں سے مع محمد بن جہور قمی، حسن راشد، علی بن مدرک، علی بن محضریار مدینے آئے اور لوگوں سے امام رضاؑ کے جانشین کے بارے میں دریافت کیا، انہیں بتایا گیا کہ وہ ”صریا“ میں ہے، یہ مدینے سے تین میل دور ایک بستی تھی جس کو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے آباد کیا تھا۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم صریا پہنچے اور آپؑ کے مکان میں داخل ہوئے جہاں بڑی بھیڑ لگی ہوئی تھی، ہم بھی وہاں سب کے ساتھ بیٹھ گئے۔

گھر کے اندر سے عبد اللہ بن موسیٰ کاظمؑ نکل کر آئے، وہ بوڑھے آدمی تھے لوگوں نے کہا یہی ہمارے صاحب (امام) ہیں، فقہانے کہا کہ ابو جعفر اور ابو عبد اللہ علیہما السلام سے روایت ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ کے بعد امامت دو بھائیوں میں جمع نہیں ہوگی، یہ ہمارے صاحب اور امام نہیں ہو سکتے، عبد اللہ آئے اور سب کے سامنے بیٹھ گئے۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ آپؑ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے گدھی سے برا کام کیا ہو۔
عبد اللہ نے کہا: اس کا ہاتھ کاٹا جائے، اس پر حد جاری کی جائے اور اس کو شہر بدر کیا جائے۔

ایک دوسرے شخص نے سوال کیا کہ اس مرد کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو کہے کہ میں تجھے آسمان کے ستاروں کے شمار کے برابر طلاق دیتا ہوں انہوں نے کہا کہ وہ اس سے بائن ہو جائے گی جو زاء کے صدر اور نسر طائر سے اور نسر واقع سے۔

ہم ان کی غلط باتوں پر اس جرات سے پریشان ہو گئے۔

اتنے میں گھر سے ابو جعفر نکل کر آئے، ہم سب ان کی تعظیم کے لئے اٹھے، اس وقت آپ کی عمر ۸ سال تھی آپ نے لوگوں کو سلام کیا، عبد اللہ بن موسیٰ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر آپ کے سامنے بیٹھ گئے، ابو جعفر درمیان میں بیٹھے۔

فرمایا: سوال کرو۔ خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔

وہ پہلا شخص پھر کھڑا ہوا اور اپنا سوال دہرایا، آپ نے فرمایا: حد سے کچھ کم کوڑے اس کو مارے جائیں، وہ اس گدھی کی قیمت ادا کرے اس گدھی کی پشت اور اس کی اولاد حرام ہے اس کو جنگل کی طرف بھگا دیا جائے، وہ وہاں ہی مرجائے یا کوئی درندہ اس کو کھا جائے۔

آپ نے کچھ گفتگو کی اور فرمایا: وہ مرد جو کسی مری ہوئی عورت کی قبر کھودے، اس کا کفن چوری کرے اور اس سے بدکاری کرے، تو اس کا ہاتھ چوری کی بنا پر کاٹا جائے، زنا کی وجہ سے حد جاری کی جائے اور اگر کنوارا ہو تو شہر بدر کرنا واجب ہے۔

اگر شادی شدہ ہے تو پھر قتل ورجم واجب ہے۔

ایک نے سوال کیا: اے فرزند رسول! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں، جس نے اپنی بیوی کو آسمان کے ستاروں کے عدد کے برابر طلاق دی۔

آپ نے فرمایا: تم قرآن پڑھے ہوئے؟ کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا سورہ طلاق میں۔ ”واقیموا الشہادۃ للہ“ تک اللہ کا قول پڑھو۔

طلاق پانچ شرائط کے ساتھ دو عادل گواہوں کی گواہی ایسے طہر میں جس میں ہمبستری نہ ہوئی ہو ارادے اور عزم کے ساتھ۔

پھر آپ نے فرمایا: اے شخص! کیا تو قرآن میں نجوم سماء کا عدد کہیں دیکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ (۳۸)

۲۔ معتصم باللہ عباسی کا قاضی احمد بن ابوداؤد کہتا ہے کہ کسی چور نے چوری کرنے کا خود اقرار کیا اور

خليفة سے حد قائم کر کے اپنی تطہیر اور پاک ہونے کا سوال کیا تھا۔

معتصم نے فقہاء کو جمع کیا اور محمد بن علی رضا کو بھی بلا بھیجا۔

ہم سے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں سوال کیا کہ کس جگہ سے ہاتھ کاٹنا واجب ہے میں نے کہا کلائی تک،

معتصم نے پوچھا: اس کی دلیل کیا ہے، میں نے کہا: ہاتھ سے مراد انگلیاں اور ہتھیلی کلائی تک ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں کے متعلق فرماتا ہے۔

”طا مسحوا بوجوہکم وایدیکم“

”وایدکم الیکم المرافق“

کچھ دوسرے علماء نے کہا کہ ہاتھ کہنی تک کا ٹنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب کہا۔ تو ہماری رہبری کی کہ ہاتھ کی حد کہنی ہے۔

معتصم پھر محمد بن علی رضا سے مخاطب ہوا اور کہا: اے ابو جعفر! اس سلسلے میں آپ کیا کہتے ہیں؟
آپ نے پوچھا کہ جماعت اور قوم کیا کہتی ہے اس نے کہا چھوڑیئے اس بات کو جو انہوں نے کہی، آپ کی رائے اس سلسلے میں کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: مجھے اس سے معاف رکھو۔
معتصم کہنے لگا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ اس بارے میں آپ کے پاس ہے وہ مجھے ضرور بتائیں۔

آپ نے فرمایا: جب تم نے مجھے قسم دی ہے تو مجھے کہنا یہ ہے کہ اس مسئلے میں انہوں نے سنت سے خطا کی ہے، ہاتھ کاٹنے میں واجب ہے کہ ہتھیلی چھوڑ دی جائے اور انگلیوں کی جڑوں کے جوڑے سے ان کو کاٹا جائے۔
معتصم نے پوچھا: اس بارے میں دلیل کیا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ سجدہ سات اعضاء پر ہے یعنی چہرہ (پیشانی) دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں، اگر اس کا ہاتھ کلائی یا کہنی سے کاٹ دیا جائے تو سجدہ کرنے کے لئے اس کا ہاتھ باقی نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وان المساجد لله“

جس سے مراد یہی سات اعضاء ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے اور جو چیز اللہ کے لئے ہوا سے کاٹا نہیں جاسکتا،۔

معتصم یہ جواب سن کر بہت متاثر ہوا، اس نے حکم دیا کہ اس چور کا ہاتھ انگلیوں کے جوڑے سے کاٹا جائے اور ہتھیلی چھوڑ دی جائے۔ (۳۹)

۳۔ عبدالعظیم حسنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام سے کہا: اے میرے مولا و آقا! میں امید رکھتا ہوں کہ ”قامم“ اہل بیت محمدؐ سے ہوں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

آپؐ نے فرمایا: ہم میں سے ہر ایک امر اللہ کے ساتھ قائم اور اللہ کے دین کی طرف ہدایت اور رہبری کرنے والا ہے۔

مگر وہ ”قائم“ جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو کفر و فجور سے پاک کرے گا اور جو زمین کو قسط و عدل سے بھر دیں گے، وہ وہی ہیں جن کی ولادت لوگوں سے چھپی ہوگی اور ان کی ذات و شخصیت لوگوں سے غائب رہے گی، ان کا نام لینا ان کے لئے حرام ہوگا، وہ رسول اللہؐ کے ہم نام اور ہم کنیت ہوں گے، ان کے لئے زمین سکڑ جائے گی، ہر سختی ان کیلئے نرمی میں بدل جائے گی، ان کے پاس زمین کے آخری حصوں سے ان کے اصحاب جمع ہوں گے جن کی تعداد اہل برجتنی، یعنی ۳۱۳ ہوگی، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے۔

”انما تكونوا ايات بكم الله جميعا ان الله عليك شئى قدیر“

جب اہل اخلاص کی یہ تعداد ان کے پاس جمع ہو جائے گی تو خداوند تعالیٰ ان کے امر امامت و خلافت کو ظاہر کرے گا، جب ان کے بیعت کرنے والوں کی تعداد، جو دس ہزار ہے، پوری ہو جائے گی تو وہ اذن خدا سے خروج کریں گے، خدا کے دشمنوں کو وہ مسلسل قتل کریں گے، یہاں تک کہ اللہ عز و جل ان سے راضی ہو جائے گا۔ (۴۰)

۴۔ عمر بن فرج رنجی کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفرؑ سے کہا کہ آپؑ کے شیعہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپؑ دجلہ میں جتنا پانی ہے اس کو اور اس کے وزن کو جانتے ہیں، ہم اس وقت دجلہ کے کنارے کھڑے تھے، آپؑ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا خداوند تعالیٰ یہ قدرت رکھتا ہے کہ اس بات کا علم اپنی مخلوق میں سے ایک مچھر کو دے دے، میں نے کہا: جیہاں وہ اس کی قدرت رکھتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے یہاں مچھر بلکہ اس کی اکثر مخلوق سے زیادہ مکرم و محترم ہوں۔ (۴۱)

۵۔ جعفر بن محمد بن مزید کہتا ہے کہ میں بغداد میں تھا تو مجھ سے محمد بن مبذہ نے پوچھا کہ کیا تم محمد بن علی رضا علیہما السلام کی بارگاہ میں میرے ساتھ چلو گے؟ میں نے حامی بھری۔

ہم لوگ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے، محمد بن مبذہ نے آپؑ سے کہا کہ رسول اللہؐ کی حدیث ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی عفت و پاکدامنی کی وجہ سے خداوند تعالیٰ نے ان معصومہؑ کی اولاد و ذریت کو جہنم پر حرام کر دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ یہ حسنؑ اور حسینؑ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۴۲)

۶۔ احمد بن فضل خاقانی کہتا ہے کہ کہیں راستے میں کاروان پر ڈاکہ پڑا، مسافروں میں حجاج بھی تھے ڈاکو مال کو لوٹ کر روپوش ہو گئے، اس علاقے کے گورنر نے سعی بسیار کے بعد ان کو گرفتار کر لیا اور معتصم کو لکھا اور اس کے فیصلے کا انتظار کرنے لگا۔

معظم عباسی نے فقہا اور ابن ابوداؤد کو جمع کیا اور ان ڈاکوؤں کے بارے میں فیصلہ مانگا، وہاں ابو جعفر محمد بن علی رضا بھی موجود تھے آپؑ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں حکم خدا پہلے سے موجود ہے، خدا کا فرمان ہے:

”انما جزا الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلو

او یصلبوا او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض“

(ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے لئے درڑ دھوپ کرتے ہیں، سوائے اس کے اور نہیں کہ ان کو قتل کیا جائے، یا پھانسی دی جائے یا ان کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے، یا پھر ان کو جلا وطن کیا جائے)

اب حاکم کو اختیار ہے کہ وہ جیسا چاہے حکم کرے۔

معظم کہنے لگا کہ اس بارے میں آپؑ ہی فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ حاکم یہ دیکھے کہ ڈاکہ ڈالنے والوں نے صرف راستوں میں خوف و ہراس پھیلا یا ہے اور نہ کوئی قتل ہوا نہ کسی کا مال چھینا گیا تو قید کئے جانے کا حکم دیا جائے، ان کو جلا وطن کرنے کے یہی معنی ہیں۔

اگر ان سے قتل بھی ہوا ہے تو ان کے قتل کا حکم دے، اگر انہوں نے خوف و ہراس پھیلانے کے ساتھ قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو ان کے ہاتھ پیر الٹی طرف سے کاٹ کر پھانسی پر لٹکایا جائے۔

معظم عباسی نے یہی فیصلہ اپنے گورنر کو لکھ بھیجا۔ (۳۴)

۷۔ ابو خدش مہدی نے آپؑ سے سوال کیا کہ ام ولد (جس سے بچہ ہوا ہے) کنیز نے میرے بچے

والا دودھ ایک بالغ لڑکی کو پلایا، تو کیا اس لڑکی سے میرا نکاح حرام ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ دودھ بڑھائی کے بعد رضاعت نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: حریم (مکہ اور مدینہ) میں نماز (کس طرح پڑھی جائے)

آپؑ نے فرمایا: اگر چاہو تو پوری پڑھو، چاہو قصر کرو، میرے والد گرامی علیہ السلام پوری نماز پڑھتے تھے،

پھر میں نے کہا کہ خواجہ سرا عورتوں میں جاتا ہے۔ (یعنی زنان خانہ میں جاتا ہے) آپؑ نے منہ پھیر لیا پھر آپؑ نے

چاہا کہ میں آپؑ کے قریب ہوں، فرمایا: اس میں کوئی کمی نہیں، بجز خنثی پن کے۔ (۴۴)

۸۔ ابو ہاشم جعفری نے آپؑ سے سوال کیا۔ ”قل هو اللہ احد“ احد کے کیا معنی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جس کی وحدانیت پر سب مجتمع اور متحد ہوں، کیا تم نے یہ نہیں سنا:

”ولئن سألتہم من خلق السموات والارض و سخر الشمس والقمر لیقولن

اللہ“

(اگر ان سے تو سوال کرے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا ہے، تو سب کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے) پھر اس کے بعد کہیں گے کہ اس کا شریک ہے اور اس کی بیوی ہے، ابو ہاشم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا:

”لاتدرکہ الابصار“

آپؑ نے فرمایا: اے ابو ہاشم! دلوں کے وہم آنکھوں کی بصارت سے زیادہ گہرے ہیں، تم اپنے وہم سے سندھ اور ہند کو پہچانتے ہو، ان شہروں کو بھی جو تم نے ابھی تک نہیں دیکھے۔ جب دلوں کے اوہام خدائے تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتے تو آنکھیں اس کا کس طرح ادراک کر سکتی ہیں۔ (۴۵)

آپؑ کی دعائیں

آئمہ طاہرین علیہم السلام کی دعائیں درحقیقت توحید و عقائد کا نفیس خزانہ ہیں، یہ ایک اخلاق اور عرفان سے بھرا پر اسفر جلیل ہے، ایک میٹھے پانی کا چشمہ ہے جو کمال اور ادب سے لبالب جاری رہتا ہے۔ دعا دراصل آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے یہاں ان کے بہت سے وسائل و ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے کہ وہ معاشرے کا شعور پیدا کریں، اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ کریں اور ملکوت اعلیٰ کی طرف ان کو بلند کریں۔ یہاں امام ابو جعفر محمد جوادی علیہ السلام کی بعض دعائیں نقل کی جا رہی ہیں۔

۱۔ آپؑ کی ایک دعا:

”یا من لا شبیہ ولا مثال، انت الله لا الله الا انت، ولا خالق الا انت، تغنی

المخلوقین و تبقی انت، حماعن عصاک، وفي المغفرة رضاك“ (۴۶)

اے وہ جس کی نہ کوئی شبیہ ہے نہ مثال، وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ کوئی خالق ہے تو مخلوقات کے نابود ہونے کے بعد بھی باقی رہے گا، تو نے حکم و بردباری اختیار کی ہے اس شخص سے جس نے تیری نافرمانی کی ہے، مغفرت و بخشش طلب کرنے میں تیری رضا ہے۔

۲۔ دعائے قنوت:

منأثک منتنابہ، وایادیك متوالیہ، ونعمک سابغہ وشکر ناقصیر، وحمدنا

یسیر، وانت بالتعطف علسی من اعترف جدید، اللہم وقد غص اهل الحق
بالريق، وارتبك اهل الصدق فی المضنيق، وانت اللہم بعبادك و ذوی
الرغبه اليك شفيق، وباجابه دعائهم وتعجيل الفرج عنهم حقيق اللہم
فصل على محمد وآل محمد، وبادر نامنك بالعون الذي لا خذلان بعده، والنصر
الذي لا باطل يتكاده، واتح لنا من لدنكمتا حاتياحا، يا من فيه وليك، بخيب
فيه عدوك، ويقام فيه معالك، ويظهر فيه اوامر ك وتنكف فيه عوادی
اعدائك اللہم بادر نامنك بدار الرحمه، وبادر اعدائك من يأسك بدار النقبه،
اللہم اعنا، واعشاء وارفع نقبتك عنا، واحلها بالقوم الظالمين“ (۴)

تیری بخششیں لگا تار اور تیرے احسانات پے در پے ہیں، تیری نعمتیں وسیع ہیں ہمارا شکر بہت کم ہے
ہماری حمد و ثنا تھوڑی ہے۔

اے میرے مولا! جو اعتراف کرے تو اس پر لطف و مہربانی کرنے کے زیادہ لائق ہے۔
اہل حق کے گلے میں پھندا ہے، اہل صدق تنگی میں ہیں، میرے اللہ! تو اپنے بندوں اور راغب ہونے
والوں پر شفیق و مہربان ہے ان کی دعا قبول کرنے اور ان کو جلدی کشائش دینے والا ہے۔

اے اللہ! محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما، بڑھ کر ہماری ایسی مدد کر جو سدا ہمارے ساتھ رہے، ایسی
نصرت فرما جس میں باطل اپنے مکرو فریب سے رکاوٹ نہ بن سکے، ہمارے لئے ایسی اچھی تقدیر مقرر
فرما جس میں تیرا ولی اور دوست امن میں رہے اور تیرا دشمن خسارے میں رہے، جس میں تیری
نشانی قائم ہو سکیں، جس میں تیرے اوامرو احکام ظاہر ہوں، جس میں تیرے دشمنوں کے فائدے
رک جائیں، خدا یا ہمیں اپنی طرف سے پہلے پہل رحمت کا گھر دے دے، اپنے دشمنوں کو اپنے
عذاب میں سے عذاب اور انتقام کا گھر جلد دے دے، خدا یا! ہماری اعانت فرما۔ ہماری فریاد رسی کر،
ہم سے اپنا عذاب اٹھالے اور اس کو ظالمین کے گروہ پر نازل فرما۔

۳۔ آنجنابؐ کی دعائے قنوت:

”اللہم انت الاول بلا اولیہ معدودہ، ولا خربلا اخریہ معدودہ، انشئتنا لا
لعلہ اقتسار، واخترعتنا لا لحاجہ اقتدار، وابتدعتنا لحکمتك اختیار،

وبلو تناً بأمرك و نهيك اختبار، وايدتنا بالالات، ومنحتنا بالادوات و
 كلفتنا الطاقه، و جثمتنا الطاعه، فامرت تخبير او نهيت تحزير، و خولت
 كثير، و سالت يسيرا، فعصى امرك فحلبت، جهل قدرك فتكرمت، فانت رب
 العزة والبهاء، والعظمه والكبرياء، والاحسان والنعماء، والامن ولا لاء، والمنح
 والعطاء، والانجاز والوفاء، ولا تحيط القلوب لك بكنه، ولا تدرك لا وهام لك
 صفه، ولا يشبهك شئ من خلقك، ولا يمثل بك شئ من صنعتك تباركت ان
 تحس او تمس، اوتدركك الحواس الخمس، واني يدرك مخلوق خالفقه،
 وتعاليت يا الهى عما يقول الظالمون علوا كبيرا، اللهم ادل لا وليائك من
 اعدائك الظالمين، الباعين، النا كثن، القاسطين، البارقين، الذين
 اضلوا عبادك، وحر فوا كتابك، وبدلوا احكامك، وجدوا حقك، وجلسوا محالس
 اوليائك، جرة منهم عليك، وظلما منهم لا حل بيت نبيك، عليهم سلامك
 وصلواتك ورحمتك وبركاتك، فضلوا واضلوا خلف، وهتكوا حجاب سترك عن
 عبادك، واتخزو اللهم مالك دولا، وعبادك خولا، وتر كوا اللهم عالم ارضك
 فى بكاء عمياء ظلما مدلهبه، فاعيتهم مفتوحه، وقلوبهم عميه، ولم تبق
 لهم اللهم عليك من حجه، لقد حزرت اللهم عذابك، وبينت فالك، وعدت
 البطيعين احسانك، وقد مت اليهم بالندر، فامنت ظائفه، فائد اللهم
 الذين امنوا على عدوك، وعدوا وليائك، فاصبحوا ظاهرين، والى الحق داعين،
 وللامام المنتظر القائم بالقسط تابعين وجدد اللهم على اعدائك
 واعدائهم نارك، وعذابك، الذى لا تدفعه عن القوم الظالمين، اللهم صلى
 على محمد وآل محمد، وقوضعف المحضين لك بالمحبه، المشايعين لنا بالبولاة،
 المتبعين لنا بالتصديق والعمل، الموازين لنا بالمواساة فينا، المحبين
 ذكرنا عندا جتما عهم، وشد اللهم ركنهم، وسدد لهم اللهم دينهم الذى
 ارتضيته لهم، واتنهم عليهم نعمتك، وخلصهم واستخلصهم، وسد اللهم

فقرهم، والهم اللهم شعث فافتهم واغفر اللهم ذنوبهم وخطاياهم، ولا
تزعج قلوبهم بعد اذ هديتهم، ولا تخلصهم اى رب بمعصيتهم، واحفظ اللهم ما
منحتهم به من الطهارة بوذيه اوليائك، والبرائه من اعدائك، انك سميع
محبب وصلى الله على محمد واله الطاهرين“

خدایا! تو بغیر اس اولیت کے جو شمار میں آسکے اول ہے، بغیر محدود ہوئے تو آخر ہے، تو نے ہمیں پیدا کیا
بغیر کسی مجبوری کے اور ہمیں پہلے پہل ایجاد کیا مگر اقتدار کو برقرار رکھنے کی ضرورت کے تحت نہیں، تو نے
ہمیں اپنی حکمت سے اختیار کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

تو نے امر و نہی کے ذریعے ہماری آزمائش کی ہے ہمیں آلات کے ذریعے قوت و طاقت بخشی،
ہمیں اعضاء و جوارح عطا کئے، ہماری قوت و طاقت کی مناسبت سے ہمیں ذمہ داری سونپی اور
اطاعت کا بوجھ رکھا۔

حکم دیا اختیار کے ساتھ، نہی کی ڈرانے کے ساتھ، بیشتر نعمتیں عطا کیں اور سوال ہم سے تھوڑا سا کیا،
جب تیرے حکم کی نافرمانی کی گئی تو تو نے حلم و بردباری سے کام لیا، تیری قدر و منزلت سے نادانی اور
جہالت برتی گئی تو تو نے کریمانہ سلوک کیا۔

تو عزت، حسن، عظمت و کبریائی، احسان، نعمتوں، مہربانیوں بخشش و عطا اور وعدہ ایفا کرنے والا ہے،
ہمارے دل تیری حقیقت کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتے، اذہان تیری کسی صفت کا ادراک نہیں کر سکتے۔
تیری مخلوق میں کوئی چیز تیری مشابہ نہیں، تیری صنعت میں کسی چیز کو تیری مثل قرار نہیں دیا جاسکتا۔
تو اس سے پاک اور منزہ ہے کہ تجھ کو محسوس کیا جائے اور حواسِ خمسہ سے تیرا ادراک ہو سکے۔
مخلوق اپنے خالق کا ادراک کیسے کر سکتی ہے۔

اے معبود! جو ظالم گروہ کہتا ہے تو اس سے بلند ہے، بہت زیادہ بلند و برتر ہے تو۔
خدایا! اپنے اولیاء کو ظالم، باغی، بیعت توڑنے والے جو رجحان کرنے والے، حق سے نکل جانے
والے دشمنوں پر غلبہ اور تسلط عطا فرما، وہ جنہوں نے تیرے بندوں کو گمراہ کیا، تیرے سامنے جرات
کرتے ہوئے تیری کتاب کی تحریف کی، تیرے نبی کے اہل بیت پر ظلم کرتے ہوئے۔

وہ (اہل بیت) جن پر تیرا سلام، تیری صلوات تیری رحمت اور تیری برکتیں نازل ہوتی ہیں۔
(تیرے دشمن) خود بھی گمراہ ہوئے اور تیرے بندوں کو بھی گمراہ کیا، تیرے بندوں پر تیرے پردوں

کو چاک کر دیا۔

پروردگار! انہوں نے تیرے مال کو ایک دوسرے میں ادل بدل کیا، تیرے بندوں کو اپنا غلام و کنیز بنایا۔

تیری زمین کو انہوں نے گھٹا ٹوپ تاریکی میں چھوڑ دیا ہے جہاں ہاتھ کو ہاتھ سمجھائی نہیں دیتا، ان کی آنکھیں تو کھلی ہوئی ہیں لیکن ان کے دل اندھے ہیں۔ یا اللہ! تجھ پر ان کی حجت باقی نہیں رہی۔ بے شک تو نے اپنے عذاب سے ڈرایا ہے اور سزاؤں کو واضح کر دیا ہے۔

اطاعت کرنے والوں سے اپنے احسان کا وعدہ کیا ہے اور ان کے سامنے ڈرانے والے اسباب کو بھی رکھا ہے چنانچہ ایک گروہ ایمان لے آیا۔

اے اللہ! جو ایمان لائے ان کی اپنے اور اپنے اولیاء کے دشمنوں کے خلاف تائید فرما، تاکہ ان پر غلبہ پا جائیں، حق کی طرف بلانے والے بن جائیں اور اس امام منتظر کے تابع ہو جائیں جو عدل و قسط کے ساتھ قیام کریں گے۔

خدایا! اپنے اور ان کے دشمن پر اپنی جہنم کی آگ اور عذاب کی آگ روشن کر دے، وہ عذاب جو تو ظالموں سے دفع نہیں کرتا، خدایا! محمد و آل محمد پر درود و صلوات بھیج جو محبت کرنے میں تیرے ساتھ مخصوص ہیں، ہمارے نقش قدم پر موالات کی بنا پر چلتے ہیں، تصدیق و عمل میں ہماری پیروی کرتے ہیں، جو ہمارے ساتھ مواسات کرتے ہوئے مجمع میں ہمارے تذکرہ کو پسند کرتے ہیں۔

پروردگار! تو ان کے ضعف و کمزوری کو قوت میں بدل دے، پروردگار! ان کے لئے ان کے دین کو جس کو تو نے پسند کیا ہے، درست کر دے، ان پر اپنی نعمت تمام کر دے، ان کو خالص و مخلص بنا دے۔

پروردگار! ان کے فقر و فاقہ کو ختم کر دے اور فاقہ کی وجہ سے ان کے الجھے ہوئے بالوں کو سنوار دے۔

اے اللہ! ان کے گناہوں اور ان کی خطاؤں کو بخش دے، ان کی ہدایت کرنے کے بعد ان کے دلوں

کو ٹیڑھا نہ ہونے دے، ان کو ان کی معصیت میں نہ چھوڑ، جو چیز تو نے ان کو بخشی ہے اس کو ان کے

لئے محفوظ رکھ، یعنی تیرے اولیائی کی ولایت اور تیرے اعدا اور دشمنوں سے برات کی طہارت اور

پاکیزگی! بے شک تو سننے والا اور جواب دینے والا ہے، اللہ رحمت نازل فرمائے محمدؐ اور ان کی طاہرو

پاکیزہ آل پر۔

آپؐ کی دعاؤں کی مقبولیت

سوانح نگاروں نے بہت سے علماء اور صلحاء کی دعا کی قبولیت کا ذکر کیا ہے یہ وہ کم سے کم چیز ہے جو اللہ جل جلالہ شانہ، نے اپنے اولیاء اور مومنین کو ودیعت کی ہے۔
آئمہ علیہم السلام کے بارے میں یہ مسلمات میں سے ہے، فریقین کی کتابیں ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔

یہاں ہم بعض ان واقعات کا ذکر کر رہے ہیں جو اس سلسلے میں امام محمد جواد علیہ السلام کے بارے میں بیان ہوئے ہیں۔

۱۔ محمد بن سنان کہتا ہے کہ میں ابوالحسن ہادی (امام علی نقی) کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپؐ نے سوال کیا کہ اے محمد! کیا آل فرج پر کوئی حادثہ واقع ہوا ہے؟
میں نے کہا کہ ہاں عمر مر گیا ہے۔
آپؐ نے فرمایا: الحمد للہ اور یہ ۲۴ بار کہا۔

یہ سن کر میں نے عرض کیا: میرے آقا! مجھے معلوم ہوتا کہ یہ چیز آپؐ کے لئے خوشی کا باعث ہوگی تو میں دوڑا ہوا آتا اور آپؐ کو یہ خبر دیتا۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس شخص (خدا اس پر لعنت کرے) نے میرے والد گرامی محمد بن علی رضا کو کیا کہا تھا؟
میں نے عرض کیا کہ نہیں۔

فرمایا: والد گرامی نے اس سے کوئی بات کی تو اس نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپؐ نشے میں ہیں، (معاذ اللہ) میرے والد نے عرض کیا: خداوند! تو جانتا ہے کہ میں روزے سے ہوں، تو اس شخص کو مال کے نقصان کا اور قید کی ذلت و خواری کا مزہ چکھا، چنانچہ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ اس کا مال اور جو کچھ اس کے پاس تھا وہ اس سے چھن گیا پھر اس کو قید کر لیا گیا، اب وہ مر گیا ہے خدا اس پر رحم نہ کرے، خدائے عزوجل نے اس سے انتقام لیا ہے اور وہ ہمیشہ اپنے اولیاء کا انتقام اپنے دشمنوں سے لیتا رہتا ہے۔ (۴۸)

۲۔ آپؐ کی بیوی ام الفضل بنت مامون عباسی نے آپؐ کو زہر دیا، جب آپؐ نے زہر کے اثر کو محسوس کیا تو ام الفضل سے کہا: خدا تجھے ایسی بیماری میں مبتلا کرے گا جس کی کوئی دوا نہیں ہوگی۔

خارش یا عضو کو کھانے والی بیماری اس کے اندام میں پیدا ہوئی، حکیم و طبیب یکے بعد دیگرے دوائیں تجویز کرتے، لیکن کسی بھی دوا سے فائدہ نہ ہوتا حتیٰ کہ وہ اسی بیماری میں مر گئی۔ (۴۹)

مامون عباسی کے ساتھ

خداوند تعالیٰ نے آئمہ طاہرین علیہم السلام کو مخلوق پر حکومت کرنے، شریعت محمدیہ کے نفاذ کی نگرانی کرنے اور اس کے لئے قیام کرنے کے واسطے منتخب کیا ہے، مگر امت نے ان کو اپنے پیغام کی ادانگی سے روک دیا اور ان کے اور ان کے مشن کے درمیان حائل ہو گئے، یہ وہی سلوک ہے جو گذشتہ امتوں نے اپنے نبیوں کے ساتھ کیا تھا۔ چنانچہ سلاطین و حکام وقت کی سخت گرفت میں آئمہ نے زندگیاں گزاریں وہ جیسا چاہتے ان کے ساتھ سلوک کرتے، کبھی قید کرتے اور کبھی ان کی مرضی کے بغیر ان کو ولی عہد بناتے۔

امام محمد جو ادعلیہ السلام سے مامون عباسی نے ایک اور طریقہ اختیار کیا، مامون نے آپؑ کو اول بغداد بلایا اور پھر چاہا کہ اپنی بیٹی ام الفضل سے شادی کر دے۔

آپؑ بغداد تشریف لائے، عباسیوں نے آپؑ کے علم و فضل و کمال کو دیکھا تو دنگ رہ گئے مامون کے خاندان والے حسد و عناد کی بنا پر ام الفضل سے شادی کے خلاف ہو گئے، مگر مامون اصرار کرتا رہا۔

عباسیوں نے کہا کہ بے شک ان کی سوجھ بوجھ آپؑ کو بھلی معلوم ہوئی ہے مگر بہر حال یہ کم سن ہیں، انہیں نہ معرفت ہے اور نہ فقہ پر عبور ہے انہیں کچھ موقع دیں کہ یہ علم و ادب سیکھ لیں۔

مامون نے جواب دیا کہ میں انہیں تم سے زیادہ جانتا ہوں، یہ وہ اہل بیت ہیں جن کا علم اور اس کا الہام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، آپؑ کے آباؤ اجداد علم دین اور ادب کے حد کمال میں ناقص اور جاہل رعایا سے بے پرواہ رہے، اگر تم بھی چاہو تو ابو جعفر کا امتحان کر کے دیکھ لو، تم پر ہماری باتیں واضح ہو جائیں گی۔ (۵۰)

عباسیوں نے مامون کی بات پر اعتبار نہیں کیا، اور یحییٰ بن اکثم قاضی القضاۃ کے آپؑ سے مناظرے پر اتفاق کیا، یہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ کس طرح آپؑ نے اپنے جوابات سے سارے دربار کو متحیر کر دیا اور یحییٰ بن اکثم کو مناظرے میں عاجز کر دیا۔

امام رضا علیہ السلام سے مناظرہ کرانے میں مامون عباسی کا مقصد تھا کہ آپؑ کی مرکزیت اور مقولیت کو کم کیا جائے اور لوگوں کی نظروں سے آپؑ کے مقام کو گرایا جائے، جب کہ امام ابو جعفرؑ کے ساتھ مناظرے سے اس کا مقصد اپنے عباسیوں میں آپؑ کے علم و فضل کو اجاگر کرنا تھا۔

یحییٰ بن اکثم نے آپؑ کے ساتھ مناظرے میں بری طرح خفت اٹھائی اور سب کے سامنے اس کی علمیت کا پول کھل گیا، ساتھ ہی ساتھ عباسیوں کی سکیم بھی فیل ہو گئی۔

مامون اس بات پر خوش تھا اس نے کہا: حمد ہے اس خدا کی جس نے اس معاملے کی درستی سے مجھ پر احسان کیا اور میرے رائے صحیح ثابت ہوئی۔

ابوجعفرؑ سے مخاطب ہو کر کہا: میں اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی آپؑ سے کرتا ہوں گو کہ ایک گروہ کی ناک اس سے نیچی ہوگئی، آپؑ میری بیٹی کے لئے اپنا پیغام دیجئے، میں نے آپؑ کو اپنے لئے اور اپنی بیٹی کے لئے پسند کیا ہے۔

ابوجعفرؑ نے فرمایا:

”الحمد لله اقرار بنعمته ولا اله الا الله اخلا ضالو حدانیتہ، و صلی الله علی محمد سید بریتہ، والا صفیاء من عترتہ، اما بعد: فقد کان من فضل الله علی الانام، ان اغناهم بالحلال عن الحرام فقال سبحانہ“

”وانکحوا الا یاہی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونو فقراء یغنیہم الله من فضلہ والله واسع علیم“

”ثم ان محمد ابن علی بن موسی یخطب ام الفضل بنت عبد الله البامون وقد بذل لها من الصداق مهر جدته فاطمه بنت محمد وهو خمس مائه درهم جیادا، فجعل زوجته یا امیر المومنین علی الصداق المذکور“

ترجمہ:

حمد ہے اللہ کی اس کی نعمتوں کا اقرار کرتے ہوئے، کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، اس کی وحدانیت کے اخلاص کو ظاہر کرتے ہوئے۔

اللہ رحمت نازل کرے اپنی مخلوق کے سید و سردار محمدؐ اور ان کی عترت میں سے مصطفیٰ اور چنے ہوئے افراد پر۔

اما بعد! اللہ کے بندوں میں فضل و کرم میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے انہیں حلال کے ذریعے حرام سے مستغنیٰ کر دیا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اور نکاح کرو اپنے میں رنڈوں اور بیوہ عورتوں اور اپنے غلاموں اور کنیزوں میں سے صالحین اور نیک افراد سے، اگر وہ فقیر و نادار ہوئے تو خدا اپنے فضل و کرم سے غنی و تو نگر کر دے گا، اللہ وسعت دینے والا اور جاننے والا ہے۔

محمدؐ بن علیؑ بن موسیٰؑ ام الفضل بنت عبد اللہ المامون کی خواستگاری کرتا ہے، اس کے لئے مہر اپنی جدہ فاطمہؑ بنت محمدؐ کے مہر کے مطابق، جو پانچ سو کھرے درہم ہیں، خرچ کرتا ہے اے مسلمانوں کے امیر! کیا اس حق مہر پر

آپ (اپنی بیٹی کی) اس (مجھ) سے شادی کرتے ہیں۔

مامون نے کہا: جی ہاں۔

یہ سن کر اس کے خدام نے چاندی کی کشتی میں عطر دان نکالا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا، عطر دان میں انواع و اقسام کے عطر اور گلاب و کستوری کا پانی تھا، حاضرین نے اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے خوشبو لگائی، مٹھائیاں پیش کی گئیں جو حاضرین نے کھائیں، ان کے مراتب کے لحاظ سے انہیں انعام و اکرام دیئے گئے، پھر جلسہ برخواست ہوا۔ (۵۱)

دوسری صبح کو لوگ حاضر ہوئے، ابو جعفرؑ بھی تشریف لائے ان کو اور مامون کو لشکر کے قائدین، خواص و عوام مبارک باد دینے جمع ہوئے تو چاندی کے تین طبق نکالے گئے جن میں مشک و کستوری اور معجون زعفران کی گولیاں تھیں، ان گولیوں کے اندر ایسے رقعے تھے جن پر مال و متاع، عطیے اور جاگیریں لکھی ہوئی تھیں۔ مامون نے حکم دیا کہ خواص کے گروہ میں انہیں نثار کیا جائے، جس کے ہاتھ میں کوئی زعفرانی گولی آتی وہ رقعہ نکال کر پڑھتا، جو اس میں لکھا ہوتا وہ اس کو دربار سے دیا جاتا۔

تھیلیاں لا کر رکھی گئیں جو کچھ ان میں تھا وہ قائدین لشکر پر نثار کیا گیا، لوگ انعامات اور عطیوں سے مالا مال ہو کر واپس گئے مامون نے مساکین کو صدقہ دیا۔ (۵۲)

مامون امام ابو جعفرؑ پر فریفتہ ہو گیا، آپؑ کے علوم اور پے در پے کرامات اور معجزات نے اس کو حیران کر دیا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس کم سنی میں ابو جعفرؑ کے علم و فضل اور ادب و حکمت کے کمال کو دیکھا تو مامون آپؑ پر فریفتہ ہو گیا، اس زمانے میں بڑے سے بڑا علم و فاضل آپؑ کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ (۵۳)

شیخ طبری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ آپؑ عقل، فضل، علم، حکم، ادب اور رفعت و منزلت میں اس درجہ کمال پر پہنچے ہوئے تھے کہ سادات و غیر سادات میں سے کوئی بڑے سے بڑا آپؑ کی برابری نہیں کر پا رہا تھا، اسی لئے مامون آپؑ پر جان چھڑکتا تھا۔ (۵۴)

امام علیہ السلام بغداد میں معزز و مکرم رہے، مگر وہاں آپؑ اپنی پسند سے نہیں رہے تھے، آپؑ اپنے جد امجد رسول اکرمؐ کے مدینہ سے جدائی کی وجہ سے وہاں گھبراہٹ محسوس کرتے۔

آپؑ حسین المکاری سے کہتے تھے اے حسین جو کی روٹی اور ملا ہوا نمک جو رسول اللہؐ کے حرم میں کھاؤں وہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس چیز کے جس میں تو مجھے آج دیکھ رہا ہے۔ (۵۵)

بغداد میں جو ارباب اقتدار تھے ان کی اسلامی تعلیمات سے دوری اور وہاں کے لوگوں کی زندگی بھی امامؑ کی اس شہر سے گھبراہٹ اور پریشانی میں اضافے کا باعث ہوگی۔

مامون جس کو امیر المؤمنین کہا جاتا تھا، شراب پیتا تھا، امام کے لئے یہ بہت پریشانی کا باعث تھا کہ آپؑ اس کو اس حال میں دیکھیں۔ چنانچہ آپؑ نے اس سے فرمایا کہ تمہارے لئے مجھے ایک نصیحت کرنا ہے، اس نے کہا فرمائیے۔ آپؑ نے فرمایا: میں تجھے شراب، جوشہ آور چیز ہے کے ترک کرنے کا مشورہ دیتا ہوں اس نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں میں آپؑ کی نصیحت قبول کرتا ہوں۔

جیسے ہی امام کو موقع ملا ہے آپؑ اپنے جد امجد رسول اللہ کے مدینہ واپس آ گئے۔

اس واقعہ میں امام کی عظمت کی نشاندہی ہوتی ہے آپؑ خلیفہ کے داماد ہیں اور اس کے ولی عہد (امام علی رضاؑ) کے صاحبزادے ہیں، سارے وسائل آپؑ کے تصرف میں ہیں اور آپؑ کے اشارے کے منتظر ہیں، مگر آپؑ اپنے غفوان شباب میں دنیا اور اس کی خوبصورتی و شادابی سے منہ موڑ لیتے ہیں اور یہ دنیا ان کے لئے چھوڑ دیتے ہیں جو باولے ہو کر ایک دوسرے سے چھٹتے ہیں اور جھپٹتے ہیں:

”لقد کان فی قصصہم عبرۃ لا ولی الا لباب ماکان حدیثا یفتی ولکن

تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شئی وھدی ورحمہ لقوم یومنون“

ترجمہ:

بے شک ان کے واقعات میں صاحبان عقل و خرد کے لئے عبرت ہے۔
یہ جھوٹ و افترا کی بات نہیں بلکہ جو سامنے ہے اس کی تصدیق، ہر چیز کی تفصیل جو ایمان لائے ہیں،
ان کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

آپؑ علماء اور دانشوروں کی نظر میں

علماء اور مورخین نے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھیں جن سے ان کی ارادت اور خلوص و محبت کا اظہار ہوتا ہے ان کی مدح و ثنا میں بہت محنت کی ہے، چنانچہ آج ان کی روایات اور سوانح عمریوں سے اسلامی کتب خانے بھرے پڑے ہیں، ان کے علاوہ ان کے تذکروں سے ہزاروں کتابیں بھری ہیں۔

یہاں ہم کچھ علماء اور دانشوروں کے بعض اقوال نقل کرتے ہیں جو انہوں نے امام ابو جعفرؑ جو اد علیہ السلام کے بارے میں لکھے ہیں:

۱۔ محمد بن حسن بن عمار کہتا ہے کہ مدینہ میں میں علی بن جعفرؑ بن محمدؑ کے پاس دو سال رہا، اس دوران جو کچھ انہوں نے اپنے بھائی ابوالحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا تھا، وہ لکھتا تھا ایک دن مسجد نبویؐ میں اچانک ان

کے پاس ابو جعفر محمد بن علی رضا تشریف لائے، ان کو دیکھ کر علی بن جعفر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور ان کی تعظیم کی، ابو جعفر کہنے لگے چچا جان! خدا آپ پر رحم فرمائے، آپ بیٹھ جائیں۔

انہوں نے کہا: اے میرے سید و سردار! آپ جب کھڑے ہیں تو میں کیسے بیٹھ جاؤں جب علی بن جعفر اپنے لوگوں میں واپس آئے ان کے ساتھیوں نے ان پر اعتراض کیا اور کہا کہ آپ تو ان کے والد کے بھی چچا ہیں، پھر بھی آپ ان سے ادب و احترام سے پیش آتے ہیں۔

انہوں نے کہا: خاموش رہو، جب اللہ عز و جل نے اس سفید داڑھی کو (یعنی مجھے) اہل نہیں سمجھا اور اس بچے کو اہل سمجھا اور اس کو وہ رتبہ دیا جہاں وہ آج ہے، تو میں کس طرح اس کے فضل و کمال کا انکار کروں۔

”نعوذ باللہ عما تقولون بل انا عبدہ“

ترجمہ: (جو تم کہتے ہو اس سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، بلکہ میں تو ان کا غلام ہوں)

۲۔ عباسیوں نے جب مامون کی لڑکی ام الفضل سے آپ کی شادی کی تجویز پر مامون پر اعتراض کیا تو مامون نے کہا کہ ان کے کم سن ہونے کے باوجود میں نے ان کو علم و فضل میں کمال کے درجے پر فائز پایا ہے اور امید رکھتا ہوں کہ ان لوگوں کے سامنے بھی وہی کچھ ظاہر ہو جو میں نے ان میں دیکھا ہے اس طرح وہ میری رائے کو صحیح سمجھیں گے جو میں نے ان کے بارے میں قائم کی ہے۔ (۵۷)

۳۔ مامون نے آپ سے گفتگو کی، پھر کہنے لگا کہ آپ واقعی فرزند رضا ہیں اور یہ حق ہے کہ آپ مصطفیٰ کے گھرانے کے ہیں۔ (۵۸)

۴۔ عیسائی پادری نے آپ کے معجزات سن کر کہا: یہ شخص نبی ہوگا یا نبی کی ذریت سے ہوگا۔ (۵۹)

۵۔ ابو العیناء نے امام جواد علیہ السلام سے ان کے والد گرامی کی تعزیت کرتے ہوئے کہا: آپ ہماری تعریف و توصیف سے اجل ہیں، ہم آپ کو پسند و نصیحت نہیں کر سکتے اللہ کے علم میں وہ کچھ ہے جو آپ کے لئے کافی ہے، اللہ کے ثواب میں وہ کچھ ہے جو آپ کی تعزیت کا باعث ہے۔ (۶۰)

۶۔ یوسف بن قزاعلی سبط ابن جوزی نے کہا: محمد جواد وہ محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب ہیں ان کی کنیت عبد اللہ ہے اور کہا گیا ہے کہ ابو جعفر ہے آنجناب ایک سو پچانوے ہجری میں پیدا ہوئے اور دو سو بیس ہجری میں آپ نے وفات پائی جس وقت آپ پچیس سال کے تھے آپ علم و تقویٰ اور زہد و جود و سخا میں اپنے والد کے طریقے پر تھے۔ (۶۱)

۷۔ صلاح الدین صفدی کہتا ہے کہ محمد بن علیؑ، الجواد ابن رضا بن کاظم بن جعفر صادق علیہم السلام ہیں، آپ کا لقب جواد، قانع اور مرتضیٰ تھا، آپ اہل بیت نبوت کے سرداروں میں تھے مامون نے آپ سے اپنی بیٹی (ام الفضل کی شادی کی تھی۔

آپ ہر سال دس لاکھ درہم سے زیادہ کی رقم مدینہ بھیجا کرتے۔
 آپؑ کی عین جوانی میں بغداد میں ۲۲۰ ہجری میں وفات ہوئی، یہ مامون کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے (معتمد عباسی کے دور میں)

آپؑ معتمد کے پاس آئے تو اس نے آپؑ کی عزت و تکریم کی۔
 آپؑ کی قبر آپؑ کے جد امجد حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس ہے، آپؑ جو دو سخا میں منفرد تھے اسی لئے آپؑ کا لقب جواد ہے، آپؑ بارہ آئمہ میں سے ایک ہیں، آپؑ کی ولادت ۱۹۵ ہجری میں ہوئی تھی۔ (۲۶)
 ۸۔ محمد بن طلحہ شافعی نے کہا: بے شک اللہ عز و جل نے آپؑ کو ایسی منقبت سے مخصوص کیا ہے جو مطلع تعظیم میں چمک رہی ہے اور انوار روشنی دے رہی ہے، اس کے اقدار کی قیمت تفصیل میں بہت زیادہ ہے، اہل معرفت کی عقلوں کے لئے اس کے آثار کی نشانی ظاہر ہے۔ (۶۳)

۹۔ احمد بن یوسف دمشقی قرمانی نے کہا ہے کہ جہاں تک آپؑ کے مناقب کا تعلق ہے تو ان کے اوقات نہ بڑھ سکے، نہ ان کے میقات پیچھے ہٹ سکے اور باوجود دنیا میں تھوڑے دن رہنے کے آپؑ پر خدائی قدریں پھیلی ہوئی ہیں۔

آپؑ کا اس دنیا میں قیام بہت تھوڑا رہا مگر اللہ عز و جل نے آپؑ کو ایک با شرف منقبت سے مخصوص کیا ہے۔
 مامون جب بغداد میں آیا تو ایک دن اپنے ساتھیوں کے ساتھ شکار کو نکلا، راستے میں اس کا گزر کچھ بچوں پر ہوا جو کھیل رہے تھے ان بچوں میں حضرت جواد علیہ السلام بھی تھے، بچے مامون کی ہیبت و دبدبے سے بھاگ گئے، مگر جواد علیہ السلام اپنی جگہ پر کھڑے رہے، اس وقت آپؑ کی عمر نو سال تھی۔

مامون نے ایک بچے کو اس طور کھڑے دیکھا تو پوچھا: تم دوسرے بچوں کے ساتھ کیوں نہ بھاگے؟
 آپؑ نے فرمایا: اے مسلمانوں کے امیر! راستہ تنگ نہیں تھا کہ میں ہٹ جاتا، پھر میں کسی جرم کا مرتکب نہیں ہوا کہ تجھ سے ڈرتا، اور تجھ سے اچھا گمان ہے کہ تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

بچے کی زبان سے یہ گفتگو مامون کی بھلی معلوم ہوئی اس نے آپؑ کے والد گرامی کو دعائے رحمت کی اور آگے بڑھ گیا۔

آبادی سے باہر باز شکار کے لئے چھوڑا وہ کچھ دیر فضا میں غائب رہا جب واپس لوٹا تو باز کی چونچ میں ایک زندہ چھوٹی سی مچھلی تھی وہ بہت متعجب ہوا کہ فضا میں زندہ مچھلی کس طرح پکڑی گئی۔

شکار سے واپسی پر وہ پھر ان ہی بچوں کے قریب سے گزرا، وہاں حضرت جواد علیہ السلام بھی تھے، ان کے قریب آیا اور مامون نے پوچھا کہ اے بچے! بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے خداوند تعالیٰ نے ان کو الہام کیا، انہوں

نے کہا: بے شک خدائے تعالیٰ نے اپنے بحر قدرت میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں، جن کا بادشاہ اور سلطان شکار کرتے ہیں اور پھر اس سے اہل بیتؑ کی اولاد کا امتحان لیتے ہیں، یہ سن کر مامون بہت متاثر ہوا، آپؑ کو دیر تک دیکھتا رہا اور اس نے وہاں ہی ارادہ کیا کہ آپؑ سے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی کر دے۔ (۶۴)

۱۰۔ علی بن صباغ مالکی نے آپؐ کے متعلق مفصل حدیث بیان کی اور پھر کہا کہ یہ آپؐ کے بعض کرامات جلیلہ اور آپؐ کے مناقب جمیلہ میں سے ہے۔ (۶۵)

۱۱۔ عبد اللہ شہر اوی شافعی نے کہا: وہ ابو جعفر محمد جو ادعلی رضا بن موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں، آپؑ ۱۹۵ ہجری، ۱۹ رمضان کو پیدا ہوئے آپؑ کی کرامات بہت ہیں اور آپؑ کے مناقب مشہور ہیں۔

آپ کے متعلق تفصیل سے حدیث بیان کر کے کہا کہ یہ آپ کے بعض جلیل کرامات اور جمیل مناقب میں سے ہے۔ (۶۶)

۱۲۔ یوسف اسمعیل نبہانی نے کہا کہ محمد جواد بن علی رضا اکابر آئمہ اور امت کے چراغوں میں سے ہیں، ہمارے سادات اور سرداران اہل بیت میں سے ایک ہیں۔ (۶۷)

۱۳۔ محمود بن وہیب بغدادی حنفی نے کہا: محمدؐ جو اد بن علی رضاؑ کی کنیت ابو جعفرؑ ہے، آپؐ کے جدا مجد محمد باقر علیہ السلام کی بھی یہی کنیت ہے، آپؐ کے تین القاب ہیں: جواد، قانع اور مرتضیٰ اور مشہور لقب جواد ہے۔ آپؐ سفید رنگ، معتدل قد و قامت کے تھے، آپؐ کی انگوٹھی کا نقش ”نعم المقدّر اللہ“ تھا۔

آنجنابؑ اپنے والد کے وارث تھے، قدر و منزلت اور کمال میں ان کے بھائیوں سے ارفع تھے۔ (۶۸)

۱۴۔ علی جلال حسینی نے کہا: ابو جعفر ثانی محمد جواد بن علیؑ مدینہ میں ۱۹۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور کم سنی کے باوجود اپنے ہم عصر لوگوں سے علم و فضل میں سبقت لے گئے۔ آپؑ سے مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی کر دی۔

آپؑ کی ۲۵ سال کی عمر میں ۲۲۰ ہجری میں بغداد میں وفات ہوئی۔ (۶۹)

[illegible]

باب نمبر ۱۰

امام علی ہادی النقی علیہ السلام
مختصر تعارف

آپؑ کے دادا: امام علی رضا علیہ السلام۔

آپؑ کے والد: امام محمد تقی جواد علیہ السلام۔

آپؑ کی والدہ: سمانہ مغربیہ۔

آپؑ کی ولادت: صریا میں (جو کہ مدینے کے مضافات میں ایک بستی ہے) پندرہ ذی الحجہ ۲۱۲ ہجری

کو ہوئی۔ (۱)

آپؑ کی کنیت: ابوالحسن۔

آپؑ کے القاب: نقی ہادی، نجیب، مرتضیٰ، عالم، متقی، فقیہ، امین، مومن، طیب، متوکل، عسکری اور

ناصح ہیں۔

آپؑ کی انگلی کا نقش: ”اللہ ربی وهو عصمتی من خلقہ“

(اللہ میرا پروردگار ہے وہی مجھے اپنی مخلوق سے محفوظ رکھنے والا ہے)۔

آپؑ کی زوجہ: سلیل (۲)

آپؑ کی اولاد: امام حسن عسکری علیہ السلام، حسین، محمد، جعفر اور علیہ ہیں۔

آپؑ کے پوتے: امام مہدی علیہ السلام

آپؑ کا سرمن رائے (سامرہ) آنا: متوکل عباسی نے آپؑ کو یہاں بلوایا جہاں آپؑ بیس سال نو ماہ رہے۔

آپؑ کے شعرا: عوفی، دیلمی، محمد بن اسمعیل صیمری، ابوتمام طائی، ابوالغوث اسلم بن مہوز مخجی، ابوباشم

جعفری، حمائی۔

آپؑ کے دربان: عثمان بن سعید اور ان کے فرزند محمد بن عثمان۔

آپؑ کی نظر بندی: آپؑ عمر بھر ظالموں کے قید خانوں میں رہے جن کے آثار آج بھی باقی ہیں۔

آپؑ کے زمانے کے بادشاہ: معتصم، واثق، متوکل، منتصر، مستعین، اور معتز۔

آپؑ کی شہادت: دو شنبہ، ۳ رجب ۲۵۴ ہجری (۳) کو معتز عباسی کے زہر کے اثر سے شہید ہوئے۔

آپؐ کی قبر مبارک: سرمن رائے (سامرہ) میں اپنے گھر ہی میں دفن ہوئے، آج آپؐ کی قبر مبارک بلندی اور چمک دمک میں آسمان سے باتیں کرتی ہے، جس کے اوپر دنیا کا سب سے بڑا سونے کا قبہ ہے، اس کی تعمیر میں ۷۲۰۰۰ سونے کی اینٹیں استعمال ہوئیں۔ (۴)

یہاں ساری دنیا سے مسلمان زیارت کرنے، آپؐ کو سلام کرنے اور آپؐ کی ضریح اقدس کے طواف کرنے جوق در جوق آتے ہیں، روضہ اقدس پر ہمہ وقت اژدہام ہوتا ہے۔

آپؐ کی مدت امامت: ۳۴ سال۔

آپؐ کی عمر: ۴۲ سال۔

آپؐ کی امامت کی نص

لوگوں کی کثیر تعداد کا کسی چیز کا قبول کرنا یا اس کو رد کرنا اس چیز کی اصل حقیقت کو تبدیل نہیں کرتا، کروڑوں ہندوؤں کا گائے کو پوجنا اس پرستش کو دانشوروں اور اہل فکر و نظر کے سامنے صحیح ثابت نہیں کرتا، قریش کا اسلام کے پیغام سے پیٹھ پھیر لینا، اس کی مخالفت میں کھڑے ہونا، رسول اکرمؐ سے جنگ کرنا، اسلام کی اپنی صلاحیت میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتا اور نہ اس بات کو غلط ثابت کرتا ہے کہ اسلام ایک مکمل نظام اور ضابطہ حیات ہے۔

آئمہ اطہار علیہم السلام سے بھی ان کے زمانے میں لوگ ان سے دوری اختیار کئے رہے، ان پر ظلم و ستم کرتے رہے اور ان کے زمانے کی حکومتوں نے ان پر فردا فردا جفا کاریاں کیں، ان کو مصیبتوں اور شدائد و قید و بند میں مبتلا کئے رہے، مگر اس کے باوجود یہ حضرات تنہا صبر اور استقامت سے معاشرے کے میدان میں رشد و ہدایت اور تعلیم و تعلم کا دریا بہاتے رہے۔

کتاہیں ان کے علوم و معرفت سے بھری پڑی ہیں، محفلیں اور مجالس ان کے ذکر جمیل اور ثنائے جزیل سے معطر ہیں۔

بنی امیہ اور بنی عباس کے قید خانوں کی کال کوٹھریوں میں زندگیاں گزارنے اور ان حکومتوں کی سخت گیر نگرانی اور شہروں شہر جلا وطنی کے باوجود آپؐ حضرات علوم کے نشر کرنے، امت کو اسلامی ثقافت و تمدن سے روشناس کرانے اور اسلام کے فروغ میں ہمہ تن لگے رہے، وجہ یہ تھی کہ آپؐ حضرات اپنے آپؐ کو دین اسلام کے قائم و دائم رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے کے ذمہ دار جانتے تھے۔

چنانچہ ہر امامؑ نے اس بات کا بھی اہتمام کیا کہ اپنے بعد والے خلیفہ اور قائم مقام پر نص قائم کریں اور ان کا تعین کر جائیں تاکہ وہ آسمانی رسالت و پیغام کو مستحکم اور قائم و دائم رکھنے، حکم خدا کو زمین میں پھیلانے، آگے بڑھانے، حق کو باطل سے جدا کرنے، دونوں میں امتیاز کرنے، حجت کو قائم کرنے اور لوگوں کے عذروں کو بے بنیاد

ٹھہرانے میں کامیاب ہو سکیں۔

یہاں وہ نصوص بیان کی جا رہی ہیں جو امام محمد تقی جواد علیہ السلام سے امام ہادی نقی علیہ السلام کے بارے میں آئی ہیں۔

۱۔ امیہ بن علی قیسی کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کے بعد کون خلیفہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: میرا بیٹا علیؑ۔ (۵)

۲۔ محمد بن عثمان کوئی کہتا ہے: میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے پوچھا اگر آپؑ کو کوئی حادثہ پیش آیا، تم اللہ سے اس سے پناہ مانگتے ہیں، تو پھر ہم کس کی طرف (رجوع) کریں؟ آپؑ نے فرمایا: میرے اس بیٹے یعنی ابوالحسنؑ کی طرف۔ (۶)

۳۔ صقر بن دلف کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی رضا علیہ السلام کو کہتے سنا کہ میرے بعد علیؑ امام ہے اس کا امر و حکم میرا حکم امر ہے اس کا قول میرا قول ہے، اس کی اطاعت میری اطاعت ہے اس کے بعد امامت اس کے بیٹے حسنؑ میں ہے۔ (۷)

۴۔ اسماعیل بن مہران کہتا ہے کہ جب ابو جعفرؑ اول بار مدینے سے بغداد جانے لگے تو شہر سے نکلتے وقت میں نے ان سے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے وہاں جانے پر، آپؑ کے بارے میں مجھے خوف ہے آپؑ کے بعد امامت کس کی طرف ہے؟

یہ سن کر ہنستے ہوئے آپؑ مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اس سال وہ نہیں ہونے کا جس طرف تیرا خیال چلا گیا ہے۔

بعد میں جب آپؑ کو معصم نے بلایا تو میں پھر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے بعد یہ امر کس کی طرف ہے؟ آپؑ نے گریہ فرمایا، آپؑ کی ریش مبارک تر ہو گئی، پھر مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اس دفعہ (حادثے کا) ڈر ہے، میرے بعد امامت میرے بیٹے علیؑ کے لیے ہے۔ (۸)

آپؑ کی عبادت

جن مورخین نے امام ہادی نقی علیہ السلام کے حالات زندگی لکھے ہیں انہوں نے آپؑ کی عبادت کا مفصل ذکر کیا ہے اس واقعہ کا بھی ذکر ہے کہ ایک بار متوکل عباسی کے آدمیوں نے آپؑ کے گھر پر یورش کی تو دیکھا کہ آپؑ نے پشیم کا کرتا پہنا ہوا ہے اور فرش پر بیٹھ کر قرآن حکیم کی ان آیات کی تلاوت فرما رہے تھے جو وعدے اور وعید سے متعلق ہیں۔

یہ لوگ آپؑ کو اٹھا کر متوکل عباسی کے یہاں لے گئے وہ اس وقت شراب کی محفل جمائے ہوئے تھا، اس

نے شراب کا جام آپؐ کی طرف بڑھایا تو آپؐ نے اس سے فرمایا کہ مجھے اس سے معاف رکھو۔
خدا ابوفر اس پر رحمت نازل فرمائے، اپنے اس شعر میں گویا اس نے اسی واقع کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تتلى التلاوة فى ابیاتهم سحراً

وفى بیوتکم الاوتار والنغم

ان کے گھروں میں سحر کے وقت آیات کی تلاوت ہوتی ہے اور تمہارے گھروں میں سارنگیاں بجتی ہیں اور نغمہ سرائی ہوتی ہے۔

مورخین کہتے ہیں کہ جب آپؐ قید میں تھے تو دن کو روزہ رکھتے اور رات قیام و عبادت میں بسر کرتے تھے، یہ بات حضرت علیؓ علیہ السلام کے پوتے کے لئے کوئی عجب نہ تھی، جنگ صفین میں جن کا مصلیٰ دونوں صفوں کے درمیان بچھا ہوتا جس پر آپؐ معمول کے مطابق ساری رات نماز پڑھتے، اس دوران آپؐ کے کانوں کے پاس سے تیروں کے گزرنے کی آواز اس طرح آتی جیسے بارش ہو رہی ہو مگر آپؐ پورے اطمینان سے نماز میں مشغول رہتے۔

ان کے لئے کوئی تعجب کی بات نہیں جو حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام کی اولاد ہیں، جو رات و دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

یہاں ہم آپؐ کی عبادت کے بارے میں بعض روایات درج کر رہے ہیں:
۱۔ فتح بن یزید جرجانی کہتا ہے کہ ابوالحسنؑ نے سجدہ کیا اور سجدے میں کہا۔

”راغماً لك يا خالقي داخراً اصاغراً خاضعاً“

اے میرے خالق! تیرے سامنے سجدہ کرتا ہوں اپنی ناک کو خاک آلود کرتے ہوئے، اپنے آپؐ کو ذلیل و حقیر اور خالص سمجھتے ہوئے۔

آپؐ ساری رات اسی طرح کہتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ (۹)

۲۔ حاضری کہتا ہے کہ آپؐ کو اپنے پروردگار کی عبادت کے شوق میں ساری رات قرار نہیں تھا آپؐ بہت کم سوتے اور کھڑے ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتے، قرآن کی خوش الحانی سے تلاوت کرتے، خود بھی گریہ کرتے اور جو سنتا وہ بھی روتا۔

آپؐ رات کی تاریکی میں ریت اور کنکریوں پر بیٹھتے اور عبادت، استغفار اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتے، آپؐ اکثر اسی طرح شب بیداری کرتے۔ (۱۰)

۳۔ ابوالحسن علی بن محمدؑ کے بارے میں خلیفہ متوکل عباسی کے دربار میں چغل خوری کی گئی کہ آپؐ کے

گھر میں ہتھیار اور شیعوں کے خطوط وغیرہ ہیں۔

متوکل نے رات کے وقت اپنے ترک سپاہی بھیجے جو دبے قدموں آپ کے کمرے میں گھس آئے، آپ کمرے میں تنہا کنکری اور ریت کے فرش پر بیٹھے تلاوت میں مشغول تھے آپ نے بالوں کا ایک کرتا پہن رکھا تھا اور سر پر پشیم کا ایک کپڑا تھا، آپ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ تھے اور خوش الحانی سے وعدے اور وعید کی آیات کی تلاوت کر رہے تھے۔

آپ کو اسی حالت میں گرفتار کر کے رات کی تاریکی میں متوکل عباسی کے پاس لے جایا گیا اور اس کے سامنے کھڑا کیا گیا، اس وقت وہ شراب نوشی میں مشغول تھا اور اس کے ہاتھ میں پیالہ تھا۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو آپ کی تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔

آپ کے گھر سے ان میں سے کوئی چیز نہ ملی جس کے بارے میں متوکل کو جھوٹی خبر دی گئی تھی، نہ کوئی ایسی بات سامنے آئی جس کو آپ کے خلاف وہ استعمال کر سکتا، چنانچہ وہ پیالہ جو اس کے ہاتھ میں تھا، اس لعین نے آپ کی طرف بڑھایا تو آپ نے فرمایا: اے مسلمانوں کے امیر! یہ میرے گوشت اور خون میں کبھی بھی داخل نہیں ہوئی تو مجھے اس سے معاف رکھ۔

متوکل نے آپ سے اشعار کی فرمائش کی کہ کچھ ایسے اشعار پڑھیں جو مجھے پسند آئیں، آپ نے فرمایا: میں بہت کم اشعار پڑھتا ہوں اس نے جواب دیا اس سے چارہ نہیں، آپ کو ضرور سنانا پڑے گا۔ چنانچہ آپ نے یہ اشعار سنائے۔

باتوا علی قلل الاجبال تخرسہم
غلب الرجال فما اغنتہم القلل
واستنز لوا بعد عزم من معاقہم
فاودعوا حفرا یا بئس ما نزلوا
نادا ہم صارخ من بعد ما قبروا
این الا سرۃ والتیجان والحلل
این الوجوۃ التی کانت معہ
من دونہا تضرب الا ستار والکلل
فافصح القبر عنہم حسین ساء لہم
تلك الوجوۃ علیہا الدود ینتبقل

قد طالبا اكلوا دھرا وقد شربوا
فاصبحوا بعد طول الاكل قدا كلوا
وطالبا عمرا وا دور التجهنهم
ففارقوا الدورو الاهلين وانتقلوا
وطالبا كنزوا الاموال وادخروا
فخلفو ها على الاعداء وارتحلوا
اضحت منازلهم لهم فقرا معطله
وساكنوها على الاجداث قدر جلوا

ترجمہ: انہوں نے رات پہاڑوں کی چوٹیوں پر قوی لوگوں کی حفاظت میں گزاری، مگر وہ پہاڑوں کی چوٹیاں ان کو نفع نہ دے سکیں، وہ عزت کے بعد اپنی اپنی پناہ گاہوں سے اتار لئے گئے اور ان کو زمین کے گڑھوں میں جگہ دی گئی، کیسے برے مقام پر وہ اترے۔

ان کے دفن ہونے کے بعد ایک چیخ کر پکارنے والے نے ان کو آواز دی کہ کہاں ہیں سونے کے وہ کنگن، تاج اور عمدہ اور اچھے لباس؟ کہاں ہیں وہ چہرے جو ناز و نعم میں پلے تھے کہ جن کے سامنے باریک پردے لٹکائے جاتے تھے۔

ان کے متعلق سوال کرنے والے سے قبر نے صاف الفاظ میں کہا کہ ان چہروں پر تو کیڑے چل رہے ہیں۔

وہ ایک عرصے تک کھاتے پیتے رہے اور آج وہ خود کھائے جا رہے ہیں ایک عرصے تک وہ گھر کی تعمیر کرتے رہے کہ وہ ان کی حفاظت کر سکیں مگر وہ ان گھروں اور گھر والوں سے جدا ہو کر قبروں میں منتقل ہو گئے۔

ایک عرصے تک وہ مال و دولت کے ذخیرے جمع کرتے رہے مگر پھر اپنے دشمنوں کو اپنا جانشین بنا کر کوچ کر گئے۔

ان کے گھر چٹیل میدان ہو کر غیر آباد پڑے ہیں، ان میں رہنے والے اپنی اپنی قبروں کی طرف رحلت کر گئے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ ہر شخص جو وہاں حاضر تھا اس بات سے خائف تھا کہ یہ اشعار سن کر متوکل عباسی غصے اور غضب کی حالت میں حضرت امام علی نقیؑ کے خلاف کوئی سخت حکم صادر نہ کر دے۔

مگر ہوا یہ کہ متوکل کافی دیر تک روتا رہا، یہاں تک کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی جو لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی رونے لگے۔

متوکل نے حکم دیا کہ شراب اٹھالی جائے۔

آپؐ سے پوچھا: اے ابوالحسنؑ کیا آپؐ پر کوئی قرض ہے فرمایا: ہاں چار ہزار دینار، یہ سن کر اس نے حکم دیا کہ یہ رقم آپؐ کو دی جائے اور اسی وقت عزت و احترام کے ساتھ آپؐ کو گھر پہنچا دیا جائے۔ (۱۱)

۴۔ قطب راوندی کہتا ہے کہ آپؐ رات کو قبلہ رو ہوتے اور لحظہ بھر بھی سستی نہ کرتے، آپؐ کے جسم پر پشم کا جبہ ہوتا، آپؐ کا سجادہ چٹائی پر ہوتا۔ (۱۲)

آپؐ کی سیرت کا ایک پہلو

جب آئمہ اہل بیتؑ کا ذکر آتا ہے تو آدمی کا ذہن عبادت، پرہیزگاری، تقویٰ، جود و سخا، شجاعت، اعلیٰ اخلاق، اور اعلیٰ صفات کی طرف جاتا ہے حق کی جان کی قسم! یہ ذوات مقدسہ مجمع الفضائل تھے، ان ہی کی طرف ہر فضیلت رخ کرتی ہے اور ان ہی سے ہر بزرگی و کرامت متصل ہوتی ہے۔

جس کی بنا پر یہ حضرات دوسروں سے ممتاز ہیں وہ ان کا بے نظیر طرز زندگی اور اعلیٰ اخلاق ہیں، یہی وہ سیرت ہے اور اعلیٰ اخلاق ہیں جن کی وجہ سے انہوں نے امت کے کچھ لوگوں کی صحیح سمت رہنمائی کی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر حق کے راستے پر لے کر آگے بڑھے۔

یہاں ہم امام ہادی النقی علیہ السلام کی سیرت کے چند پھول چن کر سلک تحریر میں لاتے ہیں۔

۱۔ مسعودی کہتا ہے کہ آپؐ کے (مدینے سے) سامرہ کی طرف روانگی کے موقع پر شہر سے باہر تک الوداع کہنے آپؐ کے ساتھ ساتھ بریحہ عباسی بھی گیا، بریحہ عباسی حرین کا پیش نماز تھا (امام کعبہ اور امام مسجد نبوی تھا)۔ راستے میں بریحہ کہنے لگا کہ مجھے علم ہے کہ آپؐ کو اس کی خبر ہو چکی ہے کہ آپؐ کے یہاں سے (خلیفہ کے پاس) جانے کا سبب میں بنا ہوں۔ (۱۳)

میں بڑی سے بڑی قسم کھاتا ہوں کہ اگر آپؐ نے میری شکایت خلیفہ یا اس کے مصاحبین یا اس کے بیٹوں سے کی تو میں آپؐ کے باغات اور نخلستانوں کو یہاں جلا کر راکھ کر دوں گا، آپؐ کے غلاموں اور آدمیوں کو قتل کروا دوں گا، آپؐ کی جاگیر کے چشموں کا پانی زمین دوز کر دوں گا اور اس میں ذرا کمی نہیں کروں گا۔

یہ سن کر ابوالحسنؑ اس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: میرا تجھے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کا سب سے قریب ترین وقت آنے والی رات ہے میں ایسا نہیں کہ تجھ کو خداوند تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے بعد پھر اس کی کسی مخلوق سے تیری شکایت کروں۔

یہ سناتو بریحہ منہ کے بل آپ کے سامنے گر پڑا اور رونے اور گڑ گڑانے لگا، آپ سے معافی کا طلب گار ہوا تو آپ نے فرمایا چلو تم کو معاف کیا۔ (۱۴)

۲۔ علی بن حمزہ کا کہنا ہے کہ میں نے ابوالحسن ثالث علیہ السلام کو کھیتوں میں کام کرتے دیکھا، آپ پسینے میں نہائے ہوئے تھے، میں نے آپ سے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں کھیتوں میں کام کرنے والے لوگ کہاں ہیں۔

آپ نے فرمایا: اے علی! اپنی زمین میں بیٹیوں کے ساتھ ان ہستیوں نے کام کیا ہے جو مجھ سے اور میرے ماں باپ سے بہتر و برتر تھے، میں نے عرض کیا: وہ کون ہستیاں ہیں؟ فرمایا: رسول اللہ اور امیر المومنین اور میرے سب آباؤ اجداد علیہم السلام اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور یہ انبیاء و مرسلین اور اوصیاء صالحین کا عمل ہے۔ (۱۵)

۳۔ آپ ایک مرتبہ سرمن رائے (سامرہ) سے کسی کام سے باہر نشریف لے گئے ایک دیہاتی عرب آپ کو تلاش کرتا ہوا سامرا آیا، جب اس کو بتایا گیا کہ آپ شہر سے باہر گئے ہیں، تو وہ دیہاتی آپ کے پاس وہاں پہنچا آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تیری کیا حاجت ہے۔

اس نے جواب دیا کہ میں کوفہ کے اعراب سے ہوں جو آپ کے جد امجد حضرت علی ابن ابی طالب کی ولایت سے تمسک رکھتے ہیں میں ایک بڑے قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا ہوں جو مجھ سے ادا نہیں ہو پارہا، سوائے آپ کے میری نظر میں کوئی نہیں جس کے پاس میں جاؤں اور جو میرے قرض کو اتار سکے۔

ابوالحسن نے فرمایا: تو مطمئن رہ تیری پریشانی دور ہوگی، اس کو اپنے یہاں مہمان رکھا، دوسرے دن ابوالحسن نے اس اعرابی سے فرمایا کہ میری تجھ سے ایک درخواست ہے خدا کے واسطے تو میری مخالفت نہ کرنا۔ اس نے وعدہ کیا کہ میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا۔

ابوالحسن نے ایک پرچہ لکھا جس میں یہ ذکر تھا کہ اس اعرابی کا اتنا مال میری ذمہ ہے اور یہ قرض فوری ادا ہونا ہے، یہ پرچہ لکھ کر اس کو دیا اور فرمایا کہ جب میں سرمن رائے (سامرہ) واپس پہنچوں تو یہ پرچہ لے کر میرے پاس اس وقت آنا جب کچھ لوگ بیٹھے ہوں اور سختی سے اس رقم کا مطالبہ کرنا اور اصرار کرنا کہ جلد یہ رقم واپس کی جائے، پھر فرمایا کہ خدا کے واسطے اس میں میری مخالفت نہ کرنا۔

اس نے وعدہ کیا اور خط لے لیا۔

جب ابوالحسن سامرا پہنچے تو وہ اعرابی حاضر ہوا، اس وقت آپ کے پاس خلیفہ کے آدمی بھی بیٹھے ہوئے تھے، اعرابی نے ان سب کے سامنے وہ خط نکالا اور آپ سے رقم کا مطالبہ کیا، ابوالحسن اس کو سمجھاتے بجھاتے رہے اور اس سے معذرت کرتے رہے اور رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

یہ واقعہ متوکل عباسی کے یہاں دہرایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ ابوالحسنؑ کے پاس تیس ہزار درہم بھیجے جائیں، آپؑ نے وہ رقم اپنے پاس رکھ لی یہاں تک کہ وہ عربی دوبارہ آیا، آپؑ نے وہ رقم اس کے حوالے کی اور فرمایا: اس سے اپنا قرض ادا کر دو اور جو بچ جائے وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا، ہمیں معذور سمجھو۔

اعرابی نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! خدا کی قسم میں اس سے ایک تہائی رقم سے زیادہ کی امید نہ رکھتا تھا، مگر اللہ جانتا ہے کہ کہاں وہ اپنی رسالت کو قرار دے رہا ہے۔ اس نے وہ رقم لی اور واپس کوفہ چلا گیا۔ (۱۶)

۴۔ محمد بن ریان بن صلت کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسنؑ کی خدمت میں خط لکھا جس میں ایک دشمن کے بارے میں حیلہ و فریب کرنے کے متعلق میں نے اجازت چاہی، آپؑ نے اس سے منع فرمایا۔ (۱۷)

۵۔ ابوطیب یعقوب یاسر کہا کرتا تھا کہ وائے ہو تم پر مجھے ابن رضاؑ (امام علی نقیؑ) کے معاملے نے عاجز کر رکھا ہے، میں نے بہتیری کوشش کی کہ وہ میرے ساتھ شراب پییں اور میرے ندیم وہم نشین بنیں مگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں، مجھے کو اس سلسلے میں ایک موقع بھی نہیں ملا۔ (۱۸)

۶۔ آپؑ نے اپنے بعض اصحاب سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے بارے میں علم ہے کہ اسی کی طرف مشکلات میں پناہ لیتے ہیں، شدا اند اور آلام میں اسی پر توکل کرتے ہیں، اس نے ہم کو اس کا عادی بنایا ہے کہ جب ہم اس سے سوال کریں تو وہ قبول کرتا ہے، ہم کو ڈر ہے کہ اگر ہم اپنی عادت چھوڑ دیں تو وہ بھی اپنی عادت چھوڑ دے۔ (۱۹)

آپؑ کا احسان و کرم

تاریخ کی کتابیں، سوانح اور تراجم اور سیر آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احسان و کرم اور امت مسلمہ پر ان کی مہربانیوں کے ذکر سے بھری ہوئی ہیں ان کے لطف و کرم بادشاہوں اور امراء کے لطف و کرم سے کہیں بلند اور وسیع ہیں، اور ان کا احسان اور نیکی کرنا عام لوگوں کے احسان سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔

اس میں تعجب بھی نہیں کیونکہ یہ حضرات ہر فضیلت کے منبع ہیں اور ہر خیر و احسان کے معدن ہیں، مولا جل شانہ نے ان کو سارے صفات کمال بخشے ہیں اور تمام مکارم اخلاق عطا فرمائے ہیں۔

یہاں امام علی ہادی النقی علیہ السلام کے احسان و کرم کی گفتگو ہے ظاہر ہے کہ اس مختصر کتاب میں وہ کچھ سما نہیں سکتا جو مورخین نے اور سیرت لکھنے والوں نے اس سلسلے میں لکھا ہے چنانچہ یہاں ہم چند ایک واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابوالحسنؑ ہادی کی بارگاہ میں ابو عمر عثمان بن سعید، احمد بن اسحاق اشعری اور علی بن جعفر ہمدانی حاضر ہوئے، وہاں احمد بن اسحاق نے اس قرض کی شکایت کی تھی جو اس کے ذمے تھا۔

آپؐ نے اپنے وکیل سے فرمایا: اے عمر واس کو تیس ہزار دینار دے دو اور علی بن جعفر کو بھی تیس ہزار دینار دیا جائے تم خود بھی تیس ہزار دینار لے لو۔

یہ ایک معجزہ ہے کیونکہ اس پر بادشاہوں کے علاوہ کوئی قدرت نہیں رکھتا، ایسی عطا و بخشش ہم نے نہیں سنی۔ (۲۰)

۲۔ اسحق جلاب کہتا ہے کہ میں نے یوم ترویہ ابوالحسنؑ کے لئے بہت سی بھیڑ بکریاں خریدیں جو آپؐ نے اپنے عزیز واقارب میں تقسیم کیں۔ (۲۱)

۳۔ ابوہاشم جعفری کا کہنا ہے کہ میں سخت تنگی میں تھا چنانچہ ابوالحسن علی بن محمد علیہم السلام کے پاس گیا، بارگاہ میں حاضر ہونے کا اذن ملا تو وہاں جا کر بیٹھا، آپؐ نے فرمایا اے ابوہاشم! اللہ عزوجل کی تجھ پر وہ کون سی نعمت ہے جس کا شکر یہ ادا کرنا چاہتا ہے۔

ابوہاشم کہتا ہے کہ یہ سن کر میں گھبرا گیا اور کچھ نہ کہہ پایا۔

آپؐ نے دوبارہ فرمایا: خدا نے تجھے ایمان ایسا رزق و عطیہ دیا جس کے ذریعے تیرا بدن جہنم کی آگ پر حرام ہو گیا، تجھے عافیت و بخشش عطا کی، اطاعت پر تیری اعانت کی، تجھے قناعت و میانہ روی کی صفت دی کہ تو فضول خرچی سے بچا رہا۔

اے ابوہاشم میں نے خود تجھ سے یہ باتیں اس لئے کہیں کہ خیال کیا کہ تو اس کی شکایت کرنا چاہتا ہے جس نے تجھ پر یہ احسانات کئے ہیں۔

میں نے تیرے لئے ایک سودینار کا حکم دیدیا ہے، وہ لے لے۔ (۲۲)

۴۔ اسحاق جلاب (بڑے شہروں کے درمیان تجارت کرنے والا) کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسنؑ کے لئے بہت سی بھیڑ بکریاں خریدیں، آپؐ نے مجھے بلایا اور ایک میدان میں لے گئے، وہاں آپؐ کے حکم کے مطابق میں نے ان بھیڑ بکریوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ (۲۳)

آپؐ کی بعض وصیتیں

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی بہت نفیس اور عمدہ نصیحتیں کتابوں میں درج ہیں جو انسان کو اچھے عمل پر ابھارتی ہیں، تقویٰ کا حکم دیتی ہیں اور مکارم اخلاق کی طرف دعوت دیتی ہیں۔

یہ وصیتیں اور نصیحتیں اور ان پر لوگوں کا راغب کرنا اہل بیت علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔

تاریخ نے صحابہ، تابعین اور بعد کے علماء کی وصیتوں کو محفوظ نہیں رکھا جیسا کہ آئمہ طاہرینؑ کی وصیتوں کو محفوظ رکھا گیا ہے۔

ان وصیتوں کا مقصد واحد اللہ کی طرف دعوت دینا، لوگوں کو اس کی اطاعت پر آمادہ کرنا، امت کو صراطِ مستقیم پر ڈالنا اور اس کی اصلاح کا اہتمام کرنا ہے۔

اس میں تعجب بھی نہیں کہ یہی حضرات دین کے محافظ اور دین کے حامل ہیں، ان ہی حضرات سے لوگوں نے دینی معارف اور اپنے نبی کی سنت لی ہے۔

یہاں امام ابو الحسن علی ہادی النقی علیہ السلام کی چند وصیتیں نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ آپ کی ایک وصیت ہے:

نعمتوں کا سامنا کرو، ان کی اچھی دیکھ بھال کرو اور عمدہ طریقے سے ان سے ملاقات کرو، ان کا شکر ادا کر کے ان نعمتوں میں فراوانی چاہو۔

جان لو کہ نفس اس چیز کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے جو اس کو عطا کی جائے اور اس چیز سے زیادہ رکنے والا ہے جو اس سے رد کی جائے، چنانچہ اس کو ایسی سواری پر سوار کرو جو سست رفتار نہ ہو۔ (۲۴)

۲۔ آپ کی ایک وصیت ہے:

فتح بن یزید جرجانی کہتا ہے کہ میں مکہ سے خراسان واپس آ رہا تھا اور ابو الحسن عراق کی طرف جا رہے تھے، ہم دونوں راستے میں ساتھ ہو گئے، اس دوران میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا:

جو اللہ سے ڈرے اور تقویٰ اختیار کرے تو اس سے ڈرا جاتا ہے۔

جو اللہ کی اطاعت کرے، اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔

میں کسی طرح آپ تک پہنچا اور آپ کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا، اور بیٹھنے کا حکم دیا، اول بات جو آپ نے مجھ سے کی یہ تھی:

اے فتح! جو خالق کی اطاعت کرے وہ مخلوق کے ناراض ہونے کی پرواہ نہ کرے، اور جو خالق کو ناراض کرے وہ یقین رکھے کہ خالق مخلوق کی ناراضی سے اس کو دو چار کرے گا۔

خالق کی تعریف و توصیف نہیں کی جاسکتی بجز اس طرح جیسے اس نے خود اپنی توصیف کی ہے۔

اس خالق کی کس طرح توصیف کی جاسکتی ہے جس کے ادراک سے حواس عاجز ہیں، اس کو پانے سے اذہان اور اس کی حد بندی سے دل میں اترنے والی چیزیں اور اس کے احاطہ کرنے سے انسان کی آنکھیں عاجز ہیں۔

وہ اس سے کہیں اعلیٰ اور ارفع ہے کہ وصف کرنے والے اس کی توصیف کر سکیں وہ اس سے کہیں بلند ہے کہ اس کی حمد و تعریف کرنے والے اس کی تعریف کریں، وہ اپنے قرب کے باوجود دور ہے اور بعد کے باوجود قریب ہے، وہ اپنی دوری میں قریب اور قرب میں بعید ہے۔

اسی نے کیفیت کو کیفیت بنایا ہے، چنانچہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس کیفیت میں ہے، اس نے کہاں کو کہاں بنایا ہے، چنانچہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کہاں ہے۔

وہ کیفیت اور اینیت (کہیں ہونا) کو منقطع کرنے والا ہے۔

وہ ایک اکیلا ہے، وہ بے نیاز ہے نہ کسی کو اس نے جنا ہے اور نہ کسی سے وہ پیدا ہوا ہے کوئی اس کا کفو اور ہم پلہ نہیں ہے، اس کا جلال و عظمت جلیل و عظیم (جل جلالہ) ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کس طرح بیان ہو سکتی ہے جب کہ خداوند عالم نے آپؐ کو اپنے نام کے ساتھ قریب کیا ہے اور اپنی عطا میں ان کو شریک کیا ہے جو ان کی اطاعت کرے اس کے لئے میری اطاعت کی جزا واجب قرار دی ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

”وما نقبوا الا ان اغناهم الله ورسوله من فضلة“

(کفار نے) عیب نہیں لگایا مگر اس بات کا کہ ان (مسلمانوں) کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے بے پرواہ اور غنی کر دیا ہے۔

جب وہ ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے، جنہوں نے رسولؐ کی اطاعت ترک کی کہ وہ ان کو جہنم کی آگ کے طبقوں میں اور قطران (تارکول) کے لباس پہنانے کا عذاب دے گا، تو کہیں گے:

”يَا ليتنا اطعنا الله واطعنا الرسول“

ان کی حقیقت کس طرح بیان ہو سکتی ہے اور ان کی تعریف و توصیف کیوں کر کی جاسکتی ہے جس کے اطاعت کو خدا نے جلیل نے اپنے رسولؐ کی اطاعت کا قرین قرار دیا۔

جیسا کہ فرمایا:

”اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم“

اللہ کی طاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اولوالامر کی طاعت کرو۔ اور فرمایا:

”ولور دوة الى الله والى الرسول والى اولى الامر منهم“

اور اگر وہ در کریں اور پلٹائیں رسولؐ اور ان میں سے اولوالامر کی طرف۔ اور فرمایا ہے:

”ان الله يامركم ان تودوا الامانات الى اهلها“

بے شک خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل تک پہنچاؤ۔
اور فرمایا ہے:

”فاسالوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون“ (۲۵)

جو کچھ تم نہیں جانتے اسے اہل الذکر سے پوچھو۔

۳۔ اپنے بعض اصحاب کے لئے آپؐ کی ایک وصیت:

یاد کرو اپنے گھر والوں سے اپنے بچھڑنے کو جب نہ تو طبیب تمہیں روک سے گا اور نہ کوئی دوست تمہیں نفع پہنچا سکے گا۔ (۲۶)

۴۔ آپؐ کی ایک وصیت ہے:

آپؐ کے اور متوکل عباسی کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کے جواب میں آپؐ نے متوکل سے فرمایا:
اس سے صدق و صفائے طلب کر جس سے تو کدورت رکھتا ہے، نہ اس سے وفا کی امید رکھ جس سے تو نے
دھوکہ اور عذر کیا ہے اس سے نصیحت اور خلوص کی خواہش نہ کر جس سے تو براگمان کرتا ہے تیرے غیر کا دل بھی اس
کے لئے تیرے ہی دل کے مانند ہے۔ (۲۷)

آپؐ کے بعض خطوط

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو لوگ اگر ان کے حال پر چھوڑ دیتے تو تاریخ آج ان کی کئی گنا ہدایات محفوظ
رکھتی، اس کی نسبت جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہیں، دنیا ان کی تعلیمات اور علوم سے بھر جاتی، مگر ان کے زمانے
والوں نے ان کو قید کر کے، جلاوطن کر کے، معاشرے میں گوشہ نشینی پر مجبور کر کے اور آخر میں قتل کر کے دنیا والوں کو،
پوری انسانیت کو ایک فیاض چشمے اور بیٹھے گھاٹ سے محروم کر دیا۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے تمام خطبے، وصیتیں اور اقوال سب کے سب دین اسلام کے دفاع، اس کی
حمایت اور اس کی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لئے اور کلمہ اسلام کے اعلاء اور اس کی سر بلندی کے لئے ہیں، یہی
آپؐ سب حضرات کا اول و آخر ہدف تھا۔

یہاں ہم امام ہادی علیہ السلام کے بعض خطوط پیش کرتے ہیں:

۱۔ بغداد کے ایک شیعہ کے نام آپؐ کا خط:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم عصمنا اللہ وایاک من الفتنة فان یفعل فقد تعظم

بہا نعمہ، وان لا یفعل فہی الہلکۃ نحن نری ان الجدل فی القرآن بدعہ اشترک

فِيهَا السَّائِلُ وَالْمَجِيبُ فَتَعَاطَى السَّائِلُ مَا لَيْسَ لَهُ، وَتُكَلَّفُ الْمَجِيبُ مَا لَيْسَ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ الْخَالِقُ إِلَّا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا سِوَاهُ مَخْلُوقٌ، وَالْقُرْآنُ كَلَامُ اللَّهِ لَا تَجْعَلُ لَهُ اسْمًا مِنْ عِنْدِكَ فَتَكُونَ مِنَ الضَّالِّينَ جَعَلْنَا اللَّهُ وَايَاكَ مِنَ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَهُمْ مِنَ السَّاعَةِ مَشْفُقُونَ۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم: خدا ہم کو اور تم کو فتنہ سے محفوظ رکھے، اگر وہ ایسا کرے تو یہ اس کی بہت بڑی نعمت ہوگی اور اگر ایسا نہ کرے تو پھر یہ ہلاکت ہے ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن میں جدال اور جھگڑا بدعت ہے، جس میں سوال کرنے والا اور جواب دینے والا دونوں شریک ہیں، اس لئے کہ سائل نے وہ چیز لیجنی چاہی جو اس کی نہیں اور جواب دینے والے نے اس چیز میں تکلف سے کام لیا ہے جو اس پر لازم نہیں ہے۔

نہیں ہے خالق مگر اللہ عزوجل، اس کے ماسوا مخلوق ہے، قرآن اللہ کا کلام ہے اپنی طرف سے اس کا کوئی نام نہ رکھو، ورنہ گمراہوں میں سے ہو جاؤ گے۔
اللہ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں قرار دے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور قیامت کا خوف رکھتے ہیں۔

۲۔ احمد اسحاق کے خط کے جواب میں آپ کا ایک خط! اس خط میں اس نے روایت (خدا کو دیکھنے) اور لوگوں کا اس سلسلے میں جو نظریہ ہے اس کے بارے میں سوال کیا ہے:

”لَا تَجُوزُ الرُّؤْيَةُ مَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الرَّائِي وَالْمَرَّائِي هَوَاءٌ يَنْفِذُهُ الْبَصَرُ، فَإِذَا انْقَطَعَ الْهَوَاءُ وَعَدِمَ الضِّيَاءُ بَيْنَ الرَّائِي وَالْمَرَّائِي لَمْ تَصَحِّ الرُّؤْيَةُ، وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْاِشْتِبَاهُ لِانِ الرَّائِي مَتَى سَاوَى الْمَرَّائِي مَتَى سَاوَى الْمَرَّائِي مِنَ السَّبَبِ الْمَوْجِبِ بَيْنَهُمَا فِي الرُّؤْيَةِ وَجِبَ الْاِشْتِبَاهُ، وَكَانَ مِنْ ذَلِكَ التَّشْبِيهِ لِانِ الْاَسْبَابِ لَا بَدَّ مِنْ اتِّصَالِهَا بِالْمَسِيَّاتِ۔“ (۲۸)

ترجمہ: کسی چیز کو اس وقت تک دیکھنا ممکن نہیں جب تک دیکھنے والے اور جس کو دیکھا جا رہا ہے ان کے درمیان ایسی فضا نہ ہو نگاہ جس کے پار ہو جائے، جب ہوا اور فضا منقطع ہو اور دیکھنے والے اور دیکھے جانے والی چیز کے درمیان روشنی نہ ہو تو رویت اور دیکھنا صحیح نہیں ہوتا، اس میں غلطی ہو جاتی ہے کیونکہ دیکھنے والا اس سبب (MEDIUM) کی وجہ سے، جو دونوں کے درمیان رویت کا ذریعہ ہے،

دیکھی ہوئی چیز کے مساوی ہو تو اشتباہ اور غلطی ضروری ہے۔
 اسی سے تشبیہ ہے، کیونکہ اسباب کے لئے مسببات سے متصل ہونا ضرور ہے۔
 ۳۔ توحید کے بارے میں کسی کے سوال کے جواب میں آپ کا ایک خط:

”ولم یزل اللہ موجود اثم کون ما اراد لا راد لقضائه، ولا معقب لحکمه، تاہت
 اوہام المتوہمین، وقصر طرف الطارفین، وتلاشت اوصاف الواصفین،
 واضمحلت اقوال المبتطلین، عن الدرك لمجیب شانہ، او الوقوع بالبلوغ
 علی علو مکانہ، فهو بالموضع الذی لا یتناهی، وبالمکان الذی لم یقع علیہ فیہ
 عیون بأشارۃ ولا عبارة، ہیہات ہیہات“ (۲۹)

ترجمہ: خدا ہمیشہ سے موجود ہے اس کے بعد اس نے تکوین کی اور جس کو چاہا وجود دیا، اس کے فیصلے کو
 کوئی رد کرنے والا نہیں اور نہ ہی کوئی اس کے حکم کو پس پشت ڈال سکتا ہے، وہم و گمان کرنے والوں
 کے اذہان سرگرداں ہیں اور دیکھنے والوں کی نگاہیں قاصر ہیں وصف کرنے والوں کی توصیفیں پراگندہ
 اور سرگرداں ہیں، اس کی عجیب شان کے ادراک اور اس کے بلند مقام کے شعور کی کوششوں میں باطل
 نظریہ رکھنے والوں کے اقوال نابود ہو جاتے ہیں، وہ اس مقام پر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور اس
 منزل پر ہے جہاں نہ آنکھیں اشارہ کر سکتی ہیں اور نہ کسی بھی عبارت و اسلوب سے بیان کیا جاسکتا
 ہے، ہیہات ہیہات ہیہات بہت دور بہت دور کی بات ہے۔

آپ کے حکیمانہ اقوال

یہاں ہم امام علی ہادی النقی علیہ السلام کے جاودا کلمات، قیمتی توجیہات اور حکمت آمیز تعلیمات پیش کر
 رہے ہیں۔

اس سے مقصد ان عمدہ کلمات کو صرف کتاب میں محفوظ کرنا نہیں بلکہ ہم سب کے لئے ضروری ہے کہ ہم
 ان حکمتوں اور نصیحتوں سے بھرے ہر جملے پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور امام علیہ السلام کا جو مقصد ہے اس کی
 پیروی کریں اس طور ہمیں یقیناً خیر و بھلائی اور دائمی سعادت حاصل ہوگی۔
 وہ کلمات یہ ہیں:

۱۔ آپؑ نے فرمایا: وہ ظالم جو علم رکھتا ہے قریب ہے کہ اس کے علم کی وجہ سے اس کا ظلم
 معاف کر دیا جائے، اور وہ حق پرست جو نادان ہے قریب ہے کہ اس کے حق کی روشنی اس کی بیوقوفی اور

نادانی کی وجہ سے بجھ جائے۔

۲۔ آپؐ نے اس شخص سے جس نے اپنے بیٹے کی آپؐ کے سامنے مذمت کی تھی فرمایا: عقوق اور والدین کی نافرمانی موت ہے اس کی جسے (بظاہر) موت نہیں آئی (یا گم شدہ ہونا ہے) اس کا جو (بظاہر) گم نہیں ہوا۔

۳۔ جس کا تو مالک ہے اس پر غضبناک ہونا قابل ملامت ہے۔

۴۔ ہشیاری کو آگے بڑھ کر پکڑنے سے کوتاہی کی حسرتوں کو یاد کر۔ (۳۰)

۵۔ جو اللہ سے ڈرے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے، جو اللہ کی اطاعت کرے اس کی اطاعت کی جاتی ہے، جو اللہ کی اطاعت کرے اس کو مخلوق کی ناراضگی کی پروا نہیں کرنی چاہیے، جو خالق کو ناراض کرے اس کو یقین کر لینا چاہیے کہ اس کو مخلوق کی ناراضگی سے دو چار ہونا ہے۔

۶۔ بے شک اللہ نے دنیا کو ابتلاء اور مصائب کا گھر قرار دیا ہے اور آخرت کو عقبیٰ اور اچھے انجام کا گھر، دنیا کی ابتلاء کو آخرت کے ثواب کا سبب بنا دیا ہے آخرت کے ثواب کو دنیا کی ابتلاء کا عوض بنایا ہے۔

۷۔ لوگ دنیا میں اموال کے ساتھ اور آخرت میں اعمال کے ساتھ ہیں۔

۸۔ حسد حسنا اور نیکیوں کو مٹا ڈالتا ہے اور بغض و نفرت کو اپناتا ہے انسان کا اترنا اس کو طلب علم سے روک دیتا ہے، اور پستی اور جہالت کی طرف لے جاتا ہے، بخل زیادہ قابل مذمت خلق ہے طمع اور لالچ بری عادت ہے، مذاق اور تمسخر بیوقوفوں کی خوش طبعی اور جاہلوں کا ہنر ہے، عقوق یعنی والدین کی نافرمانی اپنے پیچھے قلت اسباب لاتی ہے اور ذلت تک پہنچاتی ہے۔

۹۔ نیکی کرنے والا خیر و نیکی سے بہتر ہے اچھی اور جمیل بات سے اس کا کہنے والا زیادہ جمیل و خوبصورت ہے، علم سے زیادہ ترجیح اہل علم کو ہے، برائی سے زیادہ برا اس کو اپنانے والا اور برائی لانے والا ہے، خوف اور گھبراہٹ سے زیادہ خوف ناک اس کو اپنے اوپر مسلط کرنے والا ہے۔

۱۰۔ حسد کرنے سے بچو کیونکہ تم میں اس کا اثر واضح ہوتا ہے جب کہ تمہارے دشمن میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ (۳۱)

۱۱۔ بدترین مصیبت بد خلقی ہے۔

۱۲۔ دنیا ایک بازار ہے جس میں ایک قوم نفع کماتی ہے اور دوسری خسارے میں رہتی ہے۔

۱۳۔ صبر کرنے والے کے لئے ایک مصیبت ہے اور جزع فزع کرنے والے کے لئے دو مصیبتیں ہیں۔

۱۴۔ حکمت اور دانائی فاسد اور بری طبیعتوں اور مزاجوں میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ (۳۲)

۱۵۔ جو شخص اپنی محبت و مودت اور رائے تیرے لئے جمع کر دے تو تو اس کے لئے اپنی اطاعت و

فرمانبرداری جمع کر دے۔

- ۱۶۔ جس کا نفس اس کے نزدیک حقیر و ذلیل ہو اس کے شر و برائی سے نڈر نہ رہنا۔ (۳۳)
- ۱۷۔ جو خدا کے عذاب سے اور دردناک گرفت اور مواخذہ سے اپنے کو مامون سمجھتا ہے وہ متکبر ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ اس کی قضا و قدر اور نافذ ہونے والا حکم اس پر جاری ہو جاتا ہے۔
- جو اپنے رب پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہو اس پر دنیا کے مصائب آسان ہو جاتے ہیں خواہ اس کو قینچیوں سے کاٹا جائے اور اس کو نشتر لگائے جائیں۔
- ۱۸۔ شکر کرنے والا شکر کی وجہ سے زیادہ سعادت مند ہے اس نعمت سے جس کی وجہ سے شکر واجب ہوا تھا کیونکہ نعمتیں تو فائدے اٹھانے کی چیزیں ہیں مگر اس کو نعمتیں بھی ملیں اور اس کا انجام بھی اچھا ہوا۔ (۳۴)
- ۱۹۔ جھگڑنا پرانی دوستی میں رخنہ ڈال دیتا ہے، مضبوط گروہوں کو کھول دیتا ہے اس میں جو چیز کم سے کم مضمر ہے وہ ایک دوسرے پر غلبہ پانا ہے ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش دوستی کو درہم برہم کرنے کا سبب ہے۔
- ۲۰۔ برے لوگوں سے میل جول رکھنا، میل جول رکھنے والے کی برائی کی دلیل ہے نعمتوں کا کفران اور ناشکری اترانے اور بہک جانے کی علامت ہے اور سبب ہے تغیر نعمت کا ہٹ دھرمی سلامتی کو چھین لیتی ہے اور پشیمانی اور ندامت تک پہنچاتی ہے، غیبت کرنا بیوقوفوں کی خوش طبعی اور جاہلوں کا ہنر ہے۔
- ۱۲۔ جہالت اور بخل مذموم ترین اخلاق ہیں۔
- ۲۲۔ حسن صورت ظاہری جمال ہے اور حسن عقل باطنی جمال ہے۔
- ۲۳۔ غنی اور تو نگری تیرے ملک کے کم ہونے اور قدر کفایت پر تیرے راضی ہونے میں ہے، فقر وفاقہ نفس کا حریص ہونا ہے، ذلت و خواری چھوٹی سی چیز کے پیچھے جانا اور حقیر اور معمولی چیز میں سوچ بچار کرنا اور الجھے رہنا ہے۔
- ۲۴۔ تیز رفتار سواری پر سوار ہونے والا اپنے نفس کا قیدی ہے جاہل اپنی زبان کا قیدی ہے۔ (۳۵)
- ۲۵۔ تقدیریں تجھے وہ کچھ دیکھاتی ہیں جو تیرے دل میں نہیں اترتا۔
- ۲۶۔ جو شخص اپنے نفس پر راضی اور خوش ہے اس سے ناراض اور بغض رکھنے والے بہت سے ہیں۔ (۳۶)

آپ کے بعض جوابات

ہمارے علماء رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں میں آئمہ علیہم السلام کے معجزات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، پانچویں

صدی کے علماء میں سے شیخ حسین بن عبدالوہاب ہیں جنہوں نے عیون المعجزات نام کی کتاب لکھی ہے جس میں آئمہ اطہار علیہم السلام کے بعض معجزات کا ذکر کیا ہے، اسی طرح سید ہاشم بحرانی نے اپنی مفصل کتاب ”مدینۃ المعجز“ میں ایسے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔

ہم نے اپنی اس کتاب میں اختصار سے کام لیا ہے، اس لئے ان کی تفصیل یہاں نہیں دی جاسکتی، بہر صورت اگر آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق گفتگو کرنے والے انصاف سے کام لیں تو انہیں تمام آثار میں معجزہ نظر آئے گا۔

محترم قارئین ان کے جوابات اور جو علوم و فنون اس ضمن میں درج ہیں اس کو ضرور محسوس کریں گے، تعجب اس بات پر ہے کہ یہ جوابات ان حضرات نے فوری طور پر فی البدیہہ دیئے۔ ہم یہاں امام ابوالحسن ہادیؑ کے بعض جوابات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ یحییٰ بن ہرثمہ کہتا ہے کہ متوکل عباسی بیمار ہوا تو اس نے نذرمانی کہ اگر اس بیماری سے صحت یاب ہو گیا تو ”درہم کثیرہ“ کا صدقہ دے گا وہ بیماری سے شفا یاب ہو گیا فقہا سے نذر کے بارے میں سوال کیا، جب وہ کوئی مخصوص جواب نہ دے سکے تو اس نے حضرت علی نقیؑ کے پاس کسی کو بھیجا اور آپؑ سے سوال کیا، آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ ترا سی دینا صدقہ دے۔

متوکل عباسی نے دریافت کیا کہ آپؑ یہ فتویٰ کس بنا پر دے رہے ہیں۔
آپؑ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کے اس ارشاد سے:

”لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین“

ہم نے تمہاری مدد موطن کثیرہ (بہت سے مواقع) پر اور جنگ حنین کے دن کی۔

مواطن کثیرہ وہی جملہ ہے، بنی اکرمؑ نے ۲۷ غزوہ لڑے اور ۶۵ سرایا بھیجے آپؑ کا آخری غزوہ جنگ حنین ہے، متوکل عباسی کو اس جواب سے تعجب ہوا آپؑ کی خدمت میں بہت سامال بھیجا، آپؑ نے فرمایا کہ یہ ترا سی دینا واجب ہیں، اس کے علاوہ جتنا چاہے صدقہ میں دے۔ (۳۷)

۲۔ موسیٰ بن محمد بن علی رضا کہتے ہیں کہ یحییٰ بن اکثم سے میری ملاقات دارالعامہ میں ہوئی تو اس نے کئی ایک مسائل مجھ سے پوچھے، وہ سن کر میں اپنے بھائی علی ہادی بن محمد تقی کے پاس آیا، میرے اور ان کے درمیان ایسی پسند و نصح سے بھری گفتگو ہوئی جس نے مجھے ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف مائل کیا۔

میں نے ان سے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں ابن اکثم نے ایک تحریر کے ذریعے مجھ سے کئی مسائل کے بارے میں فتویٰ مانگا ہے۔

یہ سن کر آنجنابؑ ہنس پڑے اور پوچھا کہ کیا تم نے فتویٰ دے دیا؟

میں نے عرض کیا: میں کچھ نہیں جانتا، میں کیا فتویٰ دیتا۔

آپؐ نے دریافت فرمایا: وہ مسائل کیا ہیں۔

میں نے عرض کیا: وہ اللہ کے اس قول کے بارے میں سوال کرتا ہے کہ!

”قال الذی عندہ علم من الکتب انا اتيک به قبل ان یرتد الیک طرفک“

جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا اس نے کہا کہ میں اسے تیرے پاس لے آؤں گا اس سے پیشتر کہ تیری آنکھ جھپکے۔

تو کیا اللہ کا نبی آصف کے علم کا محتاج تھا؟

خدا کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا ہے کہ:

”ورفع ابویہ علی العرش وخر والہ سجدا“

اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بلند کیا، وہ لوگ اس کے لئے سجدے میں گر پڑے، یعنی یعقوبؑ اور ان کے بیٹوں نے یوسفؑ کے لئے سجدہ کیا حالانکہ وہ (یعقوبؑ و یوسفؑ) نبی تھے، پھر اس آیت کے متعلق سوال کیا ہے کہ:

”فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فاسأل الذین یقرءون الکتاب“

اگر تجھے اس چیز کے بارے میں شک ہے جو ہم نے تیری طرف نازل کی ہے تو جو کتاب کو پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لے۔

اس آیت کا مخاطب کون ہے؟ اگر مخاطب نبیؐ ہیں تو گویا آپؐ نے (معاذ اللہ) شک کیا، اگر مخاطب کوئی اور ہے تو وہ کون ہے جس پر کتاب نازل ہوئی؟
خدا کے اس قول کے بارے میں بھی سوال کیا ہے کہ:

”ولوان ما فی الارض من شجرة اقلام والبحر یمده من بعدہ سبعته ابحر ما

نفدت کلمات اللہ“

اگر زمین میں جتنے درخت ہیں وہ قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی، اس کی سات سمندر مدد کریں، پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں۔

یہ سمندر کیا ہیں اور کہاں ہیں؟

اور خدا کے اس قول کے بارے میں بھی کہ:

”وفیہا ما تشہیہ النفس وتلذ الاعین“

اس میں جو کچھ نفس چاہتے ہیں وہ موجود ہے اور جس سے آنکھوں کو لذت حاصل ہوتی ہے، تو آدم کے نفس نے چاہا گندم کھانا اور انہوں نے کھا لیا اور پھر۔

”وفیہا ماتشتہی الانفس“

کی اطاعت کی، تو ان کو کس طرح سزا ملی۔

پھر خدا کے اس قول کے بارے میں بھی سوال کیا ہے کہ:

”او یزوجہم ذکرانا وانا ثا“

ان کی تزویج کرے گا مذکروں اور مونثوں سے۔

کیا خدا اپنے بندوں کی مذکروں سے تزویج کرے گا (معاذ اللہ) حالانکہ اس نے اس قوم کو سزا دی جنہوں نے یہ کام کیا تھا۔

عورت کی شہادت کے بارے میں سوال کیا ہے جہاں اکیلی عورت کی شہادت جائز ہے، جب کہ خداوند تعالیٰ کہتا ہے کہ:

”واشہدوا ذوی عدل منکم“

گواہی قبول کرو اپنے میں سے دو صاحبان عدل مردوں کی۔

خنثی کے بارے میں حضرت علیؑ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا ہے کہ وہ پیشاب کی جگہ سے پیچانا جائے۔

اس کو پیشاب کرتے وقت کون دیکھے ہو سکتا ہے کہ وہ عورت ہو جب کہ اس کو دیکھنے والے مرد ہوں، ہو سکتا ہے کہ وہ مرد ہو جب کہ اس کی طرف دیکھنے والی عورتیں ہوں اور یہ جائز نہیں، پڑوسی کی شہادت کے بارے میں بھی سوال کیا ہے جو قابل قبول نہیں۔

اس شخص کے بارے میں سوال کیا ہے جو کسی بھیڑ بکریوں کے ریوڑ میں آیا اور دیکھا کہ چرواہا ان میں سے کسی بکری پر چڑھا ہوا تھا، جب اس کی نظر مالک پر پڑی تو اس کو چھوڑ دیا، وہ بکری ریوڑ میں گھل مل گئی، اس بکری کو کس طرح ذبح کیا جائے اور اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

صبح کی نماز کے بارے میں سوال کیا ہے کہ اس میں جہر (بلند آواز سے پڑھنا) کیوں ہے، جب کہ وہ دن کی نماز ہے جہر رات کی نماز میں ہوتا ہے۔

حضرت علیؑ کے اس قول کے بارے میں بھی پوچھا ہے جو آپؐ نے ابن جرموز سے کہا تھا کہ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی آگ کی بشارت دے، لیکن آپؐ نے اسے قتل نہیں کیا حالانکہ آپؐ امام تھے۔

بیجی ابن اکثم نے پوچھا ہے کہ مجھے حضرت علیؑ کے اہل صفین کو قتل کرنے کے بارے میں بتاؤ کہ آپؑ نے یہ حکم دیا کہ چائے وہ آگے بڑھ رہے ہوں یا پیچھے ہٹ رہے ہوں ان کو قتل کیا جائے، پھر زخمیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

مگر جنگ جمل میں آپؑ کا حکم تھا کہ جو پشت پھیرے اس کو قتل نہ کیا جائے، زخمی کو بھی قتل کرنے سے منع فرمایا، یہ بھی فرمایا کہ جو اپنے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے، جو اپنا ہتھیار ڈال دے وہ بھی مامون ہے۔
ایسا آپؑ نے کیوں کیا؟ اگر پہلا حکم صحیح ہے تو دوسرا غلط ہوگا۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ جس نے لواطت کرنے کا اقرار کیا ہے کیا اس پر حد جاری کی جائے گی یا اس سے حد اٹھ جائے گی؟
یہ سب سن کر آپؑ نے فرمایا اس کو لکھو۔

میں نے عرض کیا فرمائیے۔

فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم: خدا تجھے رشد و ہدایت کی توفیق دے۔ مجھے تیرا خط پہنچا جس میں تو نے ہمارا فریب اور مکر کے ذریعے امتحان لینا چاہا ہے کہ اگر ہم سے جواب میں کوتاہی ہو تو تو اپنے کو کامیاب سمجھے، خدا تجھے تیری نیت کا بدلہ دے گا۔

ہم نے تیرے مسائل کی تشریح کر دی ہے، ان کو پوری توجہ سے سمجھنے کی کوشش کر کہ اس کے ذریعے تجھ پر حجت لازم ہو چکی ہے۔ والسلام

تو نے اللہ عز وجل کے اس قول کے بارے میں سوال کیا ہے کہ:

”قال الذی عندہ علم من الکتاب“

اور اس نے کہا جس کے پاس کتاب میں سے کچھ علم تھا۔

وہ آصف بن برخیا تھا، حضرت سلیمانؑ اس چیز کی معرفت سے بے بہرہ نہیں تھے جو کہ آصف جانتا تھا، دراصل حضرت سلیمانؑ چاہتے تھے کہ ان کی امت کے جن و انس پہچان لیں کہ ان کے بعد آصف حجت ہے۔

وہ بات حضرت سلیمانؑ کے علم کا ایک حصہ تھا جو انہوں نے حکم خدا سے آصف کو ودیعت کیا تھا، آصف نے اس کو سمجھ لیا تھا تا کہ اس کی امامت و ولایت و رہبری میں اختلاف نہ ہو جس طرح حضرت سلیمانؑ نے حضرت داؤدؑ کی زندگی میں اس علم کو سمجھ لیا تھا تا کہ ان کے بعد حضرت سلیمانؑ کی نبوت و امامت پہچانی جائے اور اس طرح مخلوق پر حجت کی تاکید ہو جائے۔

اب رہا حضرت یعقوبؑ اور ان کی اولاد کا سجدہ کرنا، وہ اللہ کی اطاعت اور حضرت یوسفؑ کی محبت میں تھا،

جس طرح آدمؑ کے لئے ملائکہ کا سجدہ کرنا، آدمؑ کو سجدہ کرنا نہیں تھا بلکہ وہ اللہ کی اطاعت اور ان کی طرف سے آدمؑ کی محبت کا ظہار تھا۔

چنانچہ حضرت یعقوبؑ اور ان کی اولاد کا حضرت یوسفؑ کو سجدہ کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے تھا کہ اس نے ان سب کو یکجا کر دیا تھا، کیا نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسفؑ اسی وقت خدا کے شکر میں کہتے ہیں:

”رب قد آتیتنی من الملك وعلمتني من تاويل الاحاديث الخ“

پروردگار تو نے مجھے ملک دیا اور مجھے خواب کی باتوں کی تاویل بھی سکھائی خدا کا یہ قول کہ:

”فان كنت في شك مما انزلنا اليك فاسال الذين يقرءون الكتاب“

اگر تجھے اس میں شک ہے جو ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے تو ان سے سوال کر جو کتاب پڑھتے ہیں۔

اس آیت میں مخاطب رسول اللہؐ ہیں مگر جو اللہ نے آپؐ کی طرف نازل کیا تھا اس میں آپؐ کو شک نہیں تھا بلکہ جاہلوں نے کہا تھا کہ خدا نے ملائکہ میں سے کیوں نبی مبعوث نہیں کیا، خدا نے اپنے نبی اور عام انسانوں میں فرق نہیں کیا کہ وہ کھانے پینے اور بازار میں چلنے پھرنے سے بالا ہوتا اور ان باتوں کی اسے ضرورت نہ ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی طرف وحی کی:

”فاسال الذين يقرءون الكتاب“

ان جاہلوں کے سامنے سوال کرو، ان لوگوں سے جو کتاب پڑھتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے جو رسولؐ بھیجے وہ کھانا نہیں کھاتے تھے اور بازاروں میں نہیں چلتے پھرتے تھے؟ تمہارے لئے ان میں اسوہ اور نمونہ ہے، اور یہ جو اس نے کہا ہے کہ:

”فان كنت في شك“

تو آپؐ کو شک نہیں تھا مگر انصاف کرتے ہوئے کہا ہے، جیسا کہ اس آیت میں فرمایا:

”تعالو اندع ابناء کم ونساء ناونساء کم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل“

”فنجعل لعنہ اللہ علی الکاذبین“

آؤ ہم بلا تے ہیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو، پھر گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر۔

وہ مباہلہ قبول ہی نہ کرتے حالانکہ خداوند عالم کو علم تھا کہ اس کا بیٹا اس کے پیغامات کو پہنچاتا ہے اور وہ جھوٹوں میں سے نہیں، اسی طرح نبیؐ بھی جانتے تھے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس میں وہ سچے ہیں، مگر اللہ نے پسند

کیا کہ اپنی طرف سے انصاف سے کام لے۔
اب رہا خدا کا یہ قول کہ:

”ولو ان مافی الارض من شجرة اقلام والبحر يمده من بعده سبعة ابحر
ما نفدت کلمات اللہ“

اگر زمین کے سارے درخت قلم بن جائیں اور سمندر دوات اور اس کے علاوہ سات سمندر مدد دیں
پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں۔

یعنی ساری دنیا کے درخت قلم بن جائیں اور موجودہ سمندر کو ایسے سات سمندر مدد دیں اور زمین کے چشمے
پھوٹ پڑیں تو وہ ختم ہو جائیں گے، اس سے پہلے کہ اللہ کے کلمات ختم ہوں۔
وہ چشمے یہ ہیں: کبریت کا چشمہ، یمن کا چشمہ، برہوت کا چشمہ، طبریہ کا چشمہ، گرم پانی کا چشمہ، ماسبند ان،
افریقہ کا گرم پانی کا چشمہ، لسان، اور بحرون کا چشمہ۔

ہم وہ اللہ کے کلمات ہیں جو ختم نہیں ہوتے اور نہ ہمارے فضائل کا ادراک ہو سکتا ہے اب رہی جنت تو اس
میں ایسے کھانے پینے اور دوسرے مشاغل ہوں گے جن کو نفوس چاہیں گے اور آنکھیں ان سے لذت حاصل کریں
گی، یہ سب اللہ نے آدمؑ کے لئے مباح قرار دیئے تھے، وہ درخت جس سے اللہ نے آدمؑ علیہ السلام اور ان کی
زوجہ کو کھانے سے منع کیا تھا وہ حسد (ریشم) کا درخت تھا، ان سے عہد لیا تھا کہ وہ دونوں ان کی طرف جن کو خدا
نے اپنی تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے حسد و ریشم کی نظر سے نہ دیکھیں۔ انہوں نے اس عہد کو چھوڑ دیا اور ریشم کی
نگاہ سے دیکھا، مگر خدائے تعالیٰ نے اس میں عزم و ارادہ نہیں پایا تھا۔
اب رہ گیا خداوند عالم کا یہ قول:

”وریز وجهہ ذکرانا وانا“

یعنی ان کی مذکر اور مونث اولاد پیدا ہوگی اور ہر دو افراد کو جو ایک دوسرے کے قرین اور ساتھی زوجین
کہا جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک زوج ہے۔

معاذ اللہ کہ خداوند جلیل کی مراد وہ ہے جس کی طرف تو نے (مکر سے) اشارہ کیا ہے، (حقیقت کو چھپاتے
ہوئے جس کو ظاہر کیا ہے) جس کے ذریعے تو گناہوں کے ارتکاب کی رخصت چاہتا ہے۔

”ومن یفعل ذلک یلق اثاماً، یضاعف له العذاب یوم القیمتہ ویکلد فیہا“

”مہانا“

اور جو ایسا کرے وہ اپنے گناہ کی سزا پائے گا، قیامت کے دن اس کا کئی گنا عذاب ہوگا، وہ ذلت و

رسوائی کے ساتھ اس میں رہے گا،

اگر وہ توبہ نہ کرے۔ (۳۸)

وہ عورت جس کی اکیلی گواہی قابل قبول ہے وہ دایہ ہے کہ جس کی شہادت جائز ہے اگر وہ پسندیدہ اور اچھی عورت ہو، ورنہ کم از کم دو عورتیں ہوں، دو عورتیں ضرورت کے تحت ایک مرد کے بدلے میں ہیں کیونکہ مرد کے لئے ممکن نہیں کہ وہ عورتوں کا قائم مقام ہو، اگر ایک ہی عورت ہو اس کی قسم کے ساتھ تو اس کا قول قابل قبول ہے۔

اور اب خنثی کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کا قول تو وہ ویسا ہی ہے جیسا آپؐ نے فرمایا: عادل افراد ہاتھ میں آئینہ لے کر دیکھیں گے جب کہ خنثی ان کے پیچھے ننگا کھڑا ہوگا، اور وہ آئینوں میں دیکھیں گے اور ہیولا دیکھ کر اس پر حکم لگائیں گے۔

وہ شخص جو چرواہے کو کسی بکری پر چڑھا ہوا دیکھے، اگر وہ اس بکری کو پہچان لے تو اس کو ذبح کر کے جلا دے، اگر نہ پہچانے تو بکریوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان کے درمیان قرعہ ڈالے، جب قرعہ ایک حصے پر پڑے تو دوسرا حصہ بچ جائے گا تو دوبارہ اس کو تقسیم کرے اور قرعہ ڈالے، اسی طرح کرتا رہے یہاں تک کہ دو بکریاں باقی رہ جائیں، ان میں بھی قرعہ ڈالے، جس کے نام قرعہ نکلے اس کو ذبح کر کے جلا دیا جائے، اس طرح باقی بکریاں بچ جائیں گی۔

اب رہا کہ صبح کی نماز بالجہر (بہ آواز بلند) اس لئے کہ بنی اکرم نماز فجر رات کے آخری حصے کی تاریکی میں پڑھتے تھے چنانچہ اس کی قرات رات سے تعلق رکھتی ہے۔

دوسرے یہ کہ حضرت علیؑ کا یہ قول کہ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے تو وہ رسول اللہؐ کے ارشاد کے مطابق ہے کیونکہ یہ شخص ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے نہروان کی جنگ میں خروج کیا تھا، امیر المؤمنینؑ نے اس کو قتل اس لئے نہیں کیا کہ آپؐ جانتے تھے کہ وہ نہروان کے فتنے میں قتل ہوگا۔

تمہارا یہ کہنا کہ حضرت علیؑ نے اہل صفین کو آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دونوں صورتوں میں قتل کیا اور ان کے زخمی کے قتل کو بھی جائز قرار دیا، جب کہ جنگ جمل میں بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا اور زخمی کا قتل جائز قرار نہیں دیا، جس نے ہتھیار پھینک دیا اس کو امان دے دی اور جو اپنے گھر میں داخل ہو گیا وہ مامون ہو گیا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اہل جمل کا امام و رئیس قتل ہو گیا تھا اور ان کا کوئی گروہ اور جتھا باقی نہیں رہا تھا کہ جس کے پاس وہ پلٹ کر تازہ دم ہونے کے لئے جاتے، بلکہ لوگ اپنے گھروں کی طرف پناہ لینے بھاگے، وہ نہ اب جنگ کر رہے تھے اور نہ مخالفت کر رہے تھے، نہ ہی اعلان جنگ کر رہے تھے۔ جنگ روک دی جائے وہ اس پر راضی تھے۔

اسی لئے آپؐ کا حکم یہ تھا کہ ان سے تلوار اٹھالی جائے اور ان کو اذیت نہ پہنچائی جائے انہوں نے آپؐ کے

خلاف اپنے انصار اور مددگار کو نہیں بلایا تھا۔

اس کے برعکس اہل صفین ایک مستعد اور تیار دستے کی طرف بھاگ کر پہنچتے تھے، اپنے قائد کے پاس جاتے تھے جو ان کو ہتھیار، زرہ، نیزے اور تلواریں دوبارہ مہیا کرتا تھا، ان کے انعام و اکرم میں اضافہ کرتا تھا، ان کی پذیرائی کرتا، ان کے زخمیوں اور بیماروں کی عیادت کرتا، زخمیوں کی مرہم پٹی اور ہڈی کو جوڑنے کا بندوبست کرتا، پیادہ کو سواری دیتا، جس کا لباس بوسیدہ ہو چکا ہوتا اس کو لباس دیتا اور اس طرح تازہ دم ہو کر وہ دوبارہ میدان جنگ کی طرف لوٹتے، چنانچہ آپؐ نے ان دو گروہوں کے لئے ایک ہی حکم نہیں دیا (اگر امیر المومنینؑ کا صفین اور جمل میں حکم نہ ہوتا، المناقب کے نسخے میں یہ عبارت ہے) تو اہل توحید سے جنگ کی صورت میں حکم معلوم نہ ہو سکتا۔ مگر آپؐ نے ان کے لئے اس کی تشریح کر دی۔

جو اعراض کرے اس نے اپنے آپؐ کو تلوار پر پیش کیا یہاں تک کہ وہ اس سے توبہ کرے۔

اب رہ گیا وہ شخص جس نے لواطت کا اعتراف کیا ہے، اس پر کوئی گواہ قائم نہیں ہوئے بلکہ اس نے اپنی خواہش سے خود اقرار کیا ہے، چنانچہ اللہ کی طرف سے جو امام ہے اس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے سزا دے، یہ بھی اسے حق ہے کہ اللہ کی طرف سے اس پر احسان کرے، کیا تو نے اللہ کا قول نہیں سنا:

”هَذَا عَطَاؤُنَا.....الایۃ“

یہ ہماری عطا ہے۔

ہم نے تجھے تمام سوالات کے جوابات دے دیئے ہیں، پس اسے جان لے۔ (۳۹)

۳۔ عباس بن ہلال کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں سوال کیا۔

”اللہ نور السموات والارض“

تو آپؐ نے فرمایا یعنی ان کی ہدایت اور رہبری کرنے والا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ (۴۰)

۴۔ متوکل عباسی کے دربار میں علماء اور فقہاء میں ذکر آیا کہ (حج کرنے کے بعد۔ مترجم) حضرت آدمؑ کا سرکس نے مونڈا تھا تو کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔

متوکل نے کہا کہ کسی کو علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ رضا کے پاس بھیج دو اور ان کو بلاؤ۔

آپؐ تشریف لائے تو آپؐ کے سامنے وہ سوال پیش کیا گیا۔

آپؐ نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی میرے والد نے میرے جد سے، انہوں نے اپنے والد سے اپنے

جد سے، انہوں نے کہا کہ اللہ نے جبریل کو حکم دیا کہ وہ جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت لے کر نازل ہوں، وہ اس کو لے کر نازل ہوئے اور اس کو حضرت آدمؑ کے سر پر پھیرا تو ان کے بال اتر گئے، جہاں جہاں تک اس کا نور اور چمک دمک پہنچی وہ جگہ حرم ہو گئی۔

۵۔ علی بن ابراہیم طالقہی کہتا ہے کہ متوکل عباسی کے ایک مرتبہ حلق پر پھوڑا نکل آیا جس کی تکلیف سے وہ قریب المرگ ہو گیا کوئی طبیب اس کی جرات نہیں کرتا تھا کہ خلیفہ کے حلق پر نشتر لگائے۔
متوکل کی ماں نے ابوالحسن علی بن محمدؑ کے لئے نذرمانی کہ اگر اس کا بیٹا اس بیماری سے شفا پا گیا تو وہ آپؑ کی خدمت میں بہت سا اپنا مال پیش کرے گی۔

ساتھ ہی ساتھ فتح بن خاقان نے متوکل سے کہا کہ اگر آپ ابوالحسنؑ کے پاس کسی کو بھیج کر ان سے پوچھیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس تکلیف کے رفع ہونے کا کوئی علاج بتا دیں، متوکل راضی ہو گیا چنانچہ اس کا قاصد آپؑ کے پاس گیا اور تفصیل بیان کی۔

آپؑ نے فرمایا کہ بکری کی بینگیاں لے کر عرق گلاب میں بھگو دیں اور پھر اس کو زخم پر لگا دیں اسی رات پھوڑا آبسانی پھوٹ جائے گا، اسی سے شفا ہو جائے گی۔ انشاء اللہ

قاصد واپس آیا اور علاج بتایا تو متوکل کے درباریوں نے اس کا خوب مذاق اڑایا، اس پر فتح نے کہا کہ تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے، خدا کی قسم ہے کہ میں اس کے ذریعے اچھا ہونے کی امید رکھتا ہوں۔

چنانچہ وہ دوا بنائی گئی اور پھوڑے پر لگا دی گئی، اسی رات وہ پھوڑا پھوٹ گیا، سارا پیپ اور مواد بہہ گیا اور متوکل نے اس شدید درد اور تکلیف سے چھٹکارا پایا۔ (۴۱)

۶۔ آپؑ سے علی بن جعفر نے سوال کیا کہ ہم میں سے دین سے زیادہ شدید محبت کرنے والا کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ تم میں سے جو اپنے صاحب (امام) سے زیادہ شدت سے محبت کرتا ہے۔ (۴۲)

۷۔ متوکل کے سامنے ایک عیسائی لایا گیا جس نے ایک مسلمان عورت سے بدکاری کی تھی، جب اس نے چاہا کہ اس پر حد جاری کرے تو وہ عیسائی مسلمان ہو گیا۔

یہ دیکھ کر یحییٰ بن اکثم نے کہا کہ اسلام اور ایمان اپنے سے پہلے کے گناہوں کو محو کر دیتا ہے، بعض دوسروں نے کہا کہ اس شخص پر تین حدیں لگائی جائیں۔

متوکل عباسی نے علی بن محمدؑ علیہ السلام کو خط لکھ کر اس بارے میں دریافت کیا، آپؑ نے جواب میں لکھا کہ اس کو اتنا مارا پیٹا جائے گا یہاں تک کہ وہ مرجائے۔

فقہا نے اس فیصلے کو تسلیم نہیں کیا تو متوکل نے آپؑ کو دوبارہ لکھا کہ اس فتویٰ کی علت اور سبب بیان فرمائیں، آپؑ نے فرمایا:

”بسم الله الرحمن الرحيم فلما راوا باسنا قالوا امنا بالله وحده و كفرنا بما
 كنا به مشركين“

جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہا کہ اللہ وحدہ، پر ہم ایمان لائے، اس سے کفر و انکار کرتے ہیں کہ جس کو اس کا شریک کرتے تھے۔

(یہ پڑھ کر) متوکل نے یہی حکم دیا اسے اتنا پیٹا گیا کہ وہ مر گیا۔ (۴۳)

۸۔ متوکل عباسی نے ابن جہم سے سب سے بڑے شاعر کے بارے میں پوچھا تو اس نے زمانہ جاہلیت اور اسلام کے زمانے کے شاعروں کا ذکر کیا۔

یہی سوال جب ابوالحسنؑ سے کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا حماني، جب اس نے یہ شعر کہے:

لقد فاخرتنا من قریش عصابه
 بمد خدود و امتدادا اصابع
 فلما تنازعنا المقال قضی لنا
 علیہم بما نہوی نداء الصوامع
 ترانا سکوتا واشہید بفضلنا
 علیہم جہیر الصوت فی کل جامع
 فان رسول الله احمد جدنا
 ونحن بنوه کا لنجوم الطوالع

ترجمہ: ہم سے قریش کے ایک گروہ نے رخساروں اور انگلیوں کے بڑے ہونے پر فخر و مباہات کی، جب وہ گفتگو میں جھگڑنے لگے تو جس طرح ہم چاہتے تھے ہمارے حق میں عبادت گھروں کی ندا (نداء الصوامع) نے فیصلہ دیا۔ ہمیں خاموش دیکھتا ہے مگر ہمارے فضل کی گواہی دینے والا ہر (مسجد) جامع میں بلند آواز ہے۔

بے شک اللہ کے رسول احمدؑ ہمارے جد امجد ہیں۔

ہم طلوع کرنے والے ستاروں کے مانند ان کے بیٹے ہیں۔

متوکل نے پوچھا: نداء الصوامع، کیا ہے یا ابوالحسنؑ؟

آپؑ نے فرمایا:

”اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ“

وہ میرے جد ہیں یا تیرے جد ہیں؟

متوکل ہنس دیا اور کہنے لگا کہ وہ آپ ہی کے جد ہیں، ہم آپ کو ان سے دور نہیں کرتے۔ (۴۴)
 ۹۔ شاہ روم نے خلیفہ بنی عباس کو خط لکھا جس میں ذکر کیا کہ انجیل میں ذکر ہے کہ جو شخص وہ سورہ پڑھے جو ان سات حروف سے خالی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو جہنم کی آگ پر حرام قرار کر دے گا۔ وہ حروف یہ ہیں:

ث۔ ض۔ خ۔ ز۔ ش۔ ظ اور ف

ایسی سورہ ہم نے تورات میں تلاش کی تو نہیں ملی، زبور میں تلاش کی تو اس میں بھی اسے نہیں پایا، کیا تم لوگ اپنی کتاب میں ایسی سورہ رکھتے ہو؟

خلیفہ نے علماء کے سامنے یہ بات رکھی مگر وہ اس کا جواب نہ دے سکے۔
 امام علی نقیؑ نے سنا: تو فرمایا یہ سورہ الحمد ہے جو ان سات حروف سے خالی ہے۔
 آپؑ نے مزید فرمایا کہ ث سے ثبور (یعنی ہلاک) ہونے سے ج سے حجیم، خ، خبیثہ (ناامیدی) سے، ز سے زقوم (تھوہر) ش سے شقاوت، ط سے ظلمت اور ف سے فرقہ (جدائی) کہا گیا ہے کہ آفت سے ہے۔
 جب یہ جواب قیصر روم کو پہنچا اور اس نے پڑھا تو اس سے بہت زیادہ خوش ہوا، اسی وقت (باطنی طور پر) مسلمان ہو گیا اور اسلام پر اس کی موت ہوئی۔ (۴۵)

۱۰۔ متوکل عباسی نے ایک دن اپنے عیسائی منشی کو ابونوح کہہ کر پکارا تو لوگوں نے اہل کتاب کو کنیت سے پکارنے پر اعتراض کیا اس لئے کہ اس کا رواج نہیں تھا، علماء سے پوچھا گیا تو انہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔

متوکل نے ابوالحسنؑ کی خدمت میں یہ سوال لکھ بھیجا تو آپؑ نے اس پر تحریر فرمایا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ثبت یدا ابی لہب“

متوکل سمجھ گیا کہ یہ جائز ہے اس لئے کہ خدا نے کافر کی کنیت بیان کی ہے۔ (۴۶)
 ۱۱۔ احمد بن ہلال کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن اخیر (امام علی نقیؑ) سے توبۃ النصوح کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کیا ہے، آپؑ نے لکھا کہ باطن ظاہر کی طرح ہو اور اس سے افضل و برتر ہو۔ (۴۷)
 ۱۲۔ سہل بن زیاد کہتا ہے کہ آپؑ کی خدمت میں آپؑ کے بعض اصحاب نے درخواست کی کہ آپؑ ایسی دعا تعلیم فرمائیں جو دنیا و آخرت کی جامع ہو۔

آپؑ نے تحریر فرمایا: استغفار اور حمد زیادہ کیا کرو، اس سے تم ہر قسم کی خیر کا ادراک کر سکو گے۔ (۴۸)

آپؐ کی بعض دعائیں

آئمہ اطہار علیہ السلام کی دعائیں گویا ایک وسیع و عریض دائرۃ المعارف (۴۹) ہیں جو توحید و عدل بیان کرتی ہیں اور خدا جل اسمہ کی پاکیزگی بیان کرتی ہیں ان ساری چیزوں سے جو ظالم اور منحرف لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ دعائیں منشائے الہی اور اس کی مغفرت کی طرف ترغیب دلاتی ہیں اور اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے ڈراتی ہیں۔

یہ اس کی نعمتوں اور اس کے احسان کے شکر ادا کرنے کے سلسلے میں نفیس ترین کلام سے بھری ہوئی ہیں، یہ دعائیں اس لب و لہجہ کی تعلیم و تربیت بھی ہے جس میں بندہ اپنے مولا سے مخاطب ہو، یہ مولا کریم سبحانہ و تعالیٰ سے توسل کی کیفیت ہیں۔

یہاں امام ابو الحسن علی ہادی النقی علیہ السلام کی بعض دعائیں درج کی جا رہی ہیں:

۱۔ آپؐ کی ایک دعا ہے جس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ یہ وہ دعا ہے جس کو میں زیادہ تر حاجات میں پڑھتا ہوں تو وہ پوری ہو جاتی ہیں۔ (۵۰)

میں نے اللہ عز و جل سے سوال کیا ہے کہ میرے بعد میری قبر کے پاس جو بھی شخص یہ دعا پڑھے اس کی دعا قبول ہو۔

”یا عدتی عند العدد، ویار جائی والمعتمد، ویاکھفی والسند، ویأواحد یا احد، یاقل هو الله احد، اسئلك اللهم بحق من خلقتہ من خلقك، ولم تجعل فی خلقك مثلهم احدا، ان تصلى علیهم، وان تفعل بی کذا وکذا“

ترجمہ: درودوں اور تکلیفوں کے وقتوں کے لئے اے میری تیاری، اے میری امید، اے وہ جس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، اے میری پناہ گاہ اور سہارا، اے ایک، اے اکیلے، اے قل هو اللہ احد، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ اس کے حق کا جس کو تو نے خلق کیا ہے اپنی مخلوق میں سے اور اپنی مخلوق میں سے کسی کو ان کا مثل قرار نہیں دیا کہ ان پر صلوات اور رحمت نازل فرما اور مجھ سے ایسا سلوک کر (یہاں اپنی حاجات طلب کرے)

۲۔ آپؐ یہ دعا اپنی رات کی مناجات میں پڑھتے تھے۔

”الھی مسئئ قدورد، فقیر قد قصد، ولا تخیب مسعاه، وارحمہ واغفر خطاه“

میرے معبود! برائی کرنے والا تیری بارگاہ میں داخل ہوا ہے، فقیر و محتاج نے قصد و ارادہ کیا ہے، اس

کی سعی اور کوشش کو ناامید نہ کرنا۔ اس پر رحم فرما اور اس کی خطا کو بخش دے۔ (۵۱)
۳۔ آپ کی دعائے قنوت ہے:

”اللهم منا اهل كرامتك، بمجزيل عطياتك مترعه، وابواب منا جاتك لمن املك مشرعه، و عطوف لحظاتك لمن ضرع اليك غير منقطعه، وقد اجم الحذار، واشتد الاصرار، وعجز عن الاضطبار اهل الانتظار، وانت اللهم بالبرصد من البكار، وغير مهمل مع الامهال، والا تذبك آمن، والراغب اليك غانم، والقاصد اللهم لبابك سالم۔

اللهم فعاجل من قد استن في طغيانه، واستبر على جهالته لعقابه في كفرانه، واطعمه حلك عنه في نيل ارادته، وهو يتسرع الى اولئك بمكارهه، وبراصدهم بقبيح مراصده، ويقصد هم في مظانهم باذيتہ۔

اللهم اكشف العذاب عن المومنين، وابعثه جهره على الظلمين۔

اللهم اكشف العذاب عن المستجبرين، واصبه على المغترين۔

اللهم بادر عصبتك الحق بالعون، وبادر اعوان الظلم بالقصر۔

اللهم اسعدنا بالشكر، وامنحنا النصر، واعصنا من سوء المبداء والعاقبه
والختر“ (۵۲)

ترجمہ: خدا یا تیری کرامت و بزرگی کے چشمے تیرے جزیل اور فروان عطیات سے بھرے ہیں، تجھ سے امید رکھنے والے کے لئے تیری مناجات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، تیری مہربان نگاہیں اس سے منقطع نہیں جو تیری بارگاہ میں تضرع و زاری کرے۔

بچو بچو کی آواز نے روک دیا ہے، اصرار شدید ہے، انتظار کرنے والے صبر کرتے کرتے عاجز ہو چکے ہیں۔

اے اللہ! تو بار بار گناہ کرنے والے کی گھات میں ہے، مہلت دینے کے باوجود مہمل چھوڑنے والا نہیں۔

جو تجھ سے پناہ مانگے وہ امن میں ہے، تیری طرف مائل ہونے والا فائدہ اٹھاتا ہے اے اللہ! تیرے دروازے کی طرف قصد کرنے والا صحیح و سالم رہتا ہے۔

خدا یا خدا یا! جلد عذاب کر اس کو جو اپنی سرکشی اور طغیانی میں بڑھا ہوا ہے اور جو اپنی جہالت پر برقرار ہے۔ اس کا انجام اس کے کفران میں ہے، تیرے حلم اور بردباری نے اس کو طمع اور لالچ دلا دی ہے کہ اپنا مقصد اور مراد پالے۔

وہ ان مقصد و مراد کی طرف اپنے ناپسندیدہ افعال کے ساتھ جلدی کرتا ہے اپنی بری کمین گاہوں سے ان کی نگرانی کرتا ہے، جہاں کہیں ان کے ملنے کا گمان ہوتا ہے وہاں ان کا قصد اور ارادہ کرتا ہے اپنی اذیت اور سختی کے ساتھ۔

خدا یا! مومنین سے عذاب کو روک دے اور اس کو غفلت میں رہنے والوں پر انڈیل دے۔
حق کی جماعت کی جلد مدد فرما۔ ظلم کے اعوان و انصار کی جلد کمر توڑ دے۔
خدا یا! شکر کرنے سے ہمیں سعادت مند بنا دے اور ہمیں فتح و نصرت عطا فرما۔ ہمیں بری ابتداء برے انجام اور سستی سے محفوظ رکھ۔

۴۔ آپ کی ایک دعا:

”الہی تاہت اوہام المتوہمین، وقصر طرف الطارفین، وتلاشت اوصاف
الواصفین و اضمحلت اقاویل المبطلین عن الدرك لعجیب شانك، والوقوع
بالبلوغ الی علوك، فانت فی المكان الذی لا تنتاہی، ولم یقع علیك عیون
بأشارة ولا عبارة، ہیہات ثم ہیہات، یا اولی، یا وحدانی یا فردانی شمخت فی
العلوبعز و ارتفعت من وراء كل غورة و نہایہ بجبروت الفخر“

ترجمہ: خدا یا! وہم کرنے والوں کے اذہان سرگرداں ہیں، دیکھنے والوں کی نگاہیں کوتاہ ہیں، وصف کرنے والوں کے اوصاف پراگندہ ہیں۔

اہل باطل کے اقوال تیری عجیب شان کے ادراک اور تیری بلندی تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔
تو اس مقام و منزلت پر ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، آنکھیں اشارے اور عبارت کے ذریعے تجھے دیکھ نہیں سکتیں، تو دور بہت دور ہے۔

اے وہ جو ہر لحاظ سے اول، اکیلا اور منفرد ہے۔

اپنی عزت و غلبہ کی وجہ سے بلندی میں بلند ہے اور قابل فخر جبروت کی وجہ سے ہر گہرائی اور انتہا کے بعد ارفع اور بلند ہے۔

۵۔ تسبیح کے وقت کی آپ کی دعا:

”سبحان من هو دائم لا یسہو، سبحان من هو قائم لا یلہو، سبحان من هو غنی لا

یفتقر، سبحان اللہ وبحمدہ“ (۵۴)

منزہ ہے وہ جو دائم ہے، جس کو سہوا اور نسیان نہیں ہوتا، منزہ ہے وہ جو قائم ہے اور غافل اور لہو و لعب میں مشغول نہیں ہوتا۔

منزہ ہے وہ جو غنی اور تو نگر ہے، کبھی فقیر و محتاج نہیں ہوتا، منزہ ہے خدا اور اس کی حمد و ثنا ہے۔

۶۔ آپ کی ایک دعا:

”یا من تحل باسمہ عقد البکارۃ، ویامن یفل بذکرۃ حد الشداید، ویامن یدعی
باسمائہ العظام من ضیق المخرج الی محل الفرج، ذلت لقدر تک الصعاب،
وتسیت بلطفک الاسباب وجرى بطاعتک القضاء ومضت علی ذلک الاشیاء
،فہی بمشیتک دون قولک موتمرۃ، وبار ادتک دون وحیک منزجرۃ، وانت
المرجو للمہبات وانت المفزع للہلمات، لا یندفع منها الا ما دفعت، ولا
ینکشف منها الا ما کشف، وقد نزل بی من الامر ما قد حنی نقلہ، وحل بی
ما بحضنی حملہ، وبقدرتک اوردت علی ذلک، وبسلطانک وجہتہ الی، فلا مصدر
لہا اوردت، ولا میسر لہا عسرت، ولا صارف لہا وجہت، ولا فاتح لہا اغلقت
ولا مغلق لہا فتحت، ولا ناصر لہا حذلت۔

اللہم صلی علی محمد وآل محمد وافتح لی باب الفرج بطولک، واصرف عنی
سلطان الہم بحولک، وانلنی حسن النظر فیما شکوت، وارزقنی حلاوۃ الصنع
فیما سالتک، وھب لی من الدنک فرجا وحیا، واجعل من عندک مخرجاً ہنیاً،
ولا تشغلنی بالاهتمام عن تعاهد فرايضک، واستعمال سنتک، فقد صنقت
بما نزل بی ذرعاً، وامتلات بحمل ما حدث علی جزعاً، وانت القادر علی کشف
ما بلیت بہ، و دفع ما وقعت فیہ، فافعل بی ذلک وان کنت غیر مستوجبہ
منک، یا ذا العرش العظیم، وذا المن الکریم، فانت قادر یا ارحم الراحمین،

امین یا رب العالمین“ (۵۵)

ترجمہ: اے وہ جس کے نام کے صدقے میں ناپسندیدہ امور کی گریہیں کھل جاتی ہیں، اے وہ جس کے ذکر سے شدائد کی تیز دھار کند ہو جاتی ہے، اے وہ جس کو پکارا جاتا ہے عظیم ناموں کیساتھ تنگی سے محل کشائش کی طرف نکلنے کے لئے سخت چیزیں تیری قدرت کے سامنے جھک جاتی ہیں اور اسباب تیرے لطف و کرم سے بن جاتے ہیں، قضا تیری اطاعت سے جاری ہوتی ہے، اسی پر اشیاء چل رہی ہیں، تیری مشیت ہی سے نہ کہ تیرے کہنے سے یہ اوامر کی اطاعت کرتی ہیں۔

تیرے ارادے سے نہ کہ تیری وحی اور اللقاء سے رکتی ہیں، اہم امور میں تجھ سے ہی امید رکھی جاتی ہے، تو ہی پناہ ہے مصائب و شدائد میں جب تک تو دفع نہ کر دے ان میں سے کوئی چیز خود بخود دفع نہیں ہوتی۔ اور کوئی چیز دور نہیں ہوتی جب تک تو اسے دور نہ کر دے، مجھ پر ایسا نازل ہوا ہے جس کو نقل کرنے نے مجھے گرانبار بنا دیا ہے مجھ پر وہ اترا ہے جس کے اٹھانے نے مجھے مشقت میں ڈال دیا ہے، تو نے مجھ پر اسے اپنی قدرت سے وارد کیا ہے، اپنے غلبہ کی بنا پر اس کو میری طرف متوجہ کیا ہے اس کو کوئی صادر نہیں کر سکتا جس کو تو وارد کر دے، اس کو کوئی آسان نہیں کر سکتا جس کو تو مشکل بنا دے، اس کو کوئی پھیر نہیں سکتا جس کو تو متوجہ کر دے، نہ اس کو کوئی کھول سکتا ہے جس کو تو بند کر دے نہ اس کو کوئی بند کر سکتا ہے جس کو تو کھول دے، نہ اس کی کوئی مدد کر سکتا ہے جس کو تو چھوڑ دے۔

خدایا! محمد و آل محمد پر صلوات و درود نازل فرما اور اپنی بخشش سے کشائش کا دروازہ میرے لئے کھول دے، اپنی قوت سے مجھ سے ہم و غم کا تسلط دوسری طرف موڑ دے، مجھے اچھی نظر عطا فرما، اس میں جس کی میں نے شکایت کی ہے اور مجھے احسان کی شیرینی عطا فرما اس چیز میں جس کا میں نے سوال کیا ہے اپنی طرف سے مجھے جلد کشائش بخش دے، اپنے یہاں سے خوشگوار راستہ (نکلنے کا) قرار دے، تیرے فرائض سے عہدہ برآ ہونے میں اہتمام کرنے اور تیری سنت پر عمل کرنے میں مجھے کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہونے دے کیونکہ جو کچھ مجھ پر نازل ہوا ہے اس کی تنگی سے میرا گلا گھٹنے لگا ہے، جو حادثہ مجھ پر پڑا ہے اس کے اٹھانے سے میں گھبرا اٹھا ہوں، تو اس چیز کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے جس میں میں مبتلا ہوں اور تو اس کے دفع کرنے (کی قدرت رکھتا ہے) جس میں آج میں گھرا ہوا ہوں، اگرچہ میں اس کا مستحق نہیں لیکن یہ کام میرے لئے ہو جائے، اے عظیم عرش کے مالک! اے کریم صاحب احسان! تو قدرت رکھتا ہے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، میری دعا قبول فرما! اے عالمین کے پروردگار!۔

آپؐ کی دعا کی قبولیت

جن لوگوں نے حضرت امام ابوالحسنؑ ہادی کی زندگی کے حالات لکھے ہیں انہوں نے اکثر ان موقعوں کا ذکر کیا ہے جب آپؐ نے اپنے شیعوں کے لئے دعا کی یا آپؐ پر جنہوں نے ظلم کئے ان کیلئے بددعا کی اور وہ قبول ہوئیں۔

آپؐ کی دعاؤں کی قبولیت میں کوئی تعجب بھی نہیں آپؐ تو اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ ہیں، اس کی مخلوق پر اس کی حجت ہیں اور رسول اکرمؐ کے وارث ہیں۔

یہاں ہم آپؐ کی بعض دعاؤں اور ان کی قبولیت کے واقعات درج کر رہے ہیں۔

۱۔ موسیٰ کہتے ہیں کہ ایک دن میں امام ہادیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے میرے آقا اور سردار! اس شخص (متوکل عباسی) نے مجھ سے بے اعتنائی برتنی شروع کر دی ہے، اور میری روزی منقطع کر دی ہے میں بہت پریشان حال ہو گیا ہوں جب کہ اس سلسلے میں میرا کوئی قصور نہیں اور نہ اس نے مجھ پر کوئی الزام لگایا ہے، بجز اس کے کہ میں آپؐ سے تمسک رکھتا ہوں، اگر آپؐ اس (متوکل) سے کچھ کہیں گے (میری سفارش کریں گے۔ مترجم) تو وہ یقیناً اس کو ٹالے گا نہیں بلکہ قبول کر لے گا، آپؐ مہربانی فرما کر اس سے میرے لئے سوال کریں۔

آپؐ نے فرمایا: انشاء اللہ تیری کفایت کی جائے گی۔

موسیٰ کہتا ہے کہ اسی رات متوکل کے آدمیوں نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ایک کے پیچھے دوسرا قاصد بلانے کو آیا۔

چنانچہ میں متوکل کے محل میں پہنچا، وہاں دروازے پر فتح کھڑا تھا، وہ کہنے لگا کہ تم گھر پر بیٹھے ہو اور یہاں متوکل نے تمہارے مطالبات کو ادا کرنے کے سلسلے میں ہم لوگوں کو پریشانی میں ڈالا ہوا ہے اور رات کو بھی کھڑا کیا ہوا ہے۔

میں اندر گیا متوکل اپنے بستر پر بیٹھا تھا کہنے لگا موسیٰ میں مختلف کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں اور تم بھی بھول جاتے ہو، بتاؤ میرے ذمہ تمہارا کیا کیا ہے، میں نے تفصیل بتائی، اس نے ان کا میرے لئے حکم دیا کہ ادا کر دیا جائے اور اس کے علاوہ مجھے عطیہ بھی دیا۔

(باہر آ کر) میں نے فتح سے پوچھا کہ کیا علی بن محمدؑ یہاں آئے تھے؟ اس نے کہا نہیں تو، پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا میرے لئے انہوں نے کوئی خط لکھا تھا اس کو بھی اس نے کہا کہ نہیں۔

جب میں واپس جانے لگا تو فتح میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے ذرا بھی شک نہیں کہ تم نے آپؐ سے

اپنے لئے دعا کرنے کا سوال کیا ہوگا، میرے لئے بھی ان سے التماس دعا کرنا۔

موسیٰ کہتا ہے کہ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے موسیٰ تم تو بہت خوش اور مطمئن نظر آ رہے ہو، میں نے عرض کیا: میرے آقا! یہ آپ کی برکت سے ہے، مگر وہ لوگ تو کہتے تھے کہ آپ وہاں تشریف نہیں لے گئے اور نہ آپ نے اس (متوکل) سے سوال کیا۔

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اہم امور میں ہم اسی کی پناہ لیتے ہیں مصائب و شدائد میں توکل کرتے ہیں تو اسی پر، جب ہم اس سے سوال کریں تو اس نے اس کو قبول کرنے کا ہمیں عادی بنایا ہوا ہے، چنانچہ ہم اس سے ڈرتے ہیں کہ اس سے ہم عدول کریں (اور اس عادت کو چھوڑ دیں) کہ وہ بھی عدول کرے۔ (۵۶)

۲۔ ابو ہاشم جعفر کہتا ہے کہ سرمن رائے (سامرا) کے ایک شخص میں برص کی بیماری کے آثار ظاہر ہوئے جس نے اس کی زندگی دو بھر کر دی۔

وہ شخص ابو علی فہری سے ملا اور اپنا حال بیان کیا، اس نے کہا کہ کسی دن اگر تیرا ابو الحسن علی بن محمد سے سامنا ہو جائے تو ان سے سوال کرنا کہ تیرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ شفاء عطا کرے، مجھے امید ہے کہ یہ بیماری دور ہو جائے گی۔

ایک دن راستے میں اس شخص نے آپ کو متوکل کے گھر سے آتے دیکھا، آپ کو دیکھ کر اٹھا کہ آپ کے قریب جا کر دعا کرنے کو کہے۔

آپ نے اس سے فرمایا: پیچھے ہٹ جاؤ، خدا تمہیں صحت دے۔

اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پیچھے ہٹو، خدا تمہیں عافیت بخشے، تین مرتبہ دہرایا۔

وہ شخص واپس ابو علی فہر کے پاس آیا اور یہ واقعہ سنایا، جو آپ نے فرمایا تھا وہ بھی بتایا، فہری کہنے لگا کہ تمہارے سوال کرنے سے پہلے تمہارے لئے آپ نے دعا فرمادی ہے، تم جاؤ خدا تمہیں صحت دے گا۔

وہ شخص اپنے گھر گیا اس نے وہ رات گزاری، دوسری صبح اٹھا تو اس کے بدن پر برص کا کوئی نشان نہیں تھا۔ (۵۷)

۳۔ زرارہ کا بیان ہے کہ متوکل نے ارادہ کیا کہ سلامی کے دن علی بن محمد بن رضا علیہم السلام پیدل چلیں۔ (گرمی کے دنوں میں آپ کو تکلیف پہنچانے کا قصد کیا۔ مترجم) اس کے وزیر نے اس سے کہا کہ اس میں آپ کے لئے بدنامی کا پہلو ہے ایسا نہ کیجئے، متوکل نے جواب دیا کہ اس سے چارہ نہیں۔

وزیر نے جواب دیا کہ اگر یہ ضروری ہی ہے تو پھر سارے فوجی افسروں اور شہر کے بڑوں کے لئے اعلان کریں کہ سب ہی پایادہ چلیں تاکہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ اس حکم سے مقصود صرف ابو الحسن ہیں، متوکل نے ایسا

ہی کیا۔

چنانچہ آپؐ پا پیدہ روانہ ہوئے، جب محل کی دہلیز پر پہنچے تو پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔
زرارہ کہتا ہے کہ میں آپؐ کے پاس گیا اور آپؐ کو ڈیوڑھی میں بٹھایا، آپؐ کے چہرے سے پسینہ پونچھا۔
میں نے آپؐ سے عرض کیا: آپؐ کے چچا زاد بھائی (متوکل عباسی) کا مقصد صرف آپؐ ہی کو تکلیف دینا
نہیں تھا لہذا آپؐ دل میں اس کا برا نہ مانیں۔
آپؐ نے فرمایا چھوڑو اس کو:

”تمتعوا فی دارکم ثلاثہ ایام ذلک وعد غیر مکذوب“

تین دن تک اپنے گھر میں (مزید) آرام کرلو، یہ ایسا وعدہ ہے جس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔
زرارہ کہتا ہے کہ میرے پاس ایک معلم تھا جو شیعہ عقیدہ رکھتا تھا میں اسے مذاق میں رافضی کہتا تھا، اس
رات نماز عشاء کے بعد میں اپنے گھر گیا تو راستے میں وہ شخص ملا، میں نے اس سے کہا آؤ رافضی میں تمہیں امامؑ کی
ایک بات سناؤں۔

میں نے وہ سارا قصہ اس کو سنایا اور جو کچھ امامؑ نے فرمایا تھا وہ بھی۔
وہ سن کر کہنے لگا میری بات مانو اور اگر حضرت علی بن محمد علیہما السلام نے وہی کہا ہے جو تم نے بتایا ہے تو پھر
اپنا بچاؤ کرلو اور جو کچھ تمہاری ملکیت ہے اس کو اچھی طرح محفوظ کرلو کیونکہ متوکل تین دن کے اندر مرجائے گا، یا مارا
جائے گا۔

مجھے یہ سن کر اس پر غصہ آگیا اور اس کو گالیاں دے کر بھگادیا، مگر بعد میں جب میں تنہا رہ گیا تو خیال آیا کہ
اگر میں ہر طور احتیاط برت لوں تو اس میں کیا نقصان ہے، اگر خلیفہ کو کچھ ہو گیا تو میں نے اپنا بندوبست کر لیا ہوگا اور
اگر اس کو کچھ نہ ہوا تب بھی مجھے کیا نقصان ہوگا۔

چنانچہ میں متوکل کے محل میں گیا، وہاں سے جو کچھ میرا مال تھا سب نکال لیا اور جو کچھ میرے گھر میں تھا
اس کو قابل اعتماد لوگوں کے پاس بھجوا دیا، اپنے گھر میں سوائے ایک چٹائی کے کچھ بھی باقی نہ رہنے دیا۔

اس سے چوتھی رات جب آئی تو متوکل قتل ہو گیا۔

میں اور میرا سارا مال صحیح وسالم رہ گئے۔

اس وقت سے میں شیعہ ہو گیا، میں آپؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپؐ کی خدمت اپنے لئے لازم کر لی،

آپؐ سے اپنے لئے دعا کا سوال کیا، میں نے آپؐ کی ولایت کو اپنا لیا جو حق ولایت ہے۔ (۵۷)

۴۔ آپؐ نے ابن خضیب کو پیغام بھیجا: خدا کی قسم! میں تیرے لئے ایسی جگہ بیٹھوں گا کہ اس کے

ساتھ تیرے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

چنانچہ خدا نے ان ہی دنوں میں اس کا مواخذاہ کیا۔ (۵۹)

۵۔ ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ متوکل عباسی کے یہاں گئے وہاں آپؐ نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی، اس وقت آپؐ کا ایک مخالف آگے آیا اور آپؐ کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ یہ ریاکب تک کریں گے؟

آپؐ نے نماز جلد ختم کی اور سلام کے بعد اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا:
اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھ کو مسخ کر دے۔

وہ شخص اسی وقت گر کر مر گیا، یہ واقعہ متوکل کے محل میں مشہور ہوا۔ (۶۰)

۶۔ علی بن جعفر کہتا ہے کہ میرا معاملہ متوکل کے سامنے پیش ہوا، متوکل عبید اللہ بن خاقان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اس کو اور اس جیسے دوسرے لوگوں کو میرے سامنے پیش کر کے اپنے آپ کو کیوں زحمت میں ڈالتے ہو، تیرے بچپانے مجھے بتایا ہے کہ یہ شخص علی بن محمدؑ (امام علی نقیؑ) کا وکیل ہے۔
متوکل نے قسم کھائی کہ یہ شخص قید سے نہ نکلنے پائے۔

میں نے اپنے مولا کو لکھا کہ میرا نفس تنگ ہو گیا ہے۔ (پریشانیاں حد سے بڑھ گئی ہیں) مجھے ٹیڑھے ہونے کا خوف ہے (کہیں راہ سے بے راہ نہ ہو جاؤں)۔

آپؐ نے جواب میں لکھا کہ اگر تیرا معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو میں عنقریب بارگاہ خداوندی میں تیرے بارے میں قصد کروں گا (اور تیرے لئے دعا کروں گا)۔ دوسرا جمعہ ابھی نہیں آیا تھا کہ میں قید سے رہا ہو گیا۔ (۶۱)

۷۔ ایک شخص جس نے جھوٹی قسم کھائی تھی اس کو آپؐ نے بد عادی، وہ شخص دوسرے دن صبح ہی مر گیا۔ (۶۲)

متوکل عباسی کے ساتھ

چھ خلفائے بنی عباس امام علی ہادی علیہ السلام کے ہم عصر رہے ہیں، (یعنی المعتصم، الواثق، المتوکل، المستنصر، المستعین اور المعتز) مگر آپؐ پر ان میں سے سب سے زیادہ سخت متوکل عباسی کا دور گزرا ہے، متوکل عباسیوں میں وہ تھا جو بنی امیہ میں یزید بن معاویہ تھا۔

آپؐ کے خلاف پہلا سخت اقدام جو اس نے کیا وہ یہ تھا کہ آپؐ کو اپنے جد امجد رسول اکرمؐ کے شہر مدینہ سے اٹھایا اور سرمن رائے (سامرہ) میں آپؐ کی خواہش کے برخلاف رہائش پر مجبور کیا۔

متوکل کی حکومت میں جو چودہ سال امامؑ نے گزارے وہ سخت ترین سال تھے اس لعین نے اس دوران

پیش کر سکیں، چنانچہ ہم نے بعض علماء کے بیانات اس واقعے کے تکرار سے بچنے کے لئے یہاں نقل نہیں کئے۔
جوبات میں اس بارے میں پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جو بھی تاریخ سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام کا طریق عبادت اور تہجد تھا، یہ متواتر روایت ہے کہ امیر المومنین امام حسینؑ اور امام زین العابدینؑ میں سے ہر ایک دن و رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (۶۷)

امام رضا علیہ السلام نے دعبل کو خز کی ایک قمیض بطور خلعت عطا کی اور فرمایا کہ اس قمیض کو محفوظ رکھو اس لئے کہ میں نے اس میں ہزار رات نماز پڑھی ہے کہ جن میں ہر رات ایک ہزار رکعت پڑھی، اور اس لباس میں ایک ہزار ختم قرآن کیا۔

ہم نے اس کتاب میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کی عبادتوں، ان کی دعاؤں اور ان کی قرات قرآن کا ذکر پیش کیا ہے۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ متوکل عباسی کوئی پہلا شخص نہیں تھا جس نے یہ رویہ اختیار کیا تھا، تاریخ اس کے پہلے اور بعد کے آنے والے خلفاء کے ایسے سخت رویہ سے بھری پڑی ہے۔

مسلمانوں کا مال (ان کے ہاتھوں) غلاموں، مخنثوں اور شراب پر صرف ہوتا تھا، سب ہی کا معیار زندگی اور مطمع نظریہ تھا کہ وہ اپنے گرد گانے بجانے والوں کو جمع رکھے اپنے راز دان پست اور کمینے لوگ رکھے، جن کے ساتھ وہ اپنی رنگین راتیں گزارے۔

اگر آپ امام جواد علیہ السلام کی مامون عباسی کو شراب ترک کرنے کی نصیحت پر غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ یہ لوگ اندھا دھند خواہشات کی پیروی میں اور جرائم کے ارتکاب میں کس حد تک آگے پڑھے ہوئے تھے۔

مامون عباسی اپنے دوسرے خلفاء میں جلالت و بزرگی اور علم و معرفت میں ممتاز سمجھا جاتا ہے، مگر یہ بھی شراب سے پرہیز نہیں کرتا تھا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ دوسروں کا کیا حال ہوگا۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں نصوص نہ ہوتیں، ان کے بارے میں رسول اکرمؐ کی احادیث نہ ہوتیں، یہ حضرات علیہم السلام ثقلین میں سے ایک نہ ہوتے جو پیغمبر اکرمؐ امت کے درمیان چھوڑ گئے تھے، پھر بھی وہ دوسروں سے خلافت کے زیادہ مستحق تھے، وجہ ان کا تقویٰ و پرہیزگاری، علم و شرف تھا، اور وہ فضائل تھے جن سے وہ متصف تھے۔

مگر یہ تعجب ہے کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا حصہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو چھوڑ کر ان کے پیچھے جاتا ہے جو ان حضرات سے علم و عمل اور تقویٰ اور شرف میں کمتر اور نسب و حسب میں رسول اللہؐ سے بہت دور ہیں۔

”استبدلون الذی ہوا دینی بالذی ہو خیر“

کیا تم تبدیل کرتے ہو اس کو جو پست ہے اس کے بدلے جو بہتر ہے۔

آپؐ علماء اور دانشوروں کی نظر میں

اس باب میں ہم امام ابو الحسن علی ہادی علیہ السلام کے بارے میں علماء اور دانشوروں کی تحریر سے اقتباسات اور آپؐ کے فضائل، آثار اور مناقب و مکارم کو مختصر پیش کریں گے۔

یہ بات کہ دوست اور دشمن سب ہی آپؐ کو بڑا اور عظیم انسان سمجھتے تھے، اس کی تصویر ان اقوال کے مطالعے سے ابھرتی ہے اور مسلمانوں کا آپؐ کی جلالت اور عظمت پر اجماع اور اتفاق واضح نظر آتا ہے۔ کتابوں میں تو سینکڑوں اقوال ہیں مگر ہم یہاں ان میں سے پچیس اقوال پیش کرتے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

اما بعد یقیناً امیر المومنین (خود متوکل) آپؐ کی قدر و منزلت جانتے ہیں آپؐ سے قرابت اور رشتہ داری کی رعایت کرتے ہیں، آپؐ کے حق کو واجب اور فرض سمجھتے ہیں، آپؐ کے اور آپؐ کے اہل بیت کے معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں۔

اسی میں آپؐ کے اور ان کے (متوکل کے) حالات کی اصلاح اور درستی اور آپؐ کی اور ان کی عزت و وقار کا برقرار و ثابت رہنا ہے۔

آپؐ کے اور ان کے امور و معاملے میں احکام جاری کرنے میں اللہ کی رضا چاہتے ہیں آپؐ کے اور ان کے سلسلے میں جو ان کا فریضہ ہے اس کو ادا کرتے ہیں۔

امیر المومنین نے مناسب سمجھا کہ عبد اللہ بن محمد کو جن امور پر وہ والی تھا، یعنی جنگ اور نماز نے منصرف کر دیں (اور عہدے سے ہٹا دیں) کیونکہ جیسا کہ آپؐ نے ذکر کیا ہے وہ آپؐ کے حق میں جہالت اور کمینگی سے کام لیتا تھا، اس نے آپؐ پر الزام لگائے اور ایسی باتیں منسوب کیں جو امیر المومنین کو معلوم ہے کہ آپؐ ان سے بری ہیں، ان پر آپؐ کی نیت کی صداقت اور سچائی اور باطن کی اچھائی آشکار ہو چکی ہے آپؐ کے سینے کا سالم ہونا واضح ہو چکا ہے، یہ بھی کہ آپؐ اپنے نفس کو ان امور کا اہل نہیں سمجھتے جو اس نے آپؐ کے بارے میں ذکر کئے ہیں، امیر المومنین نے اس کی جگہ مدینہ رسولؐ میں جنگ و نماز میں والی اور حاکم محمد بن فضل کو بنایا ہے اور اس کو آپؐ کی عزت و توقیر، اکرام و احترام کرنے، آپؐ کے امر اور رائے پر عمل کرنے اور آپؐ کی مخالفت نہ کرنے کا حکم دیا ہے کہ اس طرح وہ اللہ اور امیر المومنین کا تقرب حاصل کرے۔

امیر المومنین آپؐ کے مشتاق ہیں، آپؐ کے قرب سے تجدید عہد کو اور آپؐ کے میمون و مبارک چہرے کی طرف نظر کر کے تبرک حاصل کرنے کو پسند کرتے ہیں۔

اگر آپؐ ان کی ملاقات میں اور ان کے پاس رہنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں اور ان کے بارے میں جو

آپؐ کو پسند ہو تو آپؐ۔۔۔۔۔اپنے اہل بیت، مولیوں اور اپنے حشم و خدم میں سے جن کو منتخب کریں، ان کو لے کر تشریف لائیں۔

فرصت اور اطمینان سے جب چاہیں کوچ کریں اور جب چاہیں نزول اجلال کریں، جس طرح چاہیں آپ چلیں۔

اگر آپ پسند کریں اور آپ کی رائے میں یہ اچھا ہو تو یحییٰ بن ہرثمہ بن اعین، امیر المومنین کا غلام اور جو لشکر اس کے پاس ہے، آپ کی خدمت میں ہو، یہ آپ کے کوچ پر کوچ کریں اور آپ کے نزول و قیام پر نزول و قیام کریں۔

اس سلسلے میں امر و حکم آپؐ کے ہاتھ میں ہے، میں نے اس کو آپؐ کی اطاعت کرنے اور تمام ان چیزوں کے بارے میں جو آپؐ کو پسند ہوں لکھا ہے۔

اب آپ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیجئے۔

کوئی شخص بھی امیر المومنین کے یہاں ان کے اہل بیت، اولاد اور خواص میں زیادہ لطیف منزل والا یا قابل تعریف نشان والا نہیں اور نہ ہی وہ ان کی طرف زیادہ لطف کی نظر کرتے ہیں، نہ زیادہ نیکی اور زیادہ شفقت سے پیش آتے ہیں، نہ زیادہ سکون ان کو ملتا ہے بہ نسبت آپ کے۔

والسلام عليك ورحمه الله وبركاته

اس کو لکھا ابراہیم بن عباس نے

اس مہینے میں ۲۴۳ ہجری میں۔ (۶۸)

۲۔ یحییٰ بن ہرثمہ، جس کو متوکل عباسی نے امام علی ہادیؑ کو سرمن رائے (سامرا) لانے کے لئے مدینہ بھیجا، کہتا ہے کہ جب میں شہر مدینہ میں داخل ہوا تو اہل مدینہ کی بے انتہا چیخ و پکار بلند ہوئی، ایسی کہ پہلے لوگوں نے کبھی نہیں سنی تھی، یہ واویلا حضرت علی (نقیؑ) کے بارے میں خوف کی وجہ سے تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی ہے، (اور قیامت برپا ہو گئی ہے) امامؑ مدینے والوں سے نیکی اور احسان کیا کرتے تھے، مسجد نبویؐ میں رہا کرتے، دنیا کی طرف ان کا جھکاؤ نہیں تھا۔

میں ان کو تسلی دیتا اور ان کے سامنے قسمیں کھاتا کہ میں آپ کے لئے کسی ناپسند کام پر مامور نہیں ہوا ہوں،
آپ کو مجھ سے کوئی خطرہ نہیں۔

میں نے آپؐ کے گھر کی تلاشی لی تو سوائے قرآن مجید کے نسخوں، دعاؤں اور علمی کتابوں کے اور کچھ نہ ملا، یہ دیکھ کر میری نگاہوں میں آپؐ کی عظمت دوبالا ہو گئی، میں خود آپؐ کی خدمت کرنے لگا اور آپؐ سے اچھی طرح پیش آنے لگا۔

آپؐ کو لیکر میں بغداد پہنچا وہاں اول اسحاق طاہری گورنر بغداد کے پاس گیا۔
اسحق طاہری نے مجھ سے کہا: اے بیٹی یہ شخص وہ ہے جو رسول خداؐ کی اولاد سے ہے، متوکل کو تو جانتا ہے اگر
تو نے متوکل کو ان کے خلاف اکسایا اور غلایا، جس کے نتیجے میں اس نے آپؐ کو قتل کر دیا، تو یاد رکھ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن تیرے دشمن ہوں گے۔
میں نے اسے جواب دیا کہ میں نے ان کے متعلق بجز اچھے اور احسن کام کے اور کوئی ایسی چیز نہ دیکھی نہ
سنی ہے۔

میں آپؐ کو وہاں سے لے کر سرمن رائے (سامرہ) گیا، اول وصیف ترکی سے ملا اور اس کو آپؐ کے وہاں
پہنچ جانے کی خبر دی تو اس نے کہا: خدا کی قسم! اگر ان کا ایک ذرا بال بھی گرا تو اس کا تجھ ہی سے مطالبہ ہوگا۔
یہ سن کر مجھے تعجب ہوا کہ یہ بھی وہی بات کرتا ہے جو اسحق طاہری نے مجھ سے بغداد میں کی تھی۔
چنانچہ جب میں متوکل عباسی کے دربار میں حاضر ہوا تو اس نے آپؐ کے بارے میں سوال کیا میں نے
اس سے آپؐ کی حسن سیرت، پرہیزگاری اور زہد و تقویٰ کا ذکر کیا، یہ بھی بتایا کہ جب میں نے آپؐ کے گھر کی تلاشی
لی تو سوائے قرآن کی جلدوں اور علمی کتب کے اور دوسری کوئی چیز مجھے نہ ملی۔ اس کا بھی ذکر دیا کہ مدینہ کے لوگ
آپؐ کے متعلق خوفزدہ تھے کہ آپؐ کے ساتھ برا سلوک نہ کیا جائے۔ (۶۹)
۳۔ ابو عبد اللہ جنیدی کہتے ہیں کہ قسم ہے خدائے تعالیٰ کی آپؐ اہل زمین میں سب سے بہتر ہیں اور
اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ (۷۰)

۴۔ یزید ادطبیب کہتا ہے کہ اگر مخلوق میں کوئی علم غیب جانتا ہے تو وہ آنجنابؐ ہیں۔ (۷۱)
۵۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی کہتا ہے کہ جہاں تک آپؐ کے مناقب کا تعلق ہے وہ ان میں سے
وہ ہیں جو کانوں میں بالیوں کی زینت کی جگہ ہیں ان سے شفقت اور محبت کی بنا پر اس طرح گھرے ہوئے ہیں
جیسے قیمتی موتی اپنے صدفوں سے گھرے ہوتے ہیں۔
ابو الحسنؑ کے لئے گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ کا نفس نفیس اوصاف سے متصف ہے وہ درجہ نبویہ کے کنگروں
کی چوٹیوں اور بلند یوں کے کناروں پر ہے۔

ایک دن ابو الحسنؑ سرمن رائے (سامرا) سے باہر کسی بستی کی طرف اپنے کام سے گئے اس دوران ایک
اعرابی آپؐ کو تلاش کرتا ہوا آیا اس کو بتایا گیا کہ آپؐ شہر سے باہر فلاں جگہ گئے ہیں وہ وہاں آپؐ کے پاس پہنچا اور
عرض کیا کہ میں کوفہ کے اعراب میں سے ہوں جو آپؐ کے جدا مجد امیر المؤمنینؑ حضرت علیؑ ابن ابی طالب سے
تمسک رکھتے ہیں اس وقت مجھ پر بھاری قرض ہے جس کے بوجھ تلے میں دب گیا ہوں اس کو ادا کرنے کے لئے
آپؐ کے علاوہ کوئی شخص نظر نہیں آتا۔

ابو الحسنؑ نے اس کو تسلی دی اور فرمایا کہ تمہاری پریشانی دور ہو جائے گی، اس شخص کو اپنے پاس مہمان رکھا۔ دوسرے دن اس اعرابی سے فرمایا کہ میری ایک تم سے درخواست ہے، اللہ اللہ کہیں اس میں میری مخالفت نہ کرنا اور میرا کہا ماننا۔

اعرابی نے حامی بھر لی۔

ابو الحسنؑ نے اپنے ہاتھ سے ایک پرچہ لکھا کہ اعرابی کا کچھ مال میرے ذمہ ہے اور وہ اتنا ہے، آپ چاہتے ہیں کہ اس کو دوسرے قرضوں سے پہلے ادا کریں۔

یہ خط اس شخص کو دے کر فرمایا کہ جن میں سرمن رائے (سامرا) پہنچوں تو میرے گھر پر اس وقت آکر، جب کچھ لوگ موجود ہوں، یہ خط دینا اور اس قرض کا مطالبہ کرنا، ذرا سخت لہجہ اختیار کرنا اور اصرار کرنا کہ ابھی تک آپ نے یہ قرض ادا نہیں کیا۔

خدا سے ڈرو، میری مخالفت نہ کرنا۔

وہ راضی ہو گیا اور وہ خط لے کر چلا گیا۔

چنانچہ جب ابو الحسنؑ سرمن رائے (سامرا) واپس پہنچے اور آپ کے پاس خلیفہ کے بھی بہت سے آدمی جمع تھے، تو وہ اعرابی آیا اور اس نے خط پیش کر کے آپ سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا، جیسا آپ نے فرمایا تھا وہی کچھ کیا۔

ابو الحسنؑ نے اس کو نرمی سے جواب دیا اور معذرت چاہی وعدہ کیا کہ اس کا حق ادا کیا جائے گا اور اس بارے میں وہ تسلی رکھے۔

یہ واقعہ خلیفہ متوکل عباسی کے یہاں اسے کے آدمیوں نے دہرایا، یہ سن کر متوکل نے حکم دیا کہ ابو الحسنؑ کو تیس ہزار درہم بھیجے جائیں وہ تیس ہزار درہم آپ کو ملے تو اس اعرابی کے انتظار میں انہیں رکھ چھوڑا۔

کچھ دنوں بعد وہ اعرابی آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ رقم لے لو اور اس سے اپنا قرض ادا کرو اور جو بچ رہے وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو اور ہمیں معذور سمجھو۔

اعرابی نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! بخدا مجھے اس سے ایک تہائی (دس ہزار) سے بھی کم کی توقع تھی، مگر خدا ہی بہتر جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت قرار دیتا ہے۔

یہ ایسی منقبت ہے کہ جو شخص بھی سنے گا آپ کے مکارم اخلاق کا قائل ہو جائے گا۔ (۷۲)

۶۔ احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان کہتا ہے کہ ابو الحسن علی الہادی بن محمد جواد بن علی رضاؑ آئمہ اثنا عشر

میں سے ایک ہیں۔

ایک مرتبہ متوکل عباسی سے آپ کی چغلی کھائی گئی اس سے کہا گیا کہ آپ کے گھر میں ہتھیار اور لوگوں کے

خطوط اور کچھ دوسری چیزیں بھی آپ کے شیعوں کی جانب سے موجود ہیں۔

چغلی کھانے والوں نے متوکل کو باور کرانے کی کوشش کی کہ آپ اپنے لئے حکومت چاہتے ہیں۔

متوکل نے اپنے چند ترک سپاہیوں کو رات کے وقت خاموشی سے گھر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جب وہ ترک دبے پاؤں آپ کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ کو ایک علیحدہ کمرے میں تلاوت کرے ہوئے پایا، آپ نے بالوں کا بنا ہوا ایک کرتا زیب تن کیا ہوا تھا، آپ قبلہ رخ بیٹھے وعدہ اور وعید کی آیات خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے، کمرے میں فرش ریت اور کنکریوں کا تھا۔ وغیرہ (۷۳)

۷۔ عمر بن وردی کہتا ہے کہ علیؑ جن کا لقب زکی، ہادی اور نقی ہے، بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، آپ حضرت جوادؑ کے فرزند ہیں۔

متوکل کے یہاں آپ کی چغلی کھائی گئی کہ آپ کے پاس (حکومت کے مخالفین کے) خطوط اور ہتھیار ہیں، اس نے کچھ ترکوں کو رات کی تاریکی میں خاموشی سے آپ کے گھر بھیجا، آپ کو ترکوں نے ایک کمرے میں پایا جس کا دروازہ بند تھا، آپ بالوں کا ایک کرتا پہنے قبلہ رخ بیٹھے وعدے اور وعید کی آیات خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے، جس فرش پر آپ بیٹھے تھے وہ ریت اور کنکریوں کا تھا۔

اسی حالت میں آپ کو متوکل کے پاس لے جایا گیا، متوکل اس وقت شراب کی محفل جمائے تھا، اس کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا۔

آپ کو دیکھ کر اس نے تعظیم و تکریم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔

شراب کا پیالہ آپ کی طرف بڑھایا تو آپ نے فرمایا کہ اے مسلمانوں کے امیر! یہ چیز میرے گوشت اور خون میں کبھی نہیں ملی، مجھے اس سے معاف رکھ۔ اس نے پیالہ واپس رکھ لیا کہنے لگا کہ مجھے کچھ اشعار سنائیں۔ (۷۴)

۷۔ عبد اللہ بن اسعد یافعی کہتا ہے کہ ابوالحسن علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق علوی

۹۔ حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر کہتا ہے کہ ابوالحسن علی ہادی بیٹے تھے محمد جواد بن

علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین الشہید بن علی ابن ابی طالب کے۔ بارہ اماموں میں سے ایک تھے، وہ حسن بن علی عسکری کے والد تھے آنجناب عابد و زاہد تھے، متوکل عباسی نے آپ کو سامرہ (مدینے سے) بلایا، وہاں آپ بیس سال سے کچھ ماہ زیادہ رہے، ۲۵۴ ہجری (دوسو چون) میں آپ کی وفات ہوئی۔

ایک مرتبہ متوکل عباسی سے ذکر کیا گیا کہ آپ کے گھر میں ہتھیار اور (مخالف) لوگوں کے بہت سے خطوط ہیں اس نے اچانک حملہ کرنے کے لئے لوگ بھیجے جنہوں نے آپ کو قبلہ رخ بیٹھے ہوئے پایا، آپ پشیم کا کرتہ پہنے

[illegible]

۱۰۔ محمد سراج الدین رفاعی کہتا ہے کہ امام علی ہادیؑ بن امام محمد جوادؑ کا لقب تقی (علی)، عالم، فقیہ، امیر، دلیل، عسکری اور نجیب ہے، آپؑ مدینہ میں دوسو بارہ ہجری میں پیدا ہوئے معتز عباسی کی خلافت کے زمانے میں آپؑ کو زہر سے دو شنبہ تین رجب دوسو چوں ہجری (۲۵۴) کو شہید ہوئے۔ آپؑ کی اولاد پانچ ہیں۔ امام حسن عسکریؑ، حسین، محمد، جعفر، اور عائشہ۔ امام حسن عسکریؑ کی اولاد صاحب سرداب، حجت منتظر، ولی اللہ، محمد مہدیؑ ہیں۔ (۷۸)

۱۱۔ شمش الدین محمد بن طولون کہتا ہے کہ ان میں سے دسویں ان کے فرزند علیؑ ہیں اور وہ ابوالحسن علی ہادی بن محمدؑ جو ادب بن علیؑ رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علیؑ ابی طالب علیہم السلام ہیں، جو امامیہ میں عسکری کے لقب سے مشہور ہیں۔

[illegible]

۱۲۔ احمد بن حجر بیہمی کہتا ہے کہ علیؑ عسکری اس نام اور لقب سے اس لئے مشہور ہوئے کہ جس زمانے میں مدینہ نبویہ سے آپؑ کو سرمن رائے (سامرہ) لائے اور وہاں آپؑ کو ٹھہرایا گیا تو اس کو عسکر کہا کرتے تھے، اسی لئے آپؑ عسکری مشہور ہو گئے، آپؑ اپنے والد کے علم و سخاوت کے وارث تھے۔ وغیرہ۔ (۸۰)

۱۳۔ احمد بن یوسف بن احمد دمشقی قرمانی کہتے ہیں کہ نویں فصل حکم و علم اور احسانات کے گھرا امام علی بن محمد ہادی علیہ السلام کے ذکر میں ہے، آپؑ مدینہ میں پیدا ہوئے آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں، آپؑ کی کنیت ابوالحسنؑ اور آپؑ کا لقب ہادی اور متوکل تھا۔

آپؐ گندم گوں تھے، آپؐ کی انگوٹھی پر ”اللہ ربی وعصبتی من خلقه“ کندہ تھا۔

آپؑ کے مناقبِ نفیس اور آپؑ کے اوصاف شریف ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وغیرہ (۸۱)

۱۴۔ عبدالحی بن عماد حنبلی کہتا ہے کہ ابوالحسن علی بن محمد رضا علی بن کاظم موسیٰ بن جعفر صادق علوی حسینی

جوہادی کے لقب سے مشہور، فقیہ، عالم اور عبادت گزار تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وغیرہ (۸۲)

۱۵۔ عبد الملک بن حسین بن عبد الملک عصامی کہتا ہے کہ امام علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق، جو اپنے والد کے بعد امام تھے، دسویں امام ہیں، آپ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں جن کا نام شہامہ (۸۳) تھا، آپ کے القاب نقی اور ہادی تھے، ان میں سے پہلا لقب زیادہ مشہور تھا، آپ مدینہ میں تیرہ رجب دو سو چودہ ۲۱۴ ہجری کو پیدا ہوئے، سرمن رائے (سامرہ) میں زہر سے دوشنبہ کے دن جمادی الآخر کی ۵ راتیں باقی تھیں جب ۲۵۴ ہجری میں شہید ہوئے اور سرمن رائے (سامرا) میں اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ (۸۴)

۱۶۔ عبد اللہ شبراوی شافعی کہتا ہے کہ آئمہ میں سے دسویں علی ہادی ہیں، آپ مدینہ میں ماہ رجب میں ۲۱۴ ہجری میں پیدا ہوئے، آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔

روایت ہے کہ ایک اعرابی آپ سے ملنے آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ (۸۵)

۱۷۔ محمد امین سویدی بغدادی کہتا ہے کہ آپ مدینہ میں پیدا ہوئے، آپ کی کنیت ابوالحسن اور آپ کا لقب ہادی ہے، آپ گندم گوں تھے آپ کی انگوٹھی کا نقش تھا۔

”اللہ ربی و هو عصمتی من خلقه“

آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

حکایت کی گئی ہے کہ آپ سے ملنے کے قصد سے ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں آپ کے جد امجد علی ابن ابی طالب کی ولایت سے تمسک رکھنے والوں سے ہوں۔ (۸۶)

مومن شبلی خجی کہتا ہے کہ آپ کے مناقب بہت ہیں، صواعق میں ہے کہ ابوالحسن عسکری علم و سخاوت میں اپنے والد کے وارث تھے، حیات الحیوان میں ہے کہ عسکری کے نام سے اس لئے پکارے گئے کہ جب متوکل عباسی کے یہاں آپ کی بہت زیادہ چغلی کھائی گئی تو اس نے مدینہ سے بلوا کر آپ کو سرمن رائے میں ٹھہرایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ (۸۷)

۱۹۔ محمود بن وہیب بغدادی کہتا ہے کہ وہ علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں، آپ مدینہ میں رجب الاصح ۲۱۴ ہجری میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں، ان کا نام سامہ مغربیہ تھا، بعضوں نے دوسرا نام بھی بتایا ہے آپ کی کنیت صرف ابوالحسن تھی، آپ کے القاب بہت سے ہیں: ناصح، متوکل، متقی، مرتضیٰ، اور ہادی۔ آخری لقب زیادہ مشہور ہے۔

آپ کا رنگ گندم گوں اور قد و قامت درمیانہ تھا۔

صواعق میں کہا ہے کہ آپ کے اپنے والد کے علم و سخاوت میں وارث تھے۔

آپ کے بارے میں مفصل گفتگو کے بعد کہا ہے:

خدا یا! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں تیرے رسولؐ کے ان اہل بیتؑ کا واسطہ دے کر، کہ ہمارے دلوں کو منور کر دے تمام وکمال کے ساتھ، ہمارے سینوں کو اسلام کے لئے کھول دے، ہمیں ان مکرم و محترم حضرات کے دین پر زندہ رکھ اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام علی آلہ و أصحابہ السادة الاعلام والتابعین لہم الی یوم القیام کی ملت و دین پر موت دینا۔ (۸۸)

۲۰۔ علی جلال حسینی نے کہا کہ ابوالحسن الثالث علی ہادی بن محمد ہیں، آپؑ کو عسکری بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپؑ ایسے علاقے میں رہتے تھے جس کو عسکر کہا جاتا تھا، متوکل آپؑ سے ڈرتا تھا اس لئے خود سرمن رائے میں رہتا تھا، آپؑ کو علی نقیؑ، زکی کہا جاتا تھا۔

آپؑ فقیہ، فصیح، حسین و جمیل اور باہیت تھے، ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ آپؑ بہت پاکیزہ خوبصورت و شاداب تھے، گفتگو میں بہت سچے تھے۔ (۸۹)

۲۱۔ محمد امین غالب الطویل کہتا ہے کہ آپؑ اچھے اخلاق کے مالک تھے، کہ کوئی شخص آپؑ کی عصمت و طہارت میں شک نہیں کر سکتا لیکن امامت کی ہیئت نے خلیفہ متوکل عباسی کو خطرے میں ڈال رکھا تھا۔ اس سے چغلی کھائی گئی کہ آپؑ نے اس کے خلاف بغاوت کرنے کے لئے اور خلافت کا خود دعویٰ کرنے کے لیے اپنے گھر میں اسلحہ جمع کر رکھا ہے اور دوسری تیاریاں کی ہوئی ہیں۔

چنانچہ خلیفہ نے رات کی تاریکی میں ترکی لشکری بھیجے جنہوں نے آپؑ کے گھر پر حملہ کیا۔ خلیفہ نے ترکی لشکری اس لئے منتخب کئے تھے کہ وہ عربوں پر بھروسہ نہیں کرتا تھا، عربوں کو معلوم تھا کہ خلافت کا زیادہ حقدار کون ہے، اس کے برعکس ترک تازہ مسلمان تھے، وہ اسلام اور خلافت کی گہرائیوں سے پوری طرح واقف نہیں تھے، وہ عباسیوں کی بھرپور مدد اور نصرت کرتے تھے، عباسی بھی ترک لڑکیوں سے شادی کرتے اور اس طرح دونوں قریب آ گئے تھے۔

ترکی لشکری رات کے وقت امامؑ کے گھر میں گھس آئے دیکھا کہ آپؑ پشتم کی ایک ردا اوڑھے ہوئے زمین پر بیٹھے قرآن کی تلاوت فرما رہے ہیں۔

گھر کے چپے چپے کی تلاشی لی گئی اور پھر آپؑ کو خلیفہ کے پاس لے گئے۔

خلیفہ کو بتایا گیا کہ ان لوگوں نے امامؑ کو زہد و پرہیزگاری کی حالت میں دیکھا ہے اور خروج اور بغاوت کی تیاری کا کوئی سامان و اسباب وہاں نہیں پایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ۔ (۹۰)

۲۲۔ سید عبدالوہاب بدری کہتا ہے کہ امام ہادیؑ سامرا کی مختلف مجالس میں جاتے، مصیبت زدوں کی پریش احوال کرتے، محتاجوں کی مدد کرتے، مساکین پر رحم کرتے، یتیموں سے شفقت سے پیش آتے، رات کی

تاریکی میں خاموشی سے آپؐ بیوہ عورتوں اور بے سہارا خواتین کے یہاں جاتے اور ان میں رقم کی تھیلیاں تقسیم کرتے، اس وقت آپؐ کا سارا لباس تھیلیاں ہوتا، آپؐ کا یہ اقدام:

”لَا نَرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا“

ہم تم سے صلہ اور شکر یہ نہیں چاہتے کے مصداق ہوتا۔

دن کے وقت اپنے کام پر نکلتے اور سورج کی تیز دھوپ میں کھڑے ہو کر اپنے کھیت میں کام کرتے، یہاں تک کہ پسینے پسینے ہو جاتے۔

رات آتی تو اپنے پروردگار کی طرف سجدہ کرتے ہوئے، رکوع کرتے ہوئے خضوع و خشوع کے ساتھ متوجہ ہوتے۔

آپؐ کی روشن اور منور پیشانی اور زمین کے درمیان ریت اور کنکریوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔
آپؐ اپنی اس مشہور دعا کو بار بار دہراتے:

”الہی مسئى قدورد، وفقير قد قصد، لا تخيب مسعاہ، وارحمہ، واغفر له خطاہ“

میرے معبود! ایک برا شخص حاضر ہوا ہے، فقیر و محتاج نے قصد و ارادہ کیا ہے، اس کی سعی کو ناامید نہ کرنا، تو اس پر رحم فرما، اس کی خطا کو معاف کر دے۔ (۹۱)

۲۳۔ خیر الدین زرکلی کہتا ہے کہ ابوالحسن عسکری علیؑ (جن کا لقب ہادی ہے) بن محمد جواد بن علیؑ رضا بن موسیٰ بن جعفر حسینیؑ طالبی بارہ اماموں میں سے دسویں ہیں، جو اتقیا اور صلحاء میں سے ایک ہیں، آپؑ مدینہ میں پیدا ہوئے۔

متوکل عباسی سے آپؑ کی چغلی کھائی گئی تو اس نے آپؑ کو بغداد کی طرف بلوایا اور سامرا میں ٹھہرایا، اس کا نام مدینۃ العسکر تھا، کیونکہ معتصم نے جب اس کو آباد کیا تھا، تو اپنے لشکر کے ساتھ وہاں منتقل ہوا تھا۔
چنانچہ ابوالحسنؑ کو اسی شہر سے نسبت دی گئی۔

متوکل سے پھر رابطہ کیا گیا کہ آپؑ خلافت اور حکومت کے خواہاں ہیں، آپؑ کے گھر میں شیعوں کی طرف سے اس سلسلے کے خطوط موجود ہیں جو اس بات کی دلیل ہے۔

چنانچہ متوکل نے ایسے لوگ آپؑ کے گھر بھیجے جو آپؑ کو اس کے پاس لے گئے مگر متوکل کو کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو اس کے خلاف پڑتی ہو۔ (۹۲)

۲۴۔ سید عبدالرزاق بدری اپنی کتاب ”سیرۃ الامام العاشر علیؑ الہادی علیہ السلام“ میں کہتے ہیں کہ میں اس کتاب میں امام علیؑ ہادی علیہ السلام کی سیرت کی تصویر کشی نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں تقویٰ، امامت، جہاد فی سبیل

۲۵۔ ڈوائٹ۔م۔رونلڈسن آپ کے بارے میں تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد کہتا ہے کہ بہت سے لوگ آپ سے علم و دیانت حاصل کرنے آتے، یہ لوگ عراق، ایران اور مصر کے مختلف شہروں سے آتے، ان علاقوں میں آل محمدؐ کے شیعہ بڑی تعداد میں تھے۔ (۹۴)

باب نمبر ۱۱

امام حسن عسکری علیہ السلام

مختصر تعارف

آپؑ کے دادا: امام محمد جو اذقی علیہ السلام

آپؑ کے والد: امام علی ہادی نقی علیہ السلام

آپؑ کی والدہ: سلیل (۱)

آپؑ کے بھائی: محمد، حسین، اور جعفر

آپؑ کی ولادت: مدینہ میں ۸ ربیع الثانی ۲۳۲ ہجری میں پیدا ہوئے

آپؑ کا حلیہ: گندم گوں، موٹی موٹی آنکھیں، بہترین قد و قامت اور خوبصورت جسم، آپؑ صاحب جلال

وہیت تھے۔ (۲)

آپؑ کی کنیت: ابو محمد

آپؑ کے القاب: زکی، ہادی، عسکری، نقی، خالص، سراج، صامت، رفیق اور مرضی ہیں۔

آپؑ کی انگوٹھی کا نقش: ”سبحان من له مقالید السموات والارض“ (اے وہ جس کے قبضہ قدرت میں

آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں)

آپؑ کا سامرہ میں تشریف لانا: اپنے والد بزرگوار حضرت امام ہادیؑ کے ساتھ تشریف لائے اور وفات

تک سامرا ہی میں رہے۔

آپؑ کی زوجہ محترمہ: زجس (یا ملیکہ) بنت یشوعا بن قیصر شاہ روم، ان خاتون کی والدہ حضرت عیسیٰؑ کے

حواریوں کی اولاد تھیں، ان کا نسب حضرت عیسیٰؑ کے وحی شمعون تک پہنچتا ہے۔

آپؑ کے فرزند ارجمند: حضرت امام مہدی علیہ السلام

آپؑ کا شاعر: ابن رومی

آپؑ کے دربان: عثمان بن سعید عمری اور ان کے بیٹے محمد بن عثمان

آپؑ کے زمانے کے بادشاہ: معتز، مہندی اور معتد عباسی۔

آپؑ کے آثار: کتاب التفسیر۔ (۳)

آپؑ کی نظر بندی: آپؑ نے اپنی زندگی ظالموں کی قید میں گزاری ان قید خانوں کے آثار آج تک باقی

ہیں۔

آپؐ کی وفات: آنجناب صلوات اللہ علیہ نے جمعہ ۸ ربیع الاول ۳۶۰ ہجری کو ۲۸ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

آپؐ کا مزار: اپنے والد گرامی حضرت ہادی علیہ السلام کے قریب سرمن رائے میں اپنے ہی گھر میں دفن ہوئے۔

آپؐ کی قبر اطہر آج رفعت و بلندی اور چمک دمک میں آسمان سے باتیں کرتی ہے، اس پر دنیا کا سب سے بڑا سونے کا گنبد ہے جس کی تعمیر میں ۸۲ ہزار سونے کی اینٹیں صرف ہوئیں (۴)۔

مسلمانوں کا جم غفیر ساری دنیا سے آپؐ کی زیارت کے لئے آپؐ کو سلام کرنے، آپؐ کے قرب میں نماز پڑھنے اور آپؐ کے مرقد مبارک پر دعا کرنے کے لئے ہر وقت جمع رہتا ہے۔

آپؐ کی امامت کی نص

مسلمانوں میں مکاتب فکر کے اختلاف کے باوجود آئمہ علیہم السلام کا ان کے جد امجد رسول اعظمؐ کی جانب سے، نام بنام تذکرہ اور یہ کہ ان کے آخری قائم ہیں، یہ ساری باتیں مسلمانوں کے نزدیک مسلمات میں سے ہیں۔

ان نصوص میں سے بعض کو اہل سنت کے علمائے کبار نے بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ (۵)

پہلے لوگوں میں ان احادیث کے عام ہونے کی سب سے بڑی دلیل امام ابو محمد حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد ان کے فرزند کی اور امام کے گھر کی تلاشی لینا اور آپؐ کی بعض عورتوں، کنیزوں کو عباسی خلیفہ معتمد کی قید میں رکھنا ہے، اسے اس بات کا خوف اور ڈر تھا کہ شاید ان میں سے بعض حاملہ ہوں۔

یہ زیادتی عباسیوں، حتیٰ کہ امویوں کی، آئمہ علیہم السلام کے خلاف تشدد کے عام رویے میں غیر معمولی اضافہ تھا، اموی اور عباسی حکام پوشیدہ طور سے کسی امامؑ کو شہید کرتے تو ان کی اولاد اور جانشین سے متعرض نہ ہوتے، حتیٰ کہ دوسرا امام آجاتا اور ایک عرصے کے بعد امام وقت کو دھوکے اور پوشیدہ طور سے شہید کرتے۔

شبلیؒ سے روایت ہے کہ خالد برکی نے ہارون سے کہا یہ علی بن موسیٰ آئے ہیں اور انہوں نے اپنے لئے امر امامت و خلافت کا دعویٰ کیا ہے، ہارون نے کہا کہ جو کچھ ہم نے ان کے باپ کے ساتھ کیا ہے ہمارے لئے وہی کافی ہے، کیا تو چاہتا ہے کہ ہم ان سب کو قتل کر دیں؟۔ (۶)

لیکن جو سختی اور زیادتی معتمد عباسی کی جانب سے اور اس کے اعوان و انصار سے امام عسکریؑ کے بعد کے امام کے متعلق ہوئی اس پر نظر کی جائے۔

احمد بن عبید اللہ بن خاقان کا کہنا ہے کہ جب امام حسن عسکریؑ علیل ہوئے تو خلیفہ نے میرے باپ کے

پاس کسی کو بھیجا کہ امام حسن عسکریؑ بیمار ہیں، وہ اسی وقت سوار ہو کر دار الخلافہ گیا اور جلد ہی واپس لوٹ آیا، اس کے ساتھ امیر المومنین کے پانچ مخصوص خادم تھے، یہ سارے خادم اس کے خواص میں سے تھے، ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ امام حسن عسکریؑ کے گھر کی طرف متوجہ ہو، ان سے جدا نہ ہوا اور ان کی خبر و احوال معلوم کرتا رہے، کچھ معالجین اور اطباء کو بھی آپؑ کی صبح و شام دیکھ بھال کے لئے مستعد کیا۔

قاضی القضاۃ کو اپنے پاس بلا بھیجا، وہ مجلس میں حاضر ہوا تو اس کو حکم دیا کہ دس ایسے افراد، جن کے دین اور تقویٰ اور امانت پر تجھ کو اعتماد ہو، کو منتخب کر، قاضی جب ان لوگوں کو لے کر آیا تو ان کو امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر بھیجا، انہیں حکم تھا کہ وہ دن رات وہیں رہیں، وہ اسی گھر میں رہے یہاں تک کہ آنجنابؑ کی وفات ہو گئی۔

آپؐ کی وفات کی خبر شہر میں پھیلی تو سرمن رائے ایک واحد چیخ و پکار میں تبدیل ہو گیا، بازار بند ہو گئے۔
بنی ہاشم، قائدین لشکر، دفاتر کے افسر، قاضی حضرات اور عدالت کے عملے، سب ہی لوگ آپؐ کے جنازے میں شرکت کیلئے جمع ہو گئے، اس دن سامرا قیامت کا سما نظر پیش کر رہا تھا۔

آپؐ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو بادشاہ نے ابوعیسیٰ بن متوکل کو پیغام بھیجا کہ نماز جنازہ پڑھائے، جب جنازہ نماز کے لئے رکھا گیا تو ابوعیسیٰؑ قریب آگیا، اور آپؐ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا، پھر علویوں، عباسیوں، قائدین لشکر، قضاة، وغیرہ کو متوجہ کر کے کہا کہ یہ حسن بن علی بن محمد بن رضا علیہم السلام ہیں، جو اپنی موت اپنے بستر پر مرے ہیں، ان کے پاس (مرض الموت کے دوران۔۔۔۔۔۔ مترجم) امیر المومنین کے خادم اور ان کے قابل اعتماد فلاں افراد، فلاں قاضی، فلاں فلاں طبیب اور حکیم رہے ہیں۔

[illegible]

یہاں یہ ذکر مناسب ہوگا کہ امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے وقت عمر ۲۸ برس تھی، گویا اس وقت آپؑ کے فرزند ارجمند بچپن کی عمر کے ہوں گے، سوال یہ ہے کہ پھر ایک مضبوط جمائی حکومت ایک بچے سے کیوں خوفزدہ تھی؟

حکومت جس چیز سے ڈرتی تھی اور پریشان تھی وہ احادیثِ نص ہیں آئمہؑ میں سے آخری امامؑ کے لئے ایک ہمہ گیر انقلاب ہے جو ظالموں، جابروں کو نابود کر کے رکھ دے گا۔

اس کتاب کے گزشتہ ابواب میں بعض آئمہؑ سے آئی ہوئی نصوص گزر چکی ہیں یہ ان کے علاوہ ہیں، جو

احادیث نبویؐ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہیں، یہ سب حجت کو قائم کرنے، کسی امام کو اپنے بھائیوں سے ممتاز کرنے، امت کو ان کے سامنے جھکنے اور ان کی تعلیمات کو حاصل کرنے کے لئے کافی ہیں۔

یہاں امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام پر ان کے والد امام ہادی علیہ السلام کی طرف سے بعض نصوص پیش کی جائیں گی۔

۱۔ آنجنابؑ نے ابو ہاشم جعفری سے فرمایا: ابو محمد میرا بیٹا ہے میرے بعد میرا خلیفہ ہے، ان کے پاس ان تمام چیزوں کا علم ہے جن کی ضرورت ہو سکتی ہے، ان کے پاس امامت کا سبب ہے۔ (۸)

۲۔ آپؐ نے ابو بکرؓ فہمکی کو لکھا: ابو محمدؓ میرے فرزند آل محمدؓ میں سب سے زیادہ صحیح جبلت و طبیعت کے مالک اور زیادہ قابل و ثوق حجت ہیں، وہ میری اولاد میں سے سب سے بڑے اور وہی خلیفہ ہیں ان ہی کی طرف امامت کا عروہ اور دستہ ہے، اور وہاں ہمارے احکام منتهی ہوتے ہیں، چنانچہ جو کچھ تم مجھ سے پوچھا کرتے تھے وہ ان سے پوچھنا، ان کے پاس تمام وہ علم موجود ہے جس کی احتیاج ہو سکتی ہے۔ (۹)

[illegible]

۴۔ یحییٰ بن یسار قبری کہتا ہے: ابوالحسنؑ نے اپنے فرزند حسنؑ کی طرف اس دنیا سے اپنی رحلت سے چار ماہ قبل وصیت کی تھی، اپنے بعد کے لئے امر امامت کا ان کی طرف اشارہ کیا تھا مجھے، اس پر گواہ بنایا تھا اور خادموں اور غلاموں میں سے بھی کچھ کو۔ (۱۱)

۵۔ علی بن نوفل کہتا ہے کہ میں ابوالحسنؑ کے ساتھ ان کے گھر کے صحن میں تھا کہ پاس سے آپؐ کے فرزند محمدؑ گزرے، میں نے کہا: ہمارے صاحب (وامام) یہ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں، میرے بعد تمہارے صاحب حسنؑ ہیں۔ (۱۲)

۶۔ صقر بن ابودلف نے کہا کہ میں نے علی بن محمد بن علی رضا کو یہ کہتے سنا کہ میرے بعد امام میرے فرزند حسن ہیں اور حسن کے بعد ان کے فرزند القائم ہیں، جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔ (۱۳)

آنجنابؐ کی عبادت

ان دعاؤں اور مناجاتوں کو دیکھنے سے جو آئمہ اہل بیتؑ ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں، پتہ چلتا ہے کہ آپؑ عبادت اور ذکر و ورد میں کہاں تک پہنچے ہوئے تھے۔

بے شک ہمارے رحمہم اللہ نے سینکڑوں کتابوں میں ان دعاؤں اور مناجاتوں کو پیش کیا ہے۔
اس میں کوئی تعجب بھی نہیں کیونکہ رسول اعظمؐ نے ان ہی کو اپنی سب خوبیوں اور کمالات اور صفات کا وارث بنایا اور ان ہی کو اپنے اخلاق و اطوار کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔
آنحضرتؐ کی کثرت عبادت میں شان اور اس میں مشقت اٹھانا تو سب ہی پر عیاں ہے، چنانچہ خداوند عالم نے ان پر یہ آیت نازل فرمائی۔

”طه ما انزلنا اليك القرآن لتشقى“

اے طاہر و مطہر! ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت اور زحمت میں پڑ جاؤ۔
یہ اللہ تعالیٰ کی آپؐ پر شفقت اور مہربانی تھی۔
یہاں امام ابو محمد علیہ السلام کی عبادت کے سلسلے میں چند ایک واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔
۱۔ کتاب ”در الاصداف“ میں ہے کہ بہلول نے آپؐ کو اس وقت دیکھا جب آپؐ بچہ تھے آپؐ رورہے تھے جب کہ دوسرے بچے کھیل میں مصروف تھے، بہلول کو خیال ہوا کہ وہ اس چیز پر افسوس کر رہے ہیں جو دوسرے بچوں کے پاس ہے مگر اس کے پاس نہیں۔

بہلول نے پوچھا: کیا وہ چیز بازار سے خرید لاؤں جس سے آپؐ کھیلیں؟ آپؐ نے فرمایا: اے کم عقل! ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ بہلول نے پوچھا: تو پھر آپ کس لئے خلق ہوئے ہیں آپؐ نے فرمایا: علم و عبادت کے لیے، بہلول نے کہا: آپؐ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر۔

”افحسبتم انما خلقناكم عبثا وانكم الينا لا ترجعون“

کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث اور بیکار پیدا کیا ہے، یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟
بہلول نے عرض کیا کہ آپؐ مجھے کچھ وعظ و نصیحت کریں، آپؐ نے چند اشعار پڑھے جن کے ذریعے اس کو نصیحت کی۔

اس کے بعد حسن علیہ السلام غش کھا کر گر پڑے، جب آپؐ کو افاقہ ہوا تو بہلول نے عرض کیا: آپؐ پر یہ کیا کیفیت ہوئی تھی؟ آپؐ تو محض بچے ہیں اور آپؐ پر کسی قسم کا گناہ نہیں۔

آپؐ نے فرمایا: دور ہو جا اے بہلول! میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ وہ بڑی لکڑیوں سے آگ روشن کرنا چاہتی ہیں تو وہ روشن نہیں ہوتی، آگ چھوٹی لکڑیوں سے روشن ہو جاتی ہے مجھے خوف رہتا ہے کہ کہیں میں جہنم کا چھوٹا بندھن نہ بن جاؤں۔ (۱۴)

۲۔ محمد شاکری سے روایت ہے کہ آنجنابؐ محراب میں بیٹھتے اور سجدے میں چلے جاتے، میں سو جاتا

سو کر جب اٹھتا تو دیکھتا کہ آپؐ سجدے ہی میں ہوتے تھے۔ (۱۵)

۳۔ ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری کہتا ہے:

”حسنؑ قید خانے میں روزہ رکھتے، جب افطار کرتے تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ وہ کھانا کھاتے جو آپؐ کا غلام آپؐ کے لئے ڈھکی ہوئی ٹوکری میں لایا کرتا تھا۔“ (۱۶)

۴۔ معتمد عباسی آپؐ کی قید کے دوران کے حالات دریافت کرتا رہتا تھا اس کو بتایا جاتا کہ آپؐ دن کو روزہ رکھتے اور راتوں کو نمازیں پڑھتے ہیں۔ (۱۷)

۵۔ محمد بن اسماعیل کہتا ہے:

”وہ آنجنابؐ قید میں ایک ساتھ تھے، آپؐ دن کو روزہ رکھتے اور ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتے، عبادت کے علاوہ آپؐ گفتگو اور دوسرے مشاغل میں شریک نہ ہوتے“ (۱۸)

۶۔ بنی عباس صالح بن وصیف کے پاس گئے جب کہ ابو محمد علیہ السلام اس کے یہاں قید تھے اور اس سے کہا:

”ان پر سختی کر اور ان کو کسی قسم کی ڈھیل نہ دو۔“

صالح نے کہا:

”میں ان کے ساتھ کیا کروں؟“

میں نے دو بہت ہی خراب لوگ، جو مجھے مل سکے، ان پر نگرانی کے لئے مقرر کئے، جو خود نماز روزے میں مشغول ایک اعلیٰ کیفیت میں ہیں۔

صالح نے ان دونوں نگرانوں کو بلوایا اور ان سے پوچھا:

”اس مرد کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟“

ان دونوں نے جواب دیا:

”آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتا ہے، عبادت کے علاوہ نہ کسی سے بات کرتا ہے اور نہ کسی چیز میں مشغول ہوتا ہے، جب وہ ہماری طرف دیکھتا ہے تو ہمارے کندھے کا نپٹ لگ جاتے ہیں اور ہم پر ایسا رعب و دبدبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم اپنے حواس قائم نہیں رکھ سکتے۔“

عباسیوں نے جب یہ سناتو بے نیل و مرام واپس چلے گئے۔ (۱۹)

آپ کی سیرت سے کچھ اقتباسات

کسی شخص کی سیرت و کردار اس کے باطن سے اور اس کی ذات کی طبیعت جس پر ہے، وہاں سے پھوٹتی ہے، جو کچھ اس کے ضمیر میں ہے، جو کچھ اس کے نفس میں مضمر ہے، جو کچھ اس کی جبلت اور مزاج میں ہے، اس سے پھوٹتی ہے۔

میرے خیال میں انسان کی سیرت ہی اس کا میزان ہے یا اس کے خلاف مقیاس ہے، یہی لوگوں کی ایک دوسرے پر فضیلت کا عنوان ہے، نفس انسانی کی کسوٹی ہے۔

امام ابو محمدؑ باطن کے لحاظ سے تمام مخلوق سے افضل ہیں، طبیعت و خصل کے لحاظ سے ان سے اشرف ہیں، آپؑ کی ذات مقدس پاک و پاکیزہ اور آپؑ کا اعلیٰ نفس بلند و بالا ہے، اس لئے کوئی تعجب نہیں اگر آپؑ کی سیرت بلندی و رفعت کی انتہا اور کمال و فضیلت اور اوج و عظمت کی آخری ہد و تک پہنچ جائے۔

یہاں ہم آپ کی سیرت سے متعلق کچھ باتیں پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ آپؐ نے داؤد بن اسود کو پیغام بھیجا: جب تم سنو کہ کوئی مجھے برا بھلا کہہ رہا ہے تو (اس پر کان نہ دھرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مترجم) اور جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اسی راستے پر چلتے رہو، اگر کوئی ہمیں برا بھلا کہے تو اس سے بچو کہ تم اس کو جواب دو یا اس کو اپنے آپ کو پہنچناؤ۔ (۲۰)

۲۔ جب خلیفہ نے آپؐ کو قید سے رہا کرنے کا حکم دیا تو آپؐ قید خانہ کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: یہاں تک کہ جعفر بھی آجائے۔

قید خانے کے داروغہ نے کہا کہ خلیفہ نے تو مجھے صرف آپؐ کو رہا کرنے کا حکم دیا ہے جعفر کو نہیں، آپؐ نے فرمایا: تو دوبارہ اس کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ ہم دونوں ایک ہی گھر سے نکلے تھے اگر میں واپس چلا جاؤں اور وہ میرے ساتھ نہ ہو تو اس کے مضمرات تجھ پر واضح ہیں۔

چنانچہ آپؐ کے کہنے سے جعفر کو بھی رہا کر دیا گیا۔ (۲۱)

۳۔ کامل بن ابراہیم مدنی کہتا ہے کہ میں ایک دفعہ اپنے آقا و سر دار ابو محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؐ سفید اور ملائم لباس پہنے ہوئے ہیں میرے دل میں خیال ہوا کہ اللہ کے ولی اور اس کی حجت عمدہ لباس پہنتے ہیں، ہمیں حکم دیتے ہیں کہ بھائیوں کی مدد کیا کرو اور ہمیں ایسے لباس پہننے سے منع کرتے ہیں۔

آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اے کامل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور آپؐ نے اپنی آستین اوپر چڑھائی تو آپؐ کے جسم پر سیاہ بالوں سے بنا ہوا کھر درا کپڑا تھا، پھر آپؐ نے فرمایا: یہ اللہ کے لئے ہے اور یہ (اوپر والا لباس) تمہارے لئے ہے۔ (۲۲)

آپ کا احسان و کرم

آئمہ اہل بیتؑ سے متعلق کوئی ایسی کتاب نہیں ملے گی جس میں آپ علیہم السلام کے جو دوسخا، کرم و الطاف اور امت کے فقر اور متضعفین سے نیکی و احسان کا ذکر نہ ہو۔

اس موضع پر طویل گفتگو ہو سکتی ہے آپؑ میں سے ہر ایک کے لئے کوئی ان کے احسان و کرم کے واقعات کتابوں سے جمع کرے تو ہر امام کے بارے میں ایک جدا کتاب مرتب ہو جائے گی۔

امام ابو محمدؑ کے بارے میں بعض جو دوسخا کے جو واقعات آئے ہیں ان کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ آپؑ نے ابو ہاشم جعفری کے لئے ایک سودینار بھیجے آپؑ نے مزید لکھا کہ اگر تمہیں ضرورت اور احتیاج ہوا کرے تو بلا تکلف مانگ لیا کرو، کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کیا کرو، بے شک تمہارے لئے وہ کچھ ہوگا جس کو تم پسند کرو گے۔ انشاء اللہ (۲۳)

۲۔ حمیری نے کتاب ”الدلائل“ میں روایت کی ہے کہ ابو یوسف قیصر، جو متوکل عباسی کا شاعر تھا، کہنے لگا کہ میرے یہاں بچہ پیدا ہوا، میں اس زمانے میں بہت تنگی میں تھا، میں نے بعض لوگوں کو رقعے لکھے اور ان سے مدد چاہی مگر کہیں سے جواب نہ ملا۔

میں نے کہا کہ میں ابھی آتا ہوں، ابو محمدؑ کے گھر کا طواف کرتا ہوں شاہد خدا مجھے کشائش دے دے، چنانچہ میں نے ان کے گھر کا چکر لگایا اور دروازے پر گیا، ابو حمزہ باہر نکلے جن کے ہاتھ میں ایک سیاہ رنگ کی تھیلی تھی، دیکھا تو اس میں چار سود درہم تھے کہنے لگا میرے مولا و آقا فرما رہے ہیں کہ یہ اپنے نو مولود پر خرچ کر، خدا تجھے اس میں برکت دے۔ (۲۴)

۳۔ اسمعیل بن محمد بن علی (عباسی) سے روایت ہے کہ میں ابو محمدؑ کے انتظار میں راستے میں بیٹھ گیا، جب آپؑ قریب آئے تو میں نے آپؑ سے اپنی حاجت بیان کی اور قسم کھا کر کہا کہ میرے پاس ایک درہم سے زیادہ اس وقت نہیں، صبح کا کھانا کھایا ہے نہ شام کا۔

آپؑ نے فرمایا: تو اللہ کی جھوٹی قسم کھاتا ہے، تو نے دو سودینار دفن کر رکھے ہیں، یہ میں نے اس لئے نہیں کہا کہ میں تجھے عطیہ اور بخشش نہ دوں، یہ کہہ کر مجھے سودینار دیئے۔ (۲۵)

۴۔ ابو جعفر عمری کہتا ہے کہ ابو طاہر بلبل نے حج کیا تو علی بن جعفر ہمدانی کو دیکھا کہ وہ بہت زیادہ نفقات خرچ کر رہا ہے۔

جب واپس آیا تو یہ بات اس نے ابو محمدؑ کو لکھ بھیجی، آپؑ نے اس رقعے پر لکھا کہ ہم نے اس کے لئے ایک لاکھ دینار کا حکم دیا ہے اور تیرے لئے بھی اسی کے مثل حکم دیا ہے۔ (۲۶)

- ۵۔ ابو جعفر عمری کہتا ہے جس وقت سید و آقا (امام زمانہ) پیدا ہوئے تو ابو محمدؑ نے فرمایا کہ ابو عمر اور عثمان بن سعید کو بلایا جائے وہ آئے تو آپؑ نے فرمایا: دس ہزار رطل روٹیاں اور دس ہزار رطل گوشت خریدو، اس کو اجر و ثواب کے لئے بنی ہاشم میں تقسیم کرو اور اس کے عقیقہ میں اتنے اتنے بکرے ذبح کرو۔ (۲۷)
- ۶۔ محمد شاہ کرمی کہتا ہے کہ آپؑ بہت کم خوراک تھے، آپؑ کے پاس انجیر، انگور، شفتالو اور اس قسم کے پھل آتے تو ان میں سے ایک یا دو دانے کھاتے، فرماتے اے محمد! یہ سب اپنے بچوں کے لئے لے جاؤ میں کہتا یہ سب تو! تو فرماتے ہاں لے لو، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان میں سے کچھ رکھ لئے ہوں۔ (۲۸)
- ۷۔ آپؑ نے علی بن زید بن علی بن حسین بن زید بن علی کو دوسو دینار دیئے اور ان سے کہا کہ کنیز کی قیمت میں ان کو صرف کرو۔ (۳۹)
- ۸۔ آپؑ نے عمرو بن ابو مسلم کو پچاس دینار بھیجے اور فرمایا: اس سے کنیز خریدو۔ (۳۰)
- ۹۔ احمد بن صالح کو فی کو آپؑ نے تین ہزار درہم دیئے۔ (۳۱)
- ۱۰۔ آپؑ نے حکم دیا کہ آپؑ کے فرزند ارجمند امام مہدی علیہ السلام کے عقیقہ پر تین سو بکرے ذبح کئے جائیں گے۔ (۳۲)

آپؑ کی تفسیر کا کچھ حصہ

خداوند عالم ان ظالم حکام سے بدترین انتقام لے جنہوں نے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو در بدر کیا، قید کیا اور پھر قتل کیا، جس کے نتیجے میں پوری امت مسلمہ بہت سے فیوض و علوم سے محروم کر دی گئی، چنانچہ آئمہؑ کو اس کا موقع ہی نہیں ملا کہ وہ علوم کو نشر کرتے اور کونے کونے پہنچاتے۔

یہ حکام اچھی طرح جانتے تھے کہ آئمہؑ کا فرض منصبی ہی یہ ہے کہ وہ علم کی نشر و اشاعت کریں، دین کا پرچم بلند کریں، امید کو باشعور اور بیدار رکھیں اور ملک و سلطنت سے کوئی واسطہ نہ رکھیں۔

اس کے باوجود ان ظالم حاکموں نے ان کے ساتھ شقی القلبی کا بدترین مظاہرہ کیا ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ حکام دین سے کہیں دور ہو چکے تھے اور سب ہی ان کے برے کردار، حرام کاموں میں ملوث رہنے، گناہوں میں ڈوبے رہنے اور بے گناہ لوگوں کے قتل سے واقف تھے، ان میں سے بعض تو ایسے تھے جو توحید اور قیامت کے بھی منکر تھے۔ (۳۳)

آئمہؑ پر بعض اوقات ان کا غیض و غضب اس بغض و کینہ کی بناء پر ہوتا تھا جو آئمہ علیہم السلام کے فضائل کی لوگوں میں شہرت، ان کی مقبولیت اور مسلمانوں کا ان کی طرف مائل رہنا ان متکبر بادشاہوں کے سینوں میں بالچل مچائے رکھتا تھا، ان آئمہؑ کا اخلاق و کردار ان حکام کو زیادہ سے زیادہ سختی کرنے اور اذیت پہنچانے پر مجبور کرتا۔

ان جابروں نے آئمہ کو ظلم و ستم کر کے اس وقت موت کے گھاٹ اتارا جب وہ ابھی اول شباب اور عمر کے بہترین زمانہ میں تھے، چنانچہ امام حسن عسکریؑ نے رحلت فرمائی تو آپؑ کی عمر ابھی اٹھائیس سال تھی اور آپؑ کے والد گرامی امام ہادیؑ جب شہید کئے گئے تو آپؑ کی عمر چالیس سال تھی، آپؑ کے دادا حضرت امام جوادؑ کی شہادت پچیس سال کی عمر میں ہوئی۔

ان ظالم حاکموں کو یہ بھی منظور نہیں تھا کہ یہ حضرات اپنے جد امجد رسول اعظم کے مجاور بن کر مدینہ ہی میں زندگی بسر کریں۔ چنانچہ ان کو مختلف شہروں میں پھرایا اور پریشان کیا، اگر ان کو مجبور نہ کیا گیا ہوتا تو یہ کبھی اپنے نانا کے مدینہ سے جدا نہ ہوتے، وہی ان کا دفن ہوتا اور اسی سے وہ محشور ہوتے۔

یہ ظالم حکام و بادشاہ نہ ہوتے تو امام ہادیؑ اور امام عسکریؑ سامرا کا شہر نہ دیکھتے، یہ تو بڑی بات ہے کہ وہاں چوتھائی صدی سے زیادہ رہائش کرتے، یہ صرف ان کو وطن سے دور نہیں لے گئے بلکہ ان ظالموں نے ان پر بے انتہا سختیاں کیں، حتیٰ کہ ان دونوں اماموں نے اپنی عمر کا ایک حصہ قید خانوں کی تاریک کوٹھڑیوں میں گزارا، وہ قید خانے آج بھی موجود ہیں اور معروف ہیں جہاں ان دونوں اماموں نے صعوبتیں سہی تھیں۔

یہاں گفتگو امام حسن عسکریؑ کی تفسیر سے متعلق ہے باقی سارے علوم سے زیادہ علم تفسیر اماموں ہی سے زیادہ تعلق رکھتا ہے اور ان ہی میں محدود ہے یہی حضرات ثقلین میں سے دوسرے ہیں جو قرآن کریم کے معادل اور برابر ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا:

”انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ حبلى مدود من السماء الى الارض

وعترتی اہل بیتى ولن یفترقا حتی یرداعلى الحوض، (۳۳)

ترجمہ: میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب، جو آسمان سے زمین کی جانب دراز کی ہوئی رسی ہے اور دوسرے میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں، یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں۔

بعض شیعہ علمائے اعلام نے اپنی تفاسیر میں صرف ان ہی تفاسیر آیات پر انحصار کیا ہے جو حضرت اہل بیت علیہم السلام سے آئی ہیں دوسرے قرآنی مباحث کے بجائے صرف ان ہی پر اکتفا کیا ہے۔ (۳۵)

ہمارے ہاتھوں میں امام حسن عسکریؑ کی ایک تفسیر ہے (۳۶) جو کئی سو صفحات پر بڑی تقطیع پر مشتمل ہے آپؑ ہر ہر آیت کے فقرات اور جملوں کی تفسیر کرتے چلے گئے، کبھی کبھی روایت اور دوسری بحث بھی کی ہے ان ہی کے راستے پر آج تک مفسرین چل رہے ہیں شیعہ علماء نے اس تفسیر کی طرف توجہ کی ہے، اس کو بزرگی و اجلال کے

ساتھ قبول کیا ہے اور اس کے بعض باب اور حصے اپنی تصنیفات میں نقل کئے ہیں۔ (۳۷)

اس تفسیر کا آغاز سورہ فاتحہ سے ہوتا ہے، پھر یہ سورہ بقرہ کی اکثر آیات تک جاتی ہے یہ نہیں معلوم کہ اس کے بقایا حصے مفقود ہو گئے، دیگر نفیس کتابوں کی طرح، جو طویل مدت کے دوران اسلامی کتب خانوں سے غائب ہو گئے ہیں، یا یہ کہ ظالم و جابر حکمرانوں نے انہیں اس تفسیر کو مکمل کرنے کی مہلت ہی نہ دی، ان کو قید کر دیا یا شہید کر دیا۔

ان صفحات میں ہم بعض آیات کی تفسیر پیش کر رہے ہیں، محترم قارئین کو اصل تفسیر کا حوالہ دیتے ہیں تاکہ اس بیٹھے چشمے سے زیادہ سے زیادہ سیراب ہو سکیں۔

۱۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”الم ذلک الکتاب لاریب فیہ ہدی المتقین“

آنجنابؐ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ قریش اور یہودیوں نے قرآن مجید کی تکذیب کی اور اسے جھٹلایا، کہا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے اس کو خدا کی طرف غلط نسبت دی گئی ہے، تو اللہ عزوجل نے فرمایا:

”الم ذلک الکتاب“

یعنی اے محمدؐ! یہ وہ کتاب ہے جس کو میں نے تم پر نازل کیا ہے وہ حروف مقطعه سے ہے جن میں سے الف۔ لام میم بھی ہیں، یہ تمہاری ہی زبان میں ہے، تمہارے حروف تہجی میں ہے اگر تم سچے ہو تو اس کی مثل لے آؤ، اس کام کے لئے تم جو جو حاضر اور شاہد ہیں سب سے مدد لے لو۔

خدا نے بیان کیا کہ وہ اس پر قدرت نہیں رکھتے۔ فرمایا:

”قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لایاتون بمثلہ“

”ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا“

ترجمہ: کہہ دیں کہ اگر انسان اور جنات اس پر مجتمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو اس کی مثل نہیں لاسکتے، خواہ ان میں سے بعض دوسروں کے مددگار بھی بن جائیں۔

پھر خداوند عالم نے فرمایا:

”الم“

وہ قرآن جوالم سے شروع ہوا ہے، وہی کتاب ہے جس کی ہم نے موسیٰ کو اور ان کے بعد والے انبیاء کو خبر دی تھی، انہوں نے بنی اسرائیل کو خبر دی تھی۔

یقیناً عنقریب تم پر، اے محمدؐ! نازل کریں گے عربی زبان میں ایک معزز اور غالب کتاب، باطل نہ اس کے

سامنے سے آسکے گا اور نہ اس کے پیچھے سے، یہ صاحب حکمت لائق حمد خدا کی تزیل ہے۔

”لاریب فیہ“

اس میں کوئی شک نہیں، اس لئے کہ یہ ان (اہل کتاب) کے یہاں ظاہر ہے ان کے انبیاء نے اس کی خبر دی ہے کہ یقیناً محمدؐ پر کتاب نازل ہوگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ
۲۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد:

الذی جعل لكم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج
نه من الثمرات رزقا لكم فلا تجعلوا لله اندادا وانتم تعلمون۔

ترجمہ: وہ خدا جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش اور آسمان کو چھت قرار دیا، آسمان سے پانی نازل کیا جس کے ذریعے تمہارے رزق کے طور پر پھل نکالے، چنانچہ اللہ کیلئے کوئی نظیر و مثیل قرار نہ دو جب کہ تم جانتے ہو۔

آنجنابؐ نے فرمایا کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے:

”الذی جعل لكم الارض فراشا“

زمین کو تمہارے طبائع کے مطابق نرم اور مناسب بنایا، نہ اس کو سخت گرم اور ایسا بنایا کہ جو تم کو جلادیتی نہ زیادہ ٹھنڈک والی جو تم کو منجمد کر دیتی، نہ ایسی تیز خوشبودار کہ تمہارے ذہنوں کو ماؤف کر دیتی، نہ سخت بدبودار جو تم کو ہلاک کر دیتی، نہ اتنی نرم کہ پانی کی طرح تم کو غرق کر دیتی، نہ اتنی سخت کہ نہ تم کھیتی باڑی کر سکتے نہ مکان بنا سکتے اور نہ مردوں کو دفن کر سکتے۔

خداوند عالم نے زمین کو ایسا محکم بنایا جس سے تم فائدے اٹھا سکتے ہو، خود کو برقرار رکھ سکتے ہو، مکانات اس پر قائم ہیں، اس میں نرمی بھی دی ہے جس کی وجہ سے تم اس میں کھیتی باڑی کرتے ہو، وہ تمہارے بہت سے فائدے کے لئے ہر وقت تیار ہے تمہاری قبروں کے لئے بھی اس میں آسانی ہے۔

اس طرح اس نے زمین کو تمہارا فرش اور آسمان کو تم پر چھت بنایا، جس میں اس کے سورج، چاند اور ستارے گردش کرتے ہیں، یہ سب ہی تمہارے فائدے کے لیے ہیں۔

پھر فرمایا:

”وانزل من السماء ماء“

یعنی وہ بارش کو بلندی سے اتارتا ہے تاکہ تمہارے پہاڑوں، ٹیلوں، ہموار اور پست زمینوں تک پہنچ جائے، پھر اس کو پھوار، موٹے قطروں والی بارش، موسلا دھار بارش اور ہلکی ہلکی بارش میں تقسیم کیا تاکہ تمہاری

زمینیں اس کو چوس سکیں۔

اس بارش کو ایک ہی آبشار کی طرح نہیں برسا دیا، ورنہ یہ تمہاری زمینوں، درختوں کھیتوں اور تمہارے پھلوں کو خراب کر دیتی۔
پھر فرمایا ہے:

”فاخرج به من الثمرات رزقا لكم“

یعنی زمین سے جو کچھ نکلتا ہے اس میں تمہارا رزق ہے۔

”فلا تجعلوا لله انداد“

یعنی ان بتوں سے جو عقل و شعور نہیں رکھتے، نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں، نہ ہی کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں، مثال اور تشبیہ نہ دو۔

”وانتم تعلمون“

حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ ان عظیم اور جلیل نعمتوں میں سے، جن کا تمہارے پروردگار نے تم پر انعام و اکرام کیا ہے، کسی پر قدرت نہیں رکھتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ
۳۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

”واذ قال موسى لقومه يا قوم انكم ظلمتم انفسكم باخذكم العجل فتوبوا الى بارئكم فاقتلوا انفسكم ذلكم خير لكم عند بارئكم فتاب عليكم انه هو التواب الرحيم۔ واذ قلتم يموسى ابن نومن لك حتى ترى الله جهرة فاخذتكم الصاعقه وانتم تنظرون۔ ثم بعثناكم من بعد موتكم لعلكم تشكرون“

ترجمہ: (اور وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو خدا بنا کے اپنے اوپر بہت سخت ظلم کیا، اب (اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ) تم اپنے خالق کی بارگاہ میں توبہ کرو اور (وہ یہ ہے کہ) اپنے لوگوں کو قتل کر ڈالو۔ تمہارے پروردگار کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے پھر جب تم نے ایسا کیا تو خدا نے تمہاری توبہ قبول کر لی، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔ (اور وہ وقت بھی یاد کرو) جب تم موسیٰ سے کہا تھا اے موسیٰ! ہم تم پر اس وقت تک ہر گز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں، اس پر تم پر بجلی گری اور

تم تکتے ہی رہ گئے، پھر تمہیں تمہارے مرنے کے بعد ہم نے اٹھایا تاکہ تم شکر کرو۔

آنجنابؑ نے فرمایا: اللہ عزوجل کہتا ہے کہ اے بنی اسرائیل! یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے، جو بچھڑے کو پوجتی تھی، کہا کہ اے قوم! تم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے آپ کو ضرر پہنچایا، اب اپنے خالق کی بارگاہ میں توبہ کرو، جس نے تمہیں خلق کیا ہے اور تمہاری شکلیں بنائی ہیں، چنانچہ اپنے نفسوں کو قتل کرو، یعنی بعض دوسرے بعض کو قتل کرو، یعنی جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی وہ بچھڑے کو پوجنے والے کو قتل کریں، یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

یعنی تمہارے خالق کے نزدیک یہ قتل کرنا تمہارے لئے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم دنیا میں زندہ رہو، وہ تمہیں نہ بخشے اور تمہاری حیات بس دنیاوی زندگی تک ختم ہو جائے اور تم جہنم کی آگ کی طرف پلٹائے جاؤ۔ اگر تم قتل کرو اور توبہ کرو تو اللہ عزوجل اس قتل کو تمہارا کفارہ قرار دے گا اور جنت کو تمہاری منزل اور آرام کی جگہ قرار دے گا۔

اللہ عزوجل نے کہا:

”فتاب علیکم“

تمہاری توبہ قبول کی اس سے پہلے کہ تمہاری پوری جماعت ہلاک ہوتی اور تم سب کو قتل ہونا پڑتا، تمہیں توبہ کی مہلت دی ہے اور تمہیں اطاعت کے لئے باقی رکھا ہے۔

”انہ هو التواب الرحیم“

آپؑ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے ہاتھ سے بچھڑے کی خدائی جھوٹی ثابت کر دی اور اس کو نطق (اور زبان) دی کہ سامری کا پول کھول دے تو موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ جس بچھڑے کی پرستش نہیں کی وہ اس کو پوجنے والے کو قتل کر دے، زیادہ تر لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اس بچھڑے کی پرستش نہیں کی۔

اللہ عزوجل نے موسیٰؑ سے کہا: اس سونے کے بچھڑے کو لوہے سے کوٹ کر دریا میں بہا دیں، اب جو اس کا پانی پیئے اور اس کے ہونٹ اور ناک سیاہ ہو جائیں تو اس کا گناہ ظاہر ہو جائے گا کہ اس نے بچھڑے کو پوجا تھا۔

حضرت موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا چنانچہ بچھڑے کی پرستش کرنے والے ظاہر ہو گئے، خداوند عالم نے بارہ ہزار افراد کو حکم دیا کہ وہ باقیوں پر تلواریں نیاموں سے نکال کر پل پڑیں اور انہیں قتل کر دیں، منادی نے ندا دی یاد رکھو خدا اس پر لعنت کرے گا جو ہاتھ یا پاؤں سے ان سے بچنے کی کوشش کرے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

۴۔ خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

”واذاخذنا میثاقکم لا تسفکون دماءکم ولا تخرجون انفسکم من دیارکم“

ثم اقررتم وانتم تشهدون ثم اتنم هولاء تفتلون انفسكم و تخرجون
 فريقا منكم من ديارهم تظاهرون عليهم بالا ثم والعدوان وان ياتوكم
 اسارى تفادوهم وهو محرم عليكم اخراجهم افتومنون ببعض الكتب
 وتكفرون ببعض فما جزاء من يفعل ذلك منكم الا خزي فى الحياة الدنيا
 ويوم القيامة يردون الى اشد العذاب وما الله بغافل عما تعملون۔ اولئك
 الدين اشتروا الحياة الدنيا بالآخرة فلا يخفف عنهم العذاب ولا هم
 ينصرون“

ترجمہ: (اور وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم (یعنی تمہارے بزرگوں ۹ سے عہد لیا تھا کہ آپس میں
 خونریزیاں نہ کرنا، نہ اپنے لوگوں کو شہر بدر کرنا تو تم (تمہارے بزرگوں) نے اقرار کیا تھا اور تم بھی اس
 کی گواہی دیتے ہو (کہ ہاں ایسا ہوا تھا) پھر تم وہی لوگ ہو جو ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو، اپنوں
 میں سے بعضوں کے ناحق حمایتی بن کر دوسرے کو شہر بدر کرتے ہو اور (لطف یہ ہے کہ) اگر وہی لوگ
 قیدی بن کر تمہارے پاس (مدد مانگنے) آجائیں تو ان کا تاوان دے کر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو،
 حالانکہ ان کا شہر بدر کرنا ہی تم پر حرام کیا گیا تھا۔

کیا تم (خدا کی کتاب کی) بعض باتوں پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟ تم میں سے جو
 لوگ ایسا کریں ان کی سزا یہی ہے کہ زندگی بھر کی رسوائی ہو اور (آخر کار) قیامت کے دن بہت سخت
 عذاب سے دوچار ہوں، جو کچھ تم لوگ کرتے ہو خدا اس سے غافل نہیں ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی چنانچہ نہ ان کے عذاب ہی میں
 کمی کی جائے گی اور نہ ان کی کسی طور مدد کی جائے گی۔
 آنجنابؐ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ:

”واذا اخذنا ميثا قكم“

یاد کرو اے بنی اسرائیل! جب ہم نے تمہارا عہد تمہارے اسلاف سے لیا اور ان کی اولاد میں سے جس
 تک یہ خبر پہنچے جن میں سے تم بھی ہو، تو

”لا تسفكون دماءكم“

تم میں سے بعض دوسروں کا خون نہ بہائیں۔

”ولا تخرجون انفسکم من دیارہم“

اور تم میں سے بعض دوسروں کو ان کے گھروں سے نہ نکالیں۔

”ثم اقررتہم“

تم نے اس عہد کا اقرار کیا جس طرح تمہارے اسلاف نے اقرار کیا تھا، تم پر یہ اسی طرح لاگو ہے جس طرح تمہارے اسلاف پر عائد ہوتا تھا۔

”وانتم تشهدون“

تم اس چیز کے اپنے اسلاف پر بھی اور اپنے نفسوں پر بھی گواہ ہو۔

”ثم انتم“

پھر تم اے یہودیو!

”تقتلون انفسکم“

تم میں سے بعض دوسروں کو قتل کرتے ہیں۔

”وتخرجون فریقاً منکم من دیارہم“

تم میں سے کچھ لوگ دوسروں کو ان کے گھروں سے زبردستی نکال دیتے ہیں۔

”تظاہرون علیہم“

ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں کہ ان کو گھروں سے نکال باہر کرو، اور ان کو ناحق قتل کرتے ہو۔

”بالاثم والعدوان“

گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہو۔

”وان یأتوکم“

اور یہ جن کو تم گھروں سے نکالتے ہو یا ان کو نکالنے کا ارادہ رکھتے ہو یا ان کو ظلم سے قتل کرنا چاہو، اگر وہ تمہارے پاس آئیں۔

”اساری“

کہ ان کو تمہارے مشترک دشمنوں نے قیدی بنالیا ہو۔

”تفادوہم“

تو اپنے مال سے دشمنوں کو ان کا فدیہ (بھی) دیتے ہو۔

”وہم محرم علیکم اخراجہم“

حالانکہ اول تو انہیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی تم پر حرام ہے۔

یہاں خدا عزوجل نے اخراجہم کے لفظ کو دہرایا ہے، اس کو مختصر نہیں کیا یا چھوڑ نہیں دیا وہ کہہ سکتا تھا کہ وہو محرم علیکم، اس صورت میں یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ ان پر فدیہ دینا حرام ہے۔ پھر خدا عزوجل فرماتا ہے:

”افنئو ممنون ببعض الكتاب“

کیا تم کتاب میں بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو، جیسے اسی کتاب میں فدیہ دینا واجب ہوا۔

”وتکفرون ببعض“

اور بعض دوسرے احکام کا انکار کرتے ہو، جیسے ان کے ناحق قتل اور شہر بدر کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے؟

چنانچہ کہا گیا کہ جب اسی کتاب نے قتل نفس اور گھروں سے نکالنے کو حرام قرار دیا اور قیدیوں کا فدیہ دینا فرض کیا تو پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بعض احکام کی اطاعت کرتے ہو اور بعض کی نافرمانی کرتے ہو، گویا بعض پر ایمان رکھتے ہو اور بعض سے کفر اور انکار کرتے ہو۔ پھر خدائے عزوجل نے فرمایا:

”فما جزاء من يفعل ذلك منكم“

تو تم میں سے جو یہ کام کرے اس کی کیا جزاء ہے۔

اے جماعت یہود!

”الاخزی“

بجز رسوائی اور ذلت کے

”فی الحیوة الدینا“

دنیاوی زندگی میں بھی

وہ جزیہ جو ان پر لگایا جاتا ہے اور اس طور وہ ذلیل ہوتے ہیں۔

”ویوم القیامہ یردون الی اشد العذاب“

قیامت کے دن ان کو زیادہ شدید عذاب کی طرف لے جایا جائے گا۔

شدید عذاب جو کم و بیش ہوگا ان کے گناہوں میں فرق کے حساب سے، کیونکہ

”وما الله بغافل عما يعملون“

خدا، جو یہ عمل کر رہے ہیں، اس سے غافل نہیں، یہ یہودی جو عمل کر رہے ہیں اس کے بارے میں خدا عزوجل نے فرمایا:

”اولئك الذين اشتروا الحياة الدنيا بالاخرة“

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی خرید لی اور دنیا اور اسے مال و متاع پر راضی ہو گئے، ان جنت کی نعمتوں کے بدلے جو اللہ کی اطاعت کی وجہ سے ملتی ہیں۔

“فلا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينصرون”

نہ ان سے عذاب کم کیا جائے گا نہ ان کی مدد کی جائے گا، ان کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا، اور نہ ہی ان سے عذاب ہٹایا جائے گا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

”وقالوا اقلوبنا غلف بل لعنهم الله بكفرهم فقل لا ما يؤمنون“

انہوں نے کہا: ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے، بلکہ خدا نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے اور اپنی رحمت سے دور کر رکھا ہے ان میں سے بہت کم ایمان لاتے ہیں۔

آنجنابؑ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

رسول اللہؐ نے جب یہودیوں کو (مذکورہ) معجزات دکھائے اور خدا نے کہا کہ یہ لوگ مثل پتھر کے ہیں) اور ان میں معجزات کا بھی اثر نہیں ہوتا) تو یہودیوں نے کہا:

“قلوبنا غلف”

ہمارے دل خیر اور بھلائی سے بھرے ہوئے ہیں اور نیکی اور بھلائی نے ہمارے دلوں کو گھیر رکھا ہے اس کے باوجود یہ لوگ، اے محمدؐ! آپ کے اس فضل و کمال کا اعتراف کیوں نہیں کرتے جو اللہ کی کتابوں میں درج ہیں، اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے جو اللہ کے نبیوںؑ میں سے کسی، بتی کی زبان پر آپؐ کے فضل و کرم کا ذکر ہی؟

خدا نے ان یہودیوں کے اس قول کو رد کیا اور فرمایا:

”ہیل“

ایسا نہیں جیسا تم کہتے ہو کہ تمہارے دل علوم کے ظروف ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بلکہ

”لعنهم الله“

وہ خیر و بھلائی سے دور کئے گئے۔

”فقلیلا ما یؤمنون“

ان کا ایمان قلیل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نازل کیا ہے اس میں سے کچھ پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض احکام کا کفر اور انکار کرتے ہیں۔

جب انہوں نے محمدؐ کی تکذیب کی تو باقی تمام ان چیزوں کی بھی تکذیب ہو گئی جو آپؐ سے متعلق ہیں، آنجنابؐ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کی انہوں نے تکذیب کی وہ کہیں زیادہ ہیں ان سے جن کی انہوں نے تصدیق کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

”واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وما تقدموا لا نفسکم من خیر تجدوا عند اللہ“

ان اللہ بما تعملون بصیر“

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، خیر میں سے جو کچھ تم اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے یہاں پاؤ گے، جو عمل تم کرتے ہو خدا اس کا دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔
اس کی تفسیر میں جنابؐ نے فرمایا:

”اقیموا الصلوٰۃ“

سے مراد یہ ہے کہ وضو، تکبیروں، قیام، قرأت، رکوع، سجد اور حدود کو مکمل کر کے نماز قائم کرو۔

”واتوا الزکوٰۃ“

اور زکوٰۃ اس کے مستحقوں کو دو کسی کافر اور ناصبی کو نہ دو، رسول اکرمؐ نے فرمایا: جو ہمارے دشمنوں پر صدقہ کرے وہ اس شخص کی مثل ہے جو ہمارے پروردگار کے حرم کا مال چوری کرے۔

”وما تقدموا لا نفسکم من خیر“

اللہ کی اطاعت میں اپنے مال میں سے جو کچھ تم خرچ کرو، مال نہ ہونے کی صورت میں اپنے جاہ و جلال میں سے اپنے مومن بھائیوں کے لئے ان کو فائدہ پہنچانے کے لئے، جو کچھ تم خرچ کرو اور اس کے ذریعے ان لوگوں سے ان کی پریشانیاں دور کرو گے تو

”تجدوا عند اللہ“

اس کو اللہ کے یہاں پاؤ گے۔

خدا تمہیں نفع پہنچائے گا، محمدؐ اور علیؑ اور ان کی آل کی جاہ و جلالت کے ذریعے قیامت میں تمہیں نفع پہنچائے

گا، تمہارے گناہ اور برائیاں دور ہو جائیں گی، تمہارے حسنات اور نیکیاں کئی گناہ ہو جائیں گے، تمہارے درجات بلند ہوں گے، چنانچہ فرمایا کہ:

”اس کو اللہ کے یہاں پاؤ گے۔“

”ان الله بما تعملون بصير“

بے شک جو کچھ تم عمل کرتے ہو خدا اس کو دیکھتا ہے۔

وہ ایسا عالم ہے جس سے نہ کسی فعل کا ظاہر مخفی ہے اور نہ باطن، تمہارے عقائد اور تمہاری نیتوں کے مطابق وہ تمہیں جزا اور بدلہ دے گا، وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں جنہیں غلط فہمی ہو جاتی ہے تو وہ احمد کی پکڑی محمود کے سر رکھ دیتے ہیں اور ان کے یہاں کرتا کوئی ہے اور بھرتا کوئی ہے، ان دنیاوی بادشاہوں کی عنایات بھی اور ان کا غضب بھی ان کی جہالت کی وجہ سے غیر مستحق تک پہنچتا ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

”وقالت اليهود ليست النصرى ليست اليهود على

شئى وهم يتلون الكتب كذلك قال الذين لا يعلمون مثل قولهم فالله

بحکم بینہم یوم القیامہ فیما کانوا فیہ یختلفون“

یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا مذہب کچھ (ٹھیک) نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کا مذہب کچھ (ٹھیک) نہیں، حالانکہ یہ دونوں ہی اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں ان ہی کی سی باتیں وہ (مشرکین عرب) کیا کرتے ہیں جو (خدا کے احکام) کچھ نہیں جانتے، جس بات میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں (دنیا میں طے نہ ہوگی) قیامت کے دن خدا ان کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا۔

آنجنابؐ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

”وقالت اليهود ليست النصرى على شئى“

اور یہود نے کہا کہ نصاریٰ کا دین کچھ (ٹھیک) نہیں ہے بلکہ ان کا دین باطل و کفر ہے۔

”وهم يتلون الكتاب“

حالانکہ یہ دونوں ہی کتاب پڑھتے ہیں یعنی یہ دونوں حجت اور دلیل کے بغیر تقلید کئے ہوئے ہیں اور کتاب خدا پڑھتے ہیں مگر غور و تامل نہیں کرتے اگر غور و تامل کرتے تو کتاب جو واجب کرتی ہے اس پر عمل کرتے اور ضلالت و گمراہی سے چھٹکارا پاتے۔

”كذلك قال الذين لا يعلمون“

یہ وہ کہہ رہے ہیں جو یہ نہیں جانتے یعنی حق کو جانتے نہیں اور نہ اس میں اس طرح غور و فکر کرتے ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے اس کا حکم دیا ہے۔

یہ آپس ہی میں الجھتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ جو ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں پھر خداوند عالم نے فرمایا:

”فَاللّٰهُ بِحَكْمٍ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ“

اللہ قیامت کے روز جس بات میں یہ آپس میں جھگڑتے ہیں ان کے درمیان ٹھیک فیصلہ فرما دے گا۔ دنیا میں ان کی ضلالت و گمراہی اور فسق و فجور واضح ہو جائے گا، ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق بدلہ ملے گا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ“

انسانوں میں سے (خدا کے بندے) کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں، خدا ایسے بندوں پر بڑا ہی شفقت والا ہے۔ آنجنابؐ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

”وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ“

لوگوں میں وہ جو اپنے نفس کو بیچتا ہے، اس کا بیچنا

”ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ“

اللہ عز و جل کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

وہ اللہ کی اطاعت میں اعمال بجالاتا ہے لوگوں کو بھی اس کا حکم دیتا ہے اس کام سے جو اذیت اور تکلیف اس کو پہنچتی ہے وہ اس پر صبر کرتا ہے۔

وہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے نفس کو بیچ ڈالے اور اس کو خریدار کے سپرد کر دے، اللہ کی رضا و خوشنودی اس کا صلہ ہے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس نفس پر کیا افتاد پڑی، اس کا اللہ کی رضا چاہیے۔

”وَاللّٰهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ“

اللہ اپنے بندوں پر بڑا ہی شفقت کرنے والا ہے۔

اللہ سارے بندوں پر شفیق ہے مگر جو بندے اس کی رضا طلب کرتے ہیں وہ انہیں ان کی آخری امیدوں تک پہنچا دیتا ہے اس کے علاوہ اور اس سے بڑھ کر وہ کچھ انہیں دے گا کہ جہاں تک ان کی امیدیں بھی نہیں پہنچ سکتیں۔

جو فاسق و فاجر ہیں انہیں خدا مہلت دیتا ہے، ان سے نرمی برتا ہے انہیں اپنی اطاعت کی طرف بلاتا ہے اور ان کے لئے قطعی فیصلہ کرتا ہے، جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ یہ جلد ہی اپنے گناہوں سے توبہ کر لے گا، ایسی توجہ جو اس کے لئے بڑی کرامت اور بزرگی کا باعث بنے گی۔

اپنے آباؤ اجداد سے آپؐ کی روایت

آئمہ علیہم السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ ان کا علم، علم لدنی تھا، انبیاء علیہم السلام کی طرح خداوند عالم نے ان کو علم و معرفت اور تمام صفات کمال عطا فرمائی تھیں۔

حقائق اور واقعات بھی ہمارے اس نظریے کی تائید کرتے ہیں اس کتاب کے نویں باب جس میں امام محمد جواد علیہ السلام کے حالات ہیں، پر غور کریں اور اپنی ابتدائی عمر میں آپؐ کے قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم سے مناظرے اور یحییٰ کی شکست پر توجہ کریں تو آپؐ کو یقین ہو جائے گا کہ آپؐ کا علم فطری تھا اور کسی نہیں تھا، یہ حضرات صلوات اللہ علیہم اپنے لئے کسی معلم اور کتاب سے واسطہ نہیں رکھتے۔

بے شک یہ ضرور ہے کہ آئمہ طاہرینؑ ایک دوسرے سے علم اخذ کریں، ان میں سے ہر ایک اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرے۔

جو شخص بھی احادیث کی کتب کا مطالعہ کرے گا وہ آئمہ کی روایات زیادہ تر ایسی پائے گا جن کی سند ان کے آباؤ اجداد و صلوات اللہ علیہم اجمعین سے دی گئی ہے اور زیادہ تر روایات اپنے جد امجد رسول اعظمؐ سے کرتے ہیں کیونکہ آنحضرتؐ ہی وہ دریا ہیں جن سے چلو بھرتے ہیں اور وہ شیریں چشمہ ہیں جہاں یہ پیاس بجھانے آتے ہیں۔ امام حسن عسکریؑ نے بھی اپنی تفسیر میں اور اپنے دوسرے ارشادات میں اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام سے روایات کی ہیں یہاں ہم ان میں سے کچھ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوی الی السماء فساھن سبع

سموت وهو بکل شئی علیم“

وہی تو وہ خدا ہے جس نے تمہارے فائدے کے لیے زمین کی ساری چیزوں کو پیدا کیا، پھر آسمان کے بنانے کی طرف متوجہ ہوا، سات آسمان ہموار و مستحکم بنا دیئے وہ ہر چیز سے اچھی طرح واقف ہے۔

امامؑ نے فرمایا کہ امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے:

”خلق لکم ما فی الارض جمیعاً“

یعنی زمین کی ساری چیزیں تمہارے لئے پیدا کیں۔
وہ اس لئے کہ تم ان سے فائدہ حاصل کرو اور ان کے ذریعے خداوند عالم کی رضا تک پہنچو اور جہنم کی آگ کے عذاب سے بچو۔

”ثم استوى الى السماء“

پھر وہ آسمان کے بنانے کی طرف متوجہ ہوا۔
اس کو خلق کرنا اور اس کو مستحکم بنانا شروع کیا۔

”فسواهن سبع سموات وهو بكل شئ عليم“

سات مستحکم آسمان بنائے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے چونکہ وہ ہر چیز کا عالم ہے لہذا مصلحتوں کا بھی عالم ہے، چنانچہ جو کچھ اس نے زمین میں پیدا کیا ہے وہ اے بنی آدم! تمہارے مصالح کے لئے ہے۔ (۳۸)
۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ام تریدون ان تسالو رسولکم کما سئل موسیٰ من قبل ومن یتبدل

الکفر بالايمان فقد ضل سواء السبيل“

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسولؐ سے اس طرح کا سوال کرو جیسا پہلے موسیٰ سے سوال ہوا تھا؟ جو شخص کفر کو ایمان کے بدلے اختیار کرے وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔
امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ علی بن محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام نے فرمایا:

”ام تریدون“

کیا تم چاہتے ہو اے کفار قریش اور یہود!

”ان تسالو رسولکم“

کہ تم اپنے رسولؐ سے ان آیات معجزات کے متعلق سوال کرو جس طرح تمہارے دل چاہتے ہیں جب کہ تمہیں نہیں معلوم کہ یہ تمہارے لئے سودمند ہے یا نقصان دہ؟

”کما سئل موسیٰ من قبل“

جس طرح موسیٰؑ سے اس سے پہلے سوال کیا گیا اور ان سے خواہش کا اظہار کیا گیا کہ

”لن نومن لك حتى نرى الله جهره فاخذتکم الصاعقه“

تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں، پس انہیں بجلی نے آلیا۔

”ومن يتبدل الكفر بالايمان“

اور جو ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کرے۔

یعنی جن معجزات کے دیکھنے کے بعد بھی جن کی انھوں نے خواہش کی تھی، وہ ایمان نہ لائیں یا پھر جب وہ سمجھ جائے کہ اس کو یہ خواہش نہیں کرنی چاہیے تھی اس وقت بھی وہ ایمان نہ لائے، جو دلائل اور معجزات خود خداوند تعالیٰ نے قائم کئے ہیں اور ساتھ ساتھ جو بھی شواہد اور بینات خدا نے واضح کئے ہیں ان کو کافی نہ سمجھے اور ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے، عناد سے کام لے، قائم ہونے والی حجت اور دلیل سے قائل نہ ہو۔

”فقد ضل سواء السبيل“

تو وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

وہ اس درمیانی راہ سے دور ہٹ گیا جو اس کو جنت تک پہنچاتی اس کے برعکس وہ راستہ اختیار کر لیا جو اس کو جہنم کی آگ کی طرف لے جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ۔ (۳۹)

۳۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى الحر بالحر والعبد بالعبد
والانثى بالانثى فمن عفى له من اخيه شئ فاتباع بالمعروف واداء اليه
باحسان ذلك تخفيف من ربكم ورحمه فمن اعتدى بعد ذلك فله عذاب اليم
ولكم في القصاص حياة يا اولي الالباب لعلكم تتقون“

اے مومنو! جو لوگ ناحق مارے جائیں ان کے بدلہ میں تمہیں جان کے بدلے جان لینے کا حکم دیا جاتا ہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت، جس (قاتل) کو اس کے (ایمانی) بھائی (جو طالب قصاص تھا) کی طرف سے معاف کر دیا جائے تو اسے اسی کے قدم بقدم نیکی کرنا اور خوش معاملگی سے (خون بہا) ادا کر دینا چاہیے، یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے آسانی اور مہربانی سے اس کے بعد جو بھی زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اے عقل رکھنے والو! قصاص (کے قواعد مقرر کر دینے) میں تمہاری زندگی ہے (یہ اسی لئے جاری کیا گیا ہے) کہ تم (خونریزی) سے پرہیز کرو۔

امام نے فرمایا کہ علی بن الحسین علیہما السلام کا ارشاد ہے کہ اس آیت میں:

”يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى“

اے مومنو! جو لوگ ناحق مارے جائیں ان کے بدلے میں تم کو جان کے بدلے جان لینے کا حکم دیا گیا ہے، یعنی مساویانہ طور پر قاتل کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو مقتول کے ساتھ اس نے اسے قتل کرتے وقت کیا تھا۔

”الحرب بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی“

آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت، عورت کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا جب وہ کسی عورت کو قتل کرے۔

”فمن عفی له“

اور جس کو معاف کر دیا جائے یعنی قاتل کو اور قاتل اور مقتول کا ولی اس کی دیت پر راضی ہو جائیں اور اسی کے ساتھ اس کو معاف کر دیا جائے تو

”فاتباع“

ولی سے مطالبہ اور قصاص لینے میں نیکی کی اتباع اور پیروی کرو، جس قاتل کو معاف کیا گیا ہے، دیت دینے میں حسن معاملگی کرے، نہ مخالفت کرے اور نہ دیت دینے میں ٹال مٹول سے کام لے۔

”ذلك تخفيف من ربكم ورحمه“

یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے اس نے اجازت دے دی ہے، کہ مقتول کا ولی دیت لے کر قاتل کو معاف کر دے۔

اگر قاتل کو قتل کرنے کا حق یا معاف کرنے کا حق نہ ہوتا تو امکان تھا کہ مقتول کا ولی بخوشی کوئی عوض لئے بغیر اس کو معاف کر دیتا اور قاتل قتل سے شاید ہی بچ سکتا۔

”فمن اہتد بعد ذلك“

اس کے بعد بھی جو زیادتی کرے، مثلاً دیت لے کر اور معاف کرنے کے بعد بھی قاتل کو قتل کر دے تو

”فله عذاب الیم“

اس کے لئے دردناک عذاب ہے اللہ عزوجل کے یہاں آخرت میں اور دنیا میں قصاص کے اصولوں کی بنا پر قتل ہے، کیونکہ اس نے اسے قتل کیا ہے جس کا قتل کرنا اس کے لئے حلال نہیں تھا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

”ولکم“

اور تمہارے لئے اے امت محمدیہ!

”فی القصاص حیاة“

جان کے بدلے جان لینے میں زندگی ہے، اس لئے کہ جو کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا اسے معلوم ہو گا کہ اس سے قصاص اور بدلہ لیا جائے گا اس خیال سے وہ قتل کے ارادے سے رک سکتا ہے۔ اس طرح قصاص میں اس کے لئے بھی زندگی ہے جس کے قتل کا ارادہ کیا گیا ہے اور اس کے لئے بھی زندگی ہے جس نے دوسرے کے قتل کا ارادہ کیا دوسروں کے لئے بھی زندگی ہے جب وہ جانتے ہیں کہ قصاص واجب ہے اور وہ کسی کو قتل کرنے کی جرات نہیں کرتے، اے اولوالالباب! صاحبان عقل قصاص اور بدلہ کے خوف سے خون نہیں بہایا جائے گا۔ (۴۰)

۴۔ سبط ابن جوزی نے اپنے تذکرہ میں کہا ہے کہ میرے جدا بوالفرج نے اپنی کتاب ”تحریم الخمر“ میں ذکر کیا ہے، میں نے اس کے اپنے خط سے نقل کیا ہے اور اسے کہتے سنا ہے کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ابو عبد اللہ حسین بن علی کو کہتے سنا کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ابو عبد اللہ بن عطاء ہروی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ابو عبیدہ بھٹی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں، اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ابو عبد اللہ حسین بن محمد نیوری کو کہتے سنا، وہ کہتا ہے کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے محمد بن علی بن حسین علوی کو کہتے سنا کہ میں، اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے احمد بن عبد اللہ سببی کو کہتے سنا کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے حسن بن علی عسکری کو کہتے سنا کہ وہ فرماتے ہیں میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد علی بن محمد ہوں کہ میں نے اپنے والد علی بن محمد کو کہتے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد محمد بن علی بن موسیٰ رضا کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد علی بن حسین کو یہ کہتے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد حسین بن علی بن الحسن کو یہ کہتے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد علی بن ابی طالب کو یہ فرماتے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے محمد رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے جبرئیل کو یہ کہتے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے میکائیل کو یہ کہتے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اسرافیل کو یہ کہتے سنا کہ میں لوح محفوظ پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے خدا کو یہ فرماتے سنا کہ:

”شارب الخمر کعابد الوثن“

شراب پینے والا بت کی پرستش کرنے والے کی طرح ہے

سبط ابن جوزی کہتا ہے کہ جب میرے نانا نے یہ حدیث اپنی کتاب ”تحریم الخمر“ میں روایت کی تو کہا کہ ابو نعیم فضل بن وکین نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح و ثابت ہے جس کو عترت طیبہ طاہرہ نے روایت کیا ہے رسول اللہ سے کچھ اور لوگوں مثلاً ابن عباس، ابوہریرہ، انس، عبد اللہ بن ابی اوفی اسلمی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ (۴۱)

آپؐ کی کچھ وصیتیں

آئمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے ہر ایک نے بہت سی وصیتیں کی ہیں، بعض کسی ایک فرد کے لئے ہیں اور بعض ایک جماعت کو وصیت کی گئی ہے، بعض اوقات امام نے بعض ثقات کو وصیت حوالے کر کے حکم دیا کہ ان کے شیعوں اور حامیوں میں اس کی اشاعت کی جائے۔

یہ وصیتیں نصیحتوں اور حکمتوں سے بھری ہیں، پند و نصائح اور اسلامی تعلیمات کا مجموعہ ہیں۔

یہاں ہم امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کی بعض وصیتوں کو پیش کرتے ہیں، اچھا ہوا اگر انہیں ہم اپنی زندگی پر منطبق کریں اور اپنے اعمال ان کے مطابق ڈھال لیں۔

۱۔ اپنے شیعوں کے لئے آپؐ کی ایک وصیت:

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ کے تقویٰ کی، دین میں ورع کی، اللہ کے لئے جدوجہد کرنے کی، سچ بولنے کی، جو تمہیں اچھا یا برا مین بنائے اس کی امانت ادا کرنے کی، سجدے کو طول دینے اور اچھی ہمسائیگی کی۔ ان ہی چیزوں کو محمدؐ لے کر آئے ہیں۔

ان ہی جماعتوں اور قبائل میں نماز پڑھو، ان کے جنازوں میں حاضری دو، ان کے بیماروں کی عیادت کرو، ان کے حقوق کو ادا کرو۔

جب تم میں سے کوئی شخص اپنے دین میں ورع اور پرہیزگاری رکھتا ہو، اپنی گفتگو میں سچا ہو، امانت کو ادا کرتا ہو، لوگوں کے ساتھ حسن خلق رکھتا ہو، تو کہا جائے گا کہ یہ شیعہ ہے اس بات سے مجھے خوشی ہوگی۔

اللہ سے ڈرو، زینت بنو، عیب نہ بنو، ہماری طرف ہر قسم کی محبت اور مودت کو قریب لاؤ اور ہر بری چیز کو ہم سے دور کرو کیونکہ ہمارے بارے میں جو اچھی بات کہی جائے ہم اس کے اہل ہیں جو بری بات ہمارے متعلق کہی جائے تو ہم ایسے نہیں ہیں۔

اللہ کی کتاب میں ہمارا حق ہے، رسول اللہؐ سے ہماری قرابت ہے اور ہمارے لئے اللہ کی طرف سے تطہیر و پاک کرنا ہے، ہمارے علاوہ کوئی اس چیز کا دعویٰ نہیں کرتا، اگر کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

اللہ کا ذکر، موت کی یاد، تلاوت قرآن اور پیغمبرؐ پر صلوات زیادہ بھیجا کرو، کیونکہ پیغمبرؐ پر صلوات بھیجنادس

نیکیاں ہیں۔

جس چیز کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے اس کو محفوظ رکھنا۔

تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلام بھیجتا ہوں۔ (۴۲)

۲۔ آپؐ کی ایک وصیت:

تم ناقص اجل اور گنتی کے دنوں میں ہو، موت اچانک آتی ہے جو شخص خیر کا پودا لگائے گا وہ قابل رشک فصل کاٹے گا جو شر اور برائی کا بیج بوئے گا وہ ندامت اور پشیمانی کی فصل کاٹے گا۔

ہر کھیتی بونے والے کو وہ کچھ ملے گا جس کی اس نے کھیتی اگائی ہوگی۔

سست رفتار اپنے حصے کی طرف سبقت نہیں کر سکتا۔

حریض اور لالچی اس چیز کو نہیں پاسکتا جو اس کے مقدر میں نہیں۔

جس کو خیر و بھلائی دی گئی وہ اللہ نے اسے دی ہے اور جو شر اور برائی سے بچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بچایا

ہے۔ (۴۳)

۳۔ آپؐ کے شیعوں میں سے کچھ آپؐ کی بارگاہ میں شریاب ہوئے تو آپؐ نے وصیت فرمائی:

زیادہ سے زیادہ شکر کرو تو نعمتوں میں اضافہ ہوگا۔ (۴۴)

۴۔ آپؐ نے علی بن الحسین بن ابوبیہ قمی کو یہ وصیت تحریر فرمائی:

تمہیں میں اللہ کے تقویٰ، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ جس نے زکوٰۃ

ادا نہیں کی اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

تمہیں وصیت کرتا ہوں گناہ سے مغفرت کی، غصے کو پی جانے کی، صلہ رحمی کرنے کی، بھائیوں سے بھائی

چارگی اور تنگی اور فراخی دونوں زمانوں میں ان کی حاجات میں کوشش اور مدد کرنے کی، نادانی اور جہالت کے موقع

پر حلم و بردباری کی، تفقہ فی الدین (دین میں غور و فکر کرنے کی)، معاملات میں جانچ پڑتال کرنے کی، قرآن سے

تعہد اور لگن پیدا کرنے اور اس سے عہدہ پر آہونے کی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”لا خیر فی کثیر من نجواہم الا من امر بصدقہ او اصلاح بین

الناس“

تمہاری بیشتر سرگوشیوں میں کوئی خیر و بھلائی نہیں مگر جو شخص صدقہ دینے، نیکی کرنے اور لوگوں کے

درمیان اصلاح و درستی کا حکم دے۔

تمام فواحش اور برائیوں سے رکنے کی وصیت کرتا ہوں۔

تم پر نماز شب پڑھنا لازم ہے کیونکہ نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو وصیت کی تھی اور فرمایا تھا:

”یا علیؑ عليك بصلاة الليل عليك بصلاة الليل“

یا علیؑ نماز شب پڑھنا تم پر لازم ہے، نماز شب کو ادا کرنا تمہارے لئے ضروری ہے نماز شب کی ادائیگی تم پر لازم ہے۔

جو شخص نماز شب کو خفیف اور معمولی سمجھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

میری وصیت پر عمل کرنا، میرے سارے شیعوں کو ان چیزوں کا حکم دینا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے، تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔

تم پر صبر کرنا لازم ہے اور فرج و کشائش (امام زمانہ کے لئے) انتظار کرنا۔

شیعہ ہمیشہ حزن و ملال میں رہیں گے، یہاں تک کہ میرے فرزند ظہور کریں گے جن کی نبی اکرمؐ نے بشارت دی ہے کہ وہ زمین کو عدل و انصاف بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

صبر کرو اے میرے شیخ اور میرے معتمد ابوالحسن اور میرے سارے شیعوں کو صبر کرنے کا حکم دو۔

زمین اللہ کی ہے وہی اپنے بندوں کو اس کا وارث بنائے گا، عاقبت اور انجام کار متقیوں کے لئے ہے۔

تم پر اور ہمارے سب شیعوں پر سلام، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

اللہ ہمارے لئے کافی ہے وہی بہترین نگران و وکیل ہے، بہترین مولا و سرپرست اور بہترین ناصر و مددگار

ہے۔ (۴۵)

۵۔ آپؐ کی ایک وصیت:

سوال کرنے کو اس وقت تک آگے بڑھنا کہ جب تک اپنے میں تحمل و برداشت کی قدرت اور امکان کو

پائے۔

ہر روز کے لئے ایک نیا رزق ہے جان لے کہ طلب اور سوال کرنے میں اصرار کرنا حسن و جمال اور

چہرے کی رونق کو چھین لیتا ہے اور تکان اور سختی کا باعث ہوتا ہے۔

چنانچہ صبر کر یہاں تک کہ خداوند عالم تیرے لئے کوئی ایسا دروازہ کھول دے جس میں داخل ہونا آسان

ہو۔

کس قدر قریب ہے احسان و بخشش غمگین اور مظلوم سے اور امن و امان بھاگنے والے خوفزدہ سے۔

بعض اوقات زمانے کے تغیرات اللہ تعالیٰ کی تنبیہ کی ایک قسم ہوتے ہیں۔

حصوں کے کئی مراتب ہیں چنانچہ پھل کے پکنے سے پہلے توڑنے کی جلدی نہ کر۔

تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تیری تدبیر کرنے والا تجھ سے بہتر اس وقت کو جانتا ہے جب تیری اصلاح حال ہو سکتی ہے، اس لئے اس کے اختیار اور انتخاب پر اپنے تمام امور میں وثوق اور اطمینان رکھ، تیری حالت کی اصلاح ہو جائے گی۔

اپنی حاجات میں ان کے وقت سے پہلے جلدی نہ کرو ورنہ تیرا دل اور سینہ تنگ ہو جائے گا اور ناامیدی تجھے ڈھانپ لے گی۔ (۴۶)

آپؐ کے خطوط کے نمونے

امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کے مختلف شہروں اور علاقوں میں آپؐ کے شیعوں کے نام بہت سے خطوط ہیں، بعض جانے پہچانے لوگوں کے نام بھی خطوط ہیں۔

آپؐ کے سوانح نگاروں نے ان لوگوں کے نام بھی لئے ہیں جو آپؐ کے خطوط لاتے اور جواب لے جاتے تھے۔

یہ سارے خط اسلام کی دعوت اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے پر مستعد کرنے، ہدایات اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مبنی ہیں۔

یہاں ان میں سے بعض خطوط کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ محمد بن حسن کے خط کے جواب میں آپؐ نے اسے یہ خط لکھا:

بے شک اللہ عز وجل ہمارے لئے اولیاء کو جب ان کے گناہ زیادہ ہو جائیں، فقر و فاقہ کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے، بہت سے گناہوں کو تو معاف بھی کر دیتا ہے، یہ اسی طرح ہے جیسے تیرا نفس تجھ سے کہہ چکا ہے کہ ہمارے ساتھ فقر و فاقہ میں رہنا بہتر ہے ہمارے دشمن کے ساتھ غنی اور تو نگری میں رہنے سے۔

ہم اس کے لئے پناہ گاہ ہیں جو ہماری پناہ میں آئے، اس کے لئے نور و روشنی ہیں جو ہم سے روشنی حاصل کرے، اس کے لئے عصمت اور بچاؤ کا ذریعہ ہیں جو ہماری وجہ سے گناہ سے بچنا چاہے، جو ہم سے محبت رکھے وہ ہمارے ساتھ بلند ترین مقام میں ہوگا، جو ہم سے منحرف ہو کر ٹیڑھا ہو جائے تو وہ جہنم کی طرف جائے گا۔ (۴۷)

۲۔ اسحق بن اسماعیل نیشاپوری کے نام خط:

خدا ہمیں اور تمہیں اپنے پروردگار میں پردہ پوش رکھے، تمہارے سارے امور میں تمہیں اپنے احسان کا مستحق سمجھے۔

میں نے تمہارے خط کو سمجھا، خدا تم پر رحم کرے۔ ہم الحمد للہ و نعمہ ایسے اہل بیت ہیں جو اپنے اولیاء کے لئے نرم دل ہیں، اللہ کے ان پر پے در پے احسانات اور ان پر فضل و کرم سے خوش ہوتے ہیں۔

ہم ہر اس نعمت کو شمار کرتے اور اہمیت دیتے ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو عطا کرتا ہے۔
خداوند عالم، اے اسحاق! تم پر لوگوں میں سے جو تم جیسا ہو، جس پر خدا نے رحم کیا ہے، اور تمہارے جیسی
بصیرت عطا کی ہے اس پر بھی اپنی نعمت تمام کرے، اللہ تعالیٰ کی نعمت کا تمام ہونا جنت میں داخل ہونا ہے۔
کوئی بڑی سے بڑی نعمت جو اعلیٰ قدر و منزلت رکھتی ہو ایسی نہیں جو اللہ کی حمد و ثنا اور اس کے مقصد اور پاک
اسماء کا ذکر اس نعمت پر اللہ کے شکر کو ادا نہ کر دیتے ہوں۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ کسی بھی حمد کرنے والے نے ابدالاباد تک جو حمد کی ہے اس سے اللہ کی حمد افضل ہے
اس نعمت کی وجہ سے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی کی وجہ سے تجھ پر احسان کیا ہے اور تجھ کو ہلاکت سے نجات
بخشی ہے عقبہ یعنی ہلاکت کی گھاٹی کے راستے کو تیرے لئے آسان کیا ہے۔

بخدا یہ سخت اور شدید عقبہ اور گھاٹی ہے اس کا معاملہ بہت سخت ہے اس کا راستہ بہت سخت ہے اس کی بلا اور
مصیبت بہت بڑی ہے پہلی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے گزشتہ زمانے میں تم میں سے لوگ تھے جو اپنے راستے
پر چلے گئے۔

ان دنوں میں میرے کچھ امور ہیں جن میں تم میرے نزدیک کوئی قابل تعریف رائے نہیں رکھتے نہ توفیق
کے لئے اپنے کو دوست کئے ہوئے ہو۔
اے اسحاق یقینی طور پر جان لو کہ جو شخص اس دنیا سے اندھا نکلا وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راستے سے
زیادہ بھٹکا ہوا ہے۔

اے ابن اسماعیل آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوتے ہیں، اللہ کا اپنی
محکم کتاب میں ارشاد ظالم کی ترجمانی کرتے ہوئے اسی کو بیان کرتا ہے وہ کہنے لگا رب لم حشر تنی اعمی
قد كنت بصیر اقال كذلك اتتك اياتنا فانسيتها و كذلك اليوم تنسى
پروردگار مجھے کیوں اندھا محسوس کیا حالانکہ میں تو بینائی رکھتا تھا ارشاد ہوگا اسی طرح تیرے پاس ہماری
آیات آئی تھیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور آج اسی طرح تجھ کو بھلا دیا جائے گا۔

مخلوق پر اللہ کی حجت، ان کے شہروں میں اس کے امین، اس کے بندوں پر اس کے شہید و گواہ سے زیادہ
کون سی آیت اور نشانی اعلیٰ اور عظیم ہے جب کہ پہلے انبیاء جو ان کے آباؤ اجداد تھے، وہ گزر گئے اور قریبی آباؤ
اجداد جو وصی تھے اور ان سب پر سلام ہو اور اس کی رحمت اور برکتیں اور زیادہ ہوں۔

پھر تمہیں کہاں سرگرداں پھرایا جا رہا ہے، تم چوپایوں کی طرح کہاں چلے جا رہے ہو کہ حق سے منہ پھیرے
ہوئے ہو اور باطل پر ایمان رکھتے ہو، اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتے ہو، یا ان لوگوں میں سے ہو گئے ہو جو کتاب
کے بعض احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا کفر کرتے ہیں۔

اس کی جو تم میں سے یا تمہارے غیر میں سے ایسا کرے کیا، جزا ہونی چاہیے، سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور باقی رہنے والی آخرت میں طویل عذاب ہو، بخدا یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور مہربانی سے جب مہم پر فرائض و واجبات فرض کئے تو اس لئے نہیں کہ اے تم سے ان کی حاجت تھی، بلکہ وہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں یہ اس کی رحمت اور مہربانی ہے تاکہ تم پر خبیث کو طیب سے الگ کر دے اور اس لئے کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اس کا امتحان کر لے، جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کی جانچ پڑتال کر لے، اس طرح تم اللہ کی رحمت کی جانب ایک دوسرے سے سبقت لو اور اس طرح اس کی جنت میں تمہاری منزلیں ایک دوسرے سے درجہ بدرجہ ہوں۔

چنانچہ تم پر حج، عمرہ، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، روزہ رکھنے اور ولایت (آل محمدؐ) کو فرض کیا، تمہارے لئے ایک دروازہ قرار دیا جس سے تم فرائض کے دوسرے دروازوں کو کھول سکو۔

اس نے اپنے راستے کے لئے کنجی قرار دیا، اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے کی اولاد میں سے اوصیاء نہ ہوتے تو تم چوپایوں کی طرح حیران و سرگرداں ہوتے، فرائض میں سے کوئی فرض نہ پہنچانتے۔

کیا کسی شہر میں اس کے دروازے کے علاوہ کوئی کسی صورت داخل ہو سکتا ہے۔

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبیؐ کے بعد اوصیاء کو ان کو قائم مقام بنا کر تم پر احسان کیا تو اللہ نے اپنی کتاب میں کہا:

”اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا“

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔

چنانچہ اپنے اولیاء کے تم پر کچھ حقوق فرض کئے، ان کے ادا کرنے کا تمہیں حکم دیا تاکہ تمہارے لیے وہ چیزیں جو تمہارے ساتھ ہیں حلال ہو جائیں جیسے تمہاری ازواج، تمہارے اموال اور تمہارے کھانے پینے کے اسباب۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

”قل لا اسئلكم عليه اجر الا المودة القربى“

کہہ دیں کہ میں تم سے اس پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتا بجز قربی کی مودت اور محبت کے۔

یہ جان لو کہ جو شخص بخل سے کام لے وہ اپنے نفس سے ہی بخل کرتا ہے اللہ تعالیٰ غنی اور تو نگر اور تم فقراء و

مساکین ہو، نہیں کوئی معبود بجز ا کے۔

ان چیزوں کے بارے میں گفتگو طویل ہے کہ کیا تمہارے لیے سود مند ہے یا تمہارے لیے ضرر رساں ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ اس کی طرف سے تم پر نعمت تمام ہو اگر ایسا نہ ہوتا تو ان لوگوں کے بعد، جو گزر گئے، تم نہ میرا کوئی خط اور نہ کوئی تحریر دیکھتے اور نہ ہی مجھ سے کوئی بات سنتے، درحالیکہ تمہیں جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس سے غفلت میں ہو۔

میرے بعد تم پر ان کے غلام ابراہیم کو قائم کرنے اور جو میرا خط تم کو محمد بن موسیٰ نیشاپوری لے گیا تھا اس کے بعد اللہ ہی سے ہر حالت میں مدد چاہی جاتی ہے۔

اللہ کے معاملے میں کوتاہی کرنے سے بچو ورنہ خاسرین میں سے ہو جاؤ گے، جو اللہ کی اطاعت سے منہ موڑے اور اس کے اولیاء کے مواعظ اور نصائح کو قبول نہ کرے اس کے لیے دوری اور ہلاکت ہے۔

یہ تو طے شدہ ہے کہ اللہ نے تمہیں اپنی اطاعت، اپنے رسولؐ کی اطاعت اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ خدا تمہاری کمزوریوں، تمہاری غفلت اور اپنے امر میں تمہارے صبر کرنے پر رحم کرے، آخر انسان کو کس چیز نے اس کے کریم پروردگار سے مغرور کر دیا۔

بعض چیزیں جو اس خط میں ہیں وہ اگر سخت پتھر سمجھ لے تو وہ قلق و اضطراب سے، اللہ کی خشیت کے خوف سے اور اللہ کی اطاعت کے طرف لوٹتے ہوئے پھٹ جائے۔

جو چاہو عمل کرو، بے شک اللہ اس کا رسولؐ اور مخصوص مومنین اس کو دیکھتے ہیں، پھر تم غیب و شہادت کے جاننے والے کی طرف پلٹ جاؤ گے۔

وہ تمہیں ان تمام باتوں کی خبر دے گا جو تم عمل کرتے تھے۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو عالمین کا مالک و پروردگار ہے۔

خدا کی رحمت اور صلوات ہو محمدؐ اور ان کی سب آل پر۔ (۴۸)

۳۔ سہل بن زیاد کے خط کے جواب میں آنجنابؐ نے اس کو یہ خط تحریر فرمایا:

تم نے توحید کے متعلق سوال کیا ہے اور جو تم نے پوچھا ہے وہ تم سے ایک جانب اور دور ہے۔

اللہ ایک اکیلا ہے، نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے، نہ ہی کوئی اس کا کفو اور

ہم پلہ ہے۔

وہ خالق ہے کسی کی مخلوق نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اجسام وغیرہ میں سے جس کو چاہتا ہے خلق کرتا ہے، وہ خود

جسم نہیں ہے۔

جس کی چاہتا ہے تصویر کشی کرتا ہے، وہ خود صورت نہیں ہے۔

”جل ثنائہ و نقدست اسمائہ“

اس کی حمد و ثنا جلیل ہے اور اس کے اسماء پاک ہیں، اس سے کہ کوئی چیز اس کے مشابہ ہو وہی ہے، اس کا غیر نہیں ہے، اس کی مثل کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنا والا ہے۔ (۴۹)

۴۔ بنی اسباط کے خط کے جواب میں آنجنابؑ نے یہ خط تحریر فرمایا۔ انہوں نے موالی کے اختلافات کی خب آپؐ کو دی تھی اور اس پر دلیل مانگی تھی۔
آپؐ نے لکھا:

اللہ عزوجل نے صرف عاقل ہی کو مخاطب قرار دیا ہے۔

کو شخص اس سے زیادہ نہ کوئی آیت اور نشانی لا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی دلیل ظاہر کر سکتا ہے جو خاتم النبیینؐ اور سید المرسلینؐ لے کر آئے۔

(اس کے باوجود) لوگوں نے کہا کہ جادوگر، کاہن اور کذاب (جھوٹا، معاذ اللہ) بے شک اللہ نے اسے ہدایت دی، جس نے ہدایت حاصل کرنی چاہی۔

یہ صیح ہے کہ بہت سے لوگوں کو دلائل سے تسلی ہوتی ہے، اس بناء پر خدا عزوجل ہمیں اذن دیتا ہے تو ہم بات کرتے ہیں اور منع کرتا ہے تو ہم خاموش رہتے ہیں۔

اگر ہو چاہتا کہ حق ظاہر نہ ہو تو انبیاء کو مبعوث نہ کرتا، جو بشارت دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے تھے، وہ کمزوری اور قوت دونوں حالتوں میں حق کو واضح اور ظاہر کرتے تھے، وہ مختلف اوقات میں بولتے تھے تاکہ خدا اپنے امر کو ظاہر کرے اور اپنے حکم کو نافذ کرے۔
لوگوں کے مختلف طبقے ہیں۔

جو بصیرت چاہتے ہیں وہ نجات کے راستے پر ہیں اور حق سے تمسک رکھتا ہے، اصل اور دلیل کی شاخ اور فرع سے متعلق ہے وہ شک و ریب نہیں کرتا۔ اس سے ہٹ کر کوئی ملجا اور ماوی نہیں پاتا۔

ایک طبقہ ہو ہے جنہوں نے حق کو اس کے اہل سے نہیں لیا، وہ اس شخص کی طرح ہے جو سمندر میں سواری کر رہا ہو، اس کی موج کے ساتھ موج میں اور اس کے سکون کے ساتھ سکون میں ہو۔

ایک وہ طبقہ ہے جن پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے جن کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے حسد اور بغض کی وجہ سے اہل حق کا باطل سے رد کرتے ہیں۔

لہذا چھوڑ دو اس کو جو دائیں بائیں جاتا ہے کیونکہ چرواہا جس وقت اپنی بھیڑوں کو اکٹھا کرنا چاہے تو معمولی کوشش سے کر سکتا ہے۔

تم نے اس چیز کا ذکر کیا ہے جس میں موالی اختلاف کرتے ہیں۔

جب رفعت و بلندی اور تکبر ہو تو پھر کوئی شک نہیں رہتا، جو حکم کی مجالس میں بیٹھے وہ حکم کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

جس چیز کی رعایت تم سے چاہی گئی ہے اس کی زیادہ اچھے طریقہ سے رعایت اور نگہبانی کرو۔
شہر اور نام و منود اور عہدے اور منصب کی خواہش سے بچو، کیونکہ یہ دونوں ہلاکت کی طرف بلاتی ہیں۔

حکمت کی باتیں

آئمہ اہل بیتؑ سے جو کچھ نصائح، حکم اور مواعظ ہمیں ملے ہیں وہ یکجا کئے جائیں تو ہمارے پاس معارف، عرفان اور اخلاق کا ایک ضخیم مجموعہ اکٹھا ہو جائے، عربی زبان کے کتب خانے ایسی نفیس کتابوں سے بھر جائیں جس کی آج کے زمانہ میں بہت زیادہ ضرورت ہے۔

آئمہ اہل بیتؑ کا ایسا نفیس کلام آج بھی محفوظ ہے جو کسی اور صحابی، تابعی، یا ان کے بعد کے علماء کا محفوظ نہیں ہے۔

یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں کیونکہ آپؑ ثقلین میں سے ایک ہیں جو رسول اعظم امت مسلمہ کے درمیان چھوڑ گئے ہیں اور انہیں قرآن کریم کا نظیر و مثیل قرار دے گئے ہیں۔

یہ حضرات جو میراث چھوڑ گئے ہیں ان میں حکیمانہ اقوال بھی ہیں جن میں سے ہر ایک اخلاقی تعلیمات اور توجہی نصائح کا حامل ہے۔

دوسروں نے جو بڑی بڑی کتابوں اور ابواب میں لکھا وہ آپؑ حضرات کے چھوٹے چھوٹے کلمات میں موجود ہے، یہ بھی آپؑ کا ایک امتیاز ہے۔

یہاں ہم امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کے بعض حکیمانہ اقوال نقل کر رہے ہیں۔

۱۔ بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ”باب المعروف“ کہتے ہیں۔ اس میں سے اہل معرفت اور احسان کرنے والے داخل ہوں گے۔ (۵۱)

۲۔ جو شخص کسی مجلس میں اپنے شرف سے پست جگہ بیٹھنے پر راضی ہو تو اللہ اور اس کے ملائکہ اس پر اس وقت تک صلوات بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ اس جگہ سے نہیں اٹھتا۔

۳۔ عبادت زیادہ نماز اور روزہ کا نام نہیں، عبادت امر اللہ کے بارے میں زیادہ غور و فکر اور سوچ و بچار کا نام ہے۔

۴۔ احمق کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقلمند کا منہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔

۵۔ جاہل کا دوست مشقت میں رہتا ہے۔

۶۔ زندگی سے بہتر وہ چیز ہے جس کو زندگی اگر نہ پائے تو شرمندہ اور گلوگیر ہو جائے، موت سے بری چیز وہ ہے کہ جب تمہیں اس سے واسطہ پڑے تو تم موت کو چاہنے لگو۔

۷۔ مومن کے لیے وہ خواہش کس قدر بری ہے جو اس کو ذلیل و رسوا کر دے۔ (۵۲)

۸۔ نیک لوگوں کا نیکوں کو دوست رکھنا ان کے لیے باعث ثواب ہے، برے لوگوں کا نیکوں (ابرار) کو دوست رکھنا نیکوں کے لیے فضیلت ہے اور ابرار اور نیکوں کا فاجروں اور بروں سے بغض رکھنا فاجروں کے لیے رسوائی اور ذلت ہے۔

۹۔ تواضع اور انکساری میں سے یہ بھی ہے کہ جس کسی کے قریب سے تم گزرو تو اس کو سلام کرو اور یہ بھی کہ کسی مجلس میں با شرف جگہ سے نیچے بیٹھو۔

۱۰۔ ان سخت مصیبتوں میں سے ایک جو کسی انسان کی کمر توڑ دیتی ہے وہ ہمسایہ ہے جو اگر اچھائی دیکھے تو اسے چھپائے اور اگر برائی دیکھے تو اسے شہرت دے۔

۱۱۔ برا بندہ وہ ہے جس کے دو چہرے ہوں، دوزبانیں ہوں جو اپنے بھائی کی موجودگی میں اس کی تعریف کرے اور اس کی پیٹھ پیچھے اس کا گوشت کھائے (غیبت کرے) اگر اس کو کچھ ملے تو اس پر حسد کرے اگر وہ مصیبت میں مبتلا ہو تو اس کا ساتھ چھوڑ دے۔

۱۲۔ غصہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

۱۳۔ سارے لوگوں میں کینہ پرور بہت کم آرام میں ہوتا ہے۔

۱۴۔ سارے لوگوں میں زیادہ پرہیزگار وہ ہے جو شبہ کے موقع پر رک جائے، سارے لوگوں میں زیادہ عابد وہ ہے جو واجبات و فرائض کو ادا کرے، سارے لوگوں میں زیادہ زاہد وہ ہے جو حرام کو چھوڑ دے، سارے لوگوں میں زیادہ اجتہاد اور کوشش کرنے والا وہ ہے جو گناہوں کو چھوڑ دے۔

۱۵۔ کوئی عزت دار جب حق کو ترک کرتا ہے تو ذلیل ہو جاتا ہے، جو ذلیل حق کو لازم جان لے وہ عزت والا ہو جاتا ہے۔

۱۶۔ دو خصلتیں اور صفیتیں ایسی ہیں جن سے بالاکوئی چیز نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ پر ایمان رکھنا اور بھائیوں کو فائدہ پہنچانا۔

۱۷۔ باپ کے خلاف بیٹے کا بچپن میں جرأت کرنا بڑے ہو کر عاق و نافرمان ہونے کی طرف بلاتا ہے۔

- ۱۸۔ کسی غمزہ کے سامنے خوشی کا اظہار کرنا آداب کے خلاف ہے۔
- ۱۹۔ جاہل کا ریاضت اور عبادت کرنا اور کسی چیز کے عادی شخص سے اس کی عادت چھڑانا دونوں معجزہ ہیں۔
- ۲۰۔ جس شخص نے اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر وعظ و نصیحت کی اس نے اس زینت بخشی اور جس نے علی الاعلان اور دوسروں کے سامنے نصیحت کی تو گویا اسے عیب لگایا۔
- ۲۱۔ حسن صورت، ظاہری جمال اور خوبصورتی ہے۔ حسن عقل باطنی جمال اور خوبصورتی ہے۔
- ۲۲۔ جو شخص خدا سے مانوس ہوا اسے لوگوں سے وحشت اور گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے۔
- ۲۳۔ ساری خباثتیں اور برائیاں ایک گھر میں رکھی گئی ہیں۔ اس گھر کی کنجی جھوٹ ہے۔
- ۲۴۔ جو شخص باطل کی پشت پر سوار ہوا وہ اسے ندامت اور پشیمانی کے گھر میں اتارے گا۔ (۵۳)
- ۲۵۔ جو دوستی کی ایک مقدار ہے اس سے زیادہ ہوگی تو اسراف اور فضول خرچی ہوگی۔ مستقل مزاجی اور صبر کی بھی ایک مقدار ہے اس سے زیادہ ہو تو بزدلی ہے۔ میانہ روی کی بھی ایک مقدار ہے اس سے زیادہ ہو تو بخل ہے شجاعت و بہادری کی بھی ایک مقدار ہے اس سے زیادہ ہو تو لاابالی پن ہے۔ اپنے نفس کو ادب سکھانے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ ایسی چیزوں سے اجتناب کرو کہ جنہیں تم دوسروں میں ناپسند کرتے ہو۔ (۵۴)
- ۲۶۔ وہ رزق جس کی تمہیں ضمانت دی گئی ہے تمہیں فرض اور واجب عمل سے الگ مشغول نہ رکھے۔
- ۲۷۔ کوئی بلا اور مصیبت نہیں مگر اللہ کی اس میں حکمت ہے اور وہی اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔
- ۲۸۔ ورع اور پرہیزگاری جس کی خلق اور خوہو، کرم جس کی طبیعت ہو اور حلم و بردباری جس کی عادت ہو، اس کے دوست زیادہ ہوتے ہیں، اس پر اس کی تعریف و ثنا ہوتی ہے، اس کی حسن ثنا سے اس کے دشمنوں سے اس کی مدد کی جاتی ہے۔ (۵۵)
- ۲۹۔ کسی سے جھگڑانہ کرو ورنہ تمہاری خوبصورتی اور چہرے کی رونق ختم ہو جائے گی، کسی سے مزاح نہ کرو ورنہ تم پر جرات اور جسارت کی جائے گی۔

۳۰۔ جب فیصلہ شدہ امر کو ہو کے رہنا ہے تو پھر رونا دھونا کیسا؟ (۵۶)

آپؐ کے چند جوابات

بہت سے مسائل میں جو آپؐ سے پوچھے جاتے تھے، ان میں سے محترم قارئین کے لیے ہم یہاں امام ابو محمد عسکری علیہ السلام کے جواب نقل کرتے ہیں۔

یہ سوالات مختلف فنون میں احکام کے اسباب، ملامت اور سرزنشوں اور آداب وغیرہ کے باب میں ہیں۔ ان سوالات کی اہمیت پر غور کرنے سے اس زمانے کے لوگوں کے جرم ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یعنی آئمہ علیہم السلام کو حکومت و سلطنت سے رو کر رکھنے کی سعی، انہیں امت مسلمہ سے جدا کرنے کی کوششیں، انہیں جلاوطن کرنے اور قید اور نظر بند رکھنے اور ان سب کے ذریعے امت کو ان کے فیض و برکات سے دور رکھنے کے جرم نظروں کے سامنے گھوم جاتے ہیں۔

یہاں بعض جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آپؐ سے فہمکی نے سوال کیا: مسکین اور ضعیف عورت کا کیا قصور ہے کہ وہ میراث کا ایک حصہ پاتی ہے اور مرد دو حصہ لیتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اس لیے کہ عورت کے لیے نہ جہاد ہے نہ کسی کا نان و نفقہ اس کے ذمہ ہے اور نہ اس پر دیت ہے، یہ ساری چیزیں مرد پر لازم ہیں۔ (۵۷)

۲۔ حسن بن ظریف کہتا ہے کہ میں نے ابو محمدؑ کو خط لکھ کر امیر المومنینؑ کے بارے میں رسول اللہؐ کے اس ارشاد کے سلسلے میں سوال کیا کہ:

”من كنت مولا فهذا علي مولا“

آپؐ نے فرمایا: آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کے ذریعے ان کو ایک ایسا نشان قرار دیں جس کے ذریعے تفرقہ کے موقع پر حزب اللہ (اللہ کی جماعت) کی پہچان ہو سکے۔ (۵۸)

۳۔ جعفر بن محمد بن حمزہ علوی کہتا ہے کہ میں نے ابو محمد حسن بن علی بن محمد بن رضاؑ کو خط لکھا اور سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے روزوں کو کیوں فرض و واجب کیا ہے؟ آپؐ نے جواب میں لکھا کہ خداوند عالم نے روزہ اس لیے فرض کیا ہے کہ غنی اور مالدار بھوک کو چھو کر فقیر و مسکین سے شفقت و مہربانی سے پیش آئے۔ (۵۹)

۴۔ آپؐ کو جب قید کیا گیا تو سر من رائے (سامرا) میں لوگ شدید قحط میں مبتلا ہوئے، خلیفہ معتمد

بن متوکل عباسی نے حکم دیا کہ لوگ تین دن نماز استسقاء کے لیے باہر جمع ہوں مگر وہ بارش سے سیراب نہ ہوئے۔

ان کے بعد ایک راہب کے ساتھ عیسائی باہر نکلے، اس راہب نے جیسے ہی اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، دوسرے دن بھی یہی ہوا بعض جاہل شک میں پڑ گئے اور بعض مرتد ہو گئے۔ یہ بات خلیفہ پر شاق گزری، اس نے حضرت حسن خالصؒ کو حاضر کرنے کا حکم دیا آپؒ سے کہنے لگا کہ:

”ادرك امة جدك رسول الله قبل ان يهلكوا“

اپنے نانا رسول اللہؐ کی امت کی فریاد کو پہنچیں، ان کی مدد کریں اس سے پہلے کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔ حسنؒ نے فرمایا کہ کل لوگ باہر نکلیں تو انشاء اللہ میں ان کے شک و شبہ کو زائل کر دوں گا، آپؒ نے خلیفہ سے اپنے اصحاب کی قید سے رہا ہونے کی بات کی، اس نے انہیں رہا کر دیا، دوسرے دن جب لوگ استسقاء کے لیے باہر آئے اور راہب نے اپنا ہاتھ عیسائیوں کے ساتھ بلند کیا تو آسمان آبر آلود ہو گیا۔ حضرت حسنؒ نے اس کے ہاتھ پکڑنے کا حکم دیا، اچانک اس میں ایک آدمی کی ہڈی نکلی آپؒ نے اس سے وہ ہڈی لے لی اور فرمایا: اب بارش کی دعا کرو اس نے ہاتھ اٹھایا تو بادل چھٹ گئے اور سورج نکل آیا۔

لوگوں کو تعجب ہوا خلیفہ نے آپؒ سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے اے ابو محمد! آپؒ نے فرمایا: یہ ایک بتی کی ہڈی ہے جو اس راہب کو کسی قبر سے ملی ہے، نبیؐ کی ہڈی آسمان کے نیچے ظاہر کی جائے تو موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی ہے۔

لوگوں نے امتحان کر کے دیکھا تو ایسا ہی تھا۔

اس طور مسلمانوں سے شک و شبہ کا ازالہ ہو گیا، اور جناب حسن عسکریؒ اپنے گھر کی طرف لوٹ

آئے۔ (۶۰)

الکندی فلسفی کے ساتھ

استاد عبدالقادر احمد یوسف کہتے ہیں کہ یہ نہیں کہ آئمہ علیہم السلام اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ حق دار سمجھتے تھے، بلکہ وہ مکلف تھے اور رسول اکرمؐ کے بعد ان کی ذمہ داری تھی کہ اسلام کی نشر و اشاعت کریں اور سنن اور طرق الہی اور شرائع محمدیؐ کی حفاظت کریں، اس لیے کہ انتہائی قرب کے القصائد، نفس کی پاکیزگی اور اخلاص اور قرآن مجید ہی سے متعلق تھی۔ (۶۱)

درحقیقت دین ان کے جدا مجد امیر المومنینؑ کی حمایت اور دفاع سے قائم ہوا۔ آنجنابؑ نے اپنا نفس دین کی مقدس راہ میں فدا اور قربان کیا، آپؑ اپنی جان قربان کر کے آنحضرتؐ کو بچانے کے لیے رسول اعظمؐ

کے بستر پر ہجرت کی رات سوئے، قریش کے جابروں اور طاغوتوں کو چیلنج کیا، اس کے ساتھ ساتھ پیغمبرؐ کی جنگوں اور غزوات میں آپؐ کا کردار ہے کہ جنگ خندق کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؐ کے موقف کے بارے میں فرمایا:

”لمبارزہ علی لعمر و بن عبدود افضل من اعمال امتی یوم القیامہ“ (۶۲)

عمر و بن عبدود علیؓ کا مبارزہ کرنا، میری امت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے۔

بنی الدین فاستقام و لولا

ضرب ماضیک ما استقام البناء

ترجمہ: دین کی بنیاد رکھی اور اس کو قائم کیا اگر تیرے بزرگ (جو گزر گئے) کی ضرب نہ ہوتی تو یہ بناء قائم نہ رہ سکتی۔

آپؐ کی اولاد بنی ہی دین کے لیے مسلسل قربانیاں دیتی رہی، عاشوراء کے دن سبط پیغمبرؐ کا قیام اسلام کے کلمہ کی اعلاء اور بلندی کے لیے ہی تھا، آپؐ نے اس کے لیے جو قربانیاں پیش کیں ان کے سامنے باقی ہر قربانی اور فدیہ سچ اور کمتر ہے۔

اموی اور عباسی حکومتوں کے دوران آئمہؑ نے حکام کے دباؤ اور فشار میں رہتے ہوئے زندگی بسر کی، یہ حکام ان کا پیچھا کرتے رہے، انہیں جلا وطن کیا، قید کیا اور پھر قتل کیا، مگر باوجود حالات کی شدت کے اور ظالموں کی سختی اور شقی القلبی کے آپؑ حضراتؑ سے جتنا ہوسکا، دین کی حمایت کی۔

وہ مختلف مذاہب کے علماء کے باطل نظریات کا رد کرتے اور فلسفیوں کے غلط افکار کو آشکار کرتے۔ گزشتہ ابواب میں امام جعفر صادق اور امام رضا علیہما السلام کے اس قسم کے لوگوں سے مناظرے اور گفتگو کا ذکر ہو چکا ہے۔

یہاں ہم فلسفی کندی کے ساتھ امام ابو محمد حسن عسکریؑ کا موقف پیش کرتے ہیں۔ اسحق کندی اپنے زمانے کا عراق کا مشہور فلسفی تھا، اس نے تناقض قرآن کی تصنیف شروع کی اور اپنے آپ کو اسی کام میں مشغول کر لیا، اپنے گھر میں اکیلا اس کام کے لیے رہنے لگا۔ ایک دن اس کا ایک شاگرد امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، ابو محمدؑ نے اس سے فرمایا:

”اما فیکم رجل رشید“

کیا تم میں کوئی سمجھ دار شخص نہیں جو تمہارے استاد کندی کو اس چیز سے روکے جو اس نے قرآن کے سلسلے میں اپنا شغل بنا رکھا ہے، اس کا شاگرد کہنے لگا کہ ہم تو ان کے شاگرد ہیں ہمارے لیے یہ کس طرح مناسب ہے کہ ہم

اس چیز میں یا کسی اور چیز میں اعتراض کریں۔

ابو محمدؑ نے فرمایا: جو کچھ میں تم سے کہوں وہ تو اس تک پہنچاؤ گے۔

اس نے کہا: ہاں۔

آپؐ نے فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور اس سے لطف اور نرمی سے پیش آؤ اور جس راہ پر وہ چل رہا ہے اس میں اس کا ساتھ دو، جب اس سلسلے میں ہم آہنگی اور رغبت پیدا ہو جائے تو اس سے کہو کہ میرے ذہن میں ایک مسئلہ آیا ہے جو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، وہ کہے گا کہ ہاں پوچھو۔

اس سے کہنا کہ اگر اس قرآن کا یہ متکلم آپ کے پاس آئے تو کیا یہ صحیح ہے کہ اس تکلم سے اس کی مراد ان کے معنی کے علاوہ ہوں جو آپ نے گمان کیا ہے اور آپ اس کی طرف گئے ہیں تو وہ کہے گا کہ یہ صحیح اور ممکن ہے، کیونکہ وہ ایسا شخص ہے کہ جب کسی چیز کو سنے تو اس کو سمجھتا ہے، جب وہ اس کا جواب دے تو اس سے کہو کہ آپ کو کیا معلوم ممکن ہے اس کی مراد اس کے علاوہ ہو جس کی طرف آپ گئے ہیں اور آپ اس کے معانی اور مطالب کے علاوہ کسی اور چیز کو ان کی جگہ رکھ رہے ہوں۔

وہ شاگرد کندی کے پاس گیا اور اس کے ساتھ بہت لطف اور مہربانی سے پیش آیا، یہاں تک کہ استاد کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا، اس نے کہا کہ اس کو دہراؤ تو شاگرد نے پھر بیان کیا۔ کندی غور کرتا رہا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ لغت کے لحاظ سے بھی اس کا امکان ہے اور فکر و نظر اور عقلی طور پر بھی یہ جائز ہے۔

کہنے لگا کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتا کہ یہ بات تجھے کہاں سے ہاتھ آئی۔ شاگرد نے جواب دیا کہ یہ میرے دل میں بات آئی تھی تو آپ سے بیان کر دی، اس نے کہا یہ ممکن نہیں کیونکہ تیرے ذہن کی رسائی یہاں تک نہیں ہو سکتی، سچ سچ پتا یہ بات کہاں سے سنی ہے، شاگرد نے کہا مجھے ابو محمدؑ نے اس کا حکم دیا تھا، کندی کہنے لگا کہ اب تو نے صحیح بات کی ہے، اس قسم کی بات صرف اسی گھر سے نکل سکتی ہے یہ کہہ کر جو کچھ کاغذات اب تک لکھے تھے وہ سب آگ منگوا کر جلا دیئے۔ (۶۳)

آپؐ کی چند دعائیں

دعا وہ عاجزی اور انکساری والا کلام ہے جس کو خالق عظیم کو مخاطب کر کے مخلوق ترتیب دیتی ہے، اس کے ذریعے اس کی رضا چاہتی ہے اور اس کے احسانات میں اضافہ طلب کرتی ہے، قرآن کریم اس پر انسان کو ابھارتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”ادعونی استجب لکم“

مجھ سے دعا کرو اور مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کرتا ہوں۔
خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

”ادعوا ربکم تضرعاً وخفیہ“

اپنے پروردگار کو تضرع و زاری کرتے ہوئے اور پوشیدہ طور پر پکارو۔
آنحضرتؐ نے فرمایا:

جو شخص اللہ سے دعا نہ مانگے تو اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ (۶۴)
آپؐ نے فرمایا:

خدا دعا میں الحاح و زاری اور اصرار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۶۵)
آئمہ علیہم السلام نے بھی دعا کی ترغیب دی ہے، حضرت ابو جعفر الباقرؑ نے فرمایا:
دعا افضل ترین عبادت ہے۔ (۶۶)

ہر ایک امامؑ سے بہت سی دعائیں آئی ہیں جنہیں ہمارے علماء رحمہم اللہ نے اپنی ان دعاؤں میں ذکر کیا ہے، انہیں دعاؤں کو اک موضوع قرار دیا ہے۔

اس فصل میں ہم امام ابو محمد علیہ السلام کی بعض دعائیں پیش کرتے ہیں:

- ۱۔ کتاب الدلائل میں حمیری ابو ہاشم جعفری سے روایت کرتا ہے کہ آپؑ کے بعض موالیوں نے ابو محمدؑ کی خدمت میں درخواست کی کہ ان کو کوئی دعا تعلیم کریں۔
آپؑ نے انہیں لکھا کہ یہ دعا پڑھا کرو۔

یا اسمع السامعین، ویا البصر، ویا انظر الناظرین، ویا اسرع الحاسبین، ویا ارحم الراحمین، ویا احکم الحاکمین، صلی علی محمد و آل محمد، و اوسع لی فی رزقی، و مدلی فی عمری، و امنن علی برحمتک، واجعلنی ممن تنصر بہ لدینک، ولا تستبدل بی غیری“ (۶۷)

ترجمہ: اے سب سے زیادہ سننے والے، اے سب سے زیادہ دیکھنے والے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، اے سب سے زیادہ حکم کرنے والے، محمد و آل محمد پر صلوات بھیج اور میرے رزق میں وسعت دے اور میری عمر کو طول دے، اپنی رحمت سے مجھ پر احسان فرما۔ مجھے ان لوگوں میں سے قرار دے جن کے ذریعے تو اپنے دین کی مدد اور نصرت کرتا ہے، میرے غیر کو میرا بدل قرار نہ دے۔
۲۔ آپؑ کی دعائے قنوت ہے:

”یا من عشی نوره الظلمات، یا من انارت بقدرسه الفجاج المتوعدات، یا من
 خشع له اهل الارض والسموات یا من نجع له بالطاعه كل متجبرعات، یا عالم
 الضبائر المستخفيات، وسعت كل شئ رحمہ وعلما، فاغفر للذين تابو
 او اتبعوا البيلك، وقهم عذاب لجحيم، وعاجلهم بنصرک الذی وعدتهم انک
 لا تخلف الميعاد، وعجل اللهم اجتياح اهل الکيد، وآوهم الى شردار فی
 اعظم نکال واقبح مثاب، اللهم انک حاضر اسرار کلک، وعالم بضبائر
 هم، ومستغن لو لا النذب باللجا الى تنجز ما وعدته اللا جی عن کشف
 مکامنهم، وقد تعلم یارب ما اسره وابدیه، وانشره واطویه، واطهره
 واخفيه، علی متصرفات اوقاتی، واصناف حرکانی من جمیع حاجاتی، وقد ترى یا
 رب ما قدر اطم فيه اهل ولا یتک، واستمر علیهم من اعدائک، غیر ضنین
 فی کرم، ولا صننین بنعم، ولیکن الجهد یبعث علی الاستزاده، وما امرت به
 من الدعاء، اذا اخلص لك اللجا یقتضی احسانک شرط الزیاده، وهذا
 النواصی والا عناق خاصعه لك بذل العبودیه، والا عتراف بملک
 الربوبیه، داعیه بقلوبها، ومشحضات الیک فی تعجیل الا ناله، فما شئت کان
 وما تشاء کائن، انت المدعو المرجو المأمول المسئول لا ینقصک نائل وان
 اتسع ولا یلحقک صنجره من سائل وان الح وضرع ملکک لا یخلقه التنفيذ و
 عزک الباقی علی التابید الا عصار من مشیتک بمقدورات الله لا اله الا انت
 الروف الجبار، اللهم ایدنا بعونک، و اکنفنا بصونک وائلنا مثال
 المعتصمین بحبلک المستظلمین یظلك“ (۶۸)

ترجمہ: اے وہ جس کے نور نے تاریکیوں کو ڈھانپ لیا، اے وہ جس کے قدس اور بزرگی سے ٹیڑھے
 اور دشوار گزار راستے روشن ہو گئے، اے وہ جس کے سامنے اہل آسمان وزمین خشوع کرتے ہیں،
 اے وہ جس کی اطاعت میں تمام سرکش جھکتے ہیں، اے وہ جو پوشیدہ ضمیر کو جانتا ہے، رحمت، مہربانی
 اور علم کی وجہ سے ہر چیز پر وسعت رکھتا ہے۔ پس بخش دے ان لوگوں کو جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے

راستے کا اتباع کرتے ہیں، انہیں جہنم کی آگ سے بچا، انہیں جلد اپنی نصرت اور مدد سے نواز جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، بے شک تیرا وعدہ سچا ہے۔

جلدی کر خدایا اہل مکرو فریب کو ہلاک کرنے میں، انہیں بدترین گھر کی طرف بہت بڑے عذاب اور فتنہ ترین بازگشت کی طرف لوٹا دے۔

خدایا! تو اپنی مخلوق کے اسرار میں موجود ہے اور ان کے ضمائر کو جانتا ہے، تو مستغنی اور بے پروا ہے۔ پناہ لیتے ہوئے پکارنے والے سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنا نہ ہوتا ان کے پوشیدہ رازوں کے منکشف کرنے سے، اے پروردگار! تو جانتا ہے اس کو جسے میں چھپاتا یا واضح کرتا ہوں، جسے میں پھیلاتا یا لپیٹتا ہوں، جس کو ظاہر کرتا یا مخفی رکھتا ہوں، میرے گردش کرنے والے اوقات، قسم قسم کی حرکات اور میری تمام حاجات میں۔

اے پروردگار! تو دیکھتا رہا ہے اس چیز کو جس میں تیرے دوست پھنسے ہوئے ہیں اور تیرے دشمنوں نے جو حال ان کا کیا ہوا ہے، تو کرم میں بخیل نہیں اور نہ ہی نعمات اور احسان کرنے میں، لیکن جدوجہد اضافہ اور زیادتی پر ابھارتی ہے۔

جو تو نے دینے کا حکم دیا ہے جب خلوص کے ساتھ تیری پناہ لے تو تیرا احسان زیادتی کی شرط کو پورا کرتا ہے۔

یہ پیشانیاں اور گردنیں عبودیت کی ذلت کے ساتھ تیرے لیے خضوع کرتی ہیں۔

ربوبیت کے استحقاق و لیاقت کا اعتراف کرتے ہوئے، اپنے دلوں سے دعا کرتے ہوئے، تیری طرف نکلتے ہوئے اور حاصل کرنے کی جلدی میں، پس جو تو نے چاہا وہی ہوا اور جو تو چاہے گا وہی ہوگا۔

تو وہ ہے جس کو پکارا جاتا ہے، جس سے امید کی جاتی ہے، جس سے آرزو کی جاتی ہے، جس سے سوال کیا جاتا ہے، کوئی بخشش تجھ میں نقص نہیں پیدا کرتی چاہے وہ کتنی وسیع و عریض کیوں نہ ہو۔ نہ ہی کسی سوال کرنے والے کی طرف سے تجھے رنج و ملال ہوتا ہے، اگرچہ وہ الحاح و زاری اور تضرع کرے۔

تیرے ملک و سلطنت کو مختلف قسم کے احکام کے نافذ ہونے نے کہنے اور پرانا نہیں کیا، تیری باقی رہنے والی عزت و وقار ابد تک ہے، عصر اور زمانے تیری مشیت اور ارادے کی وجہ سے معین مقدار میں ہیں۔

تو وہ اللہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو رؤف، مہربان اور جبار ہے۔

خدایا! اپنی مدد سے ہماری تائید فرما، ہمیں اپنے بچاؤ کے پہلو میں لے لے، ہمیں تیری رسی سے تمسک پکڑنے والوں کی مثال عطا کر، جو تیرے سایہ میں رہتے ہیں۔

۳۔ آپؐ کی ایک دعا ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

”یا عدنی عند شدتی، ویَا غوثی عن کربتی، ویَا مونس عند وحدتی، احر سنی

بعینک التی لا تنام، والکفیٰ برکنک الذی لا یرام“ (۶۹)

ترجمہ: اے میرے ساز و سامان اور میری تیاری، میری شدت و سختی کے وقت کی، اے میری مدد میری مصیبت کے وقت کی،

اے میرے مونس میری تنہائی میں، میری حفاظت فرما اپنی اس نظر رحمت اور آنکھ سے جو نہیں سوتی اور مجھے گھیر لے اپنے اس رکن و ستون کے ساتھ جس کا قصد نہیں کیا جاسکتا۔

آپؐ کی دعاؤں کی قبولیت

دعا کی قبولیت کے مقامات میں سے ایک مظلوم کی دعا ہے ظلم کرنے والوں کے خلاف۔

مظلوم کی دعا حجابوں کو چاک کر دیتی ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

دنیا میں آئمہ اہل بیتؑ سے زیادہ کوئی مظلوم نہیں، ان پر ظلم و ستم ہوئے، ان کا حق غصب کیا گیا، ان کی زندگیاں خوف و ہراس اور قہر و غلبہ کے تحت گزریں، ان میں سے بعض کو جلاوطن کیا گیا، بعض کو قید و بند میں رکھا گیا، ان سب حضرات صلوات اللہ علیہم کوزہ ہر سے یا قتل کر کے شہید کیا گیا۔

اسی لیے وہ ساری مخلوق سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان کی دعا قبول ہو کیونکہ وہ مولا عز و جل کے بھی قریب ہیں، ان کی مظلومیت بھی بہت عظیم ہے، دشمنوں نے ان پر سختیاں بھی بہت کی ہیں۔

مورخین نے امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کی دعاؤں کا بہت سے موقعوں پر قبول ہونے کا ذکر کیا ہے جب آپؑ نے خلفائے بنی عباس یا بعض دوسرے افراد کے لیے بددعا کی ہے، ان میں سے چند کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

۱۔ ابوالہشتم بن عدی کہتا ہے کہ جب معتر نے حکم دیا کہ ابوالحسن (۷۰) کو کوفہ لے جایا جائے تو اس

نے آنجنابؑ کی خدمت میں لکھا کہ یہ کیسی خبر ہے جو ہم تک پہنچی ہے جس نے ہمیں مضطرب اور پریشان کر دیا ہے۔

آنجناب نے جواب میں لکھا کہ تین دن کے بعد فرج و کشائش تمہیں حاصل ہوگی انشاء اللہ! چنانچہ تیسرے دن معترقل ہو گیا۔ (۷۱)

۲۔ محمد بن شمعون بصری نے خط لکھا جس میں ابو محمدؑ سے حالات کے بارے میں پوچھا گیا اور کہا گیا کہ محمد مہندی کی طرف سے مولیوں پر بہت سختی ہو رہی ہے۔ آپؑ نے تحریر فرمایا کہ اپنے دن سے پانچ دن شمار کر، وہ چھٹے دن قتل ہو جائے گا، اس ذلت و خواری کے بعد جو اس کو لاحق ہوگی، جیسا آپؑ نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔ (۷۲)

۳۔ ابو ہاشم جعفری کہتا ہے کہ میں امام حسن عسکریؑ کے ساتھ قید میں تھا، مہندی بن واثق نے قید کیا ہوا تھا آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اسی رات خدا اس کی زندگی ختم کر دے گا، صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ ترکوں نے فتنہ فساد کھڑا کر کے مہندی کو قتل کیا اور اس کی جگہ معتمد بادشاہ بنا دیا گیا۔ (۷۳)

۴۔ ابو محمد کا مال و اسباب رکھنے کی ایک جگہ تھی جو ابو علی بن راشد رضی اللہ عنہ کے قابو میں تھا، جب وہ عروہ بن یحییٰ کے سپرد کیا گیا تو اس نے اس میں سے کچھ مال خود لے لیا اور باقی کو آگ لگا دی، یہ حرکت ابو محمد علیہ السلام کو غیظ میں لانے کے لیے تھی، آپؑ نے اس پر لعنت کی، برات کی اور اس کے لیے بددعا کی۔

اس کو ایک دن اور رات کی بھی مہلت نہ ملی کہ خدا نے اس کو جہنم واصل کیا، آنجنابؑ نے فرمایا کہ میں اس رات پروردگار کے لیے اتنی دیر بیٹھا کہ صبح کی پونہیں پھوٹی اور نہ یہ آگ بجھی، یہاں تک کہ اللہ نے عروہ کو قتل کر دیا۔ (۷۴)

آپؑ علماء و عظماء اور بڑے لوگوں کی نظر میں

ساری امت آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰات والسلام کی افضلیت پر جس طرح مجتمع ہوئی ہے کسی اور شخص کی افضلیت پر ایسی مجتمع اور متفق نہیں ہوئی۔

ان کی افضلیت و جلالت پر اگلے اور پچھے لوگوں کا اجماع ہے، ان کے مناقب اور کارہائے نمایاں کی سارے علماء اسلام نے بات کی ہے، یہاں تک کہ دوسرے مذاہب کے علماء اور قدیم و جدید دانشوروں اور ارباب فکر و نظر نے ان کے بارے میں لکھنے میں ایک دوسرے پر سبقت کی ہے، ان کے مکارم، فضائل اور امت پر ان کے احسانات کا ذکر کیا ہے۔

اہل سنت حضرات نے جو ان کے بارے میں لکھا ہے ممکن ہے وہ اس سے زیادہ ہو جو ان کے شیعوں نے

لکھا ہے۔

اس میں تعجب بھی نہیں کیونکہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وہ ایک ثقل، نفیس اور وزنی چیز ہیں، ان ثقلین میں سے جن کو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے درمیان چھوڑ گئے ہیں۔ انہی کے گھر میں وحی کا نزول ہوا اور دعوت محمدیہ دنیا میں پھیلی۔

یہ حضرات اس دین کے محافظ و نگران ہیں اور اس پر قیام کرنے والے ہیں، امامت کے عروہ اور دستے اور امت کی قیادت ان ہی تک پہنچتی ہے۔

یہاں ہم امام حسن عسکری علیہ السلام کی فضیلت کی تعریف تو صیف میں علماء اور عظماء کے بعض اقوال پیش کرتے ہیں۔

۱۔ وزیر عبید اللہ بن خاقان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹا! اگر خلفائے بنی عباس کی امامت و حکومت کو زوال آجائے تو بنی ہاشم میں سے کوئی شخص ان (امام حسن عسکری) کے علاوہ اس کا حقدار نہیں اور یہ ان کے فضل و کرم، صیانت (قبائح سے محفوظ رہنے) ان کے زہد و تقویٰ، عبادت، عمدہ اخلاق، صلاح اور راست روی کی وجہ سے ہے، اگر تو نے ان کے والد کو دیکھا ہوتا تو ان کو بہت بڑا فیاض، شریف، نجیب اور صاحب فضل و کمال پاتا۔ (۷۵)

۲۔ احمد بن عبید اللہ بن خاقان کہتا ہے کہ سامرہ کے علویوں میں سے حسن بن علی بن محمد بن علی رضا علیہم السلام جیسا نہ میں نے کسی کو دیکھا اور نہ کسی کو جانتا ہوں۔ ان کی ہدایت، سکون و وقار، عفت و پاکدامنی، شرافت و نجابت اور ان کے اہل بیت اور سارے بنی ہاشم میں عظمت و بزرگی کے لحاظ سے ان کے کوئی مثل نہیں۔

اسی طرح قائدین لشکر اور وزراء اور عامۃ الناس کے یہاں چرچا تھا۔

مجھے یاد ہے کہ میں ایک دن اپنے باپ کے پاس کھڑا تھا، وہ ان کا لوگوں سے ملاقات کا دن تھا، ان کے دربان اندر آئے اور کہنے لگے کہ ابو محمد بن رضا دروازے پر ہیں، میرے باپ نے بلند آواز سے کہا کہ ان کو آنے دو، مجھے دربانوں کی بات پر ان کی جسارت پر تعجب ہوا کہ وہ میرے باپ کے سامنے کسی کو کنیت سے پکاریں، ان کے سامنے کسی کا نام کنیت کے ساتھ نہیں لیا جاتا تھا، سوائے خلیفہ، ولی عہد اور اس شخص کے جس کے متعلق خلیفہ حکم دیتا کہ اسے کنیت سے پکارا جائے۔

ایک گندم گوں، بہترین قد و قامت، خوبصورت چہرے، عمدہ جسم کا نوجوان داخل ہوا، ان میں جلالت و عظمت اور بہترین ہیبت و دبہ تھا۔

میرے باپ ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ کر استقبال کیا، میں نے آج تک انہیں ایسا سلوک کسی ہاشمی یا قائد لشکر سے کرتے نہیں دیکھا، قریب جا کر انھوں نے اس جوان سے معاف کیا، ان کے چہرے اور سینے کا بوسہ لیا، ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مصلیٰ پر بٹھایا اور ان کے پہلو میں خود بیٹھ گئے، ان سے مخاطب ہو کر گفتگو میں بار بار آپؐ پر قربان جاؤں کہتے۔

مجھے اس انداز گفتگو پر بڑا تعجب تھا۔

میں اس تلاش میں رہا کہ پتہ کروں یہ نو جوان کون ہے؟ چنانچہ میں نے بنی ہاشم، قائدین لشکر، دفتر کے افسران اعلیٰ، قاضیوں، علماء اور فقہاء اور عام لوگوں میں جس سے بھی سوال کیا انھوں نے ان کو انتہائی اجلال و اعظام، محل رفیع و بلند اور قول جمیل پایا اور ان کے تمام اہل بیت اور بزرگوں سے مقدم پایا، میری نگاہوں میں ان کی بڑی قدر و منزلت ہو گئی۔

میں نے ان کا کوئی دوست اور دشمن نہیں دیکھا مگر وہ ان کے بارے میں اچھی رائے رکھتا تھا اور ان کی تعریف و توصیف کرتا تھا۔ (۷۶)

۳۔ مہجع بن صلت نے آپؐ سے کہا: اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں آپؐ اہل بیتؑ پر ہوں جو ایسی ذریت ہیں جن میں سے بعض دوسرے بعض سے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ کا حق واجب ہے جس طرح امیر المومنینؑ اور ان کے بعد کے آئمہ صلوات اللہ علیہم اجمعین کا حق واجب ہے، حکمت اور امامت آپؐ تک منتہی ہوتی ہے آپؐ اللہ کے ولی ہیں کہ جس سے جاہل رہنے کا کسی کا عذر قابل قبول نہیں۔ (۷۷)

۴۔ مختیشوع طیب کا قول ہے کہ آپؐ ہمارے زمانے میں آسمان کے نیچے رہنے والے تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ (۷۸)

۵۔ آپؐ سے خلیفہ کے کاتب انوش نصرانی نے کہا: ہم نے آپؐ لوگوں کو اس انجیل میں اللہ کے یہاں مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کے جیسا پایا۔ (۷۹)

۶۔ آپؐ کے بارے میں دیر کا قول کے راہب نے کہا: یہ اپنی آیات و نشانیوں اور براہین و دلائل میں مسیحؑ نظیر ہیں، وہ آپؐ کے بعض معجزات اور کرامات کا مشاہدہ کر کے اسلام لے آیا تھا۔ (۸۰)

۷۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی نے کہا: باقی رہے ان کے مناقب تو جان لینا چاہیے کہ وہ بلند ترین منقبت اور اعلیٰ ترین خوبی ہے جس کے ساتھ اللہ عز و جل نے آپؐ کو مخصوص کیا ہے، تنہا آپؐ ہی کو اس کا ہار پہنایا ہے آپؐ کو اس کی زینت بخشی ہے، آپؐ ہی کی دائمی صفت قرار دی ہے جس کی تازگی کو زمانہ

پرانا نہیں کر سکتا اور جس کی بار بار تکرار کو زبانیں نہیں بھول سکتیں، یہ ہے کہ محمد مہدیؑ ان کی نسل ہیں، ان سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کے فرزند ہیں جو ان ہی کی طرف منسوب ہیں، ان کا ٹکڑا ہیں جو ان ہی سے جدا ہوا ہے۔ الخ (۸۱)

۸۔ شمس الدین ابو مظفر یوسف بن قزاعی، سبط ابن جوزی نے کہا کہ آپؑ عالم اور ثقہ تھے آپؑ نے اپنے والد کے واسطے سے اپنے جد امجد سے حدیث بیان کی ہے۔ (۸۲)

۹۔ علی بن صباغ مالکی نے کہا ہے کہ ہمارے آقا ابو محمد حسن عسکریؑ کے فضائل و مناقب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپؑ بلند مرتبہ اور سردار اور عظیم و سردار باپ کے بیٹے ہیں، آپؑ کی امامت میں کوئی شخص بھی شک نہیں کر سکتا۔

جان لو کہ اگر کوئی کرامت و بزرگی اٹھے تو ان کا غیر اس کا بائع ہوگا اور یہ اس کے خریدار ہوں گے، اپنے زمانے کے منفرد شخص ہیں جن کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، ان کے لاثانی ہونے میں کس کو اعتراض نہیں، وہ اپنے اہل عصر کے سید اور اہل زمانہ کے امام ہیں، آپؑ کے اقوال و گفتار درست اور افعال و کردار قابل تعریف تھے۔

اگر آپؑ کے زمانے کے افاضل ایک قصیدہ تھے تو آپؑ اس قصیدے کا چیدہ اور چوٹی کا شعر تھے، اگر وہ ایک ہار کے دانے تھے اور آپؑ اس ہار کا درمیانی قیمتی جوہر تھے، آپؑ علوم کے ایسے شاہسوار تھے جن کا مقابلہ نہیں ہو سکتا، آپؑ گہرے، پیچیدہ مسائل کو واضح کرنے والے تھے جن سے نہ کوئی بحث کر سکتا تھا اور نہ نزاع۔

حقائق کو اپنے صائب اور درست نظریہ سے منکشف کرنے والے اور اپنی روشن فکری سے وقائق کو ظاہر کرنے والے تھے، مخفی امور میں اپنے باطن سے ہی باتیں کرتے تھے، آپؑ کریم الاصل، کریم النفس اور کریم الذات تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ (۸۳)

۱۰۔ ابو العباس احمد بن یوسف دمشقی قرمانی امام حسن بن علی عسکری علیہ السلام کے ذکر میں کہتا ہے کہ اصل زکی و پاکیزہ کے برج اور امر خفی کو منکشف کرنے والے آپؑ مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ۸ ربیع الاول ۲۳۲ ہجری آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں، آپؑ کی کنیت ابو محمد تھی، آپؑ کا لقب خالص تھا، آپؑ کا رنگ گندم گوں سفید تھا، آپؑ کی انگوٹھی کا نقش تھا:

”سبحان من له مقاليد السموات والارض“

آنجنابؑ نے دنیا میں زیادہ وقت نہیں گزرا کہ آپؑ کے یادگار کارہائے نمایاں اور خوبیاں لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتیں۔

پیشم بن عدی سے روایت ہے کہ جب معتر نے ابو محمد حسنؑ کو کوفہ لے جانے کا حکم دیا تو پیشم نے آپؑ کو لکھا

کہ یہ کیا خبر ہے جس نے ہمیں مضطرب کر دیا ہے؟ آپؑ نے جواب میں لکھا کہ تین دن کے بعد فرج و کشائش تم تک آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ معتز تیسرے دن قتل ہو گیا۔

آپؑ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپؑ اس کے لیے غنی اور تونگری کی دعا کریں کیونکہ اس کو فقر و فاقہ نے آلیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تجھے خوشخبری ہو کہ تیرا چچا زاد بھائی مر گیا ہے جو ایک لاکھ درہم چھوڑ گیا ہے، عنقریب وہ رقم تیرے پاس آ جائے گی، چنانچہ کچھ ہی دنوں میں وہ خبر اسے ملی اور مال بھی اس خبر کے ساتھ تھا، جیسا کہ آپؑ فرما چکے تھے۔ (۸۴)

۱۱۔ عبدالملک بن حسین بن عبدالملک عصامی مکی نے کہا ہے کہ امام حسن عسکری بن علی ہادی بن محمد جواد بن رضا بن موسیٰ کاظم علیہم السلام اپنے والد کے بعد امام ہیں۔ آئمہ میں سے گیارہویں ہیں، آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں جن کا نام سوسن تھا، آپؑ کی کنیت ابو محمد ہے، آپؑ کے القاب خالص، سراج اور زیادہ مشہور عسکریؑ ہے۔

آپؑ مدینے میں ۲۳۲ ہجری میں پیدا ہوئے، آپؑ کا حلیہ مبارک گندم گوں اور سفید کے بین بین تھا۔ آپؑ کے ہم عصر بادشاہ معتز، مہندی اور معتمد ہیں، آپؑ معتمد کی ابتدائی خلافت میں زہر سے شہید کئے گئے۔، جمعہ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری میں سرمن رائے (سامرہ) میں آپؑ اپنے والد ہادیؑ کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔

آپؑ نے اپنے بعد اپنا اکلوتا بیٹا محمدؑ چھوڑا۔ (۸۵)

۱۲۔ عبداللہ شبراوی شافعی کہتے ہیں کہ آئمہ میں سے گیارہویں حسنؑ خالص ہیں، ان کا لقب عسکریؑ بھی ہے، آپؑ مدینہ میں پیدا ہوئے، ۸ ربیع الاول ۲۳۲ ہجری آپؑ کی وفات بھی جمعہ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری کو ہوئی، اس وقت آپؑ کی عمر اٹھائیس سال تھی۔

ان کی شرافت کے لیے اتنا کافی ہے کہ مہدی منتظران کے فرزند ارجمند ہیں، کیا کہنا اس بیت شریف اور اونچے نسب کا اور فخر اور علو قدر کے لیے یہی کافی ہے، وہ سب کے سب کریم اصل اور پاکیزہ جڑ والے ہیں جو کنگھی کے دندانون کی طرح برابر ہیں، مجد اور بزرگی کے حصوں کو تقسیم کرنے والے ہیں، کیا کہنا اس اعلیٰ مرتبت گھر کا جس کا محل و مرتبہ بلند ہے، بلندی اور شرافت میں آسمان سے باتیں کرتا ہے، قدر و منزلت میں سب سے اونچا ہے، اس نے صفات کمال کو گھیر رکھا ہے جس کی غیر کے ساتھ استثناء نہیں ہو سکتی۔

یہ آئمہ مجد و بزرگی میں موتیوں کی طرح پروئے ہوئے ہیں، شرف و بزرگی میں ایک دوسرے کے مد

مقابل ہیں اس میں اول و آخر برابر ہیں، قوم نے ان کے منارے کو نیچا کرنے کی کتنی کوششیں کیں، لیکن اللہ نے اسے اونچا کیا، ان کے اجتماع کو پراگندہ کرنے کے لیے سخت اور نرم پر سوار ہوئے، مگر اللہ تعالیٰ انہیں جمع کئے ہوئے ہے ان کی کتنے حقوق انھوں نے ضائع کئے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نہ مہمل چھوڑتا ہے اور نہ ضائع کرتا ہے۔

خدا ہمیں ان کی محبت میں زندہ رکھے اور اسی پر ہمیں موت دے، ہمیں ان کی شفاعت میں داخل کرے کہ جن کی طرف یہ حضرات منسوب ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۸۶)

۱۳۔ یوسف اسماعیل نبہانی نے کہا ہے کہ حسن عسکریؑ ہمارے سردار اہل بیت عظام کے آئمہ میں سے ایک ہیں، ان کے سادات کے کریم سرداروں میں سے ایک ہیں۔ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین

ان کا تذکرہ شبراوی نے کتاب ”الاتحاف بحب الاشراف“ میں کیا ہے، لیکن اس نے اختصار کے ساتھ آپؑ کے حالات قلمبند کئے ہیں اور آپؑ کی کرامات کا تذکرہ نہیں کیا ہے، میں نے خود ان کی ایک کرامت دیکھی ہے۔۔۔۔۔۔ الخ۔ (۸۷)

۱۴۔ علی جلال حسینی کہتا ہے کہ ابو محمد زکی جن کو عسکریؑ بھی کہا جاتا ہے ۲۳۲ ہجری میں پیدا ہوئے، آپؑ غنفل و کرم، عفت و پاکدامنی اور زہد و عبادت میں اپنے زمانے میں منفرد تھے۔

مفید نے اس سے روایت کی ہے جس نے آپؑ کو دیکھا تھا کہ سرمن رائے (سامرہ) میں علویوں میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں پہچانتا جو ہدایت و رہبری میں اور سکون و وقار میں حسن بن علیؑ کی طرح ہو، آپؑ گندم گوں رنگ، اچھے قد و قامت اور خوبصورت چہرے اور عمدہ بدن والے تھے، آپؑ صاحب جلال و اچھی ہیبت کے مالک تھے، آپؑ کی وفات ۲۶۰ ہجری میں سرمن رائے میں ہوئی، آپؑ اپنے والد کے جوار میں دفن ہوئے وفات کے وقت آپؑ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ (۸۸)

۱۵۔ محمد امین غالب طویل کہتا ہے کہ گیارہویں امام حسن عسکریؑ ہیں، امام حسن عسکریؑ کے القاب زکی، خالص اور سراج ہیں، آپؑ نے سرمن رائے شہر کو اپنا وطن بنالیا، جس کا نام عسکری بھی ہو گیا تھا اسی لیے آپؑ کو عسکری کہتے ہیں۔

اس امامؑ کے زمانہ میں عباسیوں کا خوف امامت کے رتبہ کی وجہ سے بہت بڑھ گیا تھا، چنانچہ وہ علویوں پر مصائب و آلام لاتے اور ان پر ظلم و ستم ڈھاتے۔

خليفة متوکل نے تو ریحانہ رسول حسینؑ شہید کی قبر مبارک منہدم کرنے، اس زمین کی طرف دریا کا رخ موڑنے، قبر پر حل چلانے اور آپؑ کے زائرین کو قتل کرنے تک کی جسارت کر ڈالی۔

امام حسن عسکریؑ ۲۳۲ ہجری میں پیدا ہوئے، خلیفہ معتمد بن متوکل نے آپؑ کو قید کر دیا، جب آپؑ کی کرامات ظاہر ہوئیں تو آپؑ کو رہا کیا، دوبارہ آپؑ پر توجہ اس طرح کی کہ آپؑ کے کھانے میں زہر ملانے کا حکم

دیا، یہ ۲۶۰ھ کا واقعہ ہے، وفات کے وقت آپؐ کی عمر ۲۸ سال تھی۔
 آپؐ اپنی زندگی میں ہی اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ آپؐ کے فرزند محمد ہی مہدیؑ منتظر
 ہیں۔ (۸۹)

۱۶۔ خیرالدین زرکلی کہتا ہے کہ:

حسن بن علی ہادی بن محمد جو اُحسینی ہاشمی ابو محمد گیارہویں امام مدینہ میں پیدا ہوئے اپنے والد حضرت ہادیؑ
 کے ساتھ سامرا، عراق منتقل ہوئے اس کا نام مدینۃ العسکر تھا، اسی لیے آپؐ کو عسکری کہا گیا، جیسے اس شہر سے
 منسوب ہونے کی وجہ سے آپؐ کے والد کو بھی عسکری کہا گیا۔

آپؐ کی امامت کی بیعت آپؐ کے والدؑ کی وفات کے بعد کی گئی۔

آپؐ تقویٰ زہد و عبادت میں اپنے سلف صالحین کے طریقے پر تھے آپؐ کی وفات سامرہ میں ہوئی۔
 صاحب فصول المہمہ کہتا ہے کہ جب امام حسن عسکریؑ کی وفات کی خبر مشہور ہوئی تو سرمن رائے
 (سامرہ) میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہوئی اور وہ ہلنے لگا، ایک ہی چیخ بلند تھی، بازار خالی ہو گئے دکانیں
 بند ہو گئی، بنی ہاشم، قائدین لشکر، دفتروں کے افسر، قاضی اور دوسرے لوگ آپؐ کے جنازے کی طرف سوار
 ہو کر پہنچ گئے۔

آپؐ کو اسی گھر میں دفن کیا گیا جس میں آپؐ کے والد گرامی دفن تھے۔ (۹۰)

باب ۱۲

امام مہدی علیہ السلام

مختصر تعارف

آپ کا نام: محمد ہے۔

آپ کے والد: امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں۔

آپ کے دادا: امام علی ہادی النقی علیہ السلام ہیں۔

آپ کی والدہ: زرجس خاتون اور کہا گیا ہے کہ ملیکہ بنت یشوعا بن قیصر روم ہیں، ان معظّمہ کی والدہ حواریّین کی اولاد سے ہیں جو شمعون وصی عیسیٰ کی طرف منسوب ہیں۔

آپ کی کنیت: ابوالقاسم ہے (جو رسول اللہ کی کنیت ہے)۔

آپ کے القاب: مہدی، قائم، منتظر، صاحب الزمان، حجت، خاتم اور صاحب الدار ہیں۔

آپ پندرہ شعبان کی رات ۲۵۵ ہجری میں سرمن رائے (سامرہ) میں پیدا ہوئے۔

آپ کا چہرہ مبارک سفید، سرخی مائل اور گندم گوں ہے، آپ کی پیشانی فراخ، روشن اور تاباں ہے، آپ کے ابرو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، آپ کے رخسار طویل ہیں، ستواں ناک دراز اور ایک سار ہے، اس کا سر اس طرح اٹھا ہوا ہے جس کا حسن دیکھنے والے کو تعجب میں ڈال دے، گویا آپ درخت دیان کی ٹہنی ہیں اور آپ کا چہرہ گویا کوب وری ہے، آپ کے دائیں رخسار پر ایک تل ہے، گویا وہ کستوری کی ڈلی ہے جو سفید چاندی پر رکھی ہو، سر پر کان تک بالوں کی (زلفیں) اور نرم بال کانوں کی لوتک اٹھے ہوئے ہیں۔ قدر و قامت ایسا ہے کہ اس سے زیادہ میانہ قدر آنکھوں نے نہیں دیکھا اور نہ ہی حسن و حیاء میں کوئی آپ سے زیادہ معروف رہا۔ (۱)

آپ کی پہلی غیبت، جس کو غیبت صغریٰ کہا جاتا ہے، کی مدت انہتر سال ہے اس غیبت میں آپ نے اپنے سفراء اور نائب مقرر کئے تھے، آپ کا ان سے رابطہ تھا اور آپ کے احکامات ان کی طرف جاری ہوتے تھے۔

اہم سفراء یا نائبین یہ ہیں:

۱۔ ابو عمر عثمان بن سعید بن عمرو عمری اسدی۔ (یہ امام ہادی اور امام حسن عسکری علیہما السلام کے وکیل

رہ چکے تھے)۔

۲۔ ان کے بیٹے ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید متوفی ۳۰۴ھ۔

۳۔ ابوالقاسم حسین بن روح بن ابوجر نوبختی (۳۲۶ ہجری میں انتقال ہوا)

۴۔ ابوالحسن علی بن محمد سمری (۳۲۹ھ میں انتقال کیا۔)

آپؑ کی دوسری کنیت، غیبت کبریٰ کہی جاتی ہے یہ غیبت ۳۲۹ ہجری یعنی جناب علی بن محمد سمری کی وفات کے بعد شروع ہوئی، یہ غیبت کبریٰ اس وقت تک ہے کہ جب خدا آپؑ کو ظہور کا حکم دے۔

آپؑ کا نقش نگیں: ”انا حجتہ و خاصتہ“

آپؑ کے جھنڈے پر لکھا ہے ”البیعتہ للہ“ بیعت صرف اللہ کے لیے ہے۔

آپؑ کے انصار اہل بدر کے ہم عدد تین سو تیرہ افراد ہیں۔ وہ خاص حضرات و علمبردار آپؑ کے ظہور کے بعد شہروں میں آپؑ کے عامل و گورنر مقرر ہوں گے۔

آپؑ کے ظہور کی جگہ: مکہ مکرمہ ہے۔

آپؑ کا بیعت لینے کا مقام رکن و مقام کے درمیان ہے۔

آپؑ کا لشکر دس ہزار افراد پر مشتمل ہوگا۔

آپؑ کی حکومت تمام عالم پر ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث متواتر مروی ہے کہ:

(یملأ الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً) آپؑ زمین کو عدل و انصاف سے

اس طرح پر کر دیں گے جیسے وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔

اکثر روایات کے مطابق آپؑ کی حکمرانی کی مدت پانچ سال ہے، بعض روایات میں سات سال، نو سال

یا انیس سال کا ذکر بھی ہے کچھ روایات میں اس مدت سے زیادہ کا بھی ذکر ہے۔

آپؑ قرآن حکیم کی نظر میں

قرآن کریم میں نو آیات ایسی ہیں جو آپؑ کی طرف اشارہ کرتی ہیں، (۳) ان آیات کو ثقہ اور معتبر

راویوں نے اپنی کتابوں میں آئمہ اہل بیت علیہم السلام اور ان کے علاوہ صحابہ کرام اور تابعین سے نقل کیا ہے یہ

آیات آپؑ کی سیرت کریمہ اور بعض ایسے حوادث کے ضمن میں ہیں جو آپؑ کے قیام کے قریب رونما ہوں گے، مثلاً

بیابان کا دھنس جانا اور صیحہ آسمانی (آسمانی چیخ) وغیرہ۔

جن آیات کا ہم نے یہاں ذکر کیا ہے اس سے کئی گنا زیادہ سیرت، حدیث اور آئمہ علیہم السلام کے

حالات زندگی کی کتابوں میں ملتی ہیں جن کی تاویل امام مہدی علیہ السلام کے سلسلے میں کی گئی ہے۔

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ خود امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قرآن حکیم چار

حصوں میں نازل ہوا ہے، ایک چوتھائی ہمارے بارے میں ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے بارے میں، ایک چوتھائی واقعات اور مثالوں پر مبنی ہے اور ایک چوتھائی فرائض و احکام کے بارے میں ہے قرآن کے عمدہ اور بہترین حصے ہمارے لئے ہیں۔ یہ بات ان حضرات کے لیے تعجب خیز نہیں کیونکہ آنحضرتؐ کی بہت سی احادیث کی بناء پر اور مسلمانوں کے اجماع کے مطابق آپؐ حضرات ثقلین میں سے ایک اور قرآن کے ہم پلہ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ”انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہل بیٹی ما ان تمسکتہ بہما لن تضلوا بعدی ابدًا“

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، قرآن اور اپنے اہل بیتؑ، اگر ان سے تمسک رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ (۴)

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”فاستبقوا الخیرات ایمننا تکونوا آیات بکم اللہ جمیعاً“ یعنی خیرات اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت کرو، جہاں کہیں بھی تم ہو گے خدا تمہیں اکٹھا کر دے گا۔ (بقرہ ۱۴۸)

ابن عباس اس کی تفسیر کرے ہیں انہوں نے کہا (اس کے مخاطب) قائم کے اصحاب ہیں جنہیں خدا ایک ہی دن میں یکجا کر دے گا۔ (۵)

ابو جعفرؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا ”خیرات“ سے مراد ولایت ہے اور خداوند تعالیٰ کا ارشاد ”ایمننا تکونوا آیات بکم اللہ جمیعاً“ اور جہاں کہیں ہو گے خدا تم سب کو لے آئے گا۔ سے مراد قائم کے اصحاب ہیں جن کی تعداد تین سو تیرہ ہوگی، انے فرمایا کہ خدا کی قسم! وہ امت معدودہ (شمار اور منتخب کئے ہوئے) ہیں۔ خدا کی قسم! وہ خریف کے بادلوں کی طرح ایک ہی ساعت میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ (۶)

ابو عبد اللہؑ سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا: امام مہدیؑ اور ان کے اصحاب پہلے سے کئے ہوئے وعدہ کے بغیر اکٹھے ہوں گے۔ (۷)

مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبد اللہؑ نے آپؑ سے فرمایا: یہ آیت اصحاب قائم میں سے گم ہو جانے والوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رات رات پھر اپنے بستروں سے گم ہو جائیں گے۔ (۸)

ابو الحسنؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: خدا کی قسم! جب ہمارے قائم کا قیام ہو گا تو خدا تمام شہروں سے ہمارے شیعوں کو ان کی طرف جمع کر دے گا۔ (۹)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرہاً“ (آل عمران: ۸۳)

ابو جعفرؑ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ زمین میں کوئی جگہ ایسی باقی نہیں رہے گی جہاں ”ان

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد رسول اللہ، کی ندا اور پکار بلند نہ ہو اور اس کی شہادت نہ دی جائے۔

خدا کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے:

”وله اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرہاً والیہ یرجعون“

”اور اس کے سامنے سب نے سر تسلیم خم کر دیئے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اطاعت و فرمانبرداری سے یا مجبوری و کراہت سے“

رفاعہ بن موسیٰ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سورہ آل عمران میں

اس ارشاد:

”وله اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرہاً“ کے متعلق سنا ہے کہ جب امام مہدیؑ

کا قیام ہوگا تو زمین کا کوئی حصہ (ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ) کی صدا کی گونج سے خالی نہیں رہے گا۔ (۱۰)

حضرت ابو بکر سے روایت ہے کہ میں نے ابو الحسنؑ سے خدا کے اس قول ”وله اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرہاً“ کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ آیت حضرت قائمؑ کے بارے میں ہے جب آپؑ خروج کریں گے تو یہود و نصاریٰ، صابین، زنادقہ اور مرتدین و کفار زمین کے مشرق و مغرب میں جہاں کہیں ہوں گے ان کے سامنے اسلام پیش کریں گے اور جب طوعاً و کرہاً، یا رضا و تنگی سے اسلام لے آئیں گے تو انہیں نماز و زکوٰۃ اور ان تمام چیزوں کا جو خدا کی طرف سے واجب قرار دی گئی ہیں، کا حکم دیں گے جو اسلام نہیں لائے گا اس کی گردن اڑا دیں گے، یہاں تک کہ زمین کے مشارق و مغارب میں صرف وہی بچے گا جو اللہ تعالیٰ کو ایک مانے گا۔

میں نے آپؑ سے عرض کیا ”آپؑ پر قربان جاؤں، مخلوق تو اس سے کہیں زیادہ ہے“ آپؑ نے فرمایا: خدا جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو زیادہ کو کم اور کم کو زیادہ کر دیتا ہے۔ (۱۱)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وان من اهل کتاب الا لیعمون بہ قبل موتہ“ (نساء ۱۵۹)

ترجمہ: اہل کتاب میں سے کوئی شخص نہیں مگر یہ کہ وہ ان کی موت سے پہلے ان پر ضرور ایمان لے آئے گا۔

محمد بن مسلم کی سند سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت عیسیٰؑ

اس آیت کے بارے میں ابوبصیر نے سماعہ کے واسطے سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے

روایت کی ہے۔

”هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کلہ ولو کره

المشرکون“

آپؐ نے فرمایا: خدا کی قسم! اس کی صحیح تفسیر نہیں ہوگی جب تک کہ قائم مہدیؑ خروج نہ کریں، جو مشرک ان کے خروج کو ناپسند کرے گا وہ باقی نہیں رہے گا اور کوئی کافر قتل ہوئے بغیر نہیں رہے گا، یہاں تک کہ اگر کوئی کافر کسی پتھر کے شکم میں ہوگا تو وہ پتھر کہے گا کہ کافر میرے شکم میں ہے، پس مجھے توڑ کر اسے قتل کر دے۔ (۱۵)

۵۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ولئن اخرجنا عنهم العذاب الی امہ معدودہ“ (ہود علیہ السلام ۸)

”اور اگر ہم ان سے عذاب کو ایک گئے ہوئے گروہ کے آنے تک روک رکھیں“

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ”امہ معدودہ“ گنا چنا گروہ قائم علیہ السلام کے تین سو تیرہ اصحاب ہیں۔ (۱۶)

امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے اس ارشاد کے بارے میں روایت ہے کہ ”امت معدودہ“ سے مراد آخر الزمان میں امام مہدیؑ کے تین سو تیرہ اصحاب ہیں یہی تعداد اہل بدر کی تھی جو ایک ہی ساعت (گھڑی) میں اکٹھے ہوں گے، جس طرح خریف کے بادل اکٹھے ہوتے ہیں۔ (۱۷)

۶۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ولقد کنبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون“ (الا

نبیاء ۱۰۵)

”یقیناً ہم نے زبور میں بعد نصیحت کے یہ لکھ دیا تھا کہ بے شک زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے“

ابو جعفرؑ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اس آیت میں جن کا ذکر ہے وہ حضرت قائمؑ اور ان کے اصحاب ہیں۔ (۱۸)

امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اس آیت کو قائم علیہ السلام اور ان کے اصحاب سے منسوب کیا ہے۔ (۱۹)

۷۔ خداوند کریم کا ارشاد ہے:

”الذین ان مکنا ہم فی الارض اقامو الصلاۃ واتوا الزکاۃ وامروا بالمعروف

”وَنَهَوَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاللَّهُ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ“ (الحج ۳۱)

”یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین پر اختیار دیں تو وہ نماز قائم کر دیں، زکوٰۃ دیں، نیک کاموں کا حکم دیں، برے کاموں سے روکیں اور معاملات کا انجام تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔“

ابو جارد کہتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت حضرت امام مہدیؑ اور ان کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں خدا زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا مالک بنائے گا اور ان کے ذریعے دین کو غلبہ دے گا، یہاں تک کہ ظلم و بدعت کا نشان باقی نہیں رہے گا۔ (۲۰)

آپؑ ہی سے روایت ہے فرمایا یہ آیت آخری امام تک آل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہے، حضرت مہدی علیہ السلام اور ان کے اصحاب ہی ہوں گے جنہیں خدا زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا مالک بنائے گا، دین اسلام کو غلبہ دے گا اور جس طرح سفہا و نادان دین کو مٹاتے ہیں آپؑ اور آپؑ کے اصحاب کے ذریعہ خدا تمام بدعتوں اور باطل کو مٹا دے گا، یہاں تک کہ ظلم کا کوئی اثر و نشان باقی نہیں رہے گا، وہ لوگ امر بالعرف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ (۲۱)

۸۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ

الْوَارِثِينَ“ (القصص - ۵)

”اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنہیں زمین میں کمزور کر دیا گیا ہے، انہیں امام و رہبر قرار دیں اور انہیں وارث قرار دیں۔“

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے، خدا ان کے مہدیؑ آخر الزمان کو مبعوث کرے گا، ان کو تکلیف و پریشانی اور سختی سہنے کے بعد عزت دے گا اور ان کے دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ (۲۲)

آپؑ ہی نے فرمایا کہ دنیا رثروئی اور سختی کے بعد عنقریب ہم پر عطف اور مہربان ہوگی جس طرح اونٹنی دوھنے والے کو کاٹتی ہے اور پھر اپنے بچے پر مہربان ہوتی ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تلاوت فرمائی:

”وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ

الْوَارِثِينَ“

۹۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وانہ لعلم للساعه“ (الزخرف ۶۱)

اور وہ تو یقیناً قیامت کی ایک روشن دلیل ہے۔

مقاتل بن سلیمان اور اس کے پیرو مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت امام مہدی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔ (۲۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہور مہدی علیہ السلام کی بشارت دیتے ہیں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں متواتر احادیث مروی ہیں: احادیث میں یہ بھی ہے کہ آپ کا نام بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا ہے اور آپ کی کنیت بھی آنحضرتؐ والی ہی ہے، یہ بھی احادیث میں آیا ہے کہ آپ زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔

یہ احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا، جب کہ تواتر کی وجہ سے ان کی صحت میں کوئی کلام نہیں، نہ حدیث کی کوئی کتاب ان سے خالی ہے اور نہ تاریخ و سیرت کی کوئی کتاب ایسی ہے جس میں یہ احادیث موجود نہ ہوں، یہاں اختصار کے خیال سے ہم آنحضرتؐ کی ایسی بیس احادیث (۲۰ کتابوں سے) پیش کر رہے ہیں جو ایک دوسری سے لفظی اور لغوی معنوی طور پر مختلف ہیں۔ (۲۴)

ہم نے ان احادیث کے مصادر کو نقل کیا ہے اور اسناد کو حذف کر دیا ہے۔

یہ احادیث حضرت مہدی علیہ السلام کے تذکرہ کے متواتر ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر محفل اور ہر مجمع میں امت مسلمہ کو امام مہدیؑ کے ظہور کی بشارت دیتے تھے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دن راتیں ہرگز نہیں گزریں گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک مرد کو مبعوث کرے گا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ (۲۵)

۲۔ احمد، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے آنحضرتؐ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ اگر دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدا اس دن میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جو اسے عدل و انصاف سے پر کر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔ (۲۶)

۳۔ علماء نے معلیٰ بن زیاد کے وسیلہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں مہدیؑ کی بشارت دیتا ہوں جو میری امت میں مبعوث ہوں گے، جس وقت لوگ اختلاف، مصائب اور خطرات میں گھرے ہوئے ہوں گے، پس وہ زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے جس طرح یہ ظلم و جور سے پر ہوگی، وہ مال کی صحیح تقسیم کریں گے اور آپؐ سے آسمان و زمین کے رہنے والے راضی و خوش ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا: صحابہؓ (صحیح تقسیم) سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: سب لوگوں میں برابر کی تقسیم، اللہ تعالیٰ امت محمدیہؐ کے دلوں کو غنی اور تو نگر بنادے گا اور اس تقسیم میں ان کا عدل و انصاف سب پر حاوی ہوگا یہاں تک کہ منادی ندا دے گا کہ کسے مال کی ضرورت ہے، سوائے ایک شخص کے لوگوں میں سے کوئی نہیں اٹھے گا، وہ کہے گا کہ مجھے ضرورت ہے، منادی کہے گا کہ خازن کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مہدیؑ تجھے حکم دے رہے ہیں کہ مجھے مال غنیمت دو، وہ خازن سے جلدی کرنے کو کہے گا، جب خازن اس کو مال حوالے کرے گا تو اس مال کی فروانی کو دیکھ کر اس کو شرمندگی ہوگی اور کہے گا کہ یا تو میں امت محمدیہؐ میں زیادہ دلیر ہوں یا جو چیز ان کے لیے بہت ہے اس کو میں کم سمجھتا ہوں یہ کہہ کر وہ مال واپس کر دے گا مگر وہ بواپسی قبول نہیں کیا جائے گا، امام کہیں گے کہ ہم دے کر کوئی چیز واپس نہیں لیا کرتے۔

اس طرح کا سلسلہ سات یا آٹھ یا نو سال تک جاری رہے گا، پھر اس کے بعد زیست و زندگی میں کوئی بھلائی نہیں، یا فرمایا ”حیات میں اس کے بعد خیر نہیں ہے“۔ (۲۷)

۴۔ سلمان محمدی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز بنی اکرمؑ کی بارگاہ میں پہنچا تو دیکھا کہ حسینؑ آپؐ کے زانو پر ہیں آنحضرتؐ ان کی آنکھوں اور چہرے کے بو سے لے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ بے شک تم سید ابن سید ہو اور تمام سادات و سرداروں کے باپ ہو، بیشک تم امام اور امام کے فرزند اور آئمہ کے باپ ہو، یقیناً تم حجت، حجت کے فرزند اور نوحؑ کے باپ ہو جو تمہارے صلب سے ہوں گے، جن کے نویں حجت قائم ہیں۔ (۲۸)

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں میری اولاد میں سے ایک شخص خروج کرے گا اس کا نام مثل میرے نام کے اور اس کی کنیت مثل میری کنیت کے ہوگی، جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح پر کر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی، پس وہی مہدیؑ ہوں گے۔ (۲۹)

۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دن اور راتیں ختم نہیں ہوں گی جب تک میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص مالک و بادشاہ نہ بنے گا، جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔ (۳۰)

۷۔ آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہ الزہراءؑ سے فرمایا کہ مہدیؑ تمہاری اولاد میں سے ہوگا۔ (۳۱)

۸۔ آپؐ نے فرمایا کہ مہدیؑ ہم اہل بیتؑ میں سے ہوں گے، خدا ان کے معاملے کو ایک ہی رات میں درست کر دے گا۔ (۳۲)

۹۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب ابن مریمؑ تم میں نزول کریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ (۳۳)

۱۰۔ ابوالحسن امام رضاؑ نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ بنی اکرمؑ کا فرمان ہے: قسم ہے اس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشیر بنا کر بھیجا، میری اولاد میں سے قائم غایب ہوگا اسی عہد و میثاق کی بنا پر جو میری طرف سے اس کے ساتھ عملاً کیا گیا ہے، یہاں تک کہ اکثر لوگ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو آل محمدؑ کی حاجت و ضرورت نہیں اور کچھ لوگ اس کی ولادت میں شک کریں گے، پس جو اس کے زمانے میں موجود ہوا سے چاہیے کہ اس کے دین سے تمسک رکھے اور شیطان کو راہ نہ دے (ورنہ وہ) اس شک کی وجہ سے خود کو میری امت میں سے دور کر دے گا اور میرے دین میں سے اس کو نکال دے گا، بے شک اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا تھا، اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو ان لوگوں کا ولی و دوست قرار دیا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔ (۳۴)

۱۱۔ آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ تھام کر فرمایا کہ اس کے صلب سے ایک جوان مرد خروج کرے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا جب تم یہ معاملہ دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ تمہی جوان کا دامن تھامے رہو کیونکہ وہ مشرق کی طرف سے آگے بڑھے گا اور وہ مہدیؑ کا علمدار ہوگا۔ (۳۵)

۱۲۔ ذر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص عربوں کا مالک نہ ہو، جس کا نام میرے نام کے مثل ہوگا۔ (۳۶)

۱۳۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم اولاد عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں یعنی میں، حمزہؓ، علیؓ، جعفر بن ابی طالبؓ، حسنؓ و حسینؓ اور مہدیؑ۔ (۳۷)

۱۴۔ ابوسعید خدری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ امام ہیں، نو حسینؑ کے صلب سے ہیں اور ان ہی میں مہدیؑ بھی ہیں۔ (۳۸)

۱۵۔ ابویوب انصاری سے روایت ہے، وہ کہتا ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ ہم میں سے بہترین نبی ہیں اور وہ تمہارے والد ہیں، ہم میں سے بہترین وصی ہیں اور وہ تمہارے شوہر ہیں، ہم میں سے بہترین شہید ہیں جو تمہارے والد کے چچا حمزہؓ ہیں، ہم میں سے وہ ہیں جن کے دو پر ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ جنت میں جہاں چاہیں اڑتے ہیں، یہ تمہارے والد کے چچا زاد بھائی جعفرؓ ہیں، ہم میں سے اس امت میں دو سبط جو انان جنت کے سردار حسنؓ اور حسینؓ ہیں جو تمہارے بیٹے ہیں اور ہم میں سے مہدیؑ ہیں جو تمہاری اولاد میں سے ہیں۔ (۳۹)

۱۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے، آپؐ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ عزوجل سے ملاقات اس حالت میں کرے کہ اس کا ایمان کامل ہو اور اس کا اسلام سچا ہو تو وہ آپؐ کے بیٹے صاحب الزمان مہدیؑ سے تولا اور محبت کرے۔ (۴۰)

۱۷۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس شخص کے لیے رحمت اور خوشخبری ہے جو میرے اہل بیتؑ کے قائم کا ادراک کرے، وہ اس کے قیام سے پہلے اس کی اقتدا (پیروی) کرے، اس کے دوست کو دوست رکھے، اس کے دشمن سے تبرا و بیزاری کرے اور ان سے پیشتر کے تمام ہدایت کرنے والے آئمہ کو دوست رکھے، ایسے افراد میرے رفیق و ساتھی اور میری محبت و مودت کے حامل ہیں۔ (۴۱)

۱۸۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ مہدیؑ جنت کے طاؤس ہیں۔ (۴۲)

۱۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر آخری زمانے میں ان کے بادشاہ سلطان کی طرف سے ایسی بلا و مصیبت نازل ہوگی جس سے زیادہ شدید بلا و مصیبت نہیں سنی گئی ہوگی، یہاں تک کہ ان کے لئے وسیع و عریض زمین تنگ ہو جائے گی، زمین ظلم و جور سے بھر دی جائے گی مومن کو ظلم سے نجات کے لئے لجاؤ و ماویٰ نہیں ملے گا جو اس کو پناہ دے سکے، پس اللہ عزوجل میری عترت میں سے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، اس سے آسمان کے ککین اور زمین کے رہنے والے راضی و خوش ہو جائیں گے زمین اپنے اندر جو کچھ ذخیرہ کئے ہوگی وہ سب باہر نکال دے گی اور آسمان کے بھی تمام خزینے اللہ تعالیٰ عطا کر دے گا، وہ ان میں سات سال یا آٹھ سال یا نو سال زندگی بسر کرے گا، اللہ عزوجل اپنی خیر و بھلائی میں سے اہل زمین پر جو احسانات کرے گا ان کو دیکھتے ہوئے زندہ لوگ مردوں کے زندہ ہونے کی تمنا کریں گے۔ (۴۳)

۲۰۔ آپؐ نے فرمایا کہ زمین ظلم و جور سے بھر جائے گا، اس کے بعد میری عترت میں سے ایک جوان مرد خروج کرے گا جو سات یا نو سال زمین کا مالک بادشاہ رہے گا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ (۴۴)

امیر المومنین علیہ السلام ظہور مہدیؑ کی بشارت دیتے ہیں

جس طرح رسول اعظمؐ نے امام مہدیؑ کی شان میں بہت سی احادیث بیان فرمائی ہیں اسی طرح محدثین اور اہل سیر نے بہت سی احادیث امیر المومنینؑ سے نقل کی ہیں جو امام مہدیؑ پر نص کے طور پر ہیں، جن میں ان کی ولادت ان کی غیبت، ظہور اور اسی طرح کے حالات کا ذکر ملتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے نبی البلاغہ اور اس کے علاوہ بھی دوسرے مواقع پر اشارہ کیا ہے، جس کا مختصر ایہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ امام رضاؑ سے ان کے آباؤ اجداد کے حوالے سے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے: ”اے حسین علیہ السلام تمہاری اولاد میں سے نویں وہی قائم بالحق ہیں جو دین کو ظاہر کرنے والے اور عدل کے رائج کرنے والے ہیں“

امام حسینؑ نے عرض کیا: کیا یہ بات ہو کر رہے گی؟ آپؑ نے فرمایا یقیناً اس کی قسم جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان کو تمام مخلوق پر مصطفیٰ و منتخب کیا ہے، لیکن غیبت کے بعد حیرت اور پریشانی کے باعث لوگ اپنے دین پر ثابت قدم نہیں رہیں گے، بجز ان مخلص افراد کے جو یقین کی منزل پر ہو گے، جن سے اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت کا میثاق کیا ہوگا، ان کے دلوں میں ایمان راسخ کر دیا جائے گا، ان کو خاص تائید ایزدی حاصل ہوگی۔ (۴۵)

۲۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: ہم میں سے قائم علیہ السلام کے لیے ایک بڑی غیبت ہے جس کی مدت طویل ہے گویا میں شیعوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ ان کی غیبت میں چوپایوں کی طرح چراگاہ کی تلاش میں چکر لگا رہے ہوں جو انہیں نہیں مل رہی ہے، یاد رکھو کہ جو شخص اپنے دین پر ثابت قدم رہا اور امامؑ کی غیبت کی مدت کے طول ہونے کی وجہ سے اس کا دل سخت نہ ہوا ہوگا، تو وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: ہم میں سے قائم جب قیامت کریں گے تو ان کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں ہوگی اسی لئے ان کی ولادت مخفی ہوگی اور ان کا وجود غائب ہوگا۔ (۴۶)

۳۔ جناب امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: خبردار رہو کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اور میرے یہ دونوں بیٹے قتل کر دیئے جائیں گے، میری اولاد میں سے آخری زمانہ میں خدا ضرور ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو ہمارے خون کا مطالبہ کرے گا اور وہ غیبت میں رہے گا تاکہ گمراہ لوگوں کی تمیز کر سکے، یہاں تک کہ جاہل کہے گا کہ خدا کو آل محمدؑ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۴۷)

۴۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: زمین اللہ عزوجل کی حجت سے خالی نہیں رہتی، لیکن عنقریب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ان کے ظلم و جور اور اپنے نفسوں پر زیادتی و اسراف کرنے کی وجہ سے حجت سے اندھا کر دے گا، حالانکہ اگر زمین ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی حجت سے خالی ہو جائے تو وہ اپنے اوپر بسنے والی مخلوق کو نگل جائے، لیکن حجت حجت تو لوگوں کو پہچانتی ہے مگر لوگ ان کو نہیں پہچانتے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام تو لوگوں کو پہچانتے تھے لیکن وہ ان سے اجنبی تھے، اس کے بعد آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

”يَحْسِرَةُ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ“ (يسن۔ ۳۰)

”اے حسرت! لوگوں پر کہ کوئی رسول ان کے پاس نہیں آتا مگر یہ کہ وہ اس سے استہزاء کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں“۔ (۴۸)

۵۔ محمد بن حنفیہ نے اپنے والد بزرگوار امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مہدی عجل اللہ فرجہ ہم اہل بیتؑ میں سے ہیں، خدا ان کے معاملے کو ایک رات میں درست کر دے گا۔ (۴۹)

۶۔ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: امام حسین علیہ السلام حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپؑ کے پاس کچھ اصحاب موجود تھے، آپؑ نے فرمایا: یہ تمہارے سید آئے ہیں، رسول اللہؐ نے ان کو سید و آقا کا نام دیا ہے اور کہا ہے کہ ان کے صلب سے ضرور ایک شخص اٹھے گا جو خلق و خلق میں میرے مشابہ ہوگا، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا، جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

آپؑ سے پوچھا گیا کہ: یا امیر المومنینؑ: یہ کب ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: ہیہات (دور کے بات ہے) جب تم دین سے نکل جاؤ گے، جس طرح عورت اپنے دونوں سرینوں کو اپنے شوہر کے لیے نکالتی ہے۔ (۵۰)

۷۔ امام حسینؑ ابن علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ سے رسول اللہؐ کے اس ارشاد کے معنی کے بارے میں سوال کیا گیا:

”انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی“

ترجمہ: میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنی عترت۔

پوچھا گیا کہ عترت کون ہیں، تو آپؑ نے فرمایا: میں اور حسنؑ و حسینؑ اور نوامام اولاد حسینؑ سے ہیں جن کے نویں مہدیؑ اور قائمؑ ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے جدا نہیں ہوں گے اور کتاب ان سے جدا نہیں ہوگی، یہاں تک کہ رسول اللہؐ کے پاس ان کے حوض پر آلیں گے۔ (۵۱)

۸۔ آپؑ نے فرمایا کہ یقیناً زمین ظلم و جور سے پر ہوگی یہاں تک کہ کوئی شخص چھپے بغیر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے سکے گا، پھر خدا ایک صالح اور نیک قوم کو لے آئے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔ (۵۲)

۹۔ اصبح بن نباتہ کے حوالے سے امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے قائمؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: یاد رکھو کہ وہ ضرور غائب ہوں گے یہاں تک کہ جاہل اور نادان کہیں گے کہ خدا کو آل محمدؑ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۵۳)

۱۰۔ علامہ بن قیس سے روایت ہے کہ امیر المومنینؑ نے منبر کوفہ پر خطبہ لولو اور ارشاد فرمایا جس کے آخر میں فرمایا: یاد رکھو کہ میں عنقریب کوچ کرنے والا ہوں اور عالم غیب میں جانے والا ہوں۔

تم اموی فتنہ اور کسروی سلطنت کا انتظار کرو، جس کو خدا نے زندہ کیا ہے اس کے مارنے کا اور جس کو خدا نے مارا ہے اس کے زندہ کرنے کا انتظار کرو۔

تم اپنے گھروں کو اپنے عبادت خانے بنالینا۔

اپنے ہاتھوں کو اس کی طرح کاٹنا جو جھاؤ کے (درخت) انگارے پر کھڑا ہوا ہو۔

اللہ کا ذکر زیادہ کرنا کیونکہ اگر تم اس کا ادراک کر سکو تو اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا:

دجلہ اور فرات کے درمیان زورام کا ایک شہر بنایا جائے گا اگر تم اسے دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کو گچ، چونے اور اینٹوں سے مضبوط کیا گیا ہوگا اور سونا، چاندی، ازورد، مرمر و خام و نرم پتھروں سے مزین کیا گیا ہوگا۔ دوا کے ہاتھی و روازے دانت سے مرصع ہوں گے، خیمے اور گنبد اور سیارات (موٹر کاریں) ہر طرف ہوں گی، ساگوان اور چیر کی لکڑی اور صنوبر کے درخت سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہوگا، اس میں بڑے بڑے پختہ محلات ہوں گے، بنی شیبان کے ۲۴ بادشاہ جس کے والی ہوں گے۔

سفاح (زیادہ خون بہانے والا)، مقلاص (اوٹنی کو دوہنے والا)، جموح (منہ زور اور سرکش)، خدوع (بہت زیادہ دھوکے باز)، مظفر (کامیاب)، مخنث (بیجوا)، نظار (اپنے دامنوں کو بار بار دیکھنے والا)، کمیش (مینڈھا)، مہتور (جس کی عقل جاتی رہی ہو)، عشار (بہت پھلنے والا)، مصطلم (جڑ سے اکھاڑنے والا)، مستعصب، (ہر چیز کو مشکل سمجھنے والا)، غلام (سرکش)، کدید (سخت مزاج اور بخیل)، اکذب (زیادہ سفید ناخنوں والا)، اکلب، (زیادہ حریص، زیادہ گالیاں بکنے والا)، وسیم (خوبصورت)، ظلام (بہت ظلم کرنے والا) اور فیشوق۔

سرخ گنبد بنایا جائے گا اس کے پیچھے قائم الحق (حق کے ساتھ قیام کرنے والا) ہوگا جو تمام برا عظموں میں اپنے چہرے سے نقاب ہٹائے گا، وہ چہرہ چمکتے ستاروں کے درمیان چودھویں کے چاند کے مانند ہوگا۔ (۵۴)

۱۱۔ آنجنابؐ نے فرمایا: بے شک بے اعتنائی اور ترش روئی کے بعد عنقریب دنیا ہم پر مہربان ہوگی اور ہماری طرف ملتفت ہوگی، بے اعتنائی اور ترش روئی کے بعد، اس کی مثال اس کاٹنے والی اوٹنی کی ہے جو اپنے بچے پر مہربان ہو جائے، پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

”وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ التَّضَعَّفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ

الْوَارِثِينَ“ (القصص-۵)

”ہم ان لوگوں پر احسان کرنا چاہتے ہیں جن کو زمین میں کمزور کر دیا گیا ہے تاکہ ہم انہیں امام اور

رہنما قرار دیں اور انہیں وارث بنائیں۔

ابن ابی الحدید کا کہنا ہے: ”ہمارے اصحاب (یعنی ہم مسلک علمائی) کہتے ہیں کہ یہاں ایک امام کے بارے میں وعدہ ہے جو زمین کا مالک ہوگا اور سارے ممالک پر ان کا اختیار ہوگا۔ (۵۵)

۱۲۔ آپ کا خطبہ ہے:

جس طرح چمڑا کسی جانور کے جسم سے الگ کیا جاتا ہے اس طرح خدا اس مصیبت کو تم سے ایسے شخص کے ذریعے دور کر دے گا جو ان کو ذلیل و خوار کرے گا، ان سے سختی اور شدت سے برتاؤ کرے گا، ان کو موت کے تلخ پیالے سے سیراب کرے گا اور ان کو دے گا تو صرف تلوار کا گھاؤ۔ (۵۶)

۱۳۔ آپ کا ایک خطبہ ہے:

اے قوم! یہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے ورد کا وقت ہے، اس کے طلوع کے قریب ہونے کا زمانہ ہے جسے تم نہیں جانتے۔

یاد رکھو! ہم سے جو بھی اس کو پالے گا تو گویا ایک روشن چراغ کے ساتھ چلے گا صالحین اور نیک لوگوں کی مثال کی اقتد کرے گا تاکہ اس میں رسی کو کھول دے اور غلام کو آزاد کر دے، وہ جماعتوں کو متفرق کر دے گا اور متفرقوں کو جمع کر دے گا، لوگوں سے پردے میں ہوگا قیافہ شناس اس کے اثر اور نشانی کو نہیں دیکھ سکے گا، گو وہ مسلسل دیکھتا رہے گا۔ (۵۷)

ابن ابی الحدید کہتا ہے:

اس کے بعد آپؐ نے مہدیؑ آل محمدؑ کا ذکر کیا ہے، اس قول سے آپؐ کی مراد وہی جناب ہیں:

”وان من ادرکھامنا یسری فی ظلمات هذه الفتین بسر اجمنیر و هو المہدی“

”اور جو ہم میں سے ان فتنوں کو پائے گا تو ان کی تاریکیوں میں روشن چراغ کے ساتھ چلے گا اور وہ حضرت مہدیؑ ہی ہیں“

وہ خود بھی کتاب و سنت کی اتباع کرے گا، صالحین کی مثال کی پیروی کرے گا، اور ان کے پیچھے چلے گا، اس طرح ان فتنوں کی گرہیں کھول سکے گا، قیدیوں کو آزاد کرائے گا، ظالموں کے پنچے سے مظلوموں کو نکلوائے گا، گمراہوں کی جماعتوں کو منتشر کرے گا، اہل ہدایت اور اہل ایمان میں جو تفرقہ پیدا ہوا ہوگا اس کو دور کرے گا اور ان کو جمع کرے گا۔ (۵۸)

۱۴۔ آپ کا ایک خطبہ ہے:

اس نے حکمت کے لباس کو بطور ڈھال پہن رکھا ہے اس کی طرف پورے ادب سے بڑھ کر، اس کی معرفت حاصل کر کے اس کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر کے اس کو لے لیا ہے۔

یہ حکمت اس کے نفس میں اس کی گم شدہ چیز ہے، اس لئے وہ اس کو طلب کرتا ہے اور اس کا سوال اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس کی حاجت اور ضرورت ہے۔

وہ اس وقت سے مسافر اور غریب ہو گیا ہے جب سے اسلام مسافر اور غریب ہو گیا ہے، وہ ایک ہی جگہ بیٹھا ہوا ہے کہ اپنا سینہ زمین سے لگایا ہوا ہے، وہ خدا کی حجتوں میں سے بقیہ ہے اور اس کے انبیاء کے خلفاء میں سے (آخری) خلیفہ ہے۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے:

اس کلام کی ہر مکتب فکر نے اپنے عقیدے کے مطابق وضاحت کی ہے، شیعہ امامیہ کا خیال ہے کہ اس سے مراد مہدی منتظر ہیں۔----- میرے نزدیک بھی بعید نہیں کہ اس سے آپؑ کی مراد قائم آل محمدؐ ہوں۔(۵۹)

۱۵۔ بصرہ میں آیؑ نے ایک خطبے میں فرمایا:

میں آخری زمانے میں آنے والے مہدی قائم کا باب ہوں۔ (۶۰)

۱۶۔ آنجنابؑ نے فرمایا:

مہدیؑ میری ذریت سے ہیں جو رکن اور مقام کے درمیان ظہور کریں گے۔ (۶۱)

آئمہ طاہرینؑ ظہور مہدیؑ کی بشارت دیتے ہیں

اپنے نانا رسول اللہؐ اور اپنے والد امیر المومنین حضرت علیؑ کی سیرت پر چلتے ہوئے آئمہ اہل بیتؑ نے بھی امام مہدی کے ظہور کی بشارت دی ہے ان حضراتؑ نے امام آخر الزمانؑ کے بارے میں مفصل گفتگو کی ہے ان کے نام، ان کی صفات، ان کے ظہور کی علامات، ان کے انصار، ان کی حکومت و سلطنت، سب کچھ بیان کیا ہے۔

کتابیں ان کی احادیث سے بھری ہوئی ہیں اور لوگوں کو فیض پہنچا رہی ہیں اگر ہم ان تمام چیزوں کو یکجا کرنا چاہیں جو آپ حضراتؑ نے ذکر فرمائی ہیں، تو کئی ضخیم کتابیں تیار ہو جائیں گی، چنانچہ اس مختصر کتاب کی مناسبت سے ہم ہر امامؑ کی ایک ایک روایت نقل کر رہے ہیں، محترم قارئین مزید مطالعہ کے لیے ان مصادر کی طرف رجوع فرمائیں جن کا حوالہ یہاں دیا جا رہا ہے۔

۱۔ حنان بن سدير سے روايت ہے کہ اس نے اپنے باپ سدير بن حکيم سے اور اس نے اپنے باب سے، اس نے ابوسعید عقیصا سے روايت کی ہے کہ جب امام حسن بن علیؑ نے معاویہ بن ابوسفیان سے صلح کر لی تو کچھ لوگ آپؑ کی بارگاہ میں داخل ہوئے اور اس صلح کرنے پر ملامت اور طعن کیا۔ آپؑ نے فرمایا۔

تم پر وائے ہو، تمہیں کیا خبر کہ میں نے کیا کیا ہے! خدا کی قسم جو کچھ میں نے کیا ہے وہ میرے شیعوں کے

لئے بہتر ہے ہر چیز سے جس پر سورج طلوع وغروب کرتا ہے۔

کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمہارا امام ہوں جس کی اطاعت تم پر فرض ہے اور یہ کہ رسول اللہ کی خاص نص کی بنا پر میں نو جوانان جنت کے سرداروں میں سے ایک ہوں؟

انہوں نے جواب دیا: جی ہاں یہ درست ہے۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں یاد نہیں کہ جب حضرت خضرؑ نے کشتی میں سوراخ کیا، لڑکے کو قتل کیا، اور دیوار کھڑی کی تھی تو یہ باتیں حضرت موسیٰ بن عمران کو بری لگی تھیں، اس لئے کہ ان باتوں کی حکمت ان کی آنکھوں سے اوجھل تھی، حالانکہ اللہ کی نظر میں ان باتوں میں حکمت و مصلحت تھی اور یہ سارے کام صحیح تھے؟

کیا تم نہیں جانتے کہ ہم میں ہر ایک کو اپنے زمانہ کے سرکش کی حکومت میں اور اس کے تحت رہنا ہوگا، بجز حضرت قائمؑ کے، جن کے پیچھے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے، اللہ عزوجل ان کی ولادت کو مخفی رکھے گا اور ان کے وجود کو غائب کر دے گا، اس طرح ان کی گردن پر کسی کا تسلط اور کسی کی بیعت نہیں ہوگی، میرے بھائی حسینؑ، سیدۃ النساء (سلام اللہ علیہا) کے بیٹے، کی اولاد میں سے یہ نویں ہوں گے اور خروج کریں گے، اللہ غیبت کے زمانے میں ان کی عمر کو طول دے گا۔

جب انہیں ظاہر کرے گا تو ایک جوان کی شکل میں، جو چالیس سال سے کم عمر ہوتا کہ سب لوگوں کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (۶۲)

۲۔ امام حسینؑ نے فرمایا:

ہم میں سے بارہ مہدی ہیں، ان کے اول امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور ان میں سے آخری میری اولاد میں سے نویں ہیں، وہ امام قائم بلحق ہیں، ان کے ذریعے خداوند عالم زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرے گا، ان کے ذریعے دین حق کو باقی تمام ادیان پر غلبہ عطا کرے گا، اگرچہ مشرکین اسے ناپسند کرتے ہوں۔

ان کے لئے ایک غیبت ہے جس کے دوران کئی قومیں مرتد ہو جائیں گی، جو اس دین پر ثبات قدم رہیں گی انہیں اذیت پہنچائی جائے گی، ان سے کہا جائے گا کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا، اگر تم سچے ہو؟

یاد رکھو جس نے ان کی غیبت میں اذیت، تکلیف اور تکذیب پر صبر کیا، وہ اس مجاہد کے مثل ہے جس نے رسول اللہؐ کے سامنے تلوار سے جہاد کیا ہو۔ (۶۳)

۳۔ ابو خالد کالمی سے روایت ہے کہ مجھ سے علی بن الحسینؑ نے فرمایا:

اے ابو خالد! بے شک تاریک رات کے ٹکڑوں کے مثل فتنے کھڑے ہوں گے ان سے نجات نہیں پائے گا، بجز اس کے جس سے خدا نے عہد و میثاق لیا ہے وہی ہدایت کے چراغ ہیں اور علم کے چشمے ہیں خداوند عالم انہیں

ہر تار یک فتنے سے نجات دے گا۔

گویا میں تمہارے صاحب (امام مہدیؑ) کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے نجف سے (جو کوفہ کی پشت پر ہے) اٹھے ہیں ان کے ساتھ تین سوار کچھ افراد ہیں، جبرائیلؑ ان کے دائیں طرف، میکائیلؑ ان کے بائیں طرف ہیں اور اسرافیلؑ ان کے آگے آگے ہیں۔

ان کے ساتھ رسول اللہؐ کا علم اور پرچم ہے جس کو انہوں نے لہرایا ہوا ہے وہ جس قوم پر اس علم کے ساتھ پہنچ جاتے ہیں اللہ عزوجل اس قوم کو ہلاک کر دیتا ہے۔ (۶۴)

۴۔ ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ کے پاس تھا، جب وہ لوگ جو پہلے سے موجود تھے، وہاں سے چلے گئے تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

اے ابو حمزہ! ان حتمی اور یقینی امور میں سے جن میں اللہ کے یہاں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، ایک ہمارے قائم کا قیام بھی ہے جو میں کہہ رہا ہوں اس میں جو شخص شک کرے وہ کافر و منکر ہے۔ پھر فرمایا:

میرے ماں باپ اس پر قربان جو میرے نام سے موسوم اور میری کنیت والا، میرے بعد ساتواں ہوگا، میرے باپ اس پر صدقے جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

اے ابو حمزہ! جو اس کو درک کرے اور پھر اس کے لئے اس چیز کو تسلیم نہ کرے جو محمدؐ اور علیؑ کے لئے تسلیم کی ہے تو خدا یقیناً اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا، ظالموں کے لئے وہ رہنے کی بری جگہ ہے۔ (۶۵)

۵۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میری اولاد میں سے خلف صالح وہی مہدیؑ ہیں، ان کا نام محمدؑ اور ان کی کنیت ابوالقاسم ہے وہ آخری زمانے میں خروج کریں گے۔ (۶۶)

۶۔ یونس بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ میں حضرت موسیٰ ابن جعفر کی بارگاہ میں داخل ہوا اور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! آپ قائم بالحق ہیں آپؑ نے فرمایا میں قائم بالحق بھی ہوں، مگر وہ قائم جو زمین کو اللہ عزوجل کے دشمنوں سے پاک کرے گا اور اس کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، وہ میری اولاد میں سے پانچواں ہے، ان کی ایک طویل غیبت ہے ان کی جان کے خوف سے اس دوران کچھ قومیں گمراہ ہوں گی اور دوسرے ثابت قدم رہیں گے، پھر فرمایا:

طوبیٰ اور خوشخبری ہے ان سب شیعوں کے لئے جو ہمارے قائم کی غیبت کے زمانے میں ہماری موالات و محبت پر ہماری رسی سے متمسک رہیں گے اور ہمارے دشمنوں سے برات پر ثابت قدم رہیں گے وہ ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں، بیشک وہ ہمارے آئمہ اور رہنما ہونے پر راضی ہیں اور ہم ان کے شیعہ اور پیروکار ہونے پر راضی

ہیں۔ ان کے لیے ہے طوبیٰ اور خوشخبری، بخدا وہ ہمارے ساتھ ہیں قیامت کے دن ہمارے درجات میں۔ (۶۷)
 ۷۔ ابو صلتؓ سے روایت ہے کہ دعبلؓ کہتے ہیں: جب میں نے اپنے آقا و مولا امام رضاؑ کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا اور اس شعر تک پہنچا:

خروج امام لا محالہ قائم
 یقوم علی اسم اللہ والبرکات
 یمیز فینا کل حق و باطل
 ویجزی علی النعماء والبقیات

تو امام رضا علیہ السلام رو دیئے، پھر سراٹھا کر فرمایا: اے خزاعی! اس بیت کے پڑھتے وقت روح القدس نے تمہاری زبان سے نطق کیا ہے اور اس شعر کو ادا کیا ہے۔

تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون امام ہیں جن کے بارے میں تم نے اس شعر میں اظہار خیال کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے نہیں معلوم، مگر یہ میں نے سنا ہے کہ اے میرے مولا و آقا! آپؑ میں سے ایک امام خروج کریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے آپؑ نے فرمایا:

اے دعبل! میرے بعد میرا بیٹا محمد امامؑ ہے، ان کے بعد ان کا بیٹا علیؑ، ان کے بعد ان کا بیٹا حسنؑ ہے اور حسنؑ کے بعد ان کا بیٹا محمدؑ جو حجت اور قائم ہیں ان کی غیبت میں لوگ منتظر ہوں گے، ظہور میں ان کی اطاعت اور پیروی کی جائے گی۔

اگر دنیا کی زندگی کا صرف ایک دن بھی رہ گیا تو خدا اس دن کو اس قدر طول دے گا کہ ہمارے قائم خروج کریں، پھر وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ (۶۸)

۸۔ ابو غانم خادم سے روایت ہے کہ ابو محمد حسنؑ کے یہاں ایک مولود مسعود پیدا ہوا، اس کا نام انہوں نے محمد رکھا، تیسرے دن ان کو اپنے اصحاب کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: یہ میرے بعد تمہارا امام ہے اور تم پر میرا خلیفہ ہے یہ وہی قائم ہے جس کی لوگ منتظر ہوں گے، چنانچہ جب زمین ظلم و جور سے بھری ہوگی تو وہ اسی کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ (۶۹)

صحابہؓ اور تابعینؓ ظہور مہدیؑ کی بشارت دیتے ہیں

پچھلے ابواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی امام مہدی صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے بارے میں احادیث پیش کی گئی تھیں، اس باب میں آنجناب علیہ السلام کے بارے میں صحابہ کبار اور تابعین کا آپؑ کے ظہور پر اجماع اور آپؑ کے قیام پر ان کے اتفاق رائے کے سلسلے میں ان کے کلمات ہم پیش

کر رہے ہیں۔

ان میں سے ہر ایک کا قوم نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ امیر المؤمنین امام علی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ ہم اہل بیت میں سے ہیں، خدا ان کے معاملے کو ایک ہی رات میں درست کر دے گا۔ (۷۰)

۲۔ امام حسن بن علی علیہما السلام نے فرمایا:

جس کا تم انتظار کر رہے ہو وہ امر اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک تم میں سے بعض، بعض پر تبرا نہیں کریں گے، بعض بعض پر لعنت نہیں کریں گے، تم میں سے بعض دوسروں کے منہ پر تھوکیں گے، یہاں تک کہ بعض دوسروں پر کفر کی گواہی دیں گے، اس وقت ہمارا قائم قیام کرے گا اور وہ ان سب چیزوں کو اٹھا دے گا۔ (۷۱)

۳۔ امام حسین بن علی علیہما السلام نے فرمایا:

میری اولاد میں سے نویں پشت میں یوسفؑ کی سنت و موسیٰ بن عمران کی سنت ہے اور وہ ہمارے قائم ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک ہی رات میں ان کے معاملہ کی اصلاح فرمائے گا اور اس کو درست کر دے گا۔ (۷۲)

۴۔ امام علی بن الحسین علیہما السلام نے فرمایا:

ہمارے ان شیعوں کے لئے خوشخبری ہے جو ہمارے قائم کی غیبت کے زمانے میں ہماری رسی سے متمسک اور ہماری موالات اور ہمارے دشمنوں سے برات میں ثابت قدم رہیں گے وہ ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں، بخدا وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ ہمارے درجات میں ہوں گے۔ (۷۳)

۵۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

قائم رعب و دبدبہ والے ہوں گے ان کے لئے زمین سمٹ جائے گی، اس کے خزانے ان پر ظاہر ہوں گے، ان کی سلطنت مشرق و مغرب تک پہنچے گی، خدا عز و جل ان کے دین کو غلبہ دے گا، خواہ مشرکین اس کو ناپسند کرتے ہوں، زمین کی ہر غیر آباد جگہ آباد ہو جائے گی، روح اللہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نزول کریں گے اور قائم کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ (۷۴)

۶۔ امام جعفر بن محمد صادق علیہما السلام نے فرمایا:

عاشوراء کی رات قائم کے نام کی منادی ہوگی یہ وہی دن ہے جس میں امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔ گویا میں ہفتہ کے دن، جو محرم کا دسواں دن ہے، (ان کو دیکھ رہا ہوں) کہ وہ رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہیں، ایک شخص ان کے سامنے ندا کر رہا ہے، بیعت کرو بیعت کرو۔

اطراف زمین سے ان کے پاس ان کے انصار آئیں گے، زمین ان کے لئے سمٹ جائے گی، وہ آکر آپؑ

کی بیعت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔
پھر آپ مکہ سے چلیں گے اور کوفہ پہنچیں گے، نجف میں، جو کوفہ کے قریب ہے، نزول اجلال فرمائیں گے
وہاں سے مختلف شہروں کو شکر روانہ کریں گے۔ (۷۵)

۷۔ جابر بن عبد اللہ انصاری نے امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ اولاد انبیاء میں
علی بن الحسین جیسے شخص نہیں دیکھے گئے، بجز یوسف بن یعقوب کے۔
البتہ بخدا علی بن الحسین کی ذریت یوسف بن یعقوب کی ذریت سے افضل ہے اور بے شک ان میں
سے وہ ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ (۷۶)

۸۔ جب سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے تو شہر کو دیکھا اور اس شہر میں جو کچھ بلائیں
اور مصیبتیں نازل ہونے والی تھیں ان کا ذکر کیا، حتیٰ کہ بنی امیہ اور ان کے بعد والوں کی حکومت و سلطنت کا ذکر کیا۔
پھر کہا کہ جب یہ ہو تو اپنے گھروں کے فرش کو لازم پکڑ لو (یعنی گھروں سے باہر نہ نکلو) یہاں تک کہ
طاہر بن طاہر (طاہروں کا طاہر فرزند) جو مطہر اور دوسروں کو پاک کرنے والا ہوگا جو غیبت والا، جلاوطن اور دور کیا ہو
گا، ظہور کرے گا۔ (۷۷)

۹۔ عمار بن یاسرؓ نے کہا مہدیؑ کے خروج کی علامت یہ ہوگی کہ تمہارے اوپر ترکوں کا جھکاؤ ہوگا
تمہارا وہ خلیفہ جو تمہارے لئے مال جمع کرے گا، مرجائے گا جس کے بعد ایک کمزور قسم کا آدمی خلیفہ بنایا جائے گا
جس کو دو سال کے اندر معزول کر دیا جائے گا۔

دمشق کی مسجد کا مغربی حصہ زمین میں دھنس جائے گا، شام میں تین افراد خروج کریں گے، اہل مغرب مصر
کی طرف خروج کریں گے، یہ سفیانی کی خروج کی علامت ہوگی۔ (۷۸)

۱۰۔ عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب نے کہا ہے:

وہ جناب زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، چوپائے اور
درندے (تک) آپ کے زمانے میں امن و امان سے رہیں گے زمین اپنے جگر کے ٹکڑے (وسائل اور
معدنیات) مثل ستون کے باہر پھینک دے گا اور وہ سونے چاندی کے ہوں گے۔ (۷۹)

۱۱۔ کعب نے کہا کہ بے شک میں مہدیؑ کو تورات کا سفار (کتابوں) میں لکھا ہوا پاتا ہوں، جن
کے عمل میں ظلم و عتاب نہیں ہوگا۔ (۸۰)

۱۲۔ صعصعہ بن صوحان نے نزال بن صبرہ سے کہا کہ وہ (امام مہدیؑ) جن کے پیچھے عیسیٰ بن مریم
نماز پڑھیں گے، عترت (رسول) کے بارہویں فرد ہیں اور حسین بن علیؑ کی اولاد میں نویں ہیں، وہ مغرب سے

طلوع ہونے والے سورج ہیں جو رکن اور مقام کے پاس ظہور کریں گے، زمین کو پاک کریں گے، عدل و انصاف کی میزان قائم کریں گے، اس طرح کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر پائے گا۔ (۸۲)

۱۳۔ طاؤس نے کہا ہے: میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تک نہ مروں جب تک مہدیؑ کے زمانے کو درک نہ کر لوں (نہ دیکھ لوں) یہ وہ زمانہ ہوگا جس میں محسن اپنے احسان میں اضافہ کرے گا اور برے (شخص) سے بدلہ لیا جائے گا۔ (۸۳)

۱۴۔ قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ کیا مہدیؑ کا ہونا حق ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حق ہے، میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ اس نے کہا: قریش میں سے ہیں، میں نے پوچھا: قریش کے کس قبیلے سے؟ جواب دیا بنی ہاشم سے، عبدالمطلب کی اولاد ہیں، میں نے پوچھا: عبدالمطلب کی کس اولاد سے؟ اس نے کہا: فاطمہؑ کی اولاد سے۔ (۸۴)

۱۵۔ محمد بن سیرین نے جب حضرت مہدی علیہ السلام کا ذکر کیا تو کہا کہ آپؑ بعض انبیاءؑ سے افضل ہیں۔ (۸۵)

۱۶۔ عمرو بن عاص نے مہدیؑ کے خروج کی علامت یہ بتائی: جب بیابان میں لشکر زمین میں دھنس گیا تو یہ مہدیؑ کے خروج کی علامت ہوگی۔ (۸۶)

۱۷۔ عمرو عامر بن شراحیل شعبی نے کہا کہ ہماری روایات کو جان لو، ہماری اور اکثر اہل اسلام کی بھی روایت یہ ہے کہ ہمارے بنی اکرمؑ نے فرمایا:

آنحضرتؐ کی صاحبزادی فاطمہؑ کی اولاد میں سے مہدیؑ کا ہونا ضروری اور لابدی ہے وہ ظہور کریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح ان کے غیر کی وجہ سے وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ (۸۷)

۱۸۔ محمد بن مسلم زہری کہتا ہے کہ جب سفیانی اور مہدیؑ کا جنگ میں ٹکراؤ ہوگا تو اس دن آسمان سے لوگ ایک ندائیں گے: یاد رکھو کہ اولیا اللہ ان کے (یعنی مہدیؑ) کے اصحاب ہیں۔ (المحدث ۸۸)

۱۹۔ ابو محمد اسماعیل بن عبدالرحمن سدی نے کہا کہ مہدیؑ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ ساتھ ہوں گے، جب نماز کا وقت آئے گا تو مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ سے کہیں گے کہ آگے بڑھیں (اور نماز کی امامت کریں) تو حضرت عیسیٰؑ کہیں گے کہ آپؑ نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ حضرت عیسیٰؑ آپؑ کے پیچھے ماموم بن کر نماز پڑھیں گے۔ (۸۹)

۲۰۔ مقاتل بن سلیمان نے:

”وانه لعلم للساعة“

کی تفسیر میں کہا کہ یہ حضرت مہدیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (۹۰)

۲۱۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا کہ جب بیابان میں لشکرز میں دھنس جائے گا تو یہ مہدیؑ کے ظہور کی علامت ہوگی۔ (۹۱)

۲۲۔ زید بن علی بن الحسین علیہما السلام نے ابن بکیر سے کہا: ہماری وجہ سے اللہ کی معرفت ہوئی، ہمارے ذریعہ سے خدا کی عبادت کی گئی، ہم اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہیں، ہم میں سے مصطفیٰؐ اور مرتضیٰؑ ہیں اور ہم میں سے ہی مہدیؑ ہوں گے جو اس امت کے قائم ہیں۔ اس نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! کیا رسول اللہؐ نے آپ حضرات سے کوئی عہد و وعدہ کیا تھا کہ آپ کا قائم کب قیام کرے گا؟

آپؐ نے فرمایا: اے ابن بکیر! تو ہرگز ان سے ملحق نہیں ہوگا (وہ زمانہ نہیں دیکھے گا) ان (حضرت امام محمد باقرؑ) کے بعد امامت کے چھ والی و حاکم ہوں گے، پھر خداوند تعالیٰ ہمارے قائم کا خروج قرار دے گا، وہ (مہدیؑ) زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ (۲۹)

۲۳۔ محمد بن حنفیہ نے محمد بن بشیر سے کہا کہ مہدیؑ کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ حاجت و ضرورت کو ظاہر کیا جائے گا، کوئی شخص کہے گا رات میں نے کھانے کے بغیر گزاری ہے یہاں تک کہ وہ تم سے دوسرے چہرے سے ملے۔۔۔۔۔ اس وقت بہت جلد وہ صحیحہ (ندا اور پکار) واقع ہوگی اور سنائی دے گی۔ (۹۳)

۲۴۔ علی بن عبد اللہ بن عباس نے کہا کہ مہدیؑ اس وقت تک خروج نہیں کریں گے جب تک سورج کے ساتھ ایک آیت و نشانی طلوع نہیں کرے گی۔ (۹۴)

۲۵۔ سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ اس سال جس میں مہدیؑ قیام کریں گے، چوبیس بارشیں ہوں گی، ان کی برکت سب کو نظر آئے گی۔ (۹۵)

۲۶۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: میں تمہیں مہدیؑ کی بشارت دیتا ہوں جو میری امت میں لوگوں کے اختلاف و اضطراب کے وقت مبعوث ہوں گے، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، آسمان اور زمین کے رہنے والے ان پر راضی ہوں گے وہ مساوی طور پر لوگوں کے درمیان مال تقسیم کریں گے۔ (۹۶)

۲۷۔ ابوسعید خدریؓ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ جب زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی تو میری عمرت میں سے ایک شخص خروج کریں گے، جو سات سال یا نو سال روئے زمین کے مالک ہوں گے اور اس کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ (۹۷)

۲۸۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص زمین کا مالک نہ ہو جائے، وہ نورانی پیشانی، دراز اور ایک جیسی بینی والا

ہوگا، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ اس سے پہلے ظلم و جور سے بھری ہوگی، اس کی سلطنت سات سال ہوگی۔ (۹۸)

اسمائے صحابہ مع کتب حوالہ

اس وقت آپ کے سامنے ان پچاس صحابہ کے ناموں کی فہرست ہے، جنہوں نے آنحضرتؐ سے امام مہدی علیہ السلام کے سلسلے میں حدیث روایت کی ہے۔

کتابوں کے نام

صحابہ کے نام

البيان في اخبار صاحب الزمان ۹۵

۱۔ ابو امامہ الباہلی

بنابيع المودة ۵۲۱ ط النجف

۲۔ ابو ایوب انصاری

الغیبه للشیخ الطوسی ۱۱۱ ط النجف

۳۔ ابو الجحاف

کفایہ الاثر

۴۔ ابوذر الغفاری

الامام المہدی (۹۹)

۵۔ ابو سعید الخدری

الغیبه المودة ۵۲۸

۶۔ ابو سلمیٰ اراعی رسول اللہ

ینابيع المودة ۵۳۸

۷۔ ابولیل

صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۷۸

۸۔ ابو ہریرہ

مسند ابی داؤد ج ۴ ص ۱۵۱

۹۔ امر سلیمہ

سنن البصطفی لابن ماجہ ج ۲ ص ۵۱۹

۱۰۔ انس بن مالک

ینابيع المودة ۵۹ عن العرائس للشعلبی

۱۱۔ تمیم الداری

سنن البصطفی الابن ماجہ ج ۲ ص ۵۱۹

۱۲۔ ثوبان

ینابيع المودة ۵۳۶

۱۳۔ جابر بن عبد اللہ النصاری

منتخب الاثر ۱۱۲ عن الربیعین

۱۴۔ الجارود بن المنذر العبدي

المجلسی

- ۱۵۔ حذیفہ بن اسید منتخب الاثر ۵۰
- ۱۶۔ حذیفہ بن الیمان ینابیع المودة
- ۱۷۔ ابوقتادة الحرث بن الربیع اشيعه والرجعه ج ۱ ص ۵۰
- ۱۸۔ الامام الحسن عليه السلام كفايه الاثر
- ۱۹۔ الامام لاحسين عليه السلام كشف الغبه ج ۲ ص ۳۰۱ ط ۲
- ۲۰۔ زر بن عبد الله كشف الغبه ج ۳ ص ۲۶۱ ط ۲
- ۲۱۔ زرارۃ بن عبد الله غايه البرام ۲۰۰
- ۲۲۔ زید بن ارقم منتخب الاثر ۴۸
- ۲۳۔ زید بن ثابت منتخب الاثر ۲۰۳
- ۲۴۔ سعد بن مالك كفايه الاثر
- ۲۵۔ سلمان الفارسی مقتل الحسين ^{عليه السلام} للخوارزمي ج ۱ ص ۱۳۶
- ۲۶۔ طلحه بن عبد الله منتخب الاثر ۴۵۱ عن البرهان فيعلامات
- مهد آخر الزمان
- ۲۷۔ عائشه بنت ابی بکر ینابیع المودة ۵۲۰
- ۲۸۔ العباس بن عبد المطلب غايه البرام ۷۰۳
- ۲۹۔ عبد الرحمن بن سمره غايه البرام ۷۰۴
- ۳۰۔ عبد الرحمن بن عوف البيان في الخبر صاحب الزمان ^{عليه السلام} ۹۶
- ۳۱۔ عبد الله بن ابی اوفی منتخب الاثر ۱۱۲ عن البحار
- ۳۲۔ عبد الله بن جعفر الطیار الغيه للنعماني ۴۶
- ۳۳۔ عبد الله بن الحرث بن جزء الزبيدي سنن البصطفى الا بن ماجه
- ج ۲ ص ۵۱۹
- ۳۴۔ عبد الله بن عباس الفصول المهمه ۲۷۸

- ۳۵۔ عبد اللہ بن عمر الصول البہبہ ۲۷۷
- ۳۶۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص البیان فی اخبار صاحب الزمان ۹۲
- ۳۷۔ عبد اللہ بن مسعود الفصول البہبہ ۲۷۹
- ۳۸۔ عثمان بن عفان کفایہ الاثر
- ۳۹۔ العلاء البیان فی اخبار صاحب الزمان ۸۵
- ۴۰۔ علقمہ بن عبد اللہ الفصول البہبہ ۲۷۹
- ۴۱۔ الامام علیؑ بن ابی طالب مسند ابی دائود ج ۲ ص ۱۵۱
- ۴۲۔ علی الہلالی مجمع الزوائد للہیثمی ج ۹ ص ۱۶۵
- ۴۳۔ عمار بن یاسر منتخب الاثر ۲۰۵
- ۴۴۔ عمران بن حصین منتخب الاثر ۵۰
- ۴۵۔ عمر بن الخطاب الشیعہ والرجعہ ج ۱ ص ۴۶
- ۴۶۔ فاطمہ الزہراءؑ علیہ کفایہ الاثر
- ۴۷۔ قتادہ الملاحم والفتن ۵۱
- ۴۸۔ قرۃ المزنی ینابیع المودۃ ۲۲۰
- ۴۹۔ کعب الملاحم والفتن ۱۳۷
- ۵۰۔ معاذ بن جبل البہدیؑ للصدر ۱۹۱

اسمائے تابعین مع کتب حوالہ

ایسے بیسیوں صحابہ ہیں جنہوں نے رسول اعظمؐ سے امام مہدیؑ کے بارے میں احادیث سنی ہیں اور سینکڑوں تابعین ہیں جنہوں نے صحابہ سے یہ احادیث روایت کی ہیں۔

یہاں ہم ان پچاس تابعین کے نام لکھتے ہیں جو امام مہدیؑ کے بارے میں رسول اکرمؐ کی احادیث کے

راوی ہیں۔

اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے ہر ایک کے نام کے سامنے صرف ایک ہی حدیث کے مصدر کی طرف

اشارہ کیا ہے۔

تابعین کے نام

کتابوں کے نام

- ۱۔ ابراہیم بن علقمہ
- ۲۔ ابراہیم بن محمد بن الحنفیہ
- ۳۔ ابواسماء الرجی
- ۴۔ ابوسلمہ عبدالرحمن بن عوف
- ۵۔ ابوالصدیق الناجی
- ۶۔ ابو عمرو البقری
- ۷۔ ابونضرۃ
- ۸۔ ابو ہارون
- ۹۔ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ
- ۱۰۔ الاصبغ بن نباتہ
- ۱۱۔ ایاس بن سلمہ بن الاکوع
- ۱۲۔ ثابت بن دینار
- ۱۳۔ جابر الصدفی
- ۱۴۔ جابر بن یزید الجعفی
- ۱۵۔ الحارث بن سعید بن قیس
- ۱۶۔ حنش بن المعتمر
- ۱۷۔ زاذان
- ۱۸۔ زر بن حبیش
- ۱۹۔ الزہری
- ۲۰۔ السائب الثقفی
- ۱۔ البلاحم وافتن ۵۲
- ۲۔ سنن البصطفی الابن ماجہ ج ۲ ص ۵۱۹
- ۳۔ سنن البصطفی الابن ماجہ ج ۲ ص ۵۱۹
- ۴۔ البیان فی اخبار صاحب الزمان ^{الشاہ علیہ} ۹۶
- ۵۔ سنن البصطفی الابن ماجہ ج ۲ ص ۵۱۸
- ۶۔ منتخب الاثر ۴۴۹
- ۷۔ مسند ابی داود ج ۴ ص ۱۵۲
- ۸۔ الغیبة للشیخ الطوسی ۱۱۶ ط النجف
- ۹۔ سنن البصطفی الابن ماجہ ج ۲ ص ۵۱۹
- ۱۰۔ غایہ المرام ۶۳۹
- ۱۱۔ کفایہ الاثر
- ۱۲۔ ینابیع المودۃ ۵۹۲ الجنف
- ۱۳۔ البیان فی اخبار صاحب الزمان ۹۹
- ۱۴۔ ینابیع المودۃ ۵۹۳
- ۱۵۔ منتخب الاثر ۱۱۸ عن المناقب
- ۱۶۔ منتخب الاثر ۴۶
- ۱۷۔ دلائل الامامہ
- ۱۸۔ البیان فی اخبار صاحب الزمان ۹۰
- ۱۹۔ البلاحم والفتن ۶۸
- ۲۰۔ کفایہ الاثر

- ۲۱۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر الغیبه للنعمانی ۴۵
- ۲۲۔ سعید بن جبیر غایہ المرام ۶۹۲
- ۲۳۔ سعید بن المسیب مسند ابی داود ج ۴ ص ۱۹۱
- ۲۴۔ سلامہ مقتل الحسين ^{عليه السلام} للخوارزمي ج ۱ ص ۹۶
- ۲۵۔ سلیم بن قیس الہلالی ینابیع المودة ۵۳۳
- ۲۶۔ سلیمان بن ابی حبيب غایہ المرام ۶۹۳
- ۲۷۔ شہر بن ہوشب منتخب الاثر ۹۶ عن نفس الرحمان
- ۲۸۔ طاوس الیمانی کفایۃ الاثر
- ۲۹۔ عباہ بن ربیع ینابیع المودة ۵۲۱
- ۳۰۔ عبد الرحمن بن ابی لیلی ینابیع المودة ۵۲۱
- ۳۱۔ عطیۃ العوفی البیان فی اخبار صاحب الزمان ^{عليه السلام} ۸۵
- ۳۲۔ علی بن الحسین ^{عليه السلام} ینابیع المودة ۵۳۴
- ۳۳۔ علی بن عبد اللہ بن عباس البیان فی اخبار صاحب الزمان ۸۸
- ۳۴۔ علی بن علی الہلالی مجمع الزوائد للہیثمی ج ۹ ص ۱۶۵
- ۳۵۔ عمارۃ بن جویں العدی الغیبة للشیخ الطوسی ۱۱۱
- ۳۶۔ ابو زرعه عمرو بن جابر الحضرمی سنن البصطفی لابن ماجہ ج ۲ ص ۵۱۹
- ۳۷۔ عمرو بن عثمان بن عفان کفایہ الاثر
- ۳۸۔ عیسیٰ ابن عبد اللہ ابن مالک الشیعه والرجعة ج ۱ ص ۴۶
- ۳۹۔ کثیر بن مرۃ البیان فی اخبار صاحب الزمان ۹۱
- ۴۰۔ مجاہد ینابیع المودة ۵۲۹
- ۴۱۔ محمد الباقر علیہ السلام ینابیع المودة ۵۳۴
- ۴۲۔ محمد بن جارد العبدي غایہ المرام ۷۰۸
- ۴۳۔ محمد بن الحنفیہ سنن البصطفی لابن ماجہ ج ۲ ص ۲۱۹

- ۳۳۔ محمد بن المنذر غایۃ المرام ۶۹۲
- ۳۵۔ محمد بن لبید کفایۃ الاثر
- ۳۶۔ مطرف بن عبد اللہ منتخب الاثر ۵۰
- ۳۷۔ المعلى بن زیاد البیان فی اخبار صاحب الزمان ۸۵
- ۳۸۔ محکول البیان فی اخبار صاحب الزمان ۸۶
- ۳۹۔ نافع مولیٰ ابی قتادۃ صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۷۸
- ۵۰۔ وہب بن منبہ البیان فی اخبار صاحب الزمان ۸۷

آپؐ کی ولادت

سوانح حیات لکھنے والوں نے امام مہدیؑ کی ولادت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپؐ سرمن رائے میں پندرہ شعبان ۲۵۵ ہجری (۱۰۰)، مطابق ۸۶۸ کو تولد ہوئے۔

آپؐ کی ولادت کے مراسم تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں، امام حسن عسکری علیہ السلام نے دس ہزار رطل روٹیاں، دس ہزار رطل گوشت آپؐ کی طرف سے صدقہ دیا (۱۰۱) اور تین سو بکروں سے عقیقہ کیا۔ (۱۰۲)۔ اس کے علاوہ اور بھی مراسم کا ذکر ہے جن کو امام حسن عسکری نے انجام دیا۔

آپؐ کی ولادت کے سلسلے میں دو روایت کا ذکر کیا جاتا ہے:

موسیٰ بن محمد قاسم بن حمزہ بن موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں مجھ سے حکمیہ بنت امام محمد تقیؑ جو اڈ نے بیان کیا کہ امام ابو محمد عسکریؑ نے مجھے بلا بھیجا اور مجھ سے کہا کہ پھوپھی آج ہمارے یہاں افطار کریں یہ پندرہ شعبان کی رات ہے، بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس رات زمین میں اپنی حجت کو ظاہر کرے گا۔

وہ مخدرہ فرماتی ہیں کہ میں لیٹ گئی اور سو گئی، سحری کے وقت اٹھی سورہ سجدہ اور سورہ یس کی تلاوت کی۔

اس دوران نرجس خاتون میں اضطراب سا پیدا ہوا ان سے پردہ ہٹایا گیا تو اچانک مولود سجدے میں تھا، ابو محمدؑ نے آواز دی اے (پھوپھی) میرے بیٹے کو میرے پاس لے آئیں، میں اس شہزادے کو ان کے پاس لے گئی، آپؐ نے اس بچے کے پیر اپنے سینے پر رکھے اور اپنی زبان اس کے منہ میں دی، اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں، کانوں اور بدن کے جوڑوں پر پھیرا۔۔۔۔۔ الخ (۱۰۳)۔

محمد بن حسن بن ولید نے محمد بن یحییٰ سے روایت کی، اس نے ابو عبد اللہ حسن بن رزق اللہ سے، اس نے

موسیٰ بن محمد قاسم بن حمزہ بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابوطالب سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے سے حکیمہ بنت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابوطالب نے بیان کیا، وہ فرماتی ہیں کہ ابو محمد حسن علی علیہما السلام نے مجھے پیغام بھیجا کہ اے پھوپھی آج رات آپ افطار ہمارے یہاں آ کر کریں، یہ پندرہ شعبان کی رات ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ عنقریب اسی رات اپنی حجت کو ظاہر کرے گا، وہ اللہ کی زمین میں اس کی حجت ہے۔

وہ مخدرہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ سے دریافت کیا کہ ان کی والدہ کون ہیں، آپ نے مجھ سے فرمایا ”نرجس“۔ میں نے آپ سے کہا: خدا مجھے آپ کا صدقہ قرار دے، بخدا نرجس میں تو کوئی اثر نہیں ہے، آپ نے فرمایا جو میں نے آپ سے بات کہی ہے وہی صحیح ہے۔

چنانچہ میں آئی اور سلام کر کے بیٹھ گئی نرجس آ کر میرے موزے اتارنے لگیں، مجھ سے مخاطب ہوئیں: اے میری سردار اور میرے گھر والوں کی سردار آپ کیسی ہیں؟ میں نے جواب دیا: بلکہ آپ میری اور میرے گھر والوں کی سردار ہیں۔

نرجس نے میری اس بات پر تعجب کیا اور کہنے لگیں: پھوپھی جان! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ میں نے کہا: بیٹی بلاشبہ اللہ تعالیٰ عنقریب آج ہی کی رات تمہیں ایک لڑکا عطا کرے گا جو دنیا اور آخرت میں سردار ہے، یہ سن کر انہیں شرم و حیا سی محسوس ہوئی۔

میں نے عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر افطار کیا، بستر پر لیٹی تو نیند آ گئی۔ آدھی رات گزری تو نماز کے لیے اٹھی، نماز سے فارغ ہوئی تو دیکھا کہ وہ (نرجس) ابھی سوئی ہوئی تھیں۔ پھر میں تعقیبات کے لیے بیٹھی رہی، پھر میں لیٹ گئی کچھ دیر بعد گھبرا کے اٹھی تو وہ ابھی سوئی ہوئی تھیں، اس کے بعد وہ کھڑی ہوئیں، نماز پڑھی اور سو گئیں۔

حکیمہ کہتی ہیں کہ میں طلوع فجر معلوم کرنے باہر نکلی تو اول وقت ہو چکا تھا۔ ان کو سوتے دیکھا تو مجھے شک سا ہوا، ابو محمد علیہ السلام نے اپنے کمرے سے بلند آواز سے کہا: پھوپھی جلدی نہ کریں، وقت قریب ہے۔

حکیمہ کہتی ہیں کہ میں بیٹھ گئی اور سورہ سجدہ اور یس کی قرات کی، میں اسی حالت میں تھی کہ نرجس گھبرا کے اٹھیں، میں دوڑ کر ان کے پاس گئی اور کہا کہ تم پر اللہ کے نام کا سایہ ہو، میں نے دریافت کیا کہ کچھ محسوس کرتی ہو، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں پھوپھی۔ میں نے ان کو سمجھایا کہ اپنے آپ کو سمیٹو اور اپنے دل کو قابو میں رکھو، جو میں نے تم سے کہا تھا وہی بات صحیح ہے۔

حکیمہ کہتی ہیں کہ مجھے کچھ سستی اور تھکن کا غلبہ ہوا اور وہ بھی سست ہو گئیں، پھر میں اپنے سید و آقا کے

احساس دلانے سے بیدار ہوئی۔

میں نے نرجس سے کپڑا ہٹایا تو اچانک میں نے آنجنابؑ کو سجدے میں دیکھا، ان کے سجدے کے اعضاء زمین پر تھے، میں نے ان کو سینے سے لگالیا، وہ پاک و پاکیزہ اور صاف ستھرے تھے۔

بلند آواز میں ابو محمدؑ نے فرمایا: پھوپھی! میرے بیٹے کو میرے پاس لے آئیں میں ان کو ابو محمدؑ کے پاس لے کر گئی، آپؑ نے اپنے دونوں ہاتھ شہزادے کی پشت کے نیچے رکھے اور ان کے قدم اپنے سینے پر رکھے، اپنی زبان ان کے منہ میں دی اور اپنا ہاتھ ان کی آنکھوں اور بدن کے جوڑوں پر پھیرا۔ (۱۰۴)

آپؑ کی ولادت کا اعلان

حکومت وقت اور اس کے عملہ کے خوف سے امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے صاحبزادے کے معاملہ کو مخفی رکھتے اور ان کی حفاظت کا انتظام کرتے تھے مگر ساتھ ہی ساتھ اپنے اصحاب میں آپؑ نے ان کی ولادت کا اعلان کیا اور بچے کو ان کے سامنے پیش کیا، بعض اوقات کچھ لوگوں کے پاس ان کی طرف سے صدقات بھی بھیجے، بعض شیعوں کو ان کی ولادت کی خبر لکھ کر بھیجی۔ یہ ساری باتیں حجت کو قائم کرنے اور اپنے صاحبزادے پر خلافت کی نص برقرار کرنے کے لیے تھیں۔

یہاں ان لوگوں کے نام تحریر کئے جا رہے ہیں جن سے آنجناب علیہ السلام کی ولادت کی خبر روایت ہوئی ہے:

۱۔ کلینی نے اپنی سند کے ساتھ علی بن بلال سے روایت کی ہیکہ امام ابو محمد حسن بن علی عسکری اپنی رحلت سے دو سال پہلے اپنے بعد کے خلیفہ کی مجھ کو خبر دیتے میرے پاس آئے۔

پھر اپنی وفات سے تین دن پہلے مجھے اپنے بعد کے خلیفہ اور جانشین کی خبر دینے تشریف لائے۔ (۱۰۵)

۲۔ آپؑ نے ابو ہاشم جعفری کو آنجنابؑ کی ولادت کی خبر دی تھی۔ (۱۰۶)

۳۔ آپؑ نے ابوطاہر بلالی کو ان کی ولادت کی خبر دی تھی۔ (۱۰۷)

۴۔ ابراہیم (ابو محمدؑ کے صحابی) سے روایت ہے کہ میرے مولا ابو محمدؑ نے مجھے اس تحریر کے ساتھ چار

مینڈھے بھیجے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ میرے فرزند محمد مہدیؑ کی طرف سے ہیں خوش ہو کر انہیں کھاؤ اور ہمارے شیعوں میں سے جو تمہیں ملے اس کو بھی کھاؤ۔ (۱۰۸)

۵۔ ابو جعفر عمری سے روایت ہے کہ جب سید و آقا پیدا ہوئے تو ابو محمدؑ نے ابو عمرو کو بلا بھیجا، وہ آپؑ کی

خدمت میں آیا تو آپؑ نے اس سے فرمایا: دس ہزار طل روٹی اور دس ہزار طل گوشت خریدو، وہ اجر و ثواب کے لیے بنی ہاشم میں تقسیم کرو اور اتنے اتنے (عدد) بکروں سے عقیقہ کرو۔ (۱۰۹)

۶۔ صدوق کہتے ہیں: ہم سے محمد بن علی بن ماجیلویہ نے حدیث بیان کی، کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے حدیث بیان کی وہ کہتا ہے ہم سے حسن بن نیشاپوری نے حدیث بیان کی، وہ کہتا ہے کہ ہم سے حسن بن منذر نے حدیث بیان کی، حمزہ بن ابوالفتح سے، وہ کہتا ہے کہ میرے پاس ایک روز ابوالفتح آیا اور مجھ سے کہا کہ بشارت ہو گزشتہ شب ابو محمدؑ کے گھر میں مولود پیدا ہوا، آپؑ نے اس کے معاملے کو چھپانے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی کہ اس مولود کی طرف سے تین سو بکرے عقیقہ کئے جائیں۔

میں نے پوچھا: اس کا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ان کا نام محمدؑ رکھا گیا ہے اور کنیت ”جعفر“ کے ساتھ ہے۔ (۱۱۱)

۷۔ محمد بن ابراہیم کوفی سے روایت ہے کہ ابو محمدؑ نے میرے پاس کسی اور کے لیے ایک ذبح شدہ بکرا بھیجا اور کہا یہ میرے بیٹے محمدؑ کا عقیقہ ہے۔ (۱۱۱)

۸۔ میری طرف محمد بن ابراہیم کوفی نے آنجنابؑ کے بیٹے کے عقیقہ کا ایک ذبح شدہ بکرا بھیجا۔ (۱۱۲)

۹۔ آنجناب علیہ السلام نے قائم کی ولادت کی خبر اپنی والدہ کو لکھ کر بھیجی۔ (۱۱۳)

۱۰۔ محمد بن حسن بن اسحاق قمی سے روایت ہے کہ جب خلف صالحؑ پیدا ہوئے تو ہمارے مولا ابو محمد حسن بن علیؑ کا خط میرے جد احمد بن اسحاق کے پاس آیا جس میں آپؑ نے اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا تھا (اور توقیعات اسی صورت میں وارد ہوتی تھیں) کہ مولود پیدا ہوا ہے یہ بات تم تک محدود رہے اور باقی لوگوں سے پوشیدہ اور مخفی رہے، ہم اس کو صرف بہت قریب لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں ان کی قربت کی وجہ سے اور موالی پر اس کی ولایت و محبت کی وجہ سے۔

ہم نے تمہیں خبر دینا پسند کیا تا کہ تمہیں خدا مسرور اور خوش کرے جس طرح اس نے ہمیں مسرور کیا ہے۔ والسلام (۱۱۴)

۱۱۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کے خادم عقید سے روایت ہے کہ ولی اللہ حجت بن حسنؑ کی ولادت ہوئی۔ (۱۱۵)

۱۲۔ حسن بن حسین علوی سے روایت ہے کہ میں ابو محمدؑ کی بارگاہ میں (سرمں رائے میں) داخل ہوا تو میں نے آپؑ کو آپؑ کے فرزند قائم کی ولادت کی تہنیت اور مبارکباد پیش کی۔ (۱۱۶)

۱۳۔ حسین بن حسن علوی سے روایت ہے کہ میں سرمں رائے (سامرہ) میں ابو محمدؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپؑ کو اپنے آقا صاحب الزمانؑ کی پیدائش کے سلسلے میں خوشی سے مبارکباد پیش کی۔ (۱۱۷)

آپؐ کی وجہ غیبت

حقیقت یہ ہے کہ سارے آئمہ طاہرین علیہم السلام اپنے اپنے دور کی حکومتوں کے زیرِ عتاب رہے، کسی نے انہیں نظر بند رکھا، قید کیا، بعض کو جلاوطن کیا اور چین سے نہیں بیٹھنے دیا، یہ دوسری بات ہے کہ ان کی یہ مظلومیت کبھی شدت اختیار کر جاتی اور کبھی اس میں کچھ دنوں کے لیے کمی آ جاتی۔

اس صورت حال کے باوجود ان ذوات مقدسہ نے اپنا مشن جاری رکھا، ان کے مدارس قائم رہے، ان کے احسانات امت پر ظاہر ہوتے رہے، اپنے شیعوں سے ان کا تعلق قائم رہا، سارے عالم اسلام سے حصول علم کے لیے ان کے پاس لوگ جوق در جوق آتے رہے، اکثر معروف علماء اسلام ان ہی کے مدرسے سے نکلے ہوئے تھے ان کی روایات و احادیث تمام اطراف عالم میں پھیلیں، ان کی تعلیمات سے سینکڑوں کتابیں تیار ہوئیں کسی بھی علم میں بحث و جستجو کی جائے تو اس کی نشر و اشاعت اور اس کی تعلیم و تربیت میں ان کا منور ہاتھ ضرور نظر آئے گا۔ اکثر علوم جدیدہ بھی آئمہ اطہارؑ سے لئے گئے ہیں جیسے کیمیا اور الجبرا وغیرہ، علاوہ ازیں علوم اسلامی کی بنا اور نشر و اشاعت بھی انہی کے ہاتھوں ہوئی، جیسے فقہ، حدیث اور تفسیر۔

آپؑ حضرات کی زندگیوں میں صرف درس و آگہی ہی نظر نہیں آتی، اس کے علاوہ ان کے دروازے ہر سائل اور محروم کے لیے کھلے رہتے تھے، لوگ جتنی امید لے کر آتے اس سے کہیں زیادہ عطا اور بخشش سے انہیں نوازا جاتا۔ ان حضراتؑ کی بخشش و عطا بادشاہوں کی عطا سے بڑھی ہوئی تھی، بعض اوقات تو وہ حضرات تیس تیس ہزار دینار تک عطا کر دیا کرتے۔ (۱۱۸)

بلکہ بعض اوقات ایک ایک لاکھ دینار۔ (۱۱۹)

ان کی روشن سیرت کے اس پہلو کے ہزاروں گواہ اور شاہد (تاریخ کے اوراق میں) موجود ہیں۔ ان ذوات مقدسہ میں سے کسی کی رحلت ہوتی تو ان کا جانشین ان کی جگہ کو پر کرتا اور ان کے فرائض کو بجا لاتا، یہی ان سب کا طریقہ کار تھا۔

ملوکیت اور حکومت کا طریقہ کار ان پر ظلم و ستم اور قید و بند کی صعوبتیں تھیں، چنانچہ امام حسن عسکریؑ کی بیماری (مرض لاموت) کے دوران حکومت نے آپؑ کے فرزند کے بارے میں گہری تلاش اور جستجو میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، جب کوئی سراغ نہ ملا تو آپؑ کی شہادت کے بعد آپؑ کی عورتوں اور کنیزوں کو اپنے قبضے میں کئے رکھا کہ کہیں ان میں سے بعض حاملہ نہ ہوں، چنانچہ امام حسن عسکریؑ کی بعض کنیزیں دو سال تک قید و بند میں رکھی گئیں۔

احمد بن عبد اللہ بن یحییٰ بن خاقان کہتا ہے کہ جب امام حسن عسکریؑ علیل ہوئے تو خلیفہ نے میرے باپ کو اس کی اطلاع کی کہ ”ابن رضا“، علیل ہو گئے ہیں، وہ فوراً خلیفہ کے محل میں گیا اور پھر مسلمانوں کے امیر کے پانچ

خاص خادموں کے ساتھ واپس ہوا۔ ان میں ایک خادم خاص نحریر بھی تھا، ان خادموں کو حکم دیا کہ یہ سب حسن بن علیؑ کے گھر میں ہی رہیں اور ان کی حالت معلوم کرتے رہیں، کچھ طبیبوں کے پاس آدمی بھیجے کہ وہ صبح و شام حسن بن علیؑ کے یہاں جائیں اور ان کی دیکھ بھال کریں۔

دو دن کے بعد ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ آنجنابؑ کی نقاہت بہت بڑھ گئی ہے وہ صبح سویرے سوار ہو کر ان کے پاس گیا اور طبیبوں کو ہمہ وقت ان کے پاس رہنے کا حکم دیا۔

پھر اس نے قاضی القضاۃ کو بلایا اور حکم دیا کہ اصحاب میں سے جو دین، امانت اور پرہیزگاری میں اس کے نزدیک قابل وثوق ہوں انہیں منتخب کرے، اس نے انہیں پیش کیا تو ان کو حسنؑ کے گھر بھیج کر دن رات وہاں رہنے کا حکم دیا، وہ وہیں رہے یہاں تک کہ آنجنابؑ کی وفات ہو گئی، یہ ۲۶۰ ہجری کا واقعہ ہے جب کہ ماہ ربیع الاول کے کچھ دن گزر گئے تھے۔

یہ خبر شہر میں پہنچی تو سارا شہر ایک دم صدائے نالہ و فریاد بن گیا، ہر طرف ایک ہی آواز بلند تھی کہ ابن رضاؑ فوت ہو گئے۔

بادشاہ نے بھی اس خبر کی تصدیق کیلئے اور ان کے حجروں اور کمروں کو دیکھنے بھالنے، اور جو کچھ ان میں تھا، اس کو سیل کرنے اپنے کچھ آدمیوں کو بھیجا وہ اس کام سے فارغ ہو کر آپؑ کے فرزند کو تلاش کرتے رہے اپنے ساتھ کچھ عورتیں (دایہ) لے آئے جو حمل کی پہچان رکھتی تھیں، وہ آپؑ کی کنیزوں کے پاس گئیں اور ان سے پوچھ گچھ کرتی رہیں ان میں سے بعض نے کہا کہ یہاں ایک کنیز ہے جو حاملہ ہے اس کنیز کے بارے میں حکم ہوا کہ اسے ایک کمرے میں رکھا جائے، نحریر خادم اور اس کے ساتھیوں کو اس کا نگرہاں مقرر کیا گیا اس کنیز کے ساتھ کچھ عورتوں کو بھی رکھا گیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر آپؑ کی تجہیز و تکفین شروع ہوئی۔

شہر کے بازار بند ہو گئے، میرا باپ، بنی ہاشم کے لوگ، لشکر کے قائدین، دفاتروں کے افسر اور عمائدین شہر سوار ہو کر آپؑ کے جنازے میں شرکت کے لیے آئے۔

سامرہ اس دن قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا۔

تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو بادشاہ نے ابو عیسیٰ بن متوکل کو بلایا اور نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا۔

نماز کے لئے جنازہ رکھا گیا تو ابو عیسیٰ نے جنازے کے قریب جا کر آپؑ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور آپؑ کے آخری دیدار کے لیے بنی ہاشم میں سے علوین اور عباسیوں، قائدین لشکر، افسروں، قاضیوں، فقہاء اور معدلوں (جن کی گواہی معتبر مانی جاتی ہے) کو بلایا، پھر کہا کہ یہ حسن بن علیؑ بن محمد بن رضاؑ ہیں جو اپنی (طبعی) موت اپنے بستر پر مرے ہیں۔ ان کے بستر مرگ پر مسلمانوں کے امیر کے خدام اور باوثوق افراد میں سے فلاں

فلاں اور فلاں فلاں طبیب اور فلاں فلاں قاضی حاضر رہے ہیں۔

یہ کہہ کر آپ کے چہرے کو ڈھانپ دیا، پھر نماز جنازہ پڑھائی اور آپ پر پانچ تکبیریں پڑھیں۔
آپ کے جنازے کو آپ کے گھر کے وسط سے اٹھانے کا حکم دیا اور پھر اسی کمرے میں آپ کو دفن کیا جس میں آپ کے والد گرامی دفن تھے۔

اس مرحلے سے فراغت کے بعد بادشاہ اور اس کے حواریوں نے آپ کے فرزند کی تلاش مزید تیز کر دی۔ گھروں گھر تلاشی لی گئی، حتیٰ کہ آپ کی میراث کی تقسیم کو بھی ملتوی کیا گیا۔

اس کنیز کی نگرانی اور سخت کردی گئی جس پر گمان تھا کہ وہ حاملہ ہے دو سال اس کی نگرانی کی گئی جب ان کا شک دور ہوا تب آپ کی میراث آپ کی والدہ اور آپ کے بھائی جعفر میں تقسیم کر دی گئی۔

آپ کی والدہ نے آپ کی وصیت کا دعویٰ کیا جو قاضی کے پاس ثابت ہو گئی۔

بادشاہ اس دوران آپ کے فرزند کو مسلسل تلاش کرتا رہا۔

میراث تقسیم ہونے کے بعد جعفر میرے باپ کے پاس آیا، کہا کہ اگر تو مجھے میرے بھائی (حسن بن علی) جیسا مرتبہ دلوانے کا بندوبست کر دے تو میں تجھے ہر سال بیس ہزار دینار پہنچا دیا کروں گا۔

یہ سن کر میرے باپ نے اسے جھڑک دیا اور اس کو بہت ملامت کی اس نے کہا کہ اے احمق! بادشاہ اعزہ اللہ (خدا اس کی عزت کو بلند کرے) تو ان لوگوں کے لئے جو خیال کرتے ہیں کہ تیرا باپ اور تیرا بھائی امام تھے، بتلوار اور کوڑا تیار رکھتا ہے تاکہ وہ اس خیال سے باز آجائیں اور اس نظرے کو چھوڑ دیں، حالانکہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہوا اور لوگوں کو آمادہ نہیں کر سکا کہ ان دونوں (حضرات) کو امام ماننا چھوڑ دیں، بادشاہ نے بھرپور کوشش کر لی کہ تمہارے باپ اور بھائی کو اس مرتبہ (امامت) سے محروم کر دے، مگر اس سے یہ بھی نہ ہوسکا۔

غرض اگر تم شیعوں کی نگاہ میں اپنے باپ اور بھائی کی جگہ امام ہو تو اس کی کیا ضرورت کہ بادشاہ یا کوئی دوسرا شخص تمہیں تمہارے بھائی (حسن بن علی) کے مرتبے پر متعین کرے۔

اگر شیعوں کی نگاہ میں تمہاری قدر و منزلت نہیں تو پھر اس رتبے کو ہماری وجہ سے تم نہیں پاسکو گے۔

اس گفتگو کے بعد میرے باپ نے خادموں کو حکم دیا کہ اس شخص کو اب نہ آنے دیا جائے، پھر آخر تک

میرے باپ نے اس کو آنے کی اجازت نہ دی، ہم وہاں سے آئے جب بھی معاملہ ایسا ہی تھا اور بادشاہ حسن بن علی کے فرزند کی تلاش میں آج تک لگا ہوا ہے۔ (۱۲۰) جب حالت یہ ہو کہ حکومت وقت امام حسن عسکریؑ کے بچے کی تفتیش اور تلاش میں لگی ہو کہ وہ ملے تو اس کو قتل کر دیا جائے، حتیٰ کہ شکم مادر میں ہونے والے بچے کی منتظر ہو کہ اس کو زندہ رہنے دے، تو یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ امام مہدیؑ اپنے آپ کو ظاہر کریں اور اس دشمنی کی فضا میں اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام کے مقام و منزلت کو سنبھالیں۔

دیگر خدائی نمائندے جو غیبت پر مجبور ہوئے

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ امت سرکشی اور حد سے تجاوز میں گزشتہ امتوں کی پیروی کرے گی جیسے ایک جو تاپنے جفت کے ساتھ اور تیر کا ایک پر دوسرے پر کے برابر ہوتا ہے۔ (۱۲۱)

چنانچہ حضرت ادریسؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسفؑ غائب رہے اور فرعون نے حضرت موسیٰ کو بھاگنے پر مجبور کیا۔

”ففررت منکم لہا خفتکم“ (الشعر ۲۱۴)

میں تم سے بھاگ کھڑا ہوا جب مجھے تم سے خوف محسوس ہوا۔

جب بنی اسرائیل نے انہیں قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اٹھالیا:

”بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً“

”بلکہ خدا نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا، خدا غالب و حکمت والا ہے“

رسول اللہؐ کو قریش نے شعب ابی طالب میں محصور رہنے پر مجبور کر دیا جہاں آپؐ مسلمانوں سے تین سال تک محجوب اور مستور رہے۔ (۱۲۲)

مسلمان ان واقعات کو مصلحت کے مطابق اور وقت کا تقاضا سمجھتے، اللہ تعالیٰ کے ارادے کی اطاعت سمجھتے اور انہیں منشا الہی قرار دیتے۔

امام مہدی علیہ السلام کی غیبت بھی ان ہی حضرات کی غیبت کی مثل ہے۔

آپؐ کے حالات بھی ان ہی حضرات جیسے ہیں، فرعون کا ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تلاش کرنا ویسا ہی تھا جیسا معتمد عباسی امام مہدی علیہ السلام کی تلاش میں رہا، گھروں گھر تلاشی لی، عورتوں کو اس خیال سے قید و بند میں رکھا کہ شاید مہدیؑ ان میں سے کسی کے ہاں پیدا ہوں گے۔

کیا ظلم و جور ختم ہونے کا وقت نہیں آیا؟

کہا جاتا ہے کہ بنی عباس نے بنی اکرمؑ سے اس روایت کے پس منظر میں کہ امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے نویں فرد میں کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، ایسی شدت اور سختی روا رکھی کہ (گھر گھر تلاشی لی اور حاملہ عورتوں کو قید کر رکھا) ان کو اپنی حکومت اور اقتدار کے لیے خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ بارہویں امامؑ ان کی سلطنت چھین لیں گے تاکہ دنیا سے ظلم و جور ختم کیا جاسکے، مگر اب جب کہ بنی عباس کی

حکومت ختم ہوئے ایک مدت ہوئی تو پھر آنجنابؑ کے ظہور میں کیا امر مانع ہے۔

ہم چونکہ آنجنابؑ کے وجود اور آپؑ کی غیبت کے معتقد ہیں اس لئے ہمارے لیے ضروری نہیں کہ آپؑ کے ظہور کی تاخیر کے اسباب کی چھان بین کریں، دین کے سارے امور اور معاملات میں ہمارا یہی موقف ہے، مثال کے طور پر ہم اس بات کے معتقد ہیں کہ اللہ جل شانہ، نے ہمیں روزانہ کے فرائض نماز میں چند رکعتوں کے پڑھنے کی ذمہ داری سونپی ہے، چنانچہ ہم اس کی تفتیش نہیں کرتے کہ فجر کی نماز میں دو رکعتیں، ظہر میں چار اور مغرب میں تین رکعتوں کا سبب اور اس کی غایت کیا ہے کیونکہ اس کی اور اس جیسے دوسرے امور کی معرفت اور پہچان دین کے مقاصد سے نہیں، اعتقاد پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔

علاوہ ازیں ممکن ہے اس تاخیر کے اسباب اور وجوہات بیان کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ حقیقت سے قریب یا ممکن ہے نہ ہو۔

- ۱۔ سب سے بہتر وجہ یہی پیش کی جاسکتی ہے کہ یہ خدا جل شانہ، کی مشیت کا تقاضا اور اس کی مصلحت ہے، اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا، نہ کوئی اس کے حکم کو تبدیل کر سکتا ہے۔
- ۲۔ بنی عباس کی حکومت ختم ہونے سے آپؑ کے ظہور کے لیے حالات کچھ سازگار نہیں ہوئے اس لئے کہ ان کے بعد آنے والے حاکم اور بادشاہ اپنے اگلوں سے زیادہ برے نکلے۔

”کلمہ داخل امت لعنت اختہا“

- جب نئے لوگ آتے ہیں تو اپنے سے پہلوں پر لعنت کرتے ہیں۔
- خواہ حاکم کتنا ہی عادل اور نرم خو کیوں نہ ہو مگر جب کوئی اس کی حکومت کی بیخ کنی پر اتر آئے اور اس کو معزول کرنے کی کوشش کرے تو وہ خود نہایت سخت اور شقی القلب ہو جاتا ہے۔
- ۳۔ یہ بات اس وقت آسان ہوتی جب امام مہدی علیہ السلام کی حکمرانی بھی دوسروں کی طرح محض ایک خطہ پر ہوتی اور آپؑ صرف ایک علاقے کے حاکم ہوتے، مگر عدل و انصاف کی حکمرانی کے لیے ضروری ہے کہ آپؑ کا تسلط اور غلبہ پوری دنیا پر ہو کہ پوری انسانیت عدل و انصاف سے بہرہ ور ہو، سارے باطل ادیان اور مکاتب فکر نابود ہو جائیں اور ہر طرف اسلام پھیل جائے۔

”ویظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون“

- اس کو تمام ادیان پر غلبہ دے خواہ مشرک اسے ناپسند کریں۔
- اس نوعیت کی حکومت و حکمرانی کے لیے ایک خاص پس منظر اور استعداد کی ضرورت ہے، چنانچہ اس عظیم خدائی انقلاب کے لیے مناسب موقع کا منتظر رہنا چاہیے۔

امام غائب سے کیا فائدہ ہے

اکثر اوقات بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ امام غائب کا فائدہ کیا ہو سکتا ہے۔
در اصل نبوت کی طرح امامت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق پر لطف اور احسان ہے جس کے ذریعے خداوند تعالیٰ کی طرف سے ان کو ہدایت اور رشد کی طرف دعوت ہے اور اس ذریعے سے مخلوق پر اس کی حجت بھی قائم ہوتی ہے، چنانچہ اللہ کے لیے ہے حجت بالغہ یہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہے۔
نبیؐ اور امامؑ کی نسبت سبب ہے کہ وہ ادائے رسالت، تعلیمات کے فروغ، دین کی نشر و اشاعت، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اور اس کی طرف دعوت دینے کے لیے لازماً قیام کریں۔

ان دونوں باتوں کے بعد لوگوں پر واجب ہے کہ ان کی بات کو سنیں، اطاعت کریں، ان کے ارشاد کا اتباع کریں، ان کی ہدایت کو قبول کریں، ان کی تعلیمات کو اپنائیں اور ان کے راستوں اور نظم و نسق پر اپنے عمل کو منطبق کریں۔

اگر لوگ نبیؐ یا امامؑ کو اس سے روک دیں جو کچھ ان پر ادا کرنا واجب ہے اور انہیں غیبت (وغیرہ) پر مجبور کر دیں، تو گویا انہوں نے اس چیز کی مخالفت کی ہے جو ان پر واجب تھی اور جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا، اس بات کو چھوڑ دیا ہے۔

ایسی صورت میں نبیؐ اور امامؑ کا کچھ نقصان نہیں ہے۔

”وما علی الرسول الا البلاغ المبین“

رسولؐ پر ہے صرف واضح ابلاغ

جن لوگوں نے انہیں روک دیا ہے اور اس رسالت کے ادا کرنے میں حائل ہوئے ہیں، ان ہی کو ملامت اور سرزنش ہوگی اور اس کی ذمہ داری ان ہی کے سر ہوگی۔

پھر بھی آپؐ کی غیبت امت کے مفاد اور بہتری کے لیے ہے یہ دوسری بات ہے کہ مسلمانوں پر یہ رخ واضح نہ ہو اور ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو، ایسے بہت سے دینی امور ہیں جن کی غرض و غایت اور ان کے فوائد سے ہم بے خبر ہیں۔

بہر حال انسان بعض فوائد کی تہ تک پہنچ سکتا ہے اور ان کی نشاندہی کر سکتا ہے۔

جابر بن عبد اللہ انصاری نے رسول اکرمؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کیا امام مہدیؑ کی غیبت میں شیعہ آپؐ سے فائدہ اٹھا سکیں گے؟ آپؐ نے فرمایا:

ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث کیا ہے، وہ ان کے نور سے روشنی حاصل

کریں گے، ان کی غیبت میں ان کی ولایت و محبت سے نفع حاصل کریں گے جس طرح لوگ سورج سے (اس وقت بھی) نفع حاصل کرتے ہیں جب وہ بادل کے پیچھے ہو۔ (۱۲۳)

اس ضمن میں کہا جاسکتا ہے کہ:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کی امتوں کو ان کی غیبت سے جو فائدے حاصل ہوتے تھے، وہی فائدے آنجنابؐ کی غیبت سے مسلمانوں کو حاصل ہیں۔

۲۔ معتزلہ اور خوارج کے علاوہ تمام اہل قبلہ (مسلمانوں کا حضرت خضر علیہ السلام کے وجود پر اور ان کی طول عمر پر، جس پر صدیاں اور زمانے گزر گئے، اعتقاد ہے، حالانکہ ہم ان کی اس طول عمر کی غرض و غایت اور ان کے وجود مبارک کے فوائد سے واقف نہیں ہیں، یہ تو یقینی بات ہے کہ خدائے حکیم جل شانہ، نے ان کی اس طول عمر میں کوئی فائدہ اور ان کے وجود شریف میں ضرور کوئی منفعت رکھی ہوگی۔

چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح خضر علیہ السلام کے وجود کے بھی فائدے ہیں اسی طرح امام غائب کے فائدے ہیں، ہم دونوں کی طول عمر کی فوائد سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ممکن ہے ان کے اس فائدے سے انکار کر دیں مگر یہ کوئی دلیل نہیں ہوگی، اس لیے کہ ہم بہت سی عبادات اور دوسرے امور کے فائدوں سے ناواقف ہیں، حج کے مراسم احرام، طواف، سعی، تقصیر، رمی جمار، فدیہ کا ذبح کرنا، سرمنڈوانا یہ ساری باتیں ایسی ہیں جن کی غرض و غایت اور ان کے فوائد سے ہم واقف نہیں ہو سکتے ہیں۔

۳۔ اس میں مسلمانوں کا امتحان اور مومنین کی آزمائش ہے، ملت اسلامی کا یہ امتحان اور آزمائش کوئی تعجب خیز نہیں، قرآن کریم میں اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں اللہ تعالیٰ سورہ عنکبوت میں فرماتا ہے:

”الْم أَحْسِبِ النَّاسُ أَنْ يَتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ، وَلَقَدْ فَتَنَّا

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلْيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ“ (۱۲۴)

الم۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (صرف) اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا؟ ہم نے تو ان لوگوں کا امتحان لیا جو ان سے پہلے گزر گئے، غرض خدا ان لوگوں کو جو سچے دل سے ایمان لائے ہیں یقیناً علیحدہ دیکھے گا اور جھوٹوں کو بھی (علیحدہ) ضرور دیکھے گا۔

اور خداوند عالم کا یہ قول:

”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ“ (۱۲۵)

(اے منافقو) خدا ایسا نہیں ہے کہ برے بھلے کی تمیز کئے بغیر، جس پر تم ہو اسی حالت پر مومنین کو بھی چھوڑ دے۔

نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ امتحان اور آزمائش سے کوئی چارہ نہیں، امت اپنے بنی کے بعد اس میں مبتلا ہوتی ہے تاکہ سچے اور جھوٹے کا تعین ہو جائے، کیونکہ وحی منقطع ہو گئی ہے اور تلوار اور افتراق کلمہ قیامت کے دن تک باقی ہے۔ (۱۲۶)

آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علی! عنقریب ان کی آزمائش ان کے مال کے ذریعے ہوگی، یہ اپنے ایمان لانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتلائیں گے، اس کی رحمت کی تمنا کریں گے اور اس کی سطوت اور دبدبہ سے مامون ہوں گے، جھوٹے شبہات اور بھولی ہوئی خواہشات کی وجہ سے اس کے حرام کو حلال سمجھیں گے، شراب کو نبیذ کہہ کر، حرام کو ہدیہ کہہ کر اور سود کو تجارت کہہ کر حلال سمجھیں گے۔

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں انہیں کس درجے پر سمجھوں، مرتد ہونے کے درجے پر یا فتنہ کے درجے میں، آپؐ نے فرمایا: فتنہ اور آزمائش کی منزل پر۔ (۱۲۷)

امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل قسم قسم کی جدوجہد کے ذریعے اپنے بندوں کو آزماتا اور امتحان لیتا ہے، انہیں کئی قسم کی ناپسندیدہ چیزوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ ان کے دلوں سے تکبر کو نکالے، ان میں عاجزی اور انکساری پیدا ہو اور اس طرح اس کو اپنے فضل و کرم اور ان کی بخشش کا ذریعہ بنائے۔ جیسا کہ فرمایا:

”الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وهم لا یفتنون“ (۱۲۸)

الم۔ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ یہ کہنے پر ان کو چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا؟

خداوند عالم نے مسلمانوں کا کبھی ہجرت کے ذریعے امتحان لیا، کبھی جنگوں اور جہاد کے ذریعے، کبھی فتح و نصرت دے کر اور کبھی شکست میں مبتلا کر کے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ساری جنگوں میں مسلمانوں کو فتح نصرت سے ہمکنار کرتا، مگر یہ سب ہی امتحان اور آزمائش کے ذرائع تھے۔

صدر اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے تابعین اور تبع تابعین کا امتحان اس طرح لیا کہ وہ ایسے زمانے میں زندگی گزاریں جب بلا جواز ان کے امام مظلومیت میں گرفتار ہوں اور قید و بند، در بدری، جلا وطنی، اور آخر کار شہادت کی منزلوں سے گزر رہے ہوں یہ ان کا کیسا امتحان تھا کہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو تو قید و بند میں مبتلا دیکھیں اور ان لوگوں پر عورتیں اور خادم حکومت کر رہے ہوں۔

آج ہمیں خدائے عزوجل نے ہمارے امام علیہ السلام کی غیبت اور ہمارے رہبر و قائد کے عیاں نہ

ہونے کے ذریعے آزمایا ہے اور امتحان لیا ہے تاکہ اس امتحان کے ذریعے یہ دونوں باتیں واضح ہو جائیں، مبداء (اور خدا) کے اعتقاد پر ہم قائم ہیں اور اسلام سے ہمارا تمسک ہے۔

۴۔ زندگی کی بہت سی سختیاں، شدائد، مصائب اور تکالیف ہمارے نفوس کی تکمیل کا ذریعہ بنتی ہیں اور ہماری اچھی صفات ان سے صیقل اور اجاگر ہوتی ہیں، یہ مشکلیں اور تکلیفیں اس بات کا باعث بنتی ہیں کہ ہم اس دنیا سے اپنا رشتہ کم سے کم کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ کا رخ موڑ دیں۔

ہمارے امام علیہ السلام کی غیبت بھی ان ہی مصیبتوں میں سے ایک ہے جو ان سے زیادہ بڑی نہ ہو تو کم بھی نہیں، یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب توجہ کے لیے حق کی نصرت، معاشرے کی اصلاح، فرج میں تعجیل کی تمنا اور خدا کی طرف رخ موڑنے کے لیے ہے، اس امتحان میں کتنے ہی نفوس کی تکمیل، صفات کی درستی اور طبائع کی اصلاح مضمر ہے۔

طول عمر اور معمر اشخاص

امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں جو سب سے بڑا اعتراض اور شک وشبہ ظاہر کیا جاتا ہے وہ آپؑ کی طویل عمر پر ہے، یعنی جب عام آدمی ایک سو سال سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا تو آپؑ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصے سے کیوں کر زندہ ہیں۔

آپؑ کے وجود مبارک سے انکار کرنے والوں کا سب سے بڑا اعتراض یہی ہے، حالانکہ ہمارے پاس قرآن کریم، سیرت اور سوانح حیات کی کتابیں اور علم طب کے نظریات موجود ہیں جو اس اعتراض کا واضح جواب مہیا کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے ہمیں واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان سے پہلے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال دعوت اسلام دیتے رہے، آپؑ کی عمر شریف دو ہزار سال سے بھی زیادہ تھی۔

ابلیس لعنۃ اللہ، حضرت آدمؑ سے بھی پہلے تھا، آج بھی موجود ہے اور حشر و قیامت کے دن تک موجود رہے گا، سیر اور روایات کی کتابیں ان لوگوں کے ناموں اور تذکروں سے بھری ہوئی ہیں جنہوں نے سینکڑوں اور ہزاروں سال زندگیاں پائی تھیں، ابو حاتم سجستانی نے ایسے حضرات کے بارے میں ایک جدا کتاب لکھی ہے۔

بعض طویل العمر اصحاب کے لیے نہ صرف تو اتر بلکہ اجماع بھی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کشتی میں حضرت موسیٰ کے ساتھ تھے، شاذ و نادر افراد کو چھوڑ کر علماء اسلام کا اجماع ہے کہ آپؑ اب تک زندہ و سلامت موجود ہیں، شہاب الدین احمد بن علی بن محمد عسقلانی شافعی شیخ الاسلام نے (جو ابن حجر کے نام سے مشہور ہیں) حضرت خضر علیہ السلام کے حالات زندگی اپنی کتاب ”الاصابہ فی تمییز الصحابہ“ میں

لکھے ہیں اور انہیں رسول اکرمؐ کے صحابہ میں شمار کیا ہے کیونکہ وہ آپؐ کی بعثت کے بعد بھی زندہ تھے، حضرت خضرؑ کے علاوہ اور بھی اشخاص ہیں جن کے طول عمر پر اہل تاریخ و سیر کا اجماع ہے۔

جدید طب اور علم الابدان کی تحقیق ہے کہ جسم کے سب ہی اجزاء یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ وہ کئی ہزار سال تک زندہ رہیں، جسم مختلف اجزاء اور اعضاء کا مرکب ہے اور ان میں سے کسی میں نقص پیدا ہوتا ہے تو وہ جسم کے باقی اعضاء پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، نتیجہ یہ کہ سارے نظام اور اعضاء سے زندگی اور حیات ختم ہو جاتی ہے۔

مجلہ ”المقتطف“ میں ہے کہ باوثوق محققین اور دانشوروں کا کہنا ہے کہ کسی جاندار کے جسم کے سارے اعضاء ریسمان لائٹنیا کی مدد تک بقاء کے حامل ہوتے ہیں، چنانچہ اس کا امکان ہے کہ انسان ہزار ہا سال تک زندہ رہ سکے، بشرطیکہ اسے ایسے عوارض لاحق نہ ہوں جو اس کی زندگی کے دھاگے کو پھٹ سے توڑ دیں۔

یہ محض وہم و خیال نہیں بلکہ اس پر عملی تجربات بھی کئے گئے ہیں۔

ان تجربہ گاہوں میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انسان محض اسی یا سو سال کی عمر تک پہنچ جانے کی وجہ سے نہیں مر جاتا بلکہ کچھ عارضے اور بیماریاں یکے بعد دیگرے بعض اعضاء کو لاحق ہوتی ہیں جو ان کو بیکار کر دیتی ہیں، چونکہ ان کا دوسرے اعضاء سے ربط ہوتا ہے اس لئے ان کے بیکار اور ناکارہ ہو جانے سے وہ بھی مر جاتے ہیں اگر سائنس ایسی دریافت کر پائے اور دوائیں ایجاد ہو جائیں جو ان بیماریوں کو اچھا کر دیں، یا ان کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو روک دیں تو پھر زندگی کے کئی سو سال تک باقی رہنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ (۱۲۹)

مجلہ ”المقتطف“ میں ہے کہ جدید سائنسدانوں مثلاً ڈاکٹر الکسیس کارل، ڈاکٹر جاک لوب اور ڈاکٹر ورن لوئس اور اس کی بیوی نے بعض دوسرے سائنسدانوں کے ساتھ نیو یارک کی راکفلر لیبارٹری میں نباتات، حیوانات اور انسان پر مختلف تجربات کئے ہیں، انسان کے اعصاب و عضلات، دل گردوں، اور جلد وغیرہ پر تجربے کئے گئے ہیں، گردوں وغیرہ کو الگ کر کے دیکھا گیا ہے کہ ان میں حیات نامیہ اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک لازم اور ضروری غذا وافر مقدار میں موجود رہے، اس کے خلیے اس غذا کے مطابق، جو انہیں مہیا کی جاتی ہے، نشوونما پاتے اور بڑھتے رہتے ہیں جب تک کہ خارج سے انہیں کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔

یہاں ڈاکٹر الکسیس کارل کے ان تجربات کے نتائج پیش کئے جاتے ہیں جو انہوں نے ۱۹۱۲ء میں انجام دیئے تھے۔

۱۔ خلیوں (CELLES) والے اجزاء اس وقت تک زندہ رہتے ہیں جب تک غذا کی قلت یا کسی جرثومہ کے اندر داخل ہونے کی وجہ سے انہیں کوئی عارضہ لاحق نہ ہو۔

۲۔ یہ اعضاء صرف زندہ نہیں رہتے بلکہ ان کے خلیوں میں نشوونما بھی ہوتی رہتی ہے وہ اسی طرح بڑھتے رہتے ہیں جس طرح وہ جاندار کے جسم کے اندر رہ کر بڑھتے اور نشوونما پاتے ہیں۔

۳۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی اس نشوونما اور بڑھنے کا صحیح اندازہ لگایا جاسکے اور غذا کی کمی و بیشی کے مطابق ان کے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کی مقدار کا اندازہ کیا جاسکے۔

۴۔ زمانہ اور مدت ان کی اس نشوونما پر اثر نہیں ڈالتی، یعنی زیادہ عرصہ گزرنے سے یہ خلیے بوڑھے اور کمزور نہیں ہوتے، ان پر بڑھاپے کا ضعف طاری نہیں ہوتا، یہ اس سال بھی ویسے ہی نشوونما پاتے ہیں اور بڑھتے ہیں جس طرح پچھلے سال اور اس سے پہلے کے سالوں میں نشوونما پاتے رہے ہیں۔

بظاہر ان کے حالات یہی بتائے ہیں کہ جب تک ان کے نگران اور محققین ان کی دیکھ بھال کرتے رہیں گے اور انہیں غذا پہنچاتے رہیں گے یہ خلیے اور ان پر مشتمل اعضاء اسی طرح زندہ اور نامی رہیں گے۔

جان ہاپکنس یونیورسٹی کا پروفیسر دیمند و برل، الکسیس کارل کے افکار کی تائید میں کہتا ہے کہ جسم انسانی کے سارے (خلیوں والے) اجزائے رئیسہ کے بارے میں سائنسی تحقیقات اور تجربوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ ان کی بقاء ممکن ہے اور ان کے طویل عرصے تک زندہ رہنے کی بنا پر ان کی بقاء کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔

نیشنل جیوگرافک سوسائٹی نے پروفیسر مذکور کی تقریر شائع کی ہے جس میں اس نے اصرار کیا ہے کہ انسان ۱۴۰۰ سال تک زندہ رہنے کی قدرت رکھتا ہے بشرطیکہ تجربہ گاہ میں بعض جانوروں کی طرح منفی درجہ حرارت سے اس کو سن کر دیا جائے کہ وہ اس سردی کے دور میں مسلسل سوتا رہے، اسی تقریر میں کہا گیا ہے کہ سردی کے موسم میں جانور کو سن کر دیا جائے تو اس کی زندگی اتنی طویل ہو جاتی ہے کہ وہ بیس گنا زیادہ زندگی گزار سکتا ہے، یہ نسبت عام جانور کے جو ہر موسم میں عام زندگی گزارتا ہے۔ (۱۳۰)

رسالہ ”الہلال“ میں ذکر ہے کہ کئی دوسرے سائنسدان اور محققین اس میں کامیاب ہوئے ہیں کہ وہ پھلوں کی مکھی کی عمر ۹۰۰ گنا زیادہ طویل کر دیں، اس کا طریقہ ایجاد ہوا ہے کہ اس مکھی کو زہریلے مادوں اور اس کے دشمنوں سے بچایا جائے اور جس حدت اور حرارت میں وہ عموماً زندگی گزارتی ہے اس حرارت کو کم رکھا جائے، الکسیس کارل نے مرغی کے انڈے پر تجربہ کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر انڈے کے اندر بچے کے دل میں خلیوں کو بعض عوامل سے محفوظ کر لیا جائے تو اس کو سترہ سال کی مدت تک زندہ رکھا جاسکتا ہے۔

اگر ہم انسانی زندگی پر مسلط عوامل و اسباب پر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ بیمار چمڑے کے غدہ سے ہم مشہور مادہ ”کراتن“ لے لیں تو امکان ہے کہ اسے اس کی طبعی (نارل) حالت کی طرف واپس پلٹا دیں اور صحیح غدہ کے خلاصے کے ذریعے اسے بیماری اور نابودی سے بچالیں۔

بعض اوقات ایسا ہوا ہے کہ خراب انیمیا کے برے اثر سے موت کے منہ میں پہنچے ہوئے شخص کو جگر کے صحیح اور خالص حقنہ سے بچا لیا گیا، یہ موت اگر واقع ہوتی تو اس کی وجہ بڑھاپے میں ہونے والی موت سے مختلف نہ ہوتی۔

جب کوئی شخص نشے کی حالت میں ہو تو اسے پاکٹ کریس کے ست کے حقنہ کے ذریعے نارمل حالت میں لایا جاسکتا ہے۔

سائنسدانوں نے اصلی جراثیموں کا پتہ چلا لیا ہے اور وہ ان کی دسترس میں آ گئے ہیں جب کہ پہلے یہ ناممکن سمجھا جاتا تھا، سائنسدان نے مینڈک اور پرندوں میں جنس کی تبدیلی کے تجربے کئے ہیں، انسان پر ابھی تک اس کا تجربہ نہیں ہو سکا، چونکہ حیوانات میں یہ بات ممکن ہو چکی ہے اس لئے انسان میں بھی امکانات ہیں اور مستقبل میں حقیقت اشیاء کا مزید انکشاف ہو جائے تو یہ بھی ممکن ہو جائے گا۔ (۱۳۱)

مگر جو امام مہدی علیہ السلام کی طول عمر کے امکان کا انکار کرتا ہے اس سلسلے کا سب سے عمدہ اور اچھا جواب وہ ہے جو سید بن طاووس رضی اللہ عنہ نے بغداد کے ایک عالم الفیف کو دیا تھا، الفیف نے آنجنابؑ کی طول عمری پر اعتراض کیا تو سید رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ اگر کوئی شخص بغداد آ کر دعویٰ کرے کہ وہ پانی پر چل سکتا ہے اور فلاں دن وہ پانی پر چل کر دکھائے گا تو اس شہر میں سے شاہد ہی کوئی ہو جو اس (غیر معمولی اور محیر العقول) کام کو معینہ روز دیکھنے نہ آئے، وہ شخص دوسرے دن بھی یہی کام لوگوں کو دیکھائے تو پہلے دن کی نسبت لوگوں کی حاضری کم رہے گی، تیسرے دن بھی اس کو دہرائے تو شاید وہاں درہی لوگ دیکھنے آئیں، اگر متواتر کئی روز وہ پانی پر چلتا رہے تو لوگوں کے لیے یہ بات تعجب اور اچنبھے کی نہیں رہے گی۔

یہی بات حضرت مہدی علیہ السلام کی اتنی طول عمر کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے لوگ اسے تعجب کی نگاہ سے نہ دیکھیں اگر وہ گزشتہ زمانے میں لوگوں کی طویل عمروں پر نظر کریں اور پتہ چلے کہ بہت سے اصحاب کی بڑی بڑی دراز عمریں ہو چکی ہیں۔ (۱۳۲)

کچھ نام ایسے ہیں جن کی طویل عمر کے تذکرے عام ہیں اور جو عام عمر سے زیادہ زندہ رہے۔ (۱۳۳) ان ہی میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے نام کا بھی اضافہ کر لیا جائے، خداوند تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں مختلف شان ہے۔

- ۱۔ ابراہیم علیہ السلام۔۔۔۔۔ آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ۱۷۵ سال زندہ رہے۔ (۱۳۴)
- ۲۔ ابلیس علیہ اللعنتہ۔۔۔۔۔ قرآن کریم کی نص کے مطابق اس کو یومِ وقت معلوم تک مہلت دی گئی ہے۔
- ۳۔ ادریس علیہ السلام۔۔۔۔۔ ۹۶۵ سال زندہ رہے۔ (۱۳۵)
- ۴۔ آدم علیہ السلام۔۔۔۔۔ آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ ابوالبشر آدم علیہ السلام ۹۳۰ سال

زندہ رہے۔ (۱۳۶)

۵۔ افریڈون العادل۔۔۔۔۔ ایک ہزار سال زندہ رہا۔ (۱۳۷)

۶۔ انوش-----۹۶۵ سال زندہ رہے۔(۱۳۸)

۷۔ اصحاب کہف۔۔۔۔۔ سید امین نے کہا ہے کہ اصحاب کہف کے سونے کی حالت میں زندہ باقی رہنے پر نص قرآن موجود ہے جب کہ ان کا کتا بھی غار کے سامنے اپنے اگلے پاؤں پھیلانے رہا، وہ اپنی پہلی نیند میں تین سو نو سال سوئے رہے جیسا کہ قرآن مجید نے ان کے بارے میں بتایا ہے۔

اب اصحاب کہف کا واقعہ زیادہ عجیب و غریب اور انسانی سوچ سے دور ہے یا اس شخص کی بقاء اور طول عمری کا جو کھانا پیتا ہے، چلتا پھرتا ہے اور سوتا جاگتا ہے اور اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھتا ہے، اصحاب کہف تو صدیوں سوتے رہے، نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے اور نہ اپنے آپ کو پاک صاف کر سکتے تھے۔

قرآن کریم میں حضرت عزیزؑ کے سو سال تک مردہ حالت میں رہ کر پھر زندہ ہونے کی نص ہے، اس دوران ان کا کھانا خراب نہیں ہوا تھا، ان کا گدھا (سواری) بھی ان کے ساتھ تھا، یہ واقعہ زیادہ عجیب و غریب ہے یا امام مہدی علیہ السلام کا اتنے عرصے زندہ رہ جانا۔

قرآن کریم ہی میں اہل جنت اور اہل جہنم کے باقی رہنے کی نص آئی ہے ایسی روایات بھی ہیں جن میں کوئی اختلاف نہیں کہ اہل جنت نہ بوڑھے ہوں گے اور نہ کمزور و نحیف اور نہ ہی ان کے نفسوں اور حواس میں کوئی نقص پیدا ہوگا۔ (۱۳۹)

۸۔ عوج بن عناق۔۔۔۔۔۳۶۰۰ سال زندہ رہا۔

۹۔ جمشید_____۷۱ سال زندہ رہا۔(۱۴۰)

۱۰۔ بحجت نصر-----۷۵ سال زندہ رہا۔(۱۴۱)

[illegible]

۱۲۔ حضرت عیسیٰؑ۔ احادیث متواتر صحاح میں آئی ہیں کہ آنجنابؑ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ خروج کریں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور دجال کو وہی قتل کریں گے۔

۱۳۔ حضرت نوح علیہ السلام۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت نوحؑ ۲۵۰۰ سال زندہ رہے، ۸۵۰ سال مبعوث ہونے سے پہلے کا ۹۵۰ سال اپنی قوم میں دعوت گزارا اور ۷۰۰ سال کشتی سے اترنے اور یانی خشک ہونے کے بعد زندہ رہے۔

۱۴۔ حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت کا زمانہ ۶۷۰ سال تھا، آپ کی قوم کے لوگوں کی عمریں

۴۰۰ سال کی ہوا کرتی تھیں، کتاب ”مستطرف“ میں ہے کہ آپ ۹۶۲ سال زندہ رہے۔ (۱۴۳)

۱۵۔ ہونسنگ بن کیو مرث۔ ۵۰۰ سال زندہ رہا۔ (۱۴۴)

۱۶۔ ہارد۔ ۹۶۲ سا؛ زندہ رہا۔ (۱۴۵)

آپؐ کے ظہور کی علامات

اس فصل میں امام مہدی صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے ظہور کی رسول اکرمؐ اور آئمہ علیہم السلام سے آئی ہوئی بعض علامات پیش کی جائیں گی۔

ان میں سے بعض حتمی ہیں جن کا واقع ہونا ضروری ہے، جیسا کہ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بنی عباس کا اختلاف حتمی اور یقینی ہے اور سفیانی کا خروج ماہ رجب میں یقینی ہے۔۔۔۔ وغیرہ۔

بعض غیر یقینی ہیں، یعنی ممکن ہے کہ وہ محو ہو جائیں یا ظاہر ہو جائیں۔

”يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ أَمُّ الْكِتَابِ“ (رعد ۳۹)

خدا جسے چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔

بعض علامات آپؐ کے ظہور سے بہت پہلے کی ہیں، مثلاً عام وضع و کیفیت، معاشرتی و اجتماعی انحطاط و اخلاقی زوال کی علامات، جن کا احادیث میں ذکر ہے یہ اس فصل میں پیش کی جائیں گی، بعض علامات آپؐ کے ظہور کے قریب کی ہیں مثلاً بیدائی (بیابان) کا دھنس جانا، آسمانی ندا کا آنا اور نفس زکیہ کا قتل ہونا وغیرہ۔

اول ہم ان احادیث کا ذکر کریں گے جو رسول اعظمؐ سے آئی ہیں، پھر آئمہ طاہرینؑ سے اور بعض صحابہ کبار اور تابعین سے، جو ہم تک پہنچی ہیں۔

۱۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہم میں سے اس امت کے مہدیؑ ہیں۔

جب دنیا میں فتنہ و فساد برپا ہوگا، فتنے ظاہر ہوں گے، راستے کٹ جائیں گے، بعض دوسروں پر غارتگری کریں گے، نہ بڑا چھوٹے پر رحم کرے گا اور نہ چھوٹا بڑے کی عزت و توقیر کریگا، اس وقت اللہ تعالیٰ ہمارے مہدیؑ کو، جو حسینؑ کے صلب سے نویں ہیں، مبعوث کرے گا، وہ گمراہی کے قلعوں کو فتح کرے گا اور بند دلوں کو کھولے گا، وہ دین کے لیے آخری زمانے میں قیام کرے گا جس طرح میں نے پہلے زمانے میں قیام کیا ہے، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ (۱۴۶)

۲۔ آپؐ نے فرمایا:

میرے بعد ایسے فتنے ہوں گے جن سے کوئی چھٹکارا نہیں ملے گا ان میں بھاگ دوڑ اور جنگ و جدال ہوگا ان کے بعد ان سے زیادہ شدید فتنے ہوں گے، جب ان میں کمی ہوگی تو وہ پھر بڑھنے لگیں گے، یہاں تک کہ عربوں کا کوئی گھر نہیں بچے گا جس میں وہ داخل نہ ہوں اور نہ کوئی مسلمان ہوگا جس تک وہ نہ پہنچیں گے، یہاں تک کہ میری عمرت میں سے ایک شخص خروج کرے گا۔ (۱۴۷)

۳۔ آنحضرتؐ نے اپنی ایک طویل حدیث میں حضرت علیؑ سے فرمایا: پھر ایک ایسی ندا آئے گی جو دور سے اسی طرح انسان سے گا جیسے وہ نزدیک کی آواز سنتا ہے، یہ مومنین کے لیے رحمت ہوگی اور منافقین کے لیے عذاب۔

انہوں نے عرض کیا: وہ ندا کیا ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: تین آوازیں ماہِ رجب میں آئیں گی، پہلی یہ ہوگی۔

”اللعنة الله على الظالمين“

یاد رکھو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔
دوسری آواز ہوگی:

”ازفت الاذقه“

قریب ہونے والی قریب آگئی ہے۔
تیسری آواز ہوگی:

”الا ان الله قد بعث فلاں-----“

اس میں سورج کے قرن کے ساتھ بدن کو دیکھیں گے۔

یاد رکھو کہ اللہ نے فلاں شخص کو، جن کا نسب علیؑ تک پہنچے گا، مبعوث کیا ہے، اس میں ظالموں کی ہلاکت ہوگی، اس وقت فرج و کشائش نصیب ہوگی اس میں ان کے سینوں کو شفا ملے گی اور ان کے دلوں کا غیض و غضب ختم ہوگا۔

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ؟ میرے بعد کتنے امام ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا! حسینؑ کے بعد نو اور

ان کا نواں قائم ہے۔ (۱۴۸)

۴۔ حدیث معراج میں آپؐ سے منقول ہے:

میں اس کی (یعنی علیؑ کی) صلب سے گیارہ مہدیؑ نکالوں گا جو سب تیری ذریت سے ہوں گے، باکرہ بتولؑ سے ان میں سے آخری فرد کے پیچھے عیسیٰ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس

طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، اس کے ذریعے میں ہلاکت سے نجات دوں گا، گمراہی سے ہدایت دوں گا، اندھے کو درست کروں گا، مریض کو شفا دوں گا، میں نے عرض کیا: اے میرے معبود! اے میرے آقا یہ کب ہوگا؟ اللہ عزوجل نے وحی کی کہ اس وقت ہوگا جب علم اٹھ جائے گا اور جہالت کا دور دورہ ہوگا، قرآن پڑھنے والے تو بہت ہوں گے، مگر عمل کرنے والے کم ہوں گے، قتل زیادہ ہوں گے، ہدایت کرنے والے فقہا کی کمی ہوگی، گمراہ کنندہ اور خیانت کرنے والے فقہا زیادہ ہوں گے۔ شعرا کی کثرت ہوگی تیری امت قبروں کو مسجدیں بنا ڈالے گی قرآن کو آراستہ کیا جائے گا، مساجد کو سونے اور چاندی سے مزین کیا جائے گا، ظلم و جور اور فساد زیادہ ہوگا فریب کا چلن ہوگا، اسی کا حکم تیری امت کو دیا جائے گا اور نیکیوں سے روکا جائے گا۔

مرد صرف مردوں پر عورتیں صرف عورتوں پر اکتفا کریں گے، امرا اور حاکم کافر ہوں گے اور ان کے ساتھی اور عملہ فاجر، ان کا ساتھ دینے والے ظالم، ان کے مشیر فاسق۔

اس وقت تین جگہوں پر زمین اندر کو دھنس جائے گی ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں، تمہاری ذریت کے ایک فرد کے ہاتھوں بصرہ برباد ہوگا اس کے ساتھ زنوج (یعنی جری لوگ) ہوں گے، حسین بن علیؑ کی اولاد میں سے ایک شخص خروج کرے گا، سمجستان کی جگہ سے دجال کا ظہور ہو گا اور سفیانی ظہور کرے گا۔

میں نے عرض کیا: میرے معبود! کون کون سے فتنے کھڑے ہوں گے؟ میری طرف وحی کی اور مجھے بنی امیہ اور میرے چچا کی اولاد کے فتنے کی خبر دی پھر جو کچھ بھی قیامت تک ہونے والا ہے اس کی خبر دی۔

جب میں زمین پر اتر اتو میں نے اپنے چچا زاد بھائی کو اس کی وصیت کی، میں نے رسالت کو ادا کیا اور اس بات پر اللہ کی حمد ہے جیسا کہ انبیاء نے اس کی حمد کی، جس طرح مجھ سے پہلے ہر شے نے اس کی حمد کی اور ہر وہ شے جس کا وہ قیامت تک خالق ہے۔ (۱۴۹)

۵۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: قائم کے سامنے سرخ موت ہے اور سفید موت ہے، ٹڈی دل ہے، سرخ رنگ کا جو خون کے رنگ کی طرح ہے سرخ موت تلوار ہے اور سفید موت طاعون اور وبا ہے۔ (۱۵۰)

۶۔ نزال بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے خطبہ دیا، خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ مجھ سے پوچھو اے لوگو اس سے پیشتر کہ مجھے اپنے درمیان نہ پاؤ اور یہ تین مرتبہ دہرایا۔

صعصعہ بن صوحان کھڑا ہوا اور پوچھا کہ یا امیر المومنین! دجال کب خروج کرے گا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا بیٹھ جاؤ خدا نے تیری بات سن لی ہے اور وہ تیرا مقصد جانتا ہے خدا کی قسم جس سے دریافت کیا گیا وہ پوچھنے والے سے اس میں علم نہیں ہے مگر اس کی علامات اور نشانیاں ہیں جو ایک دوسری کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں جس

طرح ایک پاؤں کا جوتا دوسرے پاؤں کے برابر ہوتا ہے (اور پہچانا جاتا ہے) اگر تو چاہے تو میں انہیں بیان کروں، صمصعہ نے کہا ہاں! یا امیر المومنینؑ۔

آپؑ نے فرمایا: یاد رکھو اس کی علامات یہ ہیں:

جب لوگ نماز کو زندہ نہ رہنے دیں گے، امانت کو ضائع کریں گے، جھوٹ کو حلال سمجھیں گے سود کھائیں گے، رشوت لیں گے، پختہ عمارتیں بنائیں گے، دین کو دنیا کے بدلے بیچیں گے، بیوقوفوں کو اپنا حاکم بنائیں گے، عورتوں سے مشورے لیں گے، قطع رحمی کریں گے، خواہشات کی پیروی کریں گے، خون بہانا آسان سمجھیں گے۔

جب حلم و بردباری کو کمزوری سمجھا جائے گا اور ظلم و ستم پر فخر کیا جائے گا، حاکم فاجر اور بدکار ہوں گے، وزراء ظالم ہوں گے، عرفاء خیانت کار ہوں گے، قراء فاسق ہوں گے اور جھوٹی شہادتیں دی جائیں گی، علی الاعلان فسق و فجور، بہتان، گناہ اور سرکشی و طغیان ہوگا، قرآن آراستہ کئے جائیں گے اور سجائے جائیں گے، مساجد کو سونے چاندی اور نقش و نگار سے مزین کیا جائے گا اور ان کے اونچے اونچے مینار ہوں گے۔

برے لوگوں کی عزت ہوگی اور ان کو احترام کی نظر سے دیکھا جائے گا، نماز کی صفوں میں لوگ تو بہت ہوں گے لیکن ان کی خواہشات الگ الگ اور مختلف ہوں گی، معاہدے توڑے جائیں گے جس کا وعدہ ہے وہ قریب ہوگی۔

دنیا کے لالچ میں عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ تجارت میں شریک ہوں گی، فاسقوں کی آواز تیز ہوگی اور وہ سنی جائے گی، قوم کارہبر وہ ہوگا جو اس قوم میں زیادہ پست اور ذلیل ہوگا، بروں سے ان کے شر کے خوف سے ڈرا جائے گا، جھوٹے کی تصدیق ہوگی خیانت کار کو امین بنایا جائے گا زیب و زینت اور گانے بجانے کے آلات خریدے جائیں گے۔

اس امت کے بعد کے لوگ پہلے لوگوں کو لعنت کریں گے عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوں گی، عورت اور مرد ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کر لیں گے۔

گواہ بنائے گئے بغیر گواہی دی جائے گی، گواہی بغیر حق کو پہچانے ہوئے دی جائے گی، دین سیکھا جائے گا مگر دین کی خاطر نہیں دنیا کے عمل کو آخرت پر ترجیح دی جائے گی، بھیڑ کی کھال بھیڑیے پہن لیں گے جب کہ ان کے دل مردار سے زیادہ متعفن ہو چکے ہوں گے اور صبر کرنا ایلو پھل سے زیادہ تلخ ہوگا۔

اس وقت سے ڈرنا، ڈرنا اور جلدی کرنا جلدی۔

اس زمانے میں رہنے کی بہترین جگہ بیت المقدس ہوگی، لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ہر شخص تمنا کرے گا کہ کاش وہ وہاں کارہنہ والا ہوتا۔ (۱۵۱)

۷۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی ایک طویل حدیث میں فرمایا:

پھر تدبیریں ہوں گی ایک دوسرے سے پشت پھیر لی جائے گی، عرب اور عجم کے حاکموں کے درمیان اختلاف ہوگا اور ان کا یہ اختلاف برقرار رہے گا، یہاں تک کہ معاملہ اور بادشاہی ابوسفیان کی اولاد میں سے ایک فرد کے قبضے میں چلی جائے گی۔

آپؐ نے فرمایا: پھر حاکموں کا حاکم، کافروں کا قاتل اور وہ شاہنشاہ جس کے آنے کی امید میں لوگ ہیں گے اور جس کی غیبت میں عقلیں حیران تھیں، اے حسینؑ تمہاری اولاد میں سے نواں ہے وہ دور کنوں کے درمیان ظاہر ہوگا اور ثقلین (جن و انس) پر غالب آئے گا وہ پست اور کمینے لوگوں کو کرہ ارض پر نہیں رہنے دے گا، طوبی اور خوشخبری ہے ان مومنین کے لیے جو ان کے زمانے کا ادراک کریں گے اور اس زمانے سے متعلق ہوں گے، ان کے زمانے میں حاضر و شاہد ہوں گے اور اس کی قوموں سے ملاقات کریں گے۔ (۱۵۲)

۸۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تین علامتوں سے فرج و کشائش کا انتظار کرو، انہوں نے عرض کیا: وہ تین چیزیں کیا ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: اہل شام کا آپس میں اختلاف
خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کا لہرایا جانا اور
گھبرادینے والی باد رمضان کے مہینے میں۔
آپؐ سے عرض کیا گیا ماہ رمضان میں گھبرادینے والی چیز کیا ہے؟
آپؐ نے فرمایا: آسمان سے ایک ایسی منادی ہوگی جو سوئے ہوئے کو بیدار کر دے گا اور جو جاگتا ہوگا وہ اس سے پریشان ہو جائے گا۔

سب ہی انسان اس کو سنیں گے، دنیا کا کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو یہ کہے کہ اس نے وہ نہیں سنا۔ (۱۵۳)
۹۔ ابورومان نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جب منادی ندا کرے گا کہ حق آل محمدؐ میں ہے تو اس وقت مہدیؑ کا ذکر لوگوں کی زبان پر ہوگا وہ کسی اور کا ذکر نہیں کریں گے۔ (۱۵۴)
۱۰۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہارے حجاز میں آگ لگے اور تمہارے نجف میں پانی جاری ہو تو اس کے ظہور کی توقع رکھنا۔ (۱۵۵)

۱۱۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:
یاد رکھو کہ اس کے خروج کی دس علامات ہیں:

(۱)۔ کوفے کے گلی کو چوں میں جھنڈوں کا لہرانا۔

(۲)۔ مسجدوں کا معطل ہو جانا۔

(۳)۔ حاجیوں کا حج سے کٹ جانا۔

(۴)۔ خراسان میں زمین کا دھنسنا۔

(۵)۔ پتھروں کا گرنا۔

(۶)۔ دمدار ستارے کا ظاہر ہونا۔

(۷)۔ ستاروں کا اقتران اور ملنا۔

(۸)۔ ہرج و مرج۔

(۹)۔ قتل۔

(۱۰)۔ لوٹ مار اور غارتگری۔

ان علامات میں سے ایک سے دوسری تک عجیب و غریب واقعات ہیں، یہ علامات جب مکمل ہو جائیں گی تو ہمارا قائم قیام کرے گا۔ (۱۵۶)

۱۲۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جب تم مشرق کی جانب آسمان سے بہت بڑی آگ کی علامات دیکھو جو کئی راتوں تک ظاہر ہو، اسی کے ساتھ آل محمد کی کشائش یا لوگوں کی کشائش و فرج ہے اور وہ مہدی کا اقدام ہے۔ (۱۵۷)

۱۳۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جب تم تین دن (یا سات دن) مشرق کی طرف سے آگ دیکھو تو فرج آل محمد کی توقع رکھو، انشاء اللہ۔ پھر آنجناب نے فرمایا منادی آسمان سے مہدی کے نام کی ندا کرے گا جو مشرق و مغرب میں سنی جائے گا، جو سویا ہوا ہوگا وہ اٹھ بیٹھے گا جو کھڑا ہوگا وہ بیٹھ جائے گا، بیٹھا ہوا شخص گھبراہٹ میں اٹھ کھڑا ہوگا، اس پر خدا کی رحمت ہو جو اس آواز کو سن کر لبیک کہے کیونکہ پہلی آواز جبرئیل روح الامین کی ہوگی۔ (۱۵۸)

۱۴۔ حضرت علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا: جب تمہارے شہر نجف کو سیلاب اور بارش پر کر دے اور حجاز میں آگ اور پتھر اور ڈھیلے ظاہر ہوں، تا تاری بغداد کے مالک ہو جائیں تو پھر قائم منتظر کے ظہور کی توقع رکھو۔ (۱۵۹)

۱۵۔ بشیر بن جزم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی بن حسین علیہما السلام سے عرض کیا کہ مجھ سے (امام) مہدی کے خروج کے اوصاف اور اس کی علامات بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا:

آپؑ کے خروج سے پہلے الجزیرہ کے علاقے میں ایک شخص ہوگا جس کو عوف سلمیٰ کہا جائے گا، اس کی پناہ گاہ بکریت ہوگی، اسے دمشق کی مسجد میں قتل کیا جائے گا۔

سمرقند سے شعیب بن صالح کا خروج ہوگا۔

سفینی ملعون وادی یابس سے خروج کرے گا جو عتبہ بن ابوسفیان کی اولاد سے ہوگا۔

جب سفینی کا خروج ہوگا تو مہدیؑ اپنے آپ کو مخفی رکھیں گے اور اس کے بعد خروج کریں گے۔ (۱۶۰)

۱۶۔ جابر سے روایت ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ یہ امر کب ہوگا؟ آپؑ نے

فرمایا: جابر اس وقت ہوگا جب حیرہ اور کوفہ کے درمیان لوگ کثرت سے قتل ہوں گے۔ (۱۶۱)

۱۷۔ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا: خراسان سے کوفہ کی طرف سیاہ علم اور جھنڈے اتریں

گے، جب مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو آپؑ کی طرف بیعت لینے کا پیغام بھیجا جائے گا۔ (۱۶۲)

۱۸۔ جابر بن یزید جعفی سے روایت ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی باقر علیہما السلام نے فرمایا: اے جابر اپنی

جگہ جمع رہنا جب تک ان علامات کو نہ دیکھ لینا جن کا میں تم سے ذکر کر رہا ہوں، تو ان کا ادراک کرنا۔

پہلی علامت بنی عباس کا اختلاف ہے میں نہیں سمجھتا کہ اس چیز کا ادراک کر سکو مگر اس کو میری طرف سے

بیان کرنا۔

ایک منادی آسمان سے ندا کرے گا۔

دمشق کی جانب سے تمہیں فتح کی آواز آئے گی۔

شام میں جابیہ نامی بستی (زمین میں) دھنس جائے گی۔

دمشق کی مسجد کی دائیں طرف کا ایک حصہ گر جائے گا۔

ترکوں میں سے ایک خارجی گروہ خروج کرے گا۔

اس کے پیچھے روم کی گڑ بڑ ہوگی۔

عنقریب ترک بھائی آگے بڑھ کر جزیرہ میں اتر پڑیں گے۔

روم کے خارجی آگے بڑھ کر رملہ میں اتریں گے

اے جابر! اس سال اوروں کی نسبت مغرب کی طرف بہت زیادہ اختلاف ہوگا، پہلا علاقہ جو برباد ہوگا وہ

شام کا علاقہ ہے وہ تین پرچم پر اختلاف کریں گے، اصہب کا جھنڈا اور سفینی کا جھنڈا، سفینی کا البقع سے ٹکراؤ

ہوگا۔ دونوں میں جنگ ہوگی جس کے نتیجے میں البقع قتل ہوگا، پھر وہ اصہب کو قتل کرے گا، سفینی پھر عراق کی طرف

بڑھے گا اس کا لشکر قرقیسیا سے گزرے گا تو وہاں جنگ ہوگی، جباروں میں سے ایک لاکھ افراد مارے جائیں

گے۔

سفینی ستر ہزار کا ایک لشکر کوفہ کی طرف بھیجے گا جو اہل کوفہ کو قتل کرے گا، انہیں سولی پر لٹکائیں گے اور قید

کریں گے۔

اس دوران خراسان کی جانب سے جھنڈے بہت تیزی سے منزلوں کو طے کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے، ان کے ساتھ قائم کے اصحاب میں سے چند افراد ہوں گے۔

اہل کوفہ کے مولیوں میں سے ایک شخص کمزور ساتھیوں کے ساتھ خروج کرے گا، اسے سفیانی کے لشکر کا سالار حیرہ اور کوفہ کے درمیان قتل کر دے گا۔

سفیانی کچھ لوگوں کو مدینہ کی طرف بھیجے گا۔

حضرت مہدیؑ وہاں سے مکہ کی طرف چلے جائیں گے جہاں آپؑ موسیٰ بن عمران کی سنت کے مطابق حالت خوف میں احتیاط سے داخل ہوں گے۔

سفیانی کے لشکر کے سالار کو جب یہ خبر ملے گی کہ مہدیؑ مکہ کی طرف نکل گئے ہیں تو وہ آپؑ کے پیچھے ایک لشکر بھیجے گا جو آپؑ کو پا نہیں سکے گا۔

جب سفیانی کے لشکر کا امیر بیداء (مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ایک بیابان) میں اترے گا تو آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: اے بیداء اس قوم کو تباہ و برباد کر دے، چنانچہ زمین ان کو نگل جائے گی، ان ساروں میں سے صرف تین آدمی بچ سکیں گے جن کے چہرے پیچھے کی طرف مڑے ہوئے ہوں گے، یہ تینوں قبیلہ کلب میں سے ہوں گے۔

ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا أَنزَلْنَا مَصَدَقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ

نَطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰ أَدْبَارِهَا - (النساء ۴۷)

اے وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ایمان لے آؤ اس پر جس کو ہم نے نازل کیا ہے یہ اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو بگاڑ دیں اور ان کو ان کی پشت کی طرف پھیر دیں۔ آپؑ نے فرمایا:

قائم اس دن مکہ میں بیت اللہ الحرام سے ٹیک لگائے ہوں گے اس سے پناہ مانگتے ہوں گے اور آپؑ ندا کریں گے:

اے لوگو! ہم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں لوگوں میں سے جو ہماری بات کو قبول کرے تو ہم تمہارے نبی محمدؐ کے اہل بیت ہیں اور باقی لوگوں سے زیادہ ہم اللہ اور محمدؐ کے حقدار اور اولیٰ ہیں۔

جو آدمؑ کے سلسلے میں ہم سے حجت کرے تو میں باقی لوگوں کی نسبت آدمؑ کا زیادہ حق دار اور اولیٰ ہوں، جو مجھ سے نوخ کے بارے میں حجت کرے تو میں نوخ کے ساتھ دوسروں کے مقابلے میں اولیت رکھتا ہوں، جو محمدؐ کے بارے میں مجھ سے حجت کرے تو میں محمدؐ کے ساتھ دوسروں کی نسبت اولیت رکھتا ہوں، باقی انبیاء کے بارے

میں جو مجھ سے حجت کرے تو میں دوسرے لوگوں کی نسبت انبیاء کے ساتھ اولیت رکھتا ہوں۔
کیا خداوند تعالیٰ اپنی محکم کتاب میں نہیں فرماتا:

”ان الله اصطفى آدم و نوحا و آل ابراهيم و آل عمران على العالمين ذرية
بعضها من بعض والله سميع عليم“ (آل عمران ۳۳-۳۴)

بے شک خدا نے آدمؑ و نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو عالمین میں چنا جو ایسی ذریت ہیں جن میں
سے بعض بعض دوسرے سے ہیں اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔
میں آدمؑ کا بقیہ اور نوحؑ کا ذخیرہ اور ابراہیمؑ سے چنا ہوا اور محمدؐ سے منتخب شدہ ہوں، صلی اللہ علیہم
اجمعین۔

یاد رکھو کہ جو شخص مجھ سے رسول اللہؐ کی سنت میں حجت کرے تو میں سب لوگوں سے رسول اللہؐ کی سنت میں
اولیت رکھتا ہوں۔

چنانچہ جو میری آج کی گفتگو سننے اسے میں اللہ کی قسم دیتا ہوں، جو تم میں حاضر ہے وہ غائب تک پہنچائے،
میں اللہ کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں، اس کے رسولؐ کے حق کا اور خود اپنے حق کا کہ میرا تم پر رسول اللہؐ
کے زیادہ قریبی ہونے کا حق ہے کہ تم ضرور ہماری اعانت اور مدد کرو، جو ہمیں تلاش کرتے پھرتے ہیں ان سے
ہماری حفاظت کرو کیونکہ ہمیں ڈرایا گیا ہے اور ہم پر ظلم کیا گیا ہے ہمیں ہمارے گھروں سے اور ہمارے بیٹوں سے
دور دھکیلا گیا ہے، ہم پر زیادتی کی گئی ہے، ہمیں ہمارے حق سے دور کیا گیا ہے اہل باطل نے ہم پر افترا
باندھا، ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، ہمارا ساتھ نہ چھوڑو، ہماری نصرت کرو، خداوند تعالیٰ تمہاری
نصرت کرے گا۔

آپؐ نے فرمایا:

خداوند تعالیٰ ان کے تین سوتیرہ اصحاب کو جمع کرے گا، انہیں کسی پیشگی وعدے کے بغیر خریف کے بادلوں
کے ٹکڑوں کی طرح یکجا کر دے گا، اس بات پر اے جابر وہ آیت دلالت کرتی ہے جس کا خدا نے اپنی کتاب میں
ذکر کیا ہے۔

”این ماتکونوا یا ابکم الله جميعا ان الله على کل شئی قدير“ (البقرہ: ۱۴۸)

جہاں کہیں بھی تم ہو گے خدا تم سب کو لے آئے گا بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے۔
چنانچہ یہ رکن و مقام کے درمیان آپؐ کی بیعت کریں گے، ان کے پاس رسول اللہؐ کی طرف سے عہد و
ميثاق ہوگا، جس سے بیٹے آباؤ اجداد کے وارث ہوتے ہیں۔

اے جابر! قائم امام حسینؑ کی اولاد میں سے ایک شخص ہیں جن کے معاملے کی خدا ایک ہی رات میں اصلاح کر دے گا اور اسے درست کر دے گا۔

اے جابر! یہ بات اگر لوگوں کی سمجھوں میں نہ آئے تو ان کی رسول اللہؐ کی اولاد ہونے میں اور یکے بعد دیگرے آنے والے آئمہ کے وارث ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، اگر یہ بھی ان کے لیے مشکل ہے تو آسمانی آواز تو ان کے لیے مشکل نہیں ہوگی، اس وقت جب ان کے نام، ان کے باپ کے نام اور ان کے دادا کے نام سے ندادی جائے گا۔ (۱۶۳)

۱۹۔ محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ ہم میں سے جو قائم ہوں گے ان کی نصرت رعب و دبدبہ سے کی جائے گی، فتح و نصرت سے ان کی تائید کی جائے گا، ان کے لیے زمین سمٹ جائے گی (مسافتیں کم ہو جائیں گی) ان کے لیے سارے خزانے ظاہر ہوں گے ان کی سلطنت مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہوگی۔

اللہ عز و جل ان کے ذریعے اپنے دین کو تمنا ادیان پر غلبہ دے گا، خواہ مشرکین اس کو ناپسند کریں، زمین میں کوئی غیر آباد جگہ ایسی نہ ہوگی جو آباد نہ ہو جائے۔

حضرت روح اللہ عیسیٰ بن مریمؑ نازل ہو کر ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔
راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: یا بن رسول اللہ! آپ کے قائم کب خروج کریں گے؟
آپ نے فرمایا:

جب مرد عورتوں کے اور عورتیں مردوں کے مشابہ ہو جائیں گی، مرد مردوں پر اکتفا کریں گے اور عورتیں عورتوں پر اکتفا کریں گی، عورتیں (گھوڑوں کی) زینوں پر سواری کریں گی۔

جھوٹی گواہی قبول کی جائے گی اور عدل کی گواہیاں رد کر دی جائیں گی، لوگ خون بہانے کو اور زنا کے ارتکاب کو معمولی بات سمجھیں گے، سود کو حلال سمجھا جائے گا، برے لوگوں سے ان کی زبان کے خوف سے تقیہ کیا جائے گا۔

سفینی کا شام سے خروج ہوگا اور یمانی کا یمین سے۔

بیداء (کے بیابان) میں (سفینی کا لشکر) دھنس جائے گا۔

اہل بیت محمدؐ سے ایک نوجوان رکن اور مقام کے درمیان قتل کیا جائے گا، اس کا نام محمد بن حسنؑ ”نفس زکیہ“ ہوگا۔

آسمان سے ایک پکار (اور ندا) آئے گی کہ حق اس میں اور اس کے شیعوں میں ہے، اس وقت ہمارے قائم کا خروج ہے۔

جب وہ خروج کریں گے تو کعبہ سے پیٹھ لگائے ہوں گے۔
ان کی طرف تین سو تیرہ افراد جمع ہوں گے۔
سب سے پہلے جو آپ عطق اور کلام کریں گے وہ یہ آیت ہوگی:

”بقیہ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین“ (ہود علیہ السلام - ۸۶)

تمہارے لئے (بقیۃ اللہ) بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔
پھر وہ کہیں گے میں اس کی زمین پر بقیۃ اللہ ہوں، اس کی حجت ہوں اور تم پر اس کا خلیفہ ہوں، جو بھی
آپ کو سلام کرے گا وہ کہے گا:

”السلام علیک یا بقیہ اللہ فی الرضیہ“

جب آپ کے پاس دہائیوں کی تعداد (دس ہزار) لشکر جمع ہو جائے گا تو آپ خروج کریں گے، چنانچہ
زمین میں اللہ عز وجل کے علاوہ (بت وغیرہ میں سے) کوئی معبود باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ اس میں آگ لگ جائے
گی اور وہ جل جائے گا، یہ ایک طویل غیبت کے بعد ہوگا تا کہ خداوند عالم جان لے کہ غیب میں کون اس کی اطاعت
کرتا ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے۔ (۱۶۴)

۲۰۔ حضرت ابو جعفرؑ نے فرمایا: قائم کے قیام سے پہلے دو ایسی نشانیاں نمودار ہوں گی جو حضرت آدمؑ
کے زمین پر آنے سے لے کر اب تک ظاہر نہیں ہوئیں یعنی پندرہ ماہ رمضان کو سورج گرہن لگے گا اور ماہ رمضان
کے آخر میں چاند گرہن ہوگا۔

ایک شخص نے کہا: یا بن رسول اللہ! مہینے کے آخر میں سورج گرہن ہوگا اور چاند گرہن پندرہ کو تو ابو جعفرؑ
نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں تو جو بات کہہ رہا ہے مگر یہ دو نشانیاں ہیں جو ہیوط آدمؑ سے لے کر ابھی تک نہیں
ہوئیں۔ (۱۶۵)

۲۱۔ ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

قائم (کے ظہور) سے پہلے کا سال بہت زیادہ بارشوں کا سال ہوگا، درختوں کے اوپر ہی کھجوریں خراب ہو
جائیں گی، اس میں شک نہ کرو۔ (۱۶۶)

۲۲۔ ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بنی عباس میں اختلاف کا پڑنا حتمی اور یقینی ہے
، ماہ رجب میں سفیانی کا خروج حتمی ہے، نفس زکیہ کا قتل ہونا حتمی ہے۔

دن کے اول حصے میں آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا جسے ہر قوم اپنی زبان میں سنے گی کہ یاد رکھو حق
علیٰ اور ان کے شیعوں میں سے ہے۔ (۱۶۷)

۲۳۔ ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قائم کے قیام سے پہلے یمانی اور سفیانی ہوگا، آسمان سے منادی ندا کرے گا۔

بیداء میں دھنسا ہوگا، اور نفس زکیہ قتل ہوگا۔ (۱۶۸)

۲۴۔ ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

قائم کے قیام کرنے سے پہلے لوگوں پر شدید خوف، فتنہ اور فساد چھایا ہوگا، زلزلے، مصیبت اور بلا میں لوگ گرفتار ہوں گے، اس سے پہلے طاعون اور وباہیں ہوں گی، مغرب میں قاطع تلوار (جنگ و جدال) ہوگی، لوگوں میں شدید قسم کا اختلاف ہوگا جس سے دین میں تفرقہ پڑے گا اور لوگوں کی حالت میں تبدیلی اور تغیر ہوگا۔

لوگوں کی شدت و سختی، ان کی دیوانگی اور ایک دوسرے کے نکل جانے کو دیکھ کر صبح و شام آپ کے قیام کی تمنا کی جائے گی۔

چنانچہ جب بھی آپ کا خروج ہو وہ اس وقت ہوگا جب لوگ فرج و کشائش سے مایوس اور ناامید ہوں گے۔ طوبیٰ اور خوشخبری ہے اس کے لیے جو آپ کا ادراک کرے گا اور آپ کے اعوان و انصار میں سے ہوگا۔ ہر قسم کی ہلاکت اور ویل ہے اس کے لیے جو آپ سے دور ہوگا اور آپ کا مخالف ہوگا، آپ کے امر خلافت کے خلاف ہوگا اور آپ کے اعداء اور دشمنوں میں سے ہوگا۔ (۱۶۹)

۲۵۔ محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ کسی شخص نے ابو عبد اللہ سے سوال کیا کہ آپ کے قائم کب ظہور کریں گے۔ تو آپ نے فرمایا:

جب گمراہی زیادہ ہو جائے گی اور ہدایت کم ہوگی۔

یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ماہ رمضان کی تیسویں رات قائم کے نام کی منادی ہوگی، آپ عاشور کے دن قیام کریں گے۔ (۱۷۰)

۲۶۔ ابو عبد اللہ امام جعفر صادق نے فرمایا:

قائم کے قیام سے پہلے لوگوں کو گناہوں سے روکا جائے گا۔

اس آگ کے ذریعے جو آسمان میں ظاہر ہوگی۔

بغداد میں زمین کے دھنس جانے سے۔

شہر بصرہ میں زمین کے دھسنے سے، وہاں گھروں کے برباد ہونے اور ان گھروں میں رہنے والوں کے نابود ہونے سے، اور اہل عراق کو ایسے خوف کے لاحق ہونے سے جس سے انہیں قرار نہیں ہوگا۔ (۱۷۱)

۲۷۔ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا:

قائم کے قیام اور نفس زکیہ کے قتل کے درمیان پندرہ راتوں سے زیادہ مدت نہیں ہوگی۔ (۱۷۲)

۲۸۔ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا:

تین افراد یعنی خراسانی، سفیانی اور یمانی کا خروج ایک ہی سال، ایک ہی مہینے اور ایک ہی دن ہوگا ان میں یمانی کے جھنڈے کے علاوہ کوئی زیادہ ہدایت کرنے والا جھنڈا نہیں ہوگا، جو حق کی طرف ہدایت کرے گا۔ (۱۷۳)

۲۹۔ ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے کسی نے فرج اور کشائش کا وقت دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: کیا اس کی تفصیل چاہتے ہو یا مختصر بتاؤں؟ اس نے عرض کیا مختصراً فرمائیں، آپؑ نے فرمایا کہ جب قیس کے جھنڈے مصر میں اور کندہ کے جھنڈے خراسان میں لہرائیں گے۔ (۱۷۴)

۳۰۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

فرج و کشائش کی علامات میں سے ایک وہ حادثہ ہے جو حریمین کے درمیان رونما ہوگا، راوی نے عرض کیا وہ حادثہ کیا ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: تعصب جو حریمین کے درمیان رونما ہوگا اور فلاں شخص فلاں کی اولاد میں سے پندرہ سرداروں کو قتل کرے گا۔ (۱۷۵)

۳۱۔ محمد بن بشیر کہتا ہے کہ میں نے محمد بن حنیفہ سے کہا کہ یہ معاملہ طویل ہو گیا ہے آخر یہ کب تک ہو گا، محمد بن حنیفہ نے اپنے سر کو حرکت دی اور کہا کہ کب ہوگا؟ ابھی تک تو زمانے نے ستایا ہی نہیں کب ہوگا؟ ابھی تک تو بھائیوں نے ایک دوسرے پر زیادتی اور سختی نہیں کی، کب ہوگا؟ ابھی تک تو بادشاہ نے ظلم و ستم ہی نہیں کیا، کب ہوگا؟ ابھی تک زندیق اور منکر خدا نے قزوین میں قیام ہی نہیں کیا جو اس کے ددوں کو پھاڑے گا اور اس سے نکلنے کو کفر قرار دے گا اور اس کی فصیل کو بدل دے گا، اس کی رونق اور حسن کو ختم کر دے گا جو اس سے بھاگے گا اسے پالے گا، جو اس سے جنگ کرے گا اسے قتل کرے گا، جو اس سے الگ ہوگا وہ فقیر و محتاج ہو جائے گا، جو اس کی پیروی کریگا وہ کافر ہو جائے گا۔

حتیٰ کہ دوروں نے والے کھڑے ہوں گے، ایک اپنے دین پر رونے والا اور دوسرا اپنی دنیا پر رورہا ہوگا۔ (۱۷۶)

۳۲۔ ابورزین سے روایت ہے، عمار بن یاسر نے کہا کہ مہدیؑ کی علامات یہ ہیں:

جب ترک تم پر تسلط جمالیں گے، تمہارا وہ خلیفہ جو مال جمع کرے گا وہ مر جائے گا اور چھوٹا بچہ خلیفہ بن جائے گا، دو سال بعد اس کی بیعت توڑ دی جائے گی۔

دمشق کی مسجد کے مغربی حصے میں زمین دھنس جائے گی۔

شام میں تین افراد خروج کریں گے۔

اہل مغرب مصر کی طرف خروج کریں گے تو وہ سفیانی کی امارت اور حکومت ہوگی۔ (۱۷۷)

۳۳۔ عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ مہدیؑ خروج نہیں کریں گے جب تک سورج کے ساتھ ایک آیت و نشانی طلوع نہ کرے۔ (۱۷۸)

۳۴۔ عبد اللہ بن عمر نے کہا:

بیداء میں لشکر کا زمین میں دھنس جانا مہدیؑ کے خروج کی علامت ہے۔ (۱۷۹)

۳۵۔ سعید بن جبیر نے کہا:

جس سال مہدیؑ قیام کریں گے اس میں چوبیس بارشیں ہوں گے، ان بارشوں کا اثر اور برکت نظر آئے گی۔ (۱۸۰)

۳۶۔ سعید بن مسیب نے کہا:

شام میں ایک فتنہ کھڑا ہوگا، جب وہ ایک طرف سے رکے گا تو دوسری طرف برپا ہوگا، وہ ختم نہیں ہوگا یہاں تک کہ آسمان سے ایک منادی ندا دے گا: بے شک تمہارا امیر فلاں ہے۔ (۱۸۱)

۳۷۔ شیخ مفید رحمۃ اللہ نے کہا:

آثار میں مہدی علیہ السلام کے قیام کے زمانے کی علامات کا ذکر آیا ہے، کچھ ان واقعات کا تذکرہ ہے جو آپ کے قیام سے پہلے ہوں گے۔

سفیانی کا خروج، حسینی کا قتل، ملک میں بنی عباس کا اختلاف اور جھگڑا، پندرہ رمضان کو سورج گرہن اور آخر ماہ رمضان میں خلاف عادت چاند گرہن، بیداء میں زمین کا دھسننا، مشرق اور مغرب میں زمین کا دھنس جانا، زوال سے لے کر عصر کے وسط تک سورج کا رک جانا، مغرب سے اس کا طلوع کرنا، نفس زکیہ کا ستر (۷۰) صالح افراد کے ساتھ کوفہ کی پشت کی جانب قتل ہو جانا، رکن اور مقام کے درمیان ایک ہاشمی کا ذبح ہونا، مسجد کوفہ کی دیوار کا گر جانا، خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کا آگے بڑھنا، یمانی کا خروج، مصر میں مغربی کا خروج کرنا اور اس کا شامات پر حاکم بن جانا، ترکوں کا الجزیرہ میں اترنا، روم کا رملہ میں اترنا، مشرق میں ایک ستارے کا طلوع ہونا جو چودھویں کے چاند کی طرح چمکے گا پھر وہ ٹیڑھا ہوگا اس طرح کہ قریب ہوگا کہ دونوں کنارے مل جائیں۔

آسمان میں ایک سرخی ظاہر ہوگی جو اس کے اطراف میں پھیل جائے گی۔

مشرق کے طول میں ایک آگ ظاہر ہوگی جو تین دن یا سات دن تک فضا میں رہے گی۔

عرب بے لگام ہو کر شہروں پر قبضہ کر لیں گے اور عجم کے تسلط سے نکل جائیں گے، اہل مصر اپنے سربراہ کو قتل کر دیں گے، شام تباہ ہو جائے گا، اس میں تین مختلف جھنڈے ہوں گے قیس اور عرب کے جھنڈے مصر کی

طرف نکلیں گے، کندہ کے جھنڈے خراسان کی جانب اور مغرب کی طرف سے گھوڑے آئیں گے جو حیرہ کے سامنے باندھے جائیں گے، اس کی طرف مشرق سے سیاہ جھنڈے بڑھیں گے۔

فرات میں سیلاب آئے گا یہاں تک کہ کوفہ کی گلیوں میں پانی داخل ہو جائے گا، ساٹھ جھوٹے افراد خروج کریں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے، آل ابوطالب سے بارہ افراد اپنی امامت کی طرف دعوت دیں گے۔ بنی عباس کے شیعوں میں سے ایک عظیم القدر شخص کو جلولا اور جائقین کے درمیان جلادیا جائے گا۔

کرخ کے قریب بغداد میں پل بنے گا، وہاں دن کے پہلے حصے میں سیاہ آندھی اور زلزلہ آئے گا، حتیٰ کہ اس کا بڑا حصہ زمین میں دھنس جائے گا، یہ اہل عراق اور اہل بغداد کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، فوری موت واقع ہوگی اور مالوں، جانوں اور پھلوں کا بڑا نقصان ہوگا، ٹڈی دل وقت، بے وقت حملے کرے گا، اس کے نتیجے میں زراعت اور غلوں کو بہت نقصان پہنچے گا۔

عجم میں دو صنفوں میں اختلاف ہوگا، آپس میں بہت خون بہے گا، غلام اپنے آقاؤں کی اطاعت چھوڑ دیں گے اور انہیں قتل کریں گے۔

اہل بدعت میں سے ایک قوم مسخ ہوگی، یہاں تک کہ بندر اور خنزیر بنا دیئے جائیں گے، غلام اپنے آقاؤں کے شہروں پر قبضہ کر لیں گے۔

آسمان سے ایک ندا آئے گی جس کو ساری دنیا کے لوگ سنیں گے ہر شخص اپنی اپنی زبان میں سنے گا۔ سورج میں ایک چہرہ اور سینہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہوگا۔

مردے اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور دنیا کی طرف پلٹیں گے ایک دوسرے سے اپنا تعارف کرائیں گے ایک دوسرے کی زیارت کریں گے۔

یہ سلسلہ چوبیس متصل بارشوں پر ختم ہوگا، ان بارشوں سے مردہ زمین دوبارہ زندگی پائے گی، اس کی برکتیں نظر آئیں گی۔

پھر حضرت مہدیؑ کے شیعوں سے جو حق کا اعتقاد رکھتے ہوں گے ہر قسم کی آفت اور مصیبت زائل ہو جائے گی۔ اس وقت انہیں مکہ میں آپؐ کے ظہور کا پتہ چل جائے گا، وہ آپؐ کی طرف آپؐ کی نصرت کے لیے متوجہ ہوں گے، جیسا کہ اس بارے میں روایت آئی ہیں۔

پھر شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کہا: ان احادیث میں سے بعض حتمی ہیں اور بعض مشروط ہیں خدا بہتر جانتا ہے کہ ان میں کون سی کیا ہیں، ہم نے سب کا ذکر کر دیا ہے جس طرح کہ احادیث اور روایات آئی ہیں اور آثار منقولہ کے اندر موجود ہیں۔

اللہ سے ہم اعانت چاہتے ہیں اور اسی سے توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ (۱۸۳)

آپؐ کی کچھ دعائیں

دعا آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ہے، آپؐ حضرات سے جتنی دعائیں اور اوراد منقول ہیں وہ کسی اور سے نہیں ملتے۔

استاد سید الاہل نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص بھی اس صنعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یعنی صنعت دعا پر اہل بیتؑ سے زیادہ قدرت نہیں رکھتا۔ (۱۸۴)

یہ دعائیں معرفت کے خزانے ہیں اور کمال اور علوم کے آداب اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، ہمارے لئے صحیفہ سجاد یہی کافی ہے یہ ایسے علوم و فنون پر حاوی ہے جن پر اس کے علاوہ کوئی کتاب حاوی نہیں۔

یہاں ہم بعض وہ دعائیں اور اذکار تحریر کر رہے ہیں جو قائم آل محمدؑ سے منقول ہیں:

۱۔ آپؐ سے منقول دعائے حاجت۔

”اللهم ان اطعتك فالمحفة لك، وان عصيتك فالحجة لك منك الروح ومن الفراج، سبحان من انعم و شكر، سبحان من قدر و غفر، اللهم ان كنت قد عصيتك فاني قد اطعتك في احب الاشياء وهو الايمان ببيك، لم اتخذك ولدا ولم ادع لك شريكا، منامنك به على، لا منامني به عليك، وقد عصيتك يا الهی علی غیر وجه المبکرة، ولا الخروج عن عبوديتك، ولا الجحود لربوبيتك، ولكن اطعت هواي وازلني الشيطان فلك الحجة على والبيان فان تعذبنی فبذنوبی غیر ظالم وان تغفر لی وترحمنی فانك جواد كريم، يا كريم يا كريم، (حتى ينقطع النفس) يا امنامن كل شئ وكل شئ منك خائف حذر اسئلك بامنك من كل شئ و خوف كل شئ منك ان تصلي على محمد وآل محمد وان تعطيني امانا لنفسي واهلي وولدي وسائر ما انعمت به علي حتى الا اخاف احدا ولا احذر من شئ ابدا انك على كل شئ قدير، وه حسبنا الله ونعم الوكيل۔ يا كافي ابراهيم نمر ودويا كافي موسى فرعون اسئلك ان تصلي على محمد وآل محمد ان تكفيني شر فلان بن فلان (ثم يسجد ويسال حاجته)“ (۱۸۵)

ترجمہ: خدا یا! اگر میں تیری اطاعت کروں تو اس میں تو لائق تعریف ہے، اگر میں تیری نافرمانی کروں

تو حجت اور دلیل تیرے ساتھ ہے، تیری ہی طرف سے راحت و آرام اور فرج و کشائش ہے، منزہ ہے وہ جس نے انعام و احسان کیا اور قد دانی کی، منزہ ہے وہ جو قادر ہونے کے باوجود بخش دیتا ہے۔
خدا یا! اگر میں نے تیری نافرمانی کی ہے تو میں نے تیری اطاعت محبوب ترین چیز میں کی ہے اور وہ ہے تجھ پر ایمان لانا۔

میں نے تیرے لیے کوئی بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی تیرا شریک بنا کر کسی کو پکارا، یہ تیرا ہی مجھ پر احسان ہے نہ کہ میرا مجھ پر احسان ہے۔

میں نے جو تیری نافرمانی کی ہے تو اے میرے معبود! تکبر کر کے اور بڑائی کے احساس کے تحت نہیں، نہ تیری عبودیت سے نکلتے ہوئے اور نہ تیری ربوبیت سے نکلتے ہوئے، بلکہ میں نے اپنی خواہش کی اطاعت کی ہے اور شیطان نے مجھے پھسلا دیا ہے تیری طرف سے مجھ پر حجت قائم ہے اور واضح ہے، اگر تو مجھے عذاب کرے تو میرے گناہوں کی وجہ سے ہے اس پر تو ظالم نہیں ہوگا اور اگر تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کرے تو تو جواد و کریم ہے اے کریم! اے کریم! (یہاں تک کہ سانس رک جائے)

اے وہ ہر چیز سے امن دینے والا ہے جس سے ہر چیز ڈرتی ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر چیز سے امن میں ہونے اور ہر چیز سے خوفزدہ ہونے سے جب کہ میں محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجتا ہوں۔
مجھے امان عطا فرما میرے نفس میں، میرے اہل و عیال و اولاد میں اور ان تمام چیزوں میں جن کا تو نے مجھ سے احسان کیا ہے یہاں تک کہ میں کسی سے نہ ڈروں اور کبھی بھی کسی چیز سے بچاؤ کی تدبیر نہ کروں۔

بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔
اے وہ جس نے ابراہیمؑ کی نمرود سے کفایت کی، اے وہ جو موسیٰؑ کی کفایت فرعون سے کرنے والا ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جبکہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود و صلوات بھیجتا ہوں تو فلاں بن فلاں کے سر سے میری کفایت کر۔

(اس کے بعد سجدے میں جائے اور اپنی حاجت کا سوال کرے)

۲۔ آپؐ کی دعائے قنوت:

”اللهم صلي على محمد وآل محمد واکرم أوليائك بانجاز وعدك وبلغهم درك
مایا ملونه من نصرک واکفف عنهم باس من نصب الخلاف عليك وتمر

دِمْنَعَكَ عَلَى رُكُوبِ مَخَالَفَتِكَ وَاسْتِعَانِ بِرُفْدِكَ عَلَى فُلِ حُدُكْ وَقَصْدِ لَكِيدِكَ
بَايِدِكَ وَوَسْعَتِهِ حَلِمًا لَتَاخُذَهُ عَلَى جَهْرَةٍ وَلَسْتَ أَصْلَهُ عَلَى غَرَّةٍ فَانْكَ اللَّهُمَّ قُلْتَ
وَقَوْلِكَ الْحَقِّ (حتیٰ اذا اخذت الارض زخرفها وازينت) و قُلْتَ (فلما اسفونا
انتقمنا منهم) وان الغايه عندنا قد تناهت، ونا لغضبك غاضبون، ولحلول و
عيدك باعدائك متوقعون، اللهم فاذن بذلك وافتح طرقاته، وسهل خروجه،
ووطئى مسائكه، واشرع شرايعه، وايد جنوده، واعوانه، وبادر باسك القوم
الظالمين، وابسط سيف نقمتك على اعدائك المعاندين، وخذ بالشار انك
جواد مكسار“ (۱۸۶)

ترجمہ: رحمت نازل فرما محمدؐ و آل محمدؐ پر اور اپنے اولیاء کا اکرام و اعزاز فرما اپنا وعدہ پورا کر کے، تیری
نصرت کی جو وہ امید رکھتے تھے، اس سے تو ان کو اس چیز کے ادراک تک پہنچا۔
ان سے اس کی قوت و شدت کو روک دے، جو تیرے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہے، تیری محافظت کی بنا پر
جس نے سرکشی کی ہے اور تیری مخالفت کا ارتکاب کیا ہے، جس نے تیری عطا و بخشش سے اعانت طلب
کی ہے تیری دھار کو کند کرنے کے لیے، جس نے تیری ہی دی ہوئی طاقت سے تجھے فریب دینے کا
قصد کیا ہے، تو نے اسے وسعت دے رکھی ہے حلم و بردباری کی وجہ سے کہ تو علی الاعلان اس کا
مواخذہ کرے اور غفلت کی حالت میں اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔
بے شک اے میرے اللہ تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول حق ہے:

”حتیٰ اذا اخذت الارض زخرفها وازينت“ (یونس - ۲۴)

یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی فصل کو لے لیا اور ہر زینت سے مزین ہو گئی۔
اور تو نے فرمایا:

”فلما اسفونا انتقمنا منهم“ (زخرف - ۵۵)

پس جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے انہیں سزا دی۔
بے شک ہمارے نزدیک غایت و انتہا ختم ہو گئی ہے، ہم تیرے غضب پر غضبناک ہوئے ہیں اور حق کی
نصرت پر ایک دوسرے سے غضب کرتے ہیں، تیرے دشمنوں پر تیری وعید کے اترنے کی توقع رکھتے ہیں۔
خدا یا! اس کا اذن فرما، اس کے راستوں کو کھول دے، اس کے خروج کو آسان بنا دے، اس کے راستوں

کو ہموار بنا دے، اس کے گھاٹوں کو جاری کر دے، اس کے لشکر اور اعوان کی تائید فرما، ظالم قوم پر اپنا عذاب جلد بھیج، اپنے دشمنوں پر اپنے انتقام کی تلوار آگے کر اور بدلہ لے بے شک تو جواد، سخی اور کارساز ہے۔

۳۔ آپ کی ایک دعا:

”یا نور النور، یا مدبر الامور یا باعث من فی القبور، صلی علی محمد وال محمد واجعل لی ولشیعتی من الضیق فرجا و من الهم فرجا و اوسع لنا لمنهج و اطلق لنا من عندک ما یفرج و افعّل بنا ما انت اهلہ یا کریم یا ارحم الراحمین“ (۱۸۴)

ترجمہ: اے نور و روشنی کو نور بخشنے والے، اے امور کی تدبیر کرنے والے اور جو قبروں میں ہیں انہیں اٹھانے والے، محمد و آل محمد پر اپنی رحمت نازل فرما، مجھے اور میرے شیعوں کو تنگی اور ضیق سے فرج اور کشائش عطا فرما اور غم و پریشانی سے نکلنے کی جگہ اور کشادہ کر دے ہمارے لئے کشائش کے راستے اور کھول دے، ہمارے ساتھ وہ سلوک کر جس کا تو اہل ہے، اے کریم! اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

۴۔ تنگی، شدت اور سختی سے نجات پانے کے لئے آپ کی ایک دعا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ رب اسئلك مدد اروحانیا نقوی به قواى الكلیه والجزئیة حتى اقهر بمبادی نفسی كل نفس قاهرة فتقبض لی اشارة دقائقها انقباضا تسقط به قویها حتى لا یبقی فی الكون ذوروح الا وناز قهری قد احرقت ظهوره یا شدید یا ذا البطش الشدید یا قاهر یا قهار۔ اسئلك بما اودعته عزرائیل من اسماءك القهریه فانفعلت له النفوس بالقهر ان تودعنی هذا السر فی هذه الساعه حتى الین به كل صعب واذلل به كل منیع بقوتك یا ذا القوة المتین“

سحر کے وقت تین مرتبہ اور صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھے۔

اگر معاملہ زیادہ شدت اختیار کر جائے تو اس دعا کے پڑھنے کے بعد تیس مرتبہ کہے:

”یا الرحمن یا ارحم الراحمین اسئلك اللطف بما جرت به المقادیر“ (۱۸۸)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم: خدایا! میں تجھ سے روحانی مدد چاہتا ہوں جس سے میری گلی اور جزوی

قوتیں طاقت حاصل کریں، یہاں تک کہ میں اپنے نفس کے مبادی سے ہر غالب نفس پر غالب آجاؤں تاکہ ان کے دقیق اور باریک اشارے میرے لیے سکڑ (کرنا کارہ ہو) جائیں، ایسا سکڑ جائیں کہ ان کی قوتیں زائل ہو جائیں، حتیٰ کہ عالم کون میں کوئی ذی روح باقی نہ رہے، مگر یہ کہ تیرے قہر و غضب کی آگ اس کے ظہور کو جلا کر رکھ کر دے۔

اے شدید! اے صاحب شدید! اے قہر و غالب! اے قہار و غالب ترین! تیرے ان قاہر اسماء جو تو نے عزرائیل کے سپرد کئے ہیں، جس کے قہر و غلبہ سے نفوس اس سے اثر قبول کرتے ہیں، جس کے واسطے سے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ یہ راز اسی لمحے میرے سپرد کر دے تاکہ میں اس سے ہر سخت کونرم کر لوں اے پختہ اور محکم قوت والے اس سے مطیع کر دے، ہر قوی کو اپنی قوت سے۔
اے مہربان! اے رحم کرنے والے، اے سب سے زیادہ رحیم! میں تجھ سے لطف کا سوال کرتا ہوں جس کے ساتھ تقدیریں جاری ہوئی ہیں۔

۵۔ آپ کی ایک دعا:

”بسم الله الرحمن الرحيم۔ يا مالک الرقاب و یا ہازم الاحزاب یا مفتاح الابواب یا مسبب الاسباب سبب لنا سبباً لا نستطيع له طلباء بحق لا اله الا الله محمد رسول الله صلوات الله عليه وعلى اله اجمعين“ (۱۸۹)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم: اے گردنوں کے مالک، اے گروہوں کو شکست دینے والے، اے دروازوں کو کھولنے والے، اے اسباب کو اسباب بنانے والے، ہمارے لئے کوئی ایسا سبب بنا دے جس کی تلاش کی ہم میں استطاعت نہیں، لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے صدقے میں:

۶۔ آپ کی ایک دعا (یہ دعا آپ نے ایک قیدی کو سکھائی تھی جس نے قید سے رہائی پائی)۔

”الهي عظم البلاء و برح الخفاء و انكشف الغطاء و انقطع الرجاء و ضاقت الارض و منعت السماء و انت المستعان و اليك المشتكى و عليك المعول في الشدة و الرخاء، اللهم صلي على محمد و آل محمد و اولى الامر الذين فرضت علينا طاعتهم و عرفتنا بذلك منزلتهم، ففرج عنا بحقهم فرجاً عاجلاً قريباً كلح البصر و هو اقرب، يا محمد يا علي يا محمد اكفينا فاني فاني انكما كافيان و

انصرانی فانکما ناصران یا مولا نایا صاحب الزمان الغوث الغوث الغوث،
ادرکنی ادرکنی ادرکنی۔ الساعته الساعته الساعته۔ العجل العجل العجل یا
ارحم الراحمین بحق محمد والہ الطاہرین“ (۱۹۰)

ترجمہ: اے میرے اللہ! مصیبت عظیم ہوگئی ہے، مخفی چیز کھل کر سامنے آگئی ہے، پردہ ہٹ گیا ہے،
امید ختم ہوگئی ہے، زمین تنگ ہوگئی ہے، آسمان نے اپنی مدد روک لی ہے، تو ہی ہے جس سے مدد مانگی
جاسکتی ہے، تجھ ہی سے شکایت کی جاسکتی ہے، شدت اور کشائش میں تجھ ہی پر اعتماد اور بھروسہ کیا جا
سکتا ہے، خدایا! محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما، وہ صاحبان امر جن کی اطاعت تو نے ہم پر فرض کی
ہے اسی سے ہمیں ان کی قدر و منزلت پہنچوائی ہے، ان کے صدقے میں ہمیں جلد اور قریبی فرج و
کشائش عطا فرما جو آنکھ چھپکنے سے بھی زیادہ قریب ہو۔

اے محمد! اے علی! اے محمد! اے علی! آپ دونوں میری کفایت کریں، آپ دونوں ہی میرے لئے
کفایت کرنے والے ہیں آپ دونوں میری مدد کریں، آپ دونوں ہی میرے ناصر و مددگار ہیں،
اے میرے مولا اے صاحب الزمان مدد! مدد! مدد! ہر وقت میری خبر لیں ہر وقت مجھ تک پہنچیں، ہر
وقت میری مدد کریں، اسی لمحے! اسی لمحے! جلد، جلد، جلد۔

اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، محمدؐ اور ان کی پاکیزہ آل کے صدقے میں۔

۷۔ آپ کی ایک دعا:

”اللهم ارزقنا توفيق الطاعة وبعد المعصية وصدق النية وعرفان لا حرم و
اکرمنا بالهدى والاستقامه وسدد الستتنا بالصواب والحکمه واملا قلوبنا
بالعلم والمعرفه وطهر بطوننا من الحرام والشبهه واكفف ايدينا عن الظلم
والسرقة واغضض ابصارنا عن الفجور والخيانه واسدد سماعنا عن اللغو
والغيبه وتفضل على علمائنا بالزهد والنصيحه وعلى المتعلمين بالجهد و
والرغبه وعلى المستمعين بالاتباع والبوعظه وعلى مرضى المسلمين
بالشفاء والراحه وعلى موتاهم بالرافه والرحمه، وعلى مستاخنا بالوقار
والسکينه وعلى الشباب بالانابه والتوبه وعلى النساء بالحياء والعفه وعلى الا
غنياء بالتواضع والسعه وعلى الفقراء بالصبر والقناعه وعلى الغزاة بالنصر

والغبة وعلى الاسراء بالخلاص والرحه وعلى الامراء بالعدل والشفقة وعلى
الرعيه بالا نصاف وحسن السيرة وبارك للحجاج والزوار في الزاد والنفقة
واقض ما اوجبت عليهم من الحج والعمرة. بفضلك ورحمتك يا ارحم
الراحمين“ (۱۹۱)

ترجمہ: خدا یا! اطاعت کی توفیق، معصیت سے دوری، سچی نیت اور جن حقوق اللہ کی رعایت لازم ہے
ان کا عرفان عطا فرما، ہمیں ہدایت اور استقامت کرا مت فرما، ہماری زبانوں کو صواب اور حکمت سے
درست فرما، ہمارے دلوں کو علم و معرفت سے بھر دے، ہمارے شکموں کو حرام اور شبہ (کی روزی)
سے پاک رکھ، ہمارے ہاتھوں کو ظلم اور چوری سے روک دے، ہماری آنکھوں کو فجور اور خیانت سے
بندر رکھ، ہمارے کانوں کو لغو باتیں اور غیبت سننے سے محفوظ رکھ۔

ہمارے علماء پر زہد و تقویٰ اور خلوص و نصیحت کا، طالب علموں پر جدوجہد اور رغبت کا، سننے والوں پر
پیروی کرنے اور وعظ و پند حاصل کرنے کا، بیمار مسلمانوں پر شفاء اور راحت کا، مسلمان مردوں پر
شفقت و مہربانی و رحمت کا، ہمارے بوڑھوں پر سکینہ و وقار کا، ہمارے جوانوں پر توبہ اور انابت کا،
ہماری عورتوں پر حیاء اور عفت کا، اغنیاء پر تواضع اور وسعت رزق کا، فقراء پر صبر و قناعت کا، غازیوں
پر نصرت اور غلبے کا، قیدیوں پر رہائی اور راحت و آرام کا، حاکموں پر عدل و شفقت کا اور رعایا پر
انصاف اور اچھی سیرت کا لطف و تفضل فرما۔

حجاج وزائرین کے زادراہ اور نفقہ میں برکت عطا فرما، جو حج و عمرہ ان پر فرض کیا ہے اس کے پورا
کرنے کی اپنے فضل و رحمت سے توفیق عطا فرما! اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

۸۔ آپ کی ایک دعا:

”اللهم بحق من نا جاك و بحق من دعاك في البر والبحر صلى على محمد
واله وفضل على فقراء المومنين والمومنات بالغنى والسعه وعلى مرضى
المومنين والمومنات بالشفاء والصحه والراحمة وعلى احياء المومنين
والمومنات باللطف والكرامه وعلى اموات المومنين والمومنات بالمغفرة
والرحمه وعلى غرباء المومنين والمومنات بالردالى او طانهم سالمين غانمين
بحق محمد واله اجمعين“ (۱۹۲)

ترجمہ: خدایا! اس کے حق کی قسم جس نے تجھ سے خشکی اور سمندر میں مناجات کی اور دعا کی محمد آل محمدؐ پر صلوات بھیج، فقراء مومنین و مومنات پر لطف و کرامت، مردہ مومنین و مومنات پر مغفرت و رحمت، غرباء مومنین و مومنات پر تو نگری اور وسعت، مریض مومنین و مومنات پر شفا و صحت و راحت، زندہ مومنین و مومنات پر ان کے وطنوں کو سلامتی اور غنیمت کے ساتھ لوٹنے کا فضل و لطف و کرم فرما، محمدؐ و آل محمدؐ سب کے حق کے صدقے میں۔

۹۔ حاجت کے لئے آپؐ کی ایک دعا:

”بسم الله الرحمن الرحيم۔ انت الله الذی لا اله الا انت مبدی الخلق و معید ہم، وانت الله الذی لا اله الا انت مدبر الامور و باعث من فی القبور و انت الله الذی لا اله الا و ارث الارض و من علیها، اسئلك باسمك الذی اوجبتہ علی نفسك ان تصلى علی محمد و آل محمد و ان تفضی لی حاجتی الساعه الساعه یا سیداه یا مولاہ یا غیاثاہ۔ اسئلك بكل اسم سمیت به نفسك و استاثرت به فی علم الغیب عندك ان تصلى علی محمد و آل محمد و ان تعجل خلاصنا من هذه الشدة یا مقلب القلوب و الا بصار یا سمیع الدعاء انك علی كل سئى قدير برحمتك یا ارحم الراحمین“ (۱۹۳)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم تو وہ معبود ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو مخلوق کی ابتداء کرنے والا اور انہیں دوبارہ لانے والا ہے، تو وہ خدا ہے جس کے علاوہ کوئی اللہ نہیں، تو امور کی تدبیر کرنے والا، جو قبروں میں ہیں ان کو اٹھانے والا، تو وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں جو زمین اور اس پر رہنے والوں کا وارث ہے۔

میں تجھ سے تیرے اس نام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نام سے جب تجھ کو پکارا جاتا ہے تو جواب دیتا ہے اور جب اس نام سے تجھ سے سوال کیا جاتا ہے تو تو عطا فرماتا ہے، میں تجھے محمدؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں، ان کے اس حق کا جو تو نے خود اپنے اوپر واجب اور ضروری قرار دیا ہے، محمدؐ و آل محمدؐ پر درود رحمت نازل فرما اور میری حاجت اسی لمحے، پوری کر دے، اے میرے آقا و مولا اور میرے مددگار۔

میں تجھ سے ہر اس نام کے ذریعہ سوال کرتا ہوں جس سے تو نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے اور جس کو علم

غیب میں تو نے اپنے یہاں ترجیح دی ہے، محمد و آل محمد پر صلوات بھیج اور ہمیں اس شدت و سختی سے چھٹکارا دینے میں جلدی فرما۔

اے دلوں اور نظروں کو پھیرنے والے، اے دعا کو سننے والے، بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اپنی رحمت کے ساتھ، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

آپؐ کے بعض خطوط

ان صفحات میں ہم امام مہدی علیہ السلام کے بعض ان خطوط کو پیش کریں گے جو آپؐ نے اپنے شیعوں اور دوستوں کو بھیجے تھے ان میں سے کچھ تو مسئلوں کے جواب ہیں جو آپؐ کی خدمت میں پیش کئے گئے تھے، کچھ وہ ہیں جو آپؐ نے اپنے مخلص انصار و اعوان کو خط لکھے تھے ان خطوط سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپؐ کا اپنے شیعوں سے تعلق برقرار رہتا تھا اور آپؐ ان کے معاملات پر مطلع رہتے اور ان کے حالات سے واقف تھے۔

ان خطوط میں سے چند یہاں تحریر کئے جا رہے ہیں:

۱۔ آپؐ کا محمد بن ابراہیم بن مہزیار کے نام خط:

تمہارے اطراف میں رہنے والے ہمارے مولیوں کے بارے میں جو کچھ تم نے تحریر کیا ہے وہ ہم نے سمجھ لیا، ان سے کہو کہ کیا تم نے اللہ عز و جل کو یہ کہتے نہیں سنا:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ (نساء ۵۹)

ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور تم میں سے جو اولی الامر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

کیا خداوند تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے یہ حکم نہیں دیا ہے؟ کیا تم دیکھتے نہیں کہ عز و جل نے تمہارے لئے پناہ گاہیں قرار دی ہیں جن کی طرف تم پناہ لیتے ہو، نشان راہ قرار دیئے ہیں جن سے تم ہدایت حاصل کرتے ہو؟ یہ آدم علیہ السلام سے لے کر یہاں تک ماضی میں ظاہر ہوئے (گزرے ہوئے) یعنی امام حسن عسکریؑ صلوات اللہ) جب کوئی نشان غائب ہوا تو دوسرا نشان ظاہر ہوا، جب کوئی ستارہ غروب ہوا تو دوسرا ستارہ طلوع ہوا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کیا تو تمہیں گمان ہوا کہ اللہ عز و جل نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان سبب منقطع کر دیا، مگر ایسا قطع نہیں ہوا اور نہ ایسا ہوگا یہاں تک کہ قیامت قائم ہوگی اور اللہ عز و جل کا امر ظاہر ہوگا جس کو وہ لوگ ناپسند کرتے ہیں۔

اے محمد بن ابراہیم! جس چیز کو میں نے پیش کیا ہے اس میں شک نہیں ہونا چاہیے بے شک اللہ تعالیٰ زمین کو حجت سے خالی نہیں چھوڑتا۔ (۱۹۴)

۲۔ ابو جعفر عمری کے والد کی تعزیت کے لئے آپؐ کا خط:

”انا لله ونا اليه راجعون“ (بقرہ ۵-۱۵۶)

ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی جانب ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔
تمہارے باپ نے اس کے امر کو تسلیم کرتے ہوئے اور اس کی قضا پر راضی رہتے ہوئے سعادت مندی کی زندگی بسر کی اور قابل تعریف حالت میں اس دنیا سے گئے، خداوند تعالیٰ ان پر رحمت کرے اور انہیں اپنے اولیاء اور آئمہ علیہم السلام سے ملحق کر دے، کیونکہ وہ ان کے امر میں ہمیشہ جدوجہد اور کوشش کرتے رہے، اس بات میں کوشاں رہے، اس بات میں کوشاں رہے جو انہیں اللہ عزوجل اور ان کے قریب کرے، خدا ان کے چہرے کو تروتازہ رکھے اور ان کی کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

(یہ بھی اسی خط کا حصہ ہے) خدا تجھے ثواب جزیل دے اور تجھے اچھی تسلی اور تشفی دے، (جہاں) تجھے تکلیف پہنچی ہے (وہاں) مجھے بھی تکلیف پہنچی ہے، تجھے بھی اس کی جدائی سے رنج ہوا ہے اور مجھے بھی، خدا اس کی بازگشت میں اسے خوش رکھے اس کے کمال سعادت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے جیسا بیٹا دیا جو اس کے بعد اس کا جانشین اور اس کے امر و معاملہ میں اس کا قائم مقام بنے گا۔ (۱۹۵)

۳۔ اسحاق بن یعقوب سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن عثمان عمریؒ سے اس خط کے بارے میں سوال کیا جس میں میں نے بعض مشکل مسائل دریافت کئے تھے، پھر توفیق وارد ہوئی، ہمارے مولا صاحب الزمان علیہ السلام کے اپنے خط کے ساتھ:

باقی رہا وہ جو تم نے سوال کیا ہے خدا تمہیں رشد و ہدایت دے اور ثابت قدم رکھے، جو ہمارے خاندان والے اور چچا کے بیٹے جو میرا انکار کرتے ہیں ان کے بارے میں تم جان لو کہ اللہ عزوجل اور کسی فرد کے درمیان کوئی قرابت نہیں، چنانچہ جو میرا انکار کرے وہ مجھ سے نہیں اور اس کا راستہ حضرت نوحؑ کے بیٹے کا راستہ ہے۔

اب رہا میرے چچا جعفر کا راستہ تو وہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا راستہ ہے۔

فقاع (جو کی شراب) کا پینا حرام ہے، اور سلما ب میں کوئی ہرج نہیں۔

تمہارے اموال ہمیں قبول نہیں مگر اس لئے کہ تم پاک رہو، جو چاہے اتصال پیدا کرے اور جو چاہے الگ ہو جائے، جو کچھ خدا نے مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے۔

اب رہا ظہور فرج تو یہ اللہ تعالیٰ ذکرہ، کے اختیار میں ہے، جو لوگ اس کا وقت مقرر کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں، جو لوگ گمان کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام قتل نہیں کئے گئے تو یہ کفر، تکذیب اور گمراہی ہے۔

نئے پیدا ہونے والے واقعات کے سلسلے میں ہماری حدیث کی روایت کرنے والوں کی طرف رجوع کرو، کیونکہ وہ تم پر میری حجت ہیں اور میں ان پر اللہ کی حجت ہوں۔

محمد بن عثمان عمری رضی اللہ عنہ وعن ابیہ (خدا ان سے اور ان کے باپ سے راضی رہے) میرے ثقہ اور

قابل وثوق ہیں، ان کی تحریر اور خط میرا خط ہے اب رہے محمد بن علی بن مہزیار تو اللہ تعالیٰ عنقریب ان کے دل کی اصلاح کرے گا اور ان کے شک کو دور کرے گا۔

وہ جو تم نے ہمیں بھیجا ہے وہ ہمارے نزدیک قابل قبول نہیں مگر جو پاک و طاہر ہے گانے والی کی اجرت حرام ہے۔

محمد بن شاذان بن نعیم ہم اہل بیت کے شیعوں میں سے ایک ہے۔

ابوالخطاب محمد بن ابوزینت الابدع بھی ملعون ہے اور اس کے ساتھی بھی ملعون ہیں۔ ان کے نظریے اور عقیدے والوں کے پاس نہ بیٹھا کرو کیونکہ میں اور میرے آباؤ اجداد علیہم السلام اس سے بری اور بیزار ہیں۔ وہ لوگ جو ہمارے اموال میں خلط ملط کرتے ہیں تو جو اس میں کسی چیز کو حلال سمجھے اور کھائے وہ جہنم کی آگ کھا رہا ہے۔

اب رہائش تو ہو ہمارے شیعوں کے لئے مباح ہے اور ہمارے امر کے ظہور تک ان کے لئے حلال ہے (۱۹۶) تاکہ ان کی ولادت پاکیزہ ہو اور اس میں خبث اور پلیدگی نہ آئے۔

اب رہی ان لوگوں کی ندامت اور پشیمانی جنہوں نے اللہ عزوجل کے دین میں شک کیا اس چیز کے ذریعے جس سے انہوں نے ہم سے وصل کیا تو جو معافی طلب کرے ہم اسے معاف کرتے ہیں، ہاں شک میں رہنے والوں کے کسی صلہ کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اب رہی غیبت کی وجہ اور علت تو اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ ان تَبْدُلَكُمْ تَسْأَلُكُمْ“ (المائدہ: ۱۰۱)

اے ایمان والو! ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جو اگر تمہارے لئے ظاہر ہوں تو تمہیں بری لگیں۔

میرے آباؤ علیہم السلام میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کی گردن میں ان کے زمانے کے طاغوت سے مسالمت اور مصالحت کی رسی نہ تھی، مگر میں جب خروج کروں گا تو کسی طاغوت سے مسالمت اور مصالحت کی رسی میری گردن میں نہیں ہوگی۔

اب رہا میری غیبت میں مجھ سے استفادہ کرنے کا ذریعہ تو وہ سورج سے اس وقت استفادہ کرنے کے مثل ہے جب اس کو بادل آنکھوں سے اوجھل کر دے۔

بیشک میں اہل زمین کے لئے امان ہوں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔

لا یعنی چیزوں کے بارے میں سوالات کا دروازہ بند کر دو اور جس چیز کی تمہارے لئے کفایت کی گئی ہے اس میں تکلف نہ کرو۔

تعل فرج کی دعا زیادہ کیا کرو کیونکہ یہی تمہاری فرج و کشائش ہے۔

تم پر سلام ہوا اے اسحاق بن یعقوب اور اس پر جو ہدایت کی اتباع اور پیروی کرے۔ (۱۹۷)

۴۔ شیخ موثق ابو عمر عامری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ابن ابو غانم قزوینی اور شیعوں کی ایک جماعت میں خلف (امام حسن عسکریؑ کے جانشین) کے بارے میں اختلاف ہو گیا، ابن ابو غانم نے ذکر کیا کہ جب ابو محمدؑ اس دنیا سے چلے گئے تو آپؑ کا کوئی جانشین نہیں تھا، انہوں نے اس بارے میں ایک خط لکھ کر ناحیہ (امام زمانہ) کی جانب بھیجا اور اس میں اس اختلاف کا ذکر کیا۔

ان کے خط کا جواب آنجناب (سلام اللہ علیہ وآلہ) کے خط و تحریر میں وارد ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ ہمیں اور تمہیں فتنوں سے عافیت میں رکھے اور ہمیں اور تمہیں روح یقین بخشے اور ہم کو اور تم کو بری بازگشت سے پناہ دے۔

تحقیق تم میں سے ایک جماعت کے دین میں شک کی مجھ تک خبر پہنچی، اس میں والیان امر کے متعلق جو شک اور حیرت موجود ہے اس کا غم و غصہ ہمیں تمہارے لئے ہوا نہ کہ اپنے لئے، ہمیں تمہارے بارے میں برا لگانہ کہ ہمارے اپنے بارے میں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، ہمیں اس سے قطعی گھبراہٹ نہیں کہ کون ہم سے کٹ گیا۔

ہم اپنے پروردگار کی صنعت ہیں اور باقی مخلوق ہماری صنعت (یعنی ہماری وجہ سے ہیں) اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ شک و ریب میں پڑے جاتے ہو اور حیرت میں اوپر نیچے ہوتے ہو۔

کیا تم نے اللہ عز و جل کا فرمان نہیں سنا:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ“

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔ (المائدہ-۱۰۱)

تمہارے گزرے ہوئے آئمہ کے بارے میں آثار میں ان پر ہونے والے جو کچھ حوادث اور واقعات آئے ہیں وہ تمہیں معلوم نہیں۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خداوند تعالیٰ نے کس طرح تمہارے لئے پناہ گاہیں قرار دیں ہیں اور نشان راہ بنائے ہیں جن سے تم ہدایت پاتے ہو، آدمؑ سے لے کر ماضی (امام حسن عسکریؑ) کے ظہور تک جب بھی کوئی نشان غائب ہوا تو دوسرا نشان ظاہر ہوا، جب ایک ستارہ ڈوبا تو دوسرا ستارہ نکل آیا۔

جب اللہ نے ان کی روح کو اپنی طرف قبض کیا تو تم خیال کرنے لگے کہ اللہ نے اپنے دین کو باطل کر دیا اور اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان سبب کو منقطع کر دیا، ایسا کبھی نہیں ہوا اور نہ کبھی ہوگا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ اللہ کا امر ظاہر ہو کر رہے گا جب کہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں گے۔

بے شک گزرنے والے (امام حسن عسکریؑ) سعید و فقید ہو کر اپنے آباء و اجداد کے طریقہ پر چلے گئے جس طرح ایک فعل اپنے دوسرے کے سامنے ہوتا ہے، ہم میں ان کی وصیت اور ان کا علم ہے اور ان ہی (امام عسکریؑ) سے ان کا خلف اور جانشین ہے جو ان کی جگہ پر کئے ہوئے ہے۔

ان کے مقام و جگہ کے سلسلے میں ہم سے نہیں جھگڑے گا مگر جو ظالم ہوگا اور میرے علاوہ نہ کوئی دعویٰ کرے گا مگر وہ جو منکر اور کافر ہوگا۔

اگر یہ نہ ہوتا کہ امر خدا مغلوب نہیں ہو سکتا، اس کا راز ظاہر نہیں ہوتا، تو پھر ہمارے حق میں سے تمہارے لئے وہ کچھ ظاہر ہو سکتا جس سے تمہارے عقلیں حیران ہو جاتیں اور تمہارے شکوک و شبہات زائل ہو جاتے۔ مگر جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، ہر اجل و موت کی کتاب و تحریر ہے، اللہ سے ڈرو اور ہمیں تسلیم کرو، امر و حکم کو ہماری طرف پلٹاؤ۔

ہم پر اسی طرح صادر ہوتا ہے جس طرح ہماری طرف سے وارد کیا جاتا ہے۔ جو تم سے چھپایا گیا ہے اسے منکشف کرنے کا قصد نہ کرو، دائیں جانب اور بائیں جانب نہ جھکو بلکہ ہماری طرف اپنی میانہ روی اختیار کرو، مودت و محبت کے ساتھ اور واضح طریقے پر قائم رہ کر۔ تحقیق میں نے تمہیں نصیحت کر دی، خدا مجھ پر اور تم پر گواہ ہے۔

تمہاری اصلاح کے لئے ہماری لگن اور محبت اور تم پر مہربانی اور شفقت ایسی ہے کہ ہم اسی کے ساتھ اس میں بھی مشغول ہیں جس کا ہم سے امتحان لیا گیا ہے، یعنی ظالم سے نزاع کرنے میں کہ وہ جو سرکش گمراہ ہے اور اپنی گمراہی میں مسلسل لگا ہوا ہے اپنے پروردگار کا مخالف اور عدو ہے اور اس چیز کا دعویٰ کرتا ہے جو اس کے لئے نہیں، وہ ان کے حق کا انکار کرتا ہے جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے اور جو ظالم و غاصب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر نیک اختر میں میرے لئے اسوہ حسنہ (اور اچھا نمونہ) ہے۔ عنقریب جاہل اپنے عمل کی چادر اوڑھ لے گا، عنقریب کافر جان لے گا کہ دار عقبیٰ اور آخرت کس کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ہلاکتوں اور برائیوں اور آفتوں سے بچائے، اپنی رحمت کے ساتھ، وہ اس کا ولی و حاکم ہے اور جو چاہے اس پر قدرت رکھتا ہے۔

وہ ہمارا اور تمہارا ولی اور سرپرست اور محافظ و نگہبان ہے۔

سلام ہو تمام اوصیاء اولیاء اور مومنین پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں اور اللہ صلوات بھیجے محمد بنیٰ پر اور ان کی آل پر اور سلامتی جو حق ہے سلامتی کا۔ (۱۹۸)

۵۔ آپ کا خط عمری اور ان کے بیٹے رحمہما اللہ کی طرف:

خدا تم دونوں کو اپنی اطاعت کی توفیق دے، اور تم دونوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھے، تم دونوں کو اپنی مرضات اور خوشنودی کی بنا پر سعادت بخشے۔

تم دونوں کو میسمی نے جو مختار کے مناظرے کی خبر دی ہے اس کا مجھے پتہ چلا، نیز اس کی یہ حجت کہ جعفر بن علیؑ کے علاوہ کوئی خلف اور (امامت کا) جانشین نہیں اور وہ اس کی تصدیق بھی کرتا ہے یہ سب کیفیات جو تم دونوں نے نلکھی ہیں جو کچھ تمہارے کچھ ساتھیوں نے ان کے بارے میں کہی ہیں، مجھ تک پہنچی ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے جلاء اور روشنی کے بعد اندھے پن سے پناہ مانگتا ہوں اور ہدایت کے بعد گمراہی سے اور تباہ کرنے والے اعمال اور ہلاک کرنے والے فتنوں سے کیونکہ خدا وزجل فرماتا ہے:

”الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وهم لا یفتنون“

کیا لوگوں نے گمان کر لیا ہے کہ انہیں اس بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا۔

وہ کس طرح فتنوں میں ایک دوسرے پر گرے پڑے ہیں اور حیرت و سرگردانی میں آنا جانا لگائے رکھتے ہیں۔ دائیں بائیں (انحرافات) کی طرف جاتے ہیں، وہ دین سے جدا ہو گئے ہیں یا دین میں شک و شبہ میں پڑ گئے ہیں یا حق سے عناد اور دشمنی رکھتے ہیں، یا جو کچھ سچی روایات اور صحیح احادیث نے بتلایا ہے اس سے جاہل ہیں، یا سب کچھ جانتے ہوئے انہیں چھوڑے ہوئے ہیں۔

بلاشبہ زمین کبھی حجت سے خالی نہیں رہتی، خواہ وہ ظاہر ہو یا مخفی۔ کیا انہوں نے اپنے بنیٰ کے بعد اپنے آئمہ کے انتظام کو یکے بعد دیگرے نہیں دیکھا یہاں تک کہ اللہ عزوجل کے امر سے یہ سلسلہ حسن بن علیؑ تک پہنچا، آپ اپنے آباء علیہم السلام کے مقام پر قائم ہوئے کہ حق کی طرف ہدایت کریں۔

وہ جناب سیدھے راستے کی طرف ایک نور ساطع اور شہاب لامع اور قمر ظاہر (یعنی پھسلنے والا نور، چمکنے والا ستارہ اور چودھویں کا چاند) تھے۔

پھر اللہ عزوجل نے ان کے لئے وہ کچھ اختیار کیا جو اس کے پاس ہے وہ جناب اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام کے طریقے پر چلے گئے (جس طرح ایک جو تادوسرے جوتے کے مطابق ہوتا ہے)۔

ایک ان کا عہد و میثاق اور وصیت جو انہوں نے اپنے وصی کے لئے کی ہے اور جس کو اللہ عزوجل نے اس کی غایت تک اپنے امر سے پوشیدہ کر دیا ہے اور اپنی مشیت سے اس کی جگہ کو اپنی سابقہ قضا اور فیصلے کی بنا پر اور

نافذ ہونے والی تقدیر کی وجہ سے مخفی رکھا ہے۔

ہم میں ہے اس کی جگہ اور مقام اور ہمارے لئے ہے اس کا فضل و کرم۔

اگر اللہ عز و جل نے جس سے منع کیا ہے، اس میں اذن دیتا اور جس پر اس کا حکم جاری ہوا ہے اس کو زائل کر دیتا تو ہم انہیں عمدہ تربیر، واضح ترین دلائل اور روشن علامت کے ساتھ حق ظاہر کر کے دکھاتے۔

مگر اللہ عز و جل کی تقدیریں مغلوب نہیں ہوتیں، اس کے ارادے کو بدل نہیں جاسکتا اور اس کی توقع اور تحریر سے آگے نہیں بڑھا جاسکتا۔

انہیں چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی چھوڑ دیں، وہ اسی اصل پر قائم رہیں جس پر وہ پہلے تھے اور اس امر میں بحث نہ کریں جو ان سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، ورنہ وہ گناہگار ہوں گے۔

اللہ کے راز کو منکشف نہ کریں ورنہ پشیمان ہوں گے۔

انہیں یقین رکھنا چاہیے کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور ہم میں ہے۔

ہمارے علاوہ کوئی یہ بات نہیں کہے گا مگر وہ جھوٹا جو باطل میں منہمک اور مشغول ہے۔

ہمارے علاوہ کوئی دعویٰ نہیں کرے گا مگر گمراہ اور بے راہ ہوگا۔

ہماری طرف سے اتنی ہی بات کو کافی سمجھو، تفسیر و تشریح کو چھوڑو اور اشارہ و کنایہ پر قناعت کرو، اشاء

اللہ۔ (۱۹۹)

۶۔ شیخ مفید رحمہ اللہ کے لئے آپ کا ایک خط۔ ماہ صفر ۴۱۰ ہجری

برادر سدید و رشید اور ہدایت یافتہ دوست شیخ مفید ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان خدا اس کے اعزاز کو ہمیشہ رکھے، جس سے بندوں سے لئے گئے عہد کی سپردگی چاہی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد! تم پر سلام ہوا دین میں مخلص دوست وہ دین جو ہم پر یقین سے مخصوص ہے، ہم تمہارے لئے اس اللہ کی حمد کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

ہم اس سے سوال کرتے ہیں ہمارے آقا و مولا ہمارے بنی محمدؐ اور ان کی پاکیزہ آل پر درود و صلوات کا، سنو خدا حق کی نصرت کے لیے تمہاری توفیق کو دائم رکھے، سچائی سے ہماری طرف سے بات کرنے پر تمہیں ثواب جزیل و کثیر عطا کرے۔

تمہیں خط و کتابت سے مشرف کرنے کا ہمیں اذن دیا گیا ہے، (اس بنا پر) کہ تم ہماری طرف سے ہمارے ان دوستوں تک اس چیز کو ادا کرنے کی ذمہ داری اٹھائے ہو جو تمہارے پاس ہیں۔

خدا انہیں اپنی اطاعت کی وجہ سے عزت دے اور ان کی رعایت و حفاظت کر کے ان کی مہم اور غرض کی

کفایت کرے۔

خدا تمہیں اپنی مدد سے اس چیز میں ترقی دے (جس کا ہم ذکر کریں گے) اپنے ان دشمنوں کے مقابل جو اس کے دین سے نکلے ہوئے ہیں۔

اسے ادا کرنے اور اس شخص تک پہنچانے میں جس پر تمہیں اطمینان ہو عمل کرو، اس طور پر کہ جیسے ہم تمہارے لئے تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں۔

فاسقوں کی حکومت جب تک ہے اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہمارے شیعہ مومنین کے لئے بہتر سمجھتا ہے، اس کی بنا پر اگرچہ ہم ظالموں کے گھروں سے دور ہیں، پھر بھی ہمارا علم تمہاری خبروں پر محیط ہے، تمہارے خبرے میں سے کوئی بات ہم سے اوجھل نہیں۔

جب سے تم میں سے بہت لوگ اس طرف مائل ہوئے ہیں جس سے سلف صالح الگ تھلگ تھے اور جو ان سے عہد و میثاق لیا گیا تھا اسے انہوں نے اپنی پیٹھ کے پیچھے اس طرح پھینک دیا ہے گویا وہ کچھ جانتے نہیں ہم تمہاری مراعات و نگہبانی کو نہیں چھوڑتے اور نہ ہی تمہاری یاد کو بھولتے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو تم پر مصیبت کی بجلیاں گرتیں اور دشمن تمہیں مغلوب کر لیتے۔

[illegible]

آپ کی سلطنت و حکومت

بلاشبہ آپؐ کی حکومت ساری دنیا پر محیط ہوگی اور آپؐ کے عدل و انصاف سے پوری انسانیت مستفید ہوگی،
ساری دنیا پر دین اسلام کا غلبہ ہوگا۔
یہ حدیث شریف متواتر ہے:

”يملاء الارض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا“

آپؐ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔
جس کتاب میں بھی امام مہدی علیہ السلام کا ذکر ہے اس میں یہ حدیث ضرور ہوگی۔
آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہے کہ آپؐ کی حکومت و سلطنت ساری دنیا پر ہوگی اور پوری دنیا میں
آپؐ کا عدل و انصاف کا رفرما ہوگا۔

جن آیات شریفہ میں دین اسلام کے باقی تمام ادیان پر غلبہ پانے کا ذکر ہے ان کی بعض تفاسیر میں آیا ہے کہ یہ بات امام مہدی علیہ السلام کے زمانے میں ہوگی۔

یہاں چند آیات کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وله اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرہا“ (آل عمران - ۸۳)

جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب خوشی یا تنگی سیاسی کے سامنے اپنی گردن جھکا دیں گے۔

ابو جعفر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ زمین کا کوئی گوشہ باقی نہیں رہے گا کہ جہاں لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اور ان محمد رسول اللہ کی شہادت کی ندانہ ہوگی، اسی بات کی طرف خدا کے اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ:

”وله اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرہا والیہ یرجعون“

اسی کے سامنے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سر تسلیم خوشی سے یا مجبوراً خم کر دیں گے اور اسی کی طرف تم لوٹ جاؤ گے۔

رفاعہ بن موسیٰ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے سورہ آل عمران میں خدا کے اس قول:

”وله اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرہا“

کے بارے میں فرمایا کہ جب قائم مہدی قیام کریں گے تو زمین کا کوئی حصہ باقی نہیں رہے گا جہاں لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی ندانہ گونجے۔ (۲۰۱)

آنجناب ہی سے روایت ہے کہ کوئی اہل دین ایسا نہیں ہوگا جو دین اسلام کا اظہار نہ کرے اور ایمان کا اعتراف نہ کرے، کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ قول نہیں سنا کہ:

”وله اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرہا والیہ یرجعون“

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”هو الذی ارسل رسوله بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ“

المشرکون“ (توبہ - ۳۳)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی بستی ایسی باقی نہیں رہے گی جس میں لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت اور گواہی کی پکار صبح و شام نہ ہو۔ (۲۰۳)

مفضل نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا:

”وقاتلوہم حتی لا تکن فتنہ ویکون الدین کلہ للہ“ (انفال - ۳۹)

ان سے اس وقت تک قتال اور جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور سارے کا سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے۔

آپؐ نے فرمایا: خدا کی قسم اے مفضل ملل و اقوام اور مذاہب و ادیان کے درمیان اختلاف ختم ہو جائے گا، سارے کا سارا ایک ہی دین ہو جائے گا جیسا کہ:
خدا جل ذکرہ، فرماتا ہے:

”وان الدین عند اللہ الاسلام“ (آل عمران-۱۹)

بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔
اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

”ومن یبتغ غیر الا سلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاخرة من
الخاصین“ (آل عمران-۸۵)

جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں ہوگا، وہ آخرت میں خسار اور
گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ (۲۰۴)
۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ولقد کتبنا فی الزبور من بعد لا ذکر ان الارض لله یرثها عبادى
الصالحون“ (انبیاء-۱۰۵)

ہم نے زبور میں ذکر (تورات) کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے
ہوں گے۔

حضرت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ آپؑ دونوں نے فرمایا کہ اس سے مراد حضرت
قائمؑ اور ان کے اصحاب ہیں۔ (۲۰۵)
۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”الذین ان مکنا ہم فی الارض اقاموا الصلوة واتوا الزکوة وامروا بالمعروف
ونہوا عن المنکر واللہ عاقبہ الامور“ (حج-۳۱)

یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین پر قابو دے دیں تو پابندی سے نماز ادا کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے،
اچھے کاموں کا حکم دیں گے اور بری باتوں سے روکیں گے، (یوں تو) سب کاموں کا انجام خدا ہی کے

اختیار میں ہے۔

ابو جارد نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: یہ آیت حضرت مہدیؑ اور آپؑ کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں خداوند عالم زمین کے مشرق و مغرب کا مالک بنائے گا اور ان کے ذریعے دین کو غلبہ دے گا یہاں تک کہ ظلم اور بدعتوں کا نام و نشان نظر نہیں آئے گا۔ (۲۰۶)

۵۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا
اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي وَلَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا“ (نور - ۵۵)

(اے ایمان والو) تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں (ایک نہ ایک دن) روئے زمین پر (اپنا) نائب بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو نائب بنایا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، جس دین کو خدا نے ان کیلئے پسند فرمایا ہے اس میں ضرور بالضرور انہیں پوری قدرت دے گا، ان کے خوفزدہ ہونے کے بعد (ان کے ہر اس کو) امن سے ضرور بدل دے گا تا کہ وہ (اطمینان سے) میری ہی عبادت کریں اور کسی کو ہمارا شریک نہ بنائیں۔

ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: (وہ) حضرت قائمؑ اور ان کے اصحاب ہیں۔ (۲۰۷)

۶۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُعْضِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ
الْوَارِثِينَ“ (قصص - ۵)

ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں، ان پر احسان کریں اور ان ہی کو (لوگوں کا) پیشوا اور امام بنائیں اور ان ہی کو اس (سرزمین) کا وارث (و مالک) بنائیں۔

امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ آل محمدؑ ہیں، خدا ان کے مہدیؑ کو ان کی جہد و مشقت کے بعد مبعوث کرے گا، انہیں عزت دے گا اور ان کے دشمن کو ذلیل و خوار کرے گا۔ (۲۰۸)

اہل بیت علیہم السلام سے احادیث آئی ہیں کہ آپؑ کی حکومت آخری حکومت ہے، آپؑ کا حکم سب لوگوں

کے بعد اس لئے ہوگا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اگر ہمیں سلطنت اور حکومت دی جاتی تو ہم ان ہی کی طرح حکم کرتے۔

۱۔ ابو جعفر امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری حکومت آخری حکومت ہوگی، کوئی گھرانہ ایسا نہیں بچے گا جسے ہم سے پہلے حکومت نمل جائے تاکہ جب ہماری سیرت دیکھیں تو یہ نہ کہیں کہ ہم مالک بنتے تو ہماری یہی سیرت ہوتی۔ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔

”والعاقبه للمتقين“ (قصص- ٨٣)

اور انجام کار متقیوں کے لیے ہے۔ (۲۰۹)

ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ امر (امام مہدیؑ کا ظہور) نہیں ہوگا جب تک لوگوں کی کوئی صنف نہیں بچے گی کہ وہ لوگوں پر حکومت کر چکی ہوگی، تاکہ یہ نہ کہہ سکیں کہ اگر ہم والی امر ہوتے تو ہم بھی عدل و انصاف کرتے، اس کے بعد ہی قائم حق و عدل کے ساتھ قیام کریں گے۔ (۲۱۰)

عمار بن یاسر نے کہا: تمہارے پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ کی حکومت آخری زمانے میں ہوگی۔----- پھر مہدی علیہ السلام خروج کریں گے، ان کا علم بردار شعیب بن صالح ہوگا۔ (۲۱۱)

یہ احادیث ان زمانوں کی حکومتوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں، لوگوں میں سے جماعتیں ابھرتی ہیں اور اپنے ہاتھ میں حکمرانی لیتی ہیں لوگ ان کے ظلم و جور سے تنگ آ جاتے ہیں اس کے بعد دوسری جماعت برسر اقتدار آ جاتی ہے، اس طرح سلسلہ جاری رہتا ہے۔

انشاء اللہ اہل بیتؑ کی حکومت قریب آرہی ہے اللہ تعالیٰ ان کی فرج اور کشائش میں جلدی فرمائے گا۔

آپ کی سیرت

اسلام کی نشر و اشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ میں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا بڑا عمل دخل تھا، آپؐ کی سیرت بھی آپؐ کی دعوت کا انداز متعین کرتی ہے اور آپؐ کے انقلاب کا ایک ستون شمار ہوتی ہے۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام بھی آپؐ ہی کے نقش قدم پر چلے، ان کی زندگیاں بھی آنحضرتؐ ہی کی سیرت کا برتو تھیں۔

اس باب میں امام مہدی علیہ السلام کی سیرت اور آپؑ کی حکومت کے طور طریقے کے بارے میں رسول اعظمؐ اور آئمہ طاہرینؑ سے جو باتیں آئی ہیں وہ پیش کی جا رہی ہیں:

۱۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ (۲۱۲)

۲۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ضرور خدا میری عترت میں سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جس کے

دانت ملے ہوئے نہیں ہوں گے، جو روشن اور کھلی پیشانی والا ہوگا، جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کرے گا اور مال کا فیض عام کرے گا۔ (۲۱۳)

۳۔ آپؐ نے فرمایا: مہدیؑ کی تمہیں بشارت ہو جو قریش میں سے میری عترت میں سے ایک شخص ہے، وہ لوگوں کے اختلاف کے زمانے اور زلزلوں کے زمانے میں خروج کرے گا، وہ زمین کو عدل و انصاف سے پر کرے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی، اس سے زمین و آسمان کے رہنے والے راضی ہوں گے وہ مال کو صحیح صحیح مساوی طور پر تقسیم کرے گا اور امت محمدیہؑ کے افراد کے دلوں کو غنی اور تو نگری سے بھر دے گا، اس کا عدل انہیں گھیر لے گا حتیٰ کہ وہ منادی کو حکم دے گا کہ ندا کرے کہ جس کو ضرورت اور حاجت ہو وہ میرے پاس آئے، ایک شخص کے سوا کوئی نہیں آئے گا (سب سیر ہو چکے ہوں گے) وہ آپؐ سے سوال کرے گا تو آپؐ اس سے کہیں گے کہ خزانچی کے پاس جا وہاں تجھے مل جائے گا، وہ خزانچی کے پاس جا کر کہے گا کہ میں مہدیؑ کے ہاں سے آیا ہوں تجھ سے مال لینے، خزانچی فوراً اسے اس قدر مال دے دے گا کہ وہ اٹھا نہیں سکے گا، وہ اس میں سے صرف اتنا لے لے گا جتنا وہ اٹھا سکے، جب وہ اس مال کو لے کر چلے گا تو خود پشیمان ہوگا اور (اپنے آپ سے) کہے گا کہ میں نفس کے لحاظ سے امت محمدیہؑ میں سب سے زیادہ حریص ہوں، بلا یا سب کو گیا تھا مگر صرف میں ہی آیا، چنانچہ وہ مال واپس کرنے جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ دی ہوئی چیز ہم واپس نہیں لیتے۔

آپؐ اس (انداز) میں چھ سال یا سات سال یا آٹھ سال یا نو سال رہیں گے، آپؐ کے بعد دنیا میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے۔ (۲۱۴)

۴۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ جنابؑ مال ”صحاحا“، تقسیم کریں گے، ہم نے عرض کیا کہ صحاح کیا ہے، آپؐ نے فرمایا: بالسویہ، برابر برابر۔ (۲۱۵)

۵۔ فرمایا: وہ زیادہ سے زیادہ مٹھی بھر بھر کر مال دیں گے، گن گن کر نہیں۔ (۲۱۶)

۶۔ ابودرداء اور حکم نے یہ روایت بیان کی ہے کہ مہدیؑ سات سال یا نو سال تک حکومت کریں گے، آپؐ کے پاس ایک شخص آ کر کہے گا کہ مجھے کچھ دیجئے تو آپؐ اس کے کپڑے میں اتنا انڈیل دیں گے جتنا وہ اٹھانے کی استطاعت رکھتا ہوگا۔ (۲۱۷)

۷۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ میرے نقش قدم پر چلے گا اور اس سے تجاوز اور خطا (کمی بیشی) نہیں کرے گا۔ (۲۱۸)

۸۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: مہدیؑ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کرنے کا پیغام دوسرے شہروں میں اپنے حکام کے پاس بھیجیں گے۔ (۲۱۹)

۹۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: صاحبِ رائیۃ الاحمدیہ (احمد مجتبیٰ کے علم کا وارث) تلوار کے ساتھ قیام

کرے گا، صاحبِ حال، جو مقال میں صادق اور سچا ہوگا ظہور کریگا، زمین کو ہموار کرے گا، سنت اور فرض کو زندہ کرے گا، (۲۲۰)

۱۰۔ ابو جعفر امام محمد باقر نے فرمایا: وہ سال میں تمہیں دو بار عطا اور بخشش دے گا اور مہینے میں دو مرتبہ رزق اور اخراجات دے گا۔ (۲۲۱)

۱۱۔ ابو جعفر امام محمد باقر نے فرمایا: جب ہم اہل بیتؑ کے قائم قیام کریں گے تو برابر تقسیم کریں گے، رعایا میں عدل و انصاف ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپؑ کے پاس ساری دنیا کی دولت جمع ہوگی، آپؑ لوگوں سے کہیں گے آؤ اس (مال) کی طرف جس میں تم نے قطع رحمی کی تھی اور جس میں تم نے خون بہائے تھے اور اللہ عزوجل نے جن چیزوں کو حرام کیا تھا اس کے تم مرتکب ہوئے تھے۔

پھر آپ اتنا دیں گے کہ آپ سے پہلے کسی نے بھی اتنا عطیہ نہ دیا ہوگا۔
آپ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور اور شر اور برائی سے بھری ہوگی۔ (۲۲۲)

۱۲۔ ابو جعفر امام محمد باقر نے فرمایا: مہدی اور آپ کے اصحاب کو خداوند عالم زمین کے مشارق و مغارب کا مالک بنادے گا، دین کا غلبہ ہوگا، خدا آپ کے اور آپ کے اصحاب کے ذریعہ بدعتوں اور باطل کو ختم کر دے گا، جس طرح حماقت اور بے وقوفی نے حق کو ختم کر دیا تھا، یہاں تک کہ ظلم کا نام و نشان نظر نہیں آئے گا، آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ (۲۲۳)

۱۳۔ ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آپ رسول اللہ کی سیرت کے مطابق لوگوں میں بسر کریں گے اور آپ جیسا ہی عمل کریں گے۔ (۲۲۴)

۱۴۔ ابو عبد اللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جب قائمؑ نے قیام کیا تو آپؑ عدل کے مطابق احکام صادر فرمائیں گے، آپؑ کے زمانے میں ظلم و جور اٹھ جائے گا، آپؑ کی وجہ سے راستے پر امن ہو جائیں گے، زمین اپنی برکات باہر لے آئے گی، ہر حق اپنے اہل کی طرف پلٹ آئے گا، کسی دین کا پیرو باقی نہیں رہے گا بجز اس کے کہ وہ اسلام کا اظہار کرے اور ایمان کا اعراف کرے۔ کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں سنا؟

”وله اسلم من في السموات والارض طوعاً وكرهاً واليه يرجعون“ (آل

عمران-۸۳)

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کے سامنے بخوشی یا مجبوراً تسلیم خم کر دیں گے، اسی کی جانب سب کو پلٹ کر جانا ہے۔

آپؐ لوگوں میں حضرت داؤدؑ کی طرح حکم کریں گے اور وہ محمدؐ کا حکم ہوگا، اس وقت زمین اپنے خزانے ظاہر کر دے گی، اس کی برکتیں ظاہر ہوں گی، تم میں سے کسی شخص کو صدقہ دینے کے لئے کوئی مستحق نہیں ملے گا نہ ہی کوئی احسان کرنے کے لیے، وجہ اس کی وہ غنی اور تو نگری ہوگی جو تمام مومنین کو حاصل ہوگی۔ (۲۲۵)

۱۵۔ امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ نے فرمایا: آپؐ کا لباس کھر در اور موٹا جھوٹا ہوگا اور کھانا بے ذائقہ ہوگا۔ (۲۲۶)

۱۶۔ ابو عبد اللہ امام جعفر صادقؑ نے مہدیؑ کے بارے میں فرمایا: آپؐ ہر بدعت کو زائل کر کے چھوڑیں گے، ہر سنت کو قائم کر کے رہیں گے، قسطنطنیہ، چین اور دہلیم کے پہاڑوں کو فتح کریں گے۔ (۲۲۷)

۱۷۔ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جب خداوند تعالیٰ قائم کو خروج کا اذن دے گا تو آپؐ منبر پر تشریف لے جائیں گے اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیں گے، انہیں خدا کی قسم دیں گے اور اپنے حق کی طرف بلائیں گے۔

آپؐ رسول اللہؐ کی سیرت پر چلیں گے اور آنحضرتؐ جیسا عمل کریں گے۔ (۲۲۸)

۱۸۔ حضرت عبد اللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: آنجنابؐ لوگوں میں رسول اللہؐ کی سنت کے مطابق چلیں گے اور آپؐ جیسا عمل کریں گے۔ (۲۲۹)

۱۹۔ ابو عبد اللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: قائمؑ کا نام مہدیؑ اس لیے ہے کہ آپؐ ایسے امر کی طرف ہدایت کریں گے جس سے گمراہی اختیار کر لی گئی ہے اور قائمؑ کے نام سے اس لئے موسوم ہیں کہ آپؐ حق کے ساتھ قیام کریں گے۔ (۲۳۰)

۲۰۔ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادقؑ علیہ السلام نے فرمایا: جب قائمؑ قیام کریں گے تو بنی شیبہ کے ہاتھ کاٹیں گے، انہیں کعبے کے ساتھ لٹکائیں گے اور ان پر لکھیں گے کہ یہ کعبہ کے چور ہیں۔ (۲۳۱)

آپؐ کی مدح میں اشعار اور قصدے

کچھ نایاب اور نادر قصیدے اور اشعار محققین اور دانشور حضرات کے استفادہ کے لئے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ (ادارہ)

۱۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

فدہ درہ من امام سمیدع
بذل جیوش المشرکین بصارہم

ویظهر هذا الدين في كل بقعه
 ويرغم انف المشرکین الغواشم
 فياويل اهل الشرك من سطوة لفنا
 وياويل كل الويل من كان ظالم
 ينقى بساط الارض من كل افه
 ويرغم فيها كل من كان غاشم
 ويامر بمعروف وينهى لمنكر
 ويطع نجم الحق بالحق قائم
 وينشر بساط العدل شرقا و مغربا
 وينصر لدين الله والحق عالم
 وما قلت هذا القول فخرا وانما
 قد اخبرني المختار من ال هاشم
 ۲۔ جناب امیرؑ کے یہ بھی اشعار ہیں:

سقى الله قائمنا صاحب آل
 قيامه والناس في دابها
 هوالمدرک الثار لی یا حسین
 بل لك فاصبر لا تعابها
 لكل دم الف الف وما
 يقصر في قتل احزابها
 هنالك لا ينفه الظالمين
 قول بعذر واعقابها
 (۲۳۳)

۳۔ آپؐ ہی کے یہ اشعار بھی ہیں:

بنی اذا ما جاشت الترك فانتظر

ولا یہ مهدی يقوم و يعدل
 وذل ملوک الارض من ال هاشم
 وبویح منهم من یلد و یهزل
 صبی من الصبیان لا وای عندہ
 ولا عندہ جد ولا هو یعقل
 فثم يقوم القائم الحق مکم
 وبالحق یا تیکم وبالحق یعمل
 سمی نبی اللہ نفسی فدائہ
 فلا تخذ لوه یا بنی و عجلوا
 (۳۳۴)

۴۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لکل اناس دولہ یرقبونها
 ودولتنا فی اخر الدهر تظہر
 (۲۳۵)

۵۔ حموی شافعی کی کتاب فرائد السمطین میں احمد بن زیاد سے وعیل بن علی الخزاعی سے روایت ہے کہ میں نے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کو یہ قصیدہ سنایا:

مدارس آیات خلت من تلاوة
 ومنزل وحی مقفر العرصات
 اری فیئہم فی غیر ہم متقسما
 وایدیہم من فیئہم صفرات
 وقبر ببغداد لنفس زکیہ
 تضمینہا الرحمان بالغرفات

مجھ سے امامؑ سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس قصیدے کے دو اشعار کے متعلق ہدایت نہیں کی؟ میں نے کہا جی ہاں اے ابن رسول اللہ۔ اور عرض کیا:

وقبر بطوس يالها من مصيبه
الحث على الا حشاء بالزفرات
الى الحشر حتى يبعث الله قائما
يفعرج عنا الهم والكربات
(۲۳۶)

۶۔ عیسیٰ بن فتح نے حضرت امام حسن عسکریؑ سے سوال کیا: اے میرے سردار اور آقا! کیا آپؑ کا فرزند بھی ہے؟
آپؑ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میرا ایک بیٹا بھی ہے ایک وقت آئے گا کہ وہ زمین پر ظاہر ہوگا اور عدل کرے گا اور اب بھی ہے۔ پھر امامؑ نے یہ اشعار کہے:

لعلك يوما ان تراني كأنما
بني حوالی الا سود اللوابد
فان تمیما قبل ان قلد الحصى
اقام زمانا وهو في الناس واحد
(۲۳۷)

۷۔ ابی صلتؑ سے روایت ہے کہ دعبلؑ کہتے ہیں کہ میں نے یہ قصیدہ امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے پڑھا اور اس شعر تک پہنچا:

خروج امام لا محاله قائم
يقوم على اسم الله والبركات
يميز فينا كل حق و باطل
ويجزي على النعماء والنقمات

امام رضا علیہ السلام دودئیے پھر سراٹھا کر فرمایا: اے خزاعی! اس بیت کے پڑھتے وقت روح القدس نے تمہاری زبان سے نطق کیا ہے اور شعر کو ادا کیا ہے۔

تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون امامؑ ہیں جن کے بارے میں تم نے اس شعر میں اظہار خیال کیا ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم مگر یہ میں نے سنا ہے کہ اے میرے مولا اور آقا! آپؑ میں سے ایک امامؑ خروج کریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

آپؐ نے فرمایا: اے وعبل! میرے بعد میرا بیٹا محمدؐ امام ہے، ان کے بعد ان کا بیٹا علیؑ ان کے بعد ان کا بیٹا حسنؑ ہے اور حسنؑ کے بعد ان کا بیٹا محمدؐ حجت ہے، جو قائم ہے، ان کی غیبت میں منتظر ہوں گے، ظہور میں ان کی اطاعت اور پیروی کی جائے گی۔

اگر دنیا کی زندگی کا صرف ایک دن بھی باقی رہ گیا تو خدا اس دن کو اس قدر طول کر دے گا کہ ہمارے قائم خروج کریں گے، پھر وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ (۲۳۸)
۸۔ نعتل یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سے امور میں سوال کئے اور آپؐ نے ان کے جوابات دیئے، ان میں آئمہ کے نام بھی تھے جو آپؐ نے بتائے۔

صلی	الا	له	ذو	العلی
علیک	یا	خیر	البشر	
انت	النبی	المصطفیٰ		
والہا	شمی	الفتخر		
بک	قد	هدانا	ربنا	
ومعشر	سمیتهم	ائمہ	اثنی	عشر
حبا	هم	رب	العلی	
ثم	اصطفاہم	من	کدر	
قد	فاز	من	و	الا
و	خاب	من	عادی	الزهر
اخرهم	یسقی	الظبا		
وهو	الامام	المنتظر		
عترتك	الاخيار	لی		
والتابعین	ما	امر		
من	کان	عنہم	معرضاً	
فسوف	تصلاہ	سقر		

(۲۳۹)

۹۔ ورد بن زید، اس کا بھائی کمیت بن زید اسدی امام ابو جعفر محمدؐ بن علیؑ بن حسینؑ (امام باقر) کی

خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ کی شان میں قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے:

کم حزت فيك من احواز و ايفاع
واوقع الشوق بي قاعا الى قاع
اور پھر یہ اشعار پڑھے:

متی الولید بسامرا اذا بنیت
یبدو کمثل شهاب اللیل طلاع!
حتی اذا اقذفت ارض العراق به
الی الحجاز انا خوه بجعجاع!
وغاب سبتاو سبتا من ولا دته
مع کل ذی جوب للارض قطاع
لا یسامون به الجواب قد تبعوا
اسباط هارون کیل الصاع بالصاع
شبیہ موسی و عیسی فی مغایہما
لو عاش عمر یہما لم ینعه ناع
تتمہ النقباء المسرعین الی!
موسی بن عمران کانوا خیر سراع
او کالعیون الی یوم العصا انفجرت
فانصاع منها الیہ کل منصاع!
انی لا رجولہ رویا فادر کہ
حتی اکون له من خیر اتباع
بذاك انبانا الراوون عن نفر
منہم ذوی خشیہ للہ طواع
روثہ عنکم رواۃ الحق ما شرعت
ابائکم خیر اباء و شرع

(۲۴۰)

۱۰۔ سفیان بن مصعب عبدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی مدح میں یہ اشعار کہے ہیں، وہ آپ کا ہم

عصر تھا۔

وانتم ولات الحشر والنشر والجزا
وانتم لیوم لمفزع الهول مفزع
وانتم علی الاعراف وہی کتاب
من المسک ریأھا بکم یتضوع
ثمانیہ بالعرش اذ یحملونہ
ومن بعد ہم فی الارض ہارون اربع

۱۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی شان میں ایک اور قصیدے کا شعر:

نجوم ہی اثنا عشرة کن سبقا
الی اللہ فی علم من اللہ سابق
(۲۴۲)

۱۲۔ مصعب بن وہب نوشجانی کے اشعار۔ یہ امام علی رضا علیہ السلام کا ہم عصر تھا۔

فان تسئلانی ما الذی انا دائن
به فالذی ابدیہ مثل الذی اخفی
ادین بان اللہ لا شئی غیرہ
قوی عزیز باری الخلق من ضعف
وان رسول اللہ افضل مرسل
به بشر الماضون فی محکم الصحف
وان علیا بعدہ احد عشرة
من اللہ وعد لیس فی ذاک من خلف
ائمنا الہادون بعد محمد
لہم صفودوی ما حیبت لہم اصفی

ثمانیہ منہم مضوا لسبیلہم
واربعہ یرجون للعداہوف
(۲۴۳)

۱۳۔ سید حمیری نے کہا:

وکذا روینا عن وصی محمد
ولم یک فیما قالہ بالکذب
بان ولی الامر یفقد لا یری
مسنین کفعل الخائف المترب
ویقسم اموال العقود کانما
تضینہ تحت الصفیح البنصب
فیبکث حیائم ینبع نبعہ
کنبعہ دری من الارض یوہب
لہ غیبہ لا بد ان سیغیبہا
فصلی علیہ اللہ من متغیب (۲۴۴)

۱۴۔ یحییٰ بن اعقب کے اشعار:

اسمر اللون مشرق الوجه بالنور
ملیح الیہا طریا جنیا
بظہر الحق والبرہین والعدل
فتلقی اذا اماما علیا
وتطیع البلاد من مشرق الارض
الی المغربین طوعا جلیا
وتری الزاہب عندہ الشاة ترعی
ذاك بالعد والامان حفیا
بحکم الاربعین فی الارض ملکا

ویوفی وکل حی وفیا
(۲۴۵)

۱۵۔ علی بن عبد اللہ خوانی کے اشعار جو اصحاب امام رضا علیہ السلام میں تھے:

یا ارض طوس سقاك الله رحمة
ماذا حویت من الخیرات یا طوس
فی كل عصر لنا منكم امام هدی
فربعه اهل منكم و مانوس
امست نجوم سماء الدین افله
وظل اسد الشری قد ضمها الخیس
غابت ثمانیه منكم واربعه
یرجى مطالعها ما حنت العیس
حتى متى يظهر الحق المنیر بكم
فالحق فی غیر کم داج ومطوس
(۲۴۶)

۱۶۔ عبد اللہ بن ایوب حزبی ابو جعفر جو اعلیٰ السلام کی مدح میں کہتے ہیں، یہ اصحاب امام زمانہ علیہ

السلام میں تھے:

یا ابن الثمانیه الا ئمه غربوا
وابا الثلاثه شرقوا تشریقا
ان المشارق و المغرب انتم
جاء الكتاب بذلك تصدیقا
(۲۴۷)

۱۷۔ محمد بن اسمعیل بن صالح صیری کے اشعار:

عشر نجوم افلت فی فلکها

ويطلع الله لنا امثالها !
 بالحسن الهادي ابي محمد
 تدرك اشياع الهدى البالها
 وبعده من ير تجي طلوعه
 يظل جواب الفلا جزالها
 ذوالغيتتين الطول الحق التي
 لا يقبل الله من استطالها
 يا حج الرحمن احدى عشرة
 الت فثاني عشرها البالها
 (۲۲۸)

۱۸۔ شاعر آل محمد ابو الغوث اسلم بن مہوز طہوی کا قصیدہ:

ولہت الی رویا کم ولہ الصادی
 بذاد عن الورد الروی بذواد
 ہم حجج الله اثنتا عشرة متی
 عدت فثانی عشرهم خلف الحادی
 بمیلادہ الا نباء جاء ت شہیرہ
 فاعظم بمولودو اکرم بمیلاد
 (۲۲۹)

۱۹۔ القاسم بن یوسف کا تب کے مرثیہ امام حسن علیہ السلام کے اشعار:

انی لا رجو ان تنالهم
 منی ید تشفی جوی الصدر
 بالقائم المہدی ان عاجلا
 او اجلا ان مدنی العبر
 او نیقضى من دونہ اجلی

فَاللّٰهُ اُولٰٓئِیۡ فِیۡہِ بِالْعَذْرِ
(۲۵۰)

۲۰۔ ابن الرومی کا قصیدہ:

غُررتم لان صدقتم ان حالہ
تدوم لکم والدھر لو نان اخرج
لعل لہم فی منطوی الغیب ثائرا
سیبو لکم والصبح فی اللیل موج
بجیش تضیق الارض من زفراتہ
لہ زجل ینفی الوحوش و ہزج
یئویدہ رکنان ثبتان رجلہ
وخیل کار سال الجراد واوشج
تدانوا فما للنفع فیہم خصاصہ
تنفسہ عن خلیہم حین ترہج
فیدرک ثار اللہ انصار دینہ
وللہ اوس اخرون و خزرج
ویقضی امام الحق فیکم قضاء
تماما وما کل الحوامل تخرج
وتطعن خوف السبی بعد اقامہ
ظعائن لم یضرب علیہن ہودج
(۲۵۱)

۲۱۔ شمس الدین محمد بن طولون کے اشعار:

علیک بالآئمہ الا ثنی عشر
من اہل بیت المصطفیٰ خیر البشر
ابو تراب حسن حسین

وبغض زین العابدین شین
 محمد الباقر کم علم دری
 والصادق ادع جعفر ابین الواری
 موسیٰ هوکاظم و ابنہ علی
 لقبہ بالرضا و قدرہ علی
 محمد التقی قبلہ معبود
 علی النقی درہ منشور
 العسکری الحسن البطهر
 محمد المہدی سوف یظهر
 (۲۵۲)

۲۲۔ مشہور عالم دین فضل بن روز بھان اقصیدہ:

سلام علی القائم المنتظر
 ابی القاسم القرم نور الہدی
 سیطع کالشمس فی غاسق
 ینجیہ من سیفہ المنتقی
 سلام علیہ و ابائہ !
 وانصارہ ما تدوم السما
 (۲۵۳)

۲۳۔ شیخ جلیل عبدالکریم یمانی قدس سرہ کے اشعار:

فی یمن امن یکون لا ہلہا
 الی ان تری نور الہدایہ مقبلا
 بمیم مجید من سلالہ حیدر
 ومن اہل بیت طاہرین بمن علا

یسمی بمہدی من الحق ظاہر
بسنة خیر الخلق بحکم اولاً
(۲۵۴)

۲۴۔ شیخ محی الدین ابن عربی کے اشعار:

فعند فنا خاء الزمان دو الہا
علی فاء مدلول الکروہ یقوم
مع السبعة الا علام والناس عقل
علیم بتدبیر الامور حکیم
فاشخاصہ خمس و خمس و خمسہ
علیہم تری امر الوجود یقیم
ومن قال ان الا ربین نہایہ
لہم فہو قول یر تضحہ کلیم
وان شئت فاخبر عن ثمان ولا تزد
طریقہم فرد الیہ قویم
فسبعتم فی الارض لا یجہلو نہا
وثامنہم عند النجوم لزیم
(۲۵۵)

۲۵۔ یہ اشعار بھی ابن عربی کے ہیں:

اذا دار الزمان علی حروف
بسم اللہ فالہدی قاما
ویخرج بالخطیم عقیب صوم
الا فاقراہ من عندی السلامہ
(۲۵۶)

۲۶۔ یہ اشعار بھی ابن عربی کے ہیں:

الا ان ختم الاولیاء شہید
وعین امام العالمین فقید
هو السید البہدی من آل احمد
هو الصارم الہندی حین یبید
هو الشمس یجلو کل غم و ظلمہ
هو لوابل الوسمی حین یجود
(۲۵۷)

۲۷۔ شیخ کبیر عبدالرحمن بسطامی، صاحب کتاب درۃ المعارف، کے اشعار:

ویظهر میم البجد من آل احمد
ویظهر عدل اللہ فی الناس اولاً
کہا قد روینا عن علی الرضا
وفی کنز علم الحرف اضحی محصلاً
ویخرج حرف المیم من بعد شینہ
بمکہ نحو البیت بالنصر قد علا
فہذا هو البہدی بالحق ظاہر
سیاتی من الرحمن للخلق مرسل
ویملا کل الارض بالعدل رحمہ
ویمحو ظلام الشکر والجور اولاً
ولا یتہ بالامر من عند ربہ
خلفہ خیر الرسل من عالم العل
(۲۵۸)۱

۲۸۔ ابوالفضل یحییٰ بن سلامت خصکشی کے اشعار:

وسائل عن حب اہل البیت هل
اقر اعلاناً بہ ام احمد !

ہیہات ممزوج بلحی و دمی
 حبہم و ہم الہدی والرشد
 حیدرۃ والحسنان بعدہ
 ثم علی و ابنہ محمد !
 وجعفر الصادق وابن جعفر
 موسی و یتلوہ علی السید
 اعنی الرضا ثم ابنہ محمد
 ثم علی وابنہ المسدد !
 والحسن التالی و یتلو تلوہ
 محمد بن الحسن المفتقد
 فانہم ائمتی و سادتی
 وان لحانی معشر و فندوا
 ائمتہ اکرم بہم ائمتہ
 اسمائہم مسرورۃ تطرد
 ہم حجج اللہ علی عبادہ
 وہم الیہ منہج و مقصد
 کل النہار صوم لربہم
 وفی الدیاء جی رکع و سجد
 قوم اتی فی ہل اتی مدیہم
 ہل شک فی ذلک الا ملحد
 قوم لہم فی کل ارض مشہد
 لا بل لہم فی کل قلب مشہد
 قوم منی و المشعران لہم
 والہروتان لہم ولہمسجد

قوم لهم مکه ولا بطح وآل
 خیف و جمع والبقیع الغرق
 قوم لهم فضل و مجد باذخ
 يعرفه المشرک والموحد
 (۲۵۹)

۲۹۔ شیخ عارف عامر بن عامر بصری اپنے قصیدے میں کہتے ہیں:

امام الهدی حتی متی انت غائب
 فمن علينا يا ابانا باويه !
 ترائت لنا رايات جيشك قادمًا
 ففاحت لنا مجها روائح مسكه
 وبشرت الدنيا بذلك فاغدت
 مباسمها مفترّة عن مسرة
 مللنا وطال الا نتظار فجدلنا
 بربك يا قطب الوجود بلقيه
 فعجل لنا حتى نراك فلذه
 المحب لقا محبوبه بعد غيبه
 زرعت بزور العلم في حريرة
 فجاءت كما تهوى باينع خضرة
 وريع منها كلما زاكيا !
 فقد عطشت فامدد قواها بسقيه
 ولم يروها الا لقال فجدبه !
 ولو شربت ماء الفرات و دجله

(۲۶۰)

۳۰۔ شیخ الفاضل العارف ابوالمعالی صدر الدین قونوی کے اشعار:

يقوم بأمر الله في الأرض ظاهراً
 على رغم شيطانين يمحق للكفر
 يويد شرع المصطفى وهو ختبه
 ويمتد من ميم بأحكا مها يدرى
 ومدته ميقات موسى و جنده
 خيار الورى في الوقت يخلو عن محصر
 على يده محق اللئام جميعهم
 بسيف قوى البتن علك ان تدرى
 حقيقه ذاك السيف والقائم الذى
 تعين للدين القويم على الامر
 لعمرى هو الفرد الذى بان سره
 بكل زمان في مضاء له يسرى
 تسمى بأسماء البراتب كلها
 خفاء و اعلاء ناكذاك الى الحشر
 اليس هو النور الاتم حقيقه
 ونقطعه ميم منه امدادها يجرى
 يفيض على الا كوان ماقد افاضه
 عليه اله العرش في ازل الدهر
 فما ثم الا الميم لا شئى غيره !
 وذوالعين من نوابه مفرد العصر
 هو الروح فاعلمه و خذ عهده اذا
 بلغت الى مد مديد من العبر
 كانك بالعذكور تصدر اقيا
 الى ذروة البجد الا ثيل على القدر

وما قدرہ الا الوف بحکمہ
 علی حد مرسول الشریعہ بالامر
 بذاقال اهل الحل والعقد فاکتفی
 بنصہم المبتوث فی الصحف الزبر
 فان تبغ میقات الظہور فابہ
 یكون بدرو جامع مطلع الفجر
 بشمس تمدا کل من ضوء نورہا
 وجمع دراری الاوج فیہا مع البدر
 وصلی علی المختار من آل ہاشم
 محمد المبعوث بالنہی والامر
 علیہ صلاۃ اللہ ملاح بارق !
 وما اشرقت شمس الغزالہ فی الظہر
 وآل واصحاب اولی الجود و التقی
 صلاۃ و تسلیماید و مان للحشر
 (۲۶۱)

۳۱۔ امام العلامہ ابوسالم کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی کے اشعار:

فہذا الخلف الحجہ قد ایدہ اللہ
 حداہ منہج الحق واتاہ سجاياہ
 واعلی فی ذوی العلیا بالتایید مرقاہ
 واتاہ حلی فضل عظیم فتحلاہ
 وقد قال رسول اللہ قولا قد رویناہ
 وذوالعلم بما قال اذا ادرك معنہ
 یر الاخبار فی البہدی جاء ت بمسماہ
 وقد ابداہ بالنسبہ والوصف وسماہ

ویکفی قوله منی لا شراق محیاء
ومن بضعتہ الزہراء مرساء ومسراہ
ولن یبلغ ما اوتیہ امثال و اشباہ !
فمن قالوا ہوالمہدی مامانوا بما فاہ
(۲۶۲)

۳۲۔ زید بن علی بن حسین علیہما السلام کے اشعار:

نحن سادات قریش
وقوام الحق فینا
نحن الانوار التي
من قبل کون الخلق کنا
نحن منا المصطفی ال
مختار و المہدی منا
فبنا قد عرف الله
و با الحق اقمنا
سوف یصلاہ سعیر
من تولی الیوم عنا (۲۶۳)

۳۳۔ عبداللہ بن بشار کے اشعار:

اذا کملت احدی و ستین حجه
الی تسعه من بعد هن ضرایح
وقام بنو لیث بقصر ابن احمد
یہزون اطراف القنا والصفایح
نعر فہم شعث النواصی یقودھا
من المنزل الاقصی شعیب بن صالح
وجدی هذا اعلم الناس کلہم

ابو حسن اہل التقی والہدای (۲۶۴)
۳۴۔ سید عبدالوہاب البدری کے اشعار:

یا حادی الركب یمم روضه النعم
وکعبه الفضل والا مال والکرم
عرج علی من بسامراء حضرتهم
تلق الائمہ اہل الیت والحرم
آل النبی الذی جاء رحمہ و ہدی
للعالمین امام العرب والعجم
زر الامام (النقی) ابن الجواد تنل
فوزا بحبل و داد غیر منصرم
بالعسکری الامام (المقتدی) حسن
ونجلہ المرتجی (المہدی) واعتصم
اسباط خیر الوری اشبال (حیدرۃ)
ابناء (فاطمہ الزہراء) فلذہبہم!
ہم عترۃ المصطفی والوارثون له
حقا اتی نعتہم فی محکم الکلم!
وہم نجوم سماء المہتدین وہم
فلک النجاة وان سارت بملتطم
(۲۶۵)

آپؑ صحاح ستہ میں

حدیث کی کتابیں امام مہدی علیہ السلام کے ذکر سے بھری پڑی ہیں جن میں رسول اعظمؐ کی احادیث میں آپؑ کی غیبت کا ذکر، آپؑ کے ظہور کی علامات، آپؑ کے خروج، آپؑ کے لشکروں، آپؑ کی حکومت اور آپؑ سے متعلق دوسرے امور درج ہیں، ان احادیث کو جمہور علمائے امت نے اور ان کے بزرگوں نے صحیح و معتبر اسناد سے صحابہ کبار اور تابعین سے روایت کیا ہے۔

صحاح السنۃ۔ یعنی: صحیح البخاری تالیف محمد بن اسماعیل البخاری و صحیح مسلم تالیف مسلم ابن الحجاج القشیری و مسند ابی داؤد تالیف ابی داؤد سلمان بن الاشعث السجستانی و صحیح الترمذی تالیف محمد بن عیسیٰ الترمذی، و سنن المصطفیٰ تالیف محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی و سنن النسائی تالیف احمد بن شعیب النسائی۔

یہ ساری کتابیں اہل سنت کے نزدیک حدیث کے قابل وثوق مصادر ہیں، ان ساری کتابوں نے ایسی احادیث کا اندراج کیا ہے جن میں سے ہر صحیح سے ایک ایک حدیث کے حساب سے یہاں احادیث پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہاری حالت و کیفیت کیا ہوگی جب ابن مریمؑ تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امامؑ تم ہی میں سے ہوگا۔ (۲۶۶)

۲۔ تمہارے خلفاء میں سے ایک ایسا خلیفہ ہوگا جو مٹھیاں بھر بھر کے مال دے گا، گن گن کر نہیں۔ (۲۶۷)

۳۔ آپؐ نے فرمایا: مہدیؑ میری عترت میں سے اولادِ فاطمہؑ سے ہوں گے۔ (۲۶۸)

۴۔ حضورؐ نے فرمایا: دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص عربوں پر بادشاہی نہیں کر لے گا جس کا نام میرے جیسا ہوگا۔ (۲۶۹)

۵۔ عبد اللہؑ سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ اچانک بنی ہاشم میں سے کچھ نوجوان سامنے آئے، رسول اللہؐ نے جب انہیں دیکھا تو آپؐ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور آپؐ کا رنگ متغیر ہو گیا۔

عبد اللہؑ کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میں آپؐ کے چہرے پر ایسی چیز دیکھتا ہوں جو مجھے دکھی کرتی ہے، آپؐ نے فرمایا ہم ایسے اہل بیت اور خانوادہ ہیں کہ اللہ نے ہمارے لئے دنیا کی نسبت آخرت کو اختیار اور پسند فرمایا ہے۔

میرے اہل بیتؑ میرے بعد عنقریب بلا اور مصیبت سے دو چار ہوں گے، جلاوطن کئے جائیں گے اور گوشہ نشینی پر مجبور کئے جائیں گے، یہاں تک کہ مشرق کی جانب سے ایک قوم آئے گی، جن کے ساتھ سیاہ جھنڈے ہوں گے وہ خیر و بھلائی کا سوال کریں گے جو انہیں نہیں دی جائے گی، چنانچہ وہ جنگ و قتال کریں گے جس سے انہیں نصر و غلبہ حاصل ہوگا، پھر انہیں وہ کچھ دیا جائے گا جس کا انہوں نے سوال کیا تھا، وہ اسے قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ اسے میرے اہل بیتؑ کے ایک شخص کے سپرد کریں گے، وہ اسے عد و قسط سے پر کرے گا جس طرح انہوں نے اسے ظلم و جور سے بھر رکھا ہوگا، جو شخص اس زمانے کا ادراک کر لے (اور شناخت کرے) تو وہ ان کے پاس آئے، خواہ اسے برف پر گھٹنوں کے بل چلنا پڑے۔ (۲۷۰)

۶۔ حضورؐ نے فرمایا:

میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں خدا جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا ایک وہ گروہ جو اہل ہند سے جنگ کرے گا اور دوسری وہ جماعت جو عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کے ساتھ ہوگی۔ (۲۷۱)

آپؐ کے بارے میں اہل سنت کی کتابیں

امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں رسول اعظمؐ سے بہت سی احادیث کو اکابر علمائے مسلمین نے اپنے صحاح میں لکھا ہے جو آپؐ کی غیبت، آپؐ کے خروج، آپؐ کی حکومت و سلطنت کے متعلق آئی ہیں، جمہور علماء نے انہیں اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے مسلمانوں نے آپؐ کے خروج پر اجماع و اتفاق کیا ہے اور اس پر بھی کہ آپؐ ہی وہ ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

سید امین رحمہ اللہ نے ”اعیان الشیعہ“ کے جزء چار، قسم ثالث کے ص ۳۴۰ پر لکھا ہے کہ آخری زمانے میں مہدیؑ کے خروج کرنے پر تمام مسلمان متفق ہیں، آپؐ ابن ابی طالبؑ اور فاطمہ علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؐ کا نام بنی اکرمؑ کے جیسا ہے اس سلسلے کی روایات و احادیث فریقین کے یہاں متواتر ہیں جنہیں ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے اور اپنی کتابوں اور تصانیف میں انہیں درج کیا ہے۔

اس سلسلے کی خصوصیت کتابیں دونوں فریقوں میں تالیف ہوئی ہیں، آئینہ صفحات پر توجہ کرنے سے ان کا تواتر معلوم ہوگا، یہ زیادہ تر اہل سنت کی روایات ہیں ان میں چند شیعہ روایات بھی ہیں، شیعہ روایات بہت ہیں مگر اختصار کے خیال سے ان سب کو پیش نہیں کیا جا رہا ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کا اعتقاد رکھنا اسلام کے اہم امور میں اور متواترات میں سے ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ اس کی ضروریات اور مسلمات میں سے ہے، وہ حدیث اسے ثابت کرتی ہے جو بعض کتابوں میں آتی ہے یعنی مہدیؑ اور دجال کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ (۲۷۲) اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

کوئی تعجب نہیں کہ باوجود مسلک و مذہب کے اختلافات کے علمائے اسلام امام مہدیؑ کے متعلق کتابیں تصنیف کرنے اور آپؐ کے بارے میں احادیث جمع کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

۱۔ ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون۔ تالیف:

احمد بن صدیق البخاری، طبع بمطبعہ الترقی دمشق، سنہ ۱۳۴۷ھ (۲۷۳)

- ۲۔ احوال صاحب الزمان، تالیف: سعد الدین الحموی (۲۴۴)
- ۳۔ اخبار المہدی، تالیف: حماد بن یعقوب الرواجنی (۲۴۵)
- ۴۔ اربعین حدیث فی المہدی، تالیف: ابی العلاء الہمدانی (۲۴۶)
- ۵۔ اربعین حدیث فی المہدی، تالیف: الحافظ ابی نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی (۲۴۷)
- ۶۔ البیان فی اخبار صاحب الزمان، تالیف: القرشی الکنجی الشافعی (۲۴۸)
- ۷۔ البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان، تالیف: علی ابن حسام الدین المتقی الہندی۔ مولف کنز العمال۔
جن کا ایک نسخہ نجف اشرف میں مکتبہ امیر المؤمنین العامہ میں اور دوسرا ترک کی مکتبہ بایزید شمارہ ۸۲۹ میں موجود ہے۔ (۲۷۹)
- ۸۔ تحدیق النظر فی اخبار المہدی المنتظر، تالیف: محمد بن عبدالعزیز بن مانع۔
جو چودھویں صدی کے نجد کے علماء میں سے ہیں، اس کا ایک نسخہ دارالکتب میں ہے مطابق فہرست ”۱۲۷“ (۲۸۰)
- ۹۔ تلخیص البیان فی علامات مہدی آخر الزمان، تالیف: ابن کمال باشا حنفی المتوفی سنہ ۵۹۴
استنبول کے کتب خانوں میں کئی مطبوعہ نسخے ہیں ان میں سے ایک نسخہ عاشر آفندی کے مکتبہ سلیمانیہ میں ایک مجموعہ کے ضمن میں ہے جس کا شمارہ ۴۴۶ ہے۔ (۲۸۱)
- ۱۰۔ تلخیص البیان فی اخبار مہدی آخر الزمان، تالیف: علی بن حسام الدین المتقی الہندی المتوفی سنہ ۹۷۵ (۲۸۲)
- ۱۱۔ التوضیح فی تواتر ماجاء فی المہدی المنتظر والد جال والمسیح۔ تالیف: قاضی القضاۃ محمد بن علی الشوکانی المتوفی سنہ ۱۲۵ (۲۸۳)

- ۱۲۔ جمع الاحادیث الواردة فی المہدی، تالیف: ابی بکر بن خیشمہ (۲۸۳)
- ۱۳۔ الرد علی من حکم وقضی ان المہدی الموعود جاء ومضی، تالیف: ملا علی القاری المتوفی سنہ ۲۰۱۴ ہجری۔
- اس کا ایک نسخہ نجف اشرف میں مکتبہ امیر المومنین العامہ میں موجود ہے جب کہ دوسرا نسخہ لکھنؤ کے مکتبہ ناصر یہ العامہ میں پڑا ہے۔ (۲۸۵)
- ۱۴۔ رسالہ فی الاحادیث القاضیہ۔ بخروج المہدی، تالیف: بدر الملہ محمد بن اسماعیل الیمنی الصنعانی المتوفی سنہ ۴۵۱ ہجری (۲۸۶)
- ۱۵۔ رسالہ فی المہدی ضمن مجموعہ شمارہ ۳۴۵۸۔
- اسعد آفندی کے کتاب خانہ سلیمانیہ ترک میں موجود ہے۔ (۲۸۷)
- ۱۶۔ العرف الواردی فی اخبار المہدی، تالیف: جلال الدین السيوطی الشافعی۔ (۲۸۸)
- ۱۷۔ العطر الوردی فی شرح القطر الشہدی فی اوصاف المہدی، تالیف: محمد بن محمد بن احمد الحسینی البلبیسی، شرحہ سنہ ۱۳۰۸ (۲۸۹)
- ۱۸۔ عقد الدرر فی اخبار المہدی المنتظر، تالیف: یوسف بن یحییٰ بن علی المقدسی الشافعی المتوفی سنہ ۶۸۵ (۲۹۰)
- ۱۹۔ علامات المہدی، تالیف: جلال الدین السيوطی۔ (۲۹۱)
- ۲۰۔ فرائد فوائد الفکر فی الامام المہدی المنتظر، تالیف: مرعی بن یوسف الکرہی المقدسی الحنبلی المتوفی سنہ ۱۰۳۱ نسخہ منہ ضمن مجموعہ برقم ۱۳۴۶ بمکتبہ عاشر افندی سلیمانیہ۔ (۲۹۲)
- ۲۱۔ فوائد الفکر فی المہدی المنتظر، تالیف: مرعی بن یوسف الکرہی المقدسی الحنبلی المتوفی سنہ ۵۱۰۳۔ (۲۹۳)
- ۲۲۔ القطر الشہدی فی اوصاف المہدی، منظومہ تالیف: شہاب الدین احمد بن احمد بن اسماعیل الحلوانی الشافعی المتوفی سنہ ۵۱۳۰۸۔

جو کتاب فتح رب الارباب سے ملحق مصر میں ۱۳۴۵ھ میں مطبع المعابد میں چھپی ہے۔ (۲۹۴)

٢٣- القول المختصر في علامات البهdy المنتظر، تأليف: احمد شهاب الدين

بن حجر الهيتمي - (٢٩٥)

۲۴۔ کتاب المہدی، تالیف: ابی داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی۔

جو صحاح ستہ کے مولفین میں سے ایک ہے۔ (۲۹۶)

٢٥- المشرّب الواردی فی اخبار المہدی، تألیف: البلا علی بن سلطان محمد

القاری الحنفی المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ۔

اس کا ایک نسخہ عاشر آفندی کے کتاب خانہ سلیمانیہ میں ایک مجموعے کے ضمن شماره ۱۱۴۶، اس کے دو نسخے دو مجموعوں کے ضمن میں شماره ۱۴۴۶، ۳۵۲۳، اسعد آفندی کے کتاب خانہ سلیمانیہ میں، چوتھا نسخہ کتاب خانہ عبدالحمید سلیمانیہ میں شماره ۱۴۳۹ کے ایک مجموعے کے ضمن میں موجود ہے، پانچواں نسخہ نور عثمانیہ میں شماره ۴۰۰۶ کے مجموعے میں، چھٹا نسخہ کویرلی میں شماره ۵۰۹ کے ایک مجموعے کے ضمن میں موجود ہے۔ (۲۹۷)

۲۶۔ البھدی، تالیف: شمس الدین----- ابن قیم الجوزیہ المتوفی سنہ

(۲۹۸)۵۷۵۱

٢٤- البهدي الى ماورد في البهدي: شمس الدين محمد بن طولون- (٢٩٩)

٢٨- النجم الثاقب في بيان ان لمهدي من اولاد علي بن ابي طالب في ٨٠ صفحة

بمکتبه لاله لی سلیمانیہ شمار ۶۸۶۸ (۳۰۰)

۲۹۔ الهدیہ البہدویہ، تالیف: ابی الرجاء محمد ہندی (۳۰۱)

٣٠- الفواصم عن الفتن القواصم، تأليف: العالم العلامة علي بن برهان الدين

الحلبى الشافعى - (٣٠٢)

آپؐ کے وجود کے معترف علمائے اہل سنت

گزشتہ صفحات میں ہم نے امام مہدی علیہ السلام پر کتابیں تصنیف کرنے والوں یا دینی کتابوں میں الگ باب قائم کرنے اور اس میں آپؑ کا ذکر کرنے والوں کے نام پیش کئے تھے۔

یہاں ان منتخب علماء کا ذکر کیا جا رہا ہے جو آیہ کی بقا کا اعتقاد رکھتے ہیں اور آیہ کے خروج کرنے کا

اعتراف کرتے ہیں ان میں سے بعض نے آپؑ سے ملاقات کا بھی دعویٰ کیا ہے، بعض نے آپؑ سے بالمشافہ حدیث نقل کی ہے، آپؑ کے وجود مبارک کے بارے میں علماء کی ایک جماعت نے فتویٰ بھی دیا ہے ان میں سے کچھ یہ ہیں:

- ۱۔ شیخ الاسلام ابراہیم بن سعد الدین۔ (۳۰۳)
- ۲۔ الحافظ ابو محمد احمد بن ابراہیم بن ہاشم الطوسی البلاسی البلاذری نے آپؑ سے بالمشافہ حدیث نقل کی ہے۔ (۲۰۴)
- ۳۔ ابوالسرور احمد بن ضیاء الحنفی نے اپنے فتویٰ میں آپؑ کا اقرار کیا ہے۔ (۳۰۵)
- ۴۔ ابو العباس احمد الناصر الدین اللہ۔ عباسی خلیفہ نے آپؑ کی زیارت گاہ تعمیر کی اور آپؑ کا اسم مبارک چوبی دروازے پر نقش کروایا جو آج تک موجود ہے۔ (۳۰۶)
- ۵۔ مولوی جلال الدین رومی نے الامام المہدیؑ کا ذکر آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی مدح کرتے ہوئے کیا ہے۔ (۳۰۷)
- ۶۔ العارف شیخ حسن العراقی نے امام مہدیؑ سے ملاقات کا دعویٰ کیا ہے۔ (۳۰۸)
- ۷۔ المولیٰ حسین بن علی اکاشفی صاحب جواہر التفسیر۔ (۳۰۹)
- ۸۔ شمس الدین التبریزی نے الامام المہدیؑ علیہ السلام کا ذکر آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی مدح کرتے ہوئے کیا ہے۔ (۳۱۰)
- ۹۔ شیخ علی الخواص۔ (۳۱۱)
- ۱۰۔ عماد الدین الحنفی۔ (۳۱۲)
- ۱۱۔ عماد الدین الحنفی۔ (۳۱۳)
- ۱۲۔ شیخ عطار نیشاپوری نے الامام المہدیؑ کا ذکر آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی مدح کرتے ہوئے کیا ہے۔ (۳۱۴)
- ۱۳۔ محمد بن محمد المالکی نے اپنے فتویٰ میں آپؑ کا اقرار کیا ہے۔ (۳۱۵)
- ۱۴۔ سید النسیبی نے الامام المہدیؑ علیہ السلام کا ذکر آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی مدح کرتے ہوئے کیا ہے۔ (۳۱۶)
- ۱۵۔ سید نعمت اللہ الولی نے الامام المہدیؑ علیہ السلام کا ذکر آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی مدح کرتے ہوئے کیا ہے۔ (۳۱۷)
- ۱۶۔ یحییٰ بن محمد الحسنبلی نے اپنے فتویٰ میں آپؑ کا اقرار و اعتراف کیا ہے۔ (۳۱۸)

آپؐ علمائے اہل سنت کی نظر میں

اس باب میں ہم علمائے امت اور معروف دانشوروں کی گفتار پیش کرتے ہیں، ان سب نے امام مہدی علیہ السلام کا صریح اعتراف کیا اور اس بات کا کہ وہ آپؐ ہی ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

اس باب میں پچھلے صفحات کی طرح ہم علمائے اہل سنت کا آپؐ کے وجود پر اجماع پاتے ہیں اور ماسوائے چند ایک کے اس بات پر بھی کہ وہ آپؐ ہیں جن کے خروج اور حکومت کی رسول اعظمؐ نے بشارت دی ہے۔ (۳۱۹) یہاں ان علماء کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ ابن جوزی نے امام مہدیؑ کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ کے نماز پڑھنے کے بارے میں کہا ہے کہ اگر عیسیٰؑ کو بطور امام کے آگے بڑھا تو اس میں ایک شبہ پیدا ہوتا کہ انہیں اس لئے ترجیح دی کہ وہ نائب رسولؐ تھے یا نئی شریعت لے کر آئے تھے، چنانچہ انہوں نے ماموم کی حیثیت میں نماز پڑھی تاکہ کسی شبہ یا اعتراض کی گنجائش نہ رہے اور غلط فہمی نہ پیدا ہو۔ (۳۲۰)

۲۔ ابن کثیر نے جب اس حدیث کو بیان کیا جس میں مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کے آنے کا ذکر ہے، تو کہا کہ یہ وہ جھنڈے نہیں ہیں جو ابو مسلم خراسانی لے کر آگے بڑھا تھا اور اس نے بنی امیہ سے حکومت چھینی تھی یہ دوسرے سیاہ جھنڈے ہیں جو حضرت مہدیؑ کے ساتھ آئیں گے۔ (۳۲۱)

۳۔ ابو احسین آبری کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپؐ (مہدیؑ) کے خروج کے بارے میں کثرت و ریایات کی وجہ سے احادیث متواتر اور مستفیض ہیں، مہدیؑ آپؐ کے اہل بیت میں سے ہیں، آپؐ سات سال حکومت کریں گے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے آپؐ عیسیٰؑ علی نبینا وعلیہ افضل الصلاۃ والسلام کے ساتھ خروج کریں گے، چنانچہ وہ فلسطین کی سرزمین میں ’لد‘ کے دروازے پر دجال کے قتل پر آپؐ کی مساعت کریں گے، آپؐ اس امت کی امامت اور رہبری فرمائیں گے اور حضرت عیسیٰؑ آپؐ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ (۳۲۲)

۴۔ ابوطیب بن ابواحمد حسینی بخاری قنوجی کہتے ہیں کہ مہدیؑ کے بارے میں جو احادیث ہیں ان میں سے بعض صحیح ہیں، بعض حسن اور بعض ضعیف ہیں، مگر صدیاں گزرنے کے بعد بھی تمام اہل اسلام کے نزدیک آپؐ کا معاملہ مشہور و معروف ہے۔

اہل بیت نبویؑ میں سے ایک شخص کا آخری زمانہ میں ظہور ضروری اور لازمی امر ہے وہ دین کی تائید کریں گے عدل و انصاف کو ظاہر کریں گے، مسلمان ان کی پیروی کریں گے، وہ تمام اسلامی ممالک پر غلبہ پالیں گے،

انہیں مہدیؑ کا نام و لقب دیا جائے گا، دجال کا خروج، جو قیامت کے ثابت شدہ صحیح علامات میں سے ایک ہے آپؑ کے بعد ہوگا۔

حضرت عیسیٰؑ آپؑ کے خروج کے بعد آسمان سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے یا پھر آپؑ کے ساتھ نزول فرمائیں گے اور آپؑ کی اس (دجال) کے قتل پر مسعدت فرمائیں گے، حضرت عیسیٰؑ، حضرت مہدیؑ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

اس نوع کی دوسری احادیث اور دجال اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں احادیث حد تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ (۳۲۳)

۵۔ مشہور عارف شیخ الاسلام شیخ احمد جامی نے اپنے فارسی منظومہ میں کہا ہے کہ مہدیؑ پوری دنیا کے قائد و رہبر ہیں۔ (۳۲۴)

۶۔ شہاب الدین احمد بن حجر پیشی کہتے ہیں کہ ابوالقاسم محمد الحجتؑ کی ان کے والد کی وفات کے وقت عمر ۵ سال تھی، خداوند عالم نے انہیں اسی عمر میں علم و حکمت عطا کر دی تھی، انہیں القاسم اور المنتظرؑ کے القاب اور نام سے پکارا جاتا ہے۔ (۳۲۵)

۷۔ ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبید اللہ بن موسیٰ بہیقی فقیہ شافعی حافظ کبیر نے کہا ہے کہ لوگوں نے مہدیؑ کے معاملے میں اختلاف کیا ہے ایک گروہ کا اعتقاد ہے کہ آپؑ اولاد جناب فاطمہ بنت رسول اللہؐ میں سے ایک ہیں۔ انہیں خدا جب چاہے گا پیدا کرے گا اور انہیں اپنے دین کی نصرت کے لیے مبعوث کرے گا۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ مہدیؑ موعود پیدا ہو چکے ہیں، جمعہ پندرہ شعبان سنہ دوسو و پچپن ہجری میں پیدا ہو چکے ہیں آپؑ وہی امام ہیں جن کا لقب القاسم اور المنتظرؑ ہے، جن کا نام محمد بن حسن عسکریؑ ہے آپؑ سرمن رائے (سامرہ) میں سرداب میں داخل ہوئے اور اب لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں آپؑ کے خروج کا انتظار ہے، غنقریب آپؑ ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، آپؑ کی طول عمر میں اور اتنا زمانہ گزرنے میں کوئی تعجب نہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ اور حضرت خضرؑ (زندہ) ہیں۔

یہ لوگ وہی شیعہ حضرات ہیں خصوصاً امامیہ اور اس پر اہل کشف کی ایک جماعت نے بھی ان سے موافقت کی ہے۔ (۳۲۶)

۸۔ قاضی احمد، جو ابن خلکان کے نام سے مشہور ہیں، کہتے ہیں کہ ابوالقاسم محمد بن حسن عسکریؑ بن علی الہادیؑ بن محمد جوادؑ کا ان کے آنے سے پہلے ذکر ہو چکا ہے آپؑ شیعہ امامیہ کے اعتقاد کی بنا پر اماموں میں سے بارہویں ہیں اور الحجتؑ کے نام سے مشہور ہیں۔

آپؑ کی ولادت جمعہ پندرہ شعبان ۲۵۵ ہجری میں ہوئی۔

جب آپؑ کے والد، جن کا ذکر پہلے آچکا ہے، فوت ہوئے تو آپؑ کی عمر پانچ سال تھی ابن اریق نے تاریخ میافارقین میں کہا ہے کہ ”الحجت“ جن کا ذکر ہو چکا ہے ۹ ربیع الاول ۲۵۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ (۳۲۷)

۹۔ مفتی مکہ سید احمد زینی دحلان کہتے ہیں کہ جن احادیث میں مہدیؑ کا ذکر آیا ہے وہ بہت ہیں اور متواتر ہیں، ان میں سے بعض صحیح ہیں، بعض حسن ہیں اور ان میں سے اکثر ضعیف ہیں مگر اپنی کثرت اور راویوں کی کثرت اور ان کو اپنی کتابوں میں درج کرنے اور لکھنے والوں کی کثیر تعداد کی وجہ سے دوسری حدیثوں کو قوت بخشی ہیں، حتیٰ کہ قطع و یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔

جو امور قطعی اور یقینی ہیں وہ یہ ہیں کہ آپؑ کا ظہور ہوگا، آپؑ اولاد فاطمہؑ میں سے ہیں اور آپؑ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

اس چیز پر علامہ سید محمد بن رسول برزنجی نے ”الاشاعۃ“ کے آخر میں تنبیہ کی ہے کہ آپؑ کے ظہور کا وقت، سال کا تعین اور حد بندی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ غیب ہے جسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور شارع کی طرف کوئی نص اس تحدید (حد کے تعین) کی نہیں دیکھی گئی۔ (۳۲۸)

۱۰۔ شیخ علاؤ الدین احمد بن محمد سمائی نے ابدال و اقطاب کے تذکرے میں کہا ہے کہ محمد مہدیؑ حسن عسکریؑ قطب کے مرتبے پر پہنچے ہیں، آنجنابؑ تدریجاً طبقہ بہ طبقہ ابدال کے دائرے سے بڑھتے بڑھتے سید ابدال ہو گئے ہیں (۳۲۹)

۱۱۔ اسماعیل حقی کہتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰؑ اور امام مہدیؑ جمع ہوں گے تو عیسیٰؑ شریعت و امامت کے ساتھ قیام کریں گے اور مہدیؑ تلوار و خلافت کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ ولایت مطلقہ کے خاتم اور حضرت مہدیؑ خلافت مطلقہ کے خاتم ہیں۔ (۳۳۰)

۱۲۔ قاضی بہلول بہجت کہتے ہیں کہ امام ابوالقاسم محمد مہدیؑ پندرہ شعبان ۲۵۵ ہجری کو پیدا ہوئے آپؑ کی والدہ ایک ام ولد (کنیز) ہیں جن کا نام نرجس خاتون ہے جب آپؑ کے والد گرامیؑ کی رحلت ہوئی تو آپؑ کا سن پانچ سال کا تھا، امامؑ کی دو غیبتیں ہیں، پہلی غیبت صغریٰ اور دوسری غیبت کبریٰ، آنجنابؑ اب تک زندہ اور سلامت ہیں جب خداوند تعالیٰ آپؑ کو اذن دے گا تو ظہور کریں گے، آپؑ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ (۳۳۱)

۱۳۔ امام ابواسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اصحاب کہف کے واقعے میں کہا ہے کہ وہ اپنے سونے کی جگہ واپس گئے اور آخری زمانے تک یعنی امام مہدیؑ علیہ السلام کے خروج کے وقت تک کے لئے نیند اختیار کر لی، آنجنابؑ ان پر سلام کریں گے تو اللہ عز و جل انہیں آپؑ کے لئے زندہ کر دے گا، پھر انہیں ان کی نیند کی طرف پلٹا

دے گا تو وہ قیامت کے آنے تک نہیں اٹھیں گے۔ (۳۳۲)

۱۴۔ جعفر بن سیار شامی کہتے ہیں کہ مہدیؑ کا روم ظالم (مظلوموں کی دادرسی) اس حد تک ہوگی کہ اگر کسی آدمی کی داڑھ کے نیچے کوئی چیز ہوگی تو وہ بھی ظالم سے چھین کر آپؑ مظلوم کو واپس کر دیں گے۔ (۳۳۳)

۱۵۔ قاضی جواد سباطی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے صریح ارشاد کے ساتھ جن پر بعینہ نص ہوئی ہے وہ مہدی علیہ السلام ہیں۔

آپؑ صرف سننے پر سزا نہیں دیں گے کیونکہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آنجناب علیہ السلام صرف سننے اور دیکھے جانے پر حکم نہیں لگائیں گے اور فیصلہ نہیں دیں گے بلکہ آپؑ باطن کا ملاحظہ کریں گے، یہ چیز انبیاء اور اوصیاء میں سے کسی کے لیے اتفاق میں نہیں آئی۔

مسلمانوں نے مہدی علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا ہے ہمارے اصحاب اہل سنت والجماعت نے کہا ہے کہ آپؑ اولاد فاطمہؑ میں سے ایک شخص ہیں جن کا نام محمدؑ ہے، آپؑ کی والدہ کا نام آمنہؑ ہے، اور (شیعہ) امامیہ نے کہا ہے کہ وہ محمد بن حسن عسکری علیہما السلام ہیں جو ۲۵۵ ہجری میں امام حسن عسکریؑ کے گھر سامرہ میں پیدا ہوئے، آپؑ کی والدہ زہراؑ ہیں۔

سرمن رائے (سامرا) میں معتمد عباسی کے زمانے میں ایک سال غائب رہے، پھر ظاہر ہوئے، پھر غائب ہوئے اور یہ غیبت کبریٰ ہے جب خدا چاہے گا پھر لوٹ آئیں گے۔

چونکہ ان کا قول اس نص کے شمول سے زیادہ قریب ہے اس لیے میں نے مذہبی تعصب سے قطع نظر کر کے اور ملت و امت محمدؐ کی حمایت اور ان کی دفاع کی غرض سے آپؑ کے سامنے امامیہ کے دعویٰ کے اس نص کے مطابق ہونے کا ذکر کیا ہے۔ (۳۳۴)

۱۶۔ حسین بن معین الدین میبیدی کہتے ہیں کہ نعمتوں کے بخشنے والے سے امید ہے کہ وہ ہماری آنکھوں کو آنجنابؑ کے قدموں کے جواہر کے سرمہ سے منور کرے گا اور ان کی آفتاب حقیقت کی شعاعوں کی روشنیاں یکجا ہماری دیواروں اور چھتوں پر پڑیں گی، یہ چیز خداوند تعالیٰ کے لیے کوئی دشواری نہیں۔ (۳۳۵)

۱۷۔ حسین بن ہمدان حاضینی نے اپنی کتاب ”الہدایۃ“ میں کہا ہے کہ گیارہویں، ابو محمد امام حسنؑ بن علیؑ ستائیس سال کی عمر میں جمعہ کے دن جب کہ ربیع الاول کی آٹھ راتیں گزریں تھیں، سال دو سو ساٹھ ہجری میں چل بسے، آپؑ کے فرزند بارہویں خلف مہدیؑ صاحب الزمان جمعہ کے دن طلوع فجر کے قریب جب کہ شعبان کی آٹھ راتیں گزری تھیں، سال دو سو پچپن ہجری میں پیدا ہوئے۔ (۳۳۶)

۱۸۔ خیر الدین زرکلی کہتے ہیں کہ محمد بن حسن عسکری خالص بن علی ہادی ابو القاسم امامیہ کے نزدیک بارہ اماموں کے آخری ہیں، ان کے یہاں مہدیؑ، صاحب الزمان، منتظر، حجت اور صاحب سرداب کے القاب

سے مشہور ہیں، آپؑ سامراء میں پیدا ہوئے جب آپؑ کے والد کی وفات ہوئی تو آپؑ کی عمر پانچ سال کے لگ بھگ تھی۔ (۳۳۷)

۱۹۔ قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر ہندی نے جو ملک العلماء کے لقب سے مشہور تھے اپنی کتاب ہدایۃ السعداء میں لکھا ہے کہ اہل سنت کا کہنا ہے کہ چار خلفاء کی خلافت نص سے ثابت ہے، حافظیہ کے عقیدے میں اسی طرح ہے، بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال ہے اور وہ علی علیہ السلام پر تمام ہوگی، پھر اسی طرح بارہ آئمہ کی خلافت، جن میں کے پہلے امام علی کرم اللہ وجہہ ہیں، آپؑ ہی کی خلافت کے بارے میں الخلافۃ ثلاثون سنتہ (خلافت تیس سال تک ہے) کی حدیث وارد ہوئی ہے، دوسرے امام شاہ حسن رضی اللہ عنہ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ میرا بیٹا سید و سردار ہے جو عنقریب مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے گا، تیسرے شاہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسین بن علیؑ کے بعد نو امام ہوں گے جن میں سے آخری قائم ہیں ان سب پر سلام ہو۔

جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ میں فاطمہؑ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپؑ کے سامنے چند الواح اور تختیاں تھیں جن پر آپؑ کی اولاد میں سے آئمہ کے نام تھے، میں نے گنا تو گیارہ نام تھے ان میں سے آخری قائم علیہ السلام تھے۔ (۳۳۸)

۲۰۔ شیخ کامل عارف صلاح الدین صفدی اپنی کتاب شرح الدرۃ میں کہتے ہیں کہ مہدی موعودؑ ان آئمہ میں سے بارہویں امام ہیں جن کے پہلے ہمارے آقا و سید علیؑ اور ان کے آخری مہدی رضی اللہ عنہم و نفعنا اللہ بہم (اور خدا ہمیں ان سے نفع پہنچائے) (۳۳۹)

۲۱۔ عارف، محدث، فقیہ ابوالجہد عبدالحق بخاری دہلوی نے مناقب آئمہ کے نام سے لکھے گئے اپنے رسالے میں کہا ہے کہ ابو محمد حسن عسکریؑ کے فرزند محمد علیہ السلام ان کے خاص اصحاب اور ثقات کے یہاں معلوم ہیں۔ پھر آنجناب علیہ السلام کی ولادت کا ذکر کیا ہے۔ (۳۴۰)

۲۲۔ شیخ عبدالحق نے لمعات میں کہا ہے کہ وہ احادیث جو حد تو اترا کو پہنچی ہوئی ہیں ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں کہ مہدیؑ اہل بیت میں سے اولاد فاطمہؑ میں سے ہیں۔ (۳۴۱)

۲۳۔ عزالدین ابو حامد عبد الحمید بن بیتہ الدین مدائنی نے جو ابن ابی الحدید کے نام سے مشہور ہیں، مہدیؑ کے باب میں امام امیر المومنینؑ کے کلام کی تشریح میں کہا ہے: پھر آپؑ نے مہدیؑ آل محمدؑ کا ذکر کیا ہے اور وہی جناب ہیں جو آپؑ نے اپنے اس قول میں مراد لئے ہیں:

”وان من ادرکھایسری فی ظلمات هذه الفتن بسر اجمیز“

جو اس زمانے کا ادراک کر لے تو وہ ان فتنوں کی تاریکیوں میں روشن چراغ کے ساتھ چلے گا۔ اور وہی

مہدی ہیں۔ (۳۴۲)

۲۴۔ عارف عبد الرحمن نے ”مرآة الاسرار“ میں کہا ہے: یہ ان کا ذکر ہے جو دین و ملت کے آفتاب ہیں، ساری ملت کے ہادی و رہبر ہیں، جو مطہر و پاکیزہ مقام احمدی میں قائم ہیں جو امام برحق ہیں ابوالقاسم محمد بن حسن مہدی رضی اللہ عنہ۔

آنجناب آئمہ اہل بیتؑ میں سے بارہویں امام ہیں، آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) ہیں جن کا نام نرجس ہے، آپؑ کی ولادت شب جمعہ پندرہ شعبان ۲۵۵ ہجری میں ہوئی۔
”شواہد النبوة“ کی روایت کے مطابق سرمن رائے، جو سامرہ کے نام سے مشہور ہے، وہاں تینیس رمضان ۲۵۸ ہجری کو (ولادت) ہوئی۔

آپؑ بارہویں امام ہیں جو کنیت اور نام میں حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موافق ہیں۔
آپؑ کے القاب شریفہ مہدیؑ، حجتؑ، قائمؑ، منتظرؑ، صاحب الزمانؑ اور خاتم الاثنی عشرؑ (بارہ کے خاتم) ہیں۔

آپؑ کے والد گرامی امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے وقت آپؑ کی عمر پانچ سال تھی۔
آپؑ مسند امامت پر بیٹھے، جس طرح حق تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو بچپن میں حکمت و کرامت عطا کی اور عیسیٰ بن مریمؑ کو بچپن کے زمانے میں عالی مرتبہ پر پہنچایا تھا، اسی طرح آنجنابؑ کو صغریٰ (کم سنی) میں اللہ تعالیٰ نے امام قرار دیا۔

آپؑ سے ظاہر ہونے والے خوارق عادات اور معجزات کم نہیں ہیں، اس مختصر کتاب میں ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

”المقصد الاقصیٰ“ کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ حضرت شیخ سعد الدین خلیفہ نجم الدین نے ام مہدیؑ کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کی ہے اس میں ان کے متعلق بہت سی چیزوں کا ذکر کیا ہے اس کے مثل اقوال نصرات کا لانا ممکن نہیں ہے۔

مزید کہا ہے کہ مہدیؑ ظہور فرمائیں گے تو بغیر خفاء کے ولایت مطلقہ کو ظاہر کریں گے، مذاہب کے اختلاف اور بے اخلاق کو مٹا دیں گے جیسا کہ احادیث نبوی میں ان کے اوصاف حمیدہ آئے ہیں۔
آخری زمانے میں ظہور نام کریں گے، سارے ربع مسکون کو ظلم و جور سے پاک کریں گے اور ایک ہی مذہب کا غلبہ ہوگا۔

اجمالی طور سے کہا جائے کہ جب دجال فتنہ الافعال موجود ہے، وہ ظاہر ہوگا اور وہ زندہ و مخفی موجود ہے اسی طرح حضرت عیسیٰؑ موجود اور مخلوق پوشیدہ ہیں تو فرزند رسول اللہؐ اگر عوام کی نظروں سے مخفی ہوں اپنے وقت معین

میں علی الاعلان ظاہر ہوں گے، تقدیر الہی کے تقاضے کے مطابق، جیسے حضرت عیسیٰؑ اور دجال، تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، جب کہ اکابر کی ایک جماعت اور رسول اللہؐ کے اہل بیتؑ کے اقوال سے ثابت ہے اس کا انکار تعصب کی وجہ سے ہے جب کہ اس میں ضرر و نقص موجود نہیں۔ (۳۴۳)

۲۵۔ عبد الرؤف منادی اس حدیث۔

”وَمَنْ الذِي يَصْلِي عِيسَىٰ خَلْفَهُ“

کی شرح میں کہتے ہیں کہ ”منا“ ہم اہل بیتؑ میں سے ”الذی“ ہے وہ شخص کہ یصلی عیسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے خلفہ جس کے پیچھے یعنی دجال کے خروج کے قریب آخری زمانے میں روح اللہ آسمان سے نزول کے وقت اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ نماز صبح کے وقت دمشق کے مشرق کی جانب منارہ بیضی (سفید منارہ) پر نزول کریں گے، امام مہدیؑ کو دیکھیں گے کہ وہ نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں، مہدیؑ ان کا احسا کرتے ہوئے پیچھے ہٹیں گے تاکہ حضرت عیسیٰؑ آگے بڑھیں مگر حضرت عیسیٰؑ انہیں آگے بڑھنے کو کہیں گے اور خود (ان کے) پیچھے نماز پڑھیں گے کس قدر عظیم ہے اس امت کا فضل و شرف۔ (۳۴۴)

۲۶۔ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن خشاب نے کتاب توارخ موالید الائمہ ووفیاتہم، میں کہا کہ ان کے دو نام ہیں ”الخلف“ اور محمد، وہ آخری زمانے میں ظہور اور خروج کریں گے، ان کے سر پر بادل سورج کی دھوپ سایہ کئے ہوگا، وہ آپؐ کے ساتھ ساتھ پھرے گا، وہ بادل قسح آواز میں کہے گا: یہی مہدیؑ ہیں۔ (۳۴۵)

۲۷۔ فاضل بارع شیخ عبد اللہ بن محمد مطیری شافعی اپنی کتاب ”الریاض الزاہرۃ فی فضل آل بیت النبی وعترتہ الطاہرۃ“ میں کہتے ہیں کہ بارہویں ان کے بیٹے محمد قائم مہدی رضی اللہ عنہ ہیں، پہلے سے نبی محمدؐ اور ان کے جد علیؑ سے اور ان کے باقی آباؤ اجداد اہل شرف و اہل مراتب سے ان پر ملت اسلامیہ میں نص آچکی ہے۔

آنجناب صاحب سیف اور قائم منتظرؑ ہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے آپؐ کے قیام سے پہلے آپؐ کی دو غیبتیں ہیں۔ (۳۴۶)

۲۸۔ مورخ عبد الملک عصامی لکھتا ہے کہ امام محمد مہدی بن حسن عسکری بن علی نقی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین، جمعہ کے دن پندرہ شعبان دو سو پچپن ہجری میں پیدا ہوئے، بعض نے ۲۵۶ ہجری کہا ہے اور یہی صحیح ہے، آپؐ کی والدہ ام ولد (کنیز) ہیں جن کا نام صیقل اور کہا گیا ہے کہ سوسن تھا، بعض نے نرجس کہا ہے۔

آپؐ کی کنیت ابوالقاسم ہے آپؐ کے القاب الحجت، الخلف الصالح، القائم، المنتظر، صاحب الزمان اور

مہدی ہیں اور یہ لقب زیادہ مشہور ہے۔

آپؑ کا حلیہ میانہ قد نو جوان حسین چہرے اور بالوں والے، بلند بانسہ اور تنگ نتھنوں والی ناک، کشادہ پیشانی ہے۔

جب آپؑ کے والد گرامی کی وفات ہوئی تو آپؑ کی عمر پانچ سال تھی۔ (۳۴۷)

۲۹۔ میرے آقا و سردار عبد الوہاب شعرانی کہتے ہیں: مہدیؑ امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں آپؑ پندرہ شعبان کی رات دوسو پچپن ہجری میں پیدا ہوئے اور آپؑ باقی ہیں یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے ساتھ یکجا ہوں گے۔ (۳۴۸)

۳۰۔ سید جمال الدین عطاء اللہ کتاب ”روضۃ الاحباب“ میں کہتے ہیں:

گفتگو بارہویں امام محمد بن حسن علیہما السلام کے بارے میں ہے، آپؑ کا میلاد سعید جو صدف ولایت کے موتی اور معدن ہدایت کے جوہر ہیں، پندرہ شعبان ۲۵۵ ہجری کو سامرا میں ہوا، بعض نے تیس ماہ رمضان ۲۵۸ ہجری کہا ہے اس انسان عالی کی والدہ ام ولد (کنیز) ہیں جن کا نام صیقل یا سوسن اور بعض نے نرجس اور بعض نے حکیمہ کہا ہے۔

یہ امام ذی الاحترام کنیت اور نام میں خیر الانام علیہ وآلہ تحف الصلاۃ والسلام کے موافق ہیں۔

آپؑ کے القاب مہدیؑ، منتظرؑ، خلف صالحؑ اور صاحب الزمانؑ ہیں۔

اپنے عظیم ترین والد کی وفات کے وقت آپؑ کی عمر صحت کے زیادہ قریب روایات کے مطابق، پانچ سال تھی۔ ایک روایت ہے کہ دو سال تھی۔

خداوند تعالیٰ نے آپؑ کو طفولیت میں یحییٰ بن زکریا سلام اللہ علیہما کی طرح حکمت و کرامت عطا کی تھی اور آپؑ کو امامت کے رفیع اور بلند مرتبہ تک بچپن ہی میں پہنچا دیا تھا۔

آپؑ سرمن رائے (سامرائی) کے سرداب میں سن دوسو پینسٹھ یا چھیاسٹھ (۲۶۵ھ، ۲۶۶ھ) میں خلیفہ معتمد عباسی کے زمانے میں غیبت میں گئے۔

اس کے بعد سید جمال الدین عطاء اللہ نے اپنی گفتگو کو چند اشعار پر ختم کیا ہے جن میں امام مہدی علیہ السلام کو خطاب کیا ہے اور آپؑ کے ظہور کی خواہش کا اظہار اور دعا ہے؟ (۳۴۹)

حوالہ جات

- ۱۔ کئی ایک علماء نے ایسی مستقل کتب لکھیں جن میں وہ احادیث، جو آئمہ اثنا عشر کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہوئی ہیں، جمع کی ہیں۔ دیکھئے کتاب کفایۃ الاثر فی النصوص علی الائمۃ الاثنا عشر، تالیف الشیخ علی بن محمد بن علی الخزاز الرازی۔ اور کتاب مقتضب الاثر فی النص علی الائمۃ الاثنا عشر، تالیف جالشیخ ابی عبداللہ احمد بن محمد بن عبداللہ بن عباس اور کتاب الاستنصار فی النص علی الائمۃ الاطہار، تالیف شیخ محمد بن علی بن عثمان کراچکی۔
- ۲۔ ینابیع المودہ صفحہ ۴۴۶۔
- ۳۔ صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۷۵۔
- ۴۔ صحیح ابوداؤد ۲ ص ۱۹۱۔
- ۵۔ صحیح ابوداؤد ۲ ص ۲۰۷۔
- ۶۔ صحیح ترمذی ۲ ص ۴۵۔
- ۷۔ مستدرک علی الصحیحین ۳ ص ۶۱۸۔
- ۸۔ مسند احمد ص ۱۰۶ اور امام احمد نے اپنی مسند میں بارہ خلفاء پر چونتیس طریقہ سے نصوص روایت کی ہیں۔ دیکھئے پانچویں جلد صفحہ ۸۶ تا ۱۰۸۔
- ۹۔ منتخب کنز العمال ۵ / ۳۱۲۔
- ۱۰۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول ۲ / ۳۴۔
اسے نسائی کے علاوہ پانچ صحاح والوں نے نقل کیا۔
- ۱۱۔ ینابیع المودہ ص ۴۴۵۔ اسی مؤلف نے کہا ہے کہ یحییٰ بن حسن نے کتاب عمدہ میں بیس طریقوں سے ذکر کیا ہے کہ نبیؐ کے بعد بارہ خلفاء ہوں گے جو سب قریش میں سے ہوں گے۔ بخاری میں تین طریقوں سے، مسلم میں نو طرح سے، ابی داؤد میں تین طرح سے۔ ترمذی میں ایک طرح سے اور حمیدی میں تین طرح سے روایت کی گئی ہے۔
- ۱۲۔ تاریخ خلفاء ص ۷۔
- ۱۳۔ تاریخ بغداد ۱۴ ص ۵۳۔
- ۱۴۔ کمال الدین جلد ۱ ص ۸۷، کئی طرح سے روایت کی ہے۔
- ۱۵۔ الملحوم والفتن ۱۳۲۔

- ۱۶۔ مشکوٰۃ المصابیح خطیب تبریزی جلد ثانی ص ۱۶۳۔
- ۱۸۔ ینابیع المودۃ ص ۴۴۵۔
- ۱۹۔ ینابیع المودۃ ۴۴۵ حمویٰ سے۔
- ۲۰۔ غایۃ المرام ۷۰۴۔
- ۲۱۔ کمال الدین ۱/ ۳۶۵ المودۃ ۴۹۵۔
- ۲۲۔ الزام الناصب ۱/ ۱۸۵ منقول از غایۃ المرام۔
- ۲۳۔ کفایۃ الاثر۔
- ۲۴۔ کفایۃ الاثر۔
- ۲۵۔ منتخب الاثر ۶۹۔
- ۲۶۔ منتخب الاثر ۸۲۔
- ۲۷۔ ینابیع المودۃ ۴۹۲۔
- ۲۸۔ ینابیع المودۃ ۴۸۶۔
- ۲۹۔ ینابیع المودۃ ۴۹۳۔
- ۳۰۔ ینابیع المودۃ ۴۴۳۔
- ۳۱۔ مقتل الحسین خوارزمی ۱/ ۹۶۔
- ۳۲۔ مقتل الحسین خوارزمی ۱/ ۱۴۶۔
- ۳۳۔ الزام الناصب ۱/ ۱۸۷ منقول از غایۃ المرام حمویٰ۔
- ۳۴۔ الزام الناصب ۱/ ۱۸۷ منقول از غایۃ المرام حمویٰ۔
- ۳۵۔ کمال الدین ۱/ ۳۷۲۔
- ۳۶۔ منتخب الاثر ۲۰۳۔
- ۳۷۔ منتخب الاثر ۸۲۔
- ۳۸۔ منتخب الاثر ۸۲۔
- ۳۹۔ منتخب الاثر ۸۳۔
- ۴۰۔ منتخب الاثر ۸۳۔
- ۴۱۔ منتخب الاثر ۸۳۔
- ۴۲۔ ینابیع المودۃ ۴۸۷ نیز ابوالموید موفق بن احمد خوارزمی اور حمویٰ نے بھی اسے لکھا ہے۔

- ۴۳۔ مقتل الحسین خوارزمی ۱/ ۹۵۔
- ۴۴۔ منتخب الاثر ۶۵ عن کفایۃ الاثر۔
- ۴۵۔ منتخب الاثر ۸۲۔
- ۴۶۔ قول امام شافعی کتاب احادیث المسلمین فی فضائل امیر المومنین
- ۴۷۔ تذکرۃ الخواص ص ۸۔
- ۴۸۔ تعداد شیخ مفید نے ذکر کی ہے اور فرمایا کہ شیعہ حضرات میں سے کچھ ”محسن“ کا تذکرہ بھی کرتے ہیں تو پھر اٹھائیس ہو جائیں گے ظاہراً جناب محسن کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ وہ شکم مادر ہی میں شہید ہو گئے تھے (مترجم)۔
- ۴۹۔ سریہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں آنحضرتؐ نے خود شرکت نہ فرمائی ہو۔
- ۵۰۔ تذکرۃ الخواص ص ۸۔
- ۵۱۔ نہج البلاغہ ۱/ ۱۱۵۔
- ۵۲۔ اسی چیز کو ابن عبدالبر نے استیعاب اور حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔
- ۵۳۔ تذکرۃ الخواص ۶۳۔
- ۵۴۔ شرح نہج البلاغہ ۱- ۱۰۹۔
- ۵۵-۵۶۔ اسد الغابہ ۲- ۲۴۔
- ۵۷۔ اعیان الشیعہ ۳ ق ۱- ۱۱۲۔
- ۵۹۔ تذکرۃ الخواص ۶۴۔
- ۶۱۔ اعیان الشیعہ ۳ ق ۲- ۲۱۸۔
- ۶۲۔ شرح نہج البلاغہ ۱- ۶۔
- ۶۳۔ تذکرۃ الخواص ۳۔
- ۶۴۔ اعیان الشیعہ ۳ ق ۱- ۱۰۶۔
- ۶۵۔ نہج البلاغہ ۱- ۱۸۳۔
- ۶۶۔ اسد الغابہ ۴- ۲۲ آئمہ الاثناعشر مؤلفہ ابن طولون ۵۱۔
- ۶۷۔ الغدیر ۸- ۲۱۴ از زین الفتی شرح سورہ ہل اتی
- ۶۸۔ شرح نہج البلاغہ ۱- ۸۔
- ۷۱۔ اعیان الشیعہ ۳ ق- ۲۵۶۔

- ۷۲۔ الفصول المہمہ ص ۱۰۷۔
- ۷۳۔ تاریخ بغداد ۱۴-۳۲۱۔
- ۷۴۔ الغدیر ۲-۱۲۹۹ از دارقطنی وابن عساکر۔
- ۷۵۔ تذکرۃ الخواص ۱۱۔
- ۷۶۔ تذکرۃ الخواص ۶۸۔
- ۷۷۔ مطالب السؤل ۹۵، کشف الغمہ - ۵۰، صفۃ الصفوۃ ۱-۱۲۳۔ تذکرۃ الخواص ۶۶۔
- ۷۸۔ مطالب السؤل ۱-۹۳، تذکرۃ الخواص ۶۶۔ کشف الغمہ - ۵۰۔
- ۷۹۔ کشف الغمہ - ۷۴۔
- ۸۰۔ اعیان الشیعہ ۳-۱۲۴ شرح نہج البلاغہ ۱-۸۔
- ۸۱۔ اعیان الشیعہ ۳ق ۱-۴۲، ینایع المؤدۃ ۱۴۶۔
- ۸۲۔ شرح النہج البلاغہ ۱-۷۔
- ۸۳۔ کشف الغمہ ۴۹، مطالب السؤل ۱-۸۹۔
- ۸۴۔ ینایع المؤدۃ ۱۴۶۔
- ۸۵۔ الفصول المہمہ ۱۱۸۔
- ۸۶۔ نہج البلاغہ ترجمہ مفتی جعفر حسین مرحوم۔
- ۸۷۔ ماخوذ از نہج البلاغہ ترجمہ مفتی جعفر حسین مرحوم۔
- ۸۸۔ ان خطبات کا ترجمہ زیادہ تر علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ کے ترجمہ نہج البلاغہ سے لیا گیا ہے۔
(مترجم)۔
- ۸۹۔ یہ فصل اور اس سے سابق ہم نے نہج البلاغہ سے لی ہے۔
- ۹۱۔ قضاء امیر المومنینؑ - شیخ حسن شفقائی۔
- ۹۲۔ نور الابصار شبلنجی - ۷۹۔
- ۹۳۔ قضاء امیر المومنین از تستری - ص ۸۴۔
- ۹۴۔ الطبقات الکبریٰ ۲/ ۱۰۰۔
- ۹۵۔ قضاء امیر المومنین از تستری - ۱۲۱۔
- ۹۶۔ دیات جمع ہے دیت کی یعنی خون بہا۔
- ۹۷۔ قضاء امیر المومنین از شیخ علی شفقائی۔

- ۹۸۔ قضاء امیر المومنین از تستری ص ۷۔
- ۹۹۔ الغدیر ۱۲۶۶۔ از طرق الحکمۃ از ابن قیم۔
- ۱۰۰۔ قضاء امیر المومنین تالیف شیخ علی شفقائی۔
- ۱۰۱۔ الغدیر ۶/۱۲۶ از کتاب اذکیاء تالیف ابن جوزی ص ۱۸۔ اخبار الظرف از ابن جوزی ص ۱۹۔
- الریاض النضرۃ ۲/۱۸۷۔ ذخائر العقبی ص ۸۰۔
- ۱۰۲۔ ارشاد شیخ مفید ۹۶۔
- ۱۰۳۔ المناقب ۱/۵۰۱۔
- ۱۰۴۔ لائالی الاخبار تو سیر کافی ص ۵۸۹۔
- ۱۰۵۔ المناقب ۱/۴۹۴ منقول از کافی و تہذیب۔
- ۱۰۶۔ جعفر بن محمد تالیف سید الابل ص ۸۴۔
- ۱۰۷۔ مصباح المہتجد ص ۳۷۴۔
- ۱۰۸۔ عدۃ الداعی ۹۹۔
- ۱۰۹۔ اللجنة الواقیہ تالیف کفعمی ص ۱۴۱۲ الواقیہ تالیف داماد۔
- ۱۱۰۔ اللجنة الواقیہ تالیف کفعمی ص ۴۲۔
- ۱۱۱۔ شرح نہج البلاغہ ۱/۶۹۔
- ۱۱۲۔ اللجنة الواقیہ داماد اور اللجنة الواقیہ کفعمی ص ۵۰۔
- ۱۱۳۔ اللجنة الواقیہ داماد اور اللجنة الواقیہ کفعمی ص ۹۳۔
- ۱۱۴۔ اللجنة الواقیہ داماد اور اللجنة الواقیہ کفعمی ص ۴۲۔
- ۱۱۵۔ مصباح المہتجد ص ۲۲۵۔
- ۱۱۶۔ المراجعات ص ۲۰۹۔
- ۱۱۷۔ من الرحمن ص ۳۴۹۔
- ۱۱۸۔ الکنی والالقباب ۲/۷۵۔
- ۱۱۹۔ تاریخ الاسلام السیاسی والدینی والشفقانی والاجتماعی ۱/۲۹۴۔
- ۱۲۰۔ ملاحظہ ہو زیر نظر کتاب کی فصل امام قرآن کی نظر میں۔
- ۱۲۱۔ اعیان الشیعہ ۳ ق ۲۔ ۷۷۔
- ۱۲۲۔ اعیان الشیعہ ۳ ق ۲۔ ۷۷۔

- ۱۲۳۔ الفتوحات الاسلامیہ ۲/ ۴۷۰۔ ابوبکر نے یہ فقرہ اس وقت کہا جب نبی اکرمؐ نے فرمایا من کنت مولاه فعلی مولاه۔
- ۱۲۵۔ شرح نہج البلاغہ ۱/ ۶ تذکرۃ الخواص ص ۸۷۔
- ۱۲۶۔ شرح نہج البلاغہ ص ۶۔ اسد الغابہ ۴/ ۲۲۰۔ تہذیب التہذیب ۷/ ۳۳۷۔
- ۱۲۷۔ شرح نہج البلاغہ ۱/ ۶۔
- ۱۲۸۔ تذکرۃ الخواص ص ۸۸۔
- ۱۲۹۔ تہذیب التہذیب ص ۳۳۷۔
- ۱۳۰۔ تذکرۃ الخواص صفحہ ۸۷۔
- ۱۳۱۔ الغدیر ۲۱۴۸/ از زین الفتی فی شرح سورۃ ہل اتی۔
- ۱۳۲۔ اسد الغابہ ۴/ ۲۲۰ الائمہ الاثناء عشر از ابن طولون ص ۵۰۔
- ۱۳۳۔ اس الغابہ ۴/ ۲۲۰ الائمہ الاثناء عشر از ابن طولون ص ۵۱۔
- ۱۳۴۔ اسد الغابہ ۲۶۴۔
- ۱۳۵۔ الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ ۳/ ۳۲۔
- ۱۳۶۔ مقاتل الطالبین ص ۳۵۔
- ۱۳۷۔ العقد الفرید ۲۱۶۲/۔
- ۱۳۸۔ الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ ۳/ ۴۰۔
- ۱۳۹۔ الائمہ الاثناء عشر از ابن طولون ص ۵۶۔
- ۱۴۰۔ الغدیر ۱۰۷۲۔
- ۱۴۱۔ تذکرۃ الخواص ص ۹۰ الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ ۳-۴۰۔
- ۱۴۲۔ الائمہ الاثناء عشر از ابن طولون ص ۵۲۔
- ۱۴۳۔ الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ ۳/ ۲۷۔
- ۱۴۴۔ المناقب ۱-۲۴۰۔
- ۱۴۵۔ الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ ۳/ ۵۳۔
- ۱۴۶۔ اعیان الشیعہ ۳ ق ۳۶۱۔
- ۱۴۷۔ الاستیعاب
- ۱۴۸۔ الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ ۳/ ۴۵۔

- ۱۴۹۔ صفوة الصفوة ۱/۱۲۲۔ تذکرة الخواص۔ ۱۷۰۔
 ۱۵۰۔ اعیان الشیعة ۳ق ۱/۲۵۔
 ۱۵۱۔ تاریخ یعقوبی ۲/۱۹۱۔
 ۱۵۲۔ عقد الفرید ۲/۲۷۱۔ الاصابہ ۳/۴۷۔
 ۱۵۳۔ تہذیب التہذیب ۷-۳۳۸۔ اسد الغابہ ۴-۲۲۔
 ۱۵۴۔ الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ ۳/۵۵۔
 ۱۵۵۔ مروج الذهب ۲/۴۳۔
 ۱۵۶۔ العقد الفرید ۲/۲۱۶۔
 ۱۵۷۔ شرح نہج البلاغہ ۱/۷۔
 ۱۵۸۔ اسد الغابہ ۴/۲۴۔ تذکرة الخواص ۶۴۔
 ۱۵۹۔ حیات الحيوان الکبریٰ ۱/۵۷۔
 ۱۶۰۔ الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ ۳/۵۱۔
 ۱۶۱۔ اعیان الشیعة ۳ق ۱/۱۰۳۔ انقص العثمانیہ اسکافی اور شرح نہج البلاغہ۔
 ۱۶۲۔ الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ ۳/۳۱۔
 ۱۶۳۔ الائمہ الاثناء عشر ابن طولون ۵۲۔
 ۱۶۴۔ تذکرة الخواص ۶۹۔
 ۱۶۵۔ الفصول المہمہ ص ۱۱۱۔
 ۱۶۶۔ تاریخ یعقوبی ۲/۱۵۵۔
 ۱۶۷۔ تاریخ یعقوبی ۲/۱۵۵۔
 ۱۶۸۔ کشف الغمہ ص ۱۱۸۔
 ۱۶۹۔ الکفی والاسماء تالیف دولابی ۲/۸۹۔

باب: ۲

- ۱۔ مشہور تاریخ وفات۔ ۲۸۔ صفر ۵۰ھ (موسوی)
 ۲۔ فصول المہمہ ۱۰۹، الاصابہ ۲/۵۰۹۔
 ۳۔ نیایع المودۃ ۴۴۔

- ۴۔ اسد الغابہ ۲/۲۰۔
- ۵۔ اسعاف الراغبین حاشیہ برنور الابصار ص ۱۱۱۔
- ۶۔ ینایع المودۃ ص ۳۵۔
- ۷۔ کشف الغمہ ص ۹۵۔
- ۸۔ ینایع المودۃ ۱۰۶ مسند احمد اور معجم کبیر طبرانی، تفسیر ابن حاتم، مناقب حاکم، تفسیر ثعلبی اور فرائد السمطین حموی۔
- ۹۔ ینایع المودۃ ص ۴۵۔
- ۱۰۔ اعیان الشیعہ ۴ ق۔ ۲/۲۴۔
- ۱۱۔ الاصابہ ۱/۳۳۔
- ۱۲۔ اسد الغابہ ۲/۱۳۔
- ۱۳۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۸۸۔
- ۱۴۔ امت اسلامیہ میں سے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آئمہ اہل بیت کے علاوہ کسی خلیفہ پر نص تھی۔
- ۱۵۔ الارشاد ۲۰۴۔ یہ حدیث اکثر ان علماء نے لکھی ہے جنہوں نے حسنین علیہما السلام کے حالات تحریر کئے ہیں۔
- ۱۶۔ بحار ۱۰/۸۹۔
- ۱۷۔ مورخین کے نزدیک نص متواتر کی بناء پر انہوں نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ امام حسنؓ کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا: لوگو یہ تمہارے نبیؐ کے فرزند اور تمہارے امام کے وصی ہیں۔ پس ان کی بیعت کرو۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کس قدر محبوب ہیں اور ہم پر ان کا اتنا حق واجب ہے۔ پس لوگوں نے آپ کی بیعت خلافت کی الارشاد ص ۱۹۲۔
- ۱۸۔ اثبات الہدایۃ ۵/۱۴۰۔
- ۱۹۔ کشف الغمہ ۱۶۴۔ معاف الراغبین برحشیہ نور الابصار ص ۱۲۴۔
- ۲۰۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱/۱۳۔
- ۲۱۔ حیاۃ الامام الحسن تالیف قرشی ۱۳۱ منقول از مالی صدوق ص ۱۰۸۔
- ۲۲۔ اصف الراغبین حاشیہ برنور الابصار ص ۱۷۳۔
- ۲۳۔ المناقب ۲/۱۵۷۔ کشف الغمہ ۱۶۷۔ مطالب السؤل ۲/۱۲ (کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ)
- ۲۴۔ حیاۃ الامام الحسن بن علی تالیف قرشی ۱/۱۱۹۔

- ۲۵۔ نور الابصار ۱۷۷۔
- ۲۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۲۶۔ اسد الغابہ ۲/۱۲ طبقات ابن سعد الشرف الموبد لال محمد ۶۸۔
- ۲۷۔ مطالب السنول ۲/۱۱۰ الفصول المہمہ ۱۳۹۔
- ۲۸۔ اسعاف الراغبین حاشیہ بر نور الابصار ۱۷۶۔
- ۲۹۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱۰۹۔
- ۳۰۔ اسعاف الراغبین حاشیہ بر نور الابصار ۱۷۷۔ الفصول المہمہ ص ۱۴۰۔ کشف الغمہ ۱۶۷۔ نور الابصار ۱۷۶۔ مطالب السنول ۲/۱۱ عبد اللہ بن جعفر کے عطیہ کی مقدار سے اختلاف کیا ہے۔
- ۳۱۔ نور الابصار (۱۷۶)۔
- ۳۲۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۳۱۔
- ۳۳۔ مقاتل الطالبین ۳۵۔
- ۳۴۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۵۸۱۔
- ۳۵۔ تذکرۃ الخواص ۱۱۴۔
- ۳۶۔ الحسن بن علی تالیف عبدالقادر احمد یوسف ۶۶۔
- ۳۷۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۱۰۷۔
- ۳۸۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۱۰۵۔
- ۳۹۔ مقاتل الطالبین ص ۳۷۔
- ۴۰۔ الارشاد ۱۹۳۔
- ۴۱۔ حیاۃ الامام الحسن تالیف قرشی ۱/۱۴۶ از رسائل جمہورۃ العرب ۲/۲۵۔
- ۴۲۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۱۰۷۔
- ۴۳۔ الحسن بن علی تالیف عبدالقادر احمد یوسف ص ۶۰۔
- ۴۴۔ مطالب السنول ۶۹۔
- ۴۵۔ کشف الغمہ ۱۷۰۔
- ۴۶۔ تحف العقول ۵۶۔
- ۴۷۔ بحار الانوار ۱۰/۹۰۔
- ۴۸۔ الحسن بن علی مولف عبدالقادر احمد یوسف ص ۶۲۔
- ۴۹۔ تاریخ یعقوبی ۲/۲۱۵۔

- ۵۰۔ مطالب السنول ۶۹۔
 ۵۱۔ مطالب السنول ۶۹۔
 ۵۲۔ المناقب ۲/۱۵۲۔
 ۵۳۔ المناقب ۲/۱۵۲۔
 ۵۴۔ // //
 ۵۵۔ حیاة الامام الحسن بن علی تالیف قرشی ۱/۱۴۳۔
 ۵۶۔ تاریخ یعقوبی ۲/۲۰۲۔
 ۵۷۔ حیاة الامام الحسن بن علی تالیف قرشی ۱/۱۴۴۔
 ۵۸۔ المدخل الی الموسعة العتبات المقدسة ۱۸۔
 ۵۹۔ المجتبی من الدعاء المجتبی ۳۔
 ۶۰۔ مہج الدعوات ۱۴۳۔
 ۶۱۔ مہج الدعوات ۱۴۳۔
 ۶۲۔ مہج الدعوات ۱۴۴۔
 ۶۳۔ الدرمة الساکبة ۱/۲۳۳۔
 ۶۴۔ بحار الانوار ۱۰/۹۵۔
 ۶۵۔ اعیان الشیعة ۴ق ۱۔
 ۶۶۔ بحار الانوار ۱۰/۹۵۔
 ۶۷۔ الحیاة الامام الحسن ۲/۲۶۰۔
 ۶۸۔ کشف الغمہ ۱۶۵۔
 ۶۹۔ حیاة الحسن ۱/۱۳۰۔
 ۷۰۔ المناقب ۲/۱۵۶۔
 ۷۱۔ حیاة الامام الحسن ۱/۱۳۴۔
 ۷۲۔ الحسن بن علی تالیف کامل سلیمان ص ۱۹۷۔
 ۷۳۔ الارشاد ۱۹۳۔
 ۷۴۔ تاریخ یعقوبی ۲/۲۰۴۔
 ۷۵۔ شیخ نے دمعہ الساکبة ۱/۲۳۸ میں ذکر کیا ہے کہ امام حسنؑ نے ایک لشکر بھیجا جس کی تعداد چار ہزار تھی۔

ان کا قائد قبیلہ کندہ کا ایک شخص تھا۔ معاویہ نے اس کے پاس لاکھ درہم بھیجے۔ وہ اپنے ایک سو خواص کے ساتھ معاویہ سے جا ملا۔ پھر آپؐ نے ایک لشکر قبیلہ مراد کے ایک شخص کی قیادت میں بھیجا۔ معاویہ نے اس کے ساتھ بھی وہی کچھ کیا جو اس سے پہلے کے ساتھ کیا تھا۔ اس مرادی نے لشکر کو وہیں چھوڑا اور خود معاویہ کے پاس چلا گیا۔

۷۸۔ دمعہ الساکبہ ۲/۲۳۸ میں لکھا ہے کہ معاویہ نے عمرو بن حریث، اشعث بن قیس، حجر بن حجر اور شیش بن ربعی میں سے ہر ایک کی طرف الگ الگ جاسوس بھیجے کہ اگر تم حسنؑ بن علیؑ کو قتل کر دو تو تمہیں دو لاکھ درہم، شام کا ایک لشکر اور اپنی ایک بیٹی دوں گا۔ امام حسنؑ کو یہ خبر ملی تو آپؑ نے خود اور زرہ پہن لی۔ ان ہی میں سے کسی نے آپؑ کو تیر مارا لیکن وہ خود اور زرہ کی موجودگی میں پیوست نہ ہوسکا۔

۷۹۔ الارشاد۔ ۲۳۹۔

۸۰۔ تاریخ یعقوبی ۲/۲۰۵۔

۸۱۔ تذکرۃ الخواص ۱۱۴۔

۸۲۔ بحار الانوار، ۱۰/۱۰۱۔

۸۳۔ الحسن بن علیؑ تالیف کامل سلیمان ۱۸۲۔

۸۴۔ الحسن بن علیؑ تالیف کامل سلیمان ۲۱۷۔

۸۵۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۲/۱۰۴۔

۸۶۔ ظاہر ایوں لگتا ہے۔ یہ روزہ رمضان المبارک کے علاوہ کوئی روزہ تھا۔ (مترجم)

۸۷۔ فصول المہمہ ۱۵۰، مقاتل الطالبین ۵۰، الذخیرہ الی المعاد ۲۰۳، الارشاد ۱۹۷، تاریخ ابوالفد ۱۱/۱۹۳،

بحار الانوار ۱۰/۱۳۲، تاریخ ابن عساکر ۴/۲۲۶، اعیان الشیعہ ۴/۱۳۱، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید

۴/۱۱۷، دمعہ الساکبہ ۲/۲۵۱۔

۸۸۔ نور الابصار۔ ۱۱۲، کشف الغمہ ۱۶۹، الفصول المہمہ ۷۱۴، اہل البیت ۷۲۴، صفحہ الصفوۃ ۲/۳۲۱، حلیہ

الاولیاء ۲/۳۸، البدایہ والنہایہ ۸/۳۲۔

۸۹۔ الارشاد ۱۹۸۔

۹۰۔ مطالب السؤل ۷۰۔

۹۱۔ حیات الحسن تالیف قرشی ۲/۴۳۲۔

۹۲۔ مقاتل الطالبین ۵۰۔

۹۳۔ الارشاد ۱۹۹ عائشہؓ کا سوار ہونا اور نانا کے پاس حسنؑ کو دفن کرنے سے روکنا مؤرخین کی ایک جماعت نے

ذکر کیا ہے جن میں سے ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ ۴/۱۸۔ میں مجلسی بحار الانوار ۱۰/۱۳۳ میں، شیخ محمد باقر الدمعة الساکبہ ۲/۲۵۲ میں، ابوالفرج نے مقاتل الطالبین ۵۲ ہیں۔

- ۹۴۔ حیاة الامام حسن بن علی ۲/۴۴۰۔
- ۹۵۔ مروج الذهب ۳/۳۷۔
- ۹۶۔ الحسن بن علی۔ کامل سلیمان ۱۷۳۔
- ۹۷۔ الاستیعاب حاشیہ بر الاصابہ ۱/۳۷۶۔
- ۹۸۔ نور الابصار ۱۷۱۔
- ۹۹۔ مطالب السنول ۶۴۔
- ۱۰۰۔ حیاة الامام الحسن ۲/۴۳۲۔
- ۱۰۱۔ الاصابہ ۱/۳۲۹۔
- ۱۰۲۔ اعیان الشیعة ۴ق ۱/۱۰۱۔
- ۱۰۳۔ حیاة الامام الحسن بن علی ۲/۲۴۷۔
- ۱۰۴۔ بحار الانوار ۱۰/۹۹۔
- ۱۰۵۔ الاصابہ ۱/۳۲۹۔
- ۱۰۶۔ البدایہ والنہایہ ۸/۳۷۔
- ۱۰۷۔ تحف العقول ۵۴۔
- ۱۰۸۔ المناقب ۲/۱۷۰۔
- ۱۰۹۔ الحسن بن علی۔ کامل سلیمان ۱۷۵۔
- ۱۱۰۔ الحسن بن علی۔ عبدالقادر احمد یوسف ۵۸۔
- ۱۱۱۔ المناقب ۱۷۱۔
- ۱۱۲۔ مروج الذهب ۳/۸۔
- ۱۱۳۔ المناقب ۲/۱۴۸۔
- ۱۱۴۔ مطالب السنول ۶۵۔
- ۱۱۵۔ تذکرۃ الخواص ۱۱۱۔
- ۱۱۶۔ الاصابہ ۳۲۸۔
- ۱۱۷۔ البدایہ والنہایہ ۸/۱۶۔

۱۱۸۔ الاستیعاب حاشیہ برالاصابہ ۱/۳۷۰۔

۱۱۹۔ اسد الغابہ ۲/۹۔

۱۲۰۔ تاریخ الخلفاء ۱۸۸۔

۱۲۱۔ الائمہ الاثناعشر ۶۳۔

۱۲۲۔ الاعلام ۱/۲۳۰۔

۱۲۳۔ الحسن والحسين سبط الرسول تالیف محمد رضا مصری ۸۔

۱۲۴۔ الحسن بن علی تالیف عبدالقادر احمد یوسف ۴۲۔

باب: ۳

۱۔ بعض مؤرخین نے آپؐ کی ولادت پانچ شعبان لکھی ہے۔

۲۔ بعض مؤرخین کے مطابق آپؐ کی اولاد چھ افراد پر مشتمل تھی اور آپؐ کی تین صاحب زادیاں تھیں۔

۳۔ مؤلف کی یہ فرمائش درایت درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اس زمانہ کے حالات سفر اور پھر جس طرح آپؐ کے اہل و عیال کو کوفہ لایا گیا، پھر یزید کو خط لکھا گیا اور خط کا جواب آنے پر آبادیوں کے راستے سے انھیں شام لے جایا گیا اور کچھ عرصہ وہاں رکھنے کے بعد انھیں واپس کیا گیا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوفہ سے شام جاتے ہوئے اربعین کے دن یہاں سے گزرے ہوں۔ واللہ اعلم (مترجم)۔

۴۔ کشف الغمہ ۹۲ ینایع المودۃ ۱۲۶۔

۵۔ ینایع المودۃ ۱۱۷-۱۱۸۔

۶۔ ینایع المودۃ ۱۱۷، ۱۱۸۔

۷۔ کشف الغمہ ۹۵۔

۸۔ تذکرۃ الخواص ۲۴۵۔

۹۔ ینایع المودۃ ۱۶۴۔

۱۰۔ اسعاف الراغبین حاشیہ برنور الابصار ۱۸۲۔

۱۱۔ بحار ۱۰/۸۲۔

۱۲۔ تاریخ ابن عساکر ۴/۳۱۹۔

۱۳۔ مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا زینب کس کی بیٹی ہیں۔ ہالہ خواہر خدیجہ کی، یا خود جناب خدیجہ کی پہلے شوہر سے، یا آنحضرتؐ کی۔ تو پہلی دو صورتوں میں آنحضرتؐ کی ربیبہ ہوں گی، چونکہ آپؐ نے تربیت

- کی، لہذا بیٹی کہی گئیں۔
- ۱۴۔ تاریخ ابن عسا کر ۴/۳۲۰۔
- ۱۵۔ بحار ۱۰/۸۹۔
- ۱۶۔ اثبات الہدایۃ ۵/۱۸۳۔
- ۱۷۔ بحار ۱۰/۱۴۰۔
- ۱۸۔ آئمہ الاثناعشر ۶۵۔
- ۱۹۔ مطالب السنول ۲/۲۸۔ اسد الغاہ ۲/۱۳۰۔ الشرف الموند لال محمد ۲۷ تاریخ ابن عسا کر۔ تذکرۃ الخواص عقد الفرید۔
- ۲۰۔ اعیان الشیعہ ق ۱/۱۲۴۔
- ۲۱۔ بحار ۱۰/۱۴۴۔
- ۲۲۔ عقد الفرید۔
- ۲۳۔ جلاء العیون ۲/۱۶۷۔
- ۲۴۔ کشف الغمہ ۱۸۴، الفصول المہمہ ۱۵۹۔
- ۲۵۔ کشف الغمہ ۱۸۴، الفصول المہمہ ۱۵۹۔
- ۲۶۔ نفس المہوم ۱۱۲ الفصول المہمہ ۱۵۹، مطالب السنول ۲/۲۸۔
- ۲۷۔ اسعاف الراغبین حاشیہ نور الابصار ۱۸۳۔
- ۲۸۔ ۱۴/۱۰۰۔
- ۲۹۔ مقتل الحسین المفرم ۲۵۳۔
- ۳۰۔ اعیان الشیعہ ق ۱/۱۳۲۔
- ۳۱۔ یہ معاویہ کی گفتگو ہے، امام امیر المومنینؑ کے بارے میں، اس سلسلہ میں باب اول ص ۱۷ دیکھئے۔
- ۳۲۔ اعیان الشیعہ ق ۱/۱۲۹۔
- ۳۳۔ اعیان الشیعہ ق ۱/۱۲۹۔
- ۳۴۔ بحار ۱۰/۱۴۳۔
- ۳۵۔ تحف العقول ۵۸۔
- ۳۶۔ بحار ۱۰/۱۴۴۔ اور اسے ابن عسا کر نے اپنی تاریخ ۴/۳۲۴ میں ایک اور شکل میں نقل کیا ہے۔
- ۳۷۔ اعیان الشیعہ ق ۱/۲۱۔

- ۳۸۔ یہ اشارہ محمد بن اشعث کی طرف ہے جس نے حضرت مسلم کو امان دے کر وعدہ وفا کی نہ کی۔
- ۳۹۔ یوم الحسین للمؤلف ص ۲۱۔
- ۴۰۔ یوم الحسین از مؤلف کتاب ہذا ۲۸۱۔
- ۴۱، ۴۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱ / ۳۱۵۔
- ۴۳۔ البحار ۱۰ / ۱۷۵۔
- ۴۴۔ البحار ۱۰ / ۱۹۲۔
- ۴۵۔ البحار ۱۰ / ۱۹۲۔
- ۴۶۔ الارشاد ۲۱۰۔
- ۴۷۔ الحسین تالیف علی جلال ۱ / ۱۹۶۔
- ۴۸۔ الممعة من بلاغۃ الحسین ۱۰۴۔
- ۴۹۔ تاریخ ابن عساکر ۴ / ۳۲۳۔
- ۵۰۔ البحار ۱۰ / ۱۴۴۔
- ۵۱۔ المدخل الی موسوعة العتبات المقدسة ۱۸۸۔
- ۵۲۔ اعیان الشیعہ ۴ / ۳۶۴۔
- ۵۳۔ المناقب ۲ / ۱۹۳۔
- ۵۵۔ تحف العقول ۵۷۔
- ۵۶۔ بحار ۱۷ / ۱۵۱۔
- ۵۷۔ کشف الغمہ ۱۹۴۔
- ۵۸۔ صحیفۃ الحسینیہ ۸۶۔
- ۵۹۔ الصحیفہ الحسینیہ ص ۸۸۔
- ۶۰۔ الصحیفۃ الحسینیہ ص ۲۹۔
- ۶۱۔ الحسن والحسین سبط رسول اللہ ۱۳۴۔
- ۶۲۔ یوم الحسین للمؤلف ۵۷۔
- ۶۳۔ یوم الحسین للمؤلف ۵۷۔
- ۶۴۔ یوم الحسین للمؤلف ۶۶۲۔
- ۶۵۔ یوم الحسین للمؤلف ۷۰۔

- ۶۶۔ یوم الحسین للمؤلف ۷۲۔
- ۶۷۔ اعیان الشیعہ ۲۹/۲۴۰۔
- ۶۸۔ یوم الحسین للمؤلف ۱۸۔
- ۶۹۔ یوم الحسین للمؤلف ۵۳۔
- ۷۰۔ البحار ۱۰/۱۷۱۔
- ۷۱۔ یوم الحسین للمؤلف ۷۰۔
- ۷۲۔ البحار ۱۰/۱۹۱۔
- ۷۳۔ تاریخ ابن عساکر ۳۸۴۔
- ۷۴۔ تاریخ ابن عساکر ۴/۳۲۵۔
- ۷۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۲۵۰۔
- ۷۶۔ مطالب السنول ۷۲۔
- ۷۷۔ نور الابصار ۲۰۰۔
- ۷۸۔ مقتل الحسین علیہ السلام خزمری ۱/۱۷۸۔
- ۷۹۔ استاد عبدالقادر احمد یوسف نے اپنی کتاب الحسن بن علیؑ میں لکھا ہے کہ قاری کے ذہن میں سب سے پہلے یہ فکر و نظر ہونا چاہیے کہ نواسہ رسول حسن بن علیؑ اور ان کے بعد کے آئمہ معصومین اپنے آپ کو دوسروں کی نسبت زیادہ حق دار خلافت سمجھنے کے علاوہ اسلام کی نشر و اشاعت اور شریعت محمدیہؐ کی حفاظت کو اپنی عظیم ذمہ داری سمجھتے تھے کیونکہ وہ قربی کے اصول، نفس کی پاکیزگی اور علم کتاب اللہ کے حامل و اہل تھے۔
- ۸۰۔ مقتل الحسین علیہ السلام للمقرم ص ۱۶۸۔
- ۸۱۔ جلاء العیون ۲/۱۵۲۔
- ۸۲۔ یہ خطبہ اس باب کی خطبوں والی فصل میں ملاحظہ فرمائیں۔
- ۸۳۔ اس فصل کے مصادر ابصار العین سماوی کی مقتل الحسین مفرم کی اور ہماری کتاب الحسین سے ہیں۔
- ۸۴۔ اسے ابن حجر نے اصابہ ۱/۳۳۳ میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔
- ۸۵۔ البحار ۱۰/۸۲۔
- ۸۶۔ تاریخ ابن عساکر ۴/۳۲۲۔
- ۸۷۔ تاریخ ابن عساکر ۴/۳۲۲۔
- ۸۸۔ حیات الامام الحسن

- ۸۹۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/ ۳۲۲۔
- ۹۰۔ اسد الغابہ ۲/ ۲۱۔
- ۹۱۔ الحسن بن علی کامل سلیمان ۱۷۳۔
- ۹۲۔ الحسن بن علی کامل سلیمان ۱۷۳۔
- ۹۳۔ البدایہ والنہایہ ۸/ ۱۶۷۔
- ۹۴۔ تاریخ ابن عساکر ۴/ ۳۱۴۔
- ۹۵۔ البحار ۱۰/ ۱۴۰۔
- ۹۶۔ تاریخ ابن عساکر ۴/ ۳۲۲۔
- ۹۷۔ البحار ۱۰/ ۸۳۔
- ۹۸۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/ ۱۴۶۔
- ۹۹۔ البدایہ والنہایہ ۸/ ۱۴۷۔
- ۱۰۰۔ البدایہ والنہایہ ۸/ ۱۶۸۔
- ۱۰۱۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/ ۱۹۵۔
- ۱۰۲۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/ ۱۱۸۔
- ۱۰۳۔ البحار ۱۰/ ۷۹۔
- ۱۰۴۔ الاصابہ ۱/ ۳۳۵۔
- ۱۰۵۔ تاریخ ابن عساکر ۴/ ۳۳۹۔
- ۱۰۶۔ الحسین لعلی جلال ۱/ ۶۔
- ۱۰۷۔ کتاب الحسن والحسین سبط رسول اللہ ۷۵۔
- ۱۰۸۔ اعلام النساء ۱/ ۲۸۔
- ۱۰۹۔ تاریخ الحسین ۲۲۶۔
- ۱۱۰۔ ابوشہداء حسین بن علی ۲۳۔
- ۱۱۱۔ ابوشہداء حسین بن علی ۲۳۔
- ۱۱۲۔ آل محمد فی کربلا ص ۳۰۔
- ۱۱۳۔ الشہید الخالد الحسین بن علی ص ۶۔

باب: ۴

- ۱۔ ہشام بن عبد الملک بھی جولید بن عبد الملک کے بعد تھا۔ (موسوی)
- ۲۔ کتاب ہذا کا باب اول دیکھئے۔
- ۳۔ کفایۃ الاثر فی النصوص علی الائمہ الاثنا عشر۔
- ۴۔ بحار الانوار ۱۱/۶۔
- ۵۔ کفایۃ الاثر فی النصوص علی الائمہ الاثنا عشر۔
- ۶۔ المناقب ۲/۲۵۱۔
- ۷۔ اعیان الشیعہ ۱/۴۱۵۔
- ۸۔ ظاہر ہے کہ اس روایت کی تاویل کرنا ہوگی، جیسا کہ اس آیت کی تاویل کی جاتی ہے جس میں یہ مضمون ہے کیونکہ آنحضرتؐ کو معصوم تھے۔ ان سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ ظاہر اُیہ ہے کہ اگر گناہ ہو تو بھی خدا بخش دے گا۔ ورنہ گناہ نہیں تھے۔
- ۹۔ بحار الانوار ۱۱/۱۹۔
- ۱۰۔ زین العابدین سید الابل ۳۵۔
- ۱۱۔ اسعاف الراغبین ۲۰۸، مطالب السنول ۲/۴۲۔ نور الابصار ۱۲۷۔ کشف الغمہ ۱۹۸۔ الفصول المہمہ ۱۸۳۔ صفۃ الصفوۃ ۲/۵۵۔
- ۱۲۔ بحار الانوار ۱۱/۱۹۔
- ۱۳۔ المناقب ۲/۲۵۱۔
- ۱۴۔ کشف الغمہ ۲۰۷۔
- ۱۵۔ المناقب ۲/۱۵۱، فصول المہمہ ۱۸۳، نور الابصار ۱۲۷، مطالب السنول ۲/۴۷، کشف الغمہ ۲۰۰، صفۃ الصفوۃ ۲/۵۶، اسعاف الراغبین حاشیہ بر نور الابصار ۲۰۸، بحار الانوار ۱۱/۱۹۔
- ۱۶۔ المناقب ۲/۲۵۵، بحار الانوار ۱۱/۲۱۔
- ۱۷۔ اعیان الشیعہ ۴/۴۱۰، بحار الانوار ۱۱/۳۔
- ۱۸۔ المناقب ۲/۲۵۲۔
- ۱۹۔ کشف الغمہ ۱۹۸، صفۃ الصفوۃ ۲/۵۳، نور الابصار ۱۲۶، الفصول المہمہ ۱۸۲۔
- ۲۰۔ صفۃ الصفوۃ ۲/۵۶، کشف الغمہ ۲۰۰، مطالب السنول ۲/۴۸، اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور

الابصار ۲۰۸ بعض کہتے ہیں کہ پانچ ہزار درہم کا حکم دیا۔

- ۲۱۔ مطالب السنول ۲/۸، کشف الغمہ ۲۰۰ صفۃ الصفوۃ ۲/۵۶۔
- ۲۲۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۴۲۸۔
- ۲۳۔ الامام زین العابدین تالیف احمد فہمی محمد ص ۴۹۔
- ۲۴۔ المناقب ۲/۲۵۵۔
- ۲۵۔ کشف الغمہ ۲۰۲۔
- ۲۶۔ کشف الغمہ ۲۰۲۔
- ۲۷۔ اعیان الشیعہ ۴/۴۱۷۔
- ۲۸۔ صفۃ الصفوۃ ۲/۵۳، کشف الغمہ ۱۹۸، مطالب السنول ۲/۴۳۔
- ۲۹۔ المناقب ۲/۲۶۲، بحار الانوار ۱۱/۲۷۔
- ۳۰۔ بحار الانوار ۱۱/۲۱۔
- ۳۱۔ بحار الانوار ۱۱/۲۰۔
- ۳۲۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۴۔
- ۳۳۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۴/۴۶۴۔
- ۳۴۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۴۶۴۔
- ۳۵۔ بحار الانوار ۱۱/۲۲، ۲۹۔
- ۳۶۔ بحار الانوار ۱۱/۲۲، ۲۹۔
- ۳۷۔ بحار الانوار ۱۱/۲۶۔
- ۳۸۔ اعیان الشیعہ ۴-۴۶۴، بحار الانوار ۱۱/۲۰۔
- ۳۹۔ صفۃ الصفوۃ ۲/۵۴، نور الابصار ۱۲، مطالب السنول، کشف الغمہ ۱۹۹، الفصول المہمہ ۱۸۴۔
- ۴۰۔ مطالب السنول ۲/۸، کشف الغمہ ۲۰۰، صفۃ الصفوۃ ۲/۵۶، البدایہ والنہایہ ۹/۱۰۵۔
- ۴۱۔ نور الابصار ۱۲ کشف الغمہ ۱۰۰، مطالب السنول ۸۲/۴۵۔
- ۴۲۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۰، البدایہ والنہایہ ۹/۱۰۵۔
- ۴۳۔ الامام زین العابدین تالیف احمد فہمی محمد ص ۶۴۔
- ۴۴۔ کشف الغمہ ۱۹۹، مطالب السنول ۲/۴۵، نور الابصار ۱۲، صفۃ الصفوۃ ۲/۵۴۔
- ۴۵۔ نور الابصار ۱۲، کشف الغمہ ۱۹۹، صفۃ الصفوۃ ۲/۵۴، مطالب السنول ۲/۴۵، اسعاف الراغبین

- حاشیہ بر نور الابصار ۲۰۹۔
- ۴۷۔ زین العابدین تالیف سید الابل ۷۷۔
- ۴۸۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/ ۳۳۳۔
- ۴۹۔ زین العابدین تالیف مفرم ۳۶۔
- ۵۰۔ صفۃ الصفوة ۲/ ۵۶۔
- ۵۱۔ زین العابدین تالیف مفرم ۱۴۱۔
- ۵۲۔ احتجاج طبری ۲/ ۵۲۔
- ۵۳۔ زین العابدین مفرم ۶۷۔
- ۵۴۔ زین العابدین سید الابل ص ۶۰۔
- ۵۵۔ اعیان الشیعہ ۴- ۴۸۱، بحار الانوار ۱۱/ ۲۷۔
- ۵۶۔ اس خط کو مفرم نے زین العابدین ص ۱۳۸ میں اور شیخ نے تنبیہ الخواطر میں (مجموعہ ورام) ص ۲۹۹ میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح تحف العقول میں اور ان دونوں نے کہا ہے کہ آپ اپنے اصحاب کو ہر جمعہ کے دن اس خط کے مضمون پر وعظ فرماتے تھے۔
- ۵۷۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۵۔
- ۵۸۔ فضائل امام علی تالیف مغنیہ ۲۱۹۔
- ۵۹۔ زین العابدین مفرم ۲۱۶ تا ۲۲۰۔
- ۶۰۔ زین العابدین مفرم ۲۴۔
- ۶۱۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/ ۵۲۔
- ۶۲۔ کشف الغمہ ۱۹۹- ۲۰۶۔
- ۶۳۔ زین العابدین مفرم ۱۹۱، ۱۹۶، ۱۹۷۔
- ۶۴۔ المناقب ۲/ ۲۳۶۔
- ۶۵۔ المدخل الی موسوعۃ العتبات المقدسہ ۱۹۶۔
- ۶۶۔ المناقب ۲/ ۲۵۹۔
- ۶۷۔ المناقب ۲/ ۲۵۹۔ بحار الانوار ۱۱/ ۳۸۔
- ۶۸۔ المناقب ۲/ ۲۵۹۔ بحار الانوار ۱۱/ ۳۸۔
- ۶۹۔ بحار الانوار ۳/ ۲۴۳۔

- ۷۰۔ زین العابدین مقرر ۱۴۵۔
- ۷۱۔ اصول کافی ۲/۱۲۸۔
- ۷۲۔ زین العابدین مقرر ۱۵۲۔
- ۷۳۔ زین العابدین مقرر ۳۷۔
- ۷۴۔ کشف الغمہ ۲۰۷۔
- ۷۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۵۲۷، کشف الغمہ ۲۰۷۔
- ۷۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۵۳۴۔
- ۷۷۔ زین العابدین کے رسالہ حقوق کی شرح تالیف سید حسن قبائلی دیکھئے۔
- ۷۸۔ بحار الانوار، ۱۱/۱۲۔
- ۷۹۔ مقدمہ صحیفہ سید محمد مشکاة۔
- ۸۰۔ المناقب ۲/۴۵۔
- ۸۱۔ الفصول المہمہ ۱۹۲۔
- ۸۲۔ اللجنة الواقیة تالیف داماد۔
- ۸۳۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۴، صفۃ الصفوة ۲/۵۳۔
- ۸۴۔ کشف الغمہ ۲۰۲۔
- ۸۵۔ بحار الانوار ۱۱/۲۹۔
- ۸۶۔ صحیفہ سجادیہ ۶۵۔
- ۸۷۔ صحیفہ سجادیہ ۹۷۔
- ۸۸۔ صحیفہ سجادیہ ۵۶۔
- ۸۹۔ المناقب ۲/۲۳۸ کشف الغمہ ۲۰۹، بحار الانوار ۱۱/۱۶۔
- ۹۰۔ المناقب ۲/۲۴۷۔
- ۹۱۔ الارشاد ۷۷/۲۔
- ۹۲۔ الامام زین العابدین تالیف احمد فہمی محمد ۹۳۔
- ۹۳۔ المناقب ۲/۲۵۶، البحار ۱۱/۲۶۔
- ۹۵۔ المناقب ۳/۲۶۸۔
- ۹۶۔ امام زین العابدین تالیف احمد فہمی محمد ۱۳۲۔

۹۷۔ امام زین العابدین تالیف سید الابل ۶۷۔

۹۸۔ المناقب ۲/۲۵۲۔

۹۹۔ زین العابدین تالیف سید الابل ۶۷۔

۱۰۰۔ البحار ۱/۴۲۔

۱۰۱۔ زین العابدین تالیف مقرم ۲۳۳-۲۳۸۔

۱۰۲۔ زین العابدین تالیف مقرم ۲۳۳-۲۳۸۔

۱۰۳۔ بحار ۱۱/۱۸۔

۱۰۴۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۶۔

۱۰۵۔ زین العابدین سید الابل ۴۳۔

۱۰۶۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۶۔

۱۰۷۔ زین العابدین سید الابل ۳۸۳۔

۱۰۸۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۶۔

۱۰۹۔ کشف الغمہ ۱۹۹۔

۱۱۰۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۴۴۔

۱۱۱۔ المدخل الی موسوعۃ العتبار المقدسہ ۱۹۵۔

۱۱۲۔ بحار الانوار ۱۱/۱۸۔

۱۱۳۔ نور الابصار ۲۰۰۔

۱۱۴۔ المناقب ۲/۲۵۸۔

۱۱۵۔ مطالب السنول ۷۷۔

۱۱۶۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۳۔

۱۱۷۔ ائمہ الاثناعشر ۷۵۔

۱۱۹۔ فصول المهمہ ۱۸۷۔

۱۲۰۔ دفیات الاعیان ۲/۱۰۴۔

۱۲۱۔ البدایہ والنہایہ ۹/۱۰۴۔

۱۲۲۔ مشاہیر علماء امصار ۶۳۔

۱۲۳۔ تقریب التہذیب ۳۳۲۔

باب: ۵

- ۱۔ ایک روایت ہے کہ تین صفر کو پیدا ہوئے۔
- ۲۔ اعیان الشیعة ۴/ق ۶۵۔
- ۳۔ کتاب کنایہ الاثر فی النصوص علی الائمة الاثنی عشر، کتاب مقتضب الاثر فی النص علی الائمة الاثنی عشر اور کتاب الاستنصار فی النص علی الائمة الاطہار ملاحظہ فرمائیے۔
- ۴۔ الارشاد ۲۸۱۔
- ۵۔ کفایۃ الاثر۔
- ۶۔ کفایۃ الاثر۔
- ۷۔ اثبات الوصیۃ ۱۴۲۔
- ۸۔ اثبات الہدایۃ ۵/۲۶۳۔
- ۹۔ مطالب السنول ص ۸۱۔
- ۱۰۔ تاریخ یعقوبی ۳/۶۳۔
- ۱۱۔ المناقب ۲/۲۸۵۔
- ۱۲۔ سبائک الذهب ۷۲۔
- ۱۳۔ اعیان الشیعة ۴/ق ۲/۴۸۔
- ۱۴۔ مطالب السنول ۲/۵۲، کشف الغمہ ۲۱۱، نور الابصار ۲۰۷، الفصول المہمہ ۱۹۷، صفۃ الصفوۃ ۲/۶۲۔
- ۱۵۔ الفصول المہمہ ۱۹۴، صفۃ الصفوۃ ۲/۶۲، نور الابصار ۱۳۷، کشف الغمہ ۲۱۱۔
- ۱۶۔ المشروع الروی ص ۳۷۔
- ۱۷۔ ہماری کتاب سیرۃ الائمہ دیکھیے۔
- ۱۸۔ کشف الغمہ ص ۲۲۱۔
- ۱۹۔ فصول المہمہ ۱۹۶، کشف الغمہ ۲۱۳۔
- ۲۰۔ اعیان الشیعة ۴/ق ۲/۵۰۔
- ۲۱۔ مطالب السنول ۲/۵۲، کشف الغمہ ۲۱۱۔
- ۲۲۔ البحار ۱۱/۸۶۔

- ۲۳۔ دمعة الساکبہ ۴۱۵۔
- ۲۴۔ دمعة الساکبہ ۴۱۶۔
- ۲۵۔ نور الابصار ۲۰۷، کشف الغمہ ۲۱۱، الفصول المہمہ ۱۹۷، صفۃ الصفوة ۲ / ۶۳، مطالب السنول ۲ / ۵۳۔
- ۲۶۔ کشف الغمہ ۲۱۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲ / ۲۹۔
- ۲۷۔ صفۃ الصفوة ۲ / ۶۳، الفصول المہمہ ۱۹۷، کشف الغمہ ۲۱۱، مطالب السنول ۲ / ۵۳۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲ / ۲۹۔
- ۲۸۔ کشف الغمہ ۲۱۲ مذکورہ مبلغ کے جائزے دینے کا ذکر مطالب السنول ۲ / ۵۳، الفصول المہمہ ۱۹۷، اعیان الشیعہ ۴ ق ۱ / صفۃ الصفوة ۲ / ۶۳۔
- ۲۹۔ الحجار ۱۱ / ۸۶۔
- ۳۰۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲ / ۲۸۔
- ۳۱۔ رجال کشی ۱۰۹۔
- ۳۲۔ المناقب ۲ / ۱۰۹۔
- ۳۳۔ الارشاد ۲۷۹۔
- ۳۴۔ المناقب ۲ / ۲۸۴۔
- ۳۵۔ المناقب ۲ / ۲۹۵۔
- ۳۶۔ حلیۃ اولیاء ۳ / ۱۸۸۔
- ۳۷۔ مثلاً تفسیر البرہان تالیف سید ہاشم بحرانی۔
- ۳۸۔ تفسیر البرہان ۲ / ۴۱۷۔
- ۳۹۔ تفسیر برہان ۲ / ۴۲۹۔
- ۴۰۔ نور الابصار ۲۰۷۔
- ۴۱۔ الحجار ۱ / ۱۶۷۔
- ۴۲۔ تفسیر برہان ۳ / ۳۲۹۔
- ۴۳۔ تفسیر برہان ۴ / ۳۵۵۔
- ۴۴۔ تفسیر برہان ۴ / ۶۴۔
- ۴۵۔ الغیبت تالیف نعمانی ۴۴۔

- ۴۶۔ تفسیر برہان ۴/ ۱۹۵، ۲۳۷۔
- ۴۷۔ تفسیر برہان ۴/ ۱۹۵، ۲۳۷۔
- ۴۸۔ تفسیر علی بن براہیم ۶۸۴۔
- ۴۹۔ کشف الغمہ ۲۱۵۔
- ۵۰۔ المناقب ۲/ ۲۹، الجار ۱۱/ ۹۱۔
- ۵۱۔ المناقب ۲/ ۲۸۰۔
- ۵۲۔ المدخل الی موسوعۃ العتبات ۲۰۲۔
- ۵۳۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۱۔
- ۵۴۔ المناقب ۲/ ۲۹۳، الجار ۱۱/ ۹۴۔
- ۵۵۔ حلیۃ الاولیاء ۳/ ۱۸۷۔
- ۵۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۷۴۔
- ۵۷۔ تحفہ العقول ص ۷۱۔
- ۵۸۔ الجار ۱۷/ ۱۶۶۔
- ۵۹۔ الجار ۱۷/ ۱۶۷۔
- ۵۹۔ الجار ۱۷/ ۱۶۸۔
- ۶۰۔ الجار ۱۷/ ۱۶۸۔
- ۶۱۔ الجار ۱۷/ ۱۶۸۔
- ۶۲۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۱۔
- ۶۳۔ نور الابصار ۲۰۹۔
- ۶۴۔ حلیۃ الاولیاء ۳/ ۱۸۱ تا ۱۸۸۔
- ۶۵۔ المشرع الروی ۳۷۔
- ۶۶۔ تحفہ العقول ص ۷۳۔
- ۶۷۔ الجار ۱۷/ ۱۶۸۔
- ۶۸۔ تفسیر برہان ۱/ ۴۸۔
- ۶۹۔ کتاب البیہت والاسلام صفحہ ۲۲۶، ۲۲۹، ۲۳۲۔ اس کتاب کے حاشیہ پر لکھا ہے: مجلہ المقتطف جلد ۹ ص ۲۶۴ میں ہے کہ فلا مریون کا نظریہ ہے کہ چاند مسکونہ ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ روشنی توڑنے والی

دور بین بنائے جس کا خرچ ایک ملین فرا تک ہے تاکہ اس سے چاند میں بسنے والوں کو دیکھا جاسکے اور معارف کے محب لوگوں کو اس نے دعوت دی کہ وہ اس کی مالی امداد کریں۔ لیکن اس کی کوشش رائیگاں گئی۔

- ۷۰۔ الہیۃ والاسلام ۲۳۶۔
- ۷۱۔ کشف الغمہ ۲۱۳۔
- ۷۲۔ المناقب ۲/۲۸۷۔
- ۷۳۔ البحار ۱۱/۸۷۔
- ۷۴۔ گواہوں کا تقرر مستحب ہے۔
- ۷۵۔ المناقب ۲/۲۹۱۔
- ۷۶۔ المناقب ۲/۲۸۸۔
- ۷۷۔ المناقب ۲/۲۸۹۔
- ۷۸۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/۴۲۔
- ۷۹۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/۴۳۔
- ۸۰۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/۴۹۔
- ۸۱۔ کشف الغمہ ۲۲۱۔
- ۸۲۔ اعلام الوریاء ۲۶۴۔
- ۸۳۔ تفسیر برہان ۱/۶۰۔
- ۸۵۔ مناقب ۲/۲۸۸۔
- ۸۶۔ عدت الداعی ص ۲۱۰۔ آپ نے فرمایا جو یہ دعا پڑھے خدا اسے بخش دے گا، توبہ قبول کر لے گا، اس کی مہم کی کفایت کرے گا اور بدی و برائی سے محفوظ رکھے گا۔
- ۸۷۔ مفتاح الفلاح ۱۴۶۔
- ۸۸۔ الجنۃ الواقیۃ تالیف داماد۔
- ۸۹۔ مفتاح الفلاح ۲۱۲۔
- ۹۰۔ الجنۃ الواقیۃ تالیف کفعمی ۳۰۔
- ۹۱۔ کشف الغمہ ۲۱۸، البحار ۱۱/۷۷ بعض نے ان اشعار کی نسبت امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف دی ہے۔

- ۹۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲/ ۸۰۔
- ۹۳۔ تحف العقول ۱۔
- ۹۴۔ دمعہ الساکبہ ۲۰۲۔
- ۹۵۔ المحاسن والمساوی تالیف بیہقی ۲/ ۱۲۹۔
- ۹۶۔ باب چہارم ملاحظہ فرمائیں۔
- ۹۷۔ البحار ۱۱/ ۸۸۔
- ۹۸۔ الدمعۃ الساکبہ ۲۰۳۔
- ۹۹۔ المناقب ۲/ ۲۸۶۔
- ۱۰۰۔ کشف الغمہ ۲۱۳۔
- ۱۰۱۔ المناقب ۲/ ۲۸۶۔
- ۱۰۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲/ ۲۰۔
- ۱۰۳۔ البحار ۱۱/ ۸۲۔
- ۱۰۴۔ کشف الغمہ ۲۱۲۔
- ۱۰۵۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲/ ۸۵۔
- ۱۰۶۔ المناقب ۲/ ۲۷۸۔
- ۱۰۷۔ البحار ۱۱/ ۸۸۔
- ۱۰۸۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۳۹۔
- ۱۰۹۔ کشف الغمہ ۲۲۱۔
- ۱۱۰۔ المناقب ۲/ ۲۷۱۔
- ۱۱۱۔ آئمہ الاثناعشر ۸۱۔
- ۱۱۲۔ مطالب السنول ۸۰۔
- ۱۱۳۔ المدخل الی موسوعۃ العتبات المقدسہ ۲۰۱۔
- ۱۱۴۔ حلیۃ اولیاء ۳/ ۱۸۰۔
- ۱۱۵۔ اخبار الدول ۱۱۱۔
- ۱۱۶۔ الفصول المہمہ ۲۰۱۔
- ۱۱۷۔ دفیات الاعیان ۳/ ۳۱۴۔

۱۱۸۔ صواعق محرقہ ۱۲۰۔

۱۱۹۔ جامع کرامات الاولیاء ۱/ ۹۷۔

۱۲۰۔ المشرع الروی ۳۔

باب ۶

۱۔ الامام الصادقؑ تالیف محمد ابی زہرہ ص ۷۵۔

۲۔ (کفالت کرنے والا، یتیم کا متولی، متواتر روزے رکھنے وال) (موسوی)

۳۔ الصادق ج ۱ ص ۱۵۳۔

۴۔ اس کتاب میں فصل ۶۸ دیکھئے۔

۵۔ دیکھئے طوسی کی الفہرست، رجال نجاشی، جامع الرواة اردبیلی، الذریعہ آغا بزگ طہرانی، الامام الصادق والمذہب الاربعہ، اسد حیدر۔

۶۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ منصور عباسی نے مدینہ کے گورنر کو حکم بھیجا کہ امام جعفر صادقؑ نے جسے اپنا وصی بنایا ہوا ہو اس کی گردن اڑادو۔ جب اس نے اوصیاء جناب صادقؑ کے نام لکھے تو منصور نے کہا کہ ان سب کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔ پس اسی واقعہ سے آپؑ کی وصیت کی غرض بھی واضح ہوگئی۔

۷۔ دیکھئے ہماری کتاب ”الامام المہدی“

۸۔ الارشاد ۲۸۹۔

۹۔ الارشاد ۱۷۲۔

۱۰۔ کنایۃ الاثر۔

۱۱۔ البحار ج ۱۱ ص ۱۰۸۔

۱۲۔ مراد گناہ یا ترک اولیٰ بھی نہیں بلکہ مخلوق ہونے کے ناطہ سے یہ ہستیاں اپنے مباح افعال کو بھی شان کبریائی کے خلاف سمجھتی تھیں۔ (مترجم)

۱۳۔ باب الملاحظہ فرمائیے۔

۱۴۔ باب ۴ ملاحظہ کیجیے۔

۱۵۔ مطالب السنول ج ۲ ص ۲۵۵۔

۱۶۔ کشف الغمہ ۲۴۰۔

۱۷۔ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۹۲۔

- ۱۸۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۲۔
- ۱۹۔ جعفر بن محمد از سید الابل
- ۲۰۔ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۵ حیات امام الصادق تالیف سبیتی ۷۱، اشعہ من حیاۃ امام صادق ص ۵۸۔
- ۲۱۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲ ص ۱۳۸۔
- ۲۲۔ روضۃ لکافی (۸۷) الامام صادق تالیف ابی زہرہ ۸۲، الامام صادق والمذاہب اربعہ ج ۲ ص ۴۷، الصادق تالیف مظفری ج ۱ ص ۲۵۹، اعیان الشیعہ ۴ ق ۲ ص ۱۳۶۔
- ۲۳۔ الصادق تالیف مظفری ۱/ ۲۶۹۔
- ۲۴۔ روضۃ لکافی ۱۶۔
- ۲۵۔ الصادق تالیف مظفری ۱/ ۲۶۶۔ مظفری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شاید آپ کی بڑی ذلت سے مراد قتل اور چھوٹی ذلت سے خواہش کرنا اور بات چیت کرنا ہے۔
- ۲۶۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲/ ۱۳۶، الصادق تالیف مظفری ۱/ ۲۶۴۔
- ۲۷۔ ثواب الاعمال شیخ صدوق، اعیان الشیعہ ۴/ ۲۲۵، الصادق مظفری ۲/ ۱۱۲۔
- ۲۸۔ امام الصادق تالیف ابی زہرہ ۸۱، الصادق مظفری ۱/ ۲۵۹، الامام الصادق والمذاہب اربعہ ج ۲ ص ۳۸، اعیان الشیعہ ۴ ق ۲/ ۱۴۰۔
- ۲۹۔ المناقب ۲/ ۲۳۵، الصادق مظفری ۱/ ۲۶۷، الامام الصادق والمذاہب اربعہ ج ۲ ص ۳۵، استاد ابو زہرہ نے بھی اپنی کتاب الامام الصادق ص ۸۱ میں اس طرف اشارہ کیا۔
- ۳۰۔ امام الصادق والمذاہب اربعہ ج ۲ ص ۳۹۔
- ۳۱۔ المناقب ۲/ ۳۴۵، مشیر الاحزان ۲۵۰، غرر الغرر ۵۰، اعیان الشیعہ ۴ ق ۲/ ۲۲۵۔
- ۳۲۔ اشعہ من حیاۃ الصادق ۳/ ۵۸۔
- ۳۳۔ جعفر بن محمد تالیف سید الابل ۵۹۔
- ۳۴۔ الصواعق المحرقة ۱۹۹۔
- ۳۵۔ حلیۃ الاولیاء ۳/ ۱۹۹۔
- ۳۶۔ اخبار الدول ۱۱۲۔
- ۳۷۔ شرح الشفاء ۱/ ۱۲۴۔
- ۳۸۔ النجوم الزاہرہ ۲/ ۷۹۔

- ۳۹۔ جوہرۃ الکلام ۱۱۸۔
- ۴۰۔ تہذیب الاسماء واللغات ۱/۱۴۹۔
- ۴۱۔ الامام الصادق، تالیف ابوزہرہ ۶۶۔
- ۴۲۔ الممل والنخل، حاشیہ برالفصل فی الممل تالیف ابن حزم ۲۲۴۱۔
- ۴۳۔ مختصر تاریخ العرب والتمدن اسلامی ۱۷۹۔
- ۴۴۔ صحیح الاسلام ۳/۲۶۳۔
- ۴۵۔ شرح نبج البلاغہ ۱/۲۔
- ۴۶۔ مختصر الختفہ الاثنا عشریہ تالیف آلوسی ص ۸۔ امام الصادق کی نظر علماء العظماء و اکابرین کی نظر میں، کی فصل کی طرف مراجعہ کریں۔
- ۴۷۔ اشعۃ من حیۃ صادق ۱۴۱۔
- ۴۸۔ المناقب ۲/۳۲۴ الذکر تالیف شہید اول، کشف النمہ ۲۲۶ اعیان الشیعہ ۲/۱۷۱۔
- ۴۹۔ اعلام الوری
- ۵۰۔ المعتبر
- ۵۱۔ اعیان الشیعان ۲/۱۷۔
- ۵۲۔ مطالب السؤل ۲/۵۵۔
- ۵۳۔ الدلائل والمسائل ص ۵۲۔
- ۵۴۔ فہرست ابن ندیم ۵۱۴، اور اعیان الشیعہ ۱۱۶۱۵۔
- ۵۵۔ دفیات الاعیان ۱/۲۹۱۔
- ۵۶۔ دائرۃ المعارف ۶/۴۷۸۔
- ۵۷۔ اشعۃ من حیۃ صادق ۳۶۔
- ۵۸۔ الاعلام ۱/۱۸۶۔
- ۵۹۔ حیۃ صادق سبیتی ص ۶۶۔
- ۶۰۔ مرآۃ الجنان ۱/۳۰۴۔
- ۶۱۔ اشعۃ من حیۃ صادق ۳۹۔
- ۶۲۔ اعیان الشیعہ ۱۵/۱۱۶۔
- ۶۳۔ الامام الصادق تالیف محمد ابی زہرہ ص ۱۰۲۔

- ۶۴۔ الامام الصادق تالیف محمد ابی زہرہ ص ۲۵۰۔
- ۶۵۔ دائرۃ المعارف القرآن الرابع عشر ۳/ ۱۱۰۔
- ۶۶۔ الدلائل والمسائل ۵۳۔
- ۶۷۔ الامام الصادق ملہم الکیسما۔ ڈاکٹر ہاشمی ص ۴۰۔
- ۶۸۔ اشعۃ من حیۃ الصادق ۲/ ۱۲۰۔
- ۶۹۔ فہرست ابن ندیم ۵۱۴۔
- ۷۰۔ تاریخ الفکر العربی ۷۰ تا ۸۵۔
- ۷۱۔ الاعلام ۲/ ۹۰۔
- ۷۲۔ اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۱۱۱۔
- ۷۳۔ کشف الظنون ۲/ ۳۴۴۔
- ۷۴۔ الاعلام ۲/ ۹۱۔
- ۷۵۔ الاعلام ۲/ ۹۱۔
- ۷۶۔ اشعۃ من حیۃ الصادق ۳۹۔
- ۷۷۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲/ ۲۰۷، الصادق مظفری ۲/ ۴۰، مطالب السنول ۲/ ۵۷، الامام الصادق تالیف محمد ابی زہرہ ۶۷۔ صفۃ الصفوہ ۲/ ۹۵، الفصول المہمہ ۲۱۰۔ غرر الغرر ۵۰، نور الابصار ۲۱۴، کشف الغمہ ۲۳۳، حیۃ الامام الصادق سبیتی ۲۸۔
- ۷۸۔ تحف العقول ۳۶۰۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲/ ۱۹۳، الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴/ ۱۱۰۔
- ۷۹۔ الصادق مظفری ۲/ ۵۳۔
- ۸۰۔ تحف العقول ۳۶۷، اعیان الشیعہ ۴/ ۱۹۷، الصادق مظفری ۲/ ۶۳، الصادق ومذاہب الاربعہ ۴/ ۱۲۰۔
- ۸۱۔ حیۃ الامام الصادق سبیتی ۳۷۔
- ۸۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲/ ۲۰۹، الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴/ ۸۹۔
- ۸۳۔ الصادق مظفری ۱/ ۱۲۷۔
- ۸۴۔ حلیۃ الاولیاء ۳/ ۱۹۵، اعیان الشیعہ ۴ ق ۲/ ۲۰۵۔
- ۸۵۔ رضۃ الکافی ۱۴۳۔
- ۸۶۔ روضۃ الکافی ۴۹۔

- ۸۷۔ فروع کافی ۲/۲۵۰۔
- ۸۸۔ روضۃ الکافی ۲/۲۱۹۔
- ۸۹۔ تحف العقول ۳۵۸ تا ۳۶۲۔
- ۹۰۔ کشف الغمہ ۲۳۰ تا ۲۴۰۔
- ۹۱۔ نور الابصار ۲/۲۱۳۔
- ۹۲۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/۱۹۸-۲۰۳۔
- ۹۳۔ الصادق مظفری ۲/۱۴، ۲۳، ۱۰۰۔
- ۹۵۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴/۱۱۰ تا ۱۲۸۔
- ۹۶۔ رطب الامام الصادق ۶۴۔
- ۹۸۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۵/۷۷۔
- ۹۹۔ تحف العقول ۵/۳۷۔
- ۱۰۰۔ حلیۃ الاولیاء ۳/۹۴ اصفۃ الصفوۃ ۲/۱۹۵ الکواکب الدررۃ ۱/۹۵ کشف الغمہ ۲۳۔
- ۱۰۱۔ کشف الغمہ ۲۳۹- اعیان الشیعہ ۴/۲۰۳۔
- ۱۰۲۔ امام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴/۴۵۔
- ۱۲۸۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/۱۴۲، نور الابصار، جوہرۃ الکلام ۷/۱۳، رسائل الجاحظ ۹، الفصول المهمہ ۲۰۹، کشف الغمہ ۲۳۹، المناقب ۲/۳۱۴، بعض نے صرف پہلے شعر پر اکتفا کی ہے۔
- ۱۰۳۔ تحف العقول ۳۵۹۔
- ۱۰۴۔ تحف العقول
- ۱۰۵۔ فروع کافی ۱/۳۵۹۔
- ۱۰۶۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴/۱۲۱۔
- ۱۰۷۔ المناقب ۲/۳۲۷، اعیان الشیعہ ۴ق ۲/۱۳۵۔
- ۱۰۸۔ ڈاکٹر کیالی کا امام صادق کے حالات میں رسالہ کا صفحہ ۱۴ دیکھئے۔
- ۱۰۹۔ الامام الصادق تالیف محمد ابی زہرہ ص ۹۹۔
- ۱۱۰۔ ضحی الاسلام ۳/۲۲۴۔
- ۱۱۱۔ المناقب ۲/۳۴۱۔
- ۱۱۲۔ الاحتجاج طبری ۱۸۱، الصادق مظفری ۱/۲۳۳۔

- ۱۱۳۔ الاحتجاج طبرسی ۱۹۴۔ الصادق مظفری ۲۱ / ۲۳۔
- ۱۱۴۔ الامام الصادق ملہم الکیمیاء ڈاکٹر ہاشمی ۱۳۶۔
- ۱۱۵۔ المناقب ۲ / ۳۳۶۔
- ۱۱۶۔ الاحتجاج طبرسی ۱۹۴۔
- ۱۱۷۔ الامام الصادق تالیف محمد ابی زہرہ ۷۹، الصادق تالیف مظفری از بحار ۴ / ۱۳۷، کشف الغمہ، المناقب ۲ / ۳۲۷۔
- ۱۲۰۔ جعفر بن محمد تالیف سید الابل ۸۴۔
- ۱۱۸۔ میں نے اس کا ایک نسخہ شیخ محمد علی دراق کے ہاں نجف اشرف میں دیکھا ہے جو چار سو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے بہت ہی عمدہ خط میں تحریر ہے۔ اس نفیس اثر کو چھپنے کے لئے نیک کام کرنے کی توفیق بخشے۔
- ۱۱۹۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴ / ۴۲۔
- ۱۲۱۔ اللجنة الواقیہ تالیف داماد
- ۱۲۲۔ مطالب السؤل ۲ / ۵۹، کشف الغمہ ۲۲۲۔
- ۱۲۳۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲ / ۱۵۷۔
- ۱۲۴۔ نہج الدعوات ۱۸۸۔
- ۱۲۵۔ سورہ انبیاء آیہ ۷۶ سورہ شعراء آیہ ۷۰، سورہ الصافات ۷۶۔
- ۱۲۶۔ الکواکب الدرریہ ۱ / ۹۴، لواقع الانوار ۳۳، جوہرۃ الکلام ۱۳۸، اسعاف الراغبین ۲۲۷۔
- ۱۲۷۔ الرجال کشی ۱۳۸۔
- ۱۲۹۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۲ / ۱۷۰۔
- ۱۳۰۔ حضرت کے خاص موالیوں میں تھے، الصادق واصحابہ۔
- ۱۳۱۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲ / ۱۴۲، نور الابصار ۲۱۱، الفصول المہمہ ۶۰۹، کشف الغمہ ۲۲۷، المناقب ۲ / ۳۱۱، الصواعق المحرقہ ۱۲۱، بعض نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ بعض طاغوتوں نے آپ کے غلام کو قتل کر دیا۔
- ۱۳۲۔ الکافی ۲ / ۵۵۷۔
- ۱۳۳۔ الصادق مظفری ۱ / ۲۹۰۔
- ۱۳۴۔ المناقب ۲ / ۳۱۲۔
- ۱۳۵۔ المناقب ۲ / ۳۱۲۔
- ۱۳۶۔ الصادق تالیف مظفری ۱ / ۲۹۰۔

- ۱۳۷۔ اعیان الشیعہ ۴/۲۲۱، المناقب ۲/۲۴۶۔
- ۱۳۸۔ کشف الغمہ ۲۲۵، فصول المہمہ ۲۲۱،
- ۱۳۹۔ المناقب ۲/۳۴۴ اعیان الشیعہ ۴-۲۲۰۔
- ۱۴۰۔ المناقب ۲/۳۴۶، اعیان الشیعہ ۴/۲۲۲۔
- ۱۴۱۔ المناقب ۲/۳۴۷، اعیان الشیعہ ۴/۲۲۲۔
- ۱۴۲۔ مثل عبد الحمید، وسدیر، وعبد السلام
- ۱۴۳۔ مثل معلی بن خنيس
- ۱۴۴۔ مثلاً عبد اللہ بن حسن اور ان کے بیٹوں محمد و ابراہیم کو اور آل حسن کی بہت بڑی جماعت کو۔
- ۱۴۶۔ المناقب ۲/۳۱۷، عمدۃ الطالب ۱۸۴۔
- ۱۴۷۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۲۔
- ۱۴۸۔ امام صادق والمذاہب الاربعہ ۵/۷۵۔
- ۱۴۹۔ مطالب السؤل ۲/۵۸، صفۃ الصفوة ۲/۱۹۵، اعیان الشیعہ ق ۱/۱۵۹، نور الابصار ۲۱۴، امام صادق ابوزہرہ ۸۳، المناقب ۲/۳۳۷، کشف الغمہ ۲۲۳، الفصول المہمہ ۳۰۶ اخبار الدول ۱۱۲۔
- ۱۵۰۔ کشف الغمہ ۲۴۰، اعیان الشیعہ ق ۲/۱۵۹، الصادق مظفری ۱/۱۲۵۔
- ۱۵۱۔ الصادق مظفری ۱/۱۲۲، ۱۳۰۔
- ۱۵۲۔ اعیان الشیعہ ق ۱/۲۲۷، المجالس السنیہ ۵/۳۱۶، الصادق مظفری ۲/۳۰۶۔
- ۱۵۳۔ بحار ۱۱/۴۸۔
- ۱۵۴۔ جامع مسانید ابوحنیفہ ۱/۲۲۲۔
- ۱۵۵۔ النجوم الزاہرہ ۲/۹۔
- ۱۵۷۔ مختصر تحفہ اثنا عشریہ ص ۸۔
- ۱۵۸۔ مناقب الامام ابوحنیفہ تالیف مکی ۱/۱۷۳۔ الامام الصادق تالیف ابی زہرہ ۲۵۲۔
- ۱۵۹۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۵/۶۸۔
- ۱۶۰۔ تہذیب التہذیب ۲/۱۰۵، حیاۃ الامام الصادق تالیف بسیتی ص ۱۷، اشعة من حیاۃ الصادق ۳/۵۸۔
- ۱۶۱۔ المناقب ۲/۳۲۵، الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴/۹۔
- ۱۶۲۔ تہذیب التہذیب ۲/۱۰۴، صفۃ الصفوة ۲/۹۴، کشف الغمہ ۲۳۲، المناقب ۲/۳۲۶۔
- ۱۶۳۔ کشف الغمہ ۲۳۰۔

- ۱۶۴۔ الصادق مظفری ۲۲۴۱، الامام الصادق ملہم الکیمیاء ۱۳۵۔
- ۱۶۵۔ المناقب ۲/ ۳۰۲، من کافی البصائر الدرجات والخراج و الجرائح۔
- ۱۶۶۔ الامام الصادق والمذاهب الاربعہ ۵/ ۷۹۔
- ۱۶۷۔ بحار ۱۱۔
- ۱۶۸۔ اشعۃ حیات الصادق ۳/ ۵۰۔
- ۱۶۹۔ کشف الغمہ
- ۱۷۰۔ نہج الدعوات ۱۹۸۔
- ۱۷۱۔ کشف الغمہ ۲۳۶۔
- ۱۷۲۔ تاریخ یعقوبی ۳/ ۱۱۷۔
- ۱۷۳۔ مطالب السنول ۲/ ۵۵۔
- ۱۷۴۔ الملل والنحل حاشیہ برالفصل فی الملل تالیف ابن حزم ۱/ ۲۲۴۔
- ۱۷۵۔ الفصول المہمہ ۲۱۶۔
- ۱۷۶۔ الامام الصادق والمذاهب الاربعہ ۱/ ۲۹۔
- ۱۷۷۔ شرح الشفاء ۱/ ۱۲۴۔
- ۱۷۸۔ النجوم الزاہرہ ۲/ ۹۔
- ۱۷۹۔ مراۃ الجنان ۱/ ۳۰۴۔
- ۱۸۰۔ اتحاف بحب الاشراف ۵۴۔
- ۱۸۱۔ مناجات التوسل ۱۰۶۔
- ۱۸۲۔ مشاہیر علماء امصار۔
- ۱۸۳۔ سبائک الذهب ۷۴۔
- ۱۸۴۔ قاموس علوم ۳/ ۱۸۲۔
- ۱۸۵۔ التشریع الاسلام ۲۶۳۔
- ۱۸۶۔ دائرہ معارف القرن الرابع عشر ۱۱۰۳۔
- ۱۸۷۔ ضحی الاسلام ۳/ ۲۶۵۔
- ۱۸۸۔ سید الابل کی کتاب جعفر بن محمد مصنفہ ۶۔
- ۱۸۹۔ کیالی کارسالہ امام جعفر صادق کے بارے میں ہے دیکھئے صفحہ ۱۴۔

۱۹۰۔ الاعلام ۲/ ۱۲۱۔

باب ۷

- ۱۔ آپ چار سال ہارون کی قید میں رہے۔ بعض روایات کے مطابق اس سے بھی زیادہ مدت اس کی قید میں رہے۔
- ۲۔ جنگ موتہ میں آپؐ نے جعفر بن ابی طالب، زید بن حارثہ، عبد اللہ بن رواحہ کو یکے بعد دیگرے امیر لشکر بنایا، اگر پہلا شہید ہو جائے تو دوسرا اور دوسرا شہید ہو جائے تو تیسرا سالا رہے۔
- ۳۔ اس کتاب کے باب اول ”امام امیر المومنین“ میں آئمہ پر رسول اعظم کی نصوص کا ہم نے ذکر کیا ہے۔
- ۴۔ الارشاد۔ ۳۱۰۔
- ۵۔ اثبات الہدایۃ ۵/ ۴۶۸۔
- ۶۔ اثبات الہدایۃ ۵/ ۴۶۸۔
- ۷۔ اثبات الہدایۃ ۵/ ۴۹۳۔
- ۸۔ الفصول المہمہ ۲۲۲۔
- ۹۔ تاریخ بغداد ۱۳۔ ۲۷۔
- ۱۰۔ تاریخ بغداد ۱۳/ ۲۷۔
- ۱۱۔ المناقب ۲/ ۳۷۲۔
- ۱۲۔ کشف الغمہ ۷۷۔ ۲۴۔
- ۱۳۔ البحار ۱۱/ ۲۶۶۔
- ۱۴۔ کشف الغمہ ۷۷۔ ۲۴۔
- ۱۵۔ حیات الامام موسیٰ بن جعفر ۱/ ۸۳۔
- ۱۶۔ المناقب ۲/ ۲۶۲۔
- ۱۷۔ المناقب ۲/ ۳۷۹۔
- ۱۸۔ البحار ۱۱/ ۲۶۷۔
- ۱۹۔ المناقب ۲/ ۳۷۹۔
- ۲۰۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۴۲۔
- ۲۱۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۷۳۔

- ۲۲۔ کشف الغمہ ۷۲۲۔ تاریخ بغداد ۱۳/۲۹۔
- ۲۳۔ تحف العقول ۱۰۰۔
- ۲۴۔ تاریخ بغداد ۱۳/۳۱۔
- ۲۵۔ حیاة موسیٰ بن جعفر ۸۹۔
- ۲۶۔ البحار ۱۱/۲۶۶۔
- ۲۷۔ البحار ۱۱/۲۶۷۔
- ۲۸۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۷۰۔
- ۲۹۔ کشف الغمہ ۷۲۲، اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۱۱، المناقب ۲/۲۷۹۔
- ۳۰۔ الفصول المہمہ ۲۱۹۔
- ۳۱۔ تاریخ بغداد ۱۳/۲۸۔
- ۳۲۔ کشف الغمہ ۷۲۲، اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۴۲، تاریخ بغداد ۱۳/۲۸۔
- ۳۳۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۴۲، کشف الغمہ ۷۲۳، تاریخ بغداد ۲۳/۲۹۔
- ۳۴۔ المناقب ۹۲/۳۔
- ۳۵۔ حیاة الامام موسیٰ بن جعفر ۱/۹۶۔
- ۳۶۔ تاریخ بغداد ۱۳/۳۰۔
- ۳۷۔ البحار ۱۷/۲۰۳۔
- ۳۸۔ تحف العقول ۹۴۔
- ۳۹۔ تحف العقول ۹۹۔
- ۴۰۔ المدخل الی موسوعة العتبات المقدسة ۲۱۷۔
- ۴۱۔ حیاة الامام موسیٰ بن جعفر ۱/۱۹۳۔
- ۴۲۔ البحار ۱۷/۲۰۳۔
- ۴۳۔ حیاة الامام موسیٰ بن جعفر ۱/۱۰۳۔
- ۴۴۔ البحار ۱۷/۲۰۲۔
- ۴۵۔ الفصول المہمہ ۲۲۷۔
- ۴۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۵۷ تا ۶۰۔
- ۴۷۔ المدخل الی موسوعة العتبات المقدسة ۲۱۶، ۲۱۷۔

- ۴۸۔ تحف العقول ۹۹، ۱۰۰۔
- ۴۹۔ حیات الامام موسیٰ بن جعفر ۲ / ۱۹۳ - ۱۹۴۔
- ۵۰۔ البحار ۱۱ / ۲۷۷۔
- ۵۱۔ الدرۃ الباہرۃ
- ۵۲۔ البحار ۱ / ۲۰۶۔
- ۵۳۔ الانوار الہیہ ۹۱۔
- ۵۴۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳۸۳۔
- ۵۵۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۴۹۔
- ۵۶۔ الارشاد ۳۱۸۔
- ۵۷۔ المناقب ۲ / ۳۷۳۔
- ۵۸۔ المناقب ۲ / ۳۷۴۔
- ۵۹۔ تحف العقول ۹۹۔
- ۶۰۔ حیات الامام موسیٰ بن جعفر ۲ / ۱۳۲ - از اصول کافی ۱ / ۱۱۵۔
- ۶۱۔ البحار ۱۱ / ۲۵۲۔
- ۶۲۔ البحار ۱۱ / ۲۵۳۔
- ۶۳۔ البحار ۱ / ۲۰۳۔
- ۶۴۔ البحار ۱ / ۲۰۶۔
- ۶۵۔ البحار ۱۱ / ۲۷۵۔
- ۶۶۔ الاحتجاج ۲ / ۱۵۶۔
- ۶۷۔ الاحتجاج ۲ / ۱۵۸۔
- ۶۹۔ الحجاج ۲ / ۱۶۔
- ۷۰۔ البحار ۱۱ / ۲۷۷۔
- ۷۱۔ البلد الامین ص ۱۰۱۔
- ۷۲۔
- ۷۳۔ فلاح السائل ۱۷۲۔
- ۷۴۔ البحار ۱۱ / ۲۳۹۔

- ۷۵۔ نہج الدعوات ۵۴۔
 ۷۶۔ نہج الدعوات ۳۰۰۔
 ۷۶۔ اصول کافی ۵۶۱۔
 ۷۸۔ اصول کافی ۵۶۲۔
 ۷۹۔ الفصول المہمہ ۲۲۲۔
 ۸۰۔ مدینۃ المعاجز ۳۹۴۔
 ۸۱۔ البحار ۱۱/۲۶۳۔
 ۸۲۔ حیات الامام موسیٰ بن جعفر ۱/۲۲۶۔
 ۸۴۔ البحار ۱۱/۲۳۴۔
 ۸۵۔ انوار الہیۃ ۹۲۔
 ۸۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۵۱۔
 ۸۷۔ المناقب ۲/۳۷۳۔
 ۸۸۔ انوار البھیۃ ۹۳۔
 ۸۹۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۷۱۔
 ۹۰۔ تاریخ بغداد ۱/۱۲۰۔
 ۹۱۔ تحفہ العالم ۲/۲۲۔
 ۹۲۔ تہذیب التہذیب ۱۰/۲۴۰۔
 ۹۳۔ صفۃ الصفوۃ ۲/۱۰۳۔
 ۹۴۔ تاریخ بغداد ۱۳/۲۸۔
 ۹۵۔ الفصول المہمہ ۲۱۷۔
 ۹۶۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۶۔
 ۹۷۔ مطالب السنول ۸۳۔
 ۹۸۔ اخبار الدول ۱۱۲۔
 ۹۹۔ میزان الاعتدال ۳/۲۰۹، تاریخ الخلفاء ۳۹۔
 ۱۰۰۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر ۱/۱۰۷۔
 ۱۰۱۔ نور الابصار ۲۱۸۔

- ۱۰۲۔ الطبقات الکبریٰ ۳۳۔
- ۱۰۳۔ الاتحاف بحب الاشراف ۵۴۔
- ۱۰۴۔ ینایع المودۃ ۵۹۔
- ۱۰۵۔ مرآة الجنان ۱/ ۳۹۴۔
- ۱۰۶۔ سبائک الذهب ۷۳۔
- ۱۰۷۔ جوہرۃ الکلام ۱۳۹۔
- ۱۰۸۔ الحسین ۲/ ۲۰۷۔
- ۱۰۹۔ تاریخ العلویین ۱۵۸۔
- ۱۱۰۔ جامع کرامات الاولیاء ۲/ ۲۶۹۔
- ۱۱۱۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر ۱/ ۱۱۰، شرح زہر الادب ۱/ ۱۳۲۔
- ۱۱۲۔ ہارون رشید ۱/ ۱۸۸۔
- ۱۱۳۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر ۱/ ۱۱۷، فقہ الاسلام مدخل لدراسة المعاملات ۱۶۰۔

باب ۸

- ۱۔ شیخ مفید اور ان کے اتباع کرنے والوں کی روایت۔ شیخ صدوق کی روایت ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ ہے۔
- ۲۔ سید محسن رحمۃ اللہ نے اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۱۸۰ تا ۱۹۰ میں ان کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔
- ۳۔ اربلی نے کشف الغمہ ۸/ ۲۷۸ میں اس عہد نامہ کا نسخہ جو مامون نے امام رضاؑ کے لئے لکھا تھا، جس پر امام علیہ السلام کی توثیق اور دستخط بھی ہیں، نقل کیا ہے۔ اس نے خود اسے حرم امامؑ کے بعض خدام کے پاس مشاہدہ کیا تھا۔
- ۴۔ استاد عبد القادر احمد یوسف نے اپنی کتاب الامام الرضا ولی عہد المامون ص ۶۲ تا ۶۶ میں اس تحریر کا ذکر کیا ہے جو ان درہم و دینار پر تھی جو امامؑ کے نام پر ڈھائے گئے تھے۔ یہ عربی اور غیر عربی مصادر سے ہیں، جن میں سے ایک متاحف العالم ہے۔
- ۵۔ الارشاد ۳۲۶۔
- ۶۔ عیون اخبار الرضا ۱/ ۲۱۔
- ۷۔ الغبیۃ شیخ طوسی ۲۶۔
- ۸۔ الغبیۃ شیخ طوسی ۲۸۔

- ۹۔ کشف الغمہ ۲۷۴۔
- ۱۰۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تور اوی بھول گیا ہے یا صاحب کتاب سے یہ الفاظ چھوٹ گئے ہیں کہ ”پھر آپ صبح کی دو رکعت نوافل پڑھتے اور اس کے بعد نماز فجر پڑھتے۔“
- ۱۱۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۸۷۔
- ۱۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۱۰۷۔
- ۱۳۔ الحجار ۱۲ / ۲۶۔
- ۱۴۔ الحجار ۱۲ / ۲۶۔
- ۱۵۔ الحجار ۱۲ / ۲۶۔
- ۱۶۔ عیون اخبار الرضا ۲ / ۱۳۷۔
- ۱۷۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۱۰۵۔
- ۱۸۔ کشف الغمہ ۲۷۴۔
- ۱۹۔ الحجار ۱۲ / ۲۹۔
- ۲۰۔ الحجار ۱۲ / ۲۹۔
- ۲۱۔ الحجار ۱۲ / ۴۲۔
- ۲۲۔ الارشاد ۳۲۸۔
- ۲۳۔ الارشاد ۱۲ / ۷۹۔
- ۲۴۔ الحجار ۱۲ / ۷۹۔
- ۲۵۔ عیون اخبار الرضا ۱ / ۷۱۸۔
- ۲۶۔ الحجار ۲ / ۴۱۲۔
- ۲۷۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۱۴۹۔
- ۲۸۔ الحجار ۱۲ / ۲۸۔
- ۲۹۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۱۰۶۔
- ۳۰۔ کشف الغمہ ۲۷۴۔
- ۳۱۔ الحجار ۱۲ / ۳۰۔
- ۳۲۔ الحجار ۱۲ / ۳۰۔
- ۳۳۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۱۰۶۔

- ۳۴۔ کشف الغمہ ۲۶۱۔
۳۵۔ نور الابصار ۱۴۰، الفصول ۲۳۳۔
۳۶۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۱۰۸۔
۳۷۔ المناقب ۲ / ۴۱۲۔
۳۸۔ الارشاد ۳۳۴۔
۳۹۔ (التوحید) تالیف شیخ صدوق ۱۷۔ انھوں نے پورا خطبہ نقل کیا ہے۔
۴۰۔ البحار ۱۲ / ۵۴۔
۴۱۔ تحف العقول ۱۰۸۔
۴۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۱۹۵۔
۴۳۔ الانوار السہیۃ ۱۰۹۔
۴۴۔ البحار ۱۲ / ۱۲۵۔
۴۵۔ ”التوحید“ شیخ صدوق ۲۷۔
۴۶۔ عیون اخبار الرضا ۱ / ۱۱۴، ۲۵۸، ۲ / ۷، ۱۲، ۱۵، ۲۴، ۵۴۔
۴۷۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۱۹۴ تا ۱۹۶۔
۴۸۔ فضائل الامام تالیف مغنیہ ۲۳۵، ۲۳۶۔
۴۹۔ الامام علی الرضا ولی عہد المامون صفحہ ۳۲۔
۵۰۔ نور الابصار ۲۲۳۔
۵۱۔ تحف العقول ۱۰۷، ۱۰۸۔
۵۲۔ وفات الرضا تالیف مقرم ۲۳۔
۵۳۔ البحار ۱ / ۲۰۷۔
۵۴۔ عیون اخبار الرضا ۱ / ۱۹۵۔
۵۵۔ المناقب ۲ / ۴۰۶۔
۵۶۔ تحف العقول ۱۰۴۔
۵۷۔ البحار ۱۲ / ۵۶۔
۵۸۔ البحار ۱۲ / ۵۶۔
۵۹۔ الفصول المختارة من العیون والحسان ۱ / ۱۷۔

- ۶۰۔ المناقب ۲/۴۰۷۔
- ۶۱۔ عیون اخبار الرضا۔ ۲/۲۳۲۔
- ۶۲۔ المناقب ۲/۴۰۷۔
- ۶۳۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۱۹۴۔
- ۶۴۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۱۰۴۔
- ۶۵۔ الحجار ۱/۲۰۶۔
- ۶۶۔ الحجار ۱/۲۰۷۔
- ۶۷۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۱۰۴۔
- ۶۸۔ الاحتجاج ۲/۲۲۵۔
- ۶۹۔ عیون اخبار الرضا ۲/۷۵۔
- ۷۰۔ عیون اخبار الرضا ۱/۱۳۴۔
- ۷۱۔ عیون اخبار الرضا ۱/۲۲۷۔
- ۷۲۔ نور الابصار ۲۲۳۔
- ۷۳۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/۱۵۰۔
- ۷۴۔ الفصول المہمہ ۲۳۸۔
- ۷۵۔ فضائل الامام علی ۲۳۵۔
- ۷۶۔ الحجار ۱/۲۰۷۔
- ۷۷۔ الامام علی رضا ولی عہد المامون ۵۵۔
- ۷۸۔ الحجار ۱/۲۰۷۔
- ۷۹۔ منتخب الدعوات ۸۰۔
- ۸۰۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۱۹۷۔
- ۸۱۔ المحبتي من الدعاء المجتبی۔
- ۸۲۔ نہج الدعوات ۵۹۔
- ۸۳۔ الحجار ۱۲/۲۷۔
- ۸۴۔ الحجار ۱۲/۳۳۔
- ۸۵۔ عیون اخبار ۱/۱۱۹۔

- ۸۶۔ عیون اخبار الرضا / ۱۱۹۔
- ۸۷۔ عیون اخبار الرضا / ۱۶۔
- ۸۸۔ البحار / ۱۲ / ۸۰۔
- ۸۹۔ عیون اخبار الرضا / ۲۲۴۔
- ۹۰۔ عیون اخبار الرضا / ۲۲۴۔
- ۹۱۔ الفصول المهمہ ۲۳۴۔ نور الابصار ۲۲۴۔
- ۹۲۔ البحار / ۱۲ / ۳۲۔
- ۹۳۔ المناقب / ۲ / ۴۱۳۔
- ۹۴۔ البحار / ۱۲ / ۳۲۔
- ۹۵۔ المناقب / ۲ / ۴۲۱۔
- ۹۶۔ البدایہ والنہایہ ۱۰ / ۲۵۰۔
- ۹۷۔ وفاة الرضا ۱۶۔
- ۹۸۔ مقتل الطالین
- ۹۹۔ علل الشرائع ۷ / ۲۳۔
- ۱۰۰۔ علل الشرائع ۸ / ۲۳۸۔
- ۱۰۱۔ روضة الواعظین / ۱ / ۲۶۸۔
- ۱۰۲۔ شیخ صدوق اور دوسروں نے ذکر کیا ہے کہ مامون نے امام رضاؑ سے خواہش کی کہ خلافت قبول کریں۔ آپؑ کے انکار پر اصرار کیا کہ آپؑ ولی عہدی قبول کر لیں۔
- ۱۰۳۔ اخبار العلماء باخبار الحکماء تصنیف: قفطی ۱۵۰۔
- ۱۰۴۔ جیسا کہ عباسی دور میں کبھی ایسا ہوا کہ فوج نے ایک خلیفہ تبدیل کر کے دوسرے کو اس کی جگہ بٹھا دیا۔
- ۱۰۵۔ الارشاد ۳۳۶۔
- ۱۰۶۔ رئاسة النشر یفات۔
- ۱۰۷۔ البحار / ۱۲ / ۴۰۔
- ۱۰۸۔ عیون اخبار الرضا / ۲ / ۲۱۲، ۱۷۲۔
- ۱۰۹۔ عیون اخبار الرضا / ۲ / ۲۱۲، ۱۷۲۔
- ۱۱۰۔ عیون اخبار الرضا / ۲ / ۲۳۹۔

- ۱۱۱۔ عیون اخبار الرضا ۱/ ۱۷۹۔
- ۱۱۲۔ اس باب کی فصل ۸۱۱ اور ۸۱۲ ملاحظہ کیجیے۔
- ۱۱۳۔ البحار ۱۲/ ۵۲۔
- ۱۱۴۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ۲۰۴۔
- ۱۱۵۔ البدایہ والنہایہ ۱۰/ ۲۴۹۔
- ۱۱۶۔ اس باب کی فصل ۸۱۷ ملاحظہ فرمائیں۔
- ۱۱۷۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۲۴۰، علل الشرائع ۲۴۱، اثبات الوصیت ۱۷۹، الارشاد ۳۳۸، المناقب ۲/ ۳۲۲، روضہ الواعظین ۱/ ۲۷۴، اثبات الہدایۃ ۶/ ۹۳، اعلام الوری ۳۲۵، البحار ۱۱/ ۸۵، الانوار النعمانیہ ۱/ ۲۸۳، الخرائج والجرایح باب ۱۷، شرح شافعیہ ابی فراس تالیف محمد بن امیر الحجاج ۲۰۴، مدینۃ المعاجز ۴۳۴، معالم الزنہی ۹۶، جلاء العیون ۳/ ۹۰، اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۲۰۴، المجالس السنیہ ۵/ ۳۵۴، الانوار البہیہ ۱۱۶، وفات الامام رضا تالیف مقرر ۴۶، وفات الامام رضا تالیف ربیعہ ۷۰، شرح میمیہ ابی فراس تالیف ہاشمی ۵۳۔
- ۱۱۸۔ نور الابصار ۱۴۵۔ الفخری ۱۷۹۔ مقاتل الطالبین ۴۰۴۔
- ۱۱۹۔ الانوار البہیہ ۱۱۷۔
- ۱۲۰۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۲۵۱۔
- ۱۲۱۔ الانوار البہیہ ۱۲۱۔
- ۱۲۲۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اور ان کے تابعین کہتے ہیں کہ اس نے آپ کو انگوروں میں زہر دیا تھا۔
- ۱۲۳۔ الارشاد۔ ۳۳۸۔
- ۱۲۴۔ الانوار البہیہ ۱۰۸۔
- ۱۲۵۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۱۰۰۔
- ۱۲۶۔ البحار ۱۲/ ۵۳۔
- ۱۲۷۔ البحار ۱۲/ ۵۳۔
- ۱۲۸۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۱۸۰۔
- ۱۲۹۔ کشف الغمہ ۲۷۴۔
- ۱۳۰۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۱۱۲۔
- ۱۳۱۔ البحار ۱۲/ ۵۲۔

- ۱۳۲۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۸۔
- ۱۳۳۔ وفيات الاعیان ۲/ ۴۳۲۔
- ۱۳۴۔ صواعق محرقة ۲۰۲۔
- ۱۳۵۔ اخبار الدول ۱۱۵۔
- ۱۳۶۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۱۔
- ۱۳۷۔ مطالب السنول ۸۴۔
- ۱۳۸۔ جامع کرامات الاولیاء ۲/ ۱۵۷۔
- ۱۳۹۔ الاتحاف بحب الاشراف ۸۵۔
- ۱۴۰۔ سبائك الذهب ۷۳۔
- ۱۴۱۔ الحسین ۲/ ۲۰۷۔
- ۱۴۲۔ الاعلام ۵/ ۱۷۸۔
- ۱۴۳۔ المرأة العربیة ۳/ ۹۳۔
- ۱۴۴۔ الامام الرضا ولی عہد المامون ۱۔

باب ۹

- ۱۔ ظہراً ان ہی دونوں خواتین میں سے کسی ایک کو حکیمہ خاتون کہا جاتا تھا جو امام زمانہ کی ولادت کے وقت امام حسن عسکری کے حکم سے آپ کے گھر میں موجود رہیں اور ولادت کی خدمات انجام دیں
- ۲۔ میری کتاب ”الامام المہدی علیہ السلام“ ص ۲۹۵ تا ۳۵۴۔
- ۳۔ باب اول۔
- ۴۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۲۴۰۔
- ۵۔ ینایج المودة ۵۶۵۔
- ۶۔ الفصول المهمة ۲۵۱۔
- ۷۔ الارشاد ۳۴۰۔
- ۸۔ الارشاد ۳۴۲۔
- ۹۔ الوانی بالوفیات ۴/ ۱۰۵۔
- ۱۰۔ البحار ۱۲- ۱۰۹/ ۱۰۹۔

- ۱۱۔ الدمعة الساکبة ۳/ ۳۱۲۔
- ۱۲۔ کشف الغمہ ۲۸۷، الدمعة الساکبة ۳، ۴، الارشاد ۲۹۸
- ۱۳۔ الحجار ۱۲/ ۱۲۶
- ۱۴۔ کشف الغمہ ۲۸۹
- ۱۵۔ اعیان الشیعة ۲ق ۲/ ۲۴۳
- ۱۶۔ الحجار ۱۷/ ۲۱۴
- ۱۷۔ الحجار ۱۷/ ۲۱۴
- ۱۸۔ الفصول المہمہ ۲۶۱
- ۱۹۔ الحجار ۱۷/ ۲۱۴
- ۲۰۔ الانوار البھیة ۱۳۳
- ۲۱۔ اعیان الشیعة ۲ق ۳/ ۲۴۴
- ۲۲۔ الحجار ۱۲/ ۱۲۱
- ۲۳۔ الحجار ۱۲/ ۱۲۵
- ۲۴۔ الحجار ۱۷/ ۲۱۳
- ۲۵۔ اعیان الشیعة ۲ق، ۲۴۴-۲۴۵
- ۲۶۔ الحجار ۱۷/ ۲۱۴
- ۲۷۔ تاریخ بغداد ۳/ ۵۵
- ۲۸۔ الفصول المہمہ ۲۶۰
- ۲۹۔ نور الابصار ۱۴۸
- ۳۰۔ نور الابصار ۱۴۸
- ۳۱۔ تحف العقول ۱۱۰
- ۳۲۔ وفاة الجواد المہم ۲۷-۲۳
- ۳۳۔ تحف العقول ۱۱۰
- ۳۴۔ تحف العقول ۱۱۰
- ۳۵۔ الاحتجاج ۲/ ۲۴۹
- ۳۶۔ تحف العقول ۱۱۰

۳۔ مناقب ۲/ ۴۳۰۔ اثبات الہدایۃ ۶/ ۱۷۵۔ بحار ۱۲/ ۱۲۰۔ الدمعة الساکبة ۳/ ۱۱۳۔ جلاء العیون ۳/ ۱۰۶۔ صحیفۃ الابرار ۲/ ۳۰۰۔ الانوار البہیۃ ۱۳۰۔ المجالس السنیۃ ۵/ ۴۲۳۔ وفاة الامام الجواد ۸۵۔

پڑھنے والا بعض اوقات اس بات پر تعجب کرتا ہے، مگر اس کو تو اتر سے نقل کیا گیا ہے اور علماء نے اس کو اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔

کتاب روضات الجنات کے صفحہ ۵۱۰ پر ہے کہ نصیر الدین طوسی اپنے شاگرد نجم الدین علی بن عمر (مصنف متن الشمسیہ، حکمۃ العین، جامع الدقائق) کو اس حال میں مسائل کا جواب دیتا ہے جب وہ خود معرکہ قتال میں ہے اور سواری پر سوار ہو رہا ہے، ایک پیر رکاب میں ہے اور دوسرا زمین پر اور علم کلام کے چار سو مشکل مسئلے حل کرتا ہے، تو پھر امام محمد جواد علیہ السلام کے لئے یہ بات تعجب خیر نہیں کہ وہ ایک ہی مجلس میں ہزاروں مسئلوں کا جواب دیتے ہیں۔ آپؑ تو اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام کے علم و فہم کے وارث ہیں۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپؑ نے مسئلوں کی مختلف شقیں بنائیں اور ایک مسئلہ کئی مسائل شمار ہونے لگے۔ یحییٰ بن اکثم سے آپؑ کے مناظرہ پر نگاہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کی بہت سی شقیں ہو گئی ہیں ممکن ہے بعض مسائل کا جواب آپؑ نے ہاں اور نہیں میں دیا ہو۔

شیخ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۲ میں کہا ہے کہ کئی امکانات ہیں۔ اول یہ کہ یہ تعداد (تیس ہزار مسائل) بطور مبالغہ کہی گئی ہو، یا یہ کہ سوال کرنے کے لئے آنے والے لوگوں کے دلوں میں ایک نوعیت کے مسائل ہوں۔ چنانچہ جب آپؑ نے ایک کا جواب دیا تو گویا وہ سب کا جواب ہو گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپؑ کے مختصر کلام سے بہت سے مسائل حل ہوتے ہوں جو بہت سے احکام پر مشتمل ہوں۔ یہ امکان قوی ہے۔

اس کا بھی امکان ہے کہ ”ایک مجلس“ سے مراد ایک جگہ مثلاً منیٰ مراد ہو، خواہ نشست کئی دن رہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپؑ کا اعجاز ہو کہ آپؑ ان کے سوال کرنے سے پہلے جواب دیتے ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ آپؑ ان کے مافی الضمیر سے واقف تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوال سے مراد تحریر اور دفتر کا پیش کرنا ہوں۔ اس طرح جواب معجزانہ طور پر ہوا ہو۔

حجت الاسلام محمد تقی اپنی کتاب صحیفۃ الابرار جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں کہ بعض سوال ایسے بھی ہیں جن کے جوابات یکجا لکھے جائیں، پھر بھی وہ آدھی سطر نہیں بنتے۔ مثلاً سوال کیا گیا کہ ”قاف“ کیا ہے۔ جواب دیا گیا کہ ایک پہاڑ جو ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔ سوال ہوا کہ ”صاد“ کیا ہے۔ جواب ہوا کہ عرش کے نیچے ایک چشمہ ہے۔ سوال: اسم کیا ہے؟ جواب: موصوف کی صفت ہے۔ سوال: خفین پر مسح جائز ہے؟ جواب نہیں۔ سوال: میت پر کتنی تکبیریں ہیں؟ جواب: پانچ سوال: نماز میں سورت کا پڑھنا واجب ہے تو فرمایا: ہاں۔

- ۳۸۔ الحجار ۱۲/۱۱۹
- ۳۹۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۲۵۰
- ۴۰۔ الاحتجاج ۲/۲۵۰
- ۴۱۔ الحجار ۱۲/۱۲۴
- ۴۲۔ الائمۃ الاثنا عشر تالیف ابن طولون ص ۱۰۴
- ۴۳۔ الوسائل ۳/۴۵۵
- ۴۴۔ اثبات الوصیۃ ۱۸۲
- ۴۵۔ الاحتجاج ۲/۲۴۳
- ۴۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۲۴۵
- ۴۷۔ مہج الدعوات ۵۹
- ۴۸۔ اثبات الہدایۃ ۶/۱۷۷
- ۴۹۔ المناقب ۲/۴۳۵
- ۵۰۔ الاحتجاج ج ۲ ص ۲۴۱
- ۵۱۔ نور الابصار ۱۴
- ۵۲۔ تاریخ الامامین الکاظمین ۴۳
- ۵۳۔ الارشاد ۳۴۲
- ۵۴۔ اعلام الوری ۲۰۲
- ۵۵۔ الحجار ۱۲/۱۱۰
- ۵۶۔ مدینۃ المعاجز۔ ۴۵۰
- ۵۷۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۲۳۱
- ۵۸۔ الفصول المہمہ ۲۵۳
- ۵۹۔ المناقب ۲/۴۳۴
- ۶۰۔ المناقب ۲/۴۱۳
- ۶۱۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۲
- ۶۲۔ الوافی بالوفیات ۴/۱۰۵
- ۶۳۔ مطالب السؤل ۸۷

۶۴۔ اخبار الدول ۱۱۶

۶۵۔ الفصول المہمہ ۲۵۷

۶۶۔ الاتحاف بحب الاشراف ۶۷

۶۷۔ جامع کرامات الاولیاء / ۱۰۰

۶۸۔ جوہرۃ الکلام ۱۴۷

۶۹۔ الحسین ۲ / ۲۰۷

باب ۱۰

- ۱۔ ابن عیاش سے روایت ہے کہ آپؐ کی ولادت پانچ رجب کو ہوئی۔ کشف الغمہ اور عیون المعجزات میں ہے کہ ۲۱۴ھ میں ولادت ہوئی۔
- ۲۔ ان مخدرہ کی جلالت کے لئے اثناء ہی کافی ہے کہ شدت اور سختی کے زمانے میں یہی خاتون احکام کے نقل کرنے میں شیعوں کی پناہ گاہ تھیں۔
- ۳۔ یعقوبی اور اس کے پیرو کہتے ہیں کہ آپؐ کی وفات ۲۷ جمادی الاخرہ کو ہوئی تھی۔
- ۴۔ کتاب دلیل سامرائی۔ ص ۷۲، ملاحظہ کریں۔ اپنی کتاب تحفۃ العالم جلد دوم میں سید جعفر بحر العلوم صفحہ ۳۷ پر ذکر کرتے ہیں کہ کتبوں اور حاشیوں کے علاوہ بنائے قبہ میں ۲۸، ۷۲ سونے کی اینٹیں استعمال ہوئی ہیں۔
- ۵۔ اثبات الہدایۃ ج ۶ ص ۲۰۹۔
- ۶۔ اثبات الہدایۃ ج ۶ ص ۲۱۱۔
- ۷۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۲۷۔
- ۸۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۲۷۔
- ۹۔ کشف الغمہ۔ ص ۲۹۵۔
- ۱۰۔ نور الابصار۔ حاضری۔ ص ۲۷۷۔
- ۱۱۔ مروج الذهب ج ۴ ص ۹۴۔ مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۱۶۰۔ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۲۲۔ نور الابصار۔ حاضری ص ۲۷۸۔ الائمۃ الاثناعشر۔ محمد بن طولون ص ۱۰۸۔
- ۱۲۔ الخراج والخراج۔
- ۱۳۔ یعنی میری شکایت کی وجہ سے آپؐ کی خلیفہ کے دربار میں طلبی ہوئی ہے۔ (مترجم)

- ۱۴۔ اثبات الوصیہ ص ۲۲۵۔
- ۱۵۔ سیرۃ الامام العاشر علی الہادی ص ۴۸۔
- ۱۶۔ سفینۃ البحار ج ۲ ص ۲۲۰۔ الدمعة الساکبۃ ج ۳ ص ۱۳۳۔ کشف الغمۃ ص ۲۹۱۔ نور الابصار ص ۱۴۰۔ الفصول المهمۃ ص ۲۲۴۔ سبائک الذهب ص ۷۵۔
- ۱۷۔ الدمعة الساکبۃ ج ۳ ص ۱۲۶۔ کشف الغمۃ ص ۲۹۶۔
- ۱۸۔ اعلام الوری ص ۲۰۹۔ المجالس السنیۃ ج ۵ ص ۴۴۲۔ نور الابصار حاضری ۲۹۴ ص الارشاد ص ۳۰۳۔ کشف الغمۃ ص ۲۹۳۔ الدمعة الساکبۃ ج ۳ ص ۱۲۳۔
- ۱۹۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۲۹۔
- ۲۰۔ المناقب ج ۲ ص ۴۴۹۔
- ۲۱۔ اعیان الشیعہ ج ۴ ص ۲۷۴۔
- ۲۲۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۳۰۔
- ۲۳۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۳۰۔
- ۲۴۔ تاثر الکبراء ج ۳ ص ۲۲۳۔
- ۲۵۔ کشف الغمۃ ص ۲۹۴۔
- ۲۶۔ تاثر الکبراء ج ۳ ص ۲۲۲۔
- ۲۷۔ اعیان الشیعہ ج ۳ ص ۲۸۵۔
- ۲۸۔ الدمعة الساکبۃ ج ۳ ص ۱۳۳۔
- ۲۹۔ الاحتجاج ج ۲ ص ۲۵۰۔
- ۳۰۔ البحار ج ۱ ص ۲۱۴ تا ۲۱۶۔
- ۳۱۔ اعیان الشیعہ ج ۳ ص ۲۸۳ تا ۲۸۵۔
- ۳۲۔ سیرۃ الامام العاشر ج ۵۲ تا ۵۴۔
- ۳۳۔ المجالس السنیۃ ج ۵ ص ۴۴۸۔
- ۳۴۔ تحف العقول ص ۱۱۷، ۱۱۸۔
- ۳۵۔ تاثر الکبراء ج ۳ ص ۲۲۲۔
- ۳۶۔ الانوار البھیۃ ص ۱۴۳۔
- ۳۷۔ تذکرۃ الخواص ص ۳۰۳۔

۳۸۔ تاریخ میں مشہور ہے کہ یحییٰ بن اکثم اس فعل قبیح کا رسیا تھا۔ شاید حضرتؑ نے اس طرف اشارہ کیا ہو۔
(مترجم)

۳۹۔ تحف العقول ص ۱۱۷

۴۰۔ الاحتجاج ج ۲ ص ۲۵۱۔

۴۱۔ الفصول المہمہ ص ۲۶۶۔

۴۲۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۳۵۔

۴۳۔ البحار ج ۲ ص ۱۳۹۔

۴۴۔ المناقب ج ۲ ص ۴۴۶۔

۴۵۔ الدرر الساکبہ ج ۳ ص ۱۴۰۔

۴۶۔ تاثر الکبراء ج ۳ ص ۱۰۲۔

۴۷۔ تاثر الکبراء ج ۳ ص ۱۰۲۔

۴۸۔ تاثر الکبراء ج ۳ ص ۱۷۳۔

۴۹۔ انسائیکلو پیڈیا۔

۵۰۔ عدۃ الداعی ص ۴۲۔

۵۱۔ سیرۃ الامام العاشر علی الہادی۔ ص ۳۱۔

۵۲۔ البلد الامین ص ۵۶۲۔

۵۳۔ تاثر الکبراء فی تاریخ سامرائی۔ ج ۳ ص ۲۸۶۔

۵۴۔ تاثر الکبراء فی تاریخ سامرائی۔ ج ۳ ص ۲۸۶۔

۵۵۔ تاثر الکبراء ج ۳ ص ۲۹۰۔

۵۶۔ مدینہ معجز ص ۴۶۸۔

۵۷۔ مدینہ المعجز ص ۴۷۴۔

۵۸۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۳۴۔

۵۹۔ کشف الغمہ ص ۲۹۳۔

۶۰۔ ایبات الوصیہ ص ۱۸۱۔

۶۱۔ رجال کشی ص ۵۰۶۔

۶۲۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۳۴۔

- ۶۳۔ مختصر تاریخ الخلفاء ص ۶۱۔
- ۶۴۔ البدایۃ والنہایۃ ۱۱/ ۱۵، مرآۃ الجنان ۲/ ۱۶۰۔ مروج الذهب ۴/ ۹۴، مختصر اخبار الخلفاء ۶۱، منہاج السنۃ ۲/ ۱۲۹، اعیان الشیعہ ۴ق ۳/ ۱۸۱، البحار ۱۲/ ۱۴۹، مدثر الکبراء ۳/ ۱۱۰، وفیات الاعیان ۱/ ۳۲۲، نور الابصار۔ حائری ۸/ ۲۷۸، مسقیۃ البحار ۲/ ۲۴۱، الائمۃ الاثناعشر لابن طولون ۱۰۸، وفاة الامام علی الہادی ۵۶۷، نزۃ المجالس ۲/ ۱۳۱، نور الابصار ۱۵۰، تذکرۃ الخواص ۲۰۳، الدرۃ الساکبہ ۳/ ۱۴۲۔ الانوار البھیہ ۱۴۸، جوہرۃ الکلام ۱۵۲، عقیدۃ الشیعہ ۲۱۶۔
- ۶۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/ ۱۰۷۔
- ۶۶۔ الغدیرج ص ۲۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/ ۱۲۴۔ المناقب ۲/ ۲۵۱۔
- ۶۷۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/ ۱۰۷۔
- ۶۸۔ الفصول المہمہ ص ۲۶۵۔
- ۶۹۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۲۔
- ۷۰۔ تاثر الکبراء ۳/ ۹۶۔
- ۷۱۔ البحار ۱۲/ ۱۳۷۔
- ۷۲۔ مطالب السنول ۸۸۔
- ۷۳۔ وفیات الاعیان ۲/ ۴۳۵۔
- ۷۴۔ تاریخ ابن الوردی ۱/ ۲۳۲۔
- ۷۵۔ مرآۃ الجنان ۲/ ۱۶۰۔
- ۷۶۔ البدایۃ والنہایۃ ۱۱/ ۱۵۔
- ۷۷۔ صحیح یہ ہے کہ آپؐ کا لقب نقی تھا اور نقی آپؐ کے والد امام جوادؑ کا لقب تھا۔
- ۷۸۔ صحاح الاخبار ۵۶۔
- ۷۹۔ الائمۃ الاثناعشر ۱۰۸۔
- ۸۰۔ صواعق محرقہ ۲۰۵۔
- ۸۱۔ اخبار الطوال ۱۱۷۔
- ۸۲۔ شذرات الذهب ۲/ ۱۲۹۔
- ۸۳۔ صحیح نام سمانہ ہے۔
- ۸۴۔ سمط النجوم العوالیٰ ۴/ ۱۳۷۔

۸۵۔ الاتحاف بحب الاشراف ۶۷۔

۸۶۔ سبائک الذہب ۷۵۔

۸۷۔ نور الابصار ۱۴۹۔

۸۸۔ جوہرۃ الکلام ۱۵۴۔

۸۹۔ الحسین ۲ / ۲۰۷۔

۹۰۔ تاریخ العلویین ۱۶۷۔

۹۱۔ سیرۃ الامام العاشر علی الہادی ۵۹۔

۹۲۔ الاعلام ۵ / ۱۴۰۔

۹۳۔ سیرۃ الامام العاشر

۹۴۔ عقیدۃ الشیعہ ۲۱۵۔

باب ۱۱

۱۔ اس خاتون کی جلالت و عظمت کے لئے اتنا کافی ہے کہ مصائب و شدت کے زمانہ میں شیعوں کے لئے احکام شریعت کے اخذ کرنے میں آپؑ ملجأتھیں۔

۲۔ احمد بن عبید اللہ بن خاقان نے آپؑ کی ان ہی الفاظ میں تصویر کشی کی ہے۔

۳۔ اسی باب کو فصل التفسیر دیکھیں۔

۴۔ کتاب دلیل سامرا ص ۲۷ ملاحظہ کریں۔ سید جعفر بحر العلوم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تحفۃ العالم ۲ / ۷۳ میں ذکر کیا ہے کہ سونے کی اینٹوں کی تعداد جو گنبد پر لگیں ۲۸۷۲۷۷ ہے۔ اس کے علاوہ اور دوسری کتابیں بھی ہیں۔

۵۔ باب اول صفحہ۔

۶۔ نور الابصار ۱۴۴۔

۷۔ الارشاد ۳۶۶۔

۸۔ الارشاد ۳۶۲۔

۹۔ الارشاد ۳۶۲۔

۱۰۔ اعلام الوری ۳۵۰۔

۱۱۔ اعلام الوری ۳۵۱۔

- ۱۲۔ اثبات الہدایۃ ۶/۲۷۰۔
- ۱۳۔ اثبات الہدایۃ ۶/۲۷۶۔
- ۱۴۔ نور الابصار ۱۵۱۔
- ۱۵۔ سفینۃ البحار ۱/۲۶۰۔
- ۱۶۔ نور الابصار ۱۵۱، الفصول المہمہ ۲۶۹، اعلام الوری ۲۱۵، الدمعۃ الساکبۃ ۳/۱۷۰۔
- ۱۷۔ اثبات الوصیہ ۲۴۵۔ اعیان الشیعہ ۴/۳۰۵۔
- ۱۸۔ اعیان الشیعہ ۴/۳۰۵۔
- ۱۹۔ کشف الغمہ ۳۰۴۔ اعلام الوری ۲۱۸۔ الدمعۃ الساکبۃ ۱۹۱۳۔ اعیان الشیعہ ۴/۳۰۷۔
- الایقاد ۲۵۲۔ نور الابصار۔ تالیف حاضری ۳۳۰۔ المناقب ۴۴۳۲۔ الارشاد ۱/۳۷۱۔
- ۲۰۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/۱۷۲۔ المناقب ۲/۴۴۲۔
- ۲۱۔ سفینۃ البحار ۱/۲۶۰۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/۱۹۲۔ اثبات الوصیہ ۲۴۶۔ نور الابصار (حاضری) ۳۳۲۔
- ۲۲۔ اثبات الہدایۃ ۶/۔
- ۲۳۔ الارشاد ۳۱۴۔ اعیان الشیعہ ۴/۳۰۶۔ کشف الغمہ ۳۰۴۔ المناقب ۲/۴۶۹۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/۱۶۷۔ اعلام الوری ۲۱۴۔ اثبات الوصیہ ۲۴۲۔ اعیان الشیعہ ۴/۳۰۶۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/۱۶۷۔
- ۲۴۔ اعیان الشیعہ ۴/۳۰۶۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/۱۶۷۔ نور الابصار حاضری ۳۲۴۔
- ۲۵۔ الارشاد ۲۶۹۔ اعلام الوری ۲۱۳۔ اثبات الوصیہ ۲۴۴۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/۱۶۷۔ اعیان الشیعہ ۴/۳۰۶۔ کشف الغمہ ۳۰۶۔
- ۲۶۔ المناقب ۲/۴۵۹۔
- ۲۷۔ کمال الدین ۲/۱۰۵۔
- ۲۸۔ البحار ۲/۱۵۸۔
- ۲۹۔ البحار ۱۲/۱۶۶۔
- ۳۰۔ البحار ۱۲/۱۶۵۔
- ۳۱۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/۱۷۶۔
- ۳۲۔ کمال الدین ۲/۱۳۶۔
- ۳۳۔ مثلاً یزید بن معاویہ اور ولید بن یزید بن عبد الملک

- ۳۴۔ ینابج المودة ۲۹۳۔
- ۳۵۔ مثلاً تفسیر علی بن ابراہیم قمی۔ تفسیر ”البرہان“ البرہان ”سید ہاشم بحرانی۔ تفسیر نور الثقلین حویزی۔
- ۳۶۔ یہ تفسیر تہران میں ۱۲۶۸ھ میں طبع ہوئی۔ دوبارہ اس کو ۱۳۱۳ھ میں طبع کیا گیا۔ تیسری مرتبہ ۱۳۱۵ھ میں اس کو تفسیر قمی کے حاشیے پر طبع کیا گیا۔
- ۳۷۔ شیخ صدوق کی کتابیں، احتجاج طبرسی، مناقب شہر آشوب، بحار مجلسی اور دوسری معتبر کتابیں ملاحظہ کریں۔
- ۳۸۔ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام۔
- ۳۹۔ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام۔
- ۴۰۔ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام۔
- ۴۱۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۴۔
- ۴۲۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۴۔
- ۴۳۔ البحار ۱/۲۱۶۔
- ۴۴۔ مدینۃ المعاجز ۵۰۴۔
- ۴۵۔ الانوار البہیہ ۱۶۱۔
- ۴۶۔ البحار ۱/۲۱۸۔
- ۴۷۔ المناقب ۲/۴۶۷۔
- ۴۸۔ البحار ۱/۲۰۸۔
- ۴۹۔ الدرر المعانی ۳/۱۸۳۔
- ۵۰۔ کشف الغمہ ۳۰۵۔
- ۵۱۔ الفصول المہمہ ۲۷۰۔
- ۵۲۔ تحف العقول ۲۷۰۔
- ۵۳۔ البحار ۱/۲۱۶-۲۱۸۔
- ۵۴۔ الانوار البہیہ ۱۶۰۔
- ۵۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۳۱۲-۳۱۶۔
- ۵۶۔ المجالس السنیہ ۵/۲۷۱۔
- ۵۷۔ البحار ۱۵۹۱۲۔
- ۵۸۔ کشف الغمہ ۳۰۷۔

- ۵۹۔ کشف الغمہ ۳۰۱۔
- ۶۰۔ جوہرۃ الکلام ۱۵۵ الصواعق المحرقة ۲۰۶۔
- ۶۱۔ استاد کی کتاب ”الحسن بن علی“ ص ۴۲۔
- ۶۲۔ کنز العمال ۶/۱۵۸۔
- ۶۳۔ المناقب ۲/۴۵۹۔
- ۶۴، ۶۵۔ الدر المنثور ۵/۳۵۶۔
- ۶۶۔ البرہان فی تفسیر القرآن ۴/۱۰۱۔
- ۶۷۔ اعلام الوری ۳۵۵۔
- ۶۸۔ البلد الامین ۵۶۴۔
- ۶۹۔ نہج الدعوات ۴۵۔
- ۷۰۔ ظاہراً ابو محمد ہونا چاہیے (مترجم)
- ۷۱۔ الفصول المہمہ ۲۶۷۔
- ۷۳۔ المناقب ۱/۴۶۔
- ۷۴۔ المناقب ۲/۴۶۳۔
- ۷۵۔ رجال الکشی ۴۸۰۔ البحار ۱۲/۱۷۰۔
- ۷۶۔ الارشاد ۳۶۴۔
- ۷۷۔ الارشاد ۳۶۵۔
- ۷۸۔ البحار ۲/۱۷۰۔
- ۷۹۔ البحار ۱۲/۱۷۰۔
- ۸۰۔ صحیفۃ الابرار ۲/۳۳۳۔
- ۸۱۔ صحیفۃ البحار ۲/۳۲۹۔
- ۸۲۔ مطالب السنول ۸۸۔
- ۸۳۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۳۔
- ۸۴۔ الفصول المہمہ ۲۷۲۔
- ۸۵۔ اخبار الدول ۱۱۷۔
- ۸۶۔ سمط النجوم العوالی ۴/۱۳۷۔

۸۷۔ الاتحاف بحب الاشراف ۶۸۔

۸۸۔ جامع کرامات الاولیاء ۱/ ۳۸۹۔

۸۹۔ الحسین ۲/ ۲۰۷۔

۹۰۔ تاریخ العلویین ۱۷۰۔

۹۱۔ الاعلام ۲/ ۲۱۶۔

باب ۱۲

۱۔ بحار ۱۳/ ۱۱۵۔

۲۔ یہ سفراء بغداد میں رہتے تھے اور ان کی قبریں وہیں مختلف جگہوں پر ہیں، جن پر عمدہ ضریحیں اور آباد مسجدیں موجود ہیں۔

۳۔ مؤلف نے اپنی کتاب میں پچاس آیات تحریر کی ہیں جن میں سے یہاں نو درج کی گئی ہیں۔

۴۔ کشف الغمہ ۹۲۔ ینایع المودة ۱۲۶۔

۵۔ الغیبة تالیف شیخ طوسی ۱۲۰۔

۶۔ البحار ۱۳/ ۱۷۸۔

۷۔ الغیبة النعمانی ۱۲۸۔

۸۔ اکمال الدین ۲/ ۳۸۹۔

۹۔ البحار ۱۳/ ۱۷۹۔

۱۰۔ ینایع المودة ۴۲۱۔

۱۱۔ البحار ۱۳/ ۱۹۱۔

۱۲۔ ینایع المودة ۴۲۲۔

۱۳۔ البحار ۱۳/ ۲۱۵۔

۱۴۔ البحار ۱۳/ ۷۱۔

۱۵۔ ینایع المودة ۴۲۳۔

۱۶۔ البحار ۱۳/ ۱۶۔

۱۷۔ ینایع المودة ۴۲۴۔

۱۸۔ المہدی تالیف زہری ۱۶۴۔

- ۱۹۔ ینایج المودۃ ۴۲۵۔
- ۲۰۔ ینایج المودۃ ۴۲۵، المہدی تالیف زہری ۱۶۳۔
- ۲۱۔ البحار ۱۳/۱۵۔ الزام الناصب ۱/۷۶۔
- ۲۲۔ البحار ۱۳/۱۵۔ الغیۃ شیخ الطوسی ۱۲۲۔
- ۲۳۔ الصواعق المحرقة ۹۶، اسعاف الراغبین ۱۵۶۔
- ۲۴۔ مؤلف نے اپنی بڑی کتاب میں پچاس احادیث ذکر کی ہیں جو پچاس کتب سے لی گئی ہیں۔ اختصار کی بنا پر ہم نے ان میں سے بیس احادیث تحریر کی ہیں۔
- ۲۵۔ ارشاد تالیف شیخ مفید ۳۷۳۔
- ۲۶۔ اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار ۱۳۴۔
- ۲۷۔ البیان فی اخبار صاحب الزمان ۸۵۔
- ۲۸۔ مقتل الحسین خوارزمی ۱/۱۴۶۔
- ۲۹۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۴۔
- ۳۰۔ الملاحم والفتن تالیف ابن طاووس ۱۰۱۔
- ۳۱۔ الحدیث الرابع من الأربعین، حافظ ابو نعیم، دیکھئے کشف الغمہ ۳۲۱۔
- ۳۲۔ اکمال الدین ۱/۲۵۶۔
- ۳۳۔ صحیح بخاری ۲/۱۷۸۔
- ۳۴۔ الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۲۷۔ تالیف احمد شہاب الدین ابن حجر بیہقی۔
- ۳۵۔ الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۲۷۔ تالیف احمد شہاب الدین ابن حجر بیہقی۔
- ۳۶۔ نور الابصار شبلنجی ص ۱۵۵۔
- ۳۷۔ ذخائر العقبی علامہ محب الدین احمد بن عبد اللہ طبری ص ۱۵۔
- ۳۸۔ کفایہ الاثر۔
- ۳۹۔ منتخب الاثر تالیف لطف اللہ صافی ۱۹۱۔
- ۴۰۔ الأربعین حافظ محمد بن ابونوارس، دیکھئے الزام الناصب ۱/۳۲۷۔
- ۴۱۔ غیۃ شیخ طوسی ۲۹۰۔
- ۴۲۔ کتاب الفردوس تالیف ابن شیرویہ باب الالف لام۔
- ۴۳۔ المستدرک علی الصحیحین ۴/۴۶۵۔

- ۴۴۔ مسند احمد ۳/۲۸۔
- ۴۵۔ اکمال الدین ۱/۴۲۲۔
- ۴۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۳۹۴۔
- ۴۷۔ البحار ۱۳/۳۱۔
- ۴۸۔ الغنیۃ تالیف نعمانی ۷۰۔
- ۴۹۔ الملاحم والفتن ۱۰۴۔
- ۵۰۔ الملاحم والفتن ۱۰۴۔
- ۵۱۔ اکمال الدین ۱/۳۵۱۔
- ۵۲۔ البحار ۱۳/۲۹۔
- ۵۳۔ اکمال الدین ۱/۴۲۰۔ الغنیۃ الشیخ الطوسی ۲۲۱۔
- ۵۴۔ البحار ۱۳/۱۷۱۔
- ۵۵۔ شرح نہج البلاغہ ۴/۳۳۶۔
- ۵۶۔ شرح نہج البلاغہ
- ۵۷۔ شرح نہج البلاغہ ۲/۴۳۵۔
- ۵۸۔ شرح نہج البلاغہ ۲/۴۳۶۔
- ۵۹۔ شرح نہج البلاغہ ۲/۵۳۵۔
- ۶۰۔ الزام الناصب ۲/۱۸۱۔
- ۶۱۔ الشیعہ والرجعتہ ۱/۱۵۰۔
- ۶۲۔ البحار ۱۲/۳۳۔
- ۶۳۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۲۹۶۔
- ۶۴۔ ”امالی“ شیخ مفید ۲۸۔
- ۶۵۔ الغنیۃ تالیف نعمانی ۴۱۔
- ۶۶۔ کشف الغمہ ۳۲۴۔
- ۶۷۔ اکمال الدین ۲/۲۰۔
- ۶۸۔ ینابیع المودۃ ۴۵۴۔ الفصول المهمۃ ۲۳۳۔ البحار ۱۳/۴۱۔
- ۶۹۔ ینابیع المودۃ ۴۶۰۔

- ۷۰۔ الملاحم والفتن ۱۱۹۔
- ۷۱۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/۳۷۹۔
- ۷۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/۳۹۶۔
- ۷۳۔ زین العابدین۔ مقرر۔ ۲۰۴ (ملا فیض کی کتاب دانی سے)۔
- ۷۴۔ البحار ۱۳/۱۵۵۔
- ۷۵۔ الفصول المہمہ ۲۸۷۔
- ۷۶۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱/۴۵۷۔
- ۷۷۔ الغبیۃ شیخ طوسی۔ ۱۱۲۔
- ۷۸۔ کشف الاستار ۱۳۳۔
- ۷۹۔ الصواعق المحرقة۔ ص ۹۹۔
- ۸۰۔ الملاحم والفتن ۸۲۔
- ۸۱۔ الملاحم والفتن ص ۴۷۔
- ۸۲۔ البحار۔ ۱۳/۱۵۶،
- ۸۳۔ الملاحم والفتن ۴۵۔
- ۸۴۔ الملاحم والفتن ۴۹۔
- ۸۵۔ کشف الاستار ۱۹۶۔
- ۸۶۔ منتخب الاثر ۵۹۔
- ۸۷۔ غایۃ المرام ص ۷۰۴۔
- ۸۸۔ منتخب الاثر ص ۸۱۔
- ۸۹۔ منتخب الاثر ص ۷۹۔ تذکرۃ الخواص ۷۷۔
- ۹۰۔ المہدی۔ صدر ص ۱۴۱۔
- ۹۱۔ الملاحم والفتن ص ۵۰۔
- ۹۲۔ البحار ۱۱/۵۸۔
- ۹۳۔ البحار ۱۳/۱۶۹۔
- ۹۴۔ البحار ۱۳/۱۶۲۔
- ۹۵۔ الغبیۃ شیخ طوسی ۲۸۵۔

- ۹۶۔ ینایج المودة ۳۸۷۔ (فرائد السمطين)
- ۹۷۔ ینایج المودة ۳۸۸۔
- ۹۸۔ منتخب الاثر ۱۸۷۔
- ۹۹۔ مولف نے اپنی کتاب الامام المہدی علیہ السلام میں ابوسعید خدری سے ۴۳ احادیث نقل کی ہیں جن سے احادیث کی کثرت اور صحابہ اور تابعین سے ان کے طرق کی کثرت پر استدلال کیا ہے۔
- ۱۰۰۔ الارشاد ۲۷۳۔ البحار ۱۳ / ۲۔ الذخيرة الى المعاد ۳۲۷۔ منتخب الاثر ۳۳۸۔ اکمال الدین ۲ / ۱۰۴۔ الغيبة للشيخ الطوسي ۱۴۱۔ ینایج المودة ۵۴۲۔ المجالس السنية ۵ / ۴۷۹۔ كشف الاستار ۵۳۔ فضائل الامام علی ۲۴۳۔ موجز توارخ اہل البيت للسماعي ۹۵۔ الفصول المهمة ۲۷۷۔ المدخل الى موسوعة العتبات المقدسة ۲۴۹۔ كشف الغمة ۳ / ۲۳۶ ط ۲۔ الاثمة الاثنا عشر لابن طولون ۱۱۷۔ اعيان الشيعة ۴ ق ۳ / ۲۲۷۔ نور الابصار ۲۴۳۔ منتہی الامال للقمي ۲ / ۲۸۱۔ جوہرۃ الکلام ۱۵۷۔ الاتحاف بحب الاشراف ۶۹۔ صواعق المحرقة ۱۰۰۔ اليواقيت والجواهر ۲ / ۱۴۳۔ البرہان علی وجود صاحب الزمان ۶۴۔ مرآة الاسرار۔ تاریخ آل محمد للقاضي بہلول بہجت ۲۷۰۔ غایۃ الاختصار ۶۵۔ روضة الاحباب للسيد جمال الدين۔ معراج الوصول الى معرفة فضيلة آل الرسول۔ روضة المناظر، الاعلام ۶ / ۳۱۰ ق۔ اثبات الوصية ۱۹۵۔
- ۱۰۱۔ اکمال الدین ۲ / ۱۰۵۔
- ۱۰۲۔ اکمال الدین ۲ / ۱۰۶۔ رطل، بارہ اوقیہ کا وزن ہے۔ شام میں ۵ پاؤنڈ اور مصر میں پونے سولہ اونس کا۔
- ۱۰۳۔ ینایج المودة ۵۴۰۔
- ۱۰۴۔ اکمال الدین ۲ / ۹۹۔
- ۱۰۵۔ المجالس السنية ۵ / ۵۳۲۔
- ۱۰۶۔ كشف الغمة ۳۴۲۔ الغيبة شيخ طوسي ۱۴۹۔
- ۱۰۷۔ اکمال الدین ۲۲۷۔
- ۱۰۸۔ البحار ۱۰ / ۳۔ ”الغیبة“ شیخ طوسی۔ ۱۵۹ (الفاظ کے کچھ تغیر کے ساتھ)
- ۱۰۹۔ اکمال الدین ۲ / ۱۰۵۔
- ۱۱۰۔ اکمال الدین ۲ / ۱۳۶۔
- ۱۱۱۔ اکمال الدین ۲ / ۱۰۶۔ البحار ۱۳ / ۶۔
- ۱۱۲۔ سفینۃ البحار ۲ / ۷۰۱۔

- ۱۱۳۔ اکمال الدین ۲/۱۷۸۔
- ۱۱۴۔ اکمال الدین ۲/۱۰۸۔ البحار ۱۳/۶۔
- ۱۱۵۔ البحار ۱۳/۶۔
- ۱۱۶۔ اکمال الدین ۲/۱۰۸۔ البحار ۱۳/۶۔
- ۱۱۷۔ الغنیۃ شیخ طوسی ۱۲۸۔ البحار ۱۳/۶۔
- ۱۱۸۔ مناقب ۴۴۸۲۔ سیرت امام ہادی علیہ السلام۔ آپؑ نے احمد بن اسحاق، علی بن جعفر ہمدانی اور عثمان بن سعید تینوں کو تیس تیس ہزار دینار عطا فرمائے۔
- ۱۱۹۔ مناقب ۴/۴۵۹۔ سیرت امام حسن عسکری علیہ السلام۔ آپؑ نے ابوطاہر اور علی بن جعفر ہمدانی میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ دینار عطا فرمائے۔
- ۱۲۰۔ اکمال الدین ۱/۱۲۵۔
- ۱۲۱۔ البحار ۱۳/۷۰۔ المجالس السنیہ ۵/۵۵۳۔
- ۱۲۲۔ اکمال الدین ۱/۲۲۶۔ تا ۲۴۳۔
- ۱۲۳۔ اکمال الدین ۱/۲۶۵۔
- ۱۲۴۔ سورہ عنکبوت آیت ۳۔
- ۱۲۵۔ آل عمران ۱۷۹۔
- ۱۲۶۔ تفسیر صافی۔ ۳۶۳۔
- ۱۲۷۔ تفسیر صافی۔ ۳۶۴۔
- ۱۲۸۔ تفسیر برہان۔ ۳/۲۴۳۔
- ۱۲۹۔ الامام المنتظرؑ ص ۱۱۹ از مجلہ المقتطف ص ۲۴۰۔ شمارہ ۳۔ سال ۵۹۔
- ۱۳۰۔ مجلہ الخف، ص ۴۰ جلد اول ۱۳۸۵ھ۔
- ۱۳۱۔ منتخب الاثر ۳/۲۷۳۔ از مجلہ الہلال۔ جلد ۵۔ شمارہ ۳۳/۱۹۳۰ء
- ۱۳۲۔ اعیان الشیعہ ۴/۴۱۸۔ کشف الغمہ۔
- ۱۳۳۔ مصنف کی کتاب ”الامام المہدی علیہ السلام“ میں بہت سی طویل عمروالوں کے حالات درج ہیں۔ یہاں ان میں سے چند ہی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔
- ۱۳۴۔ اکمال الدین ۲/۲۰۳، کنز الفوائد ۲۴۵۔ از تورات۔
- ۱۳۵۔ المہدیز ہری ۱۰۳، الزام الناصب ۲۸۸، کنز الفوائد ۲۴۵، از تورات۔

- ۱۳۶۔ کمال ۱۰۰۲/۲۰، کنز الفوائد ۲۴۵، از تورات۔
- ۱۳۷۔ الغیبت شیخ طوسی ۹۱ المہدی زہری ۱۰۳۔
- ۱۳۸۔ کنز الفوائد ۲۴۵، از تورات۔
- ۱۳۹۔ المجالس السنیہ ۵/۵۵۴۔
- ۱۴۰۔ الشیعہ والرجعہ ۱/۳۳۶ از کمال۔
- ۱۴۱۔ اخبار الدول۔ الشیعہ والرجعہ ۱/۲۴۱۔
- ۱۴۲۔ کنز الفوائد ۲۴۵۔
- ۱۴۳۔ الشیعہ والرجعہ ۱/۲۳۵۔
- ۱۴۴۔ الشیعہ والرجعہ ۱/۲۳۱۔
- ۱۴۵۔ البحار ۱۲/۱۷۴۔
- ۱۴۶۔ البحار ۱۳/۱۷۴۔
- ۱۴۷۔ منتخب الاثر ص ۴۴۲۔ از عقد الدرر۔ فصل اول۔ باب چہارم۔
- ۱۴۸۔ منتخب الاثر ص ۴۲۲۔
- ۱۴۹۔ اکمال الدین ۱/۲۶۴۔ البحار ۱۳/۱۹۔
- ۱۵۰۔ البحار ۱۳/۱۶۰۔
- ۱۵۱۔ الخراج والخراج۔ الفصل العشر ون۔ البحار ۱۳/۱۵۶۔
- ۱۵۲۔ کشف الاستار۔ ص ۱۸۰۔
- ۱۵۳۔ کشف الاستار۔ ص ۱۲۵۔
- ۱۵۴۔ الملاحم والفتن ص ۳۶۔
- ۱۵۵۔ الزام الناصب ۲/۱۲۵۔ از صراط المستقیم۔
- ۱۵۶۔ الشیعہ والرجعہ ۱/۱۴۸۔ از مشارق الانوار حافظ برسی۔ ۲۱۹۔
- ۱۵۷۔ منتخب الاثر ص ۴۴۴۔
- ۱۵۸۔ کشف الاستار ۱۳۶۔
- ۱۵۹۔ الزام الناصب ۲/۱۲۵۔ از صراط المستقیم۔
- ۱۶۰۔ الغیبت شیخ طوسی ۲۸۵۔
- ۱۶۱۔ الغیبت شیخ طوسی ۲۸۶۔

- ۱۶۲۔ الغیۃ شیخ طوسی ۲۸۹۔
- ۱۶۳۔ الغیۃ۔ نعمانی۔ ص ۱۵۲۔
- ۱۶۴۔ اکمال الدین ۱/ ۴۴۸۔
- ۱۶۵۔ البحار ۱۱۳/ ۱۶۱۔
- ۱۶۶۔ الغیۃ شیخ طوسی ۲۸۸۔
- ۱۶۷۔ اکمال الدین ۲/ ۳۶۲۔
- ۱۶۹۔ الزام الناصب ۲۰/ ۱۶۔ ازعوالم۔
- ۱۷۰۔ کشف الاستار ص ۱۸۱۔
- ۱۷۱۔ منتخب الاثر۔ ۵۵۲۔ از الارشاد۔
- ۱۷۲۔ الغیۃ شیخ طوسی ۲۸۶۔
- ۱۷۳۔ الغیۃ شیخ طوسی ۲۸۶۔
- ۱۷۳۔ الغیۃ شیخ طوسی ۲۸۶۔
- ۱۷۴۔ الخراج والجرائح۔ الفصل العشر ون۔
- ۱۷۵۔ الغیۃ۔ شیخ طوسی ۲۸۷۔
- ۱۷۶۔ الغیۃ۔ شیخ طوسی ۲۸۴۔
- ۱۷۷۔ الملاحم والفتن ۳۵۔
- ۱۷۸۔ الملاحم والفتن ۱۲۲۔
- ۱۷۹۔ الملاحم والفتن ۵۰۔
- ۱۸۰۔ الغیۃ شیخ طوسی ۲۸۵۔
- ۱۸۱۔ الملاحم والفتن ۲۶۔
- ۱۸۲۔ کشف الاستار ۱۳۶۔
- ۱۸۳۔ الارشاد۔ ص ۳۸۵۔
- ۱۸۴۔ جعفر بن محمد، تصنیف سید الابل، ص ۸۴۔
- ۱۸۵۔ منتخب الاثر ۵۲۳۔ از نہج الدعوات و مکارم الاخلاق۔
- ۱۸۶۔ مکمال المکارم ۳۲۸۔ منتخب الاثر ۵۲۲۔ از نہج الدعوات۔
- ۱۸۷۔ اللجنة الوقیۃ۔ از داماد۔ فصل سادس والشرون۔

- ۱۸۸۔ مصباح الکفعمی - ۳۰۶۔
- ۱۸۹۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۵۳۸۔ از نج الدعوات۔
- ۱۹۰۔ البلد الامین - ۵۲۱۔
- ۱۹۱۔ المصباح الکفعمی - ۲۸۱۔
- ۱۹۲۔ مصباح الکفعمی - ۳۰۶۔
- ۱۹۳۔ منتخب الاثر - ص ۵۲۱۔ از الکم الطیب۔
- ۱۹۴۔ المصباح الکفعمی - ۲۸۱۔
- ۱۹۵۔ منتخب الاثر - ۲۹۵۔
- ۱۹۶۔ فقہاء کے نزدیک اس خمس سے مراد ان چیزوں کا خمس ہے جو دوسرے لوگوں سے لی جائیں جو خمس کے قائل نہیں ہیں تو ان کا استعمال جائز ہے۔ (مترجم)۔
- ۱۹۷۔ اکمال الدین ۲ / ۱۶۲۔
- ۱۹۸۔ البحار ۱۳ / ۲۴۷۔
- ۱۹۹۔ اکمال الدین ۲ / ۱۹۰۔
- ۲۰۰۔ البحار ۱۳ / ۲۴۶۔
- ۲۰۱۔ ینایع المودۃ ۴۲۱۔
- ۲۰۲۔ کشف الغمہ - ۳۲۰۔
- ۲۰۳۔ البحار ۱۳ / ۱۷۔
- ۲۰۴۔ الزام الناصب ۲ / ۲۵۴۔
- ۲۰۵۔ ینایع المودۃ ۴۲۵۔
- ۲۰۶۔ اس کتاب کے صفحہ ۳۹ تا ۴۳ پر آئمہ علیہم السلام سے اس سلسلے میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ ملاحظہ ہو۔
- ۲۰۷۔ الغبیۃ - نعمانی ۱۲۸۔
- ۲۰۸۔ البحار ۱ / ۲۰۰۔
- ۲۰۹۔ البحار ۱۳ / ۱۸۹۔
- ۲۱۰۔ البحار ۱۳ / ۱۶۸۔
- ۲۱۱۔ الغبیۃ شیخ طوسی ۲۹۴۔
- ۲۱۲۔ جن لوگوں نے امام مہدیؑ کے حالات لکھے ہیں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

- ۲۱۳۔ کشف الغمہ ۳۲۸۔
- ۲۱۴۔ صواعق محرقة ۹۹۔ مسند احمد ۳/ ۳۷۔ منتخب کنز العمال ۶/ ۲۹۔ اسعاف الراغبین ۷/ ۱۳، نور الابصار ۱۵۵۔ ینایج المودۃ ۲۶۹۔
- ۲۱۵۔ الملاحم والفتن ۱۲۱۔
- ۲۱۶۔ الملاحم والفتن ۴۵۔
- ۲۱۷۔ اسعاف الراغبین۔ حاشیہ بر نور الابصار۔ ۱۳۵۔
- ۲۱۸۔ منتخب الاثر ۹۱۴۔ از فتوحات کمہ۔
- ۲۱۹۔ کشف الاستار ۱۳۵۔
- ۲۲۰۔ منتخب الاثر ۱۵۸۔
- ۲۲۱۔ الغیۃ نعمانی ۱۲۶۔
- ۲۲۲۔ الغیۃ نعمانی ۱۲۶۔
- ۲۲۳۔ الشیعہ والرجعۃ ۱/ ۳۴۸۔
- ۲۲۴۔ سفینۃ البحار ۲/ ۷۰۵۔
- ۲۲۵۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۵۳۱۔
- ۲۲۶۔ الارشاد ۳۹۳۔
- ۲۲۷۔ الارشاد ۳۹۳۔
- ۲۲۸۔ کشف الاستار ۱۸۱۔
- ۲۲۹۔ الارشاد ۳۹۱۔
- ۲۳۰۔ المجالس السنیۃ ۵/ ۶۳۳۔
- ۲۳۱۔ الارشاد ۳۹۲۔
- ۲۳۲۔ ینایج المودۃ ۴۳۹۔
- ۲۳۳۔ ینایج المودۃ ۴۳۸۔
- ۲۳۴۔ منتخب الاثر ۳۳۱۔
- ۲۳۵۔ البحار ۱۳/ ۳۸۔
- ۲۳۶۔ ینایج المودۃ ۴۵۴۔
- ۲۳۷۔ الفصول المہمہ ۲۷۰۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/ ۱۶۶، اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۳۰۸۔

۲۳۸۔ الفصول المہمہ ۲۳۳، الجار ۱۳/ ۴۱۔

۲۳۹۔ ینایج المودۃ ۴۴۲۔

۲۴۰۔ مقتضب الاثر۔ ۵۰۔

۲۴۱۔ مقتضب الاثر۔ ۵۲۔

۲۴۲۔ مقتضب الاثر۔ ۵۵۔

۲۴۳۔ مقتضب الاثر۔ ۵۲۔

۲۴۴۔ رسائل الشیخ المفید۔

۲۴۵۔ ینایج المودۃ ۴۱۳۔

۲۴۶۔ مقتضب الاثر۔ ۵۱۔

۲۴۷۔ مقتضب الاثر۔ ۵۴۔

۲۴۸۔ مقتضب الاثر۔ ۵۵۔

۲۴۹۔ مقتضب الاثر۔ ۵۳۔

۲۵۰۔ المصلح المنظر ص ۶۷۔

۲۵۱۔ المصلح المنظر ص ۶۵۔

۲۵۲۔ الائمہ الاثناعشر ص ۱۱۸۔

۲۵۳۔ کشف الاستار۔ ۴۲۔

۲۵۴۔ تاریخ آل محمدؐ ۲۷۲۔

۲۵۵۔ ینایج المودۃ ۴۶۷۔

۲۵۶۔ ینایج المودۃ ۴۱۶۔

۲۵۷۔ الاشاعۃ الاشرط الساعۃ ص ۱۶۴۔

۲۵۸۔ تاریخ آل محمدؐ ۲۷۳۔

۲۵۹۔ تذکرۃ الخواص ۳۸۰۔

۲۶۰۔ کشف الاستار ۵۶۔

۲۶۱۔ ینایج المودۃ ۴۶۹۔

۲۶۲۔ مطالب السؤل ۲/ ۷۹۔

۲۶۳۔ اعیان الشیعہ ۲۳/ ۷۱۔

۲۶۴۔ الخراج والخراج الفصل العشر ون۔

۲۶۵۔ سيرة الامام العاشر علیہ السلام للبدری ۱۳۱۔

۲۶۶۔ صحیح البخاری ج ۴ کتاب بدء الخلق۔ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام ص ۲۰۵۔

۲۶۷۔ صحیح مسلم ۸/ ۱۸۵۔ الفاظ کثیرة وطرق متعددة سے اندراج کیا ہے۔

۲۶۸۔ مسند ابی داؤد۔ کتاب المہدیٰ ۱۵۱۴۔

۲۶۹۔ صحیح الترمذی ۲/ ۳۶۔

۲۷۰۔ سنن المصطفیٰ ابن ماجہ ۲/ ۲۶۹۔

۲۷۱۔ سنن نسائی ۶/ ۴۳۔

سید ہاشم بحرانی (م ۱۱۰۷) نے اپنی کتاب غایۃ المرام ص ۶۹ پر صحیح نسائی جزء ثالث باب ماجاء فی العرب والعجم، (اور یہ اس کا آخری باب ہے) سے نقل کیا ہے کہ مسعدہ نے امام جعفر صادقؑ سے اور انھوں نے اپنے والد اور دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

تم کو بشارت ہو اور تم لوگوں کو بشارت دو کہ میری امت مثل اس بارش کے ہے جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا آخر اچھا ہے یا اول پھر مثل اس باغ کے ہے جس سے ایک فوج نے ایک سال اور دوسری فوج نے دوسرے سال کھایا ہو۔ شاید کہ آخری فوج زیادہ وسیع، عریض اور زیادہ عمیق اور زیادہ اچھی ہو۔ کس طرح ہو سکتی ہے وہ امت جس کا اول میں ہوں، وسط مہدیؑ ہیں اور آخر مسیحؑ ہیں۔

اس کے درمیان بے تکی اور ٹیڑھے لوگ ہوں گے۔ نہ وہ مجھ سے ہیں، نہ میں ان سے ہوں غایۃ المرام سے شیخ قندوزی حنفی (م ۱۲۹۴) نے اپنی کتاب ینایع المودۃ میں ۳۸۹ پر نقل کیا ہے۔ موجودہ طبع شدہ نسائی میں ہم اس کو نہیں پاتے۔

۲۷۲۔ سید رحمہ اللہ اس حدیث اور اس کے نظائر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں: جابر بن عبد اللہ انصاری

سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

جو شخص خروج مہدیؑ کا انکار کرے اس نے جو کچھ محمدؐ پر نازل ہوا ہے اس کا کفر و انکار کیا ہے۔ جو عیسیٰ کے نزول کا انکار کرے اس نے کفر کیا ہے اور جو دجال کے خروج کا انکار کرے اس نے کفر کیا۔ ینایع المودۃ۔ ۴۷۷۔ غایۃ المرام ۶۹۲۔ منتخب الاثر ۱۴۹۔

احمد شہاب الدین ابن حجر پیشی نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا ہے جو مہدیؑ کا نکار کرے۔ اس سے ایک گروہ کے بارے میں سوال کیا گیا تھا جو ۴۰ سال پہلے فوت شدہ شخص کے بارے میں اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ مہدی ہے جس کے لئے آ خر زمانہ میں ظہور کا وعدہ ہے، جو نکار کرے مہدی مذکور کا وہ کافر ہے، تو اس گروہ کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ باطل اعتقاد ہے، فتیج ضلالت و گمراہی ہے، قطعی جہالت ہے۔ اول تو یہ ان صریح احادیث کی مخالفت ہے جو اس کے مقابل حد تو اتر میں ہیں، جیسا کہ تمہارے سامنے لکھی جائیں گی۔ دوسرے یہ کہ اس سے ان آئمہ اور علماء کی تکفیر لازم آتی ہے جنہوں نے تصریح کی ہے اور یہ گروہ اپنے وہم سے ان کی تکذیب کرتا ہے۔ لہذا وہ مردہ شخص مہدی نہیں ہے۔

جو شخص تکفیر کرے اس کی جو اپنے دین کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہو تو وہ کافر، مرتد اور گردن زدنی ہے اگر وہ توبہ نہ کرے۔ پھر یہ لوگ اس مہدیؑ کے منکر ہیں جن کا آ خر زمانہ میں وعدہ کیا گیا ہے۔

پس وہ امام مہدیؑ، جس سے خدا اپنے دین کی تائید کرے گا اور اسکے عدل کی تلوار سے طاغوتوں بدعتیوں، مفسدوں، ظالموں، باغیوں، زندلیقوں اور مارقین (حق اور دین سے تجاوز کر جانے والوں) کی گردنیں اڑائے گا، اس پر لازم ہے اس قسم کے لوگوں سے زمین کو پاک کرے، ان کے فتیج افعال سے دوسروں کو بچائے اور راحت و آرام پہنچائے۔ پھر اس نے مہدیؑ کے بارے میں بہت سی احادیث بیان کی ہیں۔ کتاب الفتاویٰ الحمیثہ۔ ص ۲۷۔

۲۷۳۔ مہدی منتظر ۱۴۔

۲۷۴۔ منتخب الاثر ۳۲۹ عن مرآۃ الاسرار جامی۔

۲۷۵۔ مہدی منتظر ص ۱۴۔

۲۷۶۔ المحب الطبری نے ذخائر العقبیٰ میں ص ۱۳۶ پر نقل کیا ہے۔

۲۷۷۔ اربلی نے کشف الغمہ میں، سیوطی نے العرف الوردی میں، بعض نے نعیم کی مناقب المہدیؑ اور نعت المہدیؑ سے نقل کیا ہے۔ گویا اس نے مہدیؑ کے سلسلے میں تین کتب تالیف کی ہیں۔

۲۷۸۔ یہ کتاب کئی مرتبہ چھپی ہے۔ آخری ایڈیشن نجف میں محمد مہدی خراسانی کے مقدمے نے ساتھ ۱۳۸۲ میں طبع ہوا۔

۲۷۹۔ مقدمہ ینایع المودۃ۔ ص ۸۔ طبع نجف۔

۲۸۰۔ مقدمہ ینایع المودۃ ص ۹ ط الخجف۔

۲۸۱۔ مقدمہ ینایع المودۃ ص ۹ ط الخجف۔

۲۸۲۔ مقدمہ ینایع المودۃ ص ۹ ط الخجف۔ و ذکرہ فی کشف الظنون ۱ / ۸۹۴ باسم: رسالۃ فی المہدیؑ فارسیہ۔

- ۲۸۳۔ مہدی منتظر ص ۱۵ عن غایۃ المامول ۵/ ۳۲ فہرس الفوارس ۲/ ۴۰۹۔
- ۲۸۴۔ مہدی منتظر ص ۱۵۔
- ۲۸۵۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۱۔ طبع نجف۔
- ۲۸۶۔ مہدی منتظر ص ۱۶۔
- ۲۸۷۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۱ ط الخجف۔
- ۲۸۸۔ طبع ضمن کتابہ الحادی فی المجلد الثانی من ص ۱۲۳، الی ص ۱۲۶۔
- ۲۸۹۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۳ ط الخجف۔
- ۲۹۰۔ اس کے کئی نسخے نجف اشرف، کربلا، ترکی کے کتب کے خانوں اور مصر کے، معہد المخطوطات العربیہ، میں موجود ہیں۔ اس سے کنجی نے اپنی دو کتابوں، البیان، کفایۃ الطالب، میں اور برزنجی نے ”الاشاعتہ“ حارری نے ”الزام الناصب، میں اور صدر نے المہدیٰ میں نقل کیا ہے۔
- ۲۹۱۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۴ ط الخجف۔
- ۲۹۲۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۴ ط الخجف۔
- ۲۹۳۔ مہدی منتظر ص ۷ او مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۵ ط الخجف۔
- ۲۹۴۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۵ ط الخجف۔
- ۲۹۵۔ اس کی طرف اپنی کتاب الفتاویٰ الحدیثہ، ص ۳۱ میں اشارہ کیا ہے۔ اس سے برزنجی نے الاشاعتہ ص ۳۱ میں نقل کیا۔
- ۲۹۶۔ اس کی مسند کے جزء رابع کے ضمن میں طبع ہوئی ہے۔
- ۲۹۷۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۶۔
- ۲۹۸۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۸ ط الخجف۔
- ۲۹۹۔ اشار الیہ فی کتابہ ”الائمۃ الاشاعشر“ ص ۱۱۸۔
- ۳۰۰۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۸ ط الخجف۔
- ۳۰۱۔ مہدی منتظر ص ۱۸۔
- ۳۰۲۔ السیرۃ الحلبیہ ۱/ ۲۲۷۔
- ۳۰۳۔ منتخب الاثر ص ۳۳۸۔
- ۳۰۴۔ منتخب الاثر ص ۳۳۶۔
- ۳۰۵۔ منتخب الاثر ص ۶۔

۳۰۶۔ سیرۃ الامام العاشر علی الہادی علیہ السلام ۱۲۲۔

۳۰۷۔ ینایج المودۃ ۲/۴۔

۳۰۸۔ الیواقیت والجواہر ۲/۱۴۳۔

۳۰۹۔ منتخب الاثر ۳۳۹۔

۳۱۰۔ ینایج المودۃ ۲/۴۔

۳۱۱۔ الیواقیت والجواہر ۲/۱۴۳۔

۳۱۲۔ منتخب الاثر ۳۴۰۔

۳۱۳۔ کشف الاستار ۵۲۔

۳۱۴۔ ینایج المودۃ ۲/۴۔

۳۱۵۔ منتخب الاثر ۶۔

۳۱۶۔ ینایج المودۃ ۲/۴۔

۳۱۷۔ ینایج المودۃ ۲/۴۔

۳۱۸۔ منتخب الاثر ۶۔

۳۱۹۔ مثلاً ڈاکٹر احمد امین اور سعد محمد حسن یہ دونوں مغالطہ اور فکر قبیح کی طرف گئے ہیں۔ ان دونوں حضرات کی

کتابوں میں ان دجالوں پر بحث ہے جنہوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ان ہی کی حکایات، قصے

اور ان کے تصرفات و زیادتوں کا ان کتابوں میں تذکرہ ہے، مگر یہ کسی طعن و تشنیع کا جواز قائم نہیں کر سکتیں،

نہ کسی عقیدے کو مخدوش کرتی ہیں جب کہ امام مہدیؑ کے بارے میں روایات و احادیث جو رسول اعظمؐ

سے آئی ہیں، وہ صحیح ہیں اور ان کو صحاح و سنن اور تمام احادیث کی مسندوں نے اخراج کیا۔ امت کا ان پر

اجماع ہے۔

بعض دجالوں نے نبوت تک کا دعویٰ کیا ہے تو ڈاکٹر صاحب اور استاد سعد محمد حسن کیا کہیں گے کیا یہ جھوٹا

دعویٰ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کو مخدوش کر دے گا۔

۳۲۰۔ ارشاد الساری ۵/۱۹۔

۳۲۱۔ سنن ابن ماجہ ۲/۵۱۹۔

۳۲۲۔ صواعق محرقہ ۹۹۔

۳۲۳۔ الاذاعۃ لما کان ویکون بین یدی الساعۃ ۵۳۔

۳۲۴۔ کشف الاستار ۴۵۔

- ۳۲۵۔ صواعق محرقہ ۱۲۴۔
- ۳۲۶۔ البرہان علی وجود صاحب الزمان ۷۹۔
- ۳۲۷۔ وفیات الاعیان ۳/۳۱۶۔
- ۳۲۸۔ الفتوحات الاسلامیہ ۲/۳۲۲۔
- ۳۲۹۔ سمط النجوم العوالیٰ ۴/۱۳۸۔
- ۳۳۰۔ روح البیان ۸/۳۵۸۔
- ۳۳۱۔ تاریخ آل محمدؐ ۲۷۰۔
- ۳۳۲۔ کشف الاستار ۱۴۶۔
- ۳۳۳۔ الملاحم والفتن ۵۴۔
- ۳۳۴۔ کشف الاستار ۵۳۔
- ۳۳۵۔ منتخب الاثر ۳۳۲۔
- ۳۳۶۔ الزام الناصب ۱/۳۴۰۔
- ۳۳۷۔ الاعلام ۶/۳۱۰۔
- ۳۳۸۔ البرہان علی وجود صاحب الزمان ۷۳۔
- ۳۳۹۔ ینابیع المودۃ ۷۱۔
- ۳۴۰۔ البرہان علی وجود صاحب الزمان ۷۵۔
- ۳۴۱۔ منتخب الاثر ۳۔ از حاشیہ صحیح ترمذی ۲/۴۶۔
- ۳۴۲۔ شرح نہج البلاغہ ۲/۳۴۶۔
- ۳۴۳۔ المجالس السنیہ ۵/۵۸۵۔ البرہان علی وجود صاحب الزمان ۷۱۔
- ۳۴۴۔ فیض القدیر ۶/۱۷۔
- ۳۴۵۔ المجالس السنیہ ۵/۵۸۶۔
- ۳۴۶۔ منتخب الاثر ۳۳۶۔
- ۳۴۷۔ سمط النجوم العوالیٰ ۴/۱۳۸۔
- ۳۴۸۔ ایواقیت والجواہر ۲/۱۴۳۔
- ۳۴۹۔ المجالس السنیہ ۵/۵۷۸۔ البرہان علی وجود صاحب الزمان ۶۴۔

